یہ کتاب

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم

الاسلام

دیناً

کی تفسیر ہے

اسمین ہر پہلو سے اسلام کا نعمت خدا ہونا دکھایا گیا ہے

تمام مسائل اسلام بیان کیے گئے ہین

اور انکی خوبیون کی توضیح کی گئی ہے

معترضون کے جواب بھی بزبان شستہ دیے گئے ہین

اور

تمام غلط فہمیان بعنوان شائستہ رفع

کی گئی ہین

موءلف اسکے

علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

موءلف

تاریخ الاسلام زاہدہ المجاہد وغیرہ وغیرہ ہین

سنہ ۱۹۰۲ء مین

مطبع ملیتھودسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ مین چھپی

محمد سعید رزا نے مقام دفتر سابق اخبار "الوقت" گورکھپور سے شایع کی ہمت سے

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلیہ

دیباچہ

یا وقت تھا جب میں تاریخ الاسلام لکھتا تھا۔ مسلمانوں کے پچھلے کارناموں کے
دل تھا کہ سینہ میں پھولا نہیں سماتا تھا اور موجودہ حالت کے لحاظ سے وہ
کا سا تھا جسکی نظر حالت رقص میں پاؤں پر جا پڑے اور وہ مرجھا جائے۔
نوں کا ایک زمانہ وہ تھا کہ تمام عالم میں انکی دھاک بندھی ہوئی تھی اور اب انکی حالت
غاہے۔ جہاں دیکھیے ادبار سا ہے اور جدھر دیکھیے باعث عبرت۔ عربوں کی
(یا خلافت) ۔ اللہ ۔ اللہ شان کبریائی تھی۔ غیر متعصب عیسائی مورخوں کی تحریریں
بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدو خلقت سے آج تک کسی قوم نے عربوں سے بہتر سلطنت
گر یا فیاضی ۔ مروت ۔ عدل اور بے تعصبی عربوں کے ساتھ خاص مناسبت
علمی اخلاقی اور ملکی معاملات میں وہ مقتدائے عالم خیال کیے جاتے تھے ۔
عرب ہیں کہ گویا مادر گیتی کے فرزند ہی نہیں ہیں ۔ صورت میں عالم بیکس
نسل جابجا ہندوستان میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ دست تنگی
بیچارے کس شمار میں ہیں ۔ یہ تو خیر آب وہوائے ہند کے مارے ہوئے ہیں ۔
وطن کہ وہ عرب بھی جو اب تک اپنے اصلی مقام پر ہیں اور مذہبی خیال سے مایہ ناز
تے ہیں کوئی ادا اپنے بزرگوں کی نہیں رکھتے اور نہ انہیں کوئی امر ایسا پایا جاتا

جس سے یہ اپنے اسلاف کا پتہ دے سکیں۔ ترک جو کسی زمانہ میں عربوں کے جانشین تھے۔ آزادی اور سیر چشمی کے سوا تمام باتوں میں انکے قدم بہ قدم تھے۔ اُنکے کارنامے پڑھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا فنا ہو جائے گی لیکن یہ فنا نہ ہونگے۔ یہ بھی اس طرح مٹے کہ کوئی نام اپنا نہ چھوڑا۔ دور نہ جائیے ہندوستان ہی میں دیکھیے۔ شاہان تغلق کی شاہنشاہی العظمۃ للہ۔ تمام ہندوستان اُنکی مٹھی میں اس طرح تھا جس طرح انگشتری میں نگینہ ہوتا ہے۔ اور اب انکے اڑکے تغلق آباد دہلی میں گھانس کے گٹھے اپنی بیبیوں کے سامنے جب گھڑی رات گئے یہ کہتے ہوئے لاگراتے ہیں کہ آج کوئی کمبخت مفت میں بھی لینے والا نہ تھا اور بیبیاں مایوسانہ نظر سے انکی طرف دیکھ کر کہتی ہیں کہ بچے آج رات بھر سونے نہ پائینگے تو فاعتبروا یا اولی الابصار کا نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ ہندوستان کی تخصیص نہیں ہے کم و بیش یہی حالت ایشیا کے تمام ترکوں کی ہے۔ یورپ میں کچھ حالت انکی اچھی ہے لیکن وہ بھی صرف ہمارے دیکھنے میں ہے۔ ورنہ فی الواقع وہ جس حالت میں ہیں خود ہی خوب جانتے ہیں مغلوں نے اسلام قبول کر کے جو تہذیب عالم میں پھیلائی تھی عجائب روزگار سے تھی لیکن بالآخر اُنکا زمانہ بھی ایسا پلٹا کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ اُنکی اولاد بزبان حال سے کہہ رہی ہے

× ہم ایسے ہیں کہ جیسے کسی کا خدا نہ ہو

میں لکھتا تو تھا تاریخ الاسلام لیکن ان واقعات کے سلسلہ نے مجھے مسلمانوں کی ترقی و تنزل کے اسباب کی طرف متوجہ کیا اور آخر کار برسوں کے غور و فکر کے بعد یہ ہی رائے قایم ہوئی کہ مسلمان جب تک قرآن پر عمل کرتے رہے دنیا کے پیشوا بنے رہے اور جب احکام قرآنی سے الگ ہوئے اپنی پیشوائی کھو بیٹھے۔ دوسری قوموں نے انکے گذشتہ طریقوں پر عمل کرنا شروع کیا اور اس طرح انکے اعمال احکام قرآنی کے مطابق ہونے لگے دنیا

باب اوّل

ملکی اور اخلاقی معاملات

فصل اوّل

اصول جہان داری

اسلام نے وہ تمام باتین سکھا دین جنکا جاننا انسان کو بہ حیثیت انسان کے ضروری ہی۔ عربون نے ایک بہت ہی چھوٹی حیثیت سے دفعتاً ترقی پائی۔ چڑھا ہے بغیر کسی تعلیم اور تربیت کے دنیا کے بہترین حصّہ پر قابض ہو گئے۔ یکایک عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لے لی۔ اور پھر مبدار فیاض کی فیاضی نے انکو اس مشکل اور غیر مانوس راستہ مین جو بصیرت عطا کی وہ بے انتہا حیرت افزا ہے اور عجائبات دنیا مین شمار کیے جانے کے لائق ہے۔ بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ مسلمانون کی ابتدائی ترقیون کے مقابلہ مین دنیا کے تمام عجائبات نظر انداز ہو جاتے ہین۔

خالی کدو منھ بند کر کے قعر سمندر کے اندر رکھدیا جائے۔ سیکڑون فیٹ پانی کو وہ منٹون مین نہین سکنڈون مین طے کر کے سطح آب پر آ جائے گا۔ بس یہی کیفیت مسلمانون کی تھی " الحق یعلو ولا یعلیٰ " زمانہ ہجرت تک پیغمبر خدا نے اپنی قوم کو آلائش جہالت سے پاک کرنے مین وہی کام کیا جو تمثیلاً کدو کے اندرونی حصہ کے صاف کرنے مین کرنا پڑتا ہے۔ پھر اسکے بعد تمام دنیا مین عرب اس سرعت سے پہونچے کہ اُسکی نظیر نہین ملتی۔ کاغذ پر ایک قطرہ تیل کا

اور استحکام سلطنت کی تدبیر دن مین صرف ہوا - اسلیے خلیفہ اول کو یہ موقع نہین ملا کہ پیغمبر خدا کے پڑھائے ہوئے سبق کے مطابق حکومت کرکے لوگون کو عملی طور پر دکھا دین کہ اسلام نے بادشاہت اور حکومت کے متعلق کیا کیا برکتین سکھائی ہین - اول اول خلیفہ دوم کو یہ عزت حاصل ہوئی - اور اسلیے جب یہ فیصلہ کرنا ہو کہ اسلام نے امور سلطنت کے متعلق کیا بتایا ہے تو صرف خلیفہ دوم کے زمانہ حکومت کو سند ماننا چاہیے کہ اسوقت تک پیغمبر خدا کے پڑھائے ہوئے سبق اُنکی اُمت بھولی نہ تھی یا بھولی بھی تھی تو بہت کم بھولی تھی - پیغمبر خدا نے اپنے وقت ہی مین یہ فیصلہ کردیا تھا "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم" یعنی ترجمہ میرا زمانہ بہترین زمانہ ہے اسکے بعد میرے زمانے کے دیکھنے والون کا پھر اُنکے دیکھنے والون کا -

مسلمانون مین ہر طرح کے بادشاہ ہوگئے ہین - فاسق - فاجر - ظالم اور لوٹیرے - یہ ضرور نہین ہے کہ برابر معصومون کے ہاتھ مین عنان حکومت رہی ہو - لیکن ہم یہ ضرور کہتے ہین کہ دیگر قوم کے بُرے سے بُرے بادشاہ سے مسلمانون کا بُرے سے بُرا بادشاہ نسبتہً اچھا رہا ہے - مسلمانون کے پاس قواعد اور ضوابط تھے - قرآن ہمیشہ حکم رہا - عالم - فاضل - فقیہ - قاضی - اچھے بُرے سبھی طرح کے لوگ تھے - بادشاہ بُرا سہی لیکن اسکے صلاح کار تو سب بُرے نہ تھے - یہ ایک بڑی بحث ہے - تمام تاریخون کے صفحے اُلٹے جائین - تمام قومون کے حالات حکمرانی صحیح صحیح معلوم ہون فیصلہ کرنے والا منصف مزاج ہو تو بخوبی سمجھ مین آسکتا ہے - مگر جو لوگ بغیر سمجھے مسلمان بادشاہون پر اعتراض کرتے ہین اور اس طرح ضمناً اسلام کی برکتون

پر اعتراض کرتے ہین ان سے ہمکو صرف یہ کہنا ہے کہ تمام مسلمان بادشاہون کے حامی نہ ہم ہین اور نہ کوئی اور مسلمان ہو سکتا ہے۔ کسی مسلمان کا بحیثیت مسلمان ہونے کے یہ فرض نہین ہے کہ تمام سلاطین عالم کی بھلائی برائی کا تصفیہ کرتا پھرے یا اس مسئلہ پر خواہ مخواہ مباحثہ کرے۔ لیکن اگر معترضین کا یہ منشا ہے کہ اسلامی برکتون پر جہان تک وہ اصول جہانبانی سے متعلق ہین جرح کرین تو ہمکو جواب دینا فرض ہے۔ مگر وہ بھی کچھ بہت نہین صرف اتنا کہنا کہ خلیفہ دوم کی سوانح عمری پڑھیے جنکے ذریعہ سے اصول جہانبانی کے متعلق اسلامی برکتون کا اول اول ظہور ہوا تھا۔

خلیفہ دوم کی سوانح عمری ہمارے کہنے سے کوئی کیون پڑھنے لگا۔ اسلیے کچھ بطور نمونہ کے یہان بیان بھی کر دینا چاہیے کہ دلچسپی مضمون شاید ناظرین کو خلیفہ دوم کے حالات پڑھنے کی طرف جس سے بہت سی اردو کتابین بھری پڑی ہین متوجہ کرے۔

خلیفہ دوم جب کسی ملک پر فوج بھیجتے تھے تو نہایت تاکید سے مفصلۂ ذیل امور اہل فوج کو سمجھا دیتے تھے۔

(۱) عورت۔ لڑکا۔ بڈھا یا ضعیف مارا نہ جائے۔

یہی اصول اب بھی مہذب قومون کا ہے۔ ابھی حال کا ذکر ہے کہ جنگ ٹرنسوال مین کروگر اپنی بی بی کو چھوڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ برٹش گورنمنٹ عورتون اور بچون سے مزاحم نہ ہوگی۔

(۲) ناک۔ کان نہ کاٹے جائین۔

مہذب ملکون مین یہ وحشیانہ سزا صرف چند صدیون سے ناپسند کی جاتی ہے

لیکن اسلام نے تیرہ سو برس پہلے اسکی ممانعت کردی تھی۔

(۳) عبادت کرنے والے گوشہ نشین قتل نہ کیے جائین اور نہ اُنکے عبادتخانے کھودے جائین۔

اس تہذیب اور شائستگی کے زمانہ مین بھی یورپ کی تمام مہذب قومین اسپر سختی سے عامل نہین ہین۔ لیکن اسلام مین تیرہ سو برس سے یہ ممانعت چلی آتی ہے۔

(۴) کوئی درخت پھلدار نہ کاٹا جائے۔ اور نہ کوئی کھیت جلایا جائے۔

(۵) کوئی عمارت اور آبادی ویران نہ کی جائے۔

(۶) سواشی کی کونچین نہ کاٹی جائین۔

میونیسپل بائی لامین تو یہ ممانعت جابجا ضرور ہوگی۔ لیکن فوجی ضرورتون مین شاید اب بھی اس بدنما بیرحمی کی ممانعت سختی سے کہین نہ ہوگی۔ اسلام کی تہذیب ملاحظہ فرمایئے کہ جانورون کے ساتھ بھی وحشیانہ برتاؤ کی ممانعت وہ شخص کرتا ہے جو چند دنون پہلے خود وحشی تھا۔ اسلام یہ تیری برکت ہے۔

(۷) کوئی کام بغیر صلاح و مشورہ کے نہ ہو۔

خلیفہ دوم کوئی کام بغیر مشورہ کے نہین کرتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو ہرگز خود مختار نہین سمجھتے تھے اُنکی سوانح عمری پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ راستون مین گلیون مین مسجدون مین ادنی سے ادنی شخص نے بھی ان پر کوئی اعتراض کیا تو نہایت کشادہ پیشانی سے سُن لیتے تھے۔ اور قابل ماننے کے ہوا تو نہایت شکرگزاری سے قبول کرتے تھے۔ احکام سلطنت جاری کرنے مین وہ مشورہ کرتے

تھے۔ تصفیہ مقدمات مین اورون سے استصواب راے کر لیتے تھے اور دوسرون کی اچھی رائین نہایت احسانمندی سے قبول کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنی جانشینی کا معاملہ بھی آپ نے شورہ پر چھوڑا۔ لوگون نے آپ سے کہا کہ بیٹے کو نامزد کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ اُسکو دوسرون پر کیا ترجیح ہی۔

(۸) انصاف اور عدل کا برتاؤ رہے۔ کسی پر جبر اور ظلم نہ ہونے پائے۔

یہ خالی خولی ہدایت نہ تھی۔ نہایت سختی سے اسپر عمل کرنے کی تاکید تھی ور خلیفہ دوم ہمیشہ جویان رہتے تھے کہ کہین ظلم اور زیادتی تو نہین ہوتی مسلمانون کی فوج کے ساتھ مارشل لا ضرور جاری رہتا تھا اور بے اسکے چارہ بھی نہ تھا مگر دنیا کی تاریخین اُٹھا کر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ دوم کی فوج مین جس خوبصورتی اور عدل کے ساتھ مارشل لا جاری رہتا تھا دنیا کی کسی فوج مین آج تک نہ جاری ہوا اور نہ آیندہ جاری ہونے کی امید ہے۔ پیغمبر خدا کے ساتھی فوج مین ہوتے تھے۔ اور بات بات پر حکم خدا اور حکم رسولؐ یاد کرتے تھے۔ ایک بڑا ثبوت ہمارے بیان کا یہ ہے کہ خالد بن ولید ایسے جنرل کو جسکا ثانی تاریخون مین دوسرا دکھائی نہین پڑتا حضرت عمرؓ نے برطرف کر کے حضرت عبیدہ کو فوج کی سپہ سالاری عطا کی۔ لوگون نے کہا کہ ایسے لاثانی امیر فوج کو آپ جدا کرتے ہین۔ خلیفہ دوم نے کہا کہ یہ لوٹیرون کا لشکر نہین ہے۔ مسلمانون کی فوج ہے جو تلقین دین متین کے لیے بھیجی گئی ہی۔ اسکی سپہ سالاری عبیدہ ایسے فرشتہ خصلت بوڑھے صحابی کو زیبا ہے۔

(۹) غیر مذہب والون سے جو عہد و پیمان کیا جائے وہ وفا کیا جائے۔

اس عہد و پیمان کا بڑا لحاظ ہوتا تھا۔ خراج۔ جزیہ وغیرہ کے معاہدات مین بھی جس سے جو زبان دیدی جاتی تھی خلیفہ دوم اسمین ذرا بھی بدعہدی گوارا نہین کرتے تھے۔ جزیہ یا خراج زمین مین بعض بعض مقامات پر غلطی سے بہت رعایت ہو گئی تھی مگر وہ پھر برابر قایم رکھے گئے۔ غازی پور کے ضلع مین جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حصّہ مین استمراری بند و بست ہے وہان کی مالگذاری سی سالہ بندوبست والی زمین سے بدرجہا کم ہے۔ حکّام انگریزی یہ تفاوت بیجا صریح دیکھتے ہین لیکن ڈنکین صاحب نے جو بند و بست استمراری کر دیا برٹش گورنمنٹ نہایت کشادہ پیشانی سے اس پر قایم ہے۔ اور یہی مہذب گورنمنٹ کی نشانی ہے۔ ناظرین سمجھین کہ اسی طرح پابندی کے ساتھ مسلمان بھی اپنی بات پر قایم رہتے تھے۔

(۱۰) غیر مذہب والے اطاعت کرین تو انکی جان و مال مسلمانون کی جان و مال کے برابر سمجھی جائین۔ غیر قومون سے انکی حفاظت کی جائے اور تمام معاملات مین یہ مثل مسلمانون کے سمجھے جائین۔

ایک مہذب گورنمنٹ سے اور کیا چاہیے۔ معاملات دنیا مین مومن اور غیر مومن کے درمیان کوئی فرق نہین کیا جاتا تھا۔ صرف غیر مذہب والون سے جزیہ لیا جاتا تھا۔ لیکن جزیہ لینے کے صلہ مین جو احسان انپر ہوتا تھا وہ جزیہ سے بہت زاید ہوتا تھا۔ تمام مسلمان فوجی سپاہی تھے۔ غیر مذہب والے اس پابندی سے بری تھے اور صرف بری ہی نہ تھے بلکہ مستحق اسکے تھے کہ بوقت ضرورت اپنی جان و مال کی حفاظت مسلمانون سے کرائین۔ مسلمان گلا کٹائین اور مفتوح قومین

بنتی ہوئی تماشہ دیکھین اور اسکے صلہ مین وہی جزیہ کی رقم ادا کرین۔ دینے والون کے لیے تو خفیف رقم تھی اور لینے والون پر کتنی سخت ذمہ داری تھی۔ اسکے علاوہ مسلمانون پر ایک اور ذمہ داری تھی جس سے غیر مذہب والے بری تھے یعنے متمول مسلمان چالیسوان روپیہ مین ایک روپیہ سالانہ زکوۃ دیتے تھے۔ اور غیر مذہب والے اس سے مستثنیٰ تھے۔ خلاصہ یہ کہ پرانے زمانے کی کوئی مہذب گورنمنٹ اپنی مفتوح قومون کے ساتھ مسلمانون کا سا برتاؤ نہین کرتی تھی۔ انصاف کی عینک لگا کر تاریخ کے صفحے اُلٹے جائین تو صاف معلوم ہوگا کہ اپنی خوبیون مین مسلمان سب سے الگ تھے۔ یہ غلط ہے کہ مسلمانون نے بزور تلوار لوگون کو مطیع کیا۔ یہ محض اُنکا حسن اخلاق تھا جس نے مفتوحین کو انکا فرمانبردار بنا رکھا تھا۔ انگریزی مثل ہے کہ زن خادمہ شوہر پر حکمرانی کرتی ہے۔ اگر مسلمان حکمران تھے تو اپنی خدمت کے صلہ مین اور معزز تھے تو صرف اسلیے کہ دوسرون کی خدمت کرتے تھے۔ "اشرف القوم خادمہم" (خادم قوم سردار قوم ہوتا ہے) عربی مثل ہے۔ زائد توضیح کے لیے "اسلام اور سیف" کا مضمون دیکھیے۔ یہان صرف یہ سمجھنا چاہیے کہ جو آرام اُسوقت کی مفتوح قوم کو تھا وہ فاتحون کو خواب مین بھی نصیب نہین تھا۔ حتیٰ کہ مسلمانون کے غلامونکو بھی وہ آرام تھا جو آقاؤن کو نہ تھا۔ دیکھیے "غلامونکی حالت" غرضکہ دوسرون کو مجبور یا در مطیع کرنے مین جو کچھ کیا اسلام کے حسن اخلاق نے کیا۔ نہ کہ زور تلوار نے۔

این ہمہ مستی و بیہوشی نہ حد بادہ بود ۔۔۔ باحریفان ہرچہ کرد آن نرگس مستانہ کرد

(۱۱) لڑائی دفعتہً نہ شروع کی جائے۔ بلکہ سمجھانے بجھانے کے بعد۔

اسکی پوری تصریح تو "اسلام اور سیف" مین مذکور ہے۔ یہان صرف یہ بتانا کافی ہے کہ مسلمان جب چڑھائی کرتے تھے تو پہلے پیغام بھیجتے تھے۔ اور لڑائی شروع ہونے کے قبل بھی رفع حجت کرتے تھے۔ مسلمانون کا حملہ وحشیانہ یا مجرمانہ نہین ہوتا تھا۔ وہ کہلا بھیجتے تھے کہ تم انتظام کرنے کے قابل نہین ہو مظالم سے تمھارا ملک بھرا ہوا ہے۔ اب دو ہی صورتین ہین۔ یا تو ہمارے ہم خیال ہوکر ہماری طرح تم بھی بہبودی خلایق مین کوشش کرو تم اگر ایسا کرنے پر راضی ہو تو ہم تم کو اپنا بھائی بنانے پر راضی ہین۔ اور اگر تم سے یہ بار نہین اٹھتا تو آرام سے بیٹھو اور ہم کو خدمت قوم کرنے دو۔ اور اسقدر ہم تم کو یقین دلاتے ہین کہ ہم پچھلی صورت مین کسی طرح تمھاری حالت سے اچھی حالت دنیاوی زندگی کی اختیار نہ کرین گے۔ تمھارا عیش وآرام ہر حالت مین ہمارے عیش وآرام سے بڑھا ہوا رہے گا۔

اب یہ کوئی راز نہین رہا کہ اس زمانہ کے بعض تعلیم یافتہ ہنود مسلمانون سے ناخوش رہتے ہین۔ مسلمانون کی تمام گزشتہ خوبیان بھلا کر صرف اُنکی برائیان یاد کرتے ہین۔ اور غلطی سے شخصی عیوب کو قومی عیوب سمجھتے ہین۔ ہم تسلیم کرتے ہین کہ مسلمانون کے بعض حملے اور اُنکے برتاؤ ہندوؤن کی عبادتگاہون کے ساتھ جیسے ہوئے وہ ضرور ناپسندیدہ تھے۔ صرف اسلیے نہین کہ ہندوؤن کے نزدیک وہ ناپسندیدہ تھے بلکہ اسلیے بھی کہ حضرت عمرؓ کی ہدایتین جو اوپر بیان کی گئین اُنکے خلاف تھے۔ ہندو اگر صرف اُن افعال شکایتی کو بُرا سمجھتے تو بیجا نہ تھا۔ غضب تو یہ ہے کہ اُن افعال کی وجہ سے مسلمانون کی قوم کی قوم کو بُرا سمجھنے

گئے "ہنداور اہل اسلام" کے عنوان سے جو مضمون ہم نے لکھا ہے اسمین خود ہم نے اسلامی نظر سے اُن حملہ آوروں کی شکایت کی ہے۔ اور انہین سے بعض حکمرانوں کے مسلم ہونے مین بھی شک کیا ہے۔ بہی خواہان قوم سے یہ درخواست ہے کہ تعلیم یافتہ ہندوؤں کو یہ دو مضامین پڑھ کر سنا دین۔ اور اچھی طرح سمجھا دین کہ پچھلے قصوں کو یاد کر کے اپنے اور ہمارے دلوں کے دکھانے سے کیا حاصل ہے۔ اور اگر اسپر بھی وہ نہ سمجھین اور صحبت گزشتہ کے لطفوں کو بھلا کر صرف بے لطفیوں کا یاد رکھنا اور اس طرح تفرقہ کی بنیاد کو روز بروز مستحکم کرنا تعلیم و تربیت کا ماحصل سمجھین تو مجبوری ہے۔ ہمارا بھی خدا حافظ ہے ظالموں کو ہم آنسے بھی زائد برا کہنے کو طیار ہین اور وہ نہین مانتے تو ہمارا کیا بگڑے گا۔ جس تعلیم نے سوا تعصب کے اور کچھ نہین سکھایا۔ اُس تعلیم سے بے تعلیم رہنا ہی اچھا تھا۔ ہمین جاہل کہتے ہین اور خود جہالت کرتے ہین۔ بہرحال ہم تو خاطی ہین سُننے گا کون۔ لیکن یاد رہے کہ اس طرح تو قومین مین سے قوم کی حالت کسی طور سے نہین سدھرے گی۔ قومی ادبار کی یہ علامتین ہین کہ جو (تعلیم یافتہ ہنود) ذرا اُبھرے تھے وہ بھی ان لغویات مین آپھنسے۔ افسوس صد افسوس۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ حضرت عمرؓ کے انتظامات اور اس طرح اسلامی پالیٹکس کچھ اور سُنیے اور اسلامی برکتوں کا اندازہ کیجیے۔

یہ لکھنا بیموقع نہین ہے کہ مسلمانوں کا بعض فرقہ حضرت عمرؓ کو بہترین صحابی رسول نہین بلکہ بدترین سمجھتا ہے۔ اس وقت ہمکو باہمی نزاعوں کا فیصلہ کرنا نہین ہے اور نہ کبھی یہ لاطائل بحثین مذہبی مضامین مین جگہ پانے کے لائق ہین۔

ان خانہ جنگیون اور شکر رنجیون کو جو ایک طور پر گھر کا جھگڑا تھا تیرہ سو برس کے بعد سیدان بیان مین لانا نہ مصلحت وقت ہے اور نہ مناسب حال ہے اور نہ کوئی ضرورت لاحق ہے کہ خواہ مخواہ بھی یہ مباحث چھیڑے جائین ۔ اسوقت غیر قومون کو اسلامی پالیٹکس کا نقشہ دکھانا ہے اور اسلیے اگر غیر قوم سے یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلعم کے ایک ادنی شاگرد نے قوت پاکر یہانتک اسلامی برکات پھیلائے ہین تو ایک طور پر شاعرانہ خیال سے ہمارے مضمون مین اور بھی رونق آجائیگی اور جو کچھ ہم لکھین گے وہ اور بھی با اثر ہوگا ۔ جب اسلام کے دونون فرقہ اس بارے مین ہمزبان ہونگے تو زاید خوش نما صورت بیان کے لیے پیدا ہوگی ۔ اور اس کتاب کی اصلی غرض یعنے اشاعت اسلام مین مدد ملے گی ۔

حضرت عمرؓ جب کوئی عامل (صوبہ دار یا گورنر) مقرر کرتے تھے تو اُسکو مفصلۂ ذیل ہدایتین ضرور کرتے تھے اور ایام حج مین جب اطراف عالم کے مسلمان جمع ہوتے تھے تو تحقیقات کرتے تھے کہ عاملون نے انکی ہدایتون پر عدم توجہی تو نہین کی ۔ موسم حج مین مسافرون سے مل کر تمام بلاد اسلام کے حالات وہ اس طرح دریافت کرلیتے تھے جو دیگر حکام انکو سالانہ دورہ سے بھی دریافت نہین ہوسکتے تھے ۔ وہ صرف استفسار حال ہی نہین کرتے تھے بلکہ رعایا کو آزادی سکھاتے تھے ۔ اور کہتے تھے کہ عاملون کی ناجائز خواہشین پوری نہ کرنا ۔ رشوتین کبھی نہ دینا ۔ اپنے حقوق کو خوب پہچاننا ۔ ایک خود مختار بادشاہ رعایا کو آزادی کا سبق دیتا ہے ۔ اور اسلام کے مضبوط اصول پر بھروسہ کرکے مطمئن ہے کہ حکومت مین کہین سے ضعف نہ آئے گا ۔ بلکہ اُسکو اور استواری حاصل ہوگی ۔ یہ حضرت

عمرؓ کے عہد سلطنت کی خصوصیات سے ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یطرزعمل عجائبات دنیا سے ہے۔ اسلام کی کن کن باتون پر غور کیا جائے۔ ہر ایک بجاے خود کارخانہ طلسم ہے۔ مذہب اسلام کے ساتھ خاص فیضان الٰہی نہین تھا تو اور کیا تھا۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اسلام کو دین خدا یا مذہب ربانی کہتے ہین۔

وہ ہدایتین یہ ہین۔

۱۔ چوبدار اور حاجب نہ رکھنا کہ کسی مستغیث کو آنے سے روکنا۔

یہ حکم نہایت بیدارمغزی اور اصول جہانبانی پر مبنی ہے۔ اور اس مہذب زمانہ مین بھی جب اصول تمدن بہت کچھ بدل گیا ہے اس ہدایت کا ایک جزو عدالتی ضابطون مین پایا جاتا ہے کہ در عدالت ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اور بقدر گنجایش مقام عدالت مین لوگون کا گھسنا روا رکھا جاتا ہے۔ کوئی ممانعت نہین کی جاتی ہے۔

۲۔ کوئی استغاثہ کرے تو اُسکو سُننا اور مدعی سے گواہ عادل اور منکر سے قسم لیکر نزاع کا فیصلہ کرنا۔

یہ ہدایت کارروائی عدالت اور طریقہ شہادت کے متعلق ہے۔ ان چند لفظون مین جسقدر اصلاح قوم اور عدل گستری شامل ہے وہ خاص اسلام کا حصہ ہے۔ مزید واقفیت کے لیے وہ مضمون پڑھنا چاہیے جو "شہادت" کے ذیل مین مندرج ہے۔

۳۔ مقدمات جلد فیصلہ کرنا ایسا نہو کہ کام مین تاخیر ہونے سے مدعی اپنا دعویٰ چھوڑ بیٹھے

اس اصول پر عمل نہ ہونے سے عدالت میں حق رسی کے لیے جانا بار ہو جاتا ہے۔ جنکو مقدمات لڑنے پڑتے ہیں وہ جانتے ہین کہ تعویق سے کیسی سوہان روح ہوتی ہے۔ آج کل کی مہذب گورنمنٹون کی طرف سے بھی جلد فیصلہ کرنے کے لیے برابر حکام ماتحت کو تاکیدین ہوتی ہین۔ ممالک مغربی وشمالی کا تو ہمین تجربہ ہے کہ عدالت ماتحت کے تمام حکام نالان رہتے ہین کہ ہائیکورٹ انصاف کرنے نہین دیتی۔ جلد فیصلہ چاہتی ہے تو اچھا کام کیونکر ہو۔ مگر ہمارے نزدیک یہ شکایت بیجا ہے۔ اور ہائیکورٹ کی تاکید نہایت مستحسن ہے۔ حکام ماتحت اہل مقدمہ کی تکلیف کی پروا نہین کرتے۔ اپنے خیالی انصاف پر مرتے ہین۔ محنت نہ کرین گے تو عمدہ انصاف نہ کر سکین گے۔ اور محنت کرین گے۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑین گے تو کسی طرح دوران نہ بڑھے گا۔ اور نہ انصاف مین خلل واقع ہوگا۔

۴۔ تحریم حلال اور تحلیل حرام لازم نہ آتا ہو تو باہمی مصالحہ کو منظور کرنا۔

اسلام مین تمام نزاعین اور اکثر جرائم قابل راضی نامہ ہین۔ موقع موقع سے ہر ایک کا بیان کیا جائیگا۔

۵۔ متخاصمین پر سختی درشتی اور غصہ نہ کرنا۔

۶۔ رعب قایم رکھنا مگر نہ اتنا کہ جبر کی حد تک پہونچے۔ اور اخلاق برتنا مگر نہ اتنا کہ بدرعبی پیدا ہو جائے " یعنے خودداری کا خیال رکھنا۔

۷۔ ہمیشہ عدل کرنا اور حق بحقدار پہونچانا۔

حضرت عمرؓ کے وقت مین جابجا یہودیون۔ عیسائیون۔ کافرون کے مقابلہ مین لڑائیان چھڑ گئی تھین اور ہر جگہ مارشل لا جاری تھا۔ لیکن اغراض عدالت کے

لیے مسلم اور غیر مسلم مین فرق نہین کیا جاتا تھا اور بعد ازان جب امن قایم ہو گیا اسلامی حکومت مستحکم ہو گئی ملک غیر آئین ملک آئین قرار پا گیا تب اس کہنے کی بھی ضرورت نہین رہی کہ مسلم اور غیر مسلم مین کچھ فرق نہ کیا جائے۔ لوگون کے خیال مین بھی نہین آتا تھا کہ اس قسم کا تفرقہ کیا چیز ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سابق مسلمان جہان پہونچے۔ وہان کے باشندے مسلمانون پر جان فدا کرنے لگے اور اپنے آبائی مذہب چھوڑ کر اخوت اسلامی مین شریک ہوتے گئے۔ ہندوستان کے سے مسلمان اُسوقت نہ تھے کہ یا تو تالیف قلوب پر جھکے تو خود اکبر کی طرح ہندو بن بیٹھے اور پھر تلافی مافات کی فکر ہوئی تو اورنگ زیب کی صورت مین اگر اطاعت شعار ہندوؤن کی پرستشگاہون کو مسمار کرنا چاہا۔ دل کی تسخیر نہ ہو سکی تو سنگ و خشت کی تسخیر پر کمر باندھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے وقت مین اسلام کو ایک ڈراونی صورت کی چیز بنا کر سامنے کھڑا کر دیا۔ اور اپنے مابعد زمانہ کے لیے دو زبردست ہمسایون مین کھٹ پٹ کرا دینے کے اسباب ہمیشہ کے لیے مہیا کر دیے۔ عالمگیر کی مجبوریان آیندہ بیان کیجائین گی۔

یہان تک تو ہم نے شخصی ذکر کیا۔ اب آگے وہ اصول لکھتے ہین جن پر تمام مسلمان بادشاہون کو مذہباً پابند رہنا چاہیے اور خلفاے اربعہ کے وقت مین جن پر پابندی نہایت درجہ کو پہنچ گئی تھی۔

"مسلمانون کی بادشاہت شخصی نہ تھی جمہوری تھی"۔ اصطلاح شرع مین اسے اجماع کہتے ہین۔ پیغمبر صلعم نے اپنے مرنے کے وقت یا اس سے قبل کسی کو اپنا ولیعہد نہین مقرر کیا تھا۔ حضرت علیؓ کی نسبت اُنھون نے وقتاً فوقتاً

اپنی رائین ظاہر کین جیسا کہ شیعہ مذہب کے مسلمان سمجھتے ہین مگر اسمین شبہ نہین ہے کہ علانیہ طور پر آنحضرتؐ نے انکو ولیعہد مقرر نہین کیا۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نے شخصی سلطنت ناپسند کی اور سلطنت مین توریث بھی قایم نہین رکھی۔ بعد انتقال آنحضرتؐ کے جماعت نے (وہ جماعت ہلکی ہو یا بھاری) حضرت ابوبکرؓ کو منتخب کیا۔ انتخاب گو سرسری تھا۔ اور مقتضائے وقت بھی وہی تھا۔ لیکن بعد کو سب نے اسے پسند کیا۔ حضرت ابوبکرؓ صاحب اولاد تھے۔ لیکن انھون نے حضرت عمرؓ ایک غیر شخص کے خلیفہ ثانی ہونے کی نسبت اپنی راے ظاہر کی اور تمام لوگون نے اسے پسند کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے لایق بیٹون کے ہوتے ہوئے ایک مجلس شوری منعقد کی۔ اور کہا کہ یہی مجلس خلیفہ نامزد کرے گی۔ اپنے بیٹے کو اس مجلس مین بھی حضرت عمرؓ نے شریک ہونے نہین دیا۔ بعض خوشامدیون نے حضرت عمرؓ کو بیٹے کا خیال دلایا۔ آپ نے فرمایا بیٹے کا کوئی حق مرجح نہین ہے۔ مجلس شوری نے حضرت عثمانؓ کو منتخب کیا۔ حضرت عثمانؓ نے جیتے جی اپنی اولاد کو نامزد نہین کیا۔ اور نہ انکو کبھی ایسا خیال تھا۔ حضرت عثمانؓ کے بعد لوگون نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت علیؓ کے بعد اتفاق سے انکے بیٹے امام حسنؓ خلیفہ ہوئے۔ مگر لوگون کے انتخاب سے۔ خود حضرت علیؓ نے انکو نامزد کرنے سے صریح الفاظ مین انکار کیا تھا۔ ان حالات کے بعد واضح ہے کہ اسلام نے شخصی سلطنت ناپسند کی ہے۔ اسکے خلاف اگر عمل درآمد ہوا تو اسے اسلامی عملدرآمد نہ سمجھنا چاہیے۔ امیر معاویہ نے پہلے پہل اپنے بیٹے یزید کو

ولیعہد مقرر کیا تو کبائر اسلام اسکو بدعت سمجھے اور کہنے لگے کہ شاہان عجم کی تقلید ہے۔

۲۔ بادشاہ خود مختار نہ ہوتا تھا۔ بلکہ وہ احکام شریعت کا پابند ہوتا تھا۔ اس عبارت کے دو مطلب ہین۔ ایک تو یہ کہ جب وہ اصول انتخاب سے مقرر ہوتا تھا۔ تو عوام کو اپنا مقرر کرنے والا سمجھکر اُنسے دبتا تھا۔ اور دوسرے یہ کہ قانون بنانا اسکا کام نہ تھا۔ قانون بن چکا تھا اسی قانون کو کسی قدر ضروری ترمیم کے ساتھ کہ اصول مین فرق نہ آئے وہ برتتا تھا۔ یہ اصول رومن لا کے اصول سے بالکل جدا ہے۔ اُس لا مین بادشاہ کا کام ہے قانون بنانا حتی کہ قانون کی یہ تعریف ہے کہ بادشاہ کا ہر حکم جو بواسطہ یا بلاواسطہ صادر ہو قانون ہے لیکن اسلام مین قانون سے مراد ہے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی قایم کی ہوئی شریعت۔ اور بادشاہ کا کام ہے کہ رسولؐ کی نیابت سے اسکا نفاذ کرے۔

۳۔ رعایا اپنے حقوق مین نہایت آزاد تھی۔ اسوقت تمام مہذب ملکون مین رعایا کی آزادی بڑھی ہوئی ہے۔ مگر اگلے مسلمانون مین جو آزادی تھی وہ اس سے کہین بڑھی چڑھی ہوئی تھی۔ اور انکی تمام کامیابیان اسی آزادی کی بدولت تھین۔ قرآن مین حکم ہے "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واُلی الامر منکم" ترجمہ "اللہ رسول اور اپنے حاکمون کی اطاعت کرو"۔ اگلے مسلمان قرآن پر عمل کرتے تھے۔ جو حدیث انکے نزدیک صحیح معلوم ہوتی تھی اُسکو سُنتے تھے۔ جائز امور مین حاکمون کی اطاعت کرتے تھے۔ اور نہایت بیفکری اور آزادی سے بسر کرتے تھے۔

آزادی رعایا کی ایک نقل قابل سننے کے ہے۔ حضرت عمرؓ رات کو گشت کرتے ہوئے ایک مکان کے قریب پہونچے۔ گانے کی آواز کانون مین آئی۔ سمجھے کوئی مجرم ہے اور اندر چلے گئے۔ وہان جا کر دیکھا کہ ایک عورت جام شراب سامنے رکھے ہوئے بیٹھی ہے۔ جرم شراب خواری مین آنحضرت حضرت نے اُسے پکڑنا چاہا۔ اُسنے کہا کہ اگر مین نے ایک جرم کیا تو آپ نے تین جرم کیے ہین۔ خدا کہتا ہے "لا تجسسوا" ترجمہ تجسس کرتے ہوئے نہ پھرو۔ تم تجسس کرتے ہو۔ خدا کہتا ہے۔ "لیس البران تاتوا البیوت من ظہورہا" عقب مکان کی راہ سے کہین جانا نہ چاہیے۔ تم نے دروازہ بند پایا تو پشت مکان سے گھس آئے۔ پھر خدا کہتا ہے۔ "لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم" "اپنے گھر کے سوا دوسرے کے گھر نہ جاؤ" اور تم بغیر میری اجازت کے میرے گھر مین چلے آئے۔ حضرت عمرؓ نادم ہوئے اور چپکے چلے آئے۔

۴۔ مجالس شوریٰ سے استصواب کر لینا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے اس پر بہت سختی سے عمل کیا تھا۔ اور اسی لیے انکا زمانہ بہت اچھا سمجھا جاتا ہے۔ قرآن مین محکوم ہے۔ "شاورہم فی الامر فتوکل علی اللہ" ترجمہ کوئی کام کرنا ہو تو مشورہ کر لو اور جب قصد ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو"

۵۔ ملک کی آمدنی سے بادشاہ کو بقدر ضرورت لینا چاہیے۔ خلفائے اربعہ اس پر بہت سختی سے پابند رہے ہے۔ حضرت عثمانؓ گھر کے مالدار تھے انھون نے شاید کچھ لیا ہی نہین۔ آج کل مہذب ملکون مین بھی پریسیڈنٹ یا بادشاہ کے خرچ کی ایک تعداد مقرر رہتی ہے۔ بعض دیگر شاہان اسلام بھی اسکے پیرو

تھے۔ اور بعض تمام خزانہ کو اپنے اوپر وقف سمجھتے تھے۔ اچھے بُرے سب
مین ہوتے ہین۔ سندر کے وقت اچھون کا ذکر کرنا چاہیے نہ کہ بُرون کا۔

۶۔ وقت لشکر کشی کے مسلمان نہایت مراعات اور حسن سلوک مد نظر رکھتے تھے۔ آج کل اخبارون مین حالات چین کے چھپ رہے ہین وہان تمام مہذب سلطنتون کی فوجین پہونچ گئی ہین۔ لیکن وہان کے باشندون کے ساتھ جو رعایت انگریز کرتے ہین وہ روس اور جاپان باوجود حق ہمسایگی کے نہین کرتے اور کیا عجب ہے کہ اسی حسن سلوک کی بدولت انگریزون کا اثر وہان سب سے زاید ہو۔ انگریزون کا ملک کیا ہو؟ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہی اُنکے مقبوضات جو کچھ ہین۔ غیر غیر ملکون مین ہین۔ لیکن انکے حسن سلوک کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ روز بروز بڑھتے جاتے ہین۔ یہی کیفیت کبھی مسلمانون کی تھی کہ عرب سے نکلتے ہی انھون نے تمام دنیا مسخر کر لی۔ محض تلوار سے نہین بلکہ زائد تر اپنے حسن قانون سے اور اپنے اچھے برتاؤ سے۔

فصل دوم

ہند اور اہل اسلام

ہند کے مسلمان اچھے تھے یا بُرے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اپنے زمانہ حکومت مین وہ مذہب اسلام بخوبی رایج نہ کر سکے۔ اس مقام پر ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہین کہ ہندوستان کا ملکی مذہب اسلام کیون نہوا۔ اور اسلیے سب کے پہلے یہ لکھنا چاہیے کہ اسلام اپنی پوری روشنی مین کب تھا ملکی فتوحات کے اعتبار سے تو وہ اب بھی جابجا موجود ہے اور افراد

شخصی کے لحاظ سے اس گئی گذری حالت پر بھی دنیا مسلمانون سے خالی نہین ہے۔ لیکن ہم سچے اسلام سے وہ ذوق اور شوق مراد لیتے ہین جو رسولؐ اللہ نے اپنے کلام اور فیض صحبت سے لوگون کے دلون مین ایک خاص طور پر پیدا کر دیا تھا۔ ہر شخص اُسوقت دنیا کو محض دینی اغراض کے لیے کام مین لاتا تھا۔ مذہبی اغراض کے مقابلہ مین دنیاوی اغراض کو ہیچ جانتا تھا۔ تمام مسلمان ایک دل ایک فریق ایک گروہ سمجھے جاتے تھے۔ کھنڈ طبع پہلے جو مسلمانون کے نزدیک کشتنی تھا وہ قرآن پر ایمان لانے کے ساتھ ہی بھائی ہو جاتا تھا۔ بھائیون مین تو جھگڑے ٹنٹے بھی ہوتے ہین اسلیے یون کہیے کہ وہ دوسرے مسلمانون کا جزو بدن ہو جاتا تھا۔

چو عضوے بدرد آورد روزگار دیگر عضوہا را نماند قرار

ایک رونگین کے ٹوٹنے سے سارے بدن مین درد ہوتا ہے اور جسم مین کسی ایک مقام کے سہلانے سے تمام جسم کو آرام ملتا ہے۔ بس یہی کیفیت ابتدا مین مسلمانون کی تھی۔ کہ ایک مسلمان کی خوشی کا اثر تمام مسلمانون پر پڑتا تھا۔ اور ادنی سے ادنی مسلمان کی ناخوشی سے تمام قوم متاثر ہو جاتی تھی۔ جب تک مسلمانون کی یہ حالت تھی ہم کہتے ہین کہ اُسی وقت تک دنیا مین سچا اسلام تھا۔ یعنے اُسوقت تک اکثر مسلمان اُس سبق کو ذرا بھی بھولے نہ تھے جو رسولؐ عربی نے پڑھایا تھا۔ اسکے بعد قوم اُس اعلیٰ صفت سے متصف نہ رہی جسپر مسلمانون کو ناز تھا۔ اور نہ رہی جس طرح ہر قوم مین اچھے اور برے ہوتے ہین۔ اُسی طرح مسلمانون مین بھی

ہر قسم کے لوگ ہوئے اور ہوتے ہین اور آیندہ ہوتے رہین گے۔ لیکن پھر بھی جب تک قرآن مسلمانون کا دستور العمل رہا اپنے قانون کے اعتبار سے یہ خیر الامم سمجھے گئے۔

مفصلہ بالا تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام کے اچھے دلون کو ہم دو حصون پر تقسیم کرسکتے ہین۔ ایک وہ زمانہ جب سچے اسلام کا وجود دنیا مین تھا۔ اور دوسرا وہ زمانہ کہ طبیعتون مین گو اختلاف تھا اور دلون مین برائیان پیدا ہوگئی تھین۔ لیکن قرآن کو دستور العمل اور پولٹیکل قانون جاننا عام طور پر شعار اسلام سمجھا جاتا تھا۔ پہلا زمانہ افسوس ہے کہ بہت تھوڑے دنون تک قایم رہا اور دوسرا زمانہ اُسوقت تک تھا جو عام طور پر مسلمانون کی ملکی ترقی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔

اسلام کا پہلا زمانہ تین ۳۳ تینتیس برس قایم رہا۔ سنہ ہجری سے دس گیارہ سال یعنے حیات رسولؐ تک اور اُسکے بعد کوئی ۲۳ سال کے قریب خلفائے راشدین کا وقت یعنے حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کے اخیر زمانہ کی بدنظمیون کے پہلے پہلے۔ یہ تینتیس ۳۳ برس کا زمانہ ایسا تھا کہ ہبوط آدم سے نہ اب تک ہوا اور نہ مسلمانون کے عقیدہ کے موافق آیندہ ہونے کی امید ہے۔ ۳۳ برس کے بعد کوئی بُرا مانے یا بھلا۔ پیغمبر ۱۰ خدا کے سبق اکثر صحابہؓ فراموش کر چلے تھے۔ جب تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ اُن ابتدائی ۳۳ سالون کے مقابلہ مین نہایت ہی بُرا اور پُر آشوب سمجھا گیا تو مابعد کے وقتون کا کیا تذکرہ۔ ۳۳ھ ہجری کے بعد جو لڑائیان مسلمانون نے کین انہین مورخون کے نزدیک خود غرضیون کو زیادہ تعلق تھا۔ مسلمان مسلمان سے لڑے جنہین سے

ایک فریق کو بسر خطا ماننا پڑتا ہے۔ چند لڑائیون کو باہمی غلط فہمیون کے حوالے کرتے ہین۔ لیکن پھر آگے چل کر مورخون کو صاف صاف کہنا پڑتا ہے کہ دنیا کے مقابلہ مین دین کا خیال رکھنا بشری طاقت سے باہر ہے۔ رسول اللہ کا زمانہ ایک عجیب قدرت کا زمانہ تھا۔ خدا کو دکھانا تھا کہ انسان سے بھی فرشتون کے کام لیے جا سکتے ہین۔

تاریخون سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۳ھ ہجری کے بعد مسلمانون کے اخلاق مین کمی پیدا ہوئی یعنے عام مسلمان قابل ستایش نہ رہے بلکہ یہ ڈھونڈھنا پڑا کہ کون حق پر قایم ہے اور کون جادہ اعتدال سے گرا ہوا ہے۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۳۳ھ ہجری تک جہان جہان مسلمان پہونچ سکے وہان آج بجز اسلام کے اور کوئی دوسرا ملکی مذہب نظر نہین آتا۔ اب ان دونون باتون کو پیش نظر رکھنے کے بعد کچھ شبہہ نہین رہتا کہ ۳۳ برس کے قبل جو وصف مسلمانون مین تھا وہ بعد ازان باقی نہین رہا یعنے جو وصف قوم مین پہلے تھا وہ بعض افراد قوم کے ساتھ مختص ہو گیا۔

ملکی اور مذہبی پیشوائی ۳۳ھ ہجری تک ایک شخص مین تسلیم کی جاتی تھی۔ پہلے رسول اللہ دوجہان کے پیشوا سمجھے جاتے تھے۔ اسکے بعد امر خلافت مین کچھ تھوڑے سے اختلاف کے بعد عام مسلمانون نے یہ تسلیم کیا کہ خلیفہ اول کا فعل چونکہ سنت نبوی کے خلاف نہین ہے اسلیے وہ دینی اور دنیاوی امور مین پیشوا ہین۔ یہی خیال لوگون کا خلیفہ ثانی کی نسبت بھی تھا خلیفہ دوم کو اخیر تک اور انکے بعد خلیفہ سوم کو جب تک مروان کی مداخلت سے

بے لطفیان نہین پیدا ہوئین لوگ ایسا ہی سمجھتے رہے۔ اسکے بعد جو فتنے برپا ہوئے وہ تاریخون مین بیان کیے گئے ہین۔ یہان اُنکے لکھنے کا موقع نہین ہے۔ اب مسلمانون کے دو فرقے ہوئے۔ ایک وہ جس نے دنیاوی امور کو دینی معاملات سے الگ کر کے عزلت گزینی اختیار کی اور دوسرے فرقہ نے دین اور دنیا کو اُسی طرح ساتھ رکھنا چاہا جس طرح وہ اب تک دیکھتا آیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ رسول اللہ کے پڑھائے ہوئے سبق کو بھول چلا تھا۔ اس دوسرے فرقہ مین کچھ لوگ تو سچّے دل سے دین اور دنیا کا ساتھ چاہتے تھے۔ اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ فی الواقع وہ اس خیال کے نہ تھے محض دنیاوی طمع سے وہ خود کو ایسا ظاہر کرنا ترقیون کا سبب سمجھتے تھے۔ پچھلے گروہ کی اِن دو ضمنی تقسیمون نے غضب ڈھایا۔ ظاہر مین دونون کی غرضین ایک اور دلون مین زمین آسمان کا فرق۔ اس پولیٹیکل گروہ کے اختلاف سے مسلمانون مین ایسی خونریزیان ہوئین کہ سُننے والون کو حیرت ہوتی ہے کہ دفعتاً مسلمانون کی کایا پلٹ کیون ہو گئی۔ تھوڑے دنون کے بعد گروہ ثانی کا فرقہ اول بالکل معدوم ہو گیا۔ صرف فرقہ ثانی رہ گیا جسکی غرض دنیا کے لیے دین کا بیچنا اور دین کو موجب بدنام کر کے اُسکے ذریعہ سے دنیا حاصل کرنا مقصود رہا۔ تلوار۔ خزانہ اور حکومت سب اُنکے ہاتھ مین تھی۔ گروہ اول جس نے دنیا کو لات ماری تھی نان شبینہ کا محتاج تھا اور بالکل اُنکے بس مین تھا۔ اس پولیٹیکل گروہ کے لوگون مین جتنا نور ایمان تھا اُتنی ہی روشنی یہ بلاد مفتوحہ مین پھیلا سکتے تھے۔

زیادہ کہان سے لاتے۔

مختصر یہ ہے کہ پہلی صدی کے اندر ہی اندر۔صوفیون۔عالمون۔قاضیون محدثون اور فقیہون کا گروہ الگ ہو گیا۔اور ظالمون۔لوٹیرون اور لامذہبون کا گروہ جُدا قایم ہوا۔فرمان رواؤن کی جماعت اسی پچھلے گروہ سے پوری کی جاتی ہے۔اسمین بعض بعض وقت اعلی درجہ کے لوگ بھی تھے۔مثلاً عمر بن عبد العزیز دمشق مین۔ناصر الدین محمود ہندوستان مین۔لیکن الشاذ کالمعدوم۔

اب ہم یہ دکھاتے ہین کہ ہندوستان مین اسلام کب آیا۔افغانستان تک اسلام ۳۱ھ ہجری کے اندر آچکا تھا۔دیکھ لیجیے کہ وہان کا ملکی مذہب اسلام ہے۔ہندوستان کی حالت سُنیے کہ خلیفہ دوم عمرؓ کے وقت مین کچھ مسلمان جہاز کے ذریعہ سے سندھ مین آئے اور چلے گئے۔انکے آنے کی وجہ ظاہر نہین ہوئی۔کچھ لوگ اسکے بعد تحقیق حالات کے لیے آئے اور دیکھ بھال کر واپس گئے۔مستقل طور پر اس ملک کو بلاد اسلام مین شامل کرنے کے لیے پہلی صدی کے اخیر مین محمّد قاسم آیا۔یہ وقت ولید ابن عبد الملک خلیفہ دمشق کا تھا۔مسلمانون مین ۳۲ھ ہجری کے بعد جو نفاق کی آگ بھڑکی تھی۔وہ اب ایک طور پر بجھ گئی تھی۔خیر سلاطین عجم کی سی کیفیت بادشاہون مین آچلی تھی۔ملکی فتوحات کا شوق پھر انمین تازہ ہو چلا تھا محمّد قاسم کا ہندوستان مین آنا اشاعت اسلام کی غرض سے نہ تھا یا یون کہیے کہ اشاعت اسلام اسکا مقصود ضمنی تھا۔اصلی غرض توسیع سلطنت تھی

اب تک مسلمانون مین سنت نبوی کی کچھ بو باس باقی تھی - اسکا آنا کسی غرض سے ہو لیکن لڑائی کی ابتدا اس نے مذہبی طریقہ سے کی - یعنے راجہ داہیر والی پنجاب کے پاس اُسنے کہلا بھیجا کہ تم مسلمان ہو جاؤ یعنے قرآن کو اپنے ملک کا قانون قرار دو کہ بندگان خدا کی اسمین بھلائی ہے - اور اگر تم اسے منظور نہ کرو تو تم ہمارے مطیع ہوکر کوئی خفیف رقم خرچ فوج کے لیے جزیہ کے نام سے دیا کرو تاکہ مسلمان تمھارے ملک کی نگرانی کرین (یہ ایسا ہی تھا جیسا کہ برٹش گورنمنٹ کی طرف سے رزیڈنٹ حیدر آباد نظام کی ریاست کا نگران رہتا ہے) اور اگر تم ان دونون مین سے کسی ایک کو بھی نہ مانو تو تلوار کو حکم قرار دو - راجہ داہیر نے نہ مانا - لڑائی کی نوبت پہونچی - اور محمد قاسم غالب رہا - بہت سے ہندو مسلمان ہوئے - مسلمانون کی حکومت سندھ مین قایم ہوئی - مسلمانون کے طرز تمدن اور حسن اخلاق پر ہندو اپنے خیالات قایم کرنے لگے - ابھی پورے طور پر محمد قاسم کی رنگت جمنے نہ پائی تھی کہ ولید ابن عبد الملک کی طرف سے ایسا جاہلانہ اور ظالمانہ فعل سرزد ہوا کہ تمام ہندو کو اچنبھا ہو گیا اور جو عمدہ خیالات مسلمانون کی طرف سے اُنکے دلون مین قایم ہوئے تھے وہ نفرت سے مبدل ہو گئے - تشریح اس اجمال کی یہ ہے کہ راجہ کی دو لڑکیاں خلیفہ کے حرم بنانے کے لیے دمشق بھیجی گئی تھین - لڑکیون نے اپنے باپ کے خون کا عوض یون لیا کہ محمد قاسم کا اپنی طرف ملتفت ہونا خلیفہ سے بیان کیا - خلیفہ نے یہ حکم بھیجا کہ محمد قاسم کچّی کھال سے منڈھا جائے اور دمشق بھیجا جائے - خلیفہ کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور

محمد قاسم کا جنازہ دمشق چلا۔ زیادہ تر تعجب تو یہ ہے کہ دمشق سے ہندوستان تک اعلیٰ سے اعلیٰ گورنر موجود تھے۔ کسی نے اس حکم کی ترمیم کی جرأت نہ کی۔ محمد قاسم بیچارہ ایک ادنیٰ عہدہ دار کیا کرتا۔ اور اُسپر سے عربی نسل ہونے کی وجہ سے یہ بات اُسکے رگ وپے مین سمائی ہوئی تھی کہ حاکم وقت کے حکم مین عذر کرنا شان جوانمردی کے خلاف ہے۔ محمد قاسم نے جو کچھ اسلام کی خوبیان ہنود کے دلونمین بٹھائی تھین اُن سبکو وہ اپنے جنازہ کے ساتھ ہندوستان سے لیتا گیا۔ ہنود سمجھے کہ جب مسلمانون کے یہی اخلاق ہین تو انمین کیا خوبی ہے۔

ولید ابن عبدالملک کے زمانہ مین بہت سے فتوحات ہوئے۔ لاہور سے لیکر نصف فرانس تک اُسکی حکومت تھی۔ اور حکومت کی نوعیت محمد قاسم کے واقعہ سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ کس درجہ استحکام کے ساتھ تھی۔ مذہبی خیال کے مسلمان ممکن ہے کہ خوش ہون۔ لیکن ان فتوحات پر فخر و ناز کرنے مین ضرور تامل کرینگے۔ مسلمانون کو جو کچھ ناز ہے وہ احکام قرآنی کی خوبیون پر۔ اور پیغمبر خدا کے اخلاق حسنہ پر ہے۔

اسپین بھی ولید کے وقت مین فتح ہوا۔ اور جتنے دنون تک ہندوستان مین مسلمانون کی حکومت رہی قریب قریب اُتنی ہی مدت تک اسپین مین بھی مسلمان رہے۔ اور مسلمان ایسے کہ وہ آجکل کے تمام لکھے پڑھے مسلمانون کے مایہ ناز اور یورپ کی مہذب قومون کے اُستاد تھے۔ لیکن جب عیسائیون نے زور پکڑا تو اسپین سے مسلمان اس طرح نکالے گئے جس طرح دودھ

سے لکھی یا اچھے لفظون مین جسم سے روح - اسکا سبب کیا تھا؟ سبب یہی تھا کہ خلیفہ نے امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے نہین - بلکہ سلطان عرب ہونے کی حیثیت سے ملک حاصل کیا تھا - مسلمانون کا دوسرا گروہ جو محض دینی امور سے تعلق رکھتا تھا اگر تا بڑتا وہان پہونچا - اسکے سبب سے کچھ روشنی اسلام کی بھی پھیلی - کچھ لوگ مسلمان ہوئے - مسلمانون کی نسل بڑھی - کچھ لوگ دنیاوی رسوخ کے لحاظ سے بھی دائرہ اسلام مین داخل ہوئے - لیکن ملک پر اپنے اخلاق کا عام اثر مسلمانون نے ایسا نہ ڈالا کہ تمام ملک اسلام کی طرف راغب ہوتا - اور تمام ملک مین ایک ہی مذہب اسلام پھیل جاتا جس طرح ہندوستان کے فتح ہوتے ہی ہندوؤن کے بھڑکانے کے لیے محمد قاسم کا جنازہ روانہ ہوا - اسی طرح اسپین مین بھی ایک واقعہ پیش آیا - طارق (فاتح اسپین) نے اپنی خوشی سے حملہ کرکے اسپین فتح کیا - موسیٰ گورنر افریقیہ نے طارق کو عدول حکمی کے جرم مین قید کیا - کیا اچھا انعام ملا - اسکا سبب کیا تھا؟ - بس یہ کہ گورنر افریقیہ کو رشک آیا - وہ ڈرا کہ کہین خلیفہ کی طرف سے افریقیہ کی گورنری طارق کو نہ مل جائے - بڑون کا اثر چھوٹون پر ضرور ہوتا ہے - جب بڑے بڑے لوگون کے یہ خیالات تھے تو چھوٹے چھوٹے حکام بھی اسی رنگ کے ہونگے - "دین الملوک ملک الادیان" یہی سبب تھا کہ ان بادشاہون کی بدولت اسلام کو رونق نہین ہوئی - کچھ رونق ان نفوس پاک (علمائے مذہب) سے ضرور ہوئی جو ان بادشاہون کی حمایت مین اپنا مذہبی وعظ سناتے

تھے - لیکن تمام ملک کے ایک مذہب ہونے کے لیے حاکم وقت کا مذہبی
اثر جو ایک ضروری امر تھا ان مفتوحہ ممالک مین خیر سے کبھی نہین پڑا -

بعض یہ کہتے ہین کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا - ایسے لوگ یا تو علم
تاریخ سے جاہل ہین - یا تعصب نے آنکھون پر پٹی باندھ دی ہے - اسلام
ہرگز بزور شمشیر نہین پھیلا - ہان مسلمان بادشاہون نے ملک البتہ بزور شمشیر
حاصل کیے - جن ممالک کو ایسے بادشاہون نے فتح کیا جنکی غرض صرف
حکومت اور نام آوری تھی - وہان اسوقت اسلام کی رنگت نہین ہے -
یا ہے تو بہت ہی پھیکی ہے - نو سو برس تک اندلس مین مسلمان تھے
اور آج وہان ہزار مین ۹۹۹ شخص ایسے ہونگے جنھون نے "اللہ اکبر"
کی صدا کبھی نہ سنی ہوگی - اور "اللہ اکبر" کہنے والا تو ایک بھی نہ ہوگا - انگلستان
اور فرانس مین تو اب مسجدین بھی ہین - اسپین مین ایک مسجد کا بھی پتہ
نہین ہے -

اب ہندوستان کے حملہ آورون کا کچھ حال سنیے - محمود غزنوی ہندوستان
سے تعلق رکھنے والے مسلمان بادشاہون مین سب سے زیادہ متعصب
سمجھا جاتا ہے - اکثر مسلمان اسکے مداح بھی ہین - ہند کے بت پرستون
سے وہ بہت لڑا - سترہ حملے اسکے ہندوستان مین ہوئے - ہزارون
لاکھون بت اس نے توڑے ہونگے - لیکن افسوس کہ بعض مسلمان مورخ
خود اسکے اسلام مین شک کرتے ہین - اور اُسے دہریہ بتاتے ہین - اور
کہتے ہین کہ سجدہ کرنا خدا کی درگاہ مین ناک رگڑنا - مذہبی چرچا کرنا محض اسلیے

تھا کہ مسلمان دل توڑ کر اُسکا ساتھ دین۔ اور اس طرح مذہبی پیرایہ سے دنیاوی ترقی حاصل ہو۔ محمود غزنوی سے ہم اس وجہ بدگمان نہین ہین۔ لیکن اتنا ضرور کہتے ہین۔ کہ اُسکے تمام حالات دیکھنے سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ اشاعت مذہب کے لیے اُسنے کچھ کبھی سختی کی ہو یا سنّت نبوی کے مطابق لڑائیان کی ہون۔ لوٹ کھسوٹ مین اس نے ہزارون گردنین مارین۔ لیکن شاید کسی ایک کو بھی اس حجت شرعی سے قتل نہین کیا۔ کہ یہ اسلام یا جزیہ پر راضی نہین ہوتا اسلیے گردن زدنی ہے۔ ابتداان حملون کی یہ ہوئی کہ جے پال راجہ لاہور نے سلطان سبکتگین پر حملہ کرنے مین سبقت کی جب بدلہ لینے کے لیے سبکتگین آیا تو ہند کے تمام راجہ مل کر اُس سے لڑے۔ اب سبکتگین کا بیٹا محمود تمام راجاؤن سے جدا جدا لڑنے کی وجہ رکھتا تھا۔ ممکن ہے کہ انھین تاویلات سے محمود نے اپنے دل کو ایک طور پر سمجھا لیا ہو۔ لیکن اسمین شبہہ نہین ہے کہ اسکی لڑائی مذہبی لڑائی نہ تھی۔ اور اسلیے اس امر کے کہنے مین کچھ بھی پس و پیش نہ ہونا چاہیے کہ محمود غزنوی نے ہندؤون کے دلون مین اسلام کی طرف سے بیوجہ نفرت پیدا کردی۔ محمود غزنوی تو خیر اسلام کا بار بار نام لینا اپنی پالیسی کی ایک شان سمجھتا تھا۔ مابعد کے سلاطین اسے بھی ضروری نہ سمجھے۔

تیمور نے بیوجہ مسلمانون کی گردنین مارنے مین کوئی نئی بات نہین کی کیونکہ بہت پہلے ایسا دستور ہو چلا تھا۔ لیکن مسلمان عورتون کو اُسکے ایما سے اہل فوج اپنے تصرف مین لاتے تھے۔ اور لونڈیون کی طرح پکڑ لیجاتے تھے۔

یہ شاید اسی کے وقت کی بات ہے۔ جسکے پہلے ایسا نہ تھا چھ سات سو برس
مین مسلمان اتنی تاریکی مین آگئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی دن کو
سوئے اور آدھی رات کو آنکھ کھلے۔ یا پہاڑ کی چوٹی سے ڈھلک کر کسی بہت
بڑے گہرے گڑھے مین جا پڑے۔ خلیفہ دوم کا وقت اور تیمور کا وقت موازنہ
کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پہلا زمانہ اسلام کا تھا تو دوسرا زمانہ کفر کا ہے
(نور اور ظلمت کے معنون مین) خالد ایسا سپہ سالار تھا جس نے تمام شام
اور مصر کے ملک فتح کیے۔ تمام یورپ کے مورخ اسکے مداح ہین اسکی
غنیمت کی بدولت تمام صحابی مالامال ہوگئے۔ خلیفہ دوم عمرؓ نے خلیفہ ہوتے
ہی حکم صادر کیا کہ خالد اسی وقت معزول کیا جائے۔ اور فوج کی سپہ
سالاری سے علیحدہ کردیا جائے۔ جرم کیا تھا؟۔ صرف یہ کہ گو لاکھون گردنین
اُس نے حق پر ماری مین۔ لیکن ایک شخص کو اُس نے ایسی حالت مین مارا کہ
وہ پہلے مسلمان ہوچکا تھا۔ اور پھر مرتد ہونا اُسکا تیقن نہ تھا۔ اسکی حسین بی بی
خالد کو پسند تھی۔ ممکن ہے کہ اُسکے حسن کے شوق نے خالد کو مزید تحقیقات سے
روکا ہو۔ تمام لوگ خالد کے سفارشی تھے۔ اور خود رسول اللہ نے اپنے
زمانہ مین آنکو سیف اللہ کا لقب دیا تھا۔ لیکن خلیفہ دوم نے ایک بات
پکڑلی کہ مشتبہ شخص مسلمانون کی فوج کی سپہ سالاری کا مستحق نہین ہے۔
ایسے شخص کو امیر المومنین کا نائب ہونا زیب نہین دیتا۔ لیکن واہ رے خالد
اسکے بعد بھی وہ تمام عمر فوج کا ادنیٰ سپاہی ہوکر رہا۔ اور برابر اُسکی رائے
سے فتوحات ہوئے کبھی اُس نے دل مین یہ خیال نہ کیا کہ سپہ سالاری

(کمانڈر انچیف) کے بعد وہ ادنی سپاہی ہو کر کیا رہے۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ اسوقت دنیاوی عروج کو مسلمان کیا سمجھتے تھے غرض اونکی دنیا مین صرف دین کے لیے سرمایہ جمع کرنا تھا۔ جب اس واقعہ کو تاریخ مین پڑھکر تیمور کے حالات پڑھتے جاتے ہین کہ فتح دلی کے بعد وہ چھ روز تک جشن شاہانہ مین مشغول رہا۔ اور اسکی فوج چھ روز تک برابر مسلمانون کو قتل کرتی رہی اور مسلمانون کے گھر لوٹتی رہی۔ مسلمانون کی بہنون اور بیبیون سے مجلس عیش درست کرتی رہی۔ تیمور اپنے کو امیر المومنین کہتا تھا اور پھر یہ تماشا دیکھتا رہا۔ تیمور تو خیر ایک نو مسلم مغل تھا۔ اسکے ساتھ بڑے بڑے اکابر مسلمان بھی تھے۔ کسی نے بھی اسلام کا پاس نہ کیا تو بہت حیرت ہوتی ہی کہ خدایا ابتدا مین اسلام کیا تھا اور پھر وہ کیا ہو گیا۔ تیمور کے قبل یا بعد جتنے سلاطین آئے وہ سلطنت کے شوق مین آئے۔ یہ ایک اتفاقی امر تھا کہ بلاد اسلام مین انکی آنکھین کھلی تھین۔ اور وہ مسلمان تھے۔ ورنہ اشاعت مذہب سے انکو کوئی تعلق نہ تھا۔ اور نہ انھین یہ قابلیت تھی۔

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ سچے مسلمانون نے تو بہت جلد خیرباد کہا لیکن اسلامی ترقیان عرصہ تک قایم رہین۔ اور انکے قیام کے زمانہ کی نسبت لکھا گیا ہی کہ جب تک مسلمان دنیوی معالات مین قرآن ایسے عمدہ قانون کے پابند رہے انکی دنیاوی ترقی مین ضعف نہین آیا۔ اس سوال پر ناظرین کو تعجب ہوگا کہ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ مسلمان کسی قانون کو قرآن سے اچھا سمجھے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگون نے قرآن کے خلاف بہت سی باتین

پیدا کین۔ اور قرآن کو معاملات مین غیر مکمل یا نامناسب سمجھنے لگے۔ اور اسوقت کے مسلمان تمام ہندوستان مین زیادہ تر اسی خیال کے ہین۔ خلاف قرآن مسلمانون کا عمل کرنا اتنا حیرت انگیز نہین ہے جتنا یہ امر حیرت افزا اور باعث تعجب ہے کہ باوجود اسکے وہ پھر مسلمان کہلاتے ہین۔ نمونہ کے لیے ہم خود موجود ہین۔ لیکن جو حالت ہماری اسوقت ہے وہی تمام مسلمانان ہند کی زوال قوم کے وقت تھی۔ ہم مین کیا بات قرآن اور سنّت نبوی کے موافق ہے۔ عورتون کو توریث مین حصہ شرعی دیتے وقت قرآن کو ہم ناقص سمجھتے ہین۔ مسلمانون مین تبنیت کا دستور نہین ہے۔ لیکن ہم بہت سے لاولد مسلمان ہندؤون کی طرح تبنیت کے خیال کو پسند کرتے ہین۔ اور جانتے ہین کہ اعمال عاقبت مین کام نہ آئین گے۔ بلکہ دنیا مین نام باقی رہے گا تو عاقبت درست ہوگی۔ احکام قرآن کے خلاف ہم عقد بیوگان کو نشان رذالت جانتے ہین۔ ایفاے وعدہ سے ہمکو نفرت ہے۔ کہنے کو ہم مشرکون کے دشمن ہین۔ لیکن فی الواقع ہماری ذات سے شرک کو رونق ہے۔ ہندؤون کے دیوتا جتنے تھے انھین ہم نے بہت کچھ اضافہ کر دیا ہے۔ راستبازی سے ہمکو دلی نفرت ہے۔ کاہلی سے از حد محبت ہے۔ ہمت اور حمیت ہم سے کوسون دور ہے۔ کن کن باتون کو روئین۔ نام کے ہم مسلمان ہین۔ احکام شرعی اوّل تو ہم جانتے نہین اور جانتے بھی ہین تو انھین پسند نہین کرتے۔ جب تمام قوم کے یہ خیالات تھے تو امیر قوم کے بھی یہی خیالات ہونگے۔ اور انھین خیالات نے مسلمانون کو اس حالت تک پہونچایا۔" صورت ہمین حالم مپرس۔

ہندوؤن کے قاعدے بہت ہی مستحکم سہی - مانا کہ برہمنون کے دستورنے انکو بالکل ہی پابند اور مجبور کر رکھا ہے - لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جس مشعل نے افریقیہ مغربی سے سندھ تک اپنی روشنی پھیلائی وہ ہندوستان کے روشن کرنے کے قابل نہ تھی - وہ قابل ضرور تھی - لیکن ہند تک پہونچتے پہونچتے اسکا تیل ختم ہوچکا تھا اور اُسکی روشنی قریب الاختتام تھی - مسلمانون کے قبل بودھ مذہب برہمنون کے مذہب پر ہزار برس تک غالب رہا - مسلمانون کے اخیر زمانہ مین پنجاب کے نانک شاہی تمام پھیل گئے تھے - کبیر پنتھیون نے جا بجا اپنی جگہ کرلی - ابھی حال مین جو ترقی برہمو سماج نے بنگال مین اور آریہ سماج نے پنجاب مین کی وہ ظاہر ہے - اسلام نے کیا قصور کیا تھا کہ بادشاہ وقت کے مذہب ہونے پر بھی اُس نے پوری ترقی نہ کی - بودھ سکھ - کبیر پنتھی - آریہ سماج اور برہمو سماج سے ہنود تعرض نہین کرتے لیکن اسلام سے نفرت کرتے ہین - اسکا باعث صرف مسلمان بادشاہون کا برتاؤ اور اُنکے حکام کا طرز عمل ہے - ہند کے مسلمانون پر ہم کوئی پولٹیکل الزام نہین رکھتے - ان بادشاہون نے اپنی ہندو رعایا کے ساتھ جو برتاؤ کیا اگر قدیم فاتحون کا برتاؤ مفتوحون کے ساتھ دیکھا جائے تو مسلمانون کا زمانہ بہت ہی غنیمت معلوم ہوتا ہے - ہندوؤن کو چاہیے کہ وہ مسلمانون کے یہ احسانات کبھی نہ بھولین - ہمارے کہنے کا منشا یہ ہے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہند کے حکمرانون نے کوئی مذہبی وقعت ہنود کے دل مین پیدا نہ کی - سلطنت مغلیہ کے قبل بعض حکمرانون کی حیثیت لوٹ مار کی وجہ سے

اس طرح جادۂ اعتدال سے گری ہوئی تھی کہ سلاطین مابعد کو تلافی مافات ہی سے چھٹی نہ ملی۔ سلاطین مغلیہ مین اکبر نے ایک جدا مذہب ہی قایم کرنا چاہا۔ وہ کامیاب بھی ہوا۔ اسلام مین بت پرستی کا دستور زیادہ تر اکبر ہی کے وقت سے پیدا ہوا۔ عالمگیر نے اس پالیسی کے بدلنے کی کوشش مین سارا زمانہ صرف کیا۔ اکبر کے اثر کو تو وہ اٹھا نہ سکا۔ اور نہ مذہب اسلام پھیلانے مین کامیاب ہوا۔ ہان یہ کہ ہنود کے دلون مین مسلمانون سے نفرت پیدا ہونے کے جہان کئی ایک قرن پہلے گذر چکے تھے وہان یہ بھی ایک نیا قرن قایم ہوا۔ اسلام کی تاریخ سلسلہ سے پڑھی جائے تو عجیب کیفیت ناظرین پر طاری ہوگی۔ جو زمانہ سیکڑون برس مین طے ہوا ہے وہ گھنٹون مین طے ہوگا۔ ابھی رسول خدا اور انکے خلفاے مابعد کے زمانہ پر نظر تھی کہ ۲۴ گھنٹہ کے اندر ہی اندر ترکون۔ تاتارون۔ یا خلفاے عباسیہ کے بگڑے ہوئے زمانہ مین ناظرین پہونچ گئے۔ آئین! ہم کہان سے کہان پہونچے۔ اتنا انقلاب ہوا اور پھر اسلام کا نام ہے کہ چلا جاتا ہے۔

اس تحریر کا مؤلف انھین خیالات سے متاثر ہے۔ کوئی اُسے سلاطین اسلام کا دشمن یا انکا ہجوگو نہ سمجھے۔ یہ صحیح ہے اور تمام مورخین اسکو مانتے ہین کہ ہر دور کے بڑے سے بڑے مسلمان بادشاہ کا زمانہ بھی اُسوقت کے دوسرے ہمعصر بادشاہون سے کہین اچھا تھا۔ بادشاہون کے دلون مین اسلام کی محبت کم سہی۔ لیکن جو احکام شرعی قاضیون اور مفتیون نے صادر ہوتے تھے وہ گئی گذری حالت پر بھی دیگر ممالک کے انتظام سے کہین اچھا

نمونہ دکھاتے تھے - اسلام کے گئے گذرے دنون کی برکتون کی قدر
جب معلوم ہوگی کہ دوسرے ممالک کی تاریخ ساتھ ساتھ دیکھی جائے - لمپ
کتنا ہی ناصاف ہو پھر بھی چراغون سے اُسکی روشنی کہین زیادہ ہوگی - غرضکہ
رسول ؐ اور صحابہ رسول ؐ کے اثر صحبت کا جتنا کم اثر ہند تک پہونچا اُتنی ہی اسلام
کی رنگت بھی پھیکی رہی - ہمکو رنگت سے چندان بحث کرنا نہین ہے - بلکہ صرف
یہ کہنا ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوان ہندو ہون یا مسلمان - عیسائی ہون یا پارسی -
جب کبھی مسلمانون کے ملکی معاملات پر راے قایم کرنا چاہین تو وہ دوسرے
ملکون کے مسلمانون کے حالات پڑھین - یا صحابہ کرام کے زمانہ خلافت کی تاریخ
سنین تاکہ معلوم ہو کہ مسلمانون نے دنیا پر کیا کیا احسانات کیے ہین - محض ہندوستان
کے مسلمان بادشاہون کے حالات پڑھ کر اسلام اور اہل اسلام پر راے زنی
کرنا بیجا ہے - فصل سیوم مین بھی ہند کے حالات پڑھیے -

فصل سیوم

سیف اور اسلام

مسلمانون پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اُنھون نے تلوار کے زور سے
دنیا مین اسلام پھیلایا - اس اعتراض کو حالات کی ناواقفیت ممکن ہے کہ
کچھ بارونق کردے - لیکن تاریخی واقعات کو بنظر تامّل دیکھنے کے بعد اعتراضات
کی نورا وقعت قایم نہین رہ سکتی - غیر قومون کی خصوصیت نہین ہے - بعض
ناواقف مسلمانون کا بھی خیال ہے کہ اسلام کی خوشنما چادر پر خونریزیون کا بدنما
دھبّا ہمیشہ کے لیے اسلام کی صورت کا بدنما کرنے والا ہے - فتوحات اسلام کو

سرسری طور سے پڑھنے والے ممکن ہے کہ مسلمانون کے خلاف راے قایم کرین اور سمجھین کہ سابق مسلمان جنپر اسوقت کے مسلمانون کو ناز ہے خدا پرست ڈاکوؤن کی ایک جماعت تھی یا ریاکار قطاع الطریق کا ایک گروہ تھا۔ ہم نے جب بعض مسلمان نوجوانون کو معترض پایا ہے تو دیگر اقوام کے خیالات کیا ذکر ہے ظن غالب ہے کہ وہ دلون مین بے انتہا شکایتین رکھتے ہون اور اپنی تہذیب کے لحاظ سے اتنا صاف صاف کہنا یا لکھنا پسند نہ کرتے ہون جتنا کہ اُنکے دلون مین ہے۔ یہ کیفیت ہمارے ہندو ہمسایون کی ہے۔ ورنہ یورپین لوگ جب اُنکی رائین غلطی کرتی ہین تو کیا کچھ نہین لکھ جاتے۔ اور ہندوستانیون کے لیے اُنھین کی تحریر خزانہ معلومات ہوتی ہے۔ ہم چاہتے ہین کہ تاریخی حالات کی ناواقفیت سے جو غلط فہمیان پیدا ہین رفع کیجائین اور ناظرین کے لیے ہم ایک ایسی عینک طیار کرین جسے آنکھ پر رکھنے کے بعد اسلام کی صورت اُنھین ویسی ہی خوشنما معلوم ہو جیسی کہ وہ فی الواقع ہے۔ لڑائی مین لڈو نہین بٹتے۔ خونریزی ہی ہوتی ہے۔ بحث ہے صرف جائز اور ناجائز کی۔ اسلیے اسباب جنگ پر نظر چاہیے نہ کہ حالت جنگ پر۔ یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ لڑائی مین بیرحمی ہوئی۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ بیرحم لڑائی کا باعث کیا ہوا اور کیون لڑائی قایم رہی۔

دنیا مین جتنے رفارمر یا مذہبی پیشوا گذرے ہین۔ انمین سے بعض کی زندگی ضرور سادہ تھی۔ حضرت عیسی مسیح کو دیکھیے توکبھی اُنکو لڑائی جھگڑے سے تعلق نہین رہا۔ اُنھون نے گھر نہین بنایا۔ جورو بچے اُنکے نہ تھے سلک

مین ادھر اُدھر پھرتے رہے - اور معرفت کردگار سیکھتے رہے - اخیر مین انھون نے
لوگون کو خدا پرستی اور حسن اخلاق کی تعلیم دی - حاکم وقت کو بُرا معلوم ہوا اور
وہ سولی پر چڑھائے گئے - اُنکی زندگی مین اُنکے ہمخیال بہت کم تھے - لیکن
بعد کو اُنکی باتون کی قدر ہوئی - لوگ انکے خیالات کے پیرو ہوئے - اور مذہب
عیسوی پھیلا - ہند مین ایک شخص بودھ نام حضرت مسیحؑ سے کچھ پہلے پیدا ہوا
جسکی مطیع دنیا کی ایک ثلث مخلوق بیان کی جاتی ہے - لیکن جیتے جی اس نے
کبھی حکومت سے تعلق نہین رکھا - بلکہ موروثی حکومت بھی اُسنے چھوڑ دی
اور جوگیون اور فقیرون کی طرح ادھر اُدھر تنہائی اور بیکسی کی حالت مین زندگی
کے دن پورے کرتا رہا - قرآن مین جتنے نبیون کے تذکرے ہین اُنمین سے
اکثرون کے حالات مین اخیر تک بیچارگی اور بے بسی برستی ہے جب ایسے مصلحان
قوم کے تذکرون کو مدنظر رکھکر غزوات احمدی پڑھے جاتے ہین تو بعض وقت ناواقف
آدمی کے ذہن مین یہ خدشہ پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت محمدؐ نے مردم کشی کو غزوات
سے تعبیر کرکے اور ہلاکت انسان کو مرضی الٰہی بیان کرکے کیا نئی شریعت ایجاد
کی ہے - لیکن یہ راے سرسری ہے پورے طور پر راے قایم کرنے کے
لیے دیگر مصلحان قوم اور پیشوایان مذہب کے بھی حالات پڑھنے چاہئین - حضرت
داؤد پیغمبر نے اور اُنکے بیٹے حضرت سلیمانؑ نے دنیا مین کیسی زبردست سلطنت
کی ہے - حضرت یوسفؑ نے مصر کی بادشاہت کی - انکے حالات کہین مفصل
بیان نہین کیے گئے - مگر جب سلطنت تھی تو اُنکے ایما سے جنگ جدال قتل و
قصاص کیا کچھ نہ ہوا ہوگا - حضرت موسیٰ بھی اخیر اخیر مین بنی اسرائیل کے امیر اور

سپہ سالار ہوگئے تھے۔ جب شروع شروع اُنھون نے بحالت بیچارگی ایک قبطی کو مار ڈالا تھا تو اختیارات پاکر جائز امور مین قتل وقصاص سے کسی طرح دست کش نہوسے ہونگے۔ ہندوستان مین صرف بودھ ایک فقیرانہ روش پر چلا۔ ورنہ رام چندر جی کی لڑائیان تمام ہندوستان مین مشہور ہین۔ مہابھارت کا قیامت خیز معرکہ سری کرشن کی ذات کی طرف منسوب کیا جاتا ہو۔ خلاصہ یہ ہو کہ جب فقیرانہ طرز پر اصلاح قوم کی جائیگی تو حضرت عیسیٰ مسیح یا بودھ کی سی زندگی دوسرون کے لیے نمونہ ہوگی۔ اور جب دنیاوی تعلقات کے ساتھ قومی اصلاح پر کمر باندھی جائے گی تو رام چندر یا کرشن جی کی سی زندگی لامحالہ اختیار کرنا پڑے گی۔ اعتراض کا جواب ہم نے مجملاً دیدیا۔ مگر ہم اس موقع پر کسی قدر اور تفصیلی بیان کے ساتھ برکات اسلام کی تشریح کرنا چاہتے ہین۔

انسان ہر وقت انسان ہے۔ وہ فرشتہ نہین ہوسکتا۔ لیکن فرشتون کی تقلید کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص ہر وقت معرفت الٰہی مین مستغرق رہے۔ کھیتی باڑی چھوڑ دے۔ بال بچّون سے کنارہ کرے۔ پہاڑ کے درہ مین جا بیٹھے۔ سندر بن کے جنگل مین جا چھپے۔ ہمالیہ کے برفستان مین غائب ہوجائے۔ لیکن نیچر کہتا ہے کہ یہ لوگ انتظام عالم بگاڑتے ہین۔ قانون قدرت کے دشمن ہین اور گویا خدا سے لڑتے ہین۔ ہمکو یہ بتایا گیا ہو کہ عورتون سے تعلق پیدا کرو لیکن جائز طور سے۔ لڑکے پیدا کرو تو اُنکے اسباب پرورش بھی مہیّا کرو۔ دوستون کو خوش رکھو اور دشمنون سے خائف رہو۔ اچھّون کو شاباش کہو۔ اور بُرون کو سزا دو۔ اپنے حقوق طلب کرو۔ اور دوسرون کے حقوق غصب نکرو۔

ہنسنے کے موقع پر ہنسو اور رونے کے موقع پر روؤ - یہ سب متضاد صفتین قانون قدرت نے انسان مین ودیعت کرکے یہ حکم دیا ہے کہ ان قوتون کو اعتدال سے صرف کرو - اور اہل مذہب کا یہ عقیدہ ہے کہ اعتدال سکھانے کے لیے وقتاً فوقتاً پیغمبر مبعوث ہوئے ہین - ان پیغمبرون مین سب سے اچھے معلم آنحضرت محمد رسول اللہ تھے - آنحضرت محمد پر جو قرآن اوترا - اُسمین خود اُنکی کوئی تعریف نہین ہے - اسمین ابراہیم خلیل اللہ خدا کے دوست لکھے ہوئے ہین - حضرت موسیٰ کلیم اللہ خدا سے باتین کرنے والے لکھے گئے ہین - حضرت اسمٰعیل کو ذبیح اللہ خدا کا فدائی تعبیر کیا ہے - حضرت مسیحؑ کو روح اللہ خدا کی روح قرار دیا - لیکن محمدؐ کو جہان لکھا "عبدہ ورسولہ" لکھا "خدا کا بندہ اور خدا کا پیغام پہونچانے والا" جو کلام آنحضرتؐ کے ذریعہ سے بندون پر اوترا تھا اُسمین آنحضرت کی تعریف ہوتی تو لوگ کہتے کہ آپ اپنے مُنہ میان مٹھو بنتے ہین - لیکن اہل نظر نے تمام حالات پر غور کرکے یہ راے قایم کی کہ آپ افضل البشر ہین آپ خاتم النبین ہین جس طرح تمام انسانون مین نبیون کا درجہ بڑھ کر ہوتا ہے اُسی طرح آپ کا درجہ تمام نبیون مین بڑھ کر ہوا ہے - اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اچھے معلم مین جتنی اچھی باتین ہونی چاہین یا جو دیگر معلمون (نبیون) مین جدا جدا موجود تھین - وہ سب آنحضرتؐ مین یکجا موجود تھیںؐ ہمکو بیبیون کے ساتھ حسن سلوک کے قاعدے وہ نہین بتا سکتا جسکے بیویان نہون - ہمکو لڑکون کی پرورش وہ کیا بتائیگا جسکے لڑکے نہ ہون گے - لڑائی کی تہذیب ہمکو وہ نہین بتا سکتا جو خود لڑائی مین کبھی شریک نہ ہوا ہوگا - دنیا کے

کاروبار مین ہمکو وہی تہذیب سکھا سکتا ہے جو کاروبار مین مشغول ہوا اور گھبرا نگیا ہو۔ غالب آیا ہو مغلوب نہ ہوا ہو۔ خود دنیا کی روش پر نہ چلا ہو بلکہ اپنی روش پر دنیا کو چلایا ہو۔ تعلقات دنیا سے گھبرا کر جنگل مین جا چھپنے والے ہم کو محنت مزدوری کرنے کے قواعد کیا بتائین گے۔ مہمان نوازی کے طریقے کیا سکھائین گے۔ گرد آلود بچون کو خاک سے اُٹھا کر سینہ سے لگا لینے کی ہدایت کیا کرین گے۔ سادھو نہین بتا سکتے کہ بیبیون کی خاطرداریان جن پر انتظام عالم کا مدار ہے کیونکر کی جائین۔ جن حضرات نے یاد الہی کی دھن مین اپنے بوڑھے مان باپ کو روتے ہوئے گھرون مین چھوڑ کر بادیہ پیمائی کی ٹھہرائی ہے۔ وہ دوسرون کو معرفت الہی ضرور سکھا سکتے ہین لیکن حقوق والدین کے متعلق ایک سبق بھی نہین پڑھا سکتے۔ غرضکہ تمام دنیا کے پیغمبرون اور ریفارمرون مین سب سے بڑھ کر دنیا مین گھرا ہوا ہمارا پیغمبرؐ ہے اور اسلیے ہمکو ہر طرح کے معاملات مین پوری ہدایت دینے کی قابلیت رکھتا ہے اُسکے اعمال کے روزنامچہ یعنے کتب احادیث سے ثابت ہے کہ اُس نے تمام امور مین جو تعلیم ہمکو دی اعلی درجہ کی دی۔ اور جو بتایا لاجواب بتایا۔ اُس نے قرآن کو بطور دستور العمل کے ہمارے حوالہ کیا اور سمجھا دیا کہ جب تک اسے پکڑے رہوگے دنیا کی تمام قومون سے ہر بات مین بڑھے رہوگے۔ اُس نے ہمارے دل مین کالنقش فی الحجر کندہ کر دیا کہ وہ جو کچھ کہتا ہے ایک خاص فیضان الہی کے ذریعہ سے کہتا ہے ایسا فیضان پہلے کبھی کسی دوسرے کے ساتھ اس درجہ تکمیل کے ساتھ نہ تھا اور نہ آیندہ ہونے کی امید ہے۔ اس فیضان کو اُسنے ہمارے سمجھانے

کے لیے پیغامبری سے تعبیر کیا اور ہم اچھی طرح سمجھ گئے کہ پیغامبری کا لفظ ظاہر الفاظ مین ہلکا ہے لیکن باعتبار معنی بہت وزنی ہے - انہین وجوہ سے ہم اسکو اشرف المخلوقات کہتے ہین اور جب نبیون مین کسی کو اسکا ثانی نہین پاتے اور نہ آیندہ اس سے اچھے قانون لانے والے کا خیال دل مین آتا ہے تو اسے خاتم النبین بھی کہتے ہین - اگر کوئی کہے کہ دنیادار کیا اصلاح حال کریگا تو ہم کہین گے کہ دنیادار ہی دنیادار کی اصلاح کر سکتا ہے - فرشتے باغ جنان کی آرائش کر سکتے ہین لیکن انسان کو انسان نہین بنا سکتے -

معمولی باتون پر لوگ غور نہین کرتے ورنہ دین اسلام کی تمام باتین بجاے خود نمونہ قدرت ہین - کیا دنیا مین کوئی اور پیغمبر ایسا ہوا ہے جس نے اپنی اُمت کے لیے پورا دستور العمل بنا دیا ہو؟ کیا سواے مسلمانون کے اور کوئی قوم ایسی ہے جسمین اسوقت مالی اور ملکی معاملات مین قانون ربانی دستور العمل ہو؟ - کیا دنیا کی کوئی مجلس واضعان قانون بدء خلقت سے آج تک ایسی دیکھی گئی ہے کہ نصف صدی کے لیے بھی کوئی ایسا قانون بناوے جو محتاج ترمیم نہو - جواب ان سب سوالون کا نفی مین ہوگا - بطور عجائبات عالم کے دین اسلام پیش کیا جا سکتا ہے کہ تیرہ سو برس پہلے جو قانون آنحضرت کے ذریعہ سے قایم ہوا وہ ملکی - مالی - فوجی - اخلاقی - تمدنی وغیرہ وغیرہ تمام اعتبارات سے آج تک بنی نوع انسانی کو اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر مہذب بنانے اور زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے ہے - آج اگر آنحضرت رسول اللہ کو غزوات مین شریک ہونے اور اُسکے

متعلق ہدایات دینے کا موقع نہ ملتا تو قانون محمدی جنگی اور فوجی معاملات مین نامکمل رہتا اور دین محمدی اکمل الادیان نہ سمجھا جاتا۔ ہم اپنے پیغمبر کو کمر سے تلوار لگائے ہوئے میدان جنگ مین اچھے کام پر مستعد پاتے ہین تو ہم خوش ہوتے ہین کہ ہمارا پیغمبر کسی اچھے کام کرنے مین بودا نہین ہے۔ اور اُسکے ملفوظات مین کہین سے ناتجربہ کاری کی بو نہین آسکتی مسلمانون کے پیشوا کا اہل سیف ہونا کہین سے شان پیغمبری یا شان پیشوائی کے خلاف نہین ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہم تاریخی پیرایہ سے یہ بھی دکھا دینا مناسب سمجھتے ہین کہ پیغمبر خدا نے کن کن مجبوریون کے بعد تلوار باندھنے اور کن کن قیود اور شرائط کے ساتھ اپنی امتون کو نیام سے تلوار باہر نکالنے کا حکم دیا ہے۔

آنحضرتؐ نے اول اول دین اسلام کی تعلیم خفیہ طور پر کرنا چاہی جو مسلمان ہوتے تھے وہ بھی قرآن کو دوسرون سے چھپا کر پڑھتے تھے۔ لیکن عربون نے اسلام کا اس کمزور حالت مین بھی رہنا پسند نہ کیا۔ پیغمبر کو مجنون کہا۔ ساحر کہا۔ اور دغا باز کہا۔ مسلمانون پر وہ شروع شروع ہنستے تھے۔ پھر آوازے کسنے لگے اور بالآخر اُنکو آزار دینا شروع کیا۔ مسلمان جب بہت تنگ ہوئے تو مکہ چھوڑ کر ابی سینیا کی طرف سمندر پار بھاگنے لگے۔ گویا مسلمانون کی یہ کیفیت تھی کہ شام کو جس نے پیغمبر سے کہا کہ آپ بیشک قوم کے سچے خیر خواہ ہین۔ اور قوم کے بُرے اطوار پر آپ کا رونا بہت بجا ہے۔ دوسرے دن صبح کو اُس پر جلاوطنی لازم تھی۔ بتون کو چھوڑ کر خدا پر ایمان لانے کی سزا کفار قریش نے جلاوطنی قرار دی تھی۔ کفار قریش نے ابی سینیا تک مسلمانون کا تعاقب کیا۔ وہان کے شاہ

نجاشی سے درخواست کی کہ ان نئے مذہب والون کو یہان پناہ نہ دیجائے
اکثر مسلمان تو باہر چلے گئے تھے لیکن پیغمبر کے ساتھ جو دس پانچ آدمی مکہ مین
رہگئے تھے انپر ظلم و تعدی کی انتہا نہ تھی۔ بالآخر پیغمبر نے بھی مکہ چھوڑا۔ طائف
کی طرف تشریف لے گئے۔ دشمنون کی سازش وہان تک پہونچی۔ پیغمبر پھر واپس
آئے۔ تین برس تک انھین مع اپنے اہل خاندان اور ہمراہیان کے شعیب
ابو طالب مین بند رہنا پڑا۔ طرح طرح کی اذیتین اور مصیبتین پیغمبر کو اور ان کے
ساتھیون کو دی گئین۔ آنحضرت ؐ نے مدینہ چلے جانے کا ارادہ کیا۔ تو دشمنون
نے انکے قتل کرنے کے لیے سازش کی۔ آپ سازش سے مطلع ہونے کے
بعد چپکے سے مدینہ کی طرف بھاگے۔ مسلمانون کے بدن مین بھی خون تھا۔
اور خون مین حرارت تھی۔ سینہ مین دل تھا اور دل مین مادہ خودداری تھا۔ ہاتھ
مین تلوار تھی اور تلوار مین برش تھی۔ تعداد مین کم سہی لیکن غصہ تو کمزور بھی کرتے
ہین۔ لوگون نے پیغمبر خدا سے لڑائی کی اجازت مانگی۔ جواب ملا گھبراؤ نہین
مین خدا سے دعا کرتا ہون۔ وہ ان جاہلون کو ہدایت دیگا۔ بالآخر مدینہ مین
پہونچنے کے بعد وہان آنحضرت ؐ کی بڑی خاطر داری ہوئی۔ وہان بھی مسلمانون کا
گروہ بڑھنے لگا۔ لیکن مسلمانون کی مالی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی تھی۔
مسافرت کی تکلیف مفلسی کی مصیبت۔ منافقان اور یہودیان مدینہ بھی مار آستین
تھے۔ مکہ والون کی چڑھائی کا الگ ڈر لگا رہتا تھا۔ تنہا پیغمبر خدا ہوتے تو سقراط کی
طرح کہتے کہ مین نے تمھاری اصلاح مین کوشش کی۔ نہین مانتے تو اپنا سر
کھاؤ۔ مجھے زہر کا پیالہ دو مین پی لیتا ہون۔ یا حضرت عیسی مسیح کی طرح بیدین

سے کہتے کہ جو چیز میرے نزدیک حق ہے مین اُسے چھپا نہین سکتا تمھین اختیار
ہے جی چاہے مجھے سولی پر چڑھا دو - یہان وقت یہ تھی کہ بہادران مکہ اور دلاوران
مدینہ آنحضرت کے عشق مین برباد اور خانہ خراب ہوکر ساتھ ساتھ گھومتے تھے اور
ہر وقت یہی کہتے تھے کہ جب ہم خدا کی پرستش کرتے ہین تو دشمن خدا سے دب کر
نہین رہ سکتے - اور ہم دب کر رہین بھی تو وہ ہمین کب رہنے دیتے ہین - مہاجرین
جب وطن کی آسایش وطن کی آب وہوا وطن کی دولت یاد کرتے تھے تو اُنکے
دل جوش مین آجاتے تھے اور اپنے مصائب بیان کرتے تھے تو پیغمبر خدا کا
دل بھر آتا تھا - اب بتایے پیغمبر کیا کرتے - کیا شان پیغمبری یہ تھی کہ اپنے انصار کے
گھر لٹوا کر وہ تماشہ دیکھتے اور ساتھیون کا گلا کٹوا کر دل ٹھنڈا کرتے - فرض کرو کہ شان
پیغمبری اسی ذلت کی متقاضی تھی لیکن جو مسلمان وہان تھے اُنکو کیا مناسب تھا
مدینہ مین رہکر فقر وفاقہ سے مرجانا - یا اپنی دولت کا مکہ والون سے طلب کرنا - مدینہ
کے اندر گلا کٹوانا یا مدینہ سے باہر نکل کر جان دینا - سب مسلمانون نے بالاتفاق
آنحضرت سے کہا کہ ہم دشمنون سے ضرور لڑین گے - ہم نے چوری نہین کی
ہے - صرف خدا پر ایمان لائے ہین - ہم بھی چاہتے ہین کہ تلوار فیصلہ کردے
کہ کون حق پر ہے - کب تک ہم بھاگین گے اور وہ تعاقب کرین گے - اگر دشمنون
کے ہاتھ سے مرنا ہے تو بجاے کل کے آج ہی مرجانا اچھا ہے - اُنکی زندگی موت
سے بدتر تھی - اُنکو زیست کی فکر نہ تھی - اب مسلمان مدینہ سے نکل کر تفحص حالات
کرنے لگے - جو قافلہ تجارت شام سے مکہ اور مکہ سے شام جاتا تھا اُسکا تعاقب مسلمان
کرتے تھے - قریش کے مال لوٹنے کے لیے یا یہ دریافت کرنے کی غرض سے

کہ اب وہ کیا نیت رکھتے ہین۔ دونون اعتبارات سے مسلمان حق بجانب تھے۔ اسی ادھیڑ بن میں ایک مرتبہ کفار قریش مدینہ پر چڑھ آئے۔ دشمنون کو روکنے کے لیے مسلمان بمقام بدر جمع ہوئے۔ جب وہ جمع ہونے چلے تو پیغمبر خدا کے لیے کیا مناسب تھا؟ کیا یہ مناسب تھا کہ وہ اپنے جان نثارون کو چھوڑکر مسجد مدینہ میں بیٹھے ہوئے فتح ونصرت کے لیے دعا مانگتے۔ یا فوج کے پیچھے پیچھے جان چرائے ہوئے سائیسون کی طرح چلتے۔ شاید دنیا کا کوئی شخص بھی اپنے پیشوا کا ایسا بے حمیت اور بےغیرت ہونا پسند نہ کرے گا۔ ایسے موقع پر پیغمبر نے وہی کیا جو ایک اعلیٰ درجہ کے انسان سے امید کی جاسکتی ہے۔ یعنے اپنے بدن پر ہتھیار لگائے اور سب کے آگے آگے چلے اور زبان حال سے کہنا شروع کیا کہ اگر جان ہی دینے کی رائے ہے تو سب کے پہلے ہمین جان دینا چاہیے کہ ہم ہی مجرم ہین۔ اگر گلا ہی کٹوانا ہے تو سب کے پہلے ہم ہی کٹوائینگے کہ ہم ہی ان تمام زحمتون کے باعث ہین۔ مسلمانون نے یکجا ہوکر پہلے پہل جنگ بدر میں ہتھیار چلایا۔ اس لڑائی میں مسلمان فتحیاب ہوئے۔ اور اس فتح نے ملکی دستور کے مطابق ایک دوسری بلا مسلمانون پر نازل کی جسکا اُنکو وہم وگمان بھی نہ تھا یعنے اس فتح نے مسلمانون کو مدینہ کا حکمران قرار دیا اور آنحضرت کو اُن حکمرانون کا سردار بنایا۔ آنحضرتؐ کو بجاے حسن اخلاق تعلیم کرنے کے اب ملکی معاملات کا بھی سبق پڑھانا پڑا۔ آنحضرت کی خلقت سے جو مقصود خالق کا تھا یا دوسرے لفظون میں فطرت نے آپکو جس کام کے لیے پیدا کیا تھا یعنے تمام امور دنیا میں راسے صائب دینا اُسکے ظہور کا وقت آیا۔ اب ایک

مھذب گورنمنٹ کو رعایا اور ہمسایہ کے ساتھ جیسی مدارات چاہیے وہ مسلمانون کو کرنا پڑی یعنے رحم کے موقع پر رحم کرنا۔ اور غضب کے موقع پر غضب کرنا لازم آیا۔ مسلمان اسکے بعد سیلاب کی طرح تمام عالم مین پھیلے اور اُنکے ساتھ اُنکا مذہب بھی پھیلا۔

دنیا مین کوئی مذہب اس سرعت کے ساتھ نہین پھیلا جیسا کہ اسلام پھیلا۔ ریل نہین۔ تار نہین۔ پختہ سڑکین بھی نہین۔ راستہ کا امن تک نہین۔ اور اذان کی صدائین تیس برس کے اندر اندر افریقہ کے ساحل شمالی و مغربی سے حدود افغانستان تک برابر جاری ہوگئین۔ اب باعث ترقی بجاے اس کے کہ اصول اسلام کی خوبی پر محول کیا جائے۔ زور شمشیر پر لوگ محول کرتے ہین۔ اس مضمون مین ہمکو صرف یہ دکھانا ہے کہ ایسا کہنا غلطی ہے۔ ہمارا مخاطب وہ نہین ہوسکتا جسکے سامنے تمام تاریخی واقعات اشاعت اسلام کے پیش نظر نہ ہون اور کسی سے یہ کہنا کہ تاریخ الاسلام پڑھ کر آؤ جب ہمارا مضمون پڑھو شاید مناسب نہ ہوگا اسلیے ہم کچھ مختصر حالات اشاعت اسلام کے لکھدیتے ہین کہ ناظرین کو رائے زنی کا موقع ملے۔ اس مضمون کے اغراض کے لیے ہم تاریخی حالات کے پانچ طبقہ قرار دیتے ہین۔ طبقہ اول اسلام کی ابتدائی حالت۔ طبقہ دوم اسلام کا عروج زمانہ رسول ہین۔ طبقہ سیوم صحابہ رسول کا زمانہ۔ طبقہ چہارم۔ سلاطین عرب کا زمانہ۔ طبقہ پنجم۔ دیگر سلاطین اور دعاۃ اسلام۔

طبقہ اول (اسلام کی ابتدائی حالت)

جب آنحضرت محمد کی عمر چالیس برس کے قریب ہوئی تو طبیعت گوشہ نشینی کی

طرف مایل ہوئی - مکہ کے قریب ایک پہاڑ کا درہ غار حرا کے نام سے مشہور ہے
وہان جا کر اکثر آپ بیٹھتے تھے اور کئی کئی روز تک وہان رہتے تھے - مضمون کو
عام فہم کرنے کے لیے یون کہہ سکتے ہین کہ تزکیہ نفس کے لیے آپ وہان جاتے
تھے - اور اسی حالت مین ایک خاص فیضان الہی کو آپ سے تعلق ہوا
جو باعتبار نتیجہ کے رسالت کہا جاتا ہے - اور تزکیہ نفس کے بعد جس قوت روح
یا کیفیت کے ذریعے سے فیضان الہی آپ تک پہونچتا تھا اُسکو اصطلاح شرع
مین جبرئیل فرشتہ کہتے ہین -

آنحضرتؐ کو ابتدا سے عقل سلیم عطا ہوئی تھی - آپ شروع سے موحد تھے -
صادق المقال تھے - مسکرات - زنا - نمامی - بداعمالی - دروغگوئی وغیرہ اخلاق
ذمیمہ سے کنارہ کش تھے - آنحضرت کو جب یقین ہوا کہ ابراہیم عیسیٰ وغیرہ وغیرہ
پیغمبرون کی طرح اُنکو بھی خدا نے اصلاح قوم اور درستی بنی نوع انسانی کے
لیے نبی بنایا ہے اور لوگون کو توحید سکھانے کو اپنا مرسل قرار دیا ہے - تو
آپ نے ہدایت شروع کی - سب کے پہلے حضرت خدیجہ کو دعوت اسلام کی
اور فوراً ہی وہ اللہ کی وحدانیت اور آنحضرتؐ کی رسالت پر ایمان لائین -
معتبر خبر ہے کہ اُسی روز علی ابن ابی طالب بھی ایمان لائے - پھر زید ابن حارثہ حضرت
خدیجہ کے آزاد کیے ہوئے غلام ایمان لائے - ان تینون کے بعد حضرت
عبداللہ ابن قحافہ ایمان لائے جو تاریخ اسلام مین ابوبکر صدیق کے لقب
سے مشہور ہین - حضرت ابوبکر نے اپنے تمام دوستون کو اسلام کی ترغیب دی
اُنمین سے پانچ اشخاص عشرہ مبشرہ کے بھی ایمان لائے - اسکے بعد دوسرے

دن بیمار اور زخمی کیے گئے اور پھر سلسلہ چلا۔

آنحضرت صلعم پہلے علانیہ دعوت اسلام نہ کرتے تھے۔ خاص خاص احباب اور اُنکے متوسلین مین دعوت محدود تھی۔ کچھ لوگ باہر کے بھی آکر ایمان لائے تھے۔ مگر بہت کم۔ تین برس کے بعد پھر آنحضرت صلعم نے علانیہ دعوت اسلام شروع کی یعنے امرحق کے اظہار مین شرم اور تامل پسند نہین کیا۔ آنحضرت صلعم ابتدا سے عمر مین بہت زیادہ ہردلعزیز تھے۔ لوگ عام طور پر آپ کی عزت کرتے تھے اور دل سے محبت کرتے تھے۔ لیکن یہ سب باتین بعثت سے قبل تھین۔ جب کفار کے مذہب اور بتون کو آنحضرت صلعم نے برا ٹھرایا اور ایسا کرنا لازم تھا کیونکہ کسی کو کسی فعل کے ترک کرنے کی ترغیب نہین دیجاسکتی جب تک کہ اُس فعل کی برائی ظاہر نہ کی جائے۔ تو پھر کفار عرب کے نزدیک آپ سے برا کوئی دوسرا نہ تھا۔ کفار کے ہاتھون سے جو اذیتین آنحضرت صلعم کو پہونچین اُنکے تذکرے آگے آتے ہین۔ اسوقت مختصر طور پر سمجھ لینا چاہیے کہ ابتدا مین جس طرح تمام نبیون یا قومی مصلحون کو ذلتین اُٹھانی پڑی تھین اُسی طرح آنحضرت کو بھی زحمتون کا سامنا ہوا۔ لوگون نے بے ادبیون کا کوئی درجہ اُٹھا نہین رکھا۔ جب آنحضرت صلعم نے قوم کی حالت درست کرنے کی طرف توجہ کی تو پھر قوم کی نظرون مین آنحضرت کا سا بدترین خلایق کوئی دوسرا نہ تھا۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے کوہ صفا پر چڑھکر آواز دی۔ " یا معشر قریش یا بنی فہر۔ یا بنی غالب۔ یا بنی لوی۔ یا بنی عدی " مکہ کے باشندے چھوٹے بڑے آکر جمع ہوگئے۔ دستور تھا کہ کوئی اہم کام پیش ہوتا تھا تو پہاڑ پر چڑھکر

آواز دی جاتی تھی اور لوگ آواز سنکر جمع ہوجاتے تھے۔ دوڑتے وقت لوگ سمجھے تھے کہ کوئی قومی مرحلہ پیش آیا ہوگا۔ وہان پہونچکر آنحضرتؐ کی زبان سے جو تقریر سُنی گئی وہ یہ تھی "لوگو اگر مین تم سے کہون کہ پہاڑ کے دوسری طرف ایک بڑا لشکر اسلیے چھپا ہوا ہے کہ دفعتاً تم پر حملہ کرے اور تمکو تباہ کردے۔ تو کیا تم اسے باور کروگے؟" لوگون نے جواب دیا "بیشک!! اے محمدؐ تم سچے ہو اور ہم لوگون نے تم سے کبھی جھوٹ نہین سنا۔ تمھاری بات ہم کیون جھوٹ سمجھنے لگے" آنحضرتؐ نے کہا "تمھارے پیچھے عذاب سخت آنے والا ہے جو بغیر توحید کے رفع نہین ہوسکتا" یہ تقریر سنکر وہ سب اپنے دل مین آنحضرتؐ کو خفیف الحرکت سمجھے۔ ابولہب سے نرہا گیا اُسنے کہا۔ "تبا لک سائر الیوم لہذا جمعتنا" "تمھارے اوقات خراب ہون بس اسی لیے بلایا تھا۔ اور پھر اُسی وقت سے کفار اور آنحضرتؐ کے درمیان مین کھلی کھلی عداوت کا آغاز ہوا۔

آنحضرتؐ کے ساتھ جو برتاؤ اہل مکہ کا تھا اُسکی نوعیت برابر بدلتی رہی وہی محمدؐ جو پہلے تمام اہل مکہ کی آنکھون کی ٹھنڈک تھے۔ قوم نے اُنھین "امین" خطاب دے رکھا تھا۔ اب اصلاح قوم کا مسئلہ پیش کرنے کی وجہ سے وہ کانٹے کی طرح دلون مین چبھنے لگے اور "امین" کی جگہ اُنھین "مجنون" خطاب دیا گیا۔ جب آپ راہ سے گزرتے تھے تو قریش مذاق کرتے تھے۔ آپس مین کہتے تھے کہ "یہ شخص بھلا چنگا تھا دفعتاً دماغ پھر گیا کہتا پھرتا ہے کہ مجھ سے اہل آسمان باتین کرتے ہین۔ اور آسمان کی خبر لاکر ہم لوگون کو سُناتا ہے"

خیر مجنون خطاب پانے سے تو چندان نقصان آنحضرتؐ کا نہ تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ کفار عرب کی ہمتین بڑھتی گئین اور وہ آنحضرتؐ کی دشمنی پر تُل گئے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے خاندان کے چالیس مردون کو دعوت کی تقریب سے جمع کیا۔ انمین ابوطالب۔ حمزہ۔ عباس اور ابولہب بھی تھے۔ موقع پاکر آپ نے اپنی رسالت کا ذکر چھیڑا اور یہ چاہا کہ گھر والون مین سے کوئی ایک بھی آپ کا ساتھ دینے کو آمادہ ہوتا تو بڑی تقویت ہوتی۔ مورخون نے لکھا ہے کہ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن علیؓ ابن ابی طالب سے اس حیرت بخش شک اور حقارت آمیز سکوت کی برداشت نہ ہوسکی۔ اور کھڑے ہوکر اُنھون نے بڑی ہمت اور جرأت سے کہا کہ رسول اللہ گو اس مجمع مین سب سے کم سن مین ہون مگر اس مشکل خدمت کے بجالانے کو طیار رہون۔ اس موقع کو مسٹر کارلائل یون لکھتے ہین " اس مجمع مین علیؓ کا باپ ابوطالب جو محمدؐ کا دشمن نہ تھا موجود تھا تاہم سب کو ایک ادھیڑ عمر کے ان پڑھ (محمدؐ) اور ایک سولہ برس کے لڑکے (علیؓ) کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونون ملکر تمام دنیا کے خیالات کے خلاف کوشش کرین گے۔ ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی۔ اور سب لوگ قہقہہ لگا منتشر ہوگئے۔ مگر آیندہ چل کر معلوم ہوا کہ یہ بات ہنسی کے قابل نہ تھی بلکہ سب ٹھیک اور درست تھی "

کدبڑھنے پر ابولہب اور عتبہ بن سعیط آنحضرتؐ کے گھر کے قریب علین گذرگاہ پر گندی چیزین جمع کردیتے تھے۔ اور غرض اس سے صرف آنحضرتؐ کو دق کرنا ہوتی تھی۔ آنحضرتؐ تحمل سے کام لیتے تھے اور بس اتنا ہی

فرماتے تھے "کیا حق ہمسائگی یہی ہے" اور کچھ نہ بولتے تھے۔ یونہی آہستہ آہستہ قریش کی طبیعتیں فساد کی طرف بڑھتی گئیں اور آنحضرتؐ کی عداوت لوگوں کے دلوں میں جگہ پکڑ گئی۔

موسم حج میں جب لوگ باہر کے آتے تھے تو آنحضرتؐ دعوت اسلام کرتے تھے اور بعض بعض ایمان بھی لاتے تھے۔ ایسے موقع پر ابولہب سخت بے ادبیاں کرتا تھا۔ آنحضرتؐ تو لوگوں کو دعوت اسلام کرتے تھے اور یہ کمبخت پتھر مارتا تھا اور لوگوں سے کہتا پھرتا تھا کہ یہ شخص ساحر ہے۔ شعبدہ باز ہے۔ شاعر ہے اور کذاب ہے۔ کبھی وہ یہ بھی کہتا تھا کہ "اس شخص کا دماغ پھر گیا ہے۔ تم لوگ اسکی باتیں کیا سنتے ہو۔" آنحضرتؐ یہ سب کچھ سنتے تھے لیکن کچھ نہ بولتے تھے اور اپنے کام سے واسطہ رکھتے تھے۔

عبدالمطلب کے بعد ابوطالب سردار مکہ سمجھے جاتے تھے۔ اُنکے خوف سے کفار آنحضرتؐ سے کچھ بول نہ سکتے تھے اور اسی طرح اُن مسلمانوں کا بھی کچھ نہ کرسکتے جنکا کنبہ خوش حال تھا۔ لیکن غریب مسلمانوں کے ساتھ کفار بڑی سختیاں کرتے تھے۔ گرم ریت پر دھوپ میں سُلاتے تھے۔ گرم پتھر جسم پر باندھتے تھے۔ دُرّے مارتے تھے۔ دانہ پانی بند کرتے تھے۔ سبھی کچھ کرتے تھے۔ لیکن جو ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے سامنے توحید اور رسالت کا اقرار کرجاتا تھا پھر وہ اُس سے منحرف نہ ہوتا تھا۔

جب مسلمانوں کے ساتھ کفار مکہ کا ظلم زیادہ بڑھا تو پیغمبر خدا نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا۔ ہجرت کا حکم اسوقت سوکرنہ تھا۔ حبشہ جسکو ابی سینیا کہتے ہیں

ہجرت کے لیے منتخب کیا گیا - اول اول گیارہ مرد اور چار عورتین کل پندرہ
شخص مکہ سے چھپ کر باہر نکلے - جدہ تک پاپیادہ آئے اور وہان سے جہاز
مین بیٹھکر حبشہ کے ساحل پر اوتر پڑے - حبشہ مین اسوقت عیسائی بادشاہ
تھا جسے نجاشی کہتے تھے - ان ہجرت کرنے والون مین سب کے
پہلے حضرت عثمانؓ بن عفان اپنی زوجہ رقیہ بنت رسولؐ کے ساتھ گھر سے
نکلے - بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ نبوت کے پانچوین سال رجب کے مہینے
مین گھر سے نکلے تھے -

کافرون نے جب دیکھا کہ اہل مکہ مسلمان ہوتے ہین اور چپ چاپ حبشہ
چلے جاتے ہین تو انکی کد اور بڑھی - چند کفار نجاشی اور اُسکے ارکین دولت
کے لیے تحایف لیکر حبشہ مین پہونچے - ارکین دولت نے نجاشی سے
عرض کیا کہ چند آدمی مکہ سے ہمارے ملک مین اپنا آبائی مذہب چھوڑکر بھاگ
آئے ہین انکے اہل ملک اُنکا دعویٰ کرتے ہین - بہتر ہوگا کہ وہ اُنکے حوالہ
کردیے جائین - نجاشی نے کہا کہ جب مجھ سے پناہ مانگی جائے تو مجھے پناہ
دینا لازم ہے - مین اپنے ملک سے ان نوواردون کو جانے ندون گا -
لیکن اُنکو بُلانا چاہیے تا اُنکے باہمی نفاق کا پتہ چلے -

یہ خانہ برباد مسلمان نجاشی کے دربار مین چلے - حضرت جعفر طیارؓ سب کے
پیشوا تھے - کفار مکہ جب دربار مین آئے تو پہلے اُنھون نے بادشاہ کو سجدہ کیا
اور اُسکے بعد ایک گوشہ مین مودب بیٹھے - تھوڑی دیر مین مسلمان بھی آگئے
اُنھون نے صرف سلام کیا سجدہ نہین کیا - نجاشی کے ندیمون نے مسلمانون

کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ "تم نے بادشاہ کو سجدہ کیون نہ کیا" جعفر طیار نے کہا کہ "ہم مخلوق کو سجدہ نہین کرتے - ہمارے پیغمبر نے ہمکو یہی تعلیم دی ہے" اس گفتگو سے نجاشی کے دل مین مسلمانون کی وقعت قایم ہوئی اور اُس نے پوچھا کہ "تم نے اپنے بھائیون کا دین چھوڑ دیا - اور یہود و نصاریٰ کے دین پر بھی تم نہین ہو تو پھر آخر تمھارا کیا دین ہے"
نجاشی کے دربار مین جو تقریر جعفر نے کی اسے مورخون نے نقل کیا ہے ہم یہان اُسکا ترجمہ درج کرتے ہین -

" اے بادشاہ ! ہم ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے - بُت پوجتے تھے - مُردار گوشت کھاتے تھے - بدکاریان کرتے تھے ہمسایون سے بُری طرح پیش آتے تھے - زبردست کمزور کا مال کھاجاتا تھا - ایک مدت سے ہماری یہی حالت چلی آتی تھی - یہانتک کہ خدا نے ہماری ہی قوم کا ایک پیغمبر بھیجا جسکی شرافت - نسب - راستبازی - ایمانداری - اور پاکدامنی سے ہم خوب واقف تھے - اُسنے ہمکو خدا کی طرف بُلایا تاکہ ہم ایک اُسی خدا کو خدا جانین اور اُسی کی عبادت کرین اور بتون اور پتھرون کی پرستش چھوڑ دین جنکو ہم اور ہمارے باپ دادا پوجتے تھے - اُسنے حکم دیا کہ ہم صرف خدا ہی کی عبادت کرین اور کسی چیز کو ذات اور صفات اور استحقاق عبادت مین اُسکے ساتھ شریک نہ کرین - پانچون وقت نماز پڑھنے اور سال بھر کے بعد بقیہ مال کا چالیسوان حصہ صدقہ دینے اور

ماہ رمضان مین بیماری اور سفر کے سوا روزہ رکھنے کو اُسنے فرض بتایا۔ اُس پیغمبر نے ہمکو سچ بولنے اور امانت کو اُسکے مالک کے پاس پہونچا دینے اور قرابت دارون سے رعایت یا مروت کرنے اور ہمسایون کے ساتھ نیکی سے پیش آنے اور بُرے اور حرام کامون اور خون خرابون سے بچنے کا حکم دیا۔ اور بدکاریون اور جھوٹی گواہی دینے اور بے ماں باپ کے بچّون کا مال کھا لینے۔ اور پاکدامن عورتون پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ ہم نے اُسکو سچا جانا۔ اور جو احکام اُسنے خدا کی طرف سے سُنائے اُن سب کی پیروی اختیار کی۔ ہم صرف ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہین اور کسی چیز کو کسی بات مین بھی اُسکے ساتھ شریک نہین کرتے۔ اور جو چیز خدا نے ہم پر حرام کردی ہے اُسکو حرام اور جو حلال کردی ہے اُسکو حلال جانتے ہین۔ اسبات پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور طرح طرح سے ہمکو دُکھ دیا اور ہمکو ہمارے دین سے پھرانا چاہا کہ ہم خدا کو چھوڑکر پھر بُت پوجنے لگین اور جن بُری باتون اور چیزون کو ہم پہلے جائز سمجھتے تھے پھر اُنکو جائز جانین۔ جب اُنھون نے ہمکو نہایت عاجز کردیا اور طرح طرح کے ظلم کیے اور نہایت تنگ کیا اور ہمارے دین مین مزاحم ہوئے تو ہم اپنا وطن چھوڑکر اور تجکو اور بادشاہون کی بہ نسبت اچھا جان کر تیرے ملک مین چلے آئے اور یہ اُمید کرکے کہ تیرے سامنے کوئی شخص ہم پر ظلم نہ کرسکیگا تیری

پناہ اختیار کی"

عمر بن الخطابؓ کے ایمان لانے کی کیفیت موّرخون نے کسی قدر جزوی اختلاف کے ساتھ یون لکھی ہے کہ ایک دن ابوجہل نے باہم یہ ذکر کیا کہ "کوئی محمد کو قتل کرڈالے تو مین ایک سو اونٹ اور ہزار اوقیہ چاندی انعام دون" حضرت عمرؓ نے اُس سے بات پکی کر کے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ راہ مین ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اُسنے حضرت عمرؓ کا ارادہ سنکر کہا کہ "محمدؐ کو پیچھے مارنا پہلے گھر کی تو خبر لو کہ تمھاری بہن بھی مسلمان ہو گئی ہے۔ عمر اپنی بہن کے گھر گئے وہان حالت یہ تھی کہ دروازہ اندر سے بند تھا اور حضرت عمرؓ کی بہن اور اُسکے شوہر حارث کو حضرت خبابؓ سورہ طٰہٰ (ایک کاغذ پر لکھی ہوئی) پڑھا رہے تھے۔ عمرؓ کی آواز سنکر حضرت خبابؓ چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر اُنکی بہن نے کہا کہ ہم لوگ باتین کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بکری ذبح کر کے پکانے کو کہا۔ جب وہ پکی تو زن و شوہر نے ذبیحہ کافر سمجھ کر اُسکے کھانے سے انکار کیا۔ حضرت عمرؓ نے خاص اسی غرض سے بکری ذبح کی تھی۔ جب حضرت عمرؓ کو اُنکے مسلمان ہونے کا یقین ہو گیا تو اُنکو مارنا شروع کیا۔ عورت کو چوٹ زیادہ آئی۔ اُسکا خون آلود چہرہ دیکھ کر حضرت عمرؓ پشیمان ہوئے۔ کچھ دیر ساکت رہکر اُنھون نے پوچھا کہ "اچھا وہ پرچہ کہان ہے جسے تم لوگ پڑھتے تھے؟" کسی قدر تامّل کے ساتھ وہ پرچہ عمرؓ کو دیا گیا اور وہ پڑھنے لگے۔ جب "وان تجہر بالقول فانہ یعلم السر واخفیٰ" تک پہونچے تو کلام نے اپنا اثر دکھایا۔ حضرت عمرؓ کے مُنہ سے بے اختیار نکل گیا "کیا

اچھا کلام ہے" حضرت خبابؓ اتنا سنتے ہی گوشہ سے نکل آئے اور بولے عمر مبارک ہو تجھے اسلام - رات آنحضرتؐ دعا کرتے تھے "خدایا ابوجہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب سے اسلام کو عزت دے" حضرت عمرؓ اسی وقت آنحضرتؐ کے پاس پہونچے اور مسلمان ہو گئے -

حضرت حمزہ عم رسولؐ کے اسلام قبول کرنے کی یہ کیفیت ہے کہ ایک روز وہ شکار سے آتے تھے راستہ مین سُنا کہ ابوجہل نے آنحضرت محمدؐ کو آج بہت تنگ کیا ہے - تقاضاے حمیّت وہ ابوجہل کے پاس بازپرس کرنے کو گئے - اور پھر خود علانیہ مسلمان ہو گئے -

حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ کا اسلام کفار مکہ کے لیے زاید اشتعال کا سبب ہوا پہلے نزاع شخصی تھی اور اب قومی جھگڑہ شروع ہوا - ابتدا مین دس ابیس مفسد آنحضرتؐ کے مخالف تھے اور اب کل قریش ایک دل ہو کر مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے - نبوت کے ساتوین سال شروع ہونے پر ایک روز کفار مکہ نے جمع ہو کر ابوطالب عم رسولؐ کو بلایا - اور صاف صاف لفظون مین سنایا کہ "تم محمدؐ کو ہمارے حوالے کرو کہ ہم اُسے ہلاک کر ڈالین یا ہم سے جنگ کرو" ابوطالب گھر پر آئے اور آنحضرتؐ کو بلا بھیجا - آنحضرت کے آنے پر چچا بھتیجے مین گفتگو شروع ہوئی - ابوطالب نے قریش کی گفتگو سنا کر کہا "محمد ہم مین قریش سے لڑنے کی طاقت نہین ہے - اپنی جان کا خیال کرو اہالی مکہ کے معبودون کو بُرا نہ کہو" آنحضرت سمجھے کہ ابوطالب میری حمایت سے دست بردار

ہوتے ہیں - ابوطالب کی تقریر کا منشا ہی یہ تھا - آنحضرت نے فرمایا "اگر آسمان سے آفتاب اور ماہتاب اوتر کر میرے داہنے اور بائیں آجائیں جب بھی میں باز نہیں آسکتا" یا دوسری روایت کے مطابق یہ فرمایا کہ "میں جو کچھ کرتا ہون خدا کے حکم سے کرتا ہون - آپ کی تخویف مجھے روک نہیں سکتی آپ میری مدد کیجیے تو بہتر نہیں تو خود اللہ کی مدد مجھے کیا کم ہے" آنحضرت یہ کہکر رونے لگے اور رونے کا مقام ہی تھا - ایک طرف دلسوز چچا کی نصیحت اور دوسری طرف خدا کا حکم - خدا کا حکم توڑا لنے کے لائق نہیں اور چچا ہے کہ فرط محبت میں خیر خواہانہ گفتگو کر رہا ہے - غرضکہ آپ وہان سے افسردہ خاطر اٹھے اور گھر کا رخ کیا - آنحضرت کے مایوس اٹھنے پر ابوطالب کا دل بھر آیا اور ایک کہن سال باعزت بہادر کی حیثیت سے انھون نے کہا "اچھا جاؤ اپنا کام دیکھو جو جی مین آئے کرو - جب تک میں زندہ ہون تمھارا بال بیکا نہیں ہوسکتا"

ابوطالب نے جب آنحضرت کو کفار کے سپرد نہ کیا تو خود کفار آنحضرت کی فکر مین ہوئے کہ کسی طرح آپ کو ہلاک کریں - ابوطالب نے تمام ہاشمیون (بنو ہاشم) کو جمع کر کے صورت حال بیان کی - سب نے ابوطالب کا ساتھ دیا - اور مذہبی لڑائی کی جگہ ایک گونہ خاندانی لڑائی ٹھن گئی - بنو ہاشم مین اسوقت تک بہت کم مسلمان تھے لیکن باقتضاے حمیت خاندانی یہ ایک طرف تھے اور تمام قریش دوسری طرف تھے - مسلمانون کو یہ خوف تھا کہ مبادا رات کو یا دن کو اچانک قریش حملہ آور ہون اسلیے آنحضرت مع

تمام اصحاب کے ابوطالب کے وسیع مکان مین چلے آئے اور وہین تمام بنو ہاشم بھی رہنے لگے - اس مکان کو ایک گڈھی فرض کرنا چاہیے - مؤرخون نے اسے شعب لکھا ہے - ماہ محرم کی پہلی تاریخ کا یہ واقعہ ہے - کفار نے یہ حالت دیکھ کر لڑنے کی تو ہمت نہ کی - لیکن آپس مین اتفاق کرکے اس شعب کے رہنے والون کو اپنی قوم سے علیحدہ کردیا اور اُنکے ساتھ ویسا ہی برتاؤ شروع کیا جیسا ہندوستان مین اکثر اقوام خطاکارون کو خارج از برادری یا کو ذات کردیتے ہین - اہل شعب کے ساتھ اُنھون نے مناکحت - مبایعت مخالطت اور مکالمت بند کردی - شعب سے جب کوئی نکلتا تھا تو لوگ اُسکو مارتے تھے - بازار مین چیز خریدنے یا بیچنے نہ دیتے تھے - حتی کہ ایام حج مین شعب سے باہر نکلنے نہ دیتے تھے - انسان کی فطرت یون رکھی گئی ہے کہ ایک دوسرے سے استعانت چاہے بغیر رہ نہین سکتا - اس قید نے اہل شعب پر بڑی مصیبت ڈالی جسمانی اور روحانی تکلیف کے علاوہ رزق کی تنگی بھی شروع ہوئی - ناتے کنبے والے جب کبھی چھپ کے کوئی چیز بھیجتے تھے اور لوگون کو خبر ہوجاتی تھی تو وہ اپنے ہمچشمون مین رسوا کیے جاتے تھے اور بدعہد قرار پاتے تھے - تین برس یہ قید قایم رہی - قید سے چھوٹنے کے حالات جاننے کے لیے تاریخ الاسلام پڑھنا چاہیے -

ابوطالب کے مرنے پر چند دنون کے بعد حضرت خدیجہ کبری (رضی اللہ عنہا) زوجہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے انتقال کیا - آنحضرت کو ابوطالب اور خدیجہؓ کے مرنے کا بڑا غم ہوا اور اسی لیے اس سال کو

آنحضرتؐ نے عام الحزن رنج کا سال کہا۔ ابوطالب اور خدیجہؓ کی موت سے کافرون کو دلیر کر دیا۔ اُنھون نے پھر زیادتی شروع کر دی۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ پر کافرون نے راہ چلتے خاک ڈال دی۔ آپ اندر آئے تو آپ کی کسی لڑکی نے تمام جسم سے خاک جھاڑی۔ آنحضرتؐ ملول تھے اور کہتے تھے کہ ابوطالب کی حیات مین قریش دبے رہتے تھے خیر کچھ پروا نہین اللہ تعالیٰ حمایت کرے گا۔

اب مکہ اس قابل نہ رہا کہ آنحضرتؐ وہان قیام کرتے۔ لوگ ہر طرح بے ادبیان کرنے لگے۔ آنحضرتؐ نے نواح مکہ مین دعوت اسلام کا ارادہ کیا اور اس غرض سے مع اپنے خادم زید بن حارثہ کے قبیلہ بنی بکر مین پھر کر قوم قحطان کے پاس تشریف لے گئے۔ لیکن کہین ٹھہرنے کی صورت نظر نہ آئی۔ صرف یہی نہین کہ وہ لوگ اسلام کی طرف مائل نہین ہوئے۔ بلکہ اہل مکہ کی طرح وہ لوگ بھی ایذا رسانی کے درپے ہوئے۔ شور کرتے تھے۔ بناتے تھے۔ آوازے کستے تھے۔ پتھر مارتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ وہ کسی طرح جہالت مین اہل مکہ سے کم نہ تھے۔

تھوڑے دنون تک باہر رہکر جب آنحضرتؐ پھرے تو راہ مین چند مسلمانون سے ملاقات ہوئی۔ اُنھون نے عرض کیا کہ "طائف مین بیہودہ لوگون نے جو کچھ آپ کے ساتھ برتاؤ کیا اہل مکہ اُس سے واقف ہین۔ یہان بھی چند بھگڑے آپ کے لیے طیار کیے گئے ہین۔ مکہ چلنا کسی طرح مصلحت نہین"۔ آنحضرتؐ کوہ حرا پر ٹھہرے اور سرداران مکہ کے پاس پیغام بھیجا لیکن کسی نے

آپ کو اپنی حمایت مین لینا پسند نہین کیا - اخیر مین مطعم بن عدی راضی ہوا اور کوہ حرا سے آنحضرتؐ کو ساتھ لایا اور لوگون کے پوچھنے پر بولا کہ مین محمدؐ کا مجیر اور حامی ہون - دستور جاہلیت کے موافق پھر کوئی آنحضرتؐ سے بول نہ سکتا تھا - مطعم بن عدی آنحضرتؐ کو اپنے گھر لے گیا اور اُسکے تمام گھر والے آنحضرتؐ کی محافظت کرنے لگے اور چند روز تک آنحضرتؐ اور اُنکے اصحاب امن کے ساتھ رہے -

نبوت کے گیارہوین سال قبیلہ خزرج کے چار یا چھ شخص جو مدینہ سے حج کرنے آئے تھے مسلمان ہوئے - انھون نے مدینہ مین جاکر آپ کا ذکر کیا اور یہی گویا ہجرت مدینہ کی بنیاد پڑی -

تیرہوین سال ایک جماعت کثیر مدینہ سے حج کرنے آئی اور انمین بہت سے لوگ مسلمان ہوئے -

دوسرے سال ایام حج مین حضرت مصعب مکہ مین آئے اور پچھتر ۷۵ آدمیون کو آنحضرتؐ کے ہاتھ بیعت کرنے کے لیے ساتھ لائے - ان لوگون نے مسلمان ہوکر آنحضرتؐ سے استدعا کی کہ آپ مدینہ مین چل کر قیام فرمائیے جب مدینہ والون سے پورا اطمینان ہولیا تو آنحضرتؐ نے مسلمانان مکہ کو مدینہ جانے کے لیے عام اجازت دی - مکہ مین یہ لوگ زندگی سے بیزار تھے حکم ہوتے ہی انھون نے روانگی شروع کر دی -

اہل مدینہ کے مسلمان ہونے اور مکہ سے مسلمانون کی ہجرت کرنے سے کفار قریش بہت خائف ہوئے - ڈرے کہ محمدیون نے زور پکڑا تو بدلا ضرور

لین گے - اور سب نے ملکر شوری کیا پہلے آنحضرت کا قید کرنا پھر جلا وطن کرنا شوری مین پیش ہوا - اخیر مین ابوجہل نے یہ راے دی کہ محمد ہلاک کیے جائین اور کثرت راے سے یہی تجویز قرار پائی - لیکن ابوبکرؓ کے ساتھ آنحضرت مکہ سے چھپ کر نکل گئے اور بدشواری دشمنون سے خود کو بچاتے ہوے مدینہ پہونچ گئے مفصل حالات پڑھنے مین بڑی دلچسپی ہے -

مہاجرون (ہجرت کرنے والے مسلمان قریش) کے لیے مدینہ باعتبار آب وہوا کے اچھا نہ تھا - مکہ کی بالکل خشک آب وہوا تھی اور مدینہ کی مرطوب اسپر سے سفر کی بے سروسامانی اور بے اعتدالی - مدینہ مین صفائی بھی کم تھی تھوڑے دنون مین مسلمانون کو تغیر آب وہوا کا اثر معلوم ہونے لگا - اکثر مسلمان جاڑے بخار یا وبائی بخار مین مبتلا ہو گئے - جب بخار مین وہ ہزیان بکتے تھے تو کفار مکہ کو گالیان دیتے تھے جنکی وجہ سے مکہ کی لطیف آب وہوا انسے چھوٹی تھی - یہ مصیبت زائد عرصہ تک رہی - کچھ تو آب وہوا موافق آگئی اور کچھ مسلمانون کی صفائی نے گویا میونسپل بائی لا جاری کر کے تمام شہر کو عفونت اور گندگی سے پاک کر دیا -

اب صرف فاقہ کشی کی ایک تکلیف رہگئی تھی جسمین عرصہ تک مہاجر مبتلا رہے جب تک متمول مہاجرون کے پاس سرمایہ تھا غریب مہاجرون کی خبرگیری ہوتی رہی - تھوڑے دنون مین امیر وغریب سب برابر ہو گئے - انصار یعنے مسلمانان مدینہ کب تک مہمانی کا بوجھ اٹھاتے - پھر بھی وہ بہت کچھ کرتے تھے - مسلمانون پر یہ زمانہ بڑی عسرت کا تھا اور اسکے ساتھ ہی بڑے امتحان

کا بھی تھا۔

غرضکہ ہجرت کے اول ہی سال مسلمانون کا پوراسکہ مدینہ مین بلیٹھ گیا۔صرف ایک فاقہ کشی کی تکلیف تھی وہ بھی چند سال کے بعد رفع ہوگئی۔مسلمانون کی تاریخ مین ہجرت مدینہ ایک بڑا واقعہ ہے اور اسی سے سنہ ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔

آج تک مسلمانون نے جسقدر صبر کیا وہ طاقت بشری سے باہر تھا۔ وہ بھی انسان تھے۔عرب کا خون رگون مین تھا تعداد مین کم سہی لیکن کیا کم تعداد کی جماعت مین غصہ ناپیدا رہتا ہے۔کمزور زبردست سے کبھی جھنجھلا کر جھپٹ نہین جاتا۔"سنور مغلوب یصول علی الکلب" لیکن مجبوری یہ تھی کہ آنحضرتؐ کے حکم بغیر اصحاب کچھ کر نہ سکتے تھے اور آنحضرت کا حکم بلا وحی (حکم ربانی) کے صادر نہ ہو سکتا تھا یا یہ کہ آپکو ایک وقت خاص کا انتظار تھا۔حکم جہاد ہوتے ہی مسلمان اس طرح بپھر گئے جس طرح بھوکا شیر پنجرے سے باہر کردیا جائے۔آنحضرتؐ کے زمانہ مین غزوات کی تعداد ۱۹ سے ۲۷ تک اور سریہ کی تعداد تقریباً ۵۶ تک بیان کی جاتی ہے۔انمین سے ابتدائی حملے مسلمانون کے لوٹ مار کی قسم سے تھے اور اسی لیے یورپ کے بعض متعصب مورخین نے آنحضرت محمدؐ کو لٹیرون کا سردار لکھا ہے۔ضرور ہے کہ یہان لوٹ مار کی تشریح کردی جائے تاکہ مسلمانون پر یہ اتہام عاید نہ ہو۔ مکہ کے رہنے والے شام کو برابر تجارت کی غرض سے آتے جاتے تھے مدینہ راہ مین پڑتا تھا۔نواحی مدینہ سے جب یہ کفار گذرتے تھے تو مدینہ کے

مسلمانون کو خبر ملتی تھی - مکہ والون نے جو زیادتیان مسلمانون کے ساتھ کی تھین وہ اوپر بیان کی گئین - مکہ کا کوئی کافر ایسا نہ تھا کہ مسلمانون کا اُس سے بدلہ لینا بیجا سمجھا جاتا - اسلیے بلا استثنار قریش کے کافرون پر مسلمان حملہ کرتے تھے اور کبھی کبھی کامیاب بھی ہوتے تھے - ان حملون کو کسی طرح بیجا نہین کہا جا سکتا اور نہ اسے لوٹ مار سے تعبیر کر سکتے ہین -

بعض متعصب مورّخ لکھتے ہین کہ پیغمبر کی شان سے بالکل بعید ہے کہ وہ اپنے ساتھیون کو لوٹ مار کا حکم دے - لیکن کفار کی پچھلی زیادتیون کو سنکر کوئی سمجھ دار ایسا نہین کہہ سکتا - تمام قریش نے ایک دل ہو کر مسلمانون کو مدینہ سے نکال دیا - اور مال و اسباب بھی کچھ کچھ ضبط کر لیا - مسلمان ہونے کے جرم مین جہان تک انسے ممکن ہوا مسلمانون پر سختیان کین - اب کیا پیغمبرؐ کی یہ شان تھی کہ لوگون کو ایمان لانے کے قصور مین اتنی سب سزائین دیجاتین اور وہ پھر بھی سزا پانے والون سے یہی کہے جاتا کہ تم صبر کرو -

اسلام پھیلانے مین قریش بہت بڑے ہارج تھے - انکا زیر کرنا بھی اس حیثیت سے لازم تھا - یہی خیال اور بھی چند مورخین کا ہے - لیکن بعض مورخین یہ لکھتے ہین کہ آنحضرتؐ نے کبھی لوٹ مار کا حکم نہین دیا - پیغمبر خدا کو یہ خوف تھا کہ مدینہ پر کہین قریش حملہ نہ کرین - اُنکے آنے جانے کی خبرین سنکر لوگون کو آنحضرتؐ تفحص حالات کے لیے تعنات کرتے تھے - تفحص حالات کے لیے اصحاب کا جانا مورخون نے سریہ یعنے جنگ کے لیے فوج کا بھیجا جانا غلط سمجھ لیا ہے - اس خیال کے مورخون کا بیان ہے

بدر کی لڑائی تک جو لوگ قریش کے قافلہ کی طرف گئے وہ سب تفحص حال کے لیے بھیجے گئے تھے کہ کہین مدینہ پر کفار عرب کا حملہ تو نہ ہو یا جو متعلقین مسلمانون کے مکہ مین ہین دریافت کرین کہ اُنکے ساتھ کیا برتاؤ کفار مکہ کرتے ہین - بدر کی لڑائی مین آنحضرت جو مدینہ سے نکلے وہ بھی جنگ کی غرض سے نہین بلکہ قریش کی آمد کی خبر سنکر آپ یہ مناسب سمجھے کہ مسلمان مدینہ مین چھپے بیٹھے رہین آپ کا یہ خیال تھا کہ جن لوگون نے مسلمانون کو پناہ دی ہے یہ اُنکے تنغص کا سبب ہوگا - بہتر ہوگا کہ آگے بڑھکر مسلمان قریش کو روکین - جو ہونا ہے وہین ہو رہے گا - مدینہ کے باشندون پر بلا کا نازل ہونا اچھا نہین -

بعضے حملے مسلمانون کی طرف سے نواحی مدینہ کے باشندون پر بھی کیے گئے - نہ اسلیے کہ اُنکے مال و متاع کو لوٹ کر بیٹ پالا جائے بلکہ اسلیے کہ اُنکی زیادتیون نے حفاظت خود اختیاری پر مسلمانون کو مجبور کر دیا تھا -

سال اول کے اخیر یا سال دوم کے شروع مین پہلا غزوہ ابوا کا ہوا - یہ مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان مین ہے - آنحضرتؐ اسعد بن عبادہ کو مدینہ مین اپنا خلیفہ چھوڑ کر قریش کے حامی قبیلہ بنی حمزہ کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے بمقام ابوا قبیلہ بنی حمزہ کے لوگ بصلح پیش آئے اور اسلیے لڑائی کی نوبت نہین آئی - صلح اس امر پہ ہوئی کہ وہ کفار قریش یا مدینہ کے مسلمان کسی کا بھی ساتھ نہ دین گے - شرط صلح سے ظاہر ہے کہ نیت مسلمانون کی کیا تھی -

غزوہ بدر کبری کی کیفیت یون بیان کی گئی ہے کہ ایک بڑا مال تجارت کا

مکہ سے شام کو ابوسفیان امیر قافلہ کے ذریعہ سے گیا۔ شام سے پھرتے ہوئے اُسے نواحی مدینہ سے گذرنا ضرور تھا اور یہ بھی یقینی تھا کہ جب مسلمان بدلہ لینے پر تلے ہوئے ہین تو جنگ کا ہونا ممکن ہے۔ اسلیے ابوسفیان نے مکہ مین مدد کے لیے آدمی بھیجا۔ قاصد اونٹ کے کان کاٹ کر۔ زین اولٹی باندھ کر گریبان دریدہ شہر مین داخل ہوا۔ تمام شہر مین اُسکے آنے سے تہلکہ مچ گیا۔ چونکہ مال تجارت کل قوم کا تھا اسلیے تمام اہل مکہ کو اس قافلہ سے تعلق تھا اور یون آنحضرت محمدؐ کی دشمنی ہی کیا کم غرض مشترک تھی۔ تمام مکہ کے جنگ جو شہر سے نکل پڑے۔ مکہ کے اکثر اہل الرائے اس خروج کے مخالف تھے اور اخیر تک وہ مخالفت پر قایم بھی رہے مگر ابوجہل کی جوڑ بازی کے سامنے کسی کا بس نہ چلا۔ ادھر آنحضرتؐ چلے۔ اُدھر شام سے ابوسفیان کا قافلہ آیا۔ مکہ سے تمام صنادید قریش ابوجہل کی رہنمائی مین چل کھڑے ہوئے تھے۔ ابوسفیان ساحل بحر سے دب کر نکل گیا۔ مسلمانون کو خبر نہ ہونے پائی گو اُسنے ابوجہل کو بھی واپس بلانا چاہا اور کہلا بھیجا کہ جب مال بچا لایا گیا تو پھر جنگ سے کیا مطلب۔ مگر یہان تو اُسکی موت آپہنچی تھی بھلا وہ کیونکر راضی ہوتا۔ مدینہ سے چلتے وقت مسلمانون کو یہ علم نہ تھا کہ اس لڑائی مین تمام قریش سے مٹ بھیڑ ہو جائیگی۔ وہ جانتے تھے کہ صرف ابوسفیان کے قافلہ والون سے مقابلہ ہوگا۔ جب مسلمانون کو معلوم ہوا کہ جنگ کا پورا سامان ہے تو آنحضرتؐ نے مسلمانون کا استمزاج لینا چاہا۔ مہاجرین تو کفار مکہ پر خار کھاتے ہی تھے اُنکی مستعدی کچھ مستبعد نہ تھی لیکن انصار کو مستعد پا کر آنحضرت بہت محظوظ

ہوئے۔ مدینہ کے مسلمانون نے کہا کہ ہم حضرت موسیٰ کی نافرمان امت نہین ہین کہ " اذہب انت وربک فقاتلا " کہکر الگ ہوجائین۔ ہم آپ کے ساتھ سر دینے کو طیار رہین۔

ابوسفیان کی جماعت ابوجہل کے ساتھیون سے ملی۔ جب بھی یہ بحث ہوتی رہی کہ لڑنا مصلحت ہے یا واپس جانا۔ کثرت رائے واپس جانے پر تھی لیکن ابوجہل کو لڑائی کی زیادہ تمنا تھی۔ اُسنے اخیر مین عامر کو گانٹھا جسکا بھائی عمرو بن حضرمی سریہ عبداللہ مین مارا گیا تھا۔ وہ ننگے سر " واعمراہ " کہتا ہوا لشکر مین شور مچانے لگا۔ اس آخری فکر مین ابوجہل کامیاب ہوا اور لڑائی چھڑ گئی

اس جنگ مین ابوجہل کے ساتھ ساڑھے نوسو لڑنے والے تھے اور کچھ ابوسفیان کے بھی ساتھ تھے۔ انکے مقابلہ مین مسلمانون کی تعداد بہت کم تھی۔ بیان کیا گیا ہے کہ صرف تین سو پانچ مسلمان اس لڑائی مین آنحضرتؐ کے شریک تھے جنمین سے اسّی تو مہاجرین تھے اور باقی انصار تھے۔ جو لوگ مکہ سے مدینہ مین آکر آنحضرتؐ کے ساتھ بسے تھے وہ مہاجر کہلاتے تھے۔ اور مدینہ کے مسلمان انصار بولے جاتے تھے۔

جنگ کی ابتدا یون ہوئی کہ تین کفار قریش یعنے عتبہ وغیرہ نے میدان جنگ مین آکر مرد مقابل طلب کیے تین شخص انصار کے بڑھے لیکن اُنھون نے کہا کہ ہم انسے لڑنا ننگ سمجھتے ہین یہ سنکر مہاجرین سے حمزہؓ۔ علیؓ۔ عبیدہؓ سامنے آئے۔ حمزہؓ اور علیؓ نے تو اپنے اپنے مبارز کو فوراً ہی ہلاک کیا لیکن عبیدہؓ سے برابر کی لڑائی ہوئی۔ عبیدہؓ نے زخم کھایا اور اپنے مبارز کو بھی

زخمی کیا حمزہؓ اور علیؓ نے بہونچکر عتبہ کے مبارز کو بھی ہلاک کیا۔ اسکے
بعد پوری جنگ شروع ہوئی۔ کفار کا تکبر اور پھر اسپر سے باہمی اختلاف ایک
طرف تھا اور دوسری طرف دل جلے مسلمان اور سب سے بڑھکر تائید
غیبی۔ میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا۔ بہت سے کفار مارے گئے اور قید
کیے گئے۔ کفار بھاگے تو مسلمانون نے تعاقب کیا۔ حالت تعاقب مین کچھ
کفار اسیر ہوئے اور مال غنیمت مسلمانون کے ہاتھ آیا۔ مقتول کفار کی تعداد
ستر بیان کی گئی ہے اور اتنے ہی اسیر بھی ہوئے تھے۔ مسلمانون کی طرف
سے صرف ۱۴ مسلمان کام آئے جنمین سے چھ مہاجر تھے اور آٹھ انصار۔

اس لڑائی مین تمام بڑے بڑے دشمن اسلام کے مارے گئے۔ وہ لوگ جو ہجرت
کی رات مکہ مین خانہ رسول کے محاصر تھے باستثنا ایک شخص کے جو بعد کو مسلمان
ہوا اور سب کے سب مارے گئے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مسلمانون کے
دشمن معدوم ہو گئے تھے۔ جوش جاہلیت نے اور نئے نئے دشمن پیدا کیے
جنکی لڑائیون کا حال مفصل تاریخ الاسلام مین مندرج ہے۔

ابتداے اسلام کی حالت ہی ایسی تھی کہ فوجی قانون (مارشل لا)
جاری کیے بغیر کام نہ چلتا۔ کہین دو چار ابو جہل مدینہ مین بھی پیدا ہو جاتے
تو مسلمانون کا رہنا دشوار ہو جاتا۔ اسلیے اہل مدینہ اور اسکے اطراف کے یہودیون
سے جب کوئی زیادتی ہوتی تھی تو پھر بدلہ لینے مین مسلمان تامل نہ کرتے تھے
لیکن کسی حالت مین وہ انصاف۔ تہذیب اور اعتدال سے متجاوز نہ ہوتے
تھے۔ اور ایک بات اور بھی تھی کہ مدینہ مین آنحضرتؐ کی حالت سلطان وقت

کی سی تھی - اور سلطان وقت کے خلاف سازش کرنے والے باغیون کو سزا دینا ہر حالت مین ضرور تھا -

پہلے عرب مین کوئی بادشاہ نہ تھا نہ کوئی بادشاہی قانون تھا - آپس کے دستور اور معاہدہ کے مطابق ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے برتاؤ رکھتا تھا - اور قبیلہ کے سردار گویا قبیلہ کے حکمران ہوتے تھے - جب مسلمان مدینہ مین آئے تو قرب جوار کی قومون سے دستور کے مطابق معاہدے ہوئے کہ ایک دوسرے کا برا نہ چاہے اور باہم مراسم احترام قایم رہین - مدینہ مین ایک قبیلہ یہودیون کا بنی قینقاع تھا یہ لوگ اپنے معاہدہ پر قایم نرہے مسلمانون سے بے ادبیان شروع کین - ایک مسلمان عورت سے تمسخر کرنے پر فریقین کے ایک ایک آدمی مارے گئے - پیغمبر خدا نے اُنکو بلا بھیجا اور باآشتی گفتگو کی مگر اُن لوگون نے کچھ خیال نہ کیا وہ کہنے لگے کہ قریش پر غالب رہنے سے آپ کچھ گھمنڈ نہ کیجیے - وہ فن جنگ سے واقف نہ تھے ہم لوگ اس فن کے ماہر ہین - ہم سے ڈرتے رہیے اہل سیر نے لکھا ہے کہ مسلمانون کے عروج پر وہ لوگ حاسد بھی تھے - غرضکہ باہم لڑائی کی ٹھہر گئی - جب مسلمان پہونچے تو وہ اپنی گڈھی مین پناہ گزین ہوگئے اور پھر پندرہ دن کے بعد اسیر ہوئے - اخیر مین ترک شہر پر راضی ہونے پر وہ راضی ہوئے اور اسی شرط پر اُنکی جان بخشی کی گئی -

ابو سفیان نے قسم کھائی تھی کہ محمد یا اصحاب محمد سے انتقام لیے بغیر وہ عورت سے صحبت نکرے گا - نہ سر مین تیل ڈالے گا - آنحضرتؐ سے اب انتقام لینا آسان نہ تھا اسلیے محض قسم اوتارنے کو وہ کچھ آدمی لیکر نواحی مدینہ تک آیا - مدینہ

سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مسلمان اور اُسکے ایک مزدور کو مار گرا اور چند خرمے کے درختوں اور رہنے کے گھرون مین آگ لگا کر چلا گیا - آنحضرتؐ نے خبر پاکر تعاقب کیا لیکن ابوسفیان بھاگا اور بھاگتے ہوئے بار ہلکا کرنے کی غرض سے سویق (ستو) کے بورے گراتا گیا - اسی وجہ سے اسکا نام غزوہ سویق رکھا گیا -

عراق اور مکہ کی راہ مین مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر قرقرۃ الکدر واقع ہے - مسلمانون کو خبر پہونچی کہ وہان بنو سلیم اور بنو غطفان فساد کے لیے جمع ہوئے ہین - آنحضرتؐ نے اُنپر چڑھائی کی - وہ لوگ تو بھاگ گئے لیکن اُنکے چرواہے ۵ سو اونٹ سمیت گرفتار ہوئے - مال غنیمت مسلمانون مین تقسیم ہوا ان چرواہوں مین یسار نام ایک غلام تھا وہ آنحضرتؐ کے حصہ مین آیا اور مسلمان ہوا - آنحضرتؐ نے اُسے پھر آزاد کر دیا -

اب ہجرت کا تیسرا سال شروع ہوا - ہجرت کے دوسرے سال اور حکم جہاد کے پہلے ہی سال آنحضرتؐ نے حکم رانی کی ایک حیثیت پیدا کر لی تھی - آپ مسلمانون کے سردار اور مقتدا تو تھے ہی اب گرد و نواح کے لوگ بھی آپ کا خیال رکھنے لگے جو عداوت اور کینہ رکھتے تھے (اور ایسے لوگ بہت تھے خود انصا مین کتنے منافق تھے) وہ بھی کھلم کھلا اظہار بغض مین تکلف کرتے تھے - اور تکلف نہ کرتے تو باغی قرار پاکر اپنے اعمال کی سزا پاتے - چنانچہ آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ مدینہ سے کچھ تھوڑی دور پر نواحی نجد مین بمقام ذی امر کچھ یہود اسلیے جمع ہوئے ہین کہ مسلمانون پر اچانک آپڑین اور نقصان پہونچائین آنحضرت

نے خود پیشقدمی کی اور کوئی ساڑھے چار سو آدمی ساتھ لیکر موقع پر پہونچ گئے۔ یہود پہاڑون مین جا چھپے اور مقابلہ نہ کر سکے۔ مسلمان مخلا بالطبع ہوکر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ آنحضرتؐ ایک درخت کے نیچے تنہا سو رہے تھے کہ ایک یہودی شمشیر بکف پہاڑی سے اوترا اور کہنے لگا" من یمنعک منی" بتاؤ تمھین کون بچائیگا۔ آنحضرت نے کہا اللہ تعالی۔ یہ سنتے ہی وہ ایسا مرعوب ہوا کہ تلوار اُسکے ہاتھ سے گر پڑی۔ آنحضرتؐ نے اُسکی تلوار ہاتھ مین لیکر پوچھا کہ اب بتاؤ تمھین کون بچائیگا۔ اُس یہودی کے مُنھ سے نکلا" اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ" یعنے وہی اللہ جس نے اپنے رسول کو بچایا۔ اس غزوہ مین کوئی لڑائی نہین ہوئی نہ کچھ مال غنیمت دستیاب ہوا۔

جب مکہ والون کو معلوم ہوا کہ مسلمانان مدینہ ہماری تاک مین رہتے ہین تو اُنھون نے یثرب یعنے نواحی مدینہ کا راستہ چھوڑ کر عراق عرب یعنے مدینہ سے مغرب ہوکر شام جانے کا ارادہ کیا۔ مسلمانون کو اسکا پتہ لگ گیا۔ زید بن حارثہ کو آنحضرتؐ نے روانہ کیا۔ قریش بھاگ گئے۔ ابکی انکے ساتھ مال بہت تھا اسلیے بہت کچھ نقد و جنس مسلمانون کے ہاتھ لگا۔

کعب بن اشرف یہودی بڑا ہی بدذات شاعر تھا۔ مدینہ کے قریب ہی ایک ٹیلہ پر حصار مین رہتا تھا۔ اپنی قوم کا سردار اور دولتمند بھی تھا۔ جنگ بدر کے بعد یہ مکہ مین گیا اور جانے کی غرض صرف یہ تھی کہ قریش کو اپنی سحر بیانی سے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے مستعد کرے۔ اسکا فساد مسلمانون کو کھلا تھا۔ آنحضرت کے ایما سے چند انصار نے اسے قتل کر ڈالا وہ اپنے کردار کو

پہونچا اور اسلیے اسکے اعزہ نے زیادہ شور وغل نہین کیا۔

قریش نے پورے طور پر سامان کرکے دوبارہ مدینہ پر چڑھائی کی عباسؓ بن عبد المطلب نے پہلے سے آنحضرتؐ کو مطلع کردیا تھا۔ مدینہ کے قریب قریش پہونچے تو مسلمانون نے مشورہ شروع کیا۔ آنحضرت کی راے تھی کہ لوگ مدینہ سے باہر نہ جائین۔ شہر مین گھس کر قریش کو لڑنا مشکل ہوگا اور مسلمانون کو آسانی ہوگی۔ بعض اصحاب نے بھی یہی راے دی۔ لیکن جوان مسلمانون کا شوق شہادت بڑھا ہوا تھا اور جو لوگ بدر مین شریک نہ ہوسکے تھے وہ تو اور بھی زیادہ حریص تھے۔ آنحضرتؐ نے بھی یہی راے منظور کی جب آنحضرت ہتھیار لگاکر باہر چلنے لگے تو بعض اشخاص نے سوچا کہ پیغمبر خدا کی راے سے اختلاف کرنا ٹھیک نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے سنکر کہا کہ "پیغمبر کی شان کے خلاف ہے ہتھیار باندھ کر کھول ڈالنا۔ اب جو ہونا تھا ہوچکا۔"

قریش تین ہزار کی جماعت سے آئے تھے انمین سات سو جوان زرہ پوش تھے۔ سردار فوج کا ابو سفیان تھا اور اسکے ماتحت بہت سے اکابر قریش تھے۔ دشمنون کی تعداد تو زیادہ تھی ہی لیکن مسلمانون نے غلطی کی کہ آنحضرت کی ہدایت پر کاربند نہ ہوئے۔ مسلمان بہت مارے گئے۔ کفار برابر کی لڑائی سمجھ کر واپس گئے وہ یہی غنیمت سمجھے کہ بات رہگئی۔

اسی ۳ھ مین آنحضرت کو معلوم ہوا کہ قطن (ایک پہاڑ ہے فید کی طرف) مین قبیلہ بنی اسد کے چند مفسد جمع ہوکر مسلمانون پر حملے کا قصد رکھتے ہین۔ آنحضرتؐ نے "دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد" پر عمل کرکے ابو سلمہ مخزومی

کو ڈیڑھ سو مسلمانون کے ساتھ جنمین ابوعبیدہ بن جراح اور سعد بن وقاص وغیرہ اکابر بھی تھے دشمن کی گوشمالی کو روانہ کیا۔ مخالفون نے مقابلہ نہ کیا مسلمان فتحیاب ہوئے اور مع مال غنیمت کے واپس آئے۔

اب سنہ ہجری کا چوتھا سال شروع ہوا۔ سال کے شروع ہی مین ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ بہت سے انصار شہید ہوئے۔ قبیلہ نجد بنی عامر سے ابوبرا نام ایک یہودی آنحضرتؐ کے پاس مدینہ مین آیا مسلمان تو نہین ہوا لیکن اسلام کا معتقد معلوم ہوا۔ بظاہر یہ سمجھا گیا کہ وہ تنہا مسلمان ہونا نہین چاہتا کل خاندان کے ساتھ مومن ہونا دنیاوی مصلحتون کے اعتبار سے مناسب سمجھتا ہے۔ خود اسکی درخواست پر چالیس یا ستر اصحاب جنمین اکثر انصار تھے روانہ کیے گئے تاکہ وہ لوگ اسکے وطن مین جاکر اسلام کا وعظ کرین جو مسلمان اسکے ساتھ گئے تھے بے سلاح تھے اور دھوکے سے مارے گئے۔

ایک مرتبہ تمام اکابر اصحاب کو آنحضرتؐ یہود بنی نضیر (مدینہ کے یہودیون کا ایک قبیلہ) کے گھر لیگئے۔ وہان سبھون نے آنحضرتؐ کو پتھر لڑھکا کر شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ آنحضرتؐ کو پتہ لگ گیا۔ آنحضرتؐ نے قبیلہ بنو نضیر کی سزا جلاوطنی تجویز کی۔

سنہ ۵ھ مین آنحضرتؐ کو خبر پہونچی کہ بنو المصطلق کا سردار حارث ابن ضرار مسلمانون پر لشکرکشی کا ارادہ رکھتا ہے۔ تصدیق خبر کے بعد آنحضرتؐ نے خود پیشدستی کی۔ یہود کی طرف سے دس آدمی مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے۔ ادھر صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔ لڑائی مین یہودیون کے

پاؤن اُٹھ گئے - مال غنیمت کے ساتھ مسلمان واپس آئے -

اکثر موزخین کا بیان ہے کہ غزوۂ خندق اسی ۵ھ مین واقع ہوا - اس غزوہ کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہین - بنو نضیر مدینہ سے جلاوطن ہو کر اطراف عالم مین منتشر ہو گئے - حی بن اخطب جو مع اپنے ساتھیون کے خیبر مین جا کر مقیم ہوا تھا چند یہودیون کو ساتھ لیکر مکہ پہونچا - وہ لوگ آنحضرتؐ سے تو لڑنے والے تھے ہی - ان یہودیون کی مدد نے ان کو اور اُبھارا - سرداران قریش نے غلاف کعبہ کے اندر گھس کر تصمیم ارادت کی نسبت قسمین کھائین اور بہت ہی مستعدی اور یکدلی سے یہ لوگ باہر نکلے - چار ہزار آدمی تو قریش کے تھے اور چھ ہزار یہود اور اطراف مکہ کے لوگ جملہ دس ہزار کی جمعیت سے مسلمانون پر چڑھائی کی گئی - مدینہ کے قریب پہونچکر حی بن اخطب نے قبیلہ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسید کو بھی گانٹھا اور اس طرح بنو قریظہ بھی قریش کے ساتھ مل گئے - یہ لڑائی بڑے معرکہ کی ہوئی بالآخر کفار ناکام واپس گئے - اس لڑائی مین مخالفون کی کثرت تعداد پر لحاظ کر کے آنحضرتؐ نے اپنی فوج کو خندق کھود کر محصور کر لیا تھا اس لڑائی مین بنو قریظہ نے بد عہدی کر کے کفار عرب کا ساتھ دیا تھا اسلیے وہ سب کے سب قتل کیے گئے -

اسی ۵ھ کے اخیر مین آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ دومتہ الجندل مین کچھ لوگ جمع ہو کر قطاع الطریقی کرتے ہین - راہ چلنے والون کو سخت مصیبت کا سامنا ہے - ہزار آدمی کی جماعت سے آنحضرتؐ روانہ ہوئے - وہ لوگ تو بھاگ گئے لیکن اُنکے مواشی مسلمانون کے ہاتھ آئے اور مال غنیمت سمجھے گئے - دومتہ الجندل

ایک قلعہ ہے جو مدینہ اور دمشق کے بیچ مین واقع ہے۔

آنحضرتؐ کو خبر پہونچی کہ جماعت انمار اور ثعلبیہ نے لشکر جمع کرکے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے خود سبقت کی۔ دشمنون نے مسلمانون کی مستعدی دیکھکر فرار اختیار کیا۔ مسلمانون کے پاؤن اس سفر مین زخمی ہوگئے تھے زخمون پر چیتھڑے لپیٹنے سے یا جھنڈون مین پیوند لگانے سے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہتے ہین۔

حجاز کے کنارے ایک مقام رجیع نام ہے وہان سے کچھ لوگ مدینہ مین آکر بظاہر مسلمان ہوئے۔ اور چھ مسلمان ارکان دین سکھانے کو اُنکے ساتھ گئے۔ وہ گھر پہونچکر اُنسے لڑے اور اکثرون کو مار ڈالا۔ قصاص خون کے لیے آنحضرتؐ نے بنو لحیان پر چڑھائی کی لیکن اُنکے بھاگ جانے سے لڑائی کی نوبت نہین آئی اور اسی سلسلہ مین محمد بن سلمہ کو آنحضرتؐ نے قضایا کی طرف بکر بن کلاب کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ تھوڑے سے مقابلہ کے بعد دشمن بھاگ نکلے اور مسلمان کامیابی کے ساتھ واپس آئے۔

آنحضرت کے اونٹ مدینہ کے قریب چرتے تھے۔ عبدالرحمن بن عئنیہ نے اونٹون پر چھاپا مارا اور سلمہ ابن عمر بن رکوع نے لٹیرون کا تعاقب کیا جنگل مین سے وہ لوگ اونٹ لے چلے اور سلمہ نے درختون کی آڑ سے تیر مارنا شروع کیا۔ سلمہ بیطرح اُنکے پیچھے پڑا۔ اُنھون نے اونٹ چھوڑ دیے لیکن سلمہ نے اُنکو نہین چھوڑا۔ اپنے اپنے ذرہ اور ہتہیار اُنھون نے پھینک دیے کہ اُنھین لیکے سلمہ پھر جائیگا لیکن سلمہ نہین ہٹا اور دشمن بہت تنگ ہوئے۔ اسکے بعد فریقین

کی طرف سے مدد پہونچ گئی اور دشمنون کو بھاگنے کا صاف راستہ بھی مل گیا
دور تک مسلمانون نے دشمنون کا تعاقب کیا - اور جب پھر کر آئے تو راہ مین چشمہ
ذی قردہ کے پاس دیکھا کہ آنحضرتؐ مع اپنے صحابیون کے مسلمانون کی مدد
کے لیے تشریف رکھتے ہین مسلمانون نے پھر تعاقب کرنا چاہا مگر آنحضرتؐ نے
راے نہ دی اور وہین سے واپس آئے -

آنحضرت کو خبر ملی کہ قریش کچھ مال لیکر شام کی طرف جاتے ہین - زید بن حارثہ
کو آنحضرتؐ نے اس مہم کے لیے تعنات کیا - بمقام عیص قریش کا کاروان ملا -
مال مسلمانون نے لوٹ لیا اور اہل کاروان کو گرفتار کر لیا -

اسی سنہ ۶ھ مین آنحضرت کو خبر ملی کہ بنو بکر بن سعد خیبر کے یہودیون کے ساتھ
سازش کر کے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہین - حضرت علیؓ ابن ابی طالب
باغیون کی سرکوبی کو روانہ کیے گئے بمقام فدک دشمنون سے مقابلہ ہوا - دشمنون
کو ہزیمت ہوئی اور مسلمان مال غنیمت کے ساتھ کامیاب واپس آئے -

اسی سال ایک مرتبہ زید بن حارثہ کو شام کا سفر پیش آیا - انکے ساتھ بہت کچھ
مال تجارت کا تھا وادی قری مین قبیلہ فزارہ کے لوگون نے حملہ کر کے مال اور
اسباب انکے چھین لیے اور کچھ ساتھی انکے شہید بھی ہوئے - یہ ہزیمت پا کر مدینہ
مین آئے اور یہان سے کافی مدد لیکر دشمنون کے مقابلہ کو گئے اور فتحیاب واپس
آئے -

آنحضرتؐ نے خواب مین اپنے کو مع اصحاب کے حج کرتے ہوئے دیکھا
صبح کو حج کا ارادہ کیا - کچھ تو زیارت کعبہ کا شوق اور کچھ وطن مین جانے کی خوشی

اکثر مہاجر اور اُنکے ساتھ انصار بھی سامان سفر مین مشغول ہوئے۔ کوئی پندرہ سولہ سو مسلمان آنحضرتؐ کے ساتھ چلے۔ اور ستر اونٹ قربانی کے لیے ساتھ ہوئے۔ یہ خبر قریش کو پہونچی اور اُنھون نے مزاحمت کا ارادہ کیا۔ آنحضرتؐ کو بھی قریش کا ارادہ معلوم ہوا۔ مکّے کے قریب ایک منزل پر چاہ حدیبیہ کے پاس مسلمان ٹھہر گئے اور وہین سے ایلچیون کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ بالآخر کفار قریش نے مسلمانونکو حج کرنے نہین دیا اور مسلمان صلح کر کے واپس آئے۔

صلح کی گفتگو کرنے کو سہیل آیا۔ مسلمانون کے سامنے اُس نے تین شرطین پیش کین۔ ۱ے چونکہ مسلمانون کی لوٹ مار سے قریش تنگ آئے تھے اسلیے پہلی شرط یہ پیش کی گئی کہ دس۱۰ برس کے لیے مصالحت کی جائے اور اس درمیان مین ایک فریق دوسرے فریق کے مال یا جان سے کوئی تعرض نہ کرے ۲ے اس سال مسلمان واپس جائین آیندہ سال حج کرنے آئین۔ ۳ے کوئی شخص کفّار کا مسلمان ہوکر مدینہ مین جائے تو آنحضرت اُسکے ولی کی درخواست پر اُسکو ولی کے حوالہ کر دین۔ لیکن کوئی مسلمان مرتد ہوکر مکّہ مین واپس جائے تو قریش واپس نہ کرین۔ خیر پہلی شرط تو معقول تھی لیکن پچھلی دو شرطین مسلمانون کو بہت بُری معلوم ہوئین۔ مگر آنحضرتؐ نے کل شرطین منظور کرلین اور تیسری شرط کی نسبت یہ کہا کہ مرتد ہمارے کس کام کا وہ کفّار ہی کے پاس رہے۔ رہے مسلمان وہ سچے دل سے مسلمان ہوکر اگر اہل قریش مین رہین گے تو کیا ہرج ہے۔

صلحنامہ کی تیسری شرط جو بظاہر مسلمانون کے لیے بہت ہی سخت تھی خود کفّار کے لیے مضر ہوئی۔ اسکی صورت یون پیدا ہوئی کہ ابو بصیر بن اسید مکّہ سے

مسلمان

مسلمان ہو کر مدینہ بھاگ آیا۔ یہان اسکے لینے کو دو شخص مکہ سے آئے اور آنحضرتؐ نے صلح نامہ کے مطابق ابوبصیر کو اِن دو شخصون کے حوالے کر دیا۔ وہ یہان سے تو اُنکے ساتھ چلا لیکن راہ مین اُسنے دھوکے سے ایک کو مار ڈالا اور دوسرے کا تعاقب کیا وہ بھاگا ہوا آنحضرتؐ کے پاس آیا اور آنحضرتؐ نے اُسے ابوبصیر کے ہاتھ سے بچایا۔ ابوبصیر کو یہ کھٹکا ہوا کہ شاید وہ دوسرون کے ساتھ پھر مکہ بھیجدیا جاوے اسلیے ایک روز وہ مدینہ سے چل کھڑا ہوا اور ساحل بحر کے قریب ایک مقام عیص نام مین جا کر رہنے لگا۔ ابوجندل بھی خبر پاکر اُسکے پاس کسی طرح پہونچ گیا۔ پھر تو یہ ہوا کہ جو مکہ سے بھاگتا وہ سیدھا عیص مین چلا جاتا۔ مدینہ کا رخ بھی نہ کرتا کہ آنحضرتؐ کو صلحنامہ کی پابندی حوالگی مجبور کرتی۔ آہستہ آہستہ ایک بڑی جماعت مسلمانون کی وہان اکٹھا ہو گئی اور اُنھون نے قریش کے قافلون کے ساتھ وہی برتاؤ شروع کیا جو ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانون نے اختیار کیا تھا یعنے شام سے آتے جاتے کوئی قافلہ انکی زد سے خالی نہ جاتا۔ کفار قریش نے تنگ آکر آنحضرتؐ کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم لوگ شرط سوم سے باز آئے آپ اپنے مسلمانون کو عیص سے طلب کر لیجیے۔ اب یون گویا ہجرت مدینہ کے چھ برس کے بعد مسلمان ہونا قریش کے قومی قانون کا کوئی جرم باقی نہین رہا۔

طبقہ دوم۔ (اسلام کا عروج زمانۂ رسول مین)

صلح حدیبیہ کے بعد تمام حجاز مین مسلمانون کی حکومت تو نہین قایم ہوئی لیکن اتنا ہو گیا کہ اللہ کا نام لینا اور آنحضرتؐ کو اللہ کا رسول کہنا کوئی جرم نرہا

ہر شخص اطمینان کے ساتھ علانیہ ارکان اسلام ادا کرتا تھا اور دوسرون کو مسلمان ہونے کی ترغیب دیتا تھا۔ جب عرب مین ایک گونہ اسلام نے جڑ پکڑی تو آنحضرت کو دوسرے ملکون مین دعوت اسلام کی فکر ہوئی۔ آپ اللہ کے رسول تھے تو رسالت کا انجام دینا بھی لازم تھا۔ چنانچہ گرد و نواح کے بادشاہون کے پاس آپ نے دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ یہ خطوط آخر ۶ھ مین بھیجے گئے۔ اور بعض مورخون کے نزدیک شروع ۷ھ کا یہ واقعہ ہے۔

نام خط لیجانے والے کا	نام ملک جہان خط بھیجا گیا	نام بادشاہ جسکو خط لکھا گیا
عمر بن امیہ	حبشہ یا ابی سینیا	نجاشی
وحیہ کلبی	حمص (شام)	ہرقل
عبداللہ بن خداقہ	مدائن (فارس یا ایران)	کسریٰ پرویز
حاطب بن ابی بلتعہ	سکندریہ (مصر)	مقوقس
شجاع بن وہب	دمشق (شام)	حارث بن ابی شمر غسانی
سلیط بن عمر	یمامہ	ہوزہ بن علی حنفی

ان مراسلات کا نتیجہ یہ ہوا کہ نجاشی شاہ حبشہ علانیہ آنحضرت پر ایمان لایا۔ باذن گورنر یمن جو شاہ ایران کی طرف سے تعنات تھا دائرہ اسلام مین داخل ہوا۔ ہرقل شاہ شام بھی ایمان لایا لیکن اراکین دولت کے خوف سے علانیہ اظہار نکر سکا۔ ظاہر ہے کہ ان لوگون پر مسلمانون کا کوئی دباؤ نہین پہونچا تھا۔ اور نہ ابھی تک ان پر دباؤ پہونچانے کی قابلیت مسلمانون مین تھی۔ شاہ مصر ایمان تو نہین لایا لیکن آنحضرت کی بڑی عزت کی۔

تیرہ برس تک تو مکہ مین اسلام کو کوئی رونق نہین ہوئی۔ لیکن مدینہ کی ہجرت کے بعد ہی اسکی حالت بالکل دوسری ہوگئی اور چھ برس پورے نہین ہونے پائے تھے کہ ایران۔ شام اور مصر تک ایک شور مچ گیا۔ صلح حدیبیہ مین ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اسلام کو دور دور پھیلانے کی کوشش ہونا چاہیے آپس ہی مین لڑجھگڑ کر قوت زایل کردینا بے سود ہے۔

اب ہجرت کا ساتوان سال شروع ہوا۔ اسمین غزوہ خیبر کا سب سے بڑا واقعہ پیش آیا۔ غزوات سابق مین حضرت علیؓ نے جو کچھ ناموری حاصل کی تھی اُس سے کہین بڑھکر اس لڑائی مین اُنکا نام ہوا۔ صورت اسکی یہ ہے کہ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد آنحضرتؐ نے خیبر پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا یہ مقام مدینہ سے آٹھ منزل شام کی طرف ہے۔ اُس زمانہ مین یہان یہودی رہتے تھے۔ یہ لوگ بڑے زبردست اور سرکش تھے۔ بنو نضیر جب مدینہ سے اوجڑ کر وہان بسے تو انکے کہنے سے اہل خیبر نے جنگ خندق مین قریش کی مدد کی۔ حدیبیہ کی لڑائی مین بھی انکی شرکت کا مسلمانون کو اندیشہ تھا اور بڑا سبب تو یہ تھا کہ اللہ کے نام کا ظاہر کرنا مسلمانون کو مقصود تھا۔ ابتدا مین تو مسلمانون نے تلوار سے کام لینا پسند نہ کیا۔ لیکن اتفاقات سے مسلمانون کو اسلام پھیلانا کیا خود اپنی جان کا بچانا بے تلوار کے مشکل نظر آیا۔

اس لڑائی مین پندرہ مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے یہود مارے گئے مسلمان خیبر سے کامیاب پھرے۔ خیبر کے باغون اور پیداوار آراضی کی نسبت یہ بندوبست کیا گیا کہ جو لوگ وہان اطاعت پذیر تھے اُنکے حوالے اہتمام کیا

گیا کہ نصف پیداوار وہ اپنی اجرت مین لین اور جو بچے اُسے بیت المال مین داخل کیا کرین۔

خیبر کے قریب پہونچکر ایک آدمی اہل فدک کے پاس دعوت اسلام کے لیے آنحضرتؐ نے بھیجا۔ ان لوگون نے کہا پہلے مسلمان اہل خیبر سے فرصت پالین جب ہم لوگون کو اسلام پر بلائین۔ خیبر فتح ہونے پر مسلمان ادھر متوجہ ہوئے فدک کے یہودنے نہ مسلمان ہونا پسند کیا اور نہ لڑنے پر جرأت کی۔ مجبور ہوکر مصالحت پر رجوع ہوئے۔ نصف زمین فدک کی رسول اللہ کے نذر کی۔ اور بقیہ نصف پر امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب کے عہد تک وہ قابض رہے اُسکے بعد حضرت عمرؓ نے مصالح ملکی پر نظر ڈال کر پچاس ہزار درم پر اُنکا نصف حصہ بھی بیت المال کے لیے خریدلیا اور اُنکو شام کی طرف جلاوطن کردیا کیونکہ ایسے لوگون کا جو خیالات بغاوت سے کسی طرح باز نہین آتے تھے ملک مین رہنا ملک کی کمزوری کا سبب ہوتا تھا۔

اسکے بعد وادی القریٰ اور تیما کے یہودیون نے جزیہ دینا قبول کرکے مسلمانون کی تبعیت اختیار کی۔

دوسرون کے ملک پر زبردستی چڑھ دوڑنا اور جزیہ لیکر چھوڑنا بظاہر مسلمانون کے اخلاق پر دھبہ لگاتا ہے اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی نوعیت بیان کی جائے۔

شروع شروع مسلمانون نے اپنے دشمنون پر محض انتقام کے لیے ہتھیار اُٹھایا جب وہ فی الجملہ مغلوب ہوگئے تو آنحضرتؐ کو حاکم وقت کی حیثیت حاصل ہوئی

تمام گرد و نواح مین بدامنی تھی (نواحی شام مین مسلمانون کے مال تجارت کا لوٹا جانا ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے۔) نہایت بُرے طور کے قانون جاری تھے۔ چھوٹون اور کمزورون کے ساتھ نہایت خراب برتاؤ ہوتا تھا۔ تمام ظلم پھیلا ہوا تھا۔ مراسم قبیحہ سے سچی خوشی قوم سے مفقود تھی۔ آنحضرتؐ نے عام طور پر یہ ارادہ کر لیا کہ قرآن یعنی قانون ربانی کے مطابق ہر جگہ انصاف کیا جائے۔ اسی غرض سے آپ نے دعوت اسلام شروع کی۔ دعوت اسلام کا یہ مطلب تھا کہ "تم لوگ اللہ کے قادر مطلق ہونے سے انکار نہ کرو اور بجاے اپنے ناقص قانون کے قرآن کے مطابق جو سب سے اچھا قانون ہے حقوق کا تصفیہ کرو" جسکا مختصر لفظون مین یون اظہار کیا جاتا تھا کہ "تم اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اگر تم اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان نہین لاتے تو خیر نہ سہی لیکن اتنا ضرور کرو کہ مسلمانون کو اپنے ملک کا نگران قرار دو اور اُنکی حفاظت مین رہو تاکہ وہ تمھارے افعال کی نگرانی کرتے رہین۔ نگرانی کے لیے فوج رکھنا پڑے گی اُس کے خرچ کے لیے جزیہ دو" اسوقت کے مسلمان اپنے افعال اور خیالات کی وجہ سے تمام دنیا کے باشندون سے افضل تھے اور اسلیے ایسا کہنا اُن کو نامناسب نہ تھا اور بغیر اسکے وہ اپنے ملک مین بھی امن قایم نہین رکھ سکتے تھے کسی ملک مین امن نہین رہ سکتا جب تک سرحدی مُلکون کا عمدہ انتظام نہو کوئی گھر گندگی سے پاک نہین ہو سکتا جب تک ہمسایہ کی گندگی رفع نہ کی جائے۔ جزیہ معرب ہے گزیہ کا۔ مسلمانون نے اسکا ایجاد نہین کیا۔ نوشیروان ایسے عادل کے وقت مین بھی اسکا رواج تھا۔ اور یہ لفظ فارسی زبان کا ہے۔

جو لوگ مسلمانون کی حفاظت مین آتے تھے اُنکے مال اور جان کی حفاظت مسلمانون پر فرض ہوتی تھی اور اسکے خرچ کے لیے ایک خفیف محصول جزیہ کے نام سے لیا جاتا تھا۔ لیکن یہ محصول مسلمانون پر نہ تھا کیونکہ مسلمانون کا ہر فرد بشر فوج کا ایک سپاہی تھا۔ ہر ایک پر ضرورت کے وقت مسلح ہوکر میدان جنگ مین آنا فرض تھا اور اسی لیے وہ جزیہ سے عام طور پر مستثنی تھے۔ اپنی جان کو خطرہ مین ڈال کر ایک خفیف محصول سے اگر وہ مستثنی کیے گئے تو یہ نہین کہا جاسکتا کہ مسلمان اپنی قوم کے ساتھ ملکی معاملات مین کوئی رعایت کرتے تھے۔ بلکہ جزیہ کے بدلہ مین اس سے سخت تر اور زیادہ تر محصول بطور زکوۃ کے مسلمانون کو دینا پڑتا تھا اور اسلیے مسلمان گویا غیر قومون سے سخت تر حالت مین تھے۔

اسکے بعد بہت سے چھوٹے چھوٹے قبیلون کے مقابلہ مین فوجین بھیجی گئین جنکا تذکرہ تاریخی اغراض کے لیے چندان ضروری نہین ہے۔

سنہ ۷ھ تک مکہ اور مدینہ کے درمیان مین جتنے یہود تھے سب مسلمانون کے زیر فرمان ہو چکے تھے۔ انسے اب کسی قسم کا کھٹکا باقی نہین رہا۔ ماہ ذلقعدہ مین آنحضرت صلعم نے زیارت کعبہ کا ارادہ کیا۔ قریب دو ہزار مسلمانون کے آپ کی ہمعیت مین روانہ ہوئے۔ جو لوگ ایک سال پہلے حدیبیہ تک جاکر واپس آگئے تھے انمین سے کوئی بلا وجہ معقول کے جانے سے باقی نہین رہا۔ تین روز تک مسلمان مکہ مین رہکر واپس آئے اور اچھی طرح کعبہ کی زیارت کی۔

ساتوین سال کے اخیر یا آٹھوین سال کے شروع مین عمرو بن العاص اور

خالد بن ولید مسلمان ہوئے - اور اُنکے مسلمان ہونے سے مسلمانون کو بہت
تقویت ہوئی - آگے چل کر ان دونون نے بڑے بڑے نمایان کام کیے -
آنحضرتؐ نے حاکم بصرہ کو ایک نامہ بھیجا - اغراض سلطنت کے لیے سرحدی
بادشاہون سے نامہ و پیام کرنا ضروری تھا - حارث بن عمر نامہ بر تھے - راستہ
مین انکو شرجیل بن عمر عیسائی نے (کہ وہ امرا قیصر مین سے ایک امیر تھا) شہید کیا -
آنحضرت نے یہ خبر سنکر جہاد کا حکم دیا - کوئی تین ہزار مسلمان اکٹھا ہو کر چلے - کچھ
دور تک آنحضرت بھی انتظام درست کرنے کے لیے ساتھ آئے اسلیے اسکا
شمار غزوات مین کیا جاتا ہے - شرجیل کا بھائی سدوس مقابلہ مین آکر مارا
گیا شرجیل نے ڈر کر خود کو قلعہ مین بند کر دیا اور ہرقل سے مدد مانگی بعض مسلمانون
نے بھی محمد رسول اللہ کو مدد کے لیے لکھنا چاہا لیکن کثرت راے اسپر ہوئی کہ جب
شہادت مین بھی عین کامیابی ہے تو پھر مدد مانگنے کی کیا ضرورت ہے کوئی
لاکھ کے قریب عیسائیون کی فوج جمع ہوئی تین ہزار مسلمانون کا اتنے لوگون سے
لڑنا آسان نہ تھا مسلمان شہید ہونا شروع ہوئے - زید بن حارثہ - جعفر بن ابی طالب
اور عبد اللہ بن رواحہ باری باری سے علم بردار (سردار لشکر) ہوئے اور
مارے گئے - خالد بن ولید سب کے بعد علم بردار ہوئے اور تھوڑی دیر کے
بعد آفتاب چھپنے سے لڑائی موقوف ہوئی - مسلمان تو مرنے ہی گئے تھے انکو
کیا ڈر ہوتا - لیکن مسلمانون کی ثابت قدمی دیکھ کر عیسائیون کو بڑی تشویش ہوئی
دوسرے دن خالد نے فوج کی آراستگی نئے طور سے کی - آگے کی فوج پیچھے
اور داہنے جانب کی بائین جانب کر کے کچھ اس طور پر کھڑا کیا کہ دشمنون کو یقین

ہوگیا کہ کچھ نئے لوگ مدد کو آئے ہین - اور پھر ہراس سے اُنکے پاؤن اُٹھ گئے اس انثنار مین مسلمان بھی منھ موڑ چلے تھے لیکن بعض جان بازون کے شرم دلانے سے پھر اُنکے جی کڑے ہوگئے - عیسائیون کے بھاگنے پر خالد نے کچھ دور تک تعاقب کیا اور تعاقب مین کچھ مال بھی ہاتھ لگا - راستہ مین ایک مسلمان کو ایک عیسائی نے بیوجہ قتل کرڈالا - پھرتے وقت اسکی قوم کا مطلع قمع مسلمان کرتے آئے - اسی لڑائی سے آنحضرت ؐ نے خالد بن ولید کو سیف اللہ کا خطاب دیا - یہ لڑائی علاقہ شام مین دمشق کے قریب موتہ نام ایک گاؤن مین ہوئی تھی اسلیے اس سریہ کو سریہ موتہ کہتے ہین - اور چونکہ کچھ دور تک آنحضرت ؐ بھی ساتھ گئے تھے اسلیے غزوہ موتہ بھی کہتے ہین

مدینہ مین خبر پہونچی کہ قبیلہ بنی قضاعہ اور بنوالقین کے لوگ جمع ہوکر مدینہ پر چھاپا مارنا چاہتے ہین - سعد بن وقاص کو آنحضرت ؐ نے سرکوبی کے لیے تعنات کیا -

اسی سال حضرت ابوعبیدہ ؓ قبیلہ جہینہ کی سرکوبی کو روانہ کیے گئے تھے - راستہ مین فوج نے بھوک کی تکلیف اُٹھائی - درختون کی پتّیان کھانے کی نوبت پہونچی -

غیب سے فتح مکّہ کا سامان مہیّا ہوگیا - حدیبیہ کی صلح کے وقت یہ شرط ٹھہری تھی کہ قریش مسلمانون کے حلیفون یعنے ہم عہدون سے مزاحم نہ ہون اور نہ قریش کے حلیفون سے مسلمان مزاحم ہون - مکّہ کے قریب خزاعہ اور بنوبکر یہ دو قومین آباد تھین - اوّل الذکر مسلمانون کے حلیف تھے اور ثانی الذکر قریش کے

حلیف تھے۔کسی وجہ سے انمین باہم تکرار ہوئی۔ قریش نے بنو بکر کی طرفداری کی۔خزاعہ کے چند آدمی مسلمانون کے پاس دوڑے آئے۔آنحضرتؐ نے نقص عہد کے لیے ایک معقول وجہ پائی اور فوراً مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کردیا۔ لیکن خفیہ طور پر۔علانیہ اظہار پسند نہین کیا گیا۔

اپنے ارادہ کے چھپانے کے لیے آنحضرتؐ نے ابو قتادہ انصاری کو قبیلہ اضم (ازم) کی طرف بھیجدیا جو مدینہ سے تین منزل پر مکہ اور یمامہ کے بیچ مین واقع ہے تاکہ لوگ سمجھین کہ اسی طرف مسلمانون کا ارادہ ہے۔ ۱۰ رمضان ۸ھ کو آنحضرتؐ چلے اور راستہ مین تمام گرد و نواح کے مسلمان شریک ہوتے گئے۔مکہ تک پہونچتے پہونچتے دس بارہ ہزار آدمیون کا غول آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔کفار مکہ لڑ نہ سکے۔مسلمانون کی حکومت مکہ مین قایم ہوئی اپنے دشمنون سے جو برتاؤ مسلمانون نے کیا وہ بہت ہی قابل قدر تھا۔مفصل واقعات جاننے کے لیے تاریخ الاسلام پڑھنا چاہیے۔

مکہ مین خبر پہونچی کہ ہوازن اور ثقیف کے قبیلے مسلمانون سے لڑنے کے لیے طیار ہین اور کہتے ہین کہ قریش شہر کے رہنے والے فن جنگ سے واقف نہ تھے جب ہی مسلمانون نے اُنکو دبا لیا۔آنحضرتؐ کو یہ خبر پہونچی تو آنحضرتؐ نے جنگ کا سامان کیا۔بارہ سولہ ہزار کی جمعیت سے آنحضرتؐ مکہ سے نکلے۔وادی حنین (جو ایک مقام مکہ اور طائف کے بیچ مین ہے) تک مسلمان پہونچے تھے کہ اُدھر سے غنیم کی فوج بھی آگئی۔مسلمانون کو فتح ہوئی مگر سخت زحمتون کے بعد۔

سنہ ۹ھ کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ نواحی حبشہ کے کچھ لٹیرے جدہ مین اوتر آئے تھے اُنکی سرکوبی کو علقمہ بن مجزز آ متعین ہوا مسلمانون کو دیکھکر ڈاکو بھاگ گئے اور لڑائی کی نوبت نہین آئی۔

شام سے کچھ لوگون نے آکر بیان کیا کہ نواحی شام مین وہان کے بادشاہ کی طرف سے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا سامان ہو رہا ہے۔ آنحضرتؐ علیؓ ابن ابی طالب کو مدینہ مین خلیفہ کرکے خود شام کی طرف چلے۔

منافقین مدینہ کہنے لگے کہ محمدؐ نے اپنے عزیز کو اس سخت سفر مین ساتھ نہین لیا۔ اسلیے حضرت علیؓ ابن ابی طالب بھی راستہ مین آنحضرتؐ سے جا ملے اور کہنے لگے کہ جب مین تمام غزوات مین شریک رہا تو اب مین کیون پیچھے رہون؟ یہ سفر دور و دراز تھا اور بہت سخت تھا۔ اسکے متعلق مورّخین نے بہت سی حکایتین اور نقلین لکھی ہین اور یہ ایک اہم سفر خیال کیا جاتا ہے۔ چشمۂ تبوک کے پاس مسلمانون کی فوج جاکر ٹھہری اور وہان معلوم ہوا کہ مسلمانون کے مقابلہ کے لیے کچھ بھی طیاری نہین کی گئی تھی کسی سے مقابلہ نہین ہوا اور نہ کچھ مال غنیمت حاصل ہوا۔ مسلمان جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس آئے۔ غزوہ تبوک آخری غزوہ تھا اسکے بعد پھر آنحضرتؐ کو کسی لڑائی مین جانے کا اتفاق نہین ہوا۔

اس سال مین عرب کے مختلف مقامات سے لوگ آکر مسلمان ہوئے اور پھر اپنے وطن پہونچکر اسلام پھیلانے کی کوششین کین۔ اب مسلمان ہونا ملکی جرم نہ تھا۔ اسلام کی وعظ تمام عرب مین رائج ہو چلی تھی۔ وفود (لوگون کا ایمان لانے کے لیے آنا) کی وجہ سے اس سال کو سنۃ الوفود کہتے ہین۔

آنحضرت صلعم نے حج کا احرام باندھا ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان ساتھ تھے علی ع
بھی یمن سے آکر شریک ہو گئے تھے - تمام بیبیاں آنحضرت کے ساتھ تھیں
حضرت فاطمہ ؓ بھی ساتھ تھیں - بروز شنبہ ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کو آنحضرت مدینہ
سے چلے - بے سلا ہوا کپڑا یعنے تہمت اور چادر سے احرام باندھا - عرفہ کے
دن آنحضرت نے اونٹ پر سوار ہو کر نہایت بلیغ خطبہ سنایا اور عام طور پر پند و
نصایح کے کلمات کہے - سب سے زیادہ آپس میں لڑنے جھگڑنے کی ممانعت
کی - عورتوں کے ساتھ مردوں کے طریقہ گذران کی نسبت بہت کچھ ارشاد فرمایا احکام
قرآن پر مطیع رہنے کی سخت تاکید کی - پھر لوگوں سے پوچھا کہ قیامت کے
دن اگر تم سے پوچھا جائے کہ محمد تم میں کیسا تھا تو کیا جواب دوگے - لوگوں
نے کہا کہ ہم کہیں گے کہ اُسنے رسالت اور امانت کا حق ادا کیا - ارشاد اور
نصیحت کے شرائط پورے طور پر بجالایا -

اسی روز آیت "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت
لکم الاسلام دینا" اُتری جسکا ترجمہ ہے - آج میں نے تم لوگوں کے لیے
تمھارا دین مکمل کر دیا - اپنی نعمت تم پر پوری کی - تمھارے لیے دین اسلام کا
میں نے پسند کیا - اور اس آیت سے سمجھا گیا کہ پیغمبر خدا کی وفات کا زمانہ قریب ہے

سلہ دیکھو امن قایم ہونے کے بعد ہی عورتوں کے مدارج بڑھانے کی طرف پیغمبر خدا مستعد ہوئے - عورتوں کا اعزاز جو مسلمانوں کے وقت میں بڑھا اُسپر اب تک مسلمان مورخوں کو ناز ہے - اب مسلمانوں میں جو عورتوں کی سچی عزت مفقود ہے اسکا سبب یہ ہے کہ قوم سے تمام اچھی باتیں مفقود ہو گئیں - وہ کون سی خوبیاں ہیں جو موجود ہیں - اور کونسی برائیاں ہیں جو موجود نہیں ہیں - ہم اپنے اعمال و افعال کے اعتبار سے برے ہیں - غلاموں میں جتنی باتیں ہونی چاہییں وہ ہم میں ہیں - ایک مردہ قوم سے اور کیا توقع کی جا سکتی ہے - یورپین جنٹلمین جس طرح اپنی بیبیوں کو پیار رکھتے ہیں اسی طرح مسلمان اپنی بیبیوں کی عزت اور خاطر داریاں کرتے تھے بلکہ چند اعتبار سے ہم کہینگے کہ اس سے زیادہ

کیونکہ تکمیل دین کے بعد رسول کے رہنے کی ضرورت باقی نہین رہتی۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند مہینون کے بعد آنحضرتؐ نے دنیا سے رحلت کی۔
فیمس لٹریچر ایک نہایت عمدہ اور مستند کتاب ابھی حال ہین انگلستان مین شایع
ہوئی ہے اُسمین مفصلۂ بالا خطبہ کی چند باتین منتخب کر کے لکھی گئی ہین اور
وہ آنحضرت محمدؐ کی آخری اسپیچ سے تعبیر کی گئی ہین انکا نقل کرنا خالی از لطف
نہین ہے۔

(۱) صاحبو! سُن رکھو۔ اس سال کے بعد پھر مجکو تم سے ملنے کا اتفاق ہو یا نہو
(۲) تم سب کے جان و مال محترم ہین اور اُنمین روز قیامت تک ایک کو بمقابلہ
دوسرے کے دست اندازی کا حق نہوگا۔
(۳) خدا نے توریث مین ہر ایک کا حصّہ مقرر کر دیا ہے اسلیے ورثا کی مضرت کے
ساتھ وصیت درست نہین ہے۔
(۴) لڑکے کو ماں باپ کا ہو کر رہنا چاہیے اور جو اس ازدواج کے متعلق (جس سے
لڑکون کے حقوق پیدا ہوتے ہین) گڑبڑ کریگا سنگسار کیا جائیگا۔
(۵) تم کو اپنی بیبیون کے مقابلہ مین ایسے حقوق ہین جنکا تم مطالبہ کرو اور اسی طرح
بیبیون کے حقوق تم لوگون پر ہین جنکو وہ طلب کر سکتی ہین۔ اپنی عورتون کے
ساتھ اچھے سلوک کرو۔
(۶) دیکھو اپنے غلامون کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ جیسے کپڑے خود پہنتے ہو
ویسے ہی انکو بھی پہناؤ۔ اور اگر وہ ایسی خطا کرین جنکو تم معاف نہین کر سکتے
تو انکو بیچ کر ڈالو کیونکہ وہ بھی خدا کے بندہ ہین اُنکو ایذا دینا نہ چاہیے۔

(۷) صاحبو! میری بات سُنو اور خوب سمجھو۔ جان رکھو کہ ہر ایک مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے۔ تم سب ایک ہی درجہ مین ہو اور ایک ہی برادری کے ہو"
گویا یہ ایک وصیت نامہ ہے پیغمبر خدا کا اپنی اُمت کے حق مین اور ایسا وصیت نامہ جو بالکل ضروری ہدایتون سے بھرا ہوا ہے اور سرتاپا حکمتون اور خوبیون سے مملو ہے۔ حتیٰ کہ غیر مذہب والے نے بھی اسکی خوبیون کو تسلیم کر کے حالات پیغمبر یا حالات اسلام مین اسکا انتخاب چھاپا ہے۔ اور اسوقت کے مسلمان ہین کہ اس وصیت کی ایک ہدایت پر بھی عمل نہین کرتے۔ اور پھر دعویٰ کرتے ہین کہ ہم اُمت محمدی ہین۔ اپنے ساتھ دین محمدی کی بھی مٹی خراب کرتے ہین۔ جیسے اعمال ہین ویسی ہی حالت بھی ہے۔

طبقات اول و دوم کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ کن مجبوریون سے آنحضرتؐ نے تلوار اُٹھائی تھی اور پھر کن وجوہ سے تلوار کا نہ چھوڑنا سب تصور کیا تھا۔ شاہ عرب ہونے کے بعد آنحضرتؐ پر حفاظت ملک کے لیے باغیون کا زیر کرنا۔ دشمنون سے خود کو بچانا اور اُنکی سازشون کا فرو کرنا لازم تھا۔ اور اسکے ساتھ ہی سرحدی قومون کا بھی انتظام کرنا ضروری تھا۔ آنحضرتؐ کا ایلچی ملکی اغراض کے لیے بصرہ گیا۔ بصرہ کی بدانتظامیون کی وجہ سے وہ قتل کیا گیا۔ برٹش گورنمنٹ کو جس طرح اٹھارہوین صدی کے وسط مین بہ حیثیت ایک عادل گورنمنٹ ہونے کے واجد علی شاہ اودھ کے ملک کا انتظام کرنا لازم آیا تھا۔ اُسی طرح آنحضرتؐ پر بھی جمیع اعتبارات سے زید کا بصرہ کی طرف بھیجنا لازم تھا۔ زید وہان شہید ہوئے۔ اور پھر جب چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی تو اسامہ ابن زید کو دوبارہ سردار فوج کر کے روانہ

کرنا ملکی اغراض کے لیے لازم آیا - یہ اُن لوگون کے سمجھانے کے لیے ہے جو آنحضرتؐ کو افضل البشر اور برگزیدہ عالم نہین سمجھتے ورنہ آنحضرتؐ کو برگزیدہ خلائق سمجھنے والے توہمات باطلہ سے اپنے دل خالی رکھتے ہین - ایک مضمون اخلاق محمدیؐ کے عنوان سے آیندہ درج کیا جاتا ہے - اس مضمون کے بعد ہی اُسکو بھی پڑھنا چاہیے اور اُسکے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ آنحضرتؐ ایسے برگزیدہ شخص کے لیے میدان جنگ کی خدمت نہایت ہی سخت تھی - لیکن اسکے ساتھ ہی خدا کی رسالت کا بندون تک پہونچانا بھی لازم تھا - اور جو دشواریان سدراہ ہون استقلال کے ساتھ اُنکا مقابلہ کرنا بھی لابدی تھا - غرضکہ آنحضرتؐ نے جو کچھ کیا وہ تبلیغ رسالت کی شان تھی - حکمرانی نہ تھی پاسبانی تھی -

طبقہ اول اور دویم مین صاف عیان ہے کہ اشاعت اسلام کے لیے کبھی تلوار نہین چلائی گئی - اسلام کو اسلام کی حیثیت سے دیکھنا ہو تو اُسکو انھین طبقات مین دیکھنا چاہیے -

طبقہ سیوم (صحابہ رسولؐ کا زمانہ)

اس طبقہ مین خلفاے اربعہ یعنے حضرت ابوبکرؓ - حضرت عمرؓ - حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا ذکر ہے - بعد پیغمبرؐ کے حضرت ابوبکرؓ سرسری انتخاب مین جانشین ہوئے اور دو برس بعد اُنکے مرنے پر اُنکی وصیت کے مطابق حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے - حضرت عمرؓ دس سال سلطنت کرکے مقتول ہوئے اور اُنکی ہدایت کے مطابق چھہ شخصون کے باہمی انتخاب سے حضرت عثمانؓ جانشین ہوئے حضرت عثمانؓ کو تیرہ سال کی حکومت کے بعد باغی مسلمانون نے قتل کیا -

اور اسکے بعد مسلمانان مدینہ کے انتخاب سے حضرت علیؓ امیر المومنین ہوئے
حضرت علیؓ کی نسبت مخالف مسلمانون نے یہ الزام لگایا کہ باغیون کی حمایت
انھون نے کی۔ حضرت عثمانؓ بنو امیہ سے تھے اور اسلیے بنو امیہ کا خاندان
حضرت علیؓ کے خلاف قایم ہوا اور بیسؔ برس تک مسلمانون مین فتنہ و فساد
برپا رہا۔ اہل سُنّت و جماعت ان چارون خلفاء کو برحق مانتے ہین اور انکے
زمانہ کو قابل سند قرار دیتے ہین اسلیے طبقہ سیوم مین ان چارون خلفاء کے
عہد کے فتوحات کا تذکرہ کیا جاتا ہے پیغمبر خدا کے مرنے پر مسلمانون کی
حکومت نہایت خطرہ مین پڑگئی تھی۔ پیغمبرؐ کے آخری زمانہ مین چند جھوٹے پیغمبر
جا بجا پیدا ہوگئے تھے۔ پیغمبرؐ کے مرنے پر انھون نے زور پکڑا۔ اطراف مدینہ کے
مسلمانون نے زکوۃ بند کرکے بغاوت کی دھمکی دی۔ غیر قومون نے مدینہ پر
چڑھائی کی طیّاریان کین اور اُسامہ کے ساتھ سرداران عرب کو معہ عمدہ سپاہیون
کے شام کی طرف بھیجنے کا جو ارادہ پیغمبر خدا نے کیا تھا حضرت ابوبکرؓ نے اُسکا
روکنا پسند نہین کیا۔ بعض نے یہ راے دی کہ زکوۃ بند کرنے والے مسلمانون
کے مقابلہ مین ہتھیار نہ اُٹھانا چاہیے۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ باغی مسلمانون
کے مقابلہ مین ہتھیار چلانے مین حضرت ابوبکرؓ کا استقلال ہمیشہ کے لیے اسلام
کی استواری کا سبب ہوا۔ حاکم وقت کی اطاعت سے مُنہ موڑنے والا کسی
طرح واجب الرعایت نہین ہوسکتا تھا۔ غرضکہ حضرت ابوبکرؓ نے ابتداے
زمانہ مین جتنی لڑائیان روا رکھین وہ اکثر از قسم حفاظت خود اختیاری یا رفع
بغاوت کے لیے تھین۔

اسکے بعد ایرانیون اور شامیون کا مقابلہ ہوا - ایرانیون سے مقابلہ یون ہوا کہ سنہ ۱۲ھ مین بنو شعبان کا ایک رئیس مثنی ابن حارثہ مدینہ مین آکر مسلمان ہوا اور اپنے ساتھ کچھ مسلمان کوفہ کی طرف لیجانے کی درخواست کی۔ مثنی نے ایرانیون کے مظالم اور انکی زیادتیان اسقدر بیان کین کہ ان مسلمانون کی حفاظت کے لیے جو مثنی کی وجہ سے آیندہ وہان پھیلتے کچھ آدمیون کا مدینہ سے جانا مناسب معلوم ہوا۔ ایرانی نہایت ہی پُر از نخوت تھے - انھین کے بادشاہ نے آنحضرت کی گرفتاری کے لیے چار یا پانچ آدمی بھیجے تھے - وہ اپنے مقابلہ مین کسی کو سمجھتے نہ تھے اور نہ کسی طرح سرحدی معاملات مین مسلمانون کے حقوق کی وہ محافظت کر سکتے تھے - جو مسلمان کوفہ کو گئے تھے انکی سرداری مثنی کے متعلق تھی - کوئی باضابطہ فوج نہین بھیجی گئی تھی اور نہ فی الواقع چڑھائی کا سامان کیا گیا تھا۔ لیکن وہان پہونچنے پر تمام گردو نواح کے قبیلون نے جو ایرانیون کی حکومت سے عاجز آرہے تھے مسلمان ہوکر مثنی کی تبعیت کی اور اسکے ساتھ ہی ایرانیون کی مخالفت بڑھی - مثنی اپنی حالت سنبھال نہ سکا اور گھبرایا تو اسکی مدد کو خالد بھیجے گئے اور بالآخر وہ اپنی کارگزاریون کے لحاظ سے مسلمانون کی فوج کے خود بخود سپہ سالار ہو گئے - سواد اور حیرا کے حاکمون نے جزیہ دینا قبول کیا اور انسے لڑائی نہین ہوئی -

ہم نے کئی جگہ یہ لکھا ہے کہ رقم جزیہ نہایت خفیف تھی - اور اُسکی وجہ سے بے انتہا حقوق خدمت لینے کے جزیہ دینے والون کو پیدا ہو جاتے تھے - اور اسکی وجہ سے مسلمانون پر بے انتہا ذمہ داریان اور سختیان [illegible] عاید ہوتی تھین

جس طرح برٹش گورنمنٹ کے رزیڈنٹ اور سپاہی دیسی ریاستون مین نگرانی اور حفاظت کے لیے تعینات رہتے ہین اور فوجی خرچ کے لیے کچھ خفیف رقم دیسی ریاستون سے لیتے ہین اُسی طرح جزیہ کی رقم مسلمان لیتے تھے۔ اور اگر بجاے جزیہ دینے کے کوئی دین اسلام قبول کرلے گو وہ مسلمانون کو دھوکا دینے ہی کے لیے ہو جب بھی مسلمان اُسکو بھائی بنانے اور تمام حقوق مین اپنا شریک قرار دینے پر فوراً راضی ہوجاتے تھے۔ مسلمان جانتے تھے کہ جب کوئی اُنہین شامل ہوگیا گو وہ فریب ہی دینے کی نیت کیون نرکھتا ہو وہ مسلمانون کے اخلاق اور اطوار دیکھ کر ضرور سچّا مسلمان ہوجائیگا۔ خلفاے اربعہ کے وقت مین تمام لڑائیان یوہین ہوئین کہ نیک نیتی سے مسلمانون نے غیر قومون سے کہا کہ تم ہم مین ملجاؤ اور ہماری طرح تم بھی لوگون کی اصلاح حال مین کوشش کرو۔ اور اگر تم مین اتنی ہمت نہین ہے تو ہمکو جان نثار ہونے دو۔ اور دور سے بیٹھے ہوئے تماشا دیکھو کہ بنی نوع انسانی کو ہم اخلاق مین تمدن مین۔ فارغ البالی مین۔ خداشناسی مین راہ مستقیم پر لگادیتے ہین۔ اور اگر تم ایسے دشمن نوع انسانی ہو کہ اسے بھی قبول نہین کرتے تو ہم جان نثاران نوع انسانی کو جو تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑہ اُٹھاکر عرب سے نکلے ہین روک سکتے ہو تو روکو۔ جو خط خالد نے شاہ کسریٰ کو لکھا تھا اُسکا ترجمہ یہ ہے

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

"خالد کی طرف سے بادشاہ عجم کسریٰ کو لکھا جاتا ہے کہ اللہ جس نے تمھاری جمعیت متفرق کردی اور سعادت بخت کو شقاوت سے

بدل دیا اُسکے شکر اور اُسکی تعریف کے بعد لکھا جاتا ہے کہ تم اسلام
قبول کرو یا جزیہ دو نہیں تو مین ایسی قوم کو تمھارے پاس بھیجونگا جو
موت کو اُسی طرح پسند کرتی ہی جسطرح تم زندگی کو پسند کرتے ہو"

اس خط مین پہلے اسلام اور اُسکے بعد جزیہ کا ذکر ہے۔ اور اسی طرح خلفاے اربعہ کے وقت مین جتنی لڑائیان ہوئین سب مین اسلام کے لیے پہلے کہا گیا اور جزیہ کے لیے بعد کو کہا گیا۔ ناواقف لوگ جو اُسوقت کے مسلمانون کے اخلاق اور طرز تمدن سے واقف نہین ہین اسلام کا لفظ پہلے ہونا معیوب خیال کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مسلمان گردنون پر تلوار رکھتے تھے کہ مسلمان ہوجاؤ حالانکہ ایسا کہنا بالکل نافہمی ہے۔ اُسوقت کے مسلمان ہرگز تلوار سے مسلمان نہین کرتے تھے اور نہ اتنے بیوقوف تھے کہ وہ تلوار کے ذریعہ سے قلوب کا بدلنا کہ اسلام کو قلوب سے تعلق تھا ممکن سمجھتے تھے۔ وہ لوگ صرف اس غرض سے گھومتے تھے کہ اطراف مین جو تاریکیان پھیلی ہوئی ہین اور جو مظالم بڑون کے چھوٹون پر ہورہے ہین اُنکو مٹائین۔ ایران اور شام مین اور نیز دیگر اقوام عالم مین اُسوقت بے انتہا تاریکی تھی۔ ایک آدمی کو دوسرا آدمی پکڑ لیتا تھا۔ جانورون کی طرح اُس سے کام لیتا تھا۔ اور جانورون سے بھی زیادہ بیرحمی اور سختی سے اُسکو سزائین دیتا تھا۔ جسکو ذرا بھی اختیار ہوتا تھا وہ دوسرون کو پیس ڈالنا چاہتا تھا۔ ڈاکہ مارنے۔ چوری کرنے۔ زنا کرنے کو لوگ عیب نہین سمجھتے تھے۔ اچھے بُرے کا اعتبار نہ تھا۔ خیالات باطل نے تمام عمدہ صفات انسانی پر قبضہ کرلیا تھا۔ عربون نے جب ہدایت ربانی کی عینک آنکھ پر لگائی تو مصر۔ ایران۔ شام خراسان

روم وغیرہ وغیرہ تمام عالم اُنکو دکھائی دینے لگا اور ہر ایک کو اُنھون نے اُسی
تاریک اور عمیق گڑہے کے کنارے پر سوتا ہوا دیکھا۔ اُنھون نے ایک نادان اور
بے حمیت انسان کی طرح عینک پھینک کر گھر مین رہنا پسند نہین کیا۔ بلکہ اپنی
جان کو خطرہ مین ڈال کر دوڑ پڑے اور کوشش کی کہ سونے والے کو کروٹ
لینے کے قبل جگا کر کھینچ لین اور اگر دیکھین کہ وہ یون نہین کھنچتا تو کمند ڈال کر
کھینچین اور اس طرح اُسے پھانس لین۔ لیکن گرنے ندین۔ جب مسلمان غیر قومون
مین گئے تو وہ اپنے دین کا شروع شروع ظاہر کرنا ضرور عبث سمجھتے تھے۔ جانتے
تھے کہ اثر صحبت کے بغیر کوئی ہمکو اچھا نہین سمجھے گا۔ اسلیے صرف وہ یہ کہتے
تھے کہ اگر آنکھین ہین تو کھولو اور دیکھو کہ ہم تم سے تہذیب مین۔ قوّت بازو مین۔
اور استقلال مین بہت زیادہ ہین۔ ہمکو اپنے ملک کا انتظام کرنے دو۔ اور خرچ
کے لیے کچھ دیا کرو۔ لیکن اگر مسلمان صرف اتنا ہی کہتے تو غیر قوم والے اُنکو
ضرور لالچی سمجھتے اسلیے وہ اپنے بچاؤ کے لیے جزیہ کے قبل اسلام کا لفظ
پیش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے شریک حال ہو جاؤ تو ہم تم ایک ہین
اور اگر اتنی ہمت نہ ہو اور ہماری طرح سر بکف ہو کر اصلاح قوم کا بیڑہ اُٹھانا تم سے
نہ ہو سکے تو اپنی جان ومال کا صدقہ زر نقد عنایت کرو۔ لیکن اسکے ساتھ ہی
مسلمان یہ بھی ضرور جانتے تھے کہ تلوار سے کوئی مسلمان نہین ہو سکتا۔ اور ایسا ہی
ظہور مین آیا۔ ابتداءً بہت کم مسلمان ہوئے زیادہ تر ایسے تھے جو جزیہ دینے پر
راضی ہوئے اور اثر صحبت نے اُنکو مسلمان بنایا۔

اہل لبنان کے ابتدائی عمر کے حالات سے متعلق تھے لیکن وہ بہت جلد ایران سے

اُن مسلمانون مین جالے جو شام کی طرف گئے تھے شام مین بہت کچھ کارنمایان خالد نے کیے۔ اُسوقت کے مسلمانون مین خالد سے زیادہ فن جنگ سے واقف کوئی دوسرا نہ تھا۔ تمام فوج کے سپہ سالار یہی تھے۔ تمام یورپ مین مورخ انکی بہادری اور حکمت مین رطب اللسان ہین۔

اسی حالت مین خلیفہ اول کا انتقال ہوا اور خلیفہ دویم نے حکومت پائی۔ خلیفہ دوم نے پہلا حکم خالد کی معزولی کا صادر کیا۔ خلیفہ دویم نے خیال کیا کہ مسلمانون کی فوج دین اسلام کی اشاعت کے لیے گئی ہے اسکی سرداری کے لیے وہ شخص مناسب ہے جو زہد و تقوی اور ذکر خدا مین سب سے اعلی درجہ کا ہو۔ فن سپہ سالاری کا اُستاد لشکر اسلام یعنے ملکی فوج کی سرداری کے لائق نہین ہے۔ خالد کے تمام نمایان کامون پر خاک ڈال کر خلیفہ دوم نے اُنکو معزول کیا۔ فتوحات اسلام حضرت عمرؓ کے وقت مین بہت ہوئے اور حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ ثالث کے اخیر وقت تک یعنے فتنہ و فساد پھیلنے کے قبل تک فتوحات اسلام جا بجا جاری تھے۔ ان وقتون مین جتنی لڑائیان ہوئین اُسمین مسلمانون کی خود غرضیان شامل نہ تھین۔ صرف اشاعت دین اُنکا مطلب تھا۔ اشاعت دین بھی وہ تلوار سے نہین کرتے تھے۔ تلوار سے صرف وہ اتنی مدد چاہتے تھے کہ لوگ مسلمانون کو اجنبی سمجھ کر اُن سے نفرت ظاہر نہ کرین ورنہ مسلمانون کو اپنی کامیابیون کا پورا یقین تھا اور یقین کے مطابق ظہور مین بھی آیا کہ جہان وہ کسی سے ملتے تھے جادو کر دیتے تھے۔ انکا ملنے والا پھر اپنی قوم کا دم نہین بھرتا تھا۔ باپ چھوٹے یا مین چھوٹین لڑکے باپ سے چھوٹین۔ گھر دوار چھوٹے لیکن مسلمانون کی صحبت نہ چھوٹے

اس مضمون کو ہم نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ "ہند اور اسلام" مین بیان کیا ہے اور وہان ثابت کیا ہے کہ جہان تک اخیر زمانہ حضرت عثمانؓ مین مسلمان پہونچ سکے تھے صرف وہین تک اسلام مُلکی مذہب ہوا۔ اسکے بعد کی لڑائیون نے صرف ملک فتح کیے۔ قلوب بہت کم مسخر کیے۔

خلیفہ دوم کے وقت مین کوفہ۔ بصرہ۔ سواد عراق۔ جبال۔ آذربائیجان۔ اہواز۔ شام۔ فارس۔ جزیرہ۔ شوسل۔ مرو۔ شفر فتح ہوئے۔ اور یہ تمام فتوحات مُہذّب طریقہ سے ہوئے۔ مسلمانون پر کوئی مورخ جائز الزام عاید نہین کرسکتا۔

یہ ہم نہین کہتے کہ ان لڑائیون مین خونریزیان نہین ہوئین۔ خونریزیان ضرور ہوئین لیکن مسلمانون کی گردان پر خون ناحق کا بار نہین ہے۔ خواہ مخواہ کوئی گردن کٹوا تا تھا تو اسمین مسلمانون کا کیا قصور تھا۔ کہنے والا اچھی بات بتائے اور سننے والا لڑنے کو طیّار ہوجائے اور لڑائی مین مارا جائے تو مرنے والے کی ناعاقبت اندیشی ہے۔ کہنے والا بے خطا ہے۔

بہت سے فتوحات بے لڑے بھڑے بھی ہوئے۔ بیت المقدس فتح ہونے کی کیفیت یون بیان کی گئی ہے کہ جب ارطبون بیت المقدس کی طرف بھاگا۔ عمر عاص نے اُسکا پیچھا کیا۔ ارطبون نے در شہر بند کرلیا اور عمر عاص نے محاصرہ کیا۔ کچھ دنون کے بعد ارطبون نے عمر عاص کے پاس کہلا بھیجا کہ تم ناحق کوشش کرتے ہو اس شہر کا فتح کرنا تمکو نصیب نہ ہوگا۔ اس شہر کا فتح ہونا جس شخص کے ہاتھ سے ہماری کتابون مین لکھا ہے اُسکا حُلیہ تم سے نہین ملتا ہے۔ عمر عاص نے یہ خبر مدینہ کو بھیجی۔ عمرؓ ابن خطّاب نے خود بیت المقدس کا ارادہ

کیا۔ اُنکا منشا، اس سفر سے اپنی صورت کا دکھانا تھا یا بیت المقدّس کی زیارت اصلی منشا رتھا۔ بہر حال وہ خود وہان پہونچے اور اس طرح پہونچے کہ ایک اونٹ پر بالکل معمولی کپڑا پہنے ہوئے عام لوگون کی طرح سادی وضع مین درشہر کے سامنے نمودار ہوئے۔ دشمنون کے دلون پر خلیفہ وقت کی سادگی کا بہت اثر پڑا اور اُسکے ساتھ اسلام کے سادے طریقون کی وقعت بھی اُنکے دلون مین قایم ہوئی۔ اکثر موّرخون کے قول کے مطابق اس امر کے بیان کرنے مین بھی کوئی مضایقہ نہین ہے کہ دشمنون نے بیت المقدّس کے فاتح کا حلیہ اپنے پیشوایان مذہب کی پیشینگوئیون کے مطابق پایا۔ ابو عبیدہ۔ یزید بن ابی سفیان اور خالد بھی وہان آگئے۔ بیت المقدّس بے لڑے بھڑے فتح ہوگیا۔ بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ اسی سلسلہ مین اور بھی چھوٹے چھوٹے مقامات پر قبضہ ہوا۔ بیت المقدّس کے فتح ہونے کے بعد پورے طور پر شام مین مسلمانون کا دور دورہ ہوگیا جس طرح عرب کی حکومت فتح مکّہ تک ادھوری تھی ویسے ہی بیت المقدّس کی فتح تک شام کی حکومت سے مسلمان مطمئین نہ تھے۔

واضح رہے کہ مسلمان اپنے جائز امور مین بہت سخت تھے۔ غیر قوم سے تو کچھ نرمی بھی کرجاتے تھے لیکن مسلمانون پر ذرا بھی نرمی نہین کرتے تھے اور یہی وجہ اُنکی ترقی کی تھی۔ ۱۸ھ مین سردار فوج ابو عبیدہ نے شام سے خلیفہ دوئیم کو لکھا کہ بعض لوگ شراب پیتے ہین اور منع کرنے سے باز نہین آتے امیر المومنین نے لکھا کہ شراب کی حرمت مین جائے شبہ نہین ہے جو اُسے

حرام نہ سمجھے اُسکی گردن ماردو کہ وہ مرتد ہوگیا۔ اور بُرا سمجھ کر پیتا ہے تو اُسپر حد شرع جاری کرو کہ وہ مجرم ہے۔ یہ سُنکر شراب پینا لوگون نے یک لخت ترک کردیا
خلیفہ دوم کے بعد خلیفہ سیوم کا وقت آیا اور اُنکے عہد مین جزیرہ سائپرس جزیرہ رودس کے لیے بحری لڑائیون مین مسلمان کامیاب رہے۔ شیراز۔ طبرستان۔ جرجان۔ نیشاپور۔ بلخ اور خراسان فتح ہوئے۔ غرضکہ سنہ ہجرت کے اکتیسوین (۳۱) سال ختم ہونے کے قبل دنیا کے تمام مشہور مقامات پر مسلمان قابض ہوگئے۔ اخیر زمانہ مین آرمینیا بھی فتح ہوا گو پورا تسلط بعد کو ہوا۔ آرمینیا اور جزائر سائپرس ورودس کے سوا اور تمام ممالک جو اُسوقت تک مفتوح ہوئے اُنمین تمام قومین اپنے آبائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوگئین اور آج ان تمام ممالک مین اسلام مُلکی مذہب ہے۔ تاریخ سے یہ کوئی نہین بتا سکتا کہ اُس زمانہ مین کسی متنفس پر محض اسلیے تلوار اُٹھائی گئی کہ وہ مسلمان ہونا نہین پسند کرتا تھا۔ ہم دعوی اسے کہتے ہین کہ ایک شخص بھی اس طرح قتل نہین کیا گیا۔ ہان یہ ضرور تھا کہ کیسا ہی سخت دشمن مسلمانون کا ہزار محنت اور جانفشانی سے گرفتار ہوکر آتا تھا اور وہ کلمہ توحید اپنی زبان سے کہتا تھا تو مسلمان تلوار پھینک کر بھائی بھائی کہتے ہوئے اُسے گلے لگا لیتے تھے اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ ابتدا مین کتنا ہی جھوٹے دل سے مسلمان ہوتا تھا لیکن گھنٹون اور دنون مین سچّا مسلمان ہوجاتا تھا۔

حضرت علی رضؓ کے وقت مین مسلمان آپس مین لڑتے جھگڑتے رہے کوئی نیا ملک فتح نہین ہوا اور اُنکے ساتھ طبقہ سیوم ختم ہوگیا۔ اُسکے بعد مسلمانونکی بادشاہت معمولی بادشاہت رہگئی۔ خلافت نبی کی شان باقی نہین رہی لیکن صدیون

تک بادشاہ کو خلیفہ کہتے رہے۔

طبقہ چہارم (سلاطین عرب کا زمانہ)

بعد حضرت علیؓ کے بنو امیہ اور بنو عباس کی سلطنت یکے بعد دیگرے ہوئی۔ بنو امیہ کی ابتدائی سلطنت مین خود مسلمان مسلمانون سے لڑتے رہے۔ عبد الملک کے زمانہ تک انھین باہمی جھگڑون سے نجات نہین ملی ۸۶ھ مین جب ولید ابن عبد الملک تخت پر بیٹھا تو اُسکے عہد مین مسلمانون کی تلوار پھر نیام سے نکلی۔ لیکن اب تلوار مین وہ جادو نہ تھا جو طبقہ دویم وسویم مین تھا۔ ولید ابن عبد الملک کے عہد مین ترکستان کا بہت سا حصہ سرحد چین تک فتح کیا گیا۔ اسی کے عہد مین اندلس یعنے اسپین مین مسلمان گھسے اور فرانس تک پہونچ گئے۔ پورب مین ما وراء النہر سے فرغانہ تک اور کابل سے ملتان تک اسکی حکومت پھیلی۔ ملتان سے اسپین تک تمام مُلک اسکی مٹھی مین اس طرح تھا جس طرح انگشتری مین نگین ہوتا ہے۔ مورخون کا اتفاق ہے کہ ابتداے عالم سے جہان تک کہ تاریخی حالات معلوم ہوتے ہین آج تک ولید ابن عبد الملک سے بڑا بادشاہ وسعت سلطنت اور استحکام سلطنت کے اعتبار سے دوسرا کوئی نہین ہوا۔ لیکن یاد رہے کہ اس کے زمانہ مین نہ اشاعت اسلام ہوئی اور نہ اشاعت اسلام کے لیے فتوحات ہوئے۔ جسقدر ممالک اسکے عہد مین فتح ہوئے انمین اسلام ملکی مذہب نہ ہوا۔ "ہند اور اسلام" مین یہ مضمون زیادہ شرح وبسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ سلیمان ابن عبد الملک کے عہد مین سندھ کے لوگ مسلمان ہو گئے تھے لیکن وہ پھر مرتد ہو گئے۔ آذربائیجان اور آرمینیا کی فتح حضرت عثمانؓ کے وقت مین پورے طور پر نہین ہوئی تھی ۱۰۵ھ

کے بعد ہشام ابن عبد الملک کے عہد مین یہان مسلمانون کا پورا تسلط ہوا۔
اُسوقت جیسے مسلمان تھے ویسا ہی اثر باشندون پر پہونچا سکے اور اسی لیے
آرمینیا مین اسلام مُلکی مذہب نہ ہوا۔ اور نہ ہندوستان اور اسپین مین اسلام مُلکی
مذہب قرار پایا۔ بنو امیہ کے زمانہ مین ظلم کا طریقہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ طبقہ سویم کے
اعتبار سے یہ زمانہ فتنہ و فساد کا تھا۔ طبقہ سویم کے دیکھنے والے مورخ بنوامیہ
کے زمانہ کو لکھتے ہین کہ عالم ظلم سے بھرا ہوا تھا۔ بنوامیہ بھی اپنی لڑائیون کو مسلمانون
مین جوش پیدا کرانے کے لیے مذہبی لڑائیون سے تعبیر کرتے تھے۔ انکی تلوار تیز
بیشک بہت بیباک تھین لیکن اپنی مفتوحہ قومون کو وہ مسلمان نہ کر سکے۔ اگر اشاعت
اسلام مین تلوار کو دخل ہوتا تو جو ممالک بنوامیہ کے وقت مین مفتوح ہوئے
اُنمین مسلمانون کی تعداد ہرگز کم نرہتی۔ بلکہ سب سے زاید ہوتی۔

بنوامیہ کے بعد بنو عباس کی حکومت کا زمانہ آیا۔ شروع شروع بنوامیہ اور
بنو عباس مین لڑائیان ہوئین اور پھر بنو عباس کا پورا تسلط ہوگیا۔ بنو عباس کا
زمانہ جب تک اُسکو رونق تھی امن کا زمانہ تھا علم صنعت اور حرفت مین مسلمانون نے
اعلیٰ درجہ کی ترقی کی۔ بنو عباس سوا اسپین کے اور تمام ممالک مفتوحہ سابق پر
سلطنت کرتے تھے۔ سرحدی لڑائیان وہ بہت کم لڑے۔ زیادہ تر اُنکو رفع بغاوت
کے لیے مسلمانون سے لڑنا پڑا۔ غیر قومون سے مصالحت تھی۔ یونان کے علوم
جدیدہ کو اُنسے رونق ہوئی۔ صرف مامون کے وقت مین کچھ فوج مسلمانون کی
ہندوستان کی طرف آئی اور چودہ قلعے روم کے اُسکے عہد مین فتح ہوئے تھے
لیکن یہ فتوحات ہمارے اغراض کے لیے کچھ نہین ہین۔ بنو عباس کے بعد بلاد

اسلام مین مختلف سلطنتین جدا جدا قایم ہوگئین گو انمین سے اکثر بنو عباس کو پیشواے مذہب مانتی رہین لیکن ہمارے مضمون کے اغراض کے لیے عربون کی سلطنت بنو عباس کے زوال کے ساتھ ختم ہوجاتی ہے۔

طبقہ پنجم (دیگر سلاطین اور دعاۃ اسلام)

سلطنت عرب کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجانے کے بعد جو اسلامی سلطنتین دنیا مین قایم ہوئین انمین سے تین سلطنتین ایسی ہین جنکو دوسری قومون سے زیادہ تر سابقہ رہا۔ سلطنت اسپین۔ سلطنت ہند۔ سلطنت ٹرکی۔ تاریخی واقعات کی دلچسپی بہت کچھ صلاح الدین شاہ مصر کے حالات مین ہے کہ بیت المقدس کے لیے بڑی بڑی معرکہ کی لڑائیان اسکے عہد مین عیسائیون کی مجموعی طاقتون سے ہوئین۔ لیکن ہمارے اغراض کے لیے انکا لکھنا ضروری نہین ہے۔ ہم یہ نہین دکھانا چاہتے کہ غیر قومون سے مسلمانون کی لڑائیان کہان کہان ہوئین یا غیر قومون نے اپنے مواقع پر مسلمانون کے ساتھ کیا کیا زیادتیان کین۔ ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہین کہ مسلمانون کے جن حملون کو یا مسلمانون کی جن لڑائیون کو غیر قوم کے لوگ محض اشاعت اسلام کی طرف منسوب کرتے ہین وہ حملے یا وہ لڑائیان لوگون سے بہ جبر کلمۂ توحید پڑھوانے کے لیے نہ تھین۔ یعنے ہکو صرف اس بیان کی تکذیب کرنی ہے کہ اگر مسلمان تلوار ہاتھ مین نہ لیتے تو انکا مذہب اسقدر جلد نہ پھیلتا اور اسلیے ہکو وہ تمام لڑائیان چھوڑ دینا چاہیے جنمین مسلمانون نے خود کو غیر قومون سے بچایا ہے۔ اسکے بیان کرنے مین دلچسپی ضرور ہے لیکن ہمارے اغراض سے اسے کوئی مناسبت نہین ہے۔

اسپین

طارق نے اسپین کو صرف بارہ ہزار مسلمانون سے فتح کیا۔ موسیٰ گورنر افریقیہ
جب اس سے مطلع ہوا تو اُسنے طارق کو اس جُرم مین قید کیا کہ اُسنے بلا اجازت
موسیٰ کے حملہ کیا تھا۔ موسیٰ کا یہ فعل اسلیے نہ تھا کہ جنگ وجدال وہ بُرا سمجھتا تھا۔
بلکہ محض اسلیے تھا کہ طارق کی ناموری پر وہ حاسد تھا۔ اسکے بعد خود اُس نے
فتوحات کی کمی کو پورا کر کے خلیفہ وقت کے نزدیک اپنے کو نام آور کرنا چاہا
تھا لیکن خلیفہ کو ان تمام حالات کی خبر ہوئی اور اُسنے طارق کو بدستور اسپین کا
حاکم کر کے موسیٰ کو طلب کر لیا۔ سنہ ۱۰۱ھ مطابق سنہ ۷۱۹ء مین طارق کا ایک
عربی سپہ سالار فرانس کے جنوبی حصہ پر مستقل طور سے قابض ہو گیا۔ سنہ ۷۳۳ء
مین جب بمقام پائٹائرز اور ٹورز مسلمانون نے شکست کھائی تو وہ ممالک
مفتوحہ پر قانع ہو کر اُسکی محافظت اور تہذیب مین کوشش کرنے لگے۔ اس
واقعہ سے ظاہر ہے کہ محض ملک کی خواہش سے یا ناموری کے خیال سے
اسپین پر مسلمانون نے حملہ کیا تھا۔ جب اُنھون نے وقت تنگ دیکھا تو قناعت
سے کام لیا۔ تواریخ سے ثابت ہے [illegible] اغراض اسلام یا اشاعت مذہب کے لیے
کوئی سختی اُن لوگون [illegible] مین کی اور [illegible] اُنمین ایسی خوبیان تھین کہ لوگ اُنپر
از خود فریفتہ ہو جاتے [illegible] یہ ہوا کہ آٹھ نو سو برس کے بعد عیسائیون نے اُن کو
اس طرح [illegible] جس طرح دودھ سے مکھی نکالی جاتی ہے۔

بعد [illegible] کے مسلمانون نے پھر غیر قومون پر کوئی حملہ نہین کیا جو کچھ لڑائی
ہوئی [illegible] مسلمانون مین ہوئی یا غیر قومون کے حملون کے روکنے مین ہوئی۔

سب سے بڑی لڑائی یہان مسلمانون مین عبد الرحمٰن کے وقت مین ہوئی -
عبد الرحمٰن خلفاے بنو امیہ کی نسل سے تھا - بنو عباس کے زمانہ مین یہ بھاگ
کر اسپین پہونچا اور اسپین کو بنو عباس کی حکومت سے علیحدہ رکھنا چاہا - بنو عباس
کی تمام فوج دھوکے سے ماری گئی - اور عبد الرحمٰن کی سلطنت اسپین مین
مستحکم ہوگئی -

اسکے بعد حکم ابن ہشام کے زمانہ مین سچّے مسلمان اسپین سے نکل کر افریقیہ
کے ساحل مغربی کی طرف آباد ہونے کے لیے چلے گئے - سلطنت سب کچھ کرتی
تھی لیکن اشاعت دین سے غافل تھی - عام مسلمانون مین وہ خوبیان نہ تھین
جو دوسری قوم کو مذہب اسلام کی طرف مایل کرین - خاص خاص لوگ اس
نظارہ کو پسند نہ کرسکے اور خود بخود جلا وطن ہوگئے - سلطنت کو مذہبی رنگ مین
کمزور پا کر متعصب عیسائیون کا ایک گروہ اُٹھا اور خودکشی شروع کردی یعنے یہ لوگ
دربار شاہی مین آکر قاضی کے سامنے ایسے حرکات کرتے تھے جن سے لامحالہ
قاضی کو اُنکی موت کا فتویٰ دینا ناگزیر ہوتا تھا - قتل کا حکم سُنکر وہ خوش ہوتے
تھے بس یہی ایک خون غیر قومون کا مذہبی پیرایہ میں مسلمانون کے ہاتھ سے
اسپین مین ہوا ہے - یہ واقعات ۸۵۰ء کے اخیر میں ہوئے لیکن ان واقعات
سے مسلمانون پر کوئی الزام عاید نہین کیا جاتا - اُس زمانے کے سمجھدار عیسائی
بھی ان مذہبی شہدا کو دیوانہ سمجھتے تھے - لیکن بعد کو فساد پیدا کرنے کے لیے
فرانس کے راہب ان سچی شہدا کی ہڈیان بیگ مین بھر کر اسپین سے ملک کو لے
گئے اور وہان کے عیسائیون کو مسلمانون کے خلاف اُبھارنا چاہا - عیسائیون نے

بھی کچھ زور دکھایا لیکن کسی فریق کو کچھ نقصان نہین پہونچا۔

عبدالرحمن ثالث نے گو چند عیسائی ریاستون کو بزور شمشیر اپنا مطیع کیا لیکن عیسائیون سے زیادہ اُسے مسلمانون سے لڑنا پڑا۔ اسپین کی مسلمانی ریاستون کو اُسنے تابع کیا۔ افریقیہ کے فاطمی بادشاہون سے وہ لڑا۔ یہ بادشاہ پچاس برس تک حکمران رہا۔ قسطنطنیہ۔ فرانس۔ جرمنی۔ اٹلی۔ کے عیسائی بادشاہ اظہار اخلاص مندی کے لیے اسکے دربار مین اپنے سفیر بھیجتے تھے۔ اسکے جانشین مابعد کے عہد مین مسلمانون کی سلطنت اسپین مین ضعیف ہوگئی۔ گویا یہ ہندوستان کا شاہجہان تھا۔ سنہ ۱۰۳۱ء مین اسپین کی شاہنشاہی ختم ہونے پر صوبہ غرناطہ مین ایک چھوٹی سی سلطنت اسی طرح قایم ہوئی جس طرح ہندوستان مین دلی کی سلطنت تباہ ہونے پر لکھنو کی شاہی قایم ہوئی تھی۔ اسکے بعد غرناطہ سنہ ۱۰۹۰ء مین افریقیہ کے مرابطون کا ایک باجگذار صوبہ قرار پاگیا۔ بعد ازان اندلس کے مسلمانون کی پھر خود مختاری قایم ہوئی اور تھوڑے دنون کے بعد وہ پھر مسلمانان افریقیہ کے زیر حکومت ہوگئے اس اثنا مین مسلمانان افریقیہ اور عیسائیان اسپین سے چند لڑائیان ہوئین لیکن وہ محض ملکی لڑائیان تھین۔ سنہ ۱۲۳۸ء کے بعد صوبہ غرناطہ مین محدود ہوکر مسلمانون نے اپنی خود مختاری قایم رکھی اور اس چھوٹی سی حالت مین بہزار مشکل وہ اپنے کو عیسائی ہمسایون سے بچاتے رہے نہ اُنسے دبے اور نہ اُنکو دبا سکے سنہ ۱۴۷۵ء مین شمال کے عیسائیون کی متفقہ قوت نے مسلمانون کو پریشان کرنا شروع کیا۔ اور سنہ ۱۴۹۱ء مین مسلمانون کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

اسکے بعد قرطبہ کے عیسائی بادشاہ نے یہ قانون نافذ کیا کہ مسلمان عیسائی مذہب اختیار نہ کرین تو ملک سے باہر کردیے جائین۔ ۱۵۶۷ء مین اسپر سختی سے عملدرآمد ہوا۔ اس سختی سے مسلمانون کو کچھ غیرت آئی اور عرصہ تک وہ بےکسی باشاہ کے عیسائیون سے لڑتے رہے۔ دشمنون کو مارتے تھے اور خود بھی مرتے تھے۔ آہستہ آہستہ سنہ ۱۶۱۰ء تک کوئی ۳۰ لاکھ مسلمان شہر سے جلاوطن ہوئے۔ پانچ لاکھ تو ایسے تھے جنکو اسپین کے عیسائی بادشاہ ہنری ہفتم نے خود مستعد ہوکر ملک سے باہر نکال دیا۔ تمام مسجدین گرجا ہوگئین۔ حمام گروادیے گئے۔ نشانات مٹادیے گئے۔ اب کہین سے یہ پتا نہین لگتا کہ اندلس مین آٹھ نوسو برس تک مسلمانون کی عملداری تھی۔ ایک ہزار برس تک اسلام کا چرچا تھا۔ اور عربی زبان وہان قریب قریب مادری زبان کے ہوچلی تھی۔ قرآن مین ہے کہ عاد اور ثمود وغیرہ قومین دنیا مین سب سے بڑھکر ہوئین اور پھر وہ اسطرح مٹین کہ پتا نہ لگا۔ اس آیۃ کا مفہوم تاریخ اندلس پڑھنے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ قوم یون معدوم ہوتی ہے۔

مسلمانون کی جلاوطنی سے تمام علمی برکتین بھی ملک سے جاتی رہین۔ کیونکہ زیادہ تر یہی لوگ اُستادفن تھے۔ اسپین کے عیسائیون نے اس بیرحمی سے اپنا ملکی نقصان بھی کیا یعنے اسپین جو مسلمانون کی بدولت تمام یورپ کا دارالعلم تھا آج وہ یورپ مین نگاہون مین نیم وحشی قومون یا بدترین اہل یورپ سے معمور سمجھا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سنہ ۷۱۱ء سے سنہ ۱۶۱۰ء تک اسپین مین مسلمان رہے سنہ ۷۱۱ء

مین صرف بارہ ہزار مسلمان اسپین مین آئے تھے اور فرانس تک گھستے چلے گئے - اور جب اُنکے بُرے دن آئے تو تین لاکھ مسلمانون کو جلا وطن ہونیکا حکم ہوا اور وہ چُپکے سے اُٹھے اور مُلک سے باہر چلے گئے - تلوار اگر مسلمانون کے پاس تھی تو وہ ۱۶۱۰ء مین کہان چلی گئی تھی - دنیا مین کسی قوم نے کسی قوم کے ساتھ ایسا ظلم نہین کیا ہے جیسا کہ اسپین کے عیسائیون نے اسپین کے مسلمانونکے ساتھ کیا - اس سے صریح ظاہر ہے کہ جو بات ۷۱۱ء کے مسلمانون مین تھی وہ ۱۶۱۰ء کے مسلمانون مین باقی نہین رہی تھی - ہند کے مسلمانون کے ساتھ تو ہندوستان کی آب و ہوا کا الزام رکھدیا جاتا ہے لیکن اسپین کے مسلمانون پر کوئی الزام اس قسم کا عاید نہین ہو سکتا - پس سوا اسکے اور کچھ نہین کہا جا سکتا کہ جو صداقت اور راستبازی کا سبق آنحضرتؐ نے مسلمانون کو تعلیم کیا تھا اُسکا کچھ کچھ اثر ۱۰۰۰ء تک تھا اور اسلیے وہ دوسری قومون پر اُسی طرح حکمرانی کے قابل تھے جس طرح تیل مین پانی کے اوپر تیرنے کی قابلیت ہوتی ہے - اور جب مسلمانون مین قابلیت کی کمی ہوئی تو خواہ مخواہ اُنکو وہ مقام چھوڑ دینا پڑا جہان وہ دوسری قومون سے تعداد مین کم تھے - اگر اچھے دنون مین وہ کوشش کر کے تمام قوم کو اپنا ہم مذہب کر لیتے تو یہ دن اُنکو دیکھنا نصیب نہ ہوتا لیکن یہ اُنکے اختیار کی بات نہ تھی - تلوار مین اُنکی زور تھا مگر مذہب تلوار سے نہین پھیلتا - مذہب پھیلتا ہے حُسن اخلاق کا اچھا نمونہ دکھانے سے اور وہ اُنمین کافی طور پر نہ تھا - اب ہماری سمجھ مین بخوبی آگیا کہ ۱۰۹۶ء مین اسپین کے چند سچے مسلمانون نے کیون از خود اسپین چھوڑ دیا تھا - اُنھون نے دیکھا کہ یہان کے

مسلمان دوسری قوم کو اپنا اچھا نمونہ دکھا کر مسلمان کرنے کی کوشش نہین کرتے تو ایک دن ہماری اولاد کو اس ملک سے نکلنا ہوگا اور اسیلیے اُنھون نے قبل اسکے کہ وہ وقت آئے خود کنارہ کش ہو جانا پسند کیا۔

یہان پر یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اسپین کے مسلمانون نے بہت بڑے بڑے کام کیے ہین۔ یورپ کے مُردہ علوم اُنکے وقت مین زندہ ہوئے۔ اُنکی یونیورسٹیون سے یورپ کی قومین تعلیم پاکر آدمی بنین۔ تمام یورپ کے اساتذہ مسلمانون کے شکرگزار ہین۔ صنعت۔ حرفت اور انسانی بہبودیون میز جو ترقیان مسلمانون نے کی تھین اب تک اُنکا اعتراف کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ سوکھی تعریفین اُن لوگون کے لیے کسی کام کی نہ تھین جو ۱۶۱۰ء مین جلاوطن کیے گئے تھے۔ مؤرخین کہتے ہین کہ مسلمانون کو جلاوطن کرکے اُنکے ساتھ ملک کی صنعت و حرفت اور تہذیب کو بھی عیسائیون نے ملک سے نکال دیا اور ملک کی مرفعہ الحالی پر ایسا صدمہ پہونچا کہ پھر اسپین نہ پنپا۔ بیشک اسپین کے عیسائی آج تمام یورپین اقوام مین اسدرجہ پیچھے نہ رہتے اگر اپنے مسلمان ملکی بھائیون کو یون ملک سے نکال باہر نہ کرتے۔ ہم اس موقع کو یون سمجھ سکتے ہین کہ مسلمانون نے علوم جدیدہ اور علوم قدیمہ کے زندہ کرنے مین اپنے اوقات عزیز محض رایگان کیے۔ اپنے طرز عمل سے اور مدارس کی تعلیم سے وہ قرآن کے برکات ظاہر کرتے اور سنت نبویؐ اور اقوال محمدیؐ کی خوبیان دوسرونکو سمجھاتے اور اس طرح مسلمانون کی تعداد بڑھانے مین کوشش کرتے تو اُنکی اولاد کو ۱۶۱۰ء کی بدنصیب گھڑیان دیکھنا نہ پڑتین۔

۱۶۱۰ء

اسپین کے نہایت ہی مختصر حالات اوپر لکھے گئے ہین ورنہ یہ قصّہ بہت ہی دلچسپ ہے اور داستان بڑی طولانی ہے۔ اسپین کے مسلمان یورپین موّرخون کی نگاہون مین عجائبات دنیا مین شمار کیے جاتے ہین اور اُنکا عروج وزوال نمونہ قدرت تصوّر کیا جاتا ہے۔ تمام حالات کا اس مختصر تحریر مین بالتفصیل بیان کرنے کی گنجایش نہین ہے۔ لیکن ہم اسکو دعوی سے کہتے ہین کہ اسپین کی تمام تاریخ مین گو وہ ادنی مسلمانون کے ہاتھ سے فتح ہوا تھا کوئی ایک بھی مثال ایسی نہین ہے کہ کسی عاقل وبالغ قابل اعتبار مسلمان نے کسی عیسائی یا کسی دوسرے مذہب والے کی گردن پر اسلیے تلوار رکھی ہو کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے پر راضی نہین ہوتا تھا۔

ہندوستان

بعض یورپین موّرخ جب لکھتے ہین کہ "اسلام بزور شمشیر پھیلا" تو وہ ابتدائے سنہ ہجری کے فتوحات مراد لیتے ہین اور جب ہندوستان کے نوتعلیم یافتہ نوجوان ہندوستان کے متعصّب موّرخین کی تحریرین پڑھتے ہین تو وہ سمجھتے ہین کہ ہندوستان مین بھی اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ حالانکہ ہندوستان مین کسی کو مسلمان کرنے کے لیے کوئی زیادتی مسلمانون کی طرف سے کبھی نہین ہوئی اور نہ کوئی سختی کسی قسم کی ہندوستان کے باشندون پر اس لیے کی گئی کہ وہ ہندو تھے۔ اور نہ اسکے قبل تمام بلاد اسلام مین ایسا کبھی ہوا۔ مسلمان جو ہندوستان مین آئے بہترین مسلمان نہ تھے بلکہ بدترین مسلمان تھے۔ پھر بھی ہندوؤن کے حق مین انسے اچھا کوئی دوسرا فاتح نہین ہو سکتا تھا۔

مسلمانون نے جو برتاؤ اپنے مفتوحین کے ساتھ کیا اُنکے ہمعصر ایسا اچھا برتاؤ دنیا کے کسی حصہ مین اپنے مفتوحین کے ساتھ نہین کرتے تھے اور نہ اسکے قبل کبھی کسی اور فاتح نے ایسے اچھے برتاؤ کیے تھے۔ گزشتہ زمانہ کو زمانہ حال کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے۔ بلکہ گزشتہ زمانہ کو گزشتہ زمانہ کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس مضمون کے سمجھنے کے لیے تمام دنیا کی تاریخین پڑھنی چاہئین دیکھو رومنس اپنے مفتوحین کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے۔ خود انگلستان کے قدیم باشندون کے ساتھ رومنس نے کیا کیا۔ انگلستان کے دیگر فاتحین نے انگلستان کے ساتھ کیا کیا۔ یونانیون نے مفتوح قومون کا دنیا مین کیا درجہ قایم رکھا۔ تاتار نے چین پر فتح پاکر شروع شروع کیا برتاؤ کیا۔ خود آرین نے اپنے مفتوحین کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ شُدّرون کو اُنھون نے اسدرجہ نیچا کردیا کہ مسلمانون اور انگریزون کی ہزار سالہ حکومت اُنکو ایک انچ بھی اونچا نکرسکی گویا دست قدرت کو فاتحون کی بُرش شمشیر نے ہمیشہ کے لیے (نعوذ باللہ) قطع کردیا! تین چار ہزار برس سے شُدّرون کے کشت زارین ابر رحمت نہ برسا۔ سب کے دن پھرے لیکن انکے دن نہ پھرے۔ وہ زبان حال سے کہتے ہین

ہم ایسے ہین کہ جیسے کسی کا خدا نہ ہو

گویا وہ مادر گیتی کے فرزند ہی نہین ہین۔ ہمارے ہمدرد نوجوان سمجھین اُنکے بزرگون نے جب دوسرون پر قابو پایا تھا تو کیا کیا تھا اور پھر وہ مقابلہ کرین اپنے بزرگون کی حالت سے جب مسلمانون نے اُنپر قابو پایا تھا۔

مسلمانون کے پاس شروع شروع باعتبار فاتح ہونے کے جو ایک بہت

بڑا ہنر تھا وہی سوء تدبیر سے یا سوء اتفاق سے خود مسلمانون کے حق مین نہ کہ مفتوحین کے حق مین ایک بڑا عیب قرار پا گیا۔ کیا معنی کہ مسلمان جس سیر چشمی سے غیر قوم کو اپنا ہم خیال پاتے ہی قومی تفرقہ اُٹھا دیتے تھے وہ بلاشبہ ایک ایسا امر تھا کہ تاریخ عالم مین کسی فاتح مین اسکی نظیر نہین ملتی۔ مسلمانون کی ترقیون کی بنیاد اسی حکمت عملی پر قایم تھی۔ قوم مفتوح کے ساتھ اُنکا برادرانہ اور ہمسرانہ برتاؤ رکھنا بے شک نہایت اچھا تھا مگر اندلس اور ہندوستان مین اچھا نہ تھا کیونکہ یہان کے تمام باشندے اُنکے ہمخیال نہ تھے۔ اور ہمخیال نہ ہونے کا سبب وہ نقص تھا جو اُنمین پیدا ہو گیا تھا۔ اُنکو یہان اپنے باپ دادا کی روش قوم مفتوح کو برادر قرار دینے کی بابت اختیار نکرنا چاہیے تھی۔ سابق مسلمان اپنے حسن اخلاق مین ایسے پکے تھے کہ وہ قوم مفتوح کو اپنا سا بنا لینے کا یقین کامل رکھتے تھے۔ وہ سانپ کھلاتے تھے اسلیے کہ اُسکا منتر جانتے تھے۔ اندلس اور ہندوستان کے مسلمان اپنے باپ دادا کی طرح سانپ سے کھیلتے رہے لیکن سانپ کا منتر بھول چکے تھے اور یہ اُنکی سخت غلطی تھی۔ جب اُنکے اخلاق ایسے نہ تھے کہ دوسرون کو اپنی طرف خواہ نخواہ کھینچین تو پھر اُنکو دوسرون مین ملنا نہ چاہیے تھا۔ دوسرون کی صحبت نے اُنکو اور بھی خراب کیا۔ جو کچھ اُنمین ہنر تھے وہ بھی جاتے رہے۔ بجاے اسکے کہ وہ دوسرون کے اخلاق درست کرتے دوسرون کی صحبت اُنکے اخلاق خراب کرنے لگی۔ مسلمانون کے برادرانہ میل جول نے مفتوحین کو بے تکلف کر دیا۔ مسلمان اُنکے مقابلہ مین اصول سیاست پر پورا عمل کرنے کے ہرگز قابل نہ رہے۔ یون ایک صدی تک بھی مسلمان اپنی

حکومت قایم نہین رکھ سکتے تھے - کچھ دنون تک جو انکی حکومت قایم رہی اسکا سبب یہ تھا کہ نئے نئے حکمران اور نئے نئے اراکین دولت ولایت سے برابر آتے رہے - اگر یہ تازہ ہوائین باہر سے نہ آتی رہتین تو قومی حکومت کا گلا کبھی گھٹ گیا ہوتا - ہندوؤن کے میل جول سے ہم اپنے تمام اخلاق کو وہ اچھے تھے یا بُرے لیکن ہمارے مایۂ ناز ضرور تھے کھو بیٹھے - حتی کہ امور منجر بشرک کے اختیار کرنے مین بھی ہم نے دریغ نہین کیا - ہم اپنے خدا کو بھولے اور رسول کو بھولے - بہادری چھوڑی - استقلال چھوڑا - راستبازی کو خیرباد کہا حمیت اسلامی کو رخصت کیا - ہمارے عادات مین خرابی آئی - اور ہمارے دلون مین کمزوری پیدا ہوئی جسکی دوستی مین ہم اس حال کو پہونچے جب اُسکے مُنھ سے سُنتے ہین کہ مسلمانون نے ہندوستان مین بہت ظلم کیا تو افسوس ہوتا ہے - کسی کا گلہ نہین یہ ہمارا کیفر کردار ہے - اگر ہم اپنے اخلاق درست رکھتے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور آج ہماری تمام باتین بُری بھی ہوتین تو اچھی نظر آتین -

ہم اپنے بیان کی تائید مین کچھ تاریخی حالات بیان کرتے ہین - سنہ ۴۴ھ مین مرو سے کابل تک عرب گھس آئے اور بارہ ہزار کافرون کو مسلمان کیا - غالباً یہ زیاد گورنر خراسان کی حکومت اور امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا والی کابل اگر بالکل مطیع نہین تھا تو باجگذار ضرور تھا کیونکہ اسکی سرتابی پر سنہ ۶۲ھ مین دوبارہ لشکرکشی ہوئی اور ایکبے اتفاقاً مسلمانون نے ایک گھاٹی مین پھنس جانے کی وجہ سے ہزیمت اُٹھائی - اس شکست کا بدلا سنہ ۸۰ھ مین عبدالرحمن حاکم

خراسان نے لیا جس نے کابل پر خود دھاوا کیا اور بہت بڑا حصّہ ملک کا
قبضہ مین کر لیا- اسوقت تمام افغان مسلمان ہو چکے تھے- افغان تو پیغمبر خدا
کے وقت ہی سے اپنا ایمان لانا کہتے ہین- لیکن اسمین شبہ نہین کہ سنہ ہ
تک اکثر انمین سے مسلمان ہو چکے تھے- اور محمود کے بعد پھر انمین کوئی
کافر نہ رہا بجز اُس حصّہ ملک کے باشندون کے جواب تک کافرستان کے
نام سے موسوم ہے- ۷۱۱ء مین محمد قاسم اُسی طرح ہندوستان مین آیا
جس طرح طارق اسپین مین گیا تھا- محمد قاسم کا لاشہ شاہی غضب کی وجہ سے
ہندوستان سے دمشق روانہ کیا گیا اور اُسکے ساتھ تمام فتوحات اسلامی کا
نام بھی ہندوستان سے فوراً مِٹ گیا- طارق ارکین دولت کے مخمصہ
مین پھنسنے کے بعد پھر اپنی حالت پر آگیا اور اسلیے اُسکے فتوحات ایک حصّہ
فرانس تک بڑھتے رہے صرف یہی فرق دونون کی فتوحات مین ہوا- ورنہ
اور اعتبارات سے ان دونون فتوحات مین بہت کچھ مناسبت ہے- محمد قاسم
اپنے ماسبق مسلمانون سے بدتر تھا اور مابعد کے حملہ آورون سے بہتر تھا-
اُس نے لڑائی کی بنیاد اُسی مہذّب اصول پر قایم کی تھی جس نے عرب سے
سندھ تک مسلمانون کو پہونچایا تھا- یعنے محمد قاسم نے نہایت انسانیت کے
ساتھ والی ہند کے سامنے اپنی درخواست پیش کی "اپنے ملک مین ہمارا
قانون نافذ ہونے دو- امن قایم کرنے کی فکر کرو- ملکی تہذیب مین ہمکو ترقی
کرنے دو- اور اگر تم غیر اشخاص کی مداخلت پسند نہین کرتے تو تم ہمارے ہم خیال
ہو کر اور اس طرح سلف گورنمنٹ کا پرداز قایم کر کے خود اپنے پر حکومت کرو-

اور اگر کسی مین راضی نہین ہوتے تو تلوار کو حکم قرار دو"۔ بہرحال محمد قاسم کی نسبت کسی قسم کا اعتراض نہین کیا جا سکتا اور اگر کچھ اعتراض ہوتا بھی تو وہ اس واقعہ سے رفع ہو گیا کہ محمد قاسم کے ساتھ خلیفہ وقت نے کیا سلوک کیا ہنود سمجھے کہ مسلمان صرف مفتوحین کے مقابلہ مین سخت نہین ہین باہمی برتاؤ مین بھی کڑے ہین۔

اسکے بعد محمود کے حملے شروع ہوئے اور یہ حملے فی الواقع بہت سخت تھے۔ محمود نے اشاعت اسلام کے لیے یہ حملے نہین کیے۔ جس طرح سے ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر ملکی اغراض کے لیے یا دنیاوی طمع سے حملے کرتا ہے وہی نوعیت محمود کے حملون کی تھی۔ کوئی بُرا مانے یا بھلا مؤلف کے نزدیک گو محمود نے ہندوستان پر حملے بہت کیے۔ غازی لقب پایا مسلمانون کے نزدیک اپنے کو موقّر دکھایا لیکن اپنے طرزعمل سے اُسنے ہندوؤن کے دل مین اسلام سے نفرت پیدا کردی۔ سمجھدار لوگون نے اسوقت یہی راے قایم کی تھی کہ نقدی طمع کے خیال سے یا حکمرانی کے شوق مین محمود کفرستان مین مارا مارا پھرتا ہے۔ لیکن مذہب اسلام کو اس سے ترقّی نہین ہوتی اور نہ وہ مذہب کی ترقّی دینے کے لیے کوئی کوشش کرتا۔ حضرت امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے پردہ مین جس طرح عراق مین لوگون نے حکومتین لین اسی طرح محمود بھی مذہبی جہاد کے نام سے مسلمانون کو اپنا جان نثار بنائے رہا ورنہ اسلام پھیلانے سے اسکو کوئی غرض نہ تھی۔ بعض مؤرخین نے اسکو دہریہ لکھا ہے اور اسکی مذہبی باتون کو تقیہ یا حکمت عملی سے تعبیر کیا ہے۔

اس کتاب کا مولف اسقدر لکھنے کی ہرگز جرأت نہین کرسکتا لیکن اس قدر تو بے تکلف کہہ سکتا ہے کہ جب تک دینی اور دنیاوی دونون بادشاہتین ایک شخص مین جمع ہوتی رہین تب تک مسلمان بادشاہون کی کیفیت ہی اور ہوتی تھی اِسکے بعد جب صرف دنیوی پیشوائی اُن لوگون کے تعلق ہوئی تو یہ مذہبی پیشوا نہ رہے صرف حامی مذہب اسلام کے لقب کے سزاوار رہ گئے۔ اسی مد مین محمود بھی تھا۔ ہمکو محمود کی طرفداری سے کوئی بحث نہین ہے لیکن ایک تاریخی واقعہ کا چھپانا بھی مناسب نہین ہے اور وہ یہ ہے کہ ابتدا محمود کی طرف سے نہین ہوئی۔ بلکہ ابتدا راجہ جیپال کی طرف سے ہوئی تھی جس نے محمود سبکتگین پر پشاور کی گھاٹیون مین حملہ کرنے پر سبقت کی تھی اس سبقت کے جواب مین سلطان سبکتگین کے دو حملے ہوئے اور محمود نے

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

پر عمل کیا اور اٹھارہ حملے کیے۔ خونریزی جو محمود کے زمانہ مین ہوئی اُسکی نسبت ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہین کہ وہ اشاعت اسلام سے الگ ایک چیز تھی اور اسلیے مسلمان اُسکے جوابدہ نہین ہین۔ مشہور ہے کہ محمود کے بیٹے مسعود سے جو لڑائی خراسان مین طغرل بیگ اور جغر بیگ کے مقابلہ مین ہوئی اُسمین اتنی خونریزی ہوئی کہ کبھی نہین ہوئی تھی۔ اسکے مقابلہ مین محمود کے زمانہ کی خونریزیان پاسنگ بھی نہین ہین۔ علاء الدین غوری نے جو غزنی مین پہونچکر خون کا دریا بہایا اور تمام شہر کو جلادیا۔ اسکی نظیر کئی صدی ماقبل اور مابعد تک نہین ملتی۔ محمود نے صرف ہندوستان کی دولت لوٹی تھی۔ علاء الدین نے اُسکا شہر پھونکا۔

دولت لوٹی - تمام شہر کے باشندون کا قتل عام کیا اور صلہ مین جہان سوز لقب پایا - اِن لڑائیون مین تو دونون طرف مسلمان تھے - ان خونریزیون کا مواخذہ کس سے ہوگا - خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہت کے لیے خونریزی لازم ہے اس مہذب زمانہ مین بھی بمقام ٹرنسوال دو عیسائی سلطنتون مین جو لڑائیان ہوئین انمین بھی بے انتہا خونریزیان ہوئین - لڑائیون مین خون ہی بہتا ہے - اور لڑائیان مہذب اور غیر مہذب دونون گورنمنٹون کے لیے لازمی ہین - انصاف سے بالکل بعید ہے کہ جب مسلمان باہم لڑین تو کچھ نہ کہا جائے اور جب غیر کے ساتھ لڑین تو یہ کہا جائے کہ مسلمان غیر مذہب والون کے خون بہانے مین بہت بیدرد ہوتے ہین - تاریخ پر بغور نظر ڈالنے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہر قرن مین مسلمانون کی لڑائیان ہمعصر قومون کی لڑائیون سے مقابلہ کرنے کے بعد مہذب اور باقاعدہ ثابت ہوتی ہین - خونریزیون سے ہم ہرگز انکار نکرین گے لیکن اسکے ساتھ ہی مسلمانون کی لڑائیون کو نظر بہ حالات اور نظر بہ اقوام ہمعصر وحشیانہ بھی نکہین گے -

اسکے بعد مسلمانون کی مستقل سلطنت ہندوستان مین قایم ہوئی - سلاطین مابعد مین علاء الدین خلجی بڑا زبردست بادشاہ ہندوستان کا خیال کیا جاتا ہے - اسکو ہندو اور مسلمان دونون ظالم سمجھتے ہین - اسنے والی گجرات کی بی بی کیولا دیوی کو اپنے حرم مین داخل کرلیا تھا - اب اسپر یہ متفرع کیا جاتا ہے کہ عام طور سے ہندوون کی عورتین مسلمان جب پسند کرتے تھے تو لے لیتے تھے - اور بعض بعض اسی پر یہ بھی متفرع کرتے ہین کہ رسم پردہ ہندوون مین انھین مظالم سے بچنے کے لیے قایم ہوئی تھی - یہ بحث علیحدہ "رسم پردہ" مین طے کیجائے گی -

بیان

یہان صرف یہ کہنا ہے کہ بیشک علاءالدین خلجی منجملہ اُن مسلمانون کے ہے جنکی وجہ سے ہند کے مسلمان بُرے سمجھے جاتے ہین۔ لیکن یہ یاد رہے کہ صرف ہندو ہی اسکو بُرا نہین کہتے مسلمان بھی اسکو ظالم کہتے ہین۔ یہ کوئی مستند بادشاہ اسلام کا نہین تھا۔ اپنے چچا جلال الدین کو قتل کرکے یہ تخت پر بیٹھا تھا۔ جب اپنے بوڑھے چچا کا یہ ہوا تو پھر اس سے کسی اور بُرے فعل کا سرزد ہونا مستبعد نہ تھا۔ لیکن یہین ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہین کہ علاءالدین مین بھی باوجود تمام برائیون کے مفتوحین کے ساتھ برابر کے برتاؤ رکھنے کی صفت ضرور تھی۔ کیولادیوی کو اُسنے بےعزت کرکے چھوڑ نہین دیا۔ بلکہ اپنے خاص محل مین داخل کرکے اپنی چہیتی بیوی بنایا اور اُسکی لڑکی دیول دیوی کو اپنے بیٹے خضرخان کی زوجیت مین دیا۔ اور اس طرح ان دونون عورتون کو یہ موقع دیا کہ اگر زمانہ موافق ہوتو اُنکی اولاد شہنشاہی ہند پر ایک نہ ایک دن پہونچ سکے۔ یہین یہ بھی جاننا چاہیے کہ مسلمان بادشاہون کے پاس ہندو عورتون کا آنا جتنا کہ اسوقت ہندوون کے خیال کے مطابق ناپسندیدہ ہے اُس زمانہ مین اس درجہ ناپسندیدہ نہ تھا۔ خود راجپوت راجہ کوشش کرتے تھے کہ اُنکی لڑکیان بادشاہون کے پاس رہین اور اس طرح ہندوستان کی گورنمنٹ خلط نسل کی وجہ سے آئندہ چلکر فارن گورنمنٹ نہ سمجھی جائے۔ چنانچہ اکبر اور اُسکے مابعد زمانہ مین کئی مثالین اسکی موجود ہین کہ مسلمان بادشاہون نے ہندو راجاؤن کی یہ خواہشین پوری کرکے ہندوؤن اور مسلمانون کے باہمی اتحاد مین ترقی دینا چاہی۔ گو یہ ترقی فی الواقع اُنکے زوال کا سبب ہوئی۔ ہندوؤن کے میل سے جو نسل قایم ہوتی تھی

اُنمین بار سلطنت اُٹھانے کی قابلیت پوری نہ تھی۔

قطب الدین ایبک نے ۶۰۲ھ مین جو شاہنشاہی قایم کی وہ برابر ایک مسلمان خاندان سے دوسرے مسلمان خاندان مین منتقل ہوتی رہی محمد تغلق کے وقت تک اسمین زوال نہین آیا لیکن محمد تغلق کے بعد ہی تباہی شروع ہوئی۔ اسکی وجہ سواے اسکے اور نہین کہی جاسکتی کہ محمد تغلق کی دادی ایک ہندی عورت تھی اور مان کے اثر سے جو بہت بڑا اثر ہوتا ہے خاندان مین کمزوری پیدا ہوئی۔ گو سلطنت عرصہ تک رہی لیکن بالآخر تیمور نے اُسکے انجر پنجر ڈھیلے کردیے اور پھر تیمور کے پوتے بابر مین یہ قابلیت پیدا ہوئی کہ اُنکے عہد مین پھر سے شاہنشاہی قایم ہونے کی امید بندھی اور اکبر کے وقت سے پھر مسلمانوں کی شاہنشاہی عود کر آئی۔ اکبر کے بعد جہانگیر اور شاہجہان نے بھی قابل اطمینان شاہنشاہی کی لیکن عالمگیر کے بعد ماؤن کی طرف سے جو میل نسل شاہی مین آگیا تھا اُسکے اثر نے مسلمانون کی شاہنشاہی کا بگاڑنا شروع کیا۔

اکبر اور اُسکے مابعد کے دو بادشاہون نے جو اچھے برتاؤ ہنود کے ساتھ کیے اُنکی شکرگزاری کسی کی زبان پر نہین ہے۔ راجہ ٹوڈرمل کا وزیر مال ہونا۔ کابل مین راجہ جسونت سنگہ کا گورنر مقرر ہونا کسی کو یاد نہین ہے۔ لیکن عالمگیر کے سب شاکی ہین کہ وہ بڑا متعصب تھا اور شکایت بھی اُسکی ذات تک محدود نہین ہے بلکہ اُسکا تعصب عام مسلمانون کی طرف منسوب کرکے کہا جاتا ہے کہ مسلمان اپنے عہد حکومت مین بڑے ہی متعصب تھے۔ عالمگیر داراشکوہ کا مخالف تھا۔ دارا شکوہ اپنے دادا اور پردادا کی طرح ہندوؤن کی رسم و رواج اور اُنکے علوم

سے دلچسپی رکھتا تھا۔ عالمگیر کو داراشکوہ کے خلاف کامیاب ہونے کے لیے ضرور تھا کہ وہ داراشکوہ کی عادات سے لوگون کو نفرت دلاتا اور نفرت دلانے کے لیے سب سے عمدہ طریقہ متعصب مسلمانون کے دلون مین تعصب کی آگ بھڑکانا اور خود کو متعصب ظاہر کرنا تھا۔ پالیسی اور حکمت عملی کا مقتضا یہی تھا۔ دل کا حال کسی کو نہین معلوم بظاہر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو رنگ اُسنے اپنے باپ اور بھائی کے خلاف سازش کرنے۔ اپنے بھائیون کے قتل کرنے اور اپنے باپ کو قلعہ مین نظربند کرنے مین بالآخر اختیار کیا اُسکو اگر ہنود سمجھتے ہین کہ محض ہندوؤن کے دل دُکھانے کے لیے اُسنے کیا تو یہ محض اُنکی ناواقفیت ہے۔ عالمگیر اتنا بیوقوف نہ تھا کہ وہ ہندوؤن کے دل دُکھانے کو سلطنت کی کمزوری کا باعث نہ سمجھتا۔ وہ ضرور ایسا سمجھتا تھا۔ لیکن مسلمانون کا گروہ جو اُسکے مخالف تھا حکمت عملی سے اُسکے خلاف مسلمانون کا ایک دوسرا گروہ طیار کرنا اصول جہانداری کے لحاظ سے وہ نہایت ضروری سمجھتا تھا۔ اور اس ضروری کام کی انجام دہی مین وہ اس امر کی پروا نہین کرتا تھا کہ ہندوؤن کی جماعت اُس سے ناخوش ہو گی۔ وہ جانتا تھا کہ اُنکا خوش کرنا اتنا ضروری نہین ہے جتنا کہ ایک موافق گروہ مسلمانون کا طیار کرنا ضروری ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ شاہجہان کے بعد مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا اگر داراشکوہ کے ہاتھ مین عنان حکومت آتی۔ صدیون تک جو حکومت قایم رہی محض عالمگیر کی حکمت سے قایم رہی۔ عالمگیر کا ہندوؤن کے مقابلہ مین تلوار چلانا اگر بُرا تھا تو تاناشاہ کے مقابلہ مین بھی لڑائی کرنا بُرا تھا اُسکے وقت مین ہندو ریاستون کے ساتھ جتنی لڑائیان ہوئین اُس سے

لیکن زائد مسلمان رئیسون سے ہوئین۔ ہندوؤن سے اُسے خوف کم تھا اسلیے وہ ہندوؤن کے ساتھ کسی قدر نرم تھا اور مسلمانون پر وہ سختی کرتا تھا۔ ہندوؤن کے مقابلہ مین وہ اپنی لڑائی کو جہاد کہتا تھا۔ اور جس مسلمان سے اُسکو لڑنا ہوتا تھا اُسے ہندوؤن کا مددگار ٹھہراکر ایک حیلہ شرعی پیدا کرتا تھا۔ یہ محض اُسکی تدبیر تھی ورنہ اصلی غرض اُسکی سلطنت کا مستحکم کرنا تھا۔ عالمگیر نے جس سختی سے اپنے باپ کی نگرانی کی اگر اُسکی چوتھائی نگرانی سیواجی کی کرتا تو سیواجی کو یہ موقع ہرگز ہاتھ نہ آتا کہ وہ دہلی سے نکل کر پونہ پہونچ جاتا اور وہان ایسی سلطنت کی بنیاد قایم کرتا جو عالمگیر کے جانشینون کی بیخ کنی کرتی۔

عالمگیر نے بنارس وغیرہ مین ہندوؤن کے معابد سے ضرور ایسا برتاؤ کیا جو اسوقت تک ہندوؤن کو تکلیف دینے والا ہے۔ یہ فعل عالمگیر کا صرف بے سود ہی نہ تھا بلکہ خلاف شرع بھی تھا۔ ہمکو سخت حیرت ہے کہ اس انوکھے فعل سے عالمگیر نے کیا مقصود رکھا تھا۔ عالمگیر کو کوئی رنج ہندوؤن سے نہ تھا۔ یہ اطاعت شعار رعایا تھے۔ ہندوؤن کے معابد کو اس غرض سے بگاڑنا کہ یہ ہندوؤن کو مسلمان ہونے کی تحریک کرے گا ایسا خام خیال ہے جو عالمگیر سے بالکل مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ عالمگیر کی نسبت جنون دوری کسی مورخ نے منسوب نہین کیا ہے یہ بھی نہین کہا جاتا کہ کسی ہندو کو بجبر مسلمان کرنے کے لیے اُسنے کبھی خونریزی کی تمام حالات پر نظر کرنے کے بعد سواے اسکے اور کوئی امر ذہن نشین نہین ہوتا کہ ہندوؤن کے معبدون کی توہین اُسنے محض اُس مسلمان گروہ کو اپنی طرف گرویدہ کرنے کے لیے کیا تھا جسکو اپنے خاندان کے حمایتی گروہ کو زیر کرنے کے لیے

اُسنے محض حکمت عملی سے قایم کر رکھا تھا اور وقتاً فوقتاً اسمین تعصب کی آگ کا مشتعل کرنا وہ مقتضاے حالت تصور کرتا تھا۔

مابعد زمانہ مین نادر شاہ اور احمد شاہ درانی کے حملے ہندوستان پر ہوئے لیکن ان حملون نے بہ نسبت ہندوؤن کے مسلمانون کو زاید نقصان پہونچایا آ سَیدون کی علیحدگی سے مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوچکا تھا۔ ان حملون نے رہی سہی عزت بھی خاک مین ملادی۔

ہمکو ہندوستان کے حملہ آورون کے مذہبی خیال سے چندان ہمدردی نہین ہے۔ "ہند اور اسلام" مین ہم نے اپنے خیالات پورے طور پر ظاہر کیے ہین۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہم نے جابجا لکھا ہے کہ ہند کے حملہ آور گو گزشتہ مسلمانون سے بدتر تھے لیکن غیر مذہب والے ہمعصر بادشاہون سے ضرور بہتر تھے۔ اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ اُنکا قانون تمام عالم کے قانون سے بہتر تھا۔ جب وہ غصہ یا طمع مین نہین ہوتے تھے تو اُن سے ایسے افعال کبھی کبھی سرزد ہوتے تھے جو دوسرون کے لیے نمونہ ہوسکتے تھے۔ یہی باعث تھا کہ وہ تمام زرخیز حصون پر قابض تھے۔ خدا دنیا مین اپنے بُرے بندون کو بااختیار رہنے نہین دیتا۔ جس زمانہ مین مسلمان بااختیار تھے اُس زمانہ مین وہ تمام عالم کے باشندون سے اچھے تھے۔ اور جب وہ بُرے ہوگئے تو اُنپر دوسری قوم مسلّط ہوگئی۔ عربون مین جب قابلیت نرہی تو تو مسلم ترک اُنپر غالب آگئے۔ اور جب یہ بھی لہو ولعب اور عیش پسندی مین پھنسے تو کفار تاتار اُنپر حکمران ہوئے۔ بالآخر کفار تاتار کو اسلیے کہ وہ بادشاہت کی صلاحیت رکھتے تھے سواے اسکے

چارہ نہ تھا کہ وہ اسلامی قانون اختیار کرین یعنے مسلمان ہو جائین۔ کیونکہ اُسوقت یہی ایک مہذب قانون دنیا مین تھا۔ بعد ازان اُنھین مغلون کی نسل جب ہندوستان مین آکر نا قابل حکمرانی ہوئی تو خدا نے انگریزون کو بھیجا۔ خدا نے قرآن مین فرمایا ہے کہ " ان الارض یرثہا عبادی الصالحون " میرے صالح بندے وارث ارض ہوتے ہین۔ ان انگریزون مین بہت سی باتین اسلام کے موافق ہین۔ اسلام کوئی غیر معمولی چیز نہین ہے۔ عمدہ باتون کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔ مختلف وقتون مین مختلف نام رکھ لیے گئے ورنہ آسایش اور تہذیب سے زندگی بسر کرنے کا طریقہ روز ازل سے ایک ہی چلا آتا ہے جسکو اپنے بارے مین مسلمانون نے بھی اختیار کیا۔ اسوقت اُس طریقہ پر عمل کرنے والے بہ نسبت پچھلے مسلمانان ہند کے انگریز زائد تر ہین اور اسی لیے خدا نے اُنکو وراثت ہند سپرد کی ہے۔ جب تک عمدہ باتین اُنکا دستور العمل رہین گی یہ سپردگی قایم رہے گی۔ ہمیشہ قوم کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک وقت وہ آئے کہ انگریزون کو ہندوستان چھوڑنا پڑے۔ لیکن اُسوقت کے پہونچنے کے قبل ضرور ہے کہ اُنسے اُنکی خوبیان جواب ہین الگ ہو جائین جب تک وہ اپنی خوبیان قایم رکھین گے خدا اُنکی حالت مین تغیر نکرے گا لیکن خدا نخواستہ انکے اخلاق بُرے ہو جائین۔ یہ بھی ہندوستان مین رہ کر مثل ہمارے انکے خیالات مین بھی تاریکی آجائے تو اُسوقت انکی کوئی بات قابل پسند نرہے گی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اُس مابعد زمانہ مین یہ کہنا کہ انگریزون نے انیسوین صدی مین ہندوستان کی حکومت بُرے طور پر کی تھی اتنا بعید از

واقعات ہوگا جتنا دن کو رات کہنا۔ اسی طرح مسلمانون کی موجودہ حالت پر قیاس کرکے یہ راے قایم کرنا کہ گزشتہ صدیون کے مسلمان ایسے ہی ناقابل تھے جیسے اب ہین بالکل بعید از عقل ہوگا۔ اب یہ مضمون ختم ہوتا اور خاتمہ پر ایک حکایت بابر کی اس امر کے ظاہر کرنے کو لکھی جاتی ہے کہ برے سے برے مسلمان بھی قانون اسلام کی پابندی سے عمدہ سے عمدہ افعال کرنے پر مجبور ہوتے ہین۔ شرعی مسئلہ ہے کہ جب کوئی چیز کہین گری ہوئی ملے تو پانے والے کو اصل مالک کی تلاش لازم ہے۔ کوئی شخص رعایا ہو یا بادشاہ اس سے مستثنیٰ نہین ہے۔ بابر کے وقت مین ایک چینی قافلہ برف باری کی وجہ سے تباہ ہوا۔ لاوارث مال کثیر المالیت بابر کے پاس پہونچا۔ بابر نے اُس مال کو خزانہ شاہی مین داخل کرنے کے بجاے امانتاً علیحدہ رکھوایا۔ اور چین مین آدمی روانہ کیا کہ وہ وہان جاکر شہر بہ شہر پتہ لگاے کہ جو قافلہ تباہ ہوا کس حصہ سرزمین کا تھا۔ بالآخر مال کے مالکون کا پتہ لگا اور شکرگزاری کے ساتھ وہ اپنے مال آکر لے گئے۔ بابر ظالم بادشاہون مین ہے اور اُسکے یہ کردار ہین۔

مسلمانان چین و مجمع الجزائر

چین اور مجمع الجزائر کے مسلمانون کے حالات ابتک کچھ بھی بیان نہین کیے گئے مسلمان مورخون نے ان مقامات کے مسلمانون سے بہت کم دلچسپی رکھی ہی لیکن زمانہ حال کی یورپین تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مقامات کے مسلمان بھی اسلامی دنیا مین بڑی وقعت کے قابل ہین اور ہرگز اس قابل نہین ہین کہ انکے حالات سے بے پروائی

کیجائے۔ ابھی حال مین چین کے صوبہ یانان مین جب چینی مسلمانون نے سخت بغاوت
کی تو یورپین مورخون نے ادھر توجہ کی بالخصوص روسی اور فرنچ مورخون نے ادھر خوب
توجہ کی۔ پروفیسر بریلیف نے روسی زبان مین جو خیالات چین کے مسلمانونکی نسبت
ظاہر کیے ہین وہ بجنسہ ذیل مین نقل کیے جاتے ہین۔
"اگر چین کے مسلمان اُن پردیسیونکی اولاد ہوتے جو مدت سے وہان آباد ہین تو
البتہ ہمکو اس یقین مین کہ ایک روز کُل چین مسلمان ہوجائیگا تأمل ہوسکتا تھا لیکن
برخلاف اسکے جب یہ دیکھتے ہین کہ وہان کے اصلی باشندون مین اسلام برابر ترقی
کر رہا ہے تو ہمکو یہ سوال کرنا پڑتا ہے کہ یہ ترقی کب بند ہوگی اور کہانتک پہونچکر رک جائیگی۔
ترکستان اور زنگیریا مین اگر مسلمانون سے ایک وسیع اسلامی عملداری قایم کرنے کے بعد
بھی فروگذاشت کیگئی تو لازم ہے کہ چین خاص پر جہان اُنکے ہم مذہب ہر جگہ موجود ہین مسلمان
ہمیشہ حملہ آور ہوتے رہین۔ اگر فرض کیا جائے کہ آیندہ یہ ملک سلطنت چین کے تحت
مین آجاوینگے تو کیا ایسا فرض کرنے سے اسلام وہان ضعیف ہوجائیگا؟ اس سوال کو
ہم ابھی پیش نہین کرتے۔ تھوڑے زمانہ کے لیے۔ دس برس یا بالفرض ایک صدی
کے لیے ملتوی کرتے ہین لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس اثنا مین بھی اسلام برابر اپنی
ترقی جاری رکھے گا۔ اپنے اغراض پورا کرنے کے لیے حسب مراد موقع کا منتظر رہیگا۔
اور انجام کار وہ مقاصد حاصل کرلے گا جنکے حصول کے واسطے سعی بلیغ مین سرگرم ہے"
اسوقت مسلمانان چین کی آبادی زیادہ تر صوبہ کنسین۔ یانان۔ شانسی اور کانگسو مین
ہے کل آبادی چینی مسلمانون کی عرصہ ہوا دو کروڑ سے زیادہ تھی۔ بعض مورخین نے اسکی
تعداد بہت گھٹا دی تھی۔ اور بعض نے اس سے بھی زیادہ بیان کی تھی۔

آنحضرتؐ نے اشاعت اسلام کے لیے جابجا ایلچی روانہ کیے تھے وہاں کسی
سفیر کا چین جانا مذکور نہیں ہی لیکن بیان کیا جاتا ہی اور بظاہر صحیح معلوم ہوتا ہی کہ سنہ ۶ ھ ۶۲۸ع
مین وہاب ابو کبشہ شاہ چین کے پاس بھیجا گیا تھا ۔ اسکی آمد بحری سفر کے ذریعہ سے ہوئی اسلیے
ابو کبشہ صوبہ کنٹین مین جو بحر چین کے ساحل پر واقع ہی اُترا ۔ عربون کی بحری تجارت
اور ملکون سے بہت پہلے سے قایم تھی ۔ یہان عرب سے حجاز کے باشندے مراد نہیں
ہین بلکہ شام اور یمن کے ۔ بیان کیا جاتا ہی کہ عرب کے باشندے حضرت عیسیٰؑ کے
پہلے سے لنکا کی راہ سے ساحل چین تک پہونچ گئے تھے ۔ اور وہاب ابو کبشہ کا
چین مین آنا غالباً تاجرانہ حیثیت سے تھا اور اسی ضمن مین دعوت اسلام کا خط
بھی بھیجا گیا تھا کنٹن مین ابو کبشہ کی بڑی عزت ہوئی اور اسکے ہم مذہبون کو تعمیر مسجد اور
اعلان دین کی اجازت دیگئی ۔ ابو کبشہ سنہ ۱۱ ھ ۶۳۲ع مین جب مدینہ واپس آیا تو رسول اللہؐ کی
وفات ہو چکی تھی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کا زمانہ تھا ۔ ابو بکرؓ کا جمع کیا ہوا قرآن
ساتھ لیکر وہ پھر کنٹین کو گیا ۔ کنٹین مین اُسکا مزار اب تک موجود ہی اور اُسکی بنائی ہوئی
مسجد بھی لا ابدی تغیر و تبدل کے بعد اب تک قایم ہے ۔

خلفا کے وقت مین مسجد کے گرد مسلمان تاجرون کی بستی تھی اور بہت عزت کے ساتھ
یہ لوگ وہان رہتے تھے جس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان مین شاہان مغلیہ کے عروج
مین بھی اپنی عدالت اور اپنا قانون ساتھ رکھتی تھی اسی طرح کنٹین کے مسلمان بھی
اپنا قاضی الگ رکھتے تھے اور خلیفہ اسلام کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے ۔

سنہ ۱۵۷ ھ مین خلیفہ منصور نے چار ہزار عرب شاہ تھانگ کی کمک پر ایک بغاوت کے
فرو کرنے کو روانہ کیے تھے جب لڑائی ختم ہو گئی تو عربی سپاہیون نے اپنے ملک کو

واپس جانے سے انکار کیا اور اس ذریعہ سے کشمیر میں مسلمانوں کی حیثیت وہ قایم
ہوئی جو عربی پاشا کی گرفتاری کے بعد اب انگریزوں کو مصر میں حاصل ہے
مسلمان دعوت اسلام کے ذریعہ سے نومسلموں کی تعداد بڑھاتے رہے چینی
عورتوں کے بطن سے مسلمانوں کی نسل بھی خوب بڑھی۔ شاہان چین کے
مغلیہ خاندان کے وقت میں مسلمانان چین کو باہر سے بھی مدد پہونچتی رہی۔
مغلیہ خاندان شاہی کے زوال پر گورنمنٹ چین نے اپنا یہ اصول قرار دیا کہ
غیر ملک کے لوگ آنے نہ پائیں۔ ممکن تھا کہ یہ زمانہ مسلمانان چین کو دیگر بلاد اسلام
سے الگ کر کے تاریکی خیالات میں ڈال دیتا لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہوا۔
اور اب تو مسلمانوں کی آزادی کچھ بڑھ گئی ہے کیونکہ گورنمنٹ چین نے غیر قوموں سے
نفرت رکھنے کی پالیسی بدل دی ہے۔

ولید ابن عبد الملک کے زمانہ میں جو عربوں کے انتہاے عروج کا زمانہ تھا
جب ایک طرف طارق نے اسپین فتح کیا۔ محمد ابن قاسم نے سندھ فتح کیا تو خراسان
کے حاکم قطیبہ بن مسلم نے دریاے جیحون عبور کر کے سمرقند و بخارا وغیرہ فتح کیے
اور مسلمانوں کی فوج سرحد چین تک پہونچ گئی۔ خاقان نے ایلچیوں کو ایک رقم کثیر دیکر
خلیفہ اسلام کی بزرگی تسلیم کی۔ اور پھر نہ خاقان چین کو مسلمانوں سے لڑنے کی جرات ہوئی اور
نہ مسلمانوں نے اتنی دور حکومت کرنے کی خواہش کی۔ مصالحت کی صورت قایم ہی
اور دعوت اسلام کے لیے راستہ کھلا رہا۔ پہلی مسجد شانسی میں ۷۴۲ء میں بنی۔
علاوہ ان مسلمانوں کے جنکی تعداد دعاۃ اسلام کی بدولت اور مسلمان تاجروں کی
فیض صحبت سے بڑھتی رہی چنگیز خان کے زمانہ میں بھی مسلمانوں کی آبادی بڑھ جانے کا

ایک سبب پیدا ہو گیا۔ چنگیز خان کے تخت و تاراج سے بڑے بڑے امرا جس طرح کہ ممالک وسط ایشیا سے ہندوستان مین آکر پناہ گزین ہوئے اسیطرح بہت سے مسلمان چین مین جا کر آباد ہو گئے اور مسلمانان چین کی آبادی مین دفعتًا ترقی ہو گئی

صوبجات کانسو اور شانسی دونون قریب ہی قریب ہین آٹھوین صدی عیسوی کے وسط مین کانسو مین بھی اسلام پھیلا۔ صوبہ کانسو کے فرمانروا خان سٹیو ک کے مسلمان ہونے پر اسلام نے یہان اور زور پکڑا۔

مغلیہ خاقانون کے وقت مین عبدالرحمن ۱۲۴۴ء مین چین کے شاہی خزانہ کا افسر تھا سید اجل بخاری ۱۲۵۹ء مین خزانہ شاہی کا وزیر تھا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ خاقان چین کی طرف سے مسلمانان چین کو عہدہ ہا جلیلہ ملتے رہے ہیں اور قوہون کے مسلمان بھی وہان سلطنت کے ایک رکن سمجھے جاتے ہین۔ مفتوحہ قوم کی حالت مین نہین ہین اسلامی سلطنتون کے زور گھٹنے پر مسلمانان چین کی حالت پولٹیکل معاملات مین کسیقدر گھٹ گئی لیکن اب بھی بہت غنیمت ہی۔ مسلمانان چین کو بھی انتظام سلطنت مین عام رعایا کی طرح حصہ لینے کا حق ہے۔ چین کے اصلی باشندون مین مذہبی تعصب کم ہی اسلیے دعوت اسلام مین کوئی مزاحمت نہین ہوتی۔ اب بھی دعاۃ اسلام واعظونکی حیثیت سے اپنا کام کرتے رہتے ہین۔

بحرالکاہل اور بحر ہند کے بیچ مین چین اور برہما کے دکھن آسٹریلیا کے قریب تک جو سیکڑون جزیرے چھوٹے بڑے قریب قریب واقع ہین اُنکے مجموعہ کو مجمع الجزائر کہتے ہین ان جزائر مین بھی مسلمانونکی آبادی بہت دنون سے ہی جس طرح سیلون کی راہ سے عرب کشتین صوبہ چین مین تجارت کی غرض سے پہونچے اسیطرح اور اسی زمانہ مین تجارت کے؛ دستے

دعاۃ اسلام کا مجمع الجزائر مین آنا قیاس کیا جاتا ہی لیکن زمانہ معین نہین کیا جا سکتا تاریخین اسبارہ مین صاف نہین ہین۔ مجمع الجزائر کے مسلمان باعتبار مسلمانان چین کے زیادہ تر متشرع ہین۔ یہ لوگ بکثرت حج کرتے ہین اور ان حاجیون کے ذریعہ سے مسلمانون کے مذہبی دستور مین فرق نہین پڑتا۔ یورپین مورخ حج کے فرض کی ماہیت اس ترقی کو دیکھکر سمجھتے ہین اور مسایل اسلام کے نکات پر متحیّر ہوتے ہین۔

ساتوین صدی عیسوی مین مسلمان تاجر ملک چین مین پہونچے اور آٹھوین صدی کے وسط تک چین مین بکثرت نظر آنے لگے۔ اسکے بعد ان تاجرونکی حالت روز بروز بڑھتی گئی دسوین صدی سے پندرہوین صدی تک مشرقی ملکون کی تجارت پر عرب پورے طور پر قابض تھے۔ چین کی بعض تاریخون سے پتہ چلتا ہی کہ آخر ساتوین صدی عیسوی مین سماترا مین عربونکی بستی قایم ہو گئی تھی۔ یہ تو ابتدائی حالت ہی۔ اسکے بعد جب ہندوستان مین مسلمان پہونچے تو ہندی مسلمانون نے بھی سماترا مین آنا شروع کیا۔ چودہوین صدی عیسوی مین جب ابن بطوطہ نے اس جزیرہ مین قدم رکھا تو مذہب اسلام کو اسنے بہت بارونق پایا۔ وسط تیرہ صدی مین یہان کا فرمانروا بھی بت پرستی چھوڑکر مسلمان ہو گیا۔ یہان کے ایک بادشاہ کا نام ملک الصالح تھا۔ ۱۳۴۶ء مین جزیرہ سماترا کے شہر سمدرا کا بادشاہ ملک طاہر بن ملک صالح تھا۔ ابن بطوطہ نے اسکی ترک شان تشرع اور شجاعت کا تذکرہ کیا ہی۔ اسی زمانہ مین شریف مکہ نے بھی دعوت اسلام کے لیے ایک سیّاح شیخ اسمعیل کو یہان بھیجا تھا۔

جاوہ مین بہ نسبت اور جزائر کے اسلام پیچھے پہونچا لیکن اب جاوہ کے مسلمان چند وجوہ سے سب سے اچھی حالت مین ہین۔ حاجی پرواء مولانا ابراہیم۔ رازن رحمت۔ مولانا اسحاق۔ شیخ خلیفہ حسین۔ شیخ نور الدین ابراہیم۔ یہ لوگ دعاۃ اسلام مین زیادہ نامی گذرے ہین

فصل چہارم

اخلاق محمدی

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ نوع انسانی کے ساتھ بے انتہا اچھا تھا۔ عام طور پر مسلمانون مین یہ مشہور ہے کہ آنحضرت کا خُلق لاثانی تھا۔ اور اسلیے جب یہ کہنا ہوتا ہے کہ حُسن اخلاق کا اقتضا یون ہے تو مسلمان کہتے ہین کہ اخلاق محمدی کا اقتضا یون ہے۔ گویا اُنکے نزدیک حُسن اخلاق کا سب سے اچھا نمونہ خُلق محمدی ہے۔ ہم اس موقع پر اخلاق محمدی کی چند مثالین کتب احادیث سے مُنتخب کر کے مندرج کرتے ہین۔ اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اخلاق مین آنحضرت کس پایہ کے انسان تھے۔

پہلے کچھ مختصر تاریخی واقعات احادیث کے جمع ہونے کی بابت مندرج کیے جاتے ہین تاکہ ناظرین سمجھین کہ حدیث کیا شے ہے۔ قرآن ایک مجموعہ قانون اسلامی ہے۔ جسکو آنحضرت کے وقت مین تمام مسلمانون نے حفظ کرلیا تھا اور بعد آپ کی وفات کے وہ کتاب کی صورت مین مدوّن کرلیا گیا۔ آج تک حافظون کا سلسلہ یکے بعد دیگرے مسلمانون مین چلا آتا ہے۔ اور نقل کے ذریعہ سے وہ کتابت کے سلسلہ مین بھی اب تک قایم ہے۔ تمام روے زمین کے مسلمان اُسکی صحت مین باہم متفق ہین۔ اور ایک لفظ کا بھی اختلاف کہین سے پایا نہین جاتا۔ بعد قرآن کے کتب احادیث کا درجہ ہے۔ وفات پیغمبر سے بہت دنون کے بعد قرآن کے معنی سمجھنے کے لیے اور نیز بہت سے ملکی اور اخلاقی معاملات مین پیغمبر کی رائین اور اُنکے اقوال دریافت کرنے کے

لیے ضرورت داعی ہوئی کہ آنحضرت کے اقوال بھی جمع کیے جائین اور اقوال
بھی جو نبیؐ کے ساتھیون نے بیان کیے تھے وہ بھی یکجا کر دیے جائین۔
اس طرح سے صحابہ رسولؐ کی روایتین بواسطہ اور بلا واسطہ جمع کی گئین اُسکے
جمع کرنے مین تواتر کا خیال رہا اور راویونکی چھان بین ہوئی۔ اسماء الرجال کا
ایک علم ہی اس غرض کے لیے قایم ہوا۔ عربون کی قوت حافظہ غیر معمولی طور پر مضبوط
تھی جسکو تمام غیر قوم کے مورخ بھی تسلیم کرتے ہین اسلیے اس کام مین اُنکو بہت
دقت اُٹھانا نہ پڑی۔ اس طرح جو کتابین حدیث کی قایم ہوئین وہ گویا تاریخی حالات
کی کتابین ہین۔ اور انکی صحت کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اس مہذب زمانہ
مین بھی اس اہتمام سے واقعات قلمبند نہین کیے جاتے لیکن باوجود اسکے مسلمانونکے
نزدیک قرآن کی طرح خواہ مخواہ تمام حدیثون کا صحیح مان لینا جزو ایمان نہین ہے
اور نہ فی الواقع وہ سب کی سب اس پایہ کی ہین۔ للاکثر حکم الکل کے اعتبار سے
صحاح ستہ کی اکثر حدیثین اکثر مسلمانون کے نزدیک صحیح سمجھی جاتی ہین۔ گو چند امور
زمانہ مابعد مین ایسے پیدا ہوئے جو بعض حدیثون کے مشتبہ ہونے کا خیال پیدا
کر سکتے ہین۔ لیکن وہ امور اُن معاملات سے بالکل جدا ہین جو محض اخلاق سے
تعلق رکھتے ہین اور اسلیے احادیث نبوی جہانتک اُنکو اخلاق سے تعلق
ہے مسلمانون کے نزدیک اور اُن تمام دیگر قومون کے نزدیک جو اسلام
کی ابتدائی تاریخ سے واقف ہین ذرا مشتبہ نہین ہین۔

انسان اپنے سے کمزور کے مقابلہ مین ہمیشہ بد تہذیب رہا ہے اور رہے گا
گزشتہ زمانہ مین غلام کی حالت سب سے کمزور تھی اور اسلیے نیک سے نیک

شخص بھی غلاموں کے مقابلہ مین ظالم تھا - لیکن آنحضرتؐ اس کلیہ سے مستثنیٰ تھے وہ اپنے غلام کے مقابلہ مین اسدرجہ مہذب تھے کہ کوئی دوسرا اپنی اولاد کے مقابلہ مین اس درجہ مہذب نہین ہو سکتا - اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرتؐ جس غلام کو آزاد کرتے تھے وہ آزاد ہو جانے پر بھی آپ کی خدمت سے جُدا نہین ہوتا تھا - حضرت انس آنحضرتؐ کے غلام تھے - اُنکا قول ہے کہ "مین نے دس برس تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی - آپ نے کبھی میرے کانون پر اُف بھی نہین کیا - حتیٰ کہ یہ بھی نہین کہا کہ فلان کام تم نے کیون کیا یا کیون نہ کیا" حضرت انس ایک دوسرے موقع پر کہتے ہین کہ "رسول اللہ کے عادات سب سے اچھے تھے - ایک روز آپ نے مجھے کسی کام کو بھیجا - مین نے کہا واللہ مین نہ جاؤنگا مگر دل مین جانا منظور تھا - اسکے بعد مین گھر سے نکلا اور بازار مین جہان چند لڑکے کھیل رہے تھے جاکر کھڑا ہو گیا - آنحضرتؐ بھی وہان پہونچے اور پیچھے سے میری گردن پکڑ لی - مین نے مُنھ پھیر کر دیکھا تو آپ نے ہنسکر فرمایا اے انس مین نے جہان بھیجا تھا وہان گیا - مین نے عرض کیا یارسول اللہ اب جاتا ہون" - احادیث مین مذکور ہے کہ "آنحضرتؐ نے کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہین مارا نہ غیر کو نہ اپنی بی بی کو نہ خادم کو - اللہ کی راہ مین جہاد البتہ کیا" آنحضرتؐ خود ہی کمزورون پر مہربان نہین رہتے تھے بلکہ دوسرون پر بھی تاکید کرتے تھے کہ وہ زیردستون پر سختی نکرین -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب خادم کھانا پکا کر لائے تو

چونکہ دھوان اور گرمی اُسی نے سہی ہے اسلیے اُسکو بھی اپنے ساتھ کھلانا چاہیے اگر کھانا کم ہو تو لقمہ دو لقمہ ہی اُسکو دیدینا چاہیے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا" جو اپنے بے قصور لونڈی غلام کو تہمت لگائیگا قیامت مین اُسکو کوڑے لگین گے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا" جو اپنے غلام کو بے قصور حدّ یا طمانچہ مارے تو اُسکو آزاد کردے اور یہی اُسکا کفارہ ہے"

ابو مسعودؓ نے فرمایا" مین اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے یہ آواز آئی" اے ابا مسعود جسقدر تجکو اس غلام پر اختیار ہے اللہ تعالی اس سے کہین زیادہ تجھپر اختیار رکھتا ہے" مین نے جو پھر کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا۔ مین نے عرض کیا" یا رسول اللہ مین نے اس غلام کو خدا کے واسطے آزاد کیا" آپ نے فرمایا" خبردار اگر تو آزاد نہ کرتا تو تجھے آگ مین جلنا پڑتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا" (خدا کے بندون پر) آسانی کرو سختی نکرو۔ تسلّی دو نفرت دلاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ابو موسیٰؓ اور معاذؓ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمادیا" نرمی کرنا اور سختی نہ کرنا۔ تسکین دینا۔ نفرت نہ دلانا اور آپس مین متفق رہنا اختلاف نہ کرنا"

آنحضرتؐ اپنے اہل وعیال پر بہت مہربان تھے اور انگریزی مقولہ ہے کہ نیک کام گھر سے شروع ہوتا ہے" ٹھیک ٹھیک آپ اسکا نمونہ دکھاتے تھے

انس فرماتے ہین" آپ کے صاحبزادے ابراہیم مدینہ طیبہ کے ایک گاؤن مین پرورش پاتے تھے آپ اُنکے دیکھنے کو تشریف لیجاتے تھے تو ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے - ابراہیم کے رضاعی باپ پیشہ حدادی کرتے تھے - دھوین سے انکا گھر بھرا رہتا تھا اور آپ اُس گھر مین تشریف لیجاتے تھے۔
احادیث مین مذکور ہے کہ جب آپ اپنے گھر مین تشریف لیجاتے تھے تو گھر والون کی خدمت مین مشغول ہوجاتے تھے اور پھر نماز کے وقت باہر تشریف لیجاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ" جو بندون پر مہربانی نہین کرتا خدا بھی اُسپر مہربانی نہین فرماتا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور مین گاؤن کا ایک شخص آیا۔ اُسنے (آپ کو بچّون کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھ کر) عرض کیا" آپ لوگ بچّون کو چومتے ہین؟ - ہم لوگ تو کبھی نہین چومتے" آپ نے فرمایا" کیا مین اِس بات کا مالک ہون کہ اللہ تعالیٰ کو تیرے دل سے مہربانی نکالنے ندون -

حضرت عائشہؓ فرماتی ہین" ایک فقیرن دو لڑکیان لیے ہوئے آئی اور سوال کیا - اُسوقت میرے پاس ایک خرمے کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا مین نے وہی خرما اُسے دیدیا - اُسنے اُسکو دو ٹکڑے کر کے دونون لڑکیون کو دیا اور آپ کچھ نہ کھایا اور چلی گئی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو مین نے یہ ماجرا بیان کیا - آپ نے فرمایا کہ" جسکو خدا لڑکیان دے اور وہ اُسکے ساتھ سلوک کرے تو یہ لڑکیان اُس شخص کے لیے دوزخ کی

آگ سے بچانے والی ہوجائیں گی"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی وہ اور میں قیامت میں یوں آوٴں گا اور آپ نے اپنی اونگلیاں ملائیں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "یتیم کی خبرگیری کرنے والا وہ یتیم اپنا ہو یا پرایا جنّت میں یوں ہوگا" یہ فرماکر آپ نے اپنی شہادت اور بیچ کی اُنگلی کا اشارہ کیا اور اِن دونوں میں کچھ کشادگی رکھی"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "سفر عذاب کا ٹکڑا ہے کیونکہ معمولی سونے کھانے پینے سب میں فتور ڈال دیتا ہے تو جو اپنے سفر کی حاجت سے فارغ ہوجائے وہ اپنے بال بچوں سے جلد آملے"

جعفرؓ کے بیٹے عبداللہ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب سفر سے واپس آتے تو شہر کے باہر ہی گھر کے بچے پہلے آپ سے ملائے جاتے۔ ایکبار آپ سفر سے تشریف لیے آتے تھے کہ لوگوں نے پہلے مجھے آپ تک پہونچایا۔ آپ نے مجھے اپنی گود میں بٹھالیا۔ پھر لوگ فاطمہؓ کے کسی صاحبزادے (امام حسنؓ یا امام حسینؓ) کو لائے تو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا۔ پھر تو مدینہ میں ایک سواری پر ہم لوگ تین آدمی داخل ہوئے۔

حضرت انسؓ اور ابو طلحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ سفر سے آئے۔ اُس سفر میں آپ کے ساتھ اُسی سواری پر ام المومنین بی بی صفیہؓ آپ کے پیچھے تھیں"۔

آنحضرتؐ غیرون کے ساتھ بھی بہت نرمی اور محبت سے پیش آتے تھے حتیٰ کہ جاہلون کی جہالت سے بھی آپ کے برتاؤ مین کچھ فرق نہین آتا تھا۔ انسؓ فرماتے ہین "ایک روز مین رسولؐ اللہ کے ساتھ کہین جاتا تھا آپ ایک کنارہ دار چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک دیہاتی نے آپ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ آپ اسکی طرف کھنچ گئے اور مین نے دیکھا کہ گردن مین خراش پڑ گئے تھے۔ اُس دیہاتی نے کہا کہ محمد اللہ کے مال سے کچھ مجھے بھی دو۔ آپ اسکی طرف دیکھکر ہنسنے لگے اور کچھ دلوادیا" حدیثون مین مذکور ہے کہ "رسول اللہ سے کبھی کوئی چیز ایسی نہین مانگی گئی کہ آپ نے نہین فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ حنین سے واپس آتے تھے کہ دیہاتی سایل آپ کو چمٹ گئے اور آپ ہٹتے ہٹتے ببول کے درخت کے پاس پہونچے۔ آپ کی چادر کانٹون مین اُلجھ گئی تو آپ ٹھہر کر فرمانے لگے "میری چادر مجھے دیدو۔ اگر میرے پاس ان خاردار درختون کے برابر بھی گاے۔ بکری اونٹ وغیرہ ہوتے تو مین ضرور تم لوگون کو دیڈالتا اور تم مجھے بخیل جھوٹا اور ڈرپوک نہ پاتے۔ آنحضرتؐ ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کی بات بھی نہایت توجہ اور اطمینان سے سُنتے تھے۔ مدینہ مین کسی کی ایک لونڈی تھی۔ عرض حال کرنے کو آنحضرتؐ کا ہاتھ پکڑ لیتی تھی اور جہان چاہتی تھی لیجاتی تھی۔

آنحضرتؐ مین قناعت بہت تھی۔ حرص دُنیا چھو بھی نہین گئی تھی۔ اسکے متعلق آپ کے بہت سے مقولے حدیثون مین ہین منجملہ اُنکے چند بیان کیے جاتے ہین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم دنیا کی نعمتین آخرت کی نعمتون کے آگے ایسی ناچیز ہین جیسے کوئی شخص اپنی انگلی کو دریا مین غوطہ دے۔ پھر خود ہی دیکھے کہ وہ انگلی دریا سے کیا لیکر آئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مقام مین گذرے وہان ایک بکری کا بچہ چھوٹے کان والا مرا ہوا پڑا تھا۔ آپ نے اُسکو دیکھکر صحابہؓ سے پوچھا "اسکو ایک درم پر خریدنا کسی کو پسند ہے"۔ سب نے عرض کیا "اسے تو کسی چیز کے بھی بدلے لینا پسند نہین ہے" آپ نے فرمایا "خدا کی قسم جسقدر یہ مُردار تمھارے نزدیک ذلیل وخوار ہے خدا کے نزدیک دنیا اس سے کہین زیادہ ذلیل وخوار ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" دنیا مسلمانون کے لیے قید خانہ ہے اور کافرون کے لیے جنت ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم مجکو تم لوگون کے فقیر ہوجانے کا کچھ ڈر نہین ہے بلکہ ڈر یہ ہے کہ تم پر بھی تمھارے اگلون کی طرح دنیا پھیلائی جائیگی اور تم بھی اُنکی طرح اُسپر جھک پڑو گے۔ پھر جیسا اس دنیا نے اُنکو تباہ کیا ہے ویسا ہی تمکو بھی تباہ کر چھوڑے گی"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کیا کرتے تھے کہ "الٰہی محمد کی آل کو بقدر قوت اور کفاف روزی دے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" جو مسلمان ہوا اور اُس نے بقدر گزران روزی پائی اور خدا نے اُسکو جسقدر دیا ہی اُسپر اُسکو قناعت بھی

رید ی بس وہی کامیاب ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" لوگ کہتے ہین میرا مال ۔میرا مال ۔حالانکہ صرف تین قسم کے مال اُنکے ہین ۔ایک وہ جسے کھاکر ختم کردیا۔ دوسرا وہ جسے پہن کر پُرانا کردیا۔اور تیسرا وہ جو کسی کو دیڈالا اور ذخیرہ آخرت بنایا۔ان تینون اقسام کے سوا جتنا مال ہے بندہ اُسکو دوسرون کے لیے چھوڑ جانے والا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا" تم لوگون مین ایسا کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو"۔صحابہؓ نے عرض کیا۔" ہم سب کو وارثون کے مال سے اپنا مال زیادہ پیارا ہے"۔ آپ نے فرمایا" بندے کا مال تو وہی ہے جسے اُسنے ذخیرہ آخرت کیا باقی جسقدر وہ چھوڑمرا اُسکے وارث کا مال ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔" توانگری اور آسودگی مال و اسباب کی کثرت سے نہین ہوتی۔توانگری دل کی توانگری ہے"

آج کل کے مسلمانون مین ایک نہایت ہی بُرا دستور یہ ہے کہ اپنے یگانون کے ساتھ سلوک کرنا باعث حسنات نہین سمجھتے۔کچھ تو اسلیے کہ وہ اپنی جہالت سے غیرہی کودینا اچھا سمجھتے ہین اور کچھ اسلیے کہ وہ جانتے ہین کہ غیرون کودینا زائد تر ناموری کا باعث ہوگا۔اسکے برعکس آنحضرتؐ نے ہمیشہ لوگون کو سمجھایا کہ اپنون کے ساتھ نیکی کرنا زیادہ اچھا ہے۔

کسی نے پوچھا یارسولؐ اللہ سلوک کرنے کے لائق سب سے زیادہ کون ہے؟۔آپ نے فرمایا" تیری ماں"۔اُسنے کہا پھر کون؟ فرمایا۔" تیری ماں"

اُسنے کہا پھر کون؟ فرمایا "تیری ماں" اُسنے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا۔ "تیرا باپ اور اُسکے بعد ناتے والے جسقدر زیادہ قریب ہون اُسیقدر اُنکے ساتھ زیادہ سلوک کرنا چاہیے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اُسکی ناک خاک آلودہ ہو۔ اُسکی ناک خاک آلودہ ہو۔ اُسکی ناک خاک آلودہ ہو" لوگون نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ کسکی؟" فرمایا "اُس شخص کی جو اپنی ماں اور باپ دونوں یا ایک کے بڑھاپے کا زمانہ پائے پھر بھی بہشت مین نہ جائے"

ابوبکرؓ کی بیٹی اسماءؓ نے کہا (قریش کی صلح کے زمانہ مین) میری ماں آئین اور وہ مشرکہ تھین مین نے پوچھا یا رسول اللہ میری ماں آئی ہین اور وہ اسلام سے بیزار ہین کیا مین اُنکے ساتھ بھی سلوک کرون" فرمایا "ہان اُنکے ساتھ بھی سلوک کرو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "اللہ تعالی نے ہم لوگون پر ماں باپ کی نافرمانی اور زندہ لڑکی گاڑنے اور بخل اور گدائی کرنے کو حرام کیا ہے۔ اور قیل وقال اور کثرت سوال اور اضاعت مال کو ناپسند کیا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے" لوگون نے پوچھا "کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے" فرمایا "ہان جب کوئی کسی شخص کے ماں باپ کو گالی دے گا تو وہ بھی اُسکے ماں باپ کو گالی دے گا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "نیکیون مین بہت اچھی نیکی

یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے بعد اُسکے دوستون کے ساتھ احسان کرے"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" جسکو منظور ہو کہ اُسکی روزی مین برکت ہو اور عمر بھی دراز ہو اُسے چاہیے کہ اپنے ناتے والون کے ساتھ سلوک کرے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" رحم۔ رحمٰن سے نکالا گیا ہی اسلیے اللہ تعالی نے فرمایا" اے رحم جو تجکو ملائے گا (یعنے ناتے دارون کے حقوق ادا کرے گا) مین بھی اُسکو اپنے ساتھ ملاؤن گا۔ اور جو تجھے چھوڑے گا (یعنے ناتے والے کا حق ادا نہ کرے گا) مین بھی اُسے چھوڑ دونگا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" ناتا توڑنے والا بہشت مین نہ جائے گا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" بدلا لینے والا ملنے والا نہین ہے۔ ملنے والا وہ ہے جسکے قرابت مند اُسکو چھوڑین اور وہ اُنکے ساتھ سلوک اور احسان کیے جائے"

ایک شخص نے عرض کیا" یا رسولُ اللہ میرے قرابت مند ایسے ہین کہ مین تو اُنسے ملتا ہون اور وہ مجھے چھوڑتے جاتے ہین۔ مین اُنکے ساتھ سلوک کرتا ہون اور وہ میرے ساتھ بُرائی کرتے ہین۔ مین درگزر کرتا ہون اور وہ خواہ مخواہ زیادتی کرتے ہین۔ آپ نے فرمایا" اگر ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو گویا تو اُنپر خاک ڈالتا ہے۔ اور جب تک تو اسپر قایم ہے تجھ پر اللہ کی نگہبانی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "جب خدا کسی کو مال عطا کرے تو وہ پہلے اپنے اور اپنے گھر والون کے کام مین خرچ کرے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "خدا نے تمھارے بھائیون کو تمھارا ماتحت کیا ہے۔ تمھین اُنکو بھی اپنی ہی طرح کا کھانا کپڑا دینا چاہیے اور طاقت سے زیادہ کام اُنسے نہ لینا چاہیے۔ بھاری کام ہو تو خود بھی مدد کر دینا چاہیے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "آدمی کے گنہگار ہو جانے کو یہی بہت ہے کہ جسکا کھلانا اُسکے ذمّہ ہے اُسکو نہ دے"

آنحضرتؐ اپنی زبان سے کبھی کسی کو بُرا نہین کہتے تھے اور لوگون کو تعلیم بھی ایسی ہی کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "جو شخص مجھے اپنے دونون کلون اور دونون پاؤن کے درمیان کی چیزونکی ضمانت دے مین اُسکے لیے جنّت کا ضامن ہوتا ہون"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "آدمی کبھی ایسی بات کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے اور اُسکے درجے بلند فرماتا ہے اور بندے کو اُس کہنے کی شان کی خبر بھی نہین ہوتی۔ اور کبھی بندہ ایسی بات بول اُٹھتا ہے جس سے خدا ناراض ہو جاتا ہے اور بندہ دوزخی ہو جاتا ہے۔ اور بندے کو اِس بات کے کہنے مین کچھ کھٹکا بھی نہین ہوتا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور مار ڈالنا کفر ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو اُن دونون مین سے ایک کافر ہوتا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کوئی کسی کو فسق یا کفر کی تہمت نہ لگائے اسلیے کہ اگر (جس کو تہمت لگائی ہے) وہ شخص فاسق یا کافر نہ ہوگا تو یہ سخت بات (فسق یا کفر) کہنے والے ہی پر واپس آئے گی"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "دو شخص جب آپس مین سخت کلامی کرتے ہین تو جب تک مظلوم کی سخت کلامی بڑھ نہین جاتی تب تک دونون کا گناہ سخت کلامی شروع کرنے والے پر ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم لوگ قیامت مین اُس شخص کو نہایت ہی بدتر پاؤ گے جو دُنیا مین ہر ایک کے سامنے اُسی کی سی باتین بنایا کرتا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "چغل خور جنت مین نہ جائے گا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب تم تعریف کرنے والون کو دیکھو تو اُنکے مُنھ مین خاک ڈالو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "تم لوگ جانتے ہو غیبت کیا ہے؟" لوگون نے عرض کیا۔ "اللہ اور رسولؐ خوب جانتا ہے" فرمایا۔ "اپنے بھائی کا ذکر غائبانہ اس طرح پر کرنا کہ وہ سُنے تو اُسکا دل دُکھے یہی غیبت ہے" صحابہؓ نے عرض کیا "اگر وہ بات میرے بھائی مین ہو تب؟" فرمایا "جب ہی تو غیبت ہے اور نہو تو بہتان ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری سب اُمت آرام وچین مین ہے سوا اُسکے جو کھُلے بند گناہ کرتی ہے اور یہ بڑی بے پروائی کی بات ہے کہ انسان نے رات کو کوئی بُرا کام کیا اور خدا نے اُسکو چھپایا۔ مگر وہ خود صبح کو اپنے یارون سے کہنے لگا کہ رات کو مین نے یہ کیا وہ کیا۔ اللہ تعالے نے تو رات کے گناہ کی پردہ پوشی کی اور اُس نے صبح ہوتے ہی گویا اللہ کا پردہ فاش کردیا"

آنحضرتؐ کوشش کرتے تھے کہ تمام انسان برابر ہوجائین۔ ایک کو دوسرے پر کسی قسم کی ترجیح نرہے آپ پسند نہ کرتے تھے کہ موقع اور ضرورت سے زیادہ کوئی اپنے آپ کو بڑھائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور مین ایک شخص حاضر ہوا اور وہ آپکو بہترین خلق کہہ کر کلام کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا "بہترین خلق ہونا کچھ ابراہیمؑ ہی کی شان تھی"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری تعریف مین ایسا نہ بڑھ جاؤ جیسا نصاری عیسیٰؑ کی تعریف مین بڑھ گئے ہین۔ مین تو خدا کا غلام ہون۔ بس مجھے اللہ کا غلام اور اللہ کا رسول (ایلچی قاصد) ہی کہا کرو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالی نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ تم لوگ اسقدر عاجزی اور فروتنی کرو کہ کسی کو کسی پر شیخی باقی نرہے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے"

آنحضرتؐ مین حلم۔ شرم۔ حیا۔ انکسار اور متانت بہت تھی۔ حدیثون مین ہے۔

کہ کبھی آپ بیحیائی کی بات نہین بولتے تھے۔ نہ غیبت کرتے تھے اور نہ کسی کو گالی دیتے تھے۔ غصہ کی حالت مین صرف اتنا فرماتے تھے۔ "اسکو کیا ہوا ہے اسکی پیشانی خاک آلودہ ہو" ایک مرتبہ لوگون نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ مشرکون کے لیے بددعا کیجیے" آپ نے فرمایا "مین اس کام کے لیے نہین بھیجا گیا ہون۔ مین رحمت کے لیے ہون" احادیث مین مذکور ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نئی دُلہن سے بھی زیادہ شرمگین تھے۔ آپ جب کوئی چیز ناپسند کرتے تھے تو کچھ بولتے نہ تھے۔ صحابہؓ آپ کے تیور سے پہچان لیتے تھے" ہنسنے کا طریقہ آپ کا نہایت محمود تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین "مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ہنستے ہوئے کبھی نہین دیکھا کہ آپ کا مُنھ کھُل گیا ہو اور حلق نظر آئی ہو۔ ہنسی کے وقت آپ مسکرایا کرتے تھے" حضرت عائشہؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ "رسول اللہ ہم لوگون کی طرح جلدی جلدی باتین نہین فرماتے تھے۔ آپ کی باتین ایسی ہوتی تھین کہ کوئی اُنکو گننا چاہتا تھا تو گن لیتا تھا" مذکور ہے کہ "آنحضرتؐ کو جب کسی دو کامون مین سے ایک کا اختیار دیا جاتا تھا تو آپ آسان ہی کام اختیار فرماتے تھے۔ گناہ کا کام ہوتا تھا تو سب سے زیادہ دور رہتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی سے اپنا بدلا نہین لیا۔ مجرم خدا کی سزا ضرور کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا "مجھے کچھ نصیحت فرمایے" آپ نے فرمایا "غصہ نہ کر"۔ پھر اُسنے کئی بار یہی بات کہی۔ آپ برابر فرمایا کیے "غصہ نہ کر"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "پہلوان وہ نہین ہے جو لوگون کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصّے کے وقت اپنے کو سنبھالے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "جسکے دل مین رائی برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ مین نرہے گا۔ اور جسکے دل مین رائی برابر بھی شیخی ہوگی وہ جنّت مین نہ جائے گا" شیخی کا مضمون لوگون کی سمجھ مین نہ آیا توکسی نے عرض کیا "آدمی اچھے کپڑے اچھے جوتے کو پسند ہی کرتا ہے" آپ نے فرمایا "یہ نہین اللہ خود اچھا ہے اور اچھائی کو پسند فرماتا ہے۔ شیخی یہ ہے کہ حق بات نہ مانے اور خدا کے بندے کو حقیر جانے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "قیامت مین اللہ تعالے تین قسم کے لوگون سے بات تک نہ کرے گا اور اُنکی طرف نگاہ کرم نہ فرمائے گا نہ اُنکو گناہ سے پاک کرے گا اور اُنکے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (۱) بڈھا زناکار۔ (۲) بادشاہ جھوٹا۔ (۳) غریب مغرور"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے کوئی مسلمان نہ کسی مسلمان پر ظلم کرے نہ اُسکو رسوا کرے نہ ناچیز جانے" آپ نے اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "پرہیز گاری یہان ہے" پھر آپ نے تین بار فرمایا "انسان کے بُرے ہونے کو اسیقدر بہت ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی حقارت کرے اُسکو ناچیز جانے۔ مسلمان کی سب چیزین جان مال اور آبرو سب مسلمانون پر حرام ہین"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک (مسجد سے) نہین اُٹھتے تھے۔ جب آفتاب نکل آتا تو باہر تشریف لیجاتے تھے (اس درمیان مین) صحابہؓ جاہلیت کے وقت کی باتین بیان کرکے ہنستے تھے اور آپ مُسکرایا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کو پڑوسیون کا بہت کچھ خیال رہتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم مومن نہین ہوا۔ خدا کی قسم مومن نہین ہوا۔ خدا کی قسم مومن نہین ہوا" لوگون نے پوچھا یا رسولؐ اللہ کون ہے؟" فرمایا "وہ شخص جسکے پڑوسی اُسکی شر سے نہ بچین"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جبرئیل پڑوسی کے بارے مین اسقدر حکم کرتے تھے کہ مین سمجھا اب عنقریب پڑوسی کو بھی وارث بنائین گے"

آنحضرتؐ کھانے کا بہت ادب کرتے تھے اور یہ ایک طور پر نعمت الٰہی کی شکرگزاری تھی۔ آپ بسم اللہ کہکر کھاتے تھے اور داہنے ہاتھ سے کھاتے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مین تکیہ لگاکر نہین کھاتا۔ آپ کپڑے کا دسترخوان بچھاکر کھانا کھاتے تھے۔ گوشت مین آنحضرتؐ کو کدو کی ترکاری بہت پسند تھی۔ غذا آپ کی سادہ ہوتی تھی اور آپ پھل زیادہ کھاتے تھے لہسن پیاز کو آپ نے حرام نہین ٹھہرایا لیکن اُسکی بدبو کی وجہ سے اُسے ناپسند کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کو جسم کی صفائی اور کپڑون کی صفائی کا بڑا خیال رہتا تھا منہ

صاف کرنے کے لیے دن مین کئی مرتبہ مسواک کرتے تھے اور بالون مین شانہ کرتے تھے اور تیل لگاتے تھے۔ مہمان نوازی آنحضرتؐ کو مرغوب تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ "جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان لایا اُسکو اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہیے۔ اور جو کوئی اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے اور جو کوئی اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اُسکو یہ چاہیے کہ اچھی ہی بات بولے یا چُپ رہے۔ اور ایک روایت مین پڑوسی کے جملے کے بدلے یہ ہے "جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان لایا ہو اُسکو اپنے قرابت دارون کے ساتھ ملا رہنا چاہیے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اُسکو اپنے مہمان کا اعزاز کرنا چاہیے۔ ایک رات دن تکلف کے ساتھ مہمان نوازی کرے۔ اور مہمانی تین دن ہے اسکے بعد صدقہ ہے اور مہمان کو اسقدر ٹھہرنا کہ میزبان تنگ ہو جائے حلال نہین ہے"۔

آنحضرتؐ بہت زاید متحمل اور صائب الرائے تھے۔ حباب کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سر کے نیچے کملی رکھے ہوئے کعبہ کے سایہ مین لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے مُشرکون سے بہت کچھ ایذا اور تکلیف پائی تھی۔ مین نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کفار پر بددعا کیون نہین کرتے۔ یہ سُنکر آپ اُٹھ بیٹھے اور آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور فرمانے لگے۔ اگلے لوگون مین ایسے ایسے لوگ گذرے ہین کہ بے دین لوگ اُنہین سے کسی کو زمین مین گڑھا کھود کر کھڑا کرتے تھے

اور اُسکے سر پر آرہ چلا کر اُسکو دو ٹکڑے کر ڈالتے تھے لیکن اسقدر تکلیف بھی اُس بندہ کو دین سے پھیرتی نہ تھی۔ اور کسی پر لوہے کی کنگھی اس سختی سے کھینچتے تھے کہ وہ اُسکے گوشت کو ٹکڑے کرکے ٹپکتے اور ہڈی تک پہونچتی تھی مگر یہ سختی اُسکو دین سے پھیرتی نہ تھی۔ واللہ یہ دین ایسا کامل ہونے والا ہے کہ سوار صنعا سے حضرموت تک اس امن اور امان سے چلا جائیگا کہ اُسکو خدا کے سوا اور کسی کا خوف نہ ہوگا۔ یا اپنی بکریون کے لیے وہ بھیڑیون سے ڈرے گا مگر افسوس کہ تم لوگ جلدی کرتے ہو" یہ اُسوقت کی بات ہے کہ آنحضرت ؐ کے دل مین اصلاح قوم کا خیال پیدا ہوا تھا اور لوگ آنحضرت ؐ کی باتین مانتے نہ تھے اور برا بھلا کہتے تھے۔ جو کام اُٹھایا گیا تھا اُسکا نتیجہ آپ سمجھتے تھے اور ویسا ہی ظہور مین آیا۔ اسکے بعد جسقدر عربون نے ترقی کی اور ترقی کے ساتھ تمام ملک مین امن و امان پھیلا یا سب پر روشن ہے۔

فصل پنجم

تمدن اور حسن معاشرت پر نصوص قرآنی

تمدن اور حسن معاشرت پر جتنی آیتین قرآن مین ہین ہم اُن سب کو ایک جگہ لکھتے ہین۔ غیر مذہب والے بغور پڑھین اور سمجھین کہ قرآن نے کیسی کیسی مفید باتین تعلیم کی ہین۔ مسلمان غور کرین کہ وہ کہان تک اُسکے پابند ہین۔

ہم نے بنی اسرائیل سے پکا قول لیا تھا کہ خدا کے سوا وہ کسی اور کی عبادت نہ کرین۔ مان باپ۔ رشتہ دارون یتیمون اور محتاجون کے ساتھ سلوک کرتے رہین لوگون سے اچھی طرح بات کرین۔ نماز پڑھین اور زکوۃ دین۔ پھر تم مین سے

تھوڑے آدمیون کے سوا اور سب منحرف ہو گئے - تم بے پروا ہو[۵۱] - سورہ بقر رکوع ۱۰-

یہی نیکی نہین ہے کہ نماز مین تم اپنا مُنہ پورب یا پچھم کرو بلکہ اصل نیکی اُنکی ہے جو اللہ - روز آخرت - فرشتون - آسمانی کتابون اور پیغمبرون پر ایمان لائے ہین - اور اللہ کی محبت مین اپنے مال - رشتہ دارون - یتیمون - محتاجون مسافرون اور مانگنے والون کو دیتے ہین اور لوگون کی گردنین چھوڑاتے ہین نماز پڑھتے ہین - زکوۃ دیتے ہین - اور جب کسی بات کا اقرار کرتے ہین تو پورا کرتے ہین - سختی مین اور تکلیف مین اور خوف کے وقت ثابت قدم رہتے ہین - یہی اسلام مین سچے ہین اور یہی پرہیزگار ہین[۵۲] - سورہ بقر رکوع ۲۲-

خدا کی راہ مین خرچ کرو - اپنے ہاتھون سے خود کو ہلاکت مین نڈالو - احسان کرو کہ اللہ احسان کرنے والون کو دوست رکھتا ہے[۵۳] - سورہ بقر رکوع ۲۴-

مسلمانو اپنی خیرات کو احسان جتانے اور سائل کو ایذا دینے سے اُس شخص کی طرح ضایع نکرو جو اپنا مال دوسرون کے دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر یقین نہین کرتا[۵۴] - سورہ بقر رکوع ۳۶-

---

۵۱ واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لاتعبدون الا اللہ وبالوالدین احساناً وذی القربی والیتمی والمسکین وقولوا للناس حسناً واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ ثم تولیتم الا قلیلاً منکم وانتم معرضون-

۵۲ لیس البران تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون-

۵۳ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین-

۵۴ یا ایہا الذین امنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الآخر-

اگر خیرات ظاہر مین دو تو وہ بھی اچھا ہے۔ اور چھپا کر حاجتمندون کو دو تو یہ تمھارے لیے اور بھی اچھا ہے۔ ایسا دینا تمھارے گناہون کا کفارہ ہے اللہ کو تمھارے اعمال کی خبر ہے۔ سورۂ بقر رکوع ۳۷۔ (۵۵)

جس خدا کا تم واسطہ دیکر اپنے کتنے کام نکال لیتے ہو اُسکا اور رشتون کا پاس ملحوظ رکھو۔ خدا تم پر نگران ہی۔ سورۂ نساء رکوع ۱۔ (۵۶)

اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اُسکا شریک نہ سمجھو۔ اور ماں باپ۔ اقربا۔ یتیمون محتاجون۔ قرابت والے پڑوسیون۔ اجنبی پڑوسیون۔ پاس کے بیٹھنے والون مسافرون اور اپنے لونڈی غلام کے ساتھ احسان کرو۔ اللہ اُنکو دوست نہین رکھتا جو اتراتے اور بڑائی مارتے پھرتے ہین۔ بخل کرتے ہین اور دوسرون کو بھی بُخل کرنے کی صلاح دیتے ہین۔ اللہ نے جو کچھ اُنکو اپنے فضل سے دیا ہی اُسے چھپاتے ہین۔ ہماری نعمتون سے جو ناشکری کرتے ہین اُنکے لیے ہم نے ذلّت کا عذاب طیّار کر رکھا ہے۔ اور نیز اُن لوگون کے لیے جو اپنے مال لوگون کے دکھانے کو خرچ کرتے ہین۔ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہین نہ روز آخرت پر۔ شیطان جسکا ساتھی ہو وہ بہت ہی بُرا ساتھی ہی۔ سورۂ نساء رکوع ۶ (۵۷)

---

۵۵ ان تبدوا الصدقت فنعما ہی وان تخفوہا وتؤتوہا الفقراء فہو خیر لکم ویکفر عنکم من سیاتکم واللہ بما تعملون خبیر۔

۵۶ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً۔

۵۷ اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اتٰہم اللہ من فضلہ واعتدنا للکفرین عذاباً مہیناً والذین ینفقون اموالہم رئاء الناس ولا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ومن یکن الشیطن لہ قریناً فساء قریناً۔

مسلمانو! اللہ کا حکم مانو۔ رسول کا حکم مانو۔ اور جو تم مین صاحب حکومت ہین اُنکا بھی حکم مانو۔ اگر کسی وجہ سے تم آپس مین جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اُس امر مین اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو یہ تمھارے حق مین بہتر ہوگا۔ اور انجام کے اعتبار سے بھی بہت اچھا ہوگا۔ سورۂ نساء رکوع ۸۔

پھلوں کو جب وہ پھلین تو کھاؤ۔ اور کاٹنے اور توڑنے کے دن خدا کا حق (زکوۃ) ادا کرو۔ لیکن فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ کرنے والون کو خدا دوست نہین رکھتا ہے۔ سورۂ انعام رکوع ۱۷۔

جان رکھو کہ تمھارا مال اور تمھاری اولاد بکھیڑے ہین اور خدا ہی کے پاس اجر عظیم ہے۔ سورۂ انفال رکوع ۳۔

مسلمانو! بہت سے عالم اور مشائخ دوسرون کے مال ناحق کھاتے ہین۔ اور لوگون کو راہ خدا سے روکتے ہین۔ پیغمبر! تو اُن لوگون کو جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہین اور راہ خدا مین خرچ نہین کرتے دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دے۔ سورۂ توبہ رکوع ۵۔

---

۱۵۸ یاایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلاً۔

۱۵۹ کلوا من ثمرہ اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین۔

۱۶۰ واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ وان اللہ عندہ اجر عظیم۔

۱۶۱ یاایہا الذین امنوا ان کثیراً من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ولیصدون عن سبیل اللہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم۔

پروردگار کا قطعی حکم ہے کہ سوا اُسکے کسی کی پرستش نہ کرو - اور والدین کے ساتھ
حسن سلوک سے پیش آؤ - اگر والدین یا اُنمین سے ایک تیرے سامنے بڑھاپے
کو پہونچین تو اُنکے سامنے کبھی اُف نہ کرنا اور نہ اُنکو کبھی جھڑکنا - اور ادب کے ساتھ
بات کرنا - اور محبت کے ساتھ اُنکے سامنے خاکساری کا پہلو لیے رہنا - اور دعا
کرنا کہ اے پروردگار جس طرح اُنھون نے مجھپر رحم کرکے چھوٹے سے بڑا کیا
اُسی طرح تو بھی اُنپر رحم کر - سلہ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ -
رشتہ دار غریب اور مسافر کے حقوق دیتے رہو - اور دولت کو بیجا نہ اُڑاؤ -
دولت کے بیجا اُڑانے والے شیطانون کے بھائی ہین اور شیطان اپنے
رب کا ناشکرگزار ہے - اگر تم کو اپنے پروردگار کے فضل کے انتظار مین جسکی
تمکو توقع ہو اُنسے مُنھ پھیرنا پڑے تو نرمی سے اُنکو سمجھا دو - اپنا ہاتھ نہ اتنا سکوڑو
کہ گردن مین بندھ جائے اور نہ بالکل اُسکو پھیلا ہی دو کہ تم تہی دست ہو کر لوگون
کی ملامت سُننے بیٹھو - اے پیغمبر تیرا رب جسے چاہتا ہے اُسکی روزی
فراخ کرتا ہے اور مقرر کرتا ہے - وہ اپنے بندون کو دیکھتا ہے اور باخبر
ہے - سلہ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ -

سلہ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احساناً اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلٰھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریماً واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیراً -

سلہ وات ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیراً ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربہ کفوراً واما تعرضن عنھم ابتغاء رحمۃ من ربک ترجوھا فقل لھم قولاً میسوراً ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوماً محسوراً - ان ربک یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر انہ کان بعبادہ خبیراً بصیراً -

افلاس کے ڈر سے تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم ہی اُنکو اور تم کو روزی دینگے۔ اُنکا مار ڈالنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴۔[۱۴]

زنا کے پاس نہ پھٹکنا یہ بیحیائی ہے اور برا چلن ہے۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴۔[۱۵]

جسکا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اُسکو ناحق قتل نہ کرنا۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴۔[۱۶]

جب تک یتیم اپنی جوانی کو نہ پہونچے اُسکے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر اس صورتمین کہ تمھارا جانا یتیم کے لیے بہتر ہو۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴۔[۱۷]

عہد پورا کیا کرو۔ کیونکہ قیامت مین عہد کی بازپرس ہوگی۔ سورہ بنی اسرائیل ۴۔[۱۸]

اور جب ناپو تو پیمانہ کو پورا بھر دیا کرو اور تولو تو ڈنڈی سیدھی رکھ کر تولو۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴۔[۱۹]

جس بات کا تجکو علم نہ ہو اُسکے پیچھے نہ ہو۔ کان۔ آنکھ اور دل ان سب سے پرسش (قیامت مین) ہوگی۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴۔[۲۰]

زمین مین اکڑ کر نہ چل کہ تو نہ زمین پھاڑ سکے گا اور نہ پہاڑون کی لمبائی تک پہونچ سکے گا۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴۔[۲۱]

---

۱۴ ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطأ کبیرا۔
۱۵ ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا۔
۱۶ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔
۱۷ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن حتی یبلغ اشدہ
۱۸ واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا۔
۱۹ واوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم۔
۲۰ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔
۲۱ ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا۔

اندھے ۔ لنگڑے ۔ بیمار اور خود تمھارے لیے کچھ ہرج نہین ہے کہ تم اپنے
گھرون سے ۔ اپنے مان باپ کے گھرون سے ۔ اپنے بھائی بہنون کے
گھرون سے ۔ اپنے اعمام یا عمات کے گھرون سے یا اپنے ماموٗن او خالاؤن
کے گھرون سے یا اُن گھرون سے جنکی کُنجیان تمھارے پاس ہین یا اپنے
دوستون کے گھرون سے کچھ کھاؤ ۔ اور اسمین بھی کچھ گناہ نہین ہے کہ سب
مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ ۔ جب گھرون مین جانے لگو تو اپنے لوگون کو سلام
کر لیا کرو ۔ سلام خدا کی طرف سے ایک عمدہ برکت والی دعاے خیر ہے ۔ خدا
اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم سمجھو ۔ سورۂ نور ۔ رکوع ۸ ۔

۵۳ لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تاکلوا
من بیوتکم او بیوت اباکم او بیوت امہتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخوتکم او بیوت اعمامکم
او بیوت عمتکم او بیوت اخوالکم ۔ او بیوت خلتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم لیس علیکم جناح
ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبرکۃ
طیبۃ کذلک یبین اللہ لکم الایت لعلکم تعقلون ۔

* لوگون مین ارتباط و اتحاد پیدا ہونے کا بڑا عمدہ طریقہ کھانا ہی اور اس آیت کا مقصود اصلی
یہی معلوم ہوتا ہی کہ مسلمان اس ذریعہ سے باہمی اتحاد بڑھائین اب بھی لوگون کا یہی حال ہی کہ جہان تک
ہوسکتا ہی ایک دوسرے کے یان کھانے مین مضایقہ کرتے ہین کہین لالچی اور بدنیت نہ سمجھے جائین اور بعض
لوگ مثلاً لنگڑے وغیرہ معذوری کی وجہ سے کنارہ کش رہتے ہین کہ حقیر نہ سمجھے جائین لیکن اگر یہ دستور زیادہ کثرت سے
جاری ہوا کہ ایک نے دوسرے کے یہان کھالیا تو کچھ شک نہین کہ مسلمانون مین یکدلی اور اتفاق پیدا کرنے کی عمدہ تدبیر ہی اور
ما ملکتم مفاتحہ کا ایک محل یہ بھی ہوسکتا ہی کہ اکثر رشتہ دارون مین سے کوئی شخص کہین مہمان چلا جاتا ہی تو قریب کے رشتہ دار
کو جسپر اُسکا اعتبار ہی گھر کی کُنجیان دیجاتا ہی اور معنی یہ ایک طرح کی اجازت ہی کہ تمھین کوئی ضرورت ہو تو گھر سے
لے لینا لیکن یہ کنجی رکھنے والے خود اپنی طبیعت سے اجنبیت برتتے ہین ورنہ اگر صاحب خانہ کی
غیبت مین ضرورت کی کوئی چیز لے لین تو وہ آکر خوش ہو مگر دنیا مین نفسا نفسی پھیل گئی ہے
نہ کوئی کسی کے ساتھ ایسی سخاوت کرنا چاہتا اور نہ معاوضہ کے ڈر سے کوئی ایسی سخاوت سے
فائدہ اُٹھاتا مگر اسلامی اخوت کو ترقی دینے کی ایک تدبیر خدا نے بتادی ہے ۔ (ایک مفسر)

ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔
لیکن وہ اگر درپے ہوں کہ تو کسی کو میرا شریک سمجھے جسکے لیے تیرے پاس کوئی
معقول دلیل نہیں ہے تو انکا کہنا نہ مان۔ تم سب کو ہمارے پاس آنا ہوگا
اسوقت مین تم کو تمھارے عمل سمجھا دونگا۔ سورہ[۲۳] عنکبوت۔ رکوع ۱۔

ماں جھٹکے جھٹکے اُٹھا کر انسان کو پیٹ مین رکھتی ہے۔ اور دو برس کے بعد
دودھ چھڑاتی ہے۔ اسلیے والدین کے حق مین ہمارا یہ حکم ہے کہ تم میرے
شکر کے ساتھ اپنے والدین کا بھی شکر ادا کرو۔ سورہ[۲۴] لقمٰن۔ رکوع ۲۔

ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔
کس مشکل سے ماں پیٹ مین انسان کو رکھتی ہے۔ اور کس مشکل سے اُسکو جنتی
ہے۔ حمل اور دودھ پلانے کے ایام کم سے کم ڈھائی سال ہوتے ہین۔ جب
آدمی اپنی پوری قوّت کو پہونچا اور چالیس برس پورے کیے تو وہ اللہ سے
کہتا ہے کہ خدا مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسانات مجھپر اور میرے ماں باپ
پر کیے ہین اُنکا شکریہ ادا کرتا رہوں اور ایسے نیک عمل کروں کہ تو راضی ہو اور
میری اولاد مین نیکبختی پیدا کر۔ مین تیری طرف رجوع ہوتا ہوں اور مین فرمانبردار بندوں
مین ہوں۔ سورہ[۲۵] احقاف۔ رکوع ۱۔

---

[۲۳] ووصینا الانسان بوالدیہ حسنًا وان جاہدک لتشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعہما الیّ
مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون۔
[۲۴] ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وہنًا علی وہن وفصالہ فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک۔
[۲۵] ووصینا الانسان بوالدیہ احسانًا حملتہ امہ کرہًا ووضعتہ کرہًا وحملہ وفصالہ ثلثون شہرًا حتی
اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی
والدی وان اعمل صالحًا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین۔

مسلمان تو آپس مین بھائی بھائی ہین۔ انمین صلح کرا دیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرو
کہ تم پر رحم کیا جائے۔ سورۂ حجرات رکوع ا۔[526]

مسلمانون کوئی مرد کسی مرد پر نہ ہنسے۔ ممکن ہے کہ ہنسنے والے سے وہ
بہتر ہو جسپر ہنسا جاتا ہے۔ اور نہ کوئی عورت کسی عورت پر ہنسے۔ ممکن ہے کہ ہنسنے
والی عورت سے وہ بہتر ہو جو ہنسی جاتی ہے۔ آپسمین ایک دوسرے کو طعنے نہ دے
اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرے۔ مسلمان ہونے کے بعد بد تہذیبی کا نام ہی
برا ہے۔ اور اِن حرکتون سے جو باز نہین آتے وہ ظالم ہین۔ سورۂ حجرات[527]
رکوع ا۔

مسلمانون بہت شک کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک گناہ ہو جاتا ہے۔
اور ایک دوسرے کی ٹٹول مین نہ رہا کرو۔ اور نہ پیٹھ پیچھے ایک کو دوسرا برا کہے۔
کیا کوئی تم سے گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یہ
تو ہرگز گوارا نہ کرے گا۔ سورۂ حجرات رکوع ا۔[528]

لوگو ہم نے تمکو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ تمھاری ذاتین اور
گوتین اسلیے ٹھہرا دین کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکے۔ لیکن تم مین شریف
وہی ہے جو تم مین بڑا پرہیزگار ہے۔ سورۂ حجرات۔ رکوع ا۔[529]

---

[526] انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔

[527] یاایہا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منہم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فا۔

[528] یاایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرہتموہ۔

[529] یاایہا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔

بیشک خیرات کرنے والوں (مرد ہوں یا عورت) اور قرض حسنہ دینے والوں کو دونا ادا کر دیا جائیگا اور اُنکو بڑا اجر ملیگا۔ سورۂ[152] الحدید۔ رکوع ا۔

جان رکھو کھیل تماشہ ظاہری طمطراق۔ ایک کا دوسرے پر فخر کرنا۔ اور ایک کا دوسرے سے بڑھ کر مال اور اولاد کا چاہنا بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اسکی مثل ایسی ہے جیسے مینہ کہ اُس سے کفار کھیتی کو دیکھ کر خوشیاں کرتے ہین۔ پھر وہ پک کر خشک ہو جاتی ہے۔ تو اُسکو دیکھتا ہے کہ زرد پڑ گئی ہے۔ پھر آخر کار روندن مین آجاتی ہے۔ آخرت مین عذاب سخت اور خدا کی طرف سے معافی اور خوشنودی ہے دنیا کی زندگی نری دھوکے کی ٹٹی ہے۔ سورۂ[153] الحدید۔ رکوع ۲

میرا جی چاہتا تھا کہ ان آیات قرآنی کی توضیح کرون اور لوگون کی موجودہ عادت سے بحث کرون کہ کہان تک وہ قرآن کے خلاف ہین۔ لیکن پھر مین نے خیال کیا کہ مین نے دخل دیا تو اثر جاتا رہے گا۔ آیات قرآنی کا ترجمہ محاورہ مین کر دیا گیا ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ ہر ایک خود ہی پڑھے اور غور کرے تو اچھا۔ یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ باپ دادا کیا کرتے آئے صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ جس قرآن کو ہم چومتے چاٹتے ہین جزد ایمان سمجھتے ہین وہ ہمکو کیا سکھاتا ہے۔ قرآن گویا کسوٹی ہے۔ ہر ایک اپنے دستور کو دیکھے کہ کھوٹا ہے یا کھرا ہے۔

---

[152] ان المصدقین والمصدقت واقرضوا اللہ قرضاً حسناً یضعف لہم ولہم اجر کریم۔

[153] اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولہو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یہیج فترٰہ مصفرا ثم یکون حطاماً وفی الاٰخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔

فصل ششم

ماں باپ کی اطاعت

تمدنی حالت درست کرنے کے لیے ماں باپ کی خدمت اکسیر اعظم ہے اسلام اس بارے مین آپ اپنی نظیر ہے۔ کسی زمانہ مین مسلمانون کو اپنی اس تہذیب پر ناز تھا۔ لیکن اب کوئی جانتا بھی نہین کہ ماں باپ کے کیا حقوق لوگون پر ہین۔ اگلے زمانہ مین لوگ جسقدر اپنے ماں باپ کے دوست اور ہمسنون کا ادب کرتے تھے اب اُسکا عشر عشیر بھی ماں باپ کے مقابلہ مین ظاہر نہین کیا جاتا۔ جہان سب خوبیان مسلمانون سے جاتی رہین وہان یہ ادب بھی جاتا رہا۔

آنحضرتؐ کے والدین آپکے سن شعور کے قبل مر چکے تھے اور اسلیے آنحضرتؐ کو یہ موقع نہ ملا کہ اپنے طرز عمل سے دکھاتے کہ والدین کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے۔ لیکن قرآن نے ہمکو صاف بتا دیا ہے کہ بعد خدا اور رسول خدا کے والدین کا درجہ ہے۔ جا بجا اسکا ذکر ہے۔ اور ہر جگہ خدا پر ایمان لانے کے بعد والدین کی اطاعت محکوم ہے اور اسکے بعد دیگر حسنات اور عبادات کا ذکر ہے۔ (دیکھو تمدن اور حسن معاشرت بخصوص قرآنی باب اول فصل ۵۔ کتاب ہذا) اسکے علاوہ کتب احادیث مین والدین کا بڑا احترام روا رکھا گیا ہے ہر چند حدیثین "اخلاق محمدی" باب اول فصل چہارم۔ کتاب ہذا مین بھی درج ہین) حتیٰ کہ والدین کے دوستون کا بھی لحاظ کیا گیا ہے۔ مصنوعی ماں باپ یعنے رضاعی ماں باپ کے حقوق اور اُنکے احترام بھی حدیثون اور فقہ کی کتابون مین ذکر کیے گئے ہین۔ اسبارے مین مسلمانون کی انسانیت آپ اپنی نظیر ہے۔

پیغمبر خدا کے بعد مسلمانوں نے آیات قرآنی اور اقوال نبی کے لحاظ سے جس درجہ اپنے والدین کے حقوق کا خیال رکھا اگر وہ تمام باتیں حکایت کے پیرایہ میں ایک جگہ جمع کردی جائیں تو ایک مستقل اور نہایت دلچسپ کتاب طیار ہو۔ بطور نمونہ کے ایک مشہور حکایت امام ابوحنیفہؒ کی اُنکی سوانح عمری سے یہان نقل کی جاتی ہے۔

"امام صاحب کے والد نے امام کے سن رشد سے پہلے قضا کی۔ لیکن والدہ مدت تک زندہ رہین۔ امام کو اُنکی خدمت گزاری کا پورا موقع ہاتھ آیا۔ وہ مزاج کی شکی تھین اور جیسا کہ عورتون کا قاعدہ ہے وُعاظ اور قصاص کے ساتھ نہایت عقیدت رکھتی تھین۔ کوفہ مین عمرو بن ذر ایک مشہور واعظ تھے اُنکے ساتھ خاص عقیدت تھی۔ کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام صاحب کو حکم دیتی تھین کہ عمر بن ذر سے پوچھ آؤ۔ امام تعمیل ارشاد کے لیے اُنکے پاس جاکر مسئلہ پوچھتے تو وہ عذر کرتے کہ آپ کے سامنے مین کیا زبان کھول سکتا ہون امام فرماتے کہ "والدہ کا یہی حکم ہے"۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ عمر کو مسئلہ کا جواب نہ آتا اور وہ امام صاحب سے درخواست کرتے کہ "آپ مجکو بتا دین۔ مین اُسی کو آپ کے سامنے دوہرا دون"۔ کبھی کبھی وہ اصرار کرتی تھین کہ مین خود چل کر پوچھون گی۔ خچر پر سوار ہوتی تھین۔ امام صاحب پیادہ پا ساتھ ہوتے تھے۔ خود مسئلہ کی صورت بیان کرتین اور اپنے کانون سے جواب سُن لیتین تب تسکین ہوتی۔ ایک دفعہ امام صاحب سے پوچھا کہ یہ صورت پیش آئی ہے مجکو کیا کرنا چاہیے۔ امام صاحب نے جواب بتایا۔ بولین تمھاری سند نہین۔ زرعہ واعظ تصدیق کرین تو مجکو اعتبار آئے۔ امام صاحب

اُنکو لیکر زرقہ کے پاس گئے - اور مسئلہ کی صورت بیان کی - زرقہ نے کہا کہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہین - آپ کیون نہین بتا دیتے - امام صاحب نے فرمایا مین نے یہ فتویٰ دیا تھا - زرقہ نے کہا بالکل صحیح ہے - یہ سُنکر اُنکو تسکین ہوئی اور گھر واپس آئین ابن ہبیرہ نے جب امام صاحب کو بلا کر میر منشی مقرر کرنا چاہا اور انکار کے جُرم پر دُرّے لگوائے - اُسوقت امام صاحب کی والدہ زندہ تھین - اُنکو نہایت صدمہ ہوا - امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجکو اپنی تکلیف کا چندان خیال نہ تھا البتہ یہ رنج ہوتا تھا کہ میری تکلیف کی وجہ سے میری والدہ کے دل کو سخت صدمہ پہونچتا ہے "

یہان یہ لکھنا بیموقع نہین ہے کہ ہند کے مسلمان جہان اپنی تمام صفات بھولے وہان والدین کا لحاظ کرنا بھی بھولے - ایک موقع پر ہمارے ایک ہندو دوست نے کہا کہ "مسلمانون نے ہمکو یہ سکھایا ہے کہ والدین کا لحاظ نہ کرو - ورنہ ہمارے مذہب مین تو والدین کی پرستش ہوتی ہے" اُسوقت کسی مسلمان نے کہا کہ "بوڑھے باپ سے بجبر جائداد بٹوا لینے کا قانون ہندوؤن مین جاری ہے اور مسلمانون مین یہ قاعدہ ہے کہ باپ اگر تمام جائداد سے بلا کسی وجہ کے اپنے بیٹے کو محروم کردے تو بجز خاموشی اُسے اور کوئی چارہ نہین ہے " خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا لیکن اسمین شک نہین ہے کہ تمام اخلاق حسنہ قوم کے یا خاندان کے معدوم ہوجاتے ہین جب والدین کا احترام - قومی شعار یا خاندانی دستور نہین ہوتا - ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا گویا انتظام عالم کی جڑ ہے یا خالق عالم کے منشاء کی پیروی ہے - اور وہ بات جو اسمین فرق ڈالے بُری ہوگی

ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ جو والدین کا ادب نکرے گا وہ دنیا مین کسی کا سچا دوست نہین ہوسکتا۔ اپنے استدلال کے مقدمات مرتب کرنے کے قبل ہم ناظرین سے یہ درخواست کرتے ہین کہ وہ اس مشہور مقولہ کو از قسم علوم متعارفہ مان لین کہ بغیر ادب کے محبّت نہین ہوتی۔ جب والدین کا دباؤ لڑکون پر نہوگا یا لڑکے والدین کا ادب کرنے کے خوگر نہونگے تو لڑکون کے دلون مین اُتنی محبت والدین کی نہوگی جتنی بلحاظ والدین کی محبت اور اُنکے احسانات کے لڑکون کے دلون مین ہونا چاہیے جب لڑکون سے بے اعتنائی ظہور مین آئے گی تو والدین کی وہ محبّت جو لڑکونکی عمر بڑھنے کے ساتھ خود بخود گھٹتی جاتی ہی جلد جلد گھٹنے لگے گی۔ جب لڑکون کو والدین کے ساتھ اور والدین کو لڑکون کے ساتھ محبت نہ ہوگی تو اسکا اثر بھائیون اور بہنونکی محبّت پر بھی ضرور پڑے گا۔ کیونکہ اُنکی محبت والدین کی محبت کا ایک پرتو ہوتی ہے جس نے اپنے والدین سے محبت نہ کی وہ والدین کی اولاد سے کیا خاک محبت کرے گا۔ اور جب بھائیون اور بہنون مین محبت نہ ہوئی تو اُنکی اولاد مین بالکل ہی اجنبیت ہوگی۔ اسی طرح جس خاندان مین اسقدر قریبی رشتہ داریان نظرانداز رہین گی وہان صلۂ ارحام کا پاس رکھنا ہرگز لازمۂ حمیت نہوگا۔ اور جس قوم مین صلۂ رحم کا خیال نہین ہے اُس سے ہمسایہ کے حقوق کی نگہداشت بھی نہ ہوگی اور حب الوطنی کی صفت تو قوم کی قوم مین عنقا ہوگی۔ یہ منطقی دلیلین نہین ہین غور کیجیے تو از قسم بدیہات ہین۔ دنیا مین جنکے ذریعہ سے ہم آئے یا جنکو ہم نے اوّل اوّل دنیا مین قدم رکھنے کے بعد دیکھا اگر اُنسے ہمکو اُنس نہین ہے تو ظاہر ہے کہ وہ تمام چیزین جو اُنکے ذریعہ سے ہمارے سامنے پیش ہوتی ہین بیگانہ معلوم ہونگی۔ جس خاندان یا قوم کی یہ کیفیت

ہوگی وہاں نفاق کا بھوت ہر دم سر پر سوار ہوگا اور کبھی ترقی کے میدان میں بڑھنے نہ دے گا۔

خلاصہ یہ کہ والدین کی اطاعت صرف بمقتضائے شکر گذاری واجب نہیں ہے بلکہ اسلیے بھی واجب ہی کہ بغیر اسکے انتظام عالم کا ڈھیر ڈھیلا ہو جاتا ہی اسی لیے اسلام مین بعد خدا اور رسولؐ خدا کے والدین کا درجہ قایم کیا گیا ہے اور یہ درجہ محض دکھانے کے لیے نہیں ہے بلکہ اسکے متعلق احکام بھی ہین اور اُن احکام سے پورے طور پر ان مدارج کی نگہداشت ہوتی ہے۔

ایک بات میرے ذہن مین ہی جسکا لکھ ڈالنا مین مناسب سمجھتا ہون۔ تمام دنیا پر روشن ہی کہ ہندوستان کے باشندے خلیق ہین۔ ملنسار ہین۔ محبتی ہین لیکن سچا خلق۔ سچا انکسار سچی ملنساری کے ساتھ قومی اتفاق انمین نہین ہی۔ یہ جانتے ہی نہین کہ حب وطنی کیا شی ہی۔ تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ تھوڑے سے شخصی اغراض پر بڑے بڑے قومی حقوق کے تباہ کرنے مین یہ ہمیشہ دلیر رہے ہے۔ ممکن ہی کہ اب نئی تعلیم نے اس خصوص مین کچھ انکی اصلاح کی ہو لیکن پچھلے حالات پڑھنے سے صریح معلوم ہوتا ہی کہ حب وطن جو اور قومون مین ہمیشہ اعلی صفت سمجھی گئی ہی ہندوستان مین بالکل ہی معدوم تھی۔ یہان کے قدیم باشندون مین حب وطن کی بو تک نہین ہی۔ حتی کہ ہندوؤن کی صحبت نے مسلمانون سے بھی یہ صفت فراموش کرا دی۔ بہت سے مورخ خاصیت آب و ہوا پر الزام رکھ کر الگ ہو جاتے ہین اور کہتے ہین کہ یہان کی آب و ہوا مین کہولت لازم ہی۔ کہولت کے ساتھ مستعدی جاتی رہتی ہی اور مستعدی کے ساتھ حمیت اور حمیت کے ساتھ حب الوطنی بھی معدوم ہوتی ہی۔ ممکن ہی کہ یہ توضیح صحیح ہو لیکن اسکے ساتھ ہی ایک دوسرا باعث بھی ہم قرین قیاس سمجھتے ہین وہ یہ ہی کہ

جب شاستر مین بیٹون کو یہ حق دیا گیا ہو کہ وہ بوڑھے باپ سے اُسکی مقبوضہ جائداد موروثی کا ایک جزو چھین لین اور وہ راضی نہ ہو تو حاکم وقت کے ذریعہ سے بجبر بٹوا لین تو اس وجہ سے ضرور والدین پر بیجا دباؤ لڑکون کا رہتا تھا اور اب بھی رہتا ہی۔ بوڑھے تجربہ کار باپ کو یہ حکم ہمیشہ نوجوان ناتجربہ کار بیٹون کے مقابلہ مین کمزور رکھتا ہی اور اس کمزوری کے ساتھ وہ فطرتی محبت مین بھی ضرور کمزوری پیدا ہوتی ہی جو باپ کو بیٹے کے ساتھ یا بیٹے کو باپ کے ساتھ ہونی چاہیے۔ اور پھر اس کمزوری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ رشتہ ناتہ کا خیال نہین رہتا ہمسایہ اور ہموطن کا پاس جیسا چاہیے نہیں ہوتا گویا قومی اتفاق کا تخم شروع ہی سے مارا جاتا ہی۔

ہندؤن مین رامائن تعلیم اخلاق کی ایک عمدہ کتاب ہی منجملہ اور باتون کے یہ امر بھی اسمین مذکور ہے کہ رام چندر جی کو اُنکے باپ نے بن باس کا حکم دیا اور اُنھون نے نہایت کشادہ پیشانی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ لوگ کہتے ہین کہ اس سے لڑکون کو والدین کے احکام ماننے کا سبق دیا گیا ہی۔ رامچندر جی کے والد بادشاہ وقت تھے اور بادشاہ کے حکم کی تعمیل ایک طور پر لازمی تھی۔ کسی بے بس باپ کے حکم کی تعمیل اُسکے لڑکے کی جانب سے دکھائی جاتی تو اس سے بھی زیادہ باا ثر ہوتی۔ ہم اپنے طور پر رامائن کے ناصحانہ سبق کو اور بھی عمدگی سے بیان کرین تو کیا؟ ہم کہتے ہین کہ رامائن مین یہ دکھایا گیا ہے کہ باپ کا دباؤ جب بیٹے مانتے ہین تو تمام خاندان مین ایک فطرتی محبت نہایت اعلیٰ درجہ پر جوش کر آتی ہے۔ دسرتھ جی کا اشارہ پاکر فوراً رامچندر جی اگر اجودھیا کو نہ چھوڑ دیتے تو نہین معلوم کیا کیا شگوفے کھلتے۔ لیکن چپکے سے اُنکا باپ کے حکم پر رضامند ہو جانا

باپ کے دل مین الفت فرزندی کے جوش زن ہونے کا باعث ہوا۔ اُنکی جلاوطنی کے دن نہایت پیار اور محبت سے باپ گنتا رہا۔ باپ کی خالص محبت دیکھ کر بھرت جی ولیعہد جدید کی سچی محبت مین بھی تحریک پیدا ہوئی اور اُنھون نے نہایت ہی خلوص سے اپنے سوتیلے بھائی رامچندر جی کے سامنے تاج و تخت پیش کیا۔ اور بڑے بھائی کا فرمان بردار ہو کر دنیا مین رہنا اُس خلوص و محبت کے اعتبار سے جو خاندان کے اچھے برتاؤ سے قایم ہوا تھا اُنکو مرجح معلوم ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انتظام عالم کا مدار اسپر ہے کہ والدین کو اولاد سے محبت ہو اولاد کو والدین کا ادب ہو اور اس محبت اور ادب مین سچائی ہو اور سراپا خلوص ہو۔ احکام اسلام اس سچائی اور خلوص مین بے انتہا دبہو پہنچاتے ہین۔ مزید توضیح کے لیے آگے "شرکت خاندان" کی بھی فصل پڑھنا چاہیے۔

فصل ہفتم

صدقہ اور زکوۃ

(مصالح عام)

کُل مخلوقات کی حاجتون کے رفع کرنے کو زمین بنائی گئی ہے۔ دوسرے حیوانات کی طرح انسان بھی اپنی تمام ضرورتون کو زمین ہی کی پیداوار سے رفع کرتا ہے۔ لیکن انسان کے لیے جہان سب زحمتین ہین (اور واضح رہے کہ یہ تمام زحمتین عقل انسانی کی وجہ سے پیدا ہین) وہان یہ بھی ہے کہ محنت و مشقت کیے بغیر ان ضرورتون کے رفع ہونے کے وسایل پیدا نہین ہو سکتے ان وسایل کے پیدا کرنے مین بالالتزام محنت کا صرف کرنا پیشہ کہلاتا ہے۔

کوئی کھیت بوتا ہے۔ کوئی کھیت کاٹتا ہے۔ کوئی کپڑا بنتا ہے۔ کوئی جوتہ بناتا ہے۔ کوئی لکڑی ڈھوتا ہے۔ کوئی مکان بناتا ہے۔ کوئی کپڑے دھوتا ہے۔ کوئی کپڑے سیتا ہے۔ غرضکہ ہر فرد بشر کا کسی نہ کسی کام مین لگا رہنا انتظام عالم قایم رکھنے کے لیے ضروری سمجھا گیا ہے۔ اگر تمام بنی نوع انسان بیکار بیٹھنا اپنی عادت ٹھہرالین تو کام دنیا کا رک جائیگا۔ اسی اصول پر مذہبی اخلاقی تمدنی جماعتون نے اس مسئلہ کو بالاتفاق تسلیم کیا ہے کہ کسب معاش کے لیے انسان کو کوئی نہ کوئی پیشہ کرنا ضرور ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہین۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

لیکن اسکے ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ دنیاوی کام کے لیے جتنے ضروری اعضا ہمکو دیے گئے ہین اُنمین سے اگر ایک بھی بیکار ہو جائے تو ہم کوئی ذریعہ کسب معاش کا قایم نہین رکھ سکتے۔ اندھے۔ لولے۔ لنگڑے۔ مخبوط۔ بڈھے لڑکے ان سب مین وہ قوت کسب معاش کی نہین ہوتی جو عموماً تندرست جوانون مین ہوتی ہے۔ اسلیے اخلاقی جماعت نے ان بیچارون کی ضرورتون کا رفع کرنا اُن لوگون پر فرض کفایہ ٹھہرایا ہے جنکے کسی عضو کو فطرت نے بیکار نہین کیا اس غرض کے پورا کرنے کو صدقہ یا خیرات کہتے ہین۔ مفصلۂ بالا تحریر سے ہمکو یہ دکھلانا تھا کہ عقلاً خیرات لینے کے اہل کون لوگ ہو سکتے ہین۔ یہ ظاہر ہے کہ جن لوگون کی تمام قوتین صحیح و سالم ہین اُنکو کوئی حق اسکا نہین ہے کہ بلا کسی معاوضہ کے کوئی شے اپنے ابنائے جنس سے طلب کرین اور اسلیے نہایت خوار وہ لوگ ہین جو ہٹے کٹے ہین اور گداگری کو کسب معاش کے لیے ایک پیشہ سمجھتے ہین

ممکن ہے کہ ان کم ہمت اپاہجون کا گروہ پہلے بھی ہو۔ لیکن فی زمانا انکی نسبت بڑی کثرت دیکھی جاتی ہے اور زیادہ تر معزز لوگون کی نسلیں اس پیشہ کی عادی ہوتی جاتی ہین۔ ہندوؤن مین برہمن۔ مسلمانون مین انکے متبرک مقامات کے لوگ یا بزرگان دین کی اولاد زیادہ تر اسی حالت مین نظر آتی ہین۔ تھوڑے دنون سے بعض بعض یورپین نے بھی ہند کے مختلف مقامات مین اس پیشہ کو شروع کردیا ہے۔ ہم بے تکلف یہ کہہ سکتے ہین کہ ان حضرات کو گداگری کے طریقے سے روپیہ طلب کرنے کا کوئی استحقاق نہین ہے۔ اور صرف یہی نہین ہے کہ وہ بلا حق ایک چیز مانگتے ہین بلکہ وہ بسا اوقات دوسرے مستحقین کی حق تلفی کے باعث ہوتے ہین۔ یہ تو ہماری قطعی راے ہے کہ انکو بلا طلب دینا سخت غلطی ہے۔ لیکن اسمین تامل ہے کہ اگر وہ مانگ بیٹھین تو ہمین کیا کرنا چاہیے۔ ہم یہ جانتے ہین کہ گو سوال کرنا ان تندرست سائلون کو ضرور بُرا ہے۔ لیکن ہمارے لیے اظہار شکر ان نعمت کا یہی مقتضا ہونا چاہیے کہ کچھ نہ کچھ ضرور انکے ہاتھ پر رکھدین لیکن یہ سمجھکر کہ ہم ایسے شخص کو دیتے ہین جسکو لینے کا حق نہین ہے۔

ہمارے سامنے جب کوئی اندھا یا لنگڑا آکر کھڑا ہوتا ہے تو زبان حال سے یہ درخواست کرتا ہے کہ اللہ نے ہمارے اور تمھارے دونون کے استعمال کے لیے زمین بنائی ہے۔ ہم اپنی جسمانی ناقابلیت سے متمتع نہین ہو سکتے اور بقدر ہماری کمی کے تمھاری تمتع مین افزایش ہوتی ہے اسلیے تم ضمناً ہمارے حق کے متصرف ہوئے۔ ہم اسوقت نہایت بھوکے ہین۔ ایک چھوٹا سا حصّہ تم ہمارے حق کا ادا کردو تو مناسب ہے۔ فرض کیجیے کہ اُسکے بعد ہی ایک دوسرا سائل عربون

ترکون یا ایرانیون کا بھیس بدلے ہوئے یا برہمن کے روپ مین نمودار ہوا اور جھوٹ سچ اودھر اُدھر کی باتین بناکر دو چار روپیہ حاصل کیے اور چلتا ہوا۔ یہ بیچارا اندھا ہنوز دہلیز کے کنارے لکڑی کے سہارے کھڑا ہوا ہے۔ اور دل مین کہہ رہا ہے کہ دنیا مین اللہ نے سبھی کو اندھا بنایا ہے کسی کو آنکھ کا اور کسی کو عقل کا۔

انسان کو جب اللہ پیٹ بھر کھانے کو دے تو اُسپر یہ دیکھنا فرض ہے کہ اُسکے پڑوس یا راہگذر یا شہر مین وہ کون کون لوگ ہین جنسے ذریعہ کسب معاش اللہ نے لے لیا ہے اور اغنیا کے امتحان کے لیے اُنھین بیچارہ بناکر چھوڑ دیا ہے۔ جب ایسے محتاجون کا سامنا ہو تو اُنکو ہرگز ذلیل نہ سمجھنا چاہیے۔ اپنی حالت پر شکر گذاری چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ گھٹانا اور بڑھانا ہر وقت اللہ کے اختیار مین ہے۔ (تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئی قدیر۔)

ہمارے نزدیک سب سے زیادہ جاہل اور سب سے زیادہ غافل اور سب سے زیادہ بے عقل وہ شخص ہے جسکا دل انسان کو بیچارگی کی حالت مین دیکھ کر بھر نہین آتا۔ صدقہ دینے کے جو طریقے اسوقت جاری ہین اسپر ہم ایک اجمالی بحث کرنا چاہتے ہین۔ بعض مقامات پر ہم نے دیکھا ہے کہ صدقہ دینے کے لیے لوگ ہفتہ مین ایک دن مقرر کرتے ہین اور اُسدن کے لیے صلاے عام مساکین کو دیجاتی ہے۔ اندھے۔ لولے۔ لنگڑے۔ بہرے گرد و نواح سے آکر صبح سے گیارہ بجے تک جمع ہوتے ہین۔ ان بیچارون کو سایبان مین تو جگہ ملنے سے رہی۔ دھوپ مین اُنکی ذلیل کی جاتی ہے۔ جس طرح تھیٹر مین انسان کو اچھی سے اچھی حالت مین

دِکھانے کے لیے انتظام کیا جاتا ہے اُسی طرح انسان کو بُری سے بُری حالت مین دیکھنے کے لیے یہ نمائشگاہ بنائی جاتی ہے - ہم نے ایسے مجمع بارہا دیکھے لیکن جب ہم نے دیکھا ایک خاص صدمہ ہمارے دل پر پہونچا ہم اُن طبیعتون پر نہایت تعجب کرتے ہین جنکو انسان کا بُری حالت مین دیکھنا بُرا نہین معلوم ہوتا - ہم نے بھی بارہا تفحص کی نگاہ سے دیکھا کہ ان بیچارون کو کیا دیا جاتا ہے لیکن کبھی ہم نے مقدار خیرات کو جو فی کس دیجاتی ہے انسان کی ایک وقت کی خوراک کے سولھوین حصہ سے زیادہ نہین پایا ذی عقل اس طریقہ کو خالصتہ للہ سمجھنے مین ضرور تامل کریگا -

ایک عنایت فرما کے ساتھ ایک روز ہم کو شہر مین نکلنے کا اتفاق ہوا گذرگاہون مین جہان جہان لنگڑے لولے اندھے نظر آئے اُنکا ملازم گاڑی سے اُترکر کچھ پیسے اُن بیچارون کے ہاتھ پر رکھتا اور پھر چلتی ہوئی گاڑی مین سوار ہو لیتا تھا راہ مین کئی بار ملازم کو چڑھتے اُترتے دیکھ کر ہم نے اپنے عنایت فرما سے استفسار کیا کسی قدر اصرار کے بعد اُس کریم النفس نے یہ فرمایا کہ یہ بیچارے ہماری کمائی مین حق رکھتے ہین - جب ہم انکے پاس سے گزرتے ہین تو انکے حقوق ہمین یاد آجاتے ہین - ہماری ہدایت کے موافق ہمارے ملازم ایسے موقعون پر خرچ کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور رکھتے ہین اور ہمارا اشارہ پاکر دیدیا کرتے ہین - ہم اُن بھکمنگون کو بنیا بالکل عبث سمجھتے ہین جنکے دینے کا نتیجہ صرف اسیقدر ہے کہ چند سپید پوشون کے سامنے ہماری کم فہمی کو وہ سخاوت سے تعبیر کرتے ہین - ہم نے کہا جزاک اللہ آپ کا طریقہ ضرور قابل تقلید ہے -

ایک طریقہ ہم نے خیرات کا یہ بھی دیکھا ہے کہ ازدحام مین روپیہ پیسہ پھینک کر لوٹنے کا تماشہ دیکھا جاتا ہے۔ اس لوٹ مار مین عموماً وہ لوگ شریک ہوتے ہین جو خیرات لینے کے اہل نہین ہوتے۔ اس لوٹ مین اکثر آپس مین مار پیٹ بھی ہو جاتی ہے اور عموماً زبردست ہی کی جیت رہتی ہے۔ اس طریقہ کی نسبت ہم اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتے ہین کہ جب جانورون کا لڑانا قبیح سمجھا گیا ہے تو آدمیون کا لڑانا کب مستحسن ہو سکتا ہے۔

بھائیو! روپیہ پیدا کرنے سے روپیہ کا موقع سے خرچ کرنا زیادہ مشکل ہے۔ دولت انسان کے ساتھ نہین جا سکتی۔ دولت جب ہی تک ہماری ہے کہ ہم کو اس کے خرچ کرنے کی قوت حاصل ہے جب تمھارے خرچ سے روپیہ بچے تو تم اسکو سمجھو کہ وہ دوسرون کا حق ہے۔ لیکن حقدارون کی تلاش مین کوشش کرو۔ پہلے اپنے عزیزون مین دیکھو کون کون محتاج ہین۔ پھر اپنے پڑوسیون اور شہر والون اور ملاقاتیون مین محتاجون کی تلاش کرو۔ یتیمون کو بھی حقدار سمجھو۔ مسافرون کے ساتھ بھی سلوک کرو۔ لیکن وہ مسافر نہین جو گداگری کی غرض سے سفر کرتے ہین۔

بعض مقامات پر تمام باشندون کی اتفاق راے سے محتاجون کے حقوق کی پوری حفاظت کی جاتی ہے۔ ہر شخص کچھ نہ کچھ ایک فنڈ مین حسب حیثیت جمع کرتا جاتا ہے اور اس فنڈ کے مہتمم ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر مستحقون کی خبر گیری کرتے ہین۔ کیا مبارک وہ شہر ہے جہان یہ دستور ہے

اور کیسے خوش قسمت وہ لوگ ہین جو ان شہرون مین بستے ہین - ناظرین
ان شہرون سے واقف نہ ہونگے کیونکہ ضعف اسلام کے ساتھ یہ شہر بھی معدوم ہو گئے
ورنہ اسلام کے اچھے دنون مین تمام بلاد اسلام مین ایسا ہی دستور تھا اور اس طرح
کے چندہ کو اصطلاح شرع مین زکوۃ کہتے ہین -

(زکوۃ)

اسلام مین صدقہ دینے کا ایسا عمدہ طریقہ ہے کہ اسکی نظیر دنیا کی کسی گزشتہ
یا موجودہ قوم مین نہین ہے - وہ طریقہ ہے زکوۃ دینا - زکوۃ کے لغوی معنے
ہین "پاک کرنا" اصطلاح فقہ مین آمدنی کے ایک حصہ کا فقیرون مین تقسیم کردینا
یا زیادہ صحت کے ساتھ کہیے تو حولان حول کے بعد مال کا چالیسوان حصہ خیرات کرنا
زکوۃ ہے - مشہور یون ہے کہ مال مزکی ضایع نہین ہوتا - اس قول کی اصلیت
یون معلوم ہوتی ہے کہ ایک کے مال پر دوسرا حریص ہوتا ہے - ایک کا تمول
دوسرے کے رشک حسد کا باعث ہوتا ہے - دوسرون کے مال پر چورون کے
دندان طمع بھی تیز رہتے ہین - دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ - انسان اپنے مال سے
کچھ کچھ دوسرون کو بھی دیتا رہے تو لوگون کے رشک - حسد - طمع اور حرص مین
خواہ مخواہ کمی ہوگی - جبکو نہ ملے گا اُسکے دل مین بھی دوسرونکی حاجت براری
دیکھکر اچھے خیالات پیدا ہونگے -

زکوۃ کا مال مساکین کو دیا جاتا ہے - پیٹ بھرون کے لیے یہ نہین ہے
زیادہ تر اسکے مستحق وہ لوگ ہین جو کسب معیشت سے معذور ہین - اندھے -
لنگڑے - لولے - کوڑھی - جو کسب معاش نہین کر سکتے وہ گویا حقدار ہین اُن

لوگون کی کمائی مین جواس طرح معذور نہین ہین۔ خدا نے زمین پیدا کی اور زمین کی ملکیت انسان کے سپرد کردی۔ انسان کا کام ہے کہ بواسطہ یا بلاواسطہ زمین کی پیداوار سے اپنے حوائج رفع کرے۔ ملکی انتظام یا انتظام عالم کے قیام کے لیے قواعد بنے ہوئے ہین انکی پابندی کے ساتھ ہر شخص کو زمین سے مستفید ہونے کا مساوی حق حاصل ہے۔ اب جو معذور ہین بقدر اُنکے غیر معذورین کے لیے ذرایع رزق مرتہ سے زاید ہوگئے۔ اور گویا غیر معذورین نے معذورین کے حقوق پر بھی تصرف کیا۔ مثلاً ایک گاؤن مین چار اشخاص پیشہ حدادی کرتے ہین اور اوسط آمدنی ان چارون کی چھ چھ روپیہ ماہوار کی ہے۔ ایک انمین سے اندھا ہوگیا تو لامحالہ گردونواح کے کام بجاے چار کے اب تین پر تقسیم ہونگے۔ اور ہر ایک کی آمدنی بجاے چھ کے آٹھ ہوجائے گی۔ تو کیا اخلاقاً یہ مناسب نہین ہے کہ جو دو روپیہ کا اضافہ اس اندھے کی وجہ سے دوسرون کو ہوا ہے اُسمین سے براے نام کچھ حصہ اس اندھے کا بھی مقرر کردیا جائے۔ یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے اسکو بڑے پیمانہ پر پھیلا کر تمام دنیا کے انتظامات کو خیال کر لیجیے۔

اندھے لولے لنگڑے۔ کوڑھی اور شیخ فانی تو صریح معذور ہین مسافر بھی معذور سمجھا جاتا ہے کہ جب تک وہ سفر مین ہے کسب معاش کے ذرایع اسکے لیے بہت کم ہین۔ جو حضرات انقلاب زمانہ کی وجہ سے تنگ دست ہوگئے ہین اور باوجود ہر طرح کی ذہانت اور محنت کے قرعہ قسمت ہر بار اُنکے خلاف ہی پڑتا ہے۔ وہ بھی جب تک مفلس ہین معذور اور محتاج سمجھے جائین گے

اب اِن معذورین کی پرورش گویا فرض کفایہ ہے اُن لوگون پر جو معذور اور محتاج نہین ہین۔ شرع اسلام نے اس فرض کفایہ پر لوگون سے بجبر عمل کروانا حاکم وقت کے تعلّق کر دیا ہے۔ اور یہ فرض کفایہ اپنی نوعیت مین بھی ایسا ہی ہے کہ حاکم وقت کی وساطت سے اسپر عمل کیا جائے۔ اسی لیے زکوۃ کا روپیہ لوگون سے وصول کرکے بیت المال مین جمع ہونا محکوم ہے اور بیت المال سے اسکا صرف ہونا مشروع ہے۔ آجکل ہندوستان مین بیت المال کے نہونے سے زکوۃ دینے والے مسلمان بہت کم ہین اور جو دیتے بھی ہین وہ علیحدہ علیحدہ اپنی خوشی سے دیتے ہین۔ نہ دینے سے یہ دینا کہین اچھا ہے۔ لیکن اگر شہر کے تمام زکوۃ دینے والے مسلمان زکوۃ کوایک جگہ جمع کردیا کرین اور وہان سے اکٹھا شہر کے تمام مساکین اور فقرا مین باقاعدہ تقسیم ہو تو بہت اچھا ہو۔ متفرق طور پر دینے سے کسی کو کچھ بھی نہین ملتا اور کسی کو ضرورت سے بہت زاید ملجاتا ہے۔ حالانکہ شرع مین کسی فقیر کو اسقدر دینا کہ وہ تونگر ہوجائے مکروہ ہے۔ جس کے پاس ایک دن کی غذا ہو اسکو سوال کرنا منع ہے۔ زیارت گاہون کے گداگر خیرات اور صدقہ کی وجہ سے بڑے متموّل ہوجاتے ہین لیکن شرع محمدی نے اس طرح خیرات کے ٹکڑون سے متموّل ہونا جائز نہین رکھا ہے۔

زکوۃ تو ایک لازمی صدقہ ہے۔ اسکے علاوہ بھی کوئی شخص محتاجون کو دیا کرے تو بڑا ثواب ہے۔ اس دینے کو جو ہر شخص کی مرضی اور خواہش پر چھوڑا گیا ہے صدقہ کہتے ہین۔ اوران صدقات مین صرف صدقہ یوم عید الفطر

واجب ہے۔ یہ ایک خفیف مقدار غلہ کی ہی یعنے فی کس نصف صاع گیہون (تقریباً دو سیر گیہون) اور وہ بھی صاحب نصاب پر واجب ہے۔ ہر شخص کے لیے نہین۔

بہرحال محتاجون کا دینا زکوۃ کے پیرایہ مین ہو یا صدقہ کے پیرایہ مین ہو نہایت ہی ضروری امر ہے۔ انسانیت کا مقتضا یہی ہے اور خودغرضی کے اصول سے بھی یہی مناسب ہے۔ کیا معنی کہ جب تک تمام ہمسایہ یا شہر کے باشندے پیٹ بھر نہ کھائین گے اغنیا کو آرام سے سونا نصیب نہوگا۔ قحط کے زمانہ مین محتاجون کی کثرت جو بےلطفی اغنیا کے لیے پیدا کرادیتی ہے اسکا تجربہ ادھر کئی سال کے متواتر قحط سے بخوبی ہوگیا ہے۔ جا بجا سڑکون پر اندھون اور جذامیون کی نمایش نہایت ہی دلخراش نظارہ ہوتی ہے۔

ہر مقام کے باشندے کچھ نہ کچھ خیرات یا صدقہ دیتے ہی ہین۔ اگر وہ اکٹھا جمع کرکے مستحقین مین تقسیم کرین تو بہت کچھ حالت شہر کی سدھر جاوے۔ بیقاعدہ صدقہ دینے کا یہ نتیجہ ہے کہ جابجا بدنما حالت دکھائی دیتی ہے۔ شرع محمدی مین زکوۃ کے وصول کرنے اور اُسکے باقاعدہ خرچ کرنے کے مصالح ایسے عمدہ اصول پر مبنی ہین کہ اسکی مثال دوسری جگہ پائی نہین جاتی۔

تھوڑے دنون کا ذکر ہے کہ مہاراجہ درگبجے سنگھ والی ریاست بلرام پور اودھ نے ایک محتاج خانہ جذامیون کے لیے بنوایا تھا۔ سیکڑون جذامی اس مین رہتے تھے۔ مکان بہت صاف تھا۔ انتظام بہت عمدہ تھا۔ جذامیون کے کھانے کپڑے کا اچھا بندوبست تھا۔ ہر موسم کے موافق غذا اور پوشش ملتی

تھی۔ نہایت ہی آرام سے وہ رہتے تھے۔ ایک دن ایک شخص نے مجھ سے مفصل کیفیت اس محتاج خانہ کی بیان کی تو سنکر میرا جی بہت خوش ہوا۔ عرصہ سے میرا خیال تھا کہ ہر شہر کے باشندون کو چاہیے کہ چندہ کرکے ایک ایسا ہی مکان قریب شہر معذورین کے لیے بنوا دین۔ اور جب تک وہان کا خرچ پورا نہ ہولے دوسری قسم کے خیرات او صدقات بند رکھین۔ مین نے بہت تفصیل کے ساتھ تمام حالات سنے اور سنکر مجھے خیال آیا کہ مسلمانون کے بیت المال سے بھی یون ہی معذورین کی پرورش کا انتظام ہوتا تھا۔ اوراسی وقت یہ بھی ذہن مین آیا کہ ان محتاجون کی خبر گیری اور باہمی حسن معاشرت قایم رکھنے کے لیے اس سے بہتر کوئی صورت نہین ہوسکتی جو شرع نے زکوۃ کے پیرایہ مین قایم کی ہے۔

خیرات کی دو صورتین شرع مین ہین۔ ایک تو زکوۃ اور دوسرا صدقہ ۔ دونون صورتون مین محتاجون کو دیا جاتا ہے۔ لیکن اوّل صورت فرض ہے اور دوسری مستحب ہے کیا معنی کہ ہر متمول پر مال کا چالیسوان حصہ الگ کرکے اُس خزانہ مین داخل کرنا جس سے معذورین کی پرورش گورنمنٹ کرائے فرض ہے۔ اسلامی گورنمنٹ کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ متمول لوگون سے زکوۃ (چندہ) لیکر مساکین کی پرورش کے لیے فنڈ قایم رکھے۔ یہ فنڈ قحط فنڈ کا بھی کام دیتا ہے۔ معمولی مساکین اور معذورین کی بھی پرورش کرتا ہے۔ اسکے علاوہ جو صاحب کچھ صدقہ کرنا چاہین۔ تو

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

جتنا چاہیں وہ دیں۔ لیکن اگر اُنپر زکوۃ واجب ہے تو پہلے زکوۃ دے لیں اسکے بعد جہاں تک چاہیں خیرات کریں۔ اسقدر توضیح کے بعد یہ مسئلہ شرع کا بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص کل مال کے قریب زکوۃ کی نیت کیے بغیر خیرات کردے جب بھی زکوۃ اسپر سے ساقط نہیں ہوتی۔ زکوۃ کا فنڈ جُدا ہے۔ اور اسکے اغراض جدا ہیں۔ ایک کو دوسرے سے ملانا نہیں چاہیے۔

مین نے یہاں اصول سے بحث کی ہے اور زیادہ تر اس کتاب مین میرا یہی کام ہے۔ کسی کو مغالطہ نہ ہو اسلیے یہ کہنا بیموقع نہیں ہے کہ اسوقت اسلامی گورنمنٹ نہ ہونے سے زکوۃ کی فرضیت ساقط نہیں ہے۔ یہ تیسرا رکن اسلام کا ہے اور اسکی پابندی بہت ضروری ہے۔ ہر شخص کو زکوۃ نکالنا اگر اُسکی حیثیت اُسپر زکوۃ واجب کرتی ہے ضروری ہے۔ زکوۃ کی طرف سے مسلمان بہت غافل ہیں اور یہ انکی غلطی ہے۔ سال میں وہ بہت کچھ خیرات کرتے ہیں لیکن زکوۃ کے نام سے نہیں دیتے۔ کیون؟ کاہلی! کون حساب کرے اور تقسیم کرتا پھرے۔ لوگ سوچتے ہیں کہ بیٹھے بٹھائے دردسر مول لینا کار بے سود کرنا ہے ہندوؤن میں دیکھیے کہ ادنی بنیا بھی سال ختم ہونے پر اپنا حساب درست کرتا ہے گزشتہ سال کی حالت خراب ہے تو آیندہ کے لیے وہ نصیحت پکڑتا ہے اور اگر اچھی ہے تو اُسکا دل بڑھتا ہے۔ اور مسلمان امرا اُسوقت تک حساب نہ جانچیں گے جب تک اندرونی خرابیاں لاعلاج نہو جائیں۔ ایک یہ مصلحت بھی زکوۃ میں ہے کہ سال کا سال حساب پاک و صاف رہتا ہے۔

اسوقت مہذب گورنمنٹون مین انکم ٹکس قایم ہے جو ایک طور پر زکوۃ کی طرح

وصول کیا جاتا ہے مثلاً جو انکم ٹکس ہندوستان مین ہے وہ شروع شروع ۰ٍ۴
روپیہ مین ایک روپیہ لیا جاتا ہے لیکن آگے چل کر چالیس سے کچھ زیادہ لیا
جاتا ہے اور زکوۃ کی یہ کیفیت ہے کہ جتنا ہی زائد مال ہوا اتنا ہی کم لیا جاتا ہے
مثلاً چالیس بکری مین ایک بکری اور زائد بکریان ہون تو فی صد ایک بکری
انکم ٹکس اور زکوۃ کا مقابلہ ایک طور پر اور ہونا چاہیے - انکم ٹکس آمدنی پر لگایا جاتا
ہے اور زکوۃ مال پر فرض ہوتی ہے اگر مال تجارت مین نہ لگایا جائے جب
بھی زکوۃ فرض ہوگی - بظاہر یہ سختی معلوم ہوتی ہے لیکن سمجھنے کے بعد معلوم
ہوگا کہ اسمین بے انتہا مصلحت ہے -

احکام شرعی محض احکام گورنمنٹ نہین ہین جو ملکی انتظام پر مبنی ہوتے ہین -
بلکہ انمین بہبودی خلایق اور اخلاق حسنہ کی تعلیم بھی شامل ہوتی ہے - دیگر گورنمنٹ
کے مجموعہ احکام صرف انتظام ملکی سے تعلق رکھتے ہین - اور مجموعہ احکام شرع محمدی
دین - دنیا - اخلاقی - تمدنی - ملکی - مالی تمام متعلقات انسانی سے بحث کرتا ہے
آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام باتین سکھائین جن پر
عمل کرنے سے دنیا مین انسان کو سچی خوشی حاصل ہو سکتی ہے - انمین ایک
کسب معاش بھی ہے جو تمام خوشیون کی جڑ ہے - رزق تنگ ہے تو خوشی
کوسون دور ہے - پیٹ بھرا ہوا ہے تو اطمینان ہے - کسب معاش کے لیے
آنحضرتؐ نے دو طریقون پر زیادہ زور دیا ہے - ایک حرفت دوسری تجارت -
زمین سے چیزین پیدا کرنے کے طریقے بھی حرفت مین داخل ہین - ان دونون
مین تجارت کو آنحضرتؐ نے مقدم رکھا ہے - ایک حصہ حرفت مین تو نو حصہ

تجارت مین وقت صرف کرنا چاہیے اسلیے نہین کہ عرب مین کاشتکاری نہ تھی بلکہ اسلیے کہ فی الواقع نفس کاشتکاری تجارت کے مقابلہ مین کچھ نہین ہے۔ کاشتکاری تو ایک مصنوعی طریقہ رزق کا ہے اور ایسے ہی اکثر مقامات مین پیدا کرلیا گیا ہو ورنہ تمام ضروری چیزین انسان کے لیے خود جا بجا پیدا ہین۔ جانورون کے بال انکی کھال انکے گوشت۔ مچھلیان۔ میوہ جات۔ معدنیات۔ ادویات یہ چیزیں جہان ہین بقدر ہین اور جہان نہین ہین وہان بے انتہا عزیز ہین۔ انکا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچا دینا کہ دنیا کی تمام چیزین بحصہ رسدی سب کے پاس پہونچ جائین اسی کا نام تجارت ہے۔ تجارت سے بڑھکر کوئی چیز بنی نوع انسان کے لیے بکار آمد نہین ہے اور نہ تجارت سے بڑھکر کسی چیز مین نفع ہے بغداد کی ایک نقل مشہور ہے کہ ایک بڑا تاجر مال تجارت لیکر چلا تو ایک بڑھیا سے مزاحاً کہنے لگا۔ بی! تم کچھ روپیہ دو تو تجارت مین لگا دیا جائے۔ بڑھیا نے کہا کہ نفع کس حساب سے ہوگا۔ تاجر نے کہا کہ ہر چھٹے مہینہ سرمایہ دوچند ہو جائیگا۔ بڑھیا نے ایک آنہ پیسہ ہنسی ہنسی دیا اور تاجر نے اُسے جیب مین رکھ لیا۔ وہ تاجر بغداد سے یمن۔ یمن سے جاوا۔ جاوا سے چین۔ چین سے سیلون۔ سیلون سے خلیج فارس۔ فارس سے مصر اور شام۔ شام سے جبل الطارق۔ غرضکہ تمام دنیا مین پھرتا پھراتا کوئی بارہ برس کے بعد واپس آیا اور فی الواقع تجارت مین اسکو نفع اتنا ہوا کہ قریب قریب ہر چھٹے مہینے سرمایہ دونا ہوتا رہا۔ دو چار ہزار کے سرمایہ سے وہ نکلا تھا اور اب دولت اتنی لایا کہ خلیفہ بغداد نے بھی کبھی آنکھ سے نہ دیکھی تھی۔ بڑھیا جو ملنے گئی تو تاجر نے دو چار ہزار روپیہ اسکو احساناً دینا چاہا بڑھیا نے کہا۔

حضرت پانچ لاکھ دلوا دیئے - ناظرین اسکو نہ سمجھیں گے اور نہ حساب لگانے کی تکلیف گوارا کرین گے اور اس طرح تجارت کے اندھا دھند منافع کے سمجھنے سے محروم رہیں گے اسلیے حساب سمجھا دیا جاتا ہے - بارہ[۱۲] سال مین چوبیس[۲۴] ششماہیان ہوئین - ایک آنہ کو چوبیس[۲۴] مرتبہ دونا کیجیے -

(۱)	۲ر	(۷)	سعہ/	(۱۳)	عاعہ	(۱۹)	عسہ معامعہ
(۲)	۴ر	(۸)	عہ	(۱۴)	الـ للعہ	(۲۰)	دـ اعماصہ
(۳)	۸ر	(۹)	عسہ	(۱۵)	احـ للعہ	(۲۱)	ایک لاکھ سـ لعاعہ
(۴)	عہ/	(۱۰)	للعسہ	(۱۶)	للعمـ لعہ	(۲۲)	۲ لاکھ لـ لاللعہ
(۵)	عا/	(۱۱)	ماسعہ	(۱۷)	سما لعہ	(۲۳)	۴ لاکھ عـ سامعہ
(۶)	للعہ/	(۱۲)	ماصہ	(۱۸)	عـ ماللعسہ	(۲۴)	دس لاکھ سـ للعہ لعہ

کیجیے حساب سے ساڑھے دس لاکھ کے قریب ہوئے بڑھیا خوشی مین ایک ششماہی بھول گئی تھی وہ صرف پانچ لاکھ کا تقاضا کرتی تھی - دیکھیے تجارت مین کیسا نفع ہے اگر محنت سے تجارت کی جائے تو سال مین سرمایہ کا دوگنا ہو جانا کچھ مشکل نہیں ہے مستعدی سے تجارت کی جائے تو دولت کی انتہا نہ رہے گی - ہندوستان مین تو مثال موجود ہے کہ انگلستان کے تاجرون نے ہندوستان کی سلطنت لے لی - اب بتایئے اس تجارت کی طرف جس شرع نے عملی طور پر انسان کو مجبور کیا ہو اس سے اچھی کوئی بھی شرع ہو سکتی ہے - نہین - شرع محمدی نے سود کو حرام کیا ہے کہ لوگ سود پر جسمین بہ نسبت تجارت کے نفع کم ہے - اور سراسر کج خلقی پر مبنی ہے روپیہ نہ دین - پھر روپیہ پر زکوۃ لگادی کہ وہ گھر مین

بھی نہ رہنے پائے ورنہ زکوۃ ہی دیتے دیتے غائب ہو جائیگا۔اس طرح لوگونکو تجارت کرنے پر مجبور کیا۔آگے روک پیچھے ٹھونک گھوڑے کا جس طرح قدم نکالا جاتا ہے اسی طرح دنیا مین چلنے کا یہ راستہ شرع نے نکالا ہے مسلمان جب تک احکام شرع پر عمل کرتے تھے دنیا مین ان سے زیادہ متموّل کوئی قوم نہ تھی ۔عربون کی تجارت پیغمبرؐ خدا کے مقولات پر عمل کرنے سے دسؔ صدی عیسوی تک اور اُسکے مابعد زمانہ تک بھی ایسی تھی کہ پہلے کسی قوم کی نہ تھی اور نہ اب کسی ایک قوم کے ہاتہ مین اس طرح تمام دنیا کی تجارت ہے جیسی کہ عربون کے ہاتھ مین تھی۔ہم نے شرع محمدی کے احکام بے وجہ نظر انداز کر دیے ہین ورنہ اسکے اصول ہر حالت اور ہر قوم کے مناسب ہین وہ اپنی برکتون کے ساتھ ہر وقت ہم کو مدد دینے کے لیے طیار رہے۔یہ ہماری نادانی ہے کہ ہم انھین بیکار سمجھے ہوئے ہین۔

(احادیث نبوی)

اسلامی ترقیون کا سبب تھا اپنی آپ مدد کرنا اور اسلامی تربیت کا گر تھا حتی الوسع دوسرون کا احسان نہ لینا۔مسلمان دولت پیدا کرنے پر مزور حریص تھے لیکن اسکے ساتہ ہی طریقہ جائز پر عمل کرتے تھے اور خرچ کرنا بھی جانتے تھے۔ مسلمان گنج رکھتے تھے مگر مار گنج نہ تھے اور نہ حصول گنج کی فکر مین خود کو برباد کرتے تھے۔آج کل ترقّی یافتہ قومون مین جتنی پسندیدہ باتین پائی جاتی ہین وہ سب مسلمانون مین تھین۔اور وہ سب آنحضرتؐ کے فیض صحبت سے تھین۔ اسلیے مناسب ہے کہ اسبارہ مین آنحضرتؐ کے چند اقوال بھی بیان کیے جائین۔

صدقہ لینا اچھا نہین ہے لیکن حرام بھی نہین ہے - ہان بغیر شرعی اجازت کے صدقہ کے لیے سوال کرنا ضرور حرام ہے - یہ احکام عام مسلمانون کے لیے ہین - لیکن پیغمبر خدا نے اپنے اوپر صدقہ حرام کر رکھا تھا اور اپنے اہل بیت کو بھی صدقہ لینے نہین دیتے تھے - اہل بیت مین بعض کے نزدیک بنو ہاشم بھی شامل ہین - اور اسلیے تمام بنو ہاشم صدقہ لینے کے لیے ناقابل سمجھے جاتے تھے - اس تخصیص کے اسباب بظاہر دو تھے - ایک تو یہ کہ آنحضرتؐ صدقہ لیتے تو آپ کی ہدایتین زکوۃ اور صدقات کے متعلق خودغرضی پر محمول سمجھی جاتین - اور دوسرے یہ کہ صدقہ کا لینا شان خودداری کے خلاف تھا - اور نہ لینا بعض اوقات مساکین کے لیے ستم تھا - آنحضرتؐ نے خود کو الگ رکھا لیکن عوام کے لیے ممانعت نہین کی - صریحاً ممانعت کرنا حرمت کی حد تک پہونچ جاتا اور یہ انتظام عالم کے خلاف ہوتا - ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن ابن علیؓ نے ایک خرمہ صدقہ کا منھ مین رکھ لیا - آنحضرتؐ نے کہا "کخ کخ" یعنے تھوک دو اور ارشاد فرمایا تم نہین جانتے کہ ہم لوگ صدقہ نہین کھاتے - صدقہ کھانے سے خیالات مین پستی اور ہمت مین کمی پیدا ہوتی ہے " آنحضرتؐ نے ایک دوسرے موقع پر یون فرمایا ہے کہ صدقہ لوگون کا میل ہے - محمدؐ اور اسکی آل و اولاد کے لیے حلال نہین ہے - آنحضرتؐ کے پاس جب کوئی چیز کھانے کے لائق کہین سے آتی تھی تو آنحضرتؐ پوچھتے تھے "ہدیہ ہے یا صدقہ" اگر صدقہ ہوتا تھا تو صحابہ کو کھلا دیتے تھے خود نہ کھاتے تھے - اور ہدیہ ہوتا تھا تو خود بھی کھاتے تھے -

ہدیہ اور صدقہ مین فرق کرنا ذرا مشکل ہے لیکن سمجھانے کے لیے یون

کہہ سکتے ہین کہ صدقہ مین کسی قسم کے معاوضہ کی چشم داشت نہین ہوتی اور ہدیہ مین ایک اُمید موہوم معاوضہ پانے کی وابستہ ہوتی ہے جسے حساب دوستان در دل کہتے ہین۔ احادیث مین مذکور ہے کہ آنحضرتؐ دوسرون کا تحفہ قبول فرماتے تھے اور خود بھی تحفہ دیتے تھے۔ تحفہ اور ہدیہ ایک چیز ہے آپس مین ایک دوسرے کو ہدیہ یا تحفہ دینا اخوت اسلامی کے استحکام کا باعث ہوتا ہے اور اسلیے مثل صدقہ دینے کے یہ بھی باعث ثواب سمجھا جاتا ہے۔ تحفہ اُس شخص کو بھی دیتے ہین جسے حاجت نہ ہو۔ لیکن صدقہ صرف محتاج کو دینا چاہیے حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے اُنکو کوئی چیز دی تو اُنھون نے عذر کیا اور کہا کہ دوسرون کو مجھ سے زیادہ اسکی احتیاج ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "اسے لے لو پھر تمھین اختیار ہے۔ اپنے پاس رکھنا یا صدقہ کر دینا جب کوئی مال بے خواہش اور بے طلب ملے تو لے لینا چاہیے۔ اور نہ ملے تو اُسکی فکر بھی نہ کرنا چاہیے"

صدقہ مین جب معاوضہ کی کوئی امید نہین ہوتی تو دینے والا لینے والے کو محتاج سمجھتا ہے۔ اور لینے والے کی توہین ہوتی ہے۔ اگر مساکین کی دِقت پر لحاظ نہ ہوتا تو یہ جائز نہ رکھا جاتا۔ اسی لیے صدقہ لینا بدرجہ مجبوری روا رکھا گیا ہے اور سوائے چند صورتون کے عام طور پر سوال کرنا حرام قرار پایا ہے۔ گویا گدائی ایک شرعی جرم ہے لیکن ایسا جرم کہ اُسکا مرتکب گنہگار رہو مگر گنہگار نہ ہو۔ یعنے مانگنے والا بدکار۔ اور دینے والا نکوکار سمجھا جائے۔

۲ قبیصہ سے روایت ہے کہ وہ کسی شخص کے ضامن تھے اور استمداد کے

لیے آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ٹھہرو۔ زکوۃ کا مال آنے دو تو ملے گا۔ اور اسی سلسلہ مین یہ بھی فرمایا کہ "سوال کرنا صرف تین شخصون کو حلال ہے:"

(۱) اُس شخص کو جو کسی کے دین کا ضامن ہو اداے دین تک سوال کرنا درست ہے۔

(۲) جس کسی کا مال تباہ ہو گیا ہو اُسکو محض اپنی گذران کا سامان کرنے کے لیے سوال کرنا درست ہے۔

(۳) جس کسی کو فاقہ کی نوبت پہونچی ہو اور اُسکی قوم کے تین ذی عقل اُسکی فاقہ کشی پر گواہی دین تو اُسکو محض اپنی گذران کے سامان کرنے کے لیے سوال کرنا درست ہے۔

سوا ان تین کے کسی اور کو سوال کرنا درست نہین ہے۔ اگر وہ سوال کرتا ہے تو حرام کھاتا ہے"

ایک دوسرے موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص مال جمع کرنے کے لیے سوال کرتا ہے وہ آگ کا انگارہ مانگتا ہے۔ اُسے اختیار ہے کہ کم مانگے یا زیادہ۔ آنحضرتؐ نے کسی موقع پر یہ بھی فرمایا تھا کہ جو کوئی ہمیشہ سوال کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس ہئیت سے آئیگا کہ منھ پر ایک بوٹی گوشت بھی نہ ہوگا۔

اسوقت ہندوستان مین بہت سے مسلمان ایسے ہین جو گدائی اپنا پیشہ سمجھتے ہین۔ مزدوری کسی قسم کی نہین کرتے۔ گدائی کو پیشہ آبائی سمجھ کر ناز کرتے ہین۔ اور ایک طور پر خود کو مذہبی رہنما سمجھتے ہین۔ انھین لوگون کی شان مین

آنحضرتؐ کا قول ہے کہ جو شخص مال جمع کرنے کے لیے مانگتا ہے وہ آگ کا انگارہ مانگتا ہے۔ اور دوسرا مقولہ بھی آنحضرتؐ کا انھین لوگون کی شان مین ہے کہ قیامت کے دن مُنھ پر ایک بوٹی گوشت بھی نہ ہوگا۔ اسلام مین گدائی کوئی جایز پیشہ نہین ہے۔ ہماری پست ہمتی یہان تک پہونچی ہے کہ ہر شخص جو محنت و مزدوری سے متنفر ہوکر بیحیائی اختیار کرتا ہے ہم اُسکو بجاے ذلیل سمجھنے کے معزز سمجھتے ہین۔

بعض سائلون مین یہ بھی خرابی ہے کہ وہ سوال ہی نہین کرتے بلکہ اڑ جاتے ہین اور خواہ مخواہ دوسرون کو مجبور کرتے ہین۔ یہ طریقہ اور بھی ناپسندیدہ ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "سوال کرنے مین ضد نہ کیا کرو۔ کوئی مجھ سے سوال کرے اور مین اُسکے مانگنے سے بمجبوری اور بہ ناخوشی کچھ دون تو نجدا ایسا دینا باعث برکت نہ ہوگا" حکیم ابن خزام سے روایت ہے کہ اُنھون نے آنحضرتؐ سے کچھ مانگا۔ آنحضرتؐ نے کچھ دیا۔ اسکے بعد پھر مانگا تو آنحضرتؐ نے پھر دیا لیکن ایکی فرمایا "حکیم سوال کرنے مین قناعت ملحوظ رہے تو برکت ہوتی ہے۔ لالچ مین برکت نہین ہوتی۔ اسکی مثال یون سمجھو کھانا کھاتے جاؤ اور سیری نہ ہو۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے" حکیم کو تنبہ ہوا اور اُنھون نے عرض کیا "یا رسولؐ اللہ خدا کی قسم اب مین عمر بھر کسی سے نہ مانگون گا" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کی حاجت ہو جب بھی قناعت کرنا چاہیے۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے۔ سوال کرنے مین خودداری مد نظر رہے تو زائد ملتا ہے۔

دنیا مین دو ہی طریقے کسب معاش کے ہین۔ محنت مزدوری سے

حاصل کرنا یا گدائی کرنا۔ باپ دادا کا ترکہ پانے والے یہ نہ سمجھین کہ یہ کوئی تیسرا طریقہ کسب معاش کا ہے۔ جو دولت آج اُن تک پہونچی ہے اُنکے باپ دادا نے اُسکے پیدا کرنے مین بڑی محنت کی تھی محنت کبھی قومی ہوتی ہے اور کبھی شخصی۔ اگر کوئی قوم محنت کی عادی ہے تو قوم کی قوم متموّل ہو جاتی ہے اور پھر گئی گذری حالت مین بھی سیکڑون برس تک قومی تموّل قایم رہتا ہے بہر حال محنت مین بڑی برکت ہے۔ جو شخص معیشت حاصل کرنے مین محنت کرتا ہے وہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "جو شخص اپنی پیٹھ پر لکڑی کے گٹھے رسّی مین باندھ کر لاتا ہے اور اُسکو فروخت کرتا ہے تو اللہ اُسکی آبرو قایم رکھتا ہے۔ اور وہ اُن سے کہین اچھا ہے جو لوگون سے مانگتے پھرتے ہین کہین پاتے ہین اور کہین نہین پاتے"۔ آنحضرتؐ نے اپنی قوم کو محنت اور مزدوری کا سبق بہت اچھا دیا تھا جس وقت ابتدا مین یہ سبق پڑھایا جاتا تھا لوگون کو سخت تکلیف تھی۔ آنحضرتؐ فرماتے تھے گھبراؤ نہین جس راستے پر مین تمکو چلاتا ہون اگر تم اُسپر چلوگے تو عنقریب وہ زمانہ ہے کہ تم مین ایک بھی مفلس باقی نرہیگا۔ آنحضرتؐ کا قول حدیثون مین یون منقول ہے "صدقہ دو۔ وہ زمانہ قریب ہے کہ صدقہ لیے ہوئے لوگ پھرینگے اور لینے والا نہوگا سب یہی کہینگے۔ کل لاتے تو لیتے آج تو ہمکو حاجت نہین ہے"۔

صدقہ لینے کی توہین کرنا بھی ایک طرح پر محنت و مزدوری کے لیے تاکید کرنا ہے۔ صدقہ لینے کو بارہا آنحضرتؐ نے حقیر ٹھہرایا مسجد نبوی کے منبر پر بارہا اسکا ذکر کیا۔ مثلاً آنحضرتؐ نے کئی مرتبہ فرمایا کہ "اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے

بہتر ہے۔ اونچا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچا ہاتھ لینے والا ہے"۔
ایک مرتبہ بعض انصار نے آنحضرتؐ سے کچھ مانگا آپ نے دیا۔ پھر مانگا پھر دیا یہانتک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا خرچ ہوگیا۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا "میرے پاس جہانتک ہوگا مین تم سے دریغ نہ کرونگا۔ لیکن جو شخص سوال سے بچتا ہے خدا بھی اُسکو بچائے رہتا ہے۔ اور قناعت کرنے والون کو خدا بے پروا کر دیتا ہے اور خدا اُسکو فی الواقع بے پروا اور صابر کر دیتا ہے جو بے پروا رہتا ہے اور صبر کی خواہش رکھتا ہے۔ کوئی بخشش صبر سے بہتر اور فراخ تر کسی کو نہین دیگئی ہے"۔ اس سے یہ تو ظاہر ہی ہے کہ مانگنا معیوب ہے۔ اور پھر اس بیباکی سے مانگنا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور بھی بُرا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گو آنحضرتؐ کو سایل کا مانگنا بُرا معلوم ہوا لیکن آپ دیتے ہی گئے

خدا بر تو پاشد تو بر خلق پاش

پر عمل کیا۔ انکار نہین کیا۔ اور بجائے ترش رو ہونے کے نصیحت کے پیرایہ مین سمجھا دیا اور سمجھایا بھی تو سوال پورا کرنے کے بعد تاکہ مانگنے والا یہ نہ سمجھے کہ دینا مقصود نہین تھا ٹالنے کے لیے نصیحت شروع کردی۔ لیکن یہ بھی واضح رہے کہ اس حدیث کا منشا یہ نہین ہے کہ ایک مسلمان سے دوسرا مسلمان سوال کرے تو خواہ مخواہ وہ پورا کردیا جائے۔ آنحضرتؐ کی حالت دوسری تھی وہ قوم کے رہنما اور پیشوا تھے۔ خدا کے پیغامبر تھے۔ بہت سی باتین انکے ساتھ مختص تھین۔ اگر اسوقت کوئی یہ قصد کرے کہ مانگنے والے کو مایوس نہ کرے تو زندگی اسپر بار ہوجائیگی اور مسلمان ہونا وبال ہوجائے گا۔ آنحضرتؐ کے تمام اقوال پڑھکر

راے قایم کرنا چاہیے کہ سخاوت کیا ہے بخل کیا ہے ۔ اسراف کسے کہتے ہین اور ایک کے مال سے دوسرے فائدہ اُٹھانے کے مستحق کن قیود اور شرائط سے ہین ۔

آنحضرتؐ کو بہ حیثیت پیغامبر ہونے کے مال جمع کرنا کتنا بے جوڑ تھا ۔ اور اسی لیے آنحضرتؐ دولت و مال جمع کرنے کی فکر نہین کرتے تھے ۔ دو کام ایک ساتھ کیونکر کرتے ۔ لوگون کو ہدایت کرتے یا مال کا جمع خرچ جوڑا کرتے اسی لیے آنحضرتؐ کی زندگی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر آپ اس طرح سوتے تھے کہ صبح کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا ۔ آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ " اگر احد کے پہاڑ کے برابر میرے پاس سونا ہو تو مجھے یہی اچھا معلوم ہوگا کہ مین رات گذرنے کے قبل سب خرچ کر دون اور اگر کچھ بچاؤن تو اتنا ہی جو کہ ادا ے دین کے لیے ضروری ہو " اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ بہت مال جمع کرنا اور اُسی کا ہو رہنا اچھا نہین ہے ۔ لیکن اسکا یہ بھی مطلب نہین ہے کہ کسی مال کو تین دن تک اپنے پاس رکھنا معیوب ہے ۔ چنانچہ اسی مضمون کو زائد وضاحت کے ساتھ آنحضرتؐ نے دوسرے موقع پر فرمایا ۔ " اللہ تعالی فرماتا ہے ۔ لوگو تمھاری ضرورت سے زائد ہو تو خرچ کرڈالنا بہتر ہے ۔ رکھ چھوڑنا اچھا نہین ۔ اور ضروری اخراجات کے لیے رکھ چھوڑنا بھی بُرا نہین ہے ۔ اور دیتے وقت اُسکا حق مرجح سمجھو جسکا نفقہ تمھارے ذمہ ہے " بخل کی مذمت اور سخاوت کی تعریف آنحضرتؐ نے بھی کی ہے ۔ ایک موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ " بخیل ... سخی کو یون سمجھو کہ

دو شخص لوہے کے کورتے پہنے ہوئے ہون اور اُنکے دونوں ہاتھ سینہ اور گردن سے لپٹے ہون - سخی جب صدقہ کرتا ہے تو اُسکا کرتہ ڈھیلا ہوجاتا ہے اور بخیل جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو اُسکا کرتہ تنگ ہوجاتا ہے اور زنجیر کے حلقے اور بھی جکڑ جاتے ہین -" اس حدیث مین سمجھایا گیا ہے کہ دولت ایک قسم کا بار ہے - سخی کو سخاوت مین اسیلیے لطف آتا ہے کہ بار اُسکا ہلکا ہوجاتا ہے لیکن بخیل کو خرچ کرنے مین بے انتہا تکلیف ہوتی ہے اور وہ خرچ کے نام سے ڈرتا ہے -

کسی نے آنحضرتؐ سے پوچھا یا رسولؐ اللہ صدقہ کا بڑا ثواب کب ہے آپ نے فرمایا کہ "جب تم بھلے چنگے ہو اور مال جمع کرنے پر حریص ہو - محتاجی کا ڈر ہو اور دولت کی خواہش ہو ایسے وقت کا صدقہ اللہ کو پسند ہے - صدقہ دینے مین اسقدر تاخیر نہ کرو کہ جان نکلنے لگے اور تم تقسیم کرنے بیٹھو اُسوقت تو وہ خود ہی دوسرون کا مال ہوتا ہے"-

ابوذر سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ رسولؐ اللہ کے پاس آئے اور آنحضرتؐ دیوار کعبہ کے سایہ مین بیٹھے ہوئے تھے - آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "رب کعبہ! وہ لوگ بڑے خسارہ مین ہین" ابوذر نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہین" آپ نے فرمایا "مالدار - مگر وہ مالدار نہین جو ادھر اودھر آگے پیچھے داہنے بائین خرچ کیا کرتے ہین - ایسے لوگ خسارہ مین نہین ہین مگر یہ تعداد مین بہت کم ہین"-

صدقہ دینے مین حتی الوسع مستحق کا خیال رکھنا چاہیے - لیکن اگر کسی نادار کو

صدقہ ملجائے تو صدقہ دینے والے کو پچھتانا نہ چاہیے کیونکہ دینا ہر حالت مین اچھا ہے - اسی کو آنحضرتؐ نے بر سبیل حکایت کسی موقع پر یون فرمایا ہے کہ "کسی کو ایک شخص نے کچھ دیا - لوگ کہنے لگے کہ رات کا صدقہ چور کے ہاتھ لگا - دینے والے نے سنکر خدا کا شکر کیا اور پھر صدقہ دیا - دوسرے دن معلوم ہوا کہ لینے والا بدکار تھا - دینے والے نے خدا کا شکر کر کے پھر تیسرے کو دیا - تو لوگون نے یہ کہا کہ ابکی پانے والا تونگر تھا مفلس نہین تھا - دینے والے کو خواب مین یہ سمجھایا گیا کہ چور صدقہ پا کر چوری سے کنارہ کرے اور بدکار شاید بدکاری سے باز آئے اور ممکن ہے کہ اُس تونگر کو صدقہ لینے کے بعد عبرت ہو اور وہ خود بھی راہ خدا مین خرچ کرنا شروع کرے"

خدا بر تو پاشد تو بر خلق پاش

کتنا سچا مقولہ ہے - اسکا مطلب یہ ہے کہ خدا نے تمکو دیا ہے تم بھی دوسرون کو دو - خدا تم کو نہ دیتا تو تم سے دوسرے کبھی نہ مانگتے - بات نہایت واجبی ہے جو کسی طرح غلط یا بے جوڑ نہین ہو سکتی مگر دقت یہ ہے کہ لوگ مالدار ہونے کے بعد یہ سمجھتے ہی نہین کہ خدا نے اُنکو دیا - بلکہ یہ سمجھتے ہین کہ محض قوت بازو یا زور تدبیر اُنھون نے پیدا کیا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے -

کیمیا گر بہ غصہ مردہ و رنج ابلہ اندر طویلہ یافتہ گنج

اچھا مانا کہ دولت صرف زور تدبیر حاصل ہوتی ہے یا محض قوت بازو سے پیدا ہوتی ہے - لیکن تدبیر عمل مین لانے کی قوت تو خدا ہی نے دی ہے آنکھین اندھی ہون - کچھ نظر ہی نہ آئے تو تدبیر کہان صرف کیجائیگی یا ہاتھ پاؤن

بیکار ہون تو کہان سے قوت بازو آئے گی ۔ بظاہر اسباب تندرستی تو خدا کے
دیے ہوئے ہین ۔ سہولت مین یہی سمجھنا چاہیے کہ دولت خدا کی دی ہوئی ہے
اور خدا کے دیے ہوئے مال کو راہ خدا مین خرچ کرنا شکر گزاری اور بہادری
کی شان ہے ۔ اسی مضمون کو آنحضرتؐ نے بر سبیل تمثیل عوام کے سمجھانے
کے لیے حکایت کے پیرایہ مین یون بیان فرمایا ہے ۔ بنی اسرائیل مین تین
اشخاص معذور محض تھے ۔ ایک کوڑھی دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا تھا خدا نے
انکی آزمایش کے لیے اپنا فرشتہ بھیجا ۔ کوڑھی سے فرشتہ نے پوچھا تو کیا چاہتا ہے
اُس نے جواب دیا ۔ اچھا رنگ ۔ اچھا چہرہ اور گندگی کا دور ہونا ۔ خدا کی شان سب
کچھ اُسکی خواہش کے مطابق پورا ہو گیا ۔ فرشتہ نے پوچھا اور کیا چاہتا ہے اُسنے
کہا ایک اونٹنی ۔ فرشتہ نے اُسکو ایک گابھن اونٹنی دیدی ۔ اسکے بعد وہ گنجے
کے پاس گیا اور اُسکی خواہش پوچھی ۔ اُسنے اپنی بیماری کے دفع ہونے کی
اوّل خواہش کی جب وہ دفع ہوئی تو ایک گابھن گاے مانگی وہ بھی مل گئی
آخر مین وہ اندھے کے پاس آیا ۔ اندھے نے اول دو آنکھین مانگین اور پھر
ایک گابھن بکری طلب کی ۔ خدا نے اُسکی خواہش بھی پوری کردی ۔ اور پھر انکے
مال مین اسقدر برکت دی کہ اُنکے مواشی سے تمام جنگل بھر گیا ۔ وہی فرشتہ
پھر اُن تینون کے پاس آیا ۔ اول کوڑھی کے پاس گیا اور کہنے لگا مین مسافر ہون
سامان سفر جاتا رہا ہے ۔ اسوقت خدا اور تمھاری مہربانی کے سوا کوئی سہارا
نہین ہے ۔ جس خدا نے تمکو کوڑھی سے اچھا کر کے اتنا سب مال دیا اُسی کی
راہ مین مین تم سے ایک اونٹنی مانگتا ہون ۔ اُسنے کہا میرے ذمہ خود اکثر دین کے

حقوق متعلق ہین تمھارے دینے کو میرے پاس کہان ہے "۔ فرشتہ نے کہا۔ مین تجھے پہچانتا ہون۔ تو وہی کوڑھی ہے جس سے لوگ نفرت کرتے تھے اور کھانے کا ٹھکانہ تجکو نہ تھا۔ خدا نے تجکو اُس حالت سے اس حالت تک پہونچایا۔ پہلے کہان تھے وہ لوگ جنکے حقوق اب تیرے متعلق ہین " اُس نے جواب دیا کہ "یہ مال میرے بزرگون کے وقت سے چلا آتا ہے پہچاننے مین تو نے دھوکا کھایا" فرشتہ نے بددعا دی اور پھر وہ اپنی اصلی حالت پر عود کر آیا۔ پھر گنجے سے ملاقات ہوئی۔ گنجے نے بھی ویسی ہی ناشکری کی اور اُسکا بھی وہی انجام ہوا۔ اندھے کی نوبت آئی تو اندھے نے کہا " بیشک مین اندھا تھا اور خدا نے مجھے بینا کیا۔ اُسکے نام پر جتنی بکریان تیرا دل چاہے لے لے۔ مین ہرگز نہ روکون گا " فرشتہ نے کہا مین صرف تجکو آزماتا تھا مجھے ضرورت نہین ہے "۔

صدقہ دینا۔ عفو تقصیر کرنا اور عاجزی کرنا ان تینون باتون کو آنحضرت ؐ نے ایک درجہ مین رکھکر ایک موقع پر یون فرمایا ہے کہ " صدقہ دینے سے مال کم نہین ہوتا۔ قصور معاف کرنے سے قصور معاف کرنے والے کی عزت اور بڑھ جاتی ہے۔ اللہ کے واسطے فروتنی کرنے والے کا مرتبہ بہشت مین بلند ہوتا ہے "۔

صدقہ کے لیے متمول ضروری نہین ہے۔ غریب سے غریب آدمی بھی صدقہ کر سکتا ہے۔ اس مضمون کو آنحضرت ؐ نے ایک موقع پر یون فرمایا ہے کہ " مسلمانون کو صدقہ کرنے کا حکم ہے " لوگون نے عرض کیا کہ " اگر کسی کے پاس نہ ہو تو کہان سے صدقہ کرے " آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ " کمائے اور اُس سے خود کو اور دوسرون کو نفع پہونچائے " ایک نے عرض کیا کہ " وہ کما نہ سکے "

آپ نے فرمایا کہ "حاجتمند غمگین کی مدد ہی کرے" لوگون نے کہا کہ مدد بھی نہ کر سکے۔ تو فرمایا "اچھی بات ہی بتائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنی برائیون سے لوگون کو بچائے رہے کہ یہ بھی ایک صدقہ ہے" اسی مضمون کو کسی شاعر نے باندھا ہے۔

مرا ز خیر تو امید نیست شر مرسان

اور ایک موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "آدمی کے جوڑ جوڑ پر ہر روز صدقہ لازم آتا ہے دو شخصون مین انصاف کر دینا صدقہ ہے۔ کسی کی مدد کرنا مثلاً کسی کو خود اسکی سواری پر سہارا لگا کر سوار کرا دینا یا اُسکا اسباب لدوا دینا بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔ نماز کے لیے قدم اُٹھانا بھی صدقہ ہے۔ رہ گزر سے تکلیف دہ چیزون کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ ایک موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنی بی بی کے ساتھ صحبت کرنا بھی صدقہ ہے۔ کسی نے عرض کیا وہ تو اپنی خواہش نفس پوری کرتا ہے صدقہ کیسا۔ آپ نے فرمایا "وہ ایسی خواہش کو حرام طور سے پوری کر سکتا تھا۔ اُسنے جائز طور پر پوری کی تو بیشک ثواب کا کام کیا" پھر ایک اور موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "ایک فاحشہ عورت نے ایک کُتّے کو پیاس سے مرتا ہوا دیکھ کر اپنا موزہ اُتارا اور اوڑھنی مین اُسے باندھ کر کُتّے کے لیے پانی بھرا۔ خدا نے اُسکو اس نیکی کے صلہ مین بخش دیا" کسی نے پوچھا کہ جانورون کے ساتھ بھی سلوک کرنا باعث ثواب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہان۔ ہر جاندار کے ساتھ سلوک کرنا باعث ثواب ہے۔

بعض آدمی ایسے ہین کہ گھر کے لوگ فاقہ کرتے ہین۔ بھوکون مرتے ہین۔

اور وہ اپنے اسراف کی وجہ سے باہر بڑے سخی سمجھے جاتے ہین۔ پڑوسیون
کو قربانی کا گوشت تک نہین کھلاتے اور نام کے لیے راہ چلتون کو سب کچھ
دے ڈالتے ہین۔ اسی کے متعلق آنحضرتؐ نے خرچ کرنے کی تہذیب
سکھائی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا "بہترین صدقہ وہ ہے جو آسودگی
کے ساتھ ہو اور پہلے اُسکو دے جسکا نفقہ اُسپر واجب ہے" دوسرے موقع
پر آنحضرتؐ نے فرمایا "جب کوئی مسلمان گھر والون کو حصول ثواب کی امید پر کچھ
دیتا ہے تو اُسکو صدقہ ہی کا ثواب ہوتا ہے" تیسرے موقع پر آنحضرتؐ نے
فرمایا کہ "اگر تو خدا کی راہ مین دے۔ کسی کی گردن چھوڑانے مین خرچ کرے
(یعنے کسی کو دین سے سبکدوش کرے یا غلامی سے آزاد کرا دے) مسکین کو
دے اور اپنے گھر والون کو دے تو ان سب مین اُس مال کا زیادہ ثواب ملیگا۔
جسکو تو نے اپنے گھر والون مین خرچ کیا ہے" ایک چوتھے موقع پر آنحضرتؐ
نے فرمایا کہ "بال بچّون مین خرچ کرنا جہاد کے لیے جانور پالنے مین خرچ کرنا اور اپنے
دوستون کے لیے خرچ کرنا تمام خرچون سے بہتر ہے۔

ام سلمہ نے پوچھا یا رسول اللہ اگر مین ابو سلمہ کے لڑکون کو جو میرے بطن سے
پیدا ہین کچھ دون تو ثواب مجھے ملے گا۔ آپ نے فرمایا ہان ملیگا۔ رسول اللہ
نے فرمایا کہ "قرابت مند کو دینے کا دوہرا ثواب ہے۔ ایک ثواب قرابت دوسرا
ثواب صدقہ"

حضرت عایشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہین۔ انہین سے
کسکو ہدیہ دون۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جسکا دروازہ زیادہ قریب ہو۔ ابوذر سے

روایت ہے کہ ایک دن اُنسے رسول اللہ نے فرمایا کہ "جب شوربا پکاؤ تو پانی زیادہ ڈالو اور اپنے پڑوسیون کو دو۔

مدینہ مین سب انصار سے زائد تر مالدار حضرت ابو طلحہؓ تھے اُنکا ایک باغ بیرو ہا نام مسجد نبوی کے قریب تھا۔ وہ باغ نہایت ہی اچھا تھا۔ آنحضرتؐ بھی اُس باغ مین اکثر جایا کرتے تھے۔ اور حضرت ابو طلحہؓ کو بھی وہ باغ بہت پسند تھا جب یہ آیت اتری "لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون" (جب تک اپنی پیاری چیزون کو راہ خدا مین نہ دوگے نیکی کو نہ پہونچوگے) تو حضرت ابو طلحہؓ نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ اس باغ سے مجھے کوئی شے زائد تر پیاری نہین ہے مین نے اسکو اللہ کے واسطے صدقہ کیا جہان آپ مناسب سمجھیے خرچ کیجیے۔ اس موقع پر آنحضرتؐ اگر خود غرضی کو کام مین لاتے تو فرماتے بہت اچھا خدا کی راہ مین وقف کر دو۔ مین انتظام کر لون گا۔ اپنی مسجد کے پاس آپکو ایک باغ نہایت اچھا مفت ہاتھ آتا تھا۔ مگر وہان تو خود غرضی چھو بھی نہین گئی تھی۔ تعلیم اخلاق حسنہ اور اصلاح قوم مد نظر تھی۔ آپ نے فرمایا کہ "واہ واہ یہ مال تو بڑے فائدہ کا ہے۔ میری راے یہ ہے کہ تم اُسے اپنے اقربا مین تقسیم کرو۔" ابو طلحہؓ نے اُسے اپنے اقربا اور بنی اعمام مین تقسیم کر دیا۔ آنحضرتؐ کی منصف مزاجی اور علو ہمتی کو دیکھیے۔ یہ اُسوقت کا ذکر ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ فاقہ کشون کی ایک جماعت کثیر بہ لقب "مہاجر" آپ کے ساتھ تھی۔ اُنکو بہت ضرورت اس قسم کی مدد کی تھی۔ آنحضرتؐ پر گویا اُنکا بار تھا۔ ابو طلحہؓ کیسا اچھا باغ اُن مساکین کے لیے دیتے تھے۔ مگر آنحضرتؐ نے عدل کو ہاتھ سے نہ دیا اور فرمایا کہ تمھارے اقربا

کیا کم محتاج ہین۔ ایک طرف تو یہ حدیث نبوی پڑھیے اور دوسری طرف حال کا ایک واقعہ ہمارا کا سُنیے۔ پانچ چار سال کا عرصہ گذرا۔ ایک بڑی مالدار بیوہ کو لوگون نے یہ راے دی کہ وہ اپنی جائداد وقف کردے۔ اس بیچاری بیوہ نے یہ سمجھ کر کہ راہ خدا مین دینا عزیزون اور رشتہ دارون کے دینے سے زائد تر ثواب کا موجب ہوگا۔ اپنی تمام جائداد کارخیر مین وقف کردی۔ اور ایک غیر شخص کو متولی کردیا اور اپنے تمام اقربہ کو جو اسکی حیات مین اسکی جائداد سے پرورش پاتے تھے بالکل محروم کردیا۔ اتنے بڑے معاملہ مین کسی ایک شخص نے بھی اس بیچاری کو راہ راست نہ بتائی۔ ہم نے اخبارون مین پڑھا تو "راولپنڈی سے کلکتہ تک تمام مسلمان اخبار اس کی فیاضی کے مدح خوان تھے بمبئی سے مدراس تک اسکا شہرہ ہوا اور وہان کے اخبارون نے بھی تعریف کا کوئی درجہ اُٹھا نہین رکھا۔ اُس زمانہ مین اخبار "الوقت" کے ہم اڈیٹر تھے۔ ہم نے تمام اخبارون سے اختلاف کیا اور یہ لکھا کہ اس بیچاری عورت کو شرعی معلومات نہ تھی۔ لوگون نے اسکو دھوکا دیا۔ وہ اپنے اقربہ کو دیتی تو اس سے کہین اچھا ہوتا۔ نقارخانہ مین طوطی کی آواز۔ ایک تنہا ہمارا لکھنا اور وہ بھی انتظام ہوجانے کے بعد۔ ہماری تحریر کا کوئی نتیجہ نہین نکلا۔ اس موقع پر ہمکو صرف یہ کہنا ہے کہ اسوقت تمام قوم کے ذہن مین یہ بات ہے کہ اپنے رشتہ دار کو کچھ دینا ثواب کا باعث نہین ہے۔ اور یہ خیال پیدا ہوا ہے خود غرض ناصحون اور واعظون کی بدولت کہ وہ اپنے ہی ایسون کو دینا باعث حسنات بتاتے ہین۔ کبھی یہ نہین سُناتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے بخشش اور کرم کے متعلق کیا کیا ہدایتین کی ہین - ایک واقعہ ہمین اور بھی یاد ہے کہ ایک مسلمان نے ایک بڑے مولوی صاحب کے پاس جو خود بھی متموّل اور مالدار تھے حاضر ہوکر یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنی غیدُدکا نیز مسجد کے لیے وقف کرنا چاہتا ہے اور خود مولوی صاحب کو متوّلی کرنے آیا ہے - مولوی کی باچھین کھِل گئین کہ خوب شکار ہاتھ آیا - نہایت عجلت کے ساتھ اُنھون نے قبالہ رجسٹری کرا لیا - اور یہ نہ پوچھا کہ تیرے چھوٹے چھوٹے یتیم نواسے جنکی تو پرورش کرتا ہے تیرے بعد کیا کھائین گے - اپنی تمام جائداد سے تو اِن معصومون کو کیون محروم کرتا ہے ؟ -

فصل ہشتم

عربون کی بہادری

بہادری کے سمجھنے مین لوگون نے غلطیان کی ہین یا یون کہیے کہ مختلف حالتون مین اسکے مختلف معنی سمجھے گئے ہین - ایک ہی قوم اپنی ترقّی کے زمانہ مین بہادری کے معنے کچھ سمجھتی ہے اور تنزّل کے وقت کچھ خیال کرتی ہے - اسلیے ہم بہادری کو اُس معنی مین لیتے ہین جو ہر ایک قوم اپنے عروج کے زمانہ مین سمجھتی آئی ہے -

ظلم اور خونخواری کو بہادری نہین کہتے بلکہ بہادری اخلاق حسنہ کی ایک شاخ ہے - یا یہ کہ تکمیل اخلاق حسنہ کا ایک نتیجہ ہے - جب کسی قوم مین حیا - حمیّت - خود داری اور راست بازی درجہ کمال کو پہونچتی ہے تو خود بخود وہ بہادر ہو جاتی ہے - اور اگر اسکے ساتھ زور بازو بھی ہے تو کیا کہنا سونے مین سوہاگہ ہے لیکن محض خون بہانا کسی طرح بہادری نہین ہے - جلّاد کو کوئی بھی بہادر

نہین کہتا۔ شکاری رات دن جان مارتے ہین۔ قصائی جان مارنے کا پیشہ رکھتے ہین۔ ڈاکو آدمیون کے قتل اور غارت پر ہر وقت مستعد رہتے ہین لیکن انمین سے کوئی بھی بہادر نہین کہلاتا۔

اسی طرح اپنی جان دینا بھی بہادری نہین ہے ورنہ خودکشی کرنے والے سب سے بڑے بہادر سمجھے جاتے۔ حالانکہ تمام عقلاے زمانہ اسپر متفق ہین کہ نوع انسانی مین سب سے زیادہ بودا وہ ہے جو اپنی جان دیکر دنیا کی زحمتون سے بچنا چاہتا ہے۔ بال بچے چھوڑ کر پہاڑون اور جنگلون مین جا چھپنے والے۔ دنیا کی زحمتون سے گھبرا کر جان دینے والے۔ غصہ سے مغلوب ہوکر خودکشی کرنے والے یہ سب ایک ہی مدمین ہین اور دنیا کے کمزور ترین انسانون مین شمار کیے جانے کے لائق ہین۔ ہندوستان مین عورتین زیادہ خودکشی کرتی ہین ساس سے لڑائی ہوئی یا شوہر کی کوئی حرکت ناگوار گزری اور جان پر کھیل گئین۔ کنوئین مین کود پڑین یا کوئی زہریلی چیز کھالی۔ لڑائیون مین گھر سے ٹھان کر مرنے کے لیے نکلنا بھی بہادری نہین ہے۔ پروانے شمع پر جان دینے کے لیے حملہ کرتے ہین نہ کہ شمع کے گل کرنے کو۔ اگر پروانے بہادر ہین تو وہ لوگ بھی بہادر ہین جو گھر سے یہ سمجھکر نکلے ہین کہ بے مرے واپس نہ آئین گے۔

ہندوستان کے چھتری بہت بہادر مشہور ہین۔ لیکن میرے نزدیک گو وہ لڑنیوالی قوم سے ہین۔ جانبازی انکا پیشہ ہے۔ لیکن بہادری کو انسے کوئی نسبت نہین ہے اگر وہ بہادر ہین تو دنیا مین ہر ایک بہادر ہے اگر یہی بہادری ہے تو دنیا مین کوئی بھی بزدل نہین ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ مہابھارت کے چھتریون کو

بھی ہم بہادر نہین کہتے یا اُسکے قبل کے ہندوستانی بہادرون کے ہم قایل نہین ہین۔ ہم ہر قوم مین بہادری پاتے ہین۔ لیکن بہادرون کا وجود قومی عروج تک محدود جانتے ہین۔ بہادری ایک ایسی شی ہے جسکو قومی عروج سے بے انتہا تعلّق ہے۔ ہندوستان مین جب عروج تھا تو یہان کے چھتّریون نے بیشک بڑے بڑے نمایان کام کیے۔ لیکن قومی عروج کے ساتھ جب قومی بہادری بھی مٹ گئی توان چھتّریون کے ساتھ بہادری کا لقب ایسا ہی رہ گیا جیسا کہ غدر سنہ ۱۸۵۷ع کے بعد بہت سے علاقہ دارون کے پاس جاگیر ضبط ہوجانے کے بعد بھی پروانہ باقی رہگئے۔

ہمکو حیرت ہے کہ جب یہان کے لوگ چھتّریون کی بہادری کا ذکر کرتے ہین تو اُسی زمانہ کے چھتّریون کو یاد کرتے ہین جب اُنہین بہادری کا نام بھی نہ تھا۔ مثلاً چھتّریون کا اپنے لڑکے بالون کو تہ تیغ کرکے میدان جنگ مین جانا چھتّریون کی بہادری کے ثبوت مین پیش کیا جاتا ہے۔ شروع مین جب تاریخون مین ہم نے پڑھا کہ فلان مقام کے راجپوت اپنی جورؤن اور بچّون کو تہ تیغ کرکے میدان جنگ کی طرف بڑھے اور نہایت دلیری سے خود کو ملک پر قربان کردیا تو ہمارے دل مین انکی عظمت قایم ہوئی۔ لیکن اب غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ایسا کم ہمت شخص جو پہلے سے اپنی ناکامی فرض کرکے عورتون کو تہ تیغ کرتا ہے اور ایسا شخص جو گھر کی عورتون کو اپنی جہالت سے اپنے اوپر پہلے سے قربان کردینے مین باک نہین رکھتا وہ ایسی تنگ خیالی اور ایسی پست حوصلگی مین دشمنون سے کیا ہتھیار کرے گا۔

ایک تاریخ مین ہم نے پڑھا ہے کہ اکبر کے زمانہ مین بڑے بہادر چھتری تھے
اور کبھی کبھی بعض اُنمین کے جوش بہادری مین تلوار کی نوک پیٹ مین گھسیڑ لیتے
تھے۔ اکبر نے ایک روز ایک تلوار ہاتھ مین اُٹھائی اور چاہا کہ اپنے پیٹ مین
مارلے اور لوگون پر ثابت کرے کہ وہ بہادری مین کسی طرح چھتریون سے کم
نہین ہے۔ ہمکو حیرت ہے کہ چھتریون کے اس فعل کو بہادری سے اُس مورّخ
نے تعبیر کیا ہے۔ اور پھر اس سے زیادہ حیرت اس پر ہے کہ اُسنے اکبر کو اسدرجہ
جاہل تصوّر کیا۔ اگر یہ حکایت سچ ہے تو اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ اکبر نے اپنے
چند ندمون کو آزمانا چاہا۔ "شرط عقل ست بدگمان بودن" پر اُسنے عمل کرکے
چند ارا کین دولت کو جمع کیا اور چھتریون کی بہادری کا ذکر کرکے ایک جوش کی
حالت اپنے اوپر طاری کی اور تلوار کا پیپا شکم پر رکھ کر دیوار سے قبضہ کو اڑایا۔
اور ایسا ظاہر کیا کہ بادشاہ خود کو ہلاک کیا چاہتا ہے۔ ندمیون نے تلوار چھین کر
بادشاہ کی جان نہین بلکہ اپنی جان بچائی۔ اگر وہ ہان ہان کرکے تلوار پکڑ نہ لیتے
تو اُن سب پر آبنتی۔ بادشاہ مجنون نہ تھا کہ اپنے کو ہلاک کرتا لیکن ممکن تھا کہ وہ
آیندہ اُن تماشہ بینون کی ہلاکت کے لیے مجنون بنجاتا یا کسی اور حکمت عملی سے
اُن سب کا خاتمہ کردیتا۔

بہادری کے لیے خیال مین قوّت اور دل مین مضبوطی کا ہونا ضرور ہے حیا
اور ہمّت لازمی ہے۔ استقلال اور جمعیت تو گویا اسکا جزو اعظم ہے۔ اتّفاق اور
راستبازی گویا قومی بہادری کے پاؤن ہین۔ سیرچشمی۔ خودداری۔ عالی حوصلگی بہادر دردو
کا جوہر ہے اسلیے بہادری کے لیے اتنی سب صفتون کا ہونا ضرور ہے اور یہ صفات

کسی قوم مین جمع نہین ہوتین جب تک اُسکے عروج کا وقت نہین آتا - قوم منکوب مین بہادری کا ہونا کسی طرح تجربہ تسلیم نہین کرتا -

دنیا مین ایک سے ایک بڑھ کر با اقبال قوم گزری ہے اور اسلیے ایک سے ایک بڑھ کر بہادر بھی گزرے ہونگے - پورانے حالات بخوبی نہین معلوم ہوتے اور معلوم بھی ہون تو انپر وثوق کرنے کے ذرایع مفقود ہین - صرف ایک مسلمان ہین جنکی تاریخ از اوّل تا آخر صحت کے ساتھ لکھی گئی ہے - اور جب کسی تاریخی واقعات کو بہ نظر وثوق دیکھنا ہو تو صرف یہ تلاش کرنا چاہیے کہ مسلمانون کی پرانی تاریخون مین یعنے اُن تاریخون مین جو اُنکی ترقّی کے زمانہ مین لکھی گئین اُسکا پتہ لگتا ہے یا نہین - ہم جب مسلمانون کی تاریخ مین بہادرون کی تلاش کرتے ہین تو اُنمین بے انتہا بہادر پاتے ہین اور مسلمانون ہی مین ہمکو سچّی بہادری نظر آتی ہے - اُنکے اخلاق حسنہ بہت درست تھے اس لیے انکی عادت اور انکا قومی شعار بہادری مین بڑی مدد دیتا تھا -

مثلاً ہندؤن مین یہ دستور تھا کہ شوہرون کے مرنے پر عورتین اپنی جان دے ڈالتی تھین اور جو زندہ رہتی تھین وہ بیوہ ہو کر مُردون سے بھی بدتر زندگی بسر کرتی تھین - ایک بہادر سے بہادر چھتّری گھر سے نکلا اور بی بی نے رنڈاپے کی مصیبت یاد کرکے رونا شروع کیا - اس چھتری مین انسانیت ہے تو قوم - افسر اور اپنے نام سے زیادہ بی بی کا پاس خاطر مدنظر رکھے گا - اب وہ چھتری میدان مین جا کر کیا خاک جان دے گا - اگر اُسے جان دینا ہے تو پہلے ہی سے رونے والون کا خاتمہ کر کے گھر سے نکلے گا اور پھر اپنی جان دیگا گھر والون کے

پاس دوسرے عالم مین پہونچ جانے کی کوشش کرے گا۔ بیچارہ چھتری بڑا شجاع ہے لیکن اُسکے قانون تمدن کے نقص نے اُسے بے انتہا بودا بنادیا ہے۔ اب اسی کے ساتھ ایک مسلمان سپاہی کو دیکھیے کہ اُسکی بی بی اپنے شوہر مین بہادری کی صفت کو تمام صفات سے بالا سمجھتی ہے۔ گئی گزری حالت مین شیر افگن کی بی بی نورجہان ایک عرصہ تک جہانگیر کی زوجیت مین آنے سے محض اسلیے انکار کرتی رہی کہ شیر افگن ایسے بہادر کے بعد وہ جہانگیر کی بی بی کیا بنے۔ راجہ کی بی بی بننے سے وہ بہادر سپاہی کی بی بی بننا مرجح جانتی تھی۔

عربون کی لڑائیون کی یہ کیفیت تھی کہ عورتین ہمت دلانے والے باجے بجاتی تھین اور گیت گاتی تھین۔ ایک عورت شوہر کا دامن پکڑے ہوئے قبل از وقت رو رہی ہے اور دوسری میدان جنگ مین اُسے لڑائی کے لیے مستعد کر رہی ہے۔ اب بتایئے یہ قومی شعار کہان تک دونون کے شوہرون کی شجاعت پر اثر ڈالے گا۔ یہین سے صاف عیان ہے کہ جن خاندانون مین عقد بیوگان کا دستور نہین ہے اُنمین میدان جنگ کی بہادری بھی مفقود ہوگی۔

لڑکون کو ماؤن سے ضرور محبت ہوتی ہے اور جب لڑکے کسی سخت مصیبت مین مبتلا ہوتے ہین تو اُنکو بسا اوقات خیال موت سے زیادہ تکلیف اپنی ماؤن کے غمگین ہونے کی ہوتی ہے۔ جہان قوم مین زور نہین ہوتا اور عورتون مین آزادی نہین ہوتی وہان کی مائین ایسی ہی ہوتی ہین جیسی کہ اس وقت ہندوستان کی مائین ہین۔ برخلاف اسکے عرب کی مائین اپنی عزت سمجھتی تھین جب اُنکے لڑکے قومی لڑائیون مین خود کو قوم پر نثار کرتے تھے۔ جہان گھر کے

تمام لوگ خواہشمند ہونگے کہ مرد میدان رزمگاہ مین اپنی بہادری دکھائے وہان بودے سے بودا لڑنے والا بھی بہادر ہوجائیگا۔ اور جب ایک طرف مان رو رہی ہے۔ دوسری طرف بی بی دامن پکڑے ہوے۔ لڑکے الگ مُنہ لٹکائے ہوئے بیٹھے ہین تو میدان جنگ کے عازم کو میدان جنگ مین جانا گویا سولی کا چڑھنا ہے اور ایسی حالت مین وہ جیسی بہادری کرے گا ظاہر ہے۔

اکیلا چنا بھاڑ کیا پھوڑے گا شخصی بہادری کسی شمار مین نہین ہے جب تک قوم کی قوم بہادر نہ ہو۔ جب تک کسی قوم مین حمیت۔ خودداری۔ شرم نہ ہوگی اُسمین حب وطنی پیدا نہ ہوگی اور جب تک حب وطنی نہ ہوگی اتفاق نہ ہوگا۔ اور جب تک اتفاق نہ ہوگا بہادری نہ ہوگی۔ اگلے پچھلے حالات انسان کو بہادر بناتے ہین جسطرح ناموافق ہوا مین بادبانی جہاز نہین چل سکتا اسی طرح کوئی شخص اپنی بہادری نہین دکھا سکتا جب تک اُسکے ہمراز اُسکے موید نہون۔ اور اسلیے وہ قوم بہادر نہین ہوسکتی جسمین اتفاق اور حب وطنی نہین ہے۔

اوہام باطلہ بھی بہت زیادہ بہادری کے منافی ہین۔ ایک شخص میدان جنگ مین محض تلوار کے زور سے اور مشیت ایزدی پر بھروسہ کرکے آیا ہے۔ اور دوسرا ہے کہ چلتے وقت ساعت اُسکی نہین بنی۔ فال بد اور شگون بد سے دل اُسکا لرز رہا ہے۔ خواب پریشان اس نے رات کو دیکھا تھا۔ جی ڈر رہا ہے نجومیون نے اگر پہلے سے ڈرا دیا ہے تو ہاتھ پاؤن قبل از وقت رہ جاتے ہین اور اگر خوشخبری سُنادی ہے تو وہ بدخبری سے بھی زیادہ بُرا اثر رکھتی ہے کہ طبیعت نے تکیہ کرلیا اور جانفشانی سے جی چرانے لگی۔ اب بتائیے یہ پچھلا شخص جوان

تمام زحمتون اور بکھیڑون مین پھنسا ہوا ہے اُس جوانمرد کے مقابلہ مین بھلا کیا مقابلہ کرے گا جسکو صرف اپنی تلوار پر بھروسہ ہے۔

بُت پرستی بھی انسان کی بہادری مین فرق ڈالتی ہے۔ اگر بت پرستی کے صرف یہ معنی ہین کہ پروردگار کے دھیان کرنے کے لیے اس طرح کوئی شئی سامنے رکھ لی جس طرح بچے الف بے لکھنا سیکھتے ہین اور اُستاد سے تختی پر پہلے نقش بنوا لیتے ہین اور پھر اُس پر قلم پھیرتے ہین تو چندان مضایقہ نہین لیکن مشکل تو یہ ہے کہ اس اصول پر بڑے بڑے عقلا بھی قایم نہین رہتے عوام کس شمار مین ہین۔ بُت پرستی کا لازمہ ہے ہر زبردست چیز کی پرستش کرنا اور اس سے ایک طور پر خیال مین غلامی اور کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ دنیا کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قوم بُت پرستی کی حالت مین اعلیٰ درجہ کی بہادر نہین ہوئی۔ بُت پرستی سے ہم اوہام باطلہ کی پرستش مراد لیتے ہین۔ شروع سے چلیے سکندر موحد تھا اسلیے یونان سے لیکر ہندوستان تک کوئی بھی اُسکے مقابلہ مین نہ ٹھہر سکا۔ رومیون نے گو کفر کی حالت مین ترقی کی لیکن عیسائیت پھیلنے کے بعد اُنکو مذہب عیسوی اختیار کرنا لازم آیا وہ سمجھے کہ بہادر عیسائیون کے مقابلہ مین وہ نہ ٹھہر سکین گے اسلیے بہتر ہے کہ وہ خود عیسائی ہو جائین۔ اُسوقت کے عیسائی نہ تثلیث کے قایل تھے اور نہ رومن کیتھولک کی طرح عیسائیت کو برائے نام قایم رکھتے تھے جب عیسائیون مین اوہام باطلہ کی پرستش پھیلی تو مسلمان چند سال کی جہد کے بعد اس طرح اُنمین تیر گئے کہ جس طرح صابون مین تار نکل جاتا ہے۔ عجم کے ستارہ پرست اور آفتاب پرست بھی اسلام کے موحدون کا مقابلہ نہ کر سکے نہ کفار تاتار۔ نہ کفار مغل

تاب مقابلت لاسکے۔ ہندوستان مین بودھ مذہب کا زوال تھا۔ اور برہمنون کا مذہب
ازسرِ نو پھیل چکا تھا۔ برہمنون کے مقلد راجپوت بھی مسلمانون کا مقابلہ نہ کرسکے۔ اور
جب تک عربون کو عروج تھا تب تک کوئی قوم اُنکا مقابلہ نہ کرسکی۔ لیکن مسلمانون
مین اوہام باطلہ نے اپنا گھر کیا تو وہ بھی پست ہوتے گئے۔ کچھ روز تک نومسلم
ترکون نے سچی توحید کے زور مین عربون کی گئی گذری حالت کو سنبھالا لیکن پھر وہ
بھی اُسی رنگ مین آگئے۔ عیسائیون کی طرح انمین خانقاہین بنگئین۔ بزرگان دین
کی پرستش شروع ہوئی۔ بُت پرستی نہین تو قبر پرستی ضرور قایم ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ کفار مغل
انسے اچھے ٹھہرے اور تمام بلاد اسلام پر اُنکا قبضہ ہوگیا۔ مسلمانون مین وہ توحید کی
صفت باقی نرہی جسکے سبب سے وہ بُت پرستون اور بگڑے ہوئے عیسائیون پر
فوق رکھتے تھے۔ کفار مغل نے اپنی حالت کو تولا تو عیسائیون کے مقابلہ مین خود کو
قایم رکھنے کے لیے سوا اس کے کوئی چارہ نہ دیکھا کہ توحید اسلامی کو وہ اپنے
دم سے ایک مرتبہ پھر رونق دیکر اسلام کی بہادریون کو ازسرِ نو تازہ کرین۔ کچھ دنون
کے بعد نومسلم مغلون نے بھی اوہام باطلہ کی پرستش شروع کی اور وہ زمانہ آیا کہ عیسائیون
کے مقابلہ مین وہ نیچا دیکھین۔ لیکن یہ معلوم رہے کہ اسلام کیسا ہی گیا گزرا تھا مگر
مسلمانون کے مقابلہ مین عیسائی کسی طرح بہادر نہین ہوسکتے تھے جب تک وہ
اپنے عقائد درست نہ کرتے۔ تمام عیسائیون کو لوتھر کا شکر گزار ہونا چاہیے جس نے
پروٹسٹنٹ مذہب نکال کر عیسائیون مین سچی آزادی اور سچی بہادری کی روح پھونکی
آج چار خمس سے بھی زیادہ یورپ مین لوگ موحد ہین۔ جو لوگ بپاس وضع پرانے
گرجاؤن کے مقلد ہین انمین بھی بہت سے لوگ پروٹسٹنٹ کے عقاید رکھتے ہین:

اور جب اس ذریعہ سے عیسائیون مین مسلمانون سے کم اوہام باطلہ کی پرستش رہگئی تو اب وہ ضرور مسلمانون سے زیادہ بہادر رہین اور مسلمانون سے بڑھے تو گویا تمام دنیا سے بہادر رہین اور اسی لیے تمام دنیا مین اسوقت عیسائیون کا ڈنکا بج رہا ہے - اگر عیسائیون مین آج ویسی ہی تاریک خیالی ہوتی جیسی کہ انمین ابتداے اسلام کے وقت تھی تو یہ ترقی انکو نصیب نہ ہوتی۔

چین اور جاپان دونون قومین ایک ہی شاخ سے ہین لیکن ایک مین اوہام باطلہ بڑھے ہوئے ہین اسلیے وہ ذلیل ہے اور دوسری مین اوہام باطلہ کم ہین یا اسلیے وہ معزز ہے۔

ہندوستان کے مسلمانون مین جب اوہام باطلہ حد سے زیادہ بڑھ گئے تو مرہٹون نے اسی طرح اُنپر قبضہ کرلیا جسطرح کفار مغل نے وسط ایشیا کے مسلمانون پر قبضہ کرلیا تھا - مرہٹون کی شاہنشاہی مین کوئی شبہ نہ تھا لیکن وہ اپنی شاہنشاہی زیادہ عرصہ تک قایم نہ رکھ سکتے تھے - یا تو وہ مسلمانون کی قدیم توحید اختیار کرکے نئے سر سے اپنی روحانی قوت اور اُسکے ساتھ ہی اپنی تمام قوتون کو ترقی دیتے یا کسی اور قوم کی اطاعت کرتے جو روحانی قوت مین اُنسے بڑھی ہوئی تھی - پچھلی صورت سامنے آئی اور عیسائیت کی طرف ہندوستان کی شاہنشاہی منتقل ہوئی - زور بازو کے ساتھ مرہٹے توحید مین بھی ترقی کرتے تو شاید آج وہی شاہنشاہ ہند ہوتے۔

تمام صفات حسنہ کے ساتھ مسلمانون مین ایک چیز نہایت ہی عجیب تھی جس نے اُنکو بے انتہا بہادر بنا رکھا تھا اور اسلیے اُنکے فتوحات عجائبات روزگار سمجھے جاتے

ہین یعنے وہ خود پر بھروسہ کرتے تھے اور اپنی قدر کرتے تھے - مثلاً ایک شخص غیر قوم کا ہے جس نے تمام دنیا کے نقصانات کسی مسلمان کو پہونچائے ہین - اُسکے بال بچے قتل کرڈالے ہین - اُسکا گھر جلا دیا ہے - اُسکی ایک آنکھ پھوڑ دی ہے - اُسکا مال واسباب لوٹ لیا ہے - بعد کوشش حالت جنگ مین وہ اس مظلوم مسلمان کے ہاتھ لگ گیا ہے - اور یہ مسلمان اُسکو پٹک کر اُسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا ہے اور خنجر نکال کر چاہتا ہے کہ اُسکا کلیجہ نکال لے کہ وہ نیچے سے بولا "مین تمھارے خدا پر ایمان لاتا ہون یعنے مین تم سے رشتہ برادرانہ قایم کرنا چاہتا ہون" تو وہ مسلمان فوراً اُسکی چھاتی سے اوتر پڑے گا اور اُسکے قتل کرنے کو اپنے اوپر حرام سمجھے گا - اس کا اثر نیک صرف اُس ایک دشمن پر نہین بلکہ اُسکے کروڑون ہمقوم پر پڑے گا - وہ سب کے سب مسلمانون کے اخلاق اور بہادری پر فریفتہ ہو جائین گے - وہ کیا شی تھی جس نے مسلمان کو دشمن کی چھاتی سے الگ کر دیا - وہ صفت کیا تھی خود آپ اپنے اوپر بھروسہ کرنا تھا - وہ مسلمان یہ ہی سمجھتا تھا کہ مجھ مین ایسے صفات ہین کہ میری صحبت مین رہنے کے بعد یہ میرا سچا دوست ضرور ہو جائیگا - مجھ سے دشمنی نہ کرے گا اور اگر کسی وقت اس سے مجنونانہ حرکت صادر ہوگی اور میری تمام خوبیون کو یہ نظر انداز کرے گا تو اسکے لیے مین پھر بھی کافی ہونگا اسلیے کہ مین رہ راست پر ہون یہی سچی بہادری ہے - اور جس شخص مین تمام اخلاق حسنہ جمع ہونگے اُس سے ایسی سچی بہادری ضرور ظہور مین آئے گی - تاریخین کہتی ہین کہ مسلمان اپنے عروج کے زمانہ مین ایسے ہی بہادر تھے اور اسی بہادری کے سبب سے اُنھون نے تمام دنیا مسخر کر لی تھی - اُنکے پاس نہ

کوئی جادو تھا اور نہ کوئی منتر تھا۔ وہ سچے بہادر تھے۔ تلوار سے جب وہ کسی کو زیر کرتے تھے تو اُسکے ذریعہ سے اُسکی تمام قوم مین اپنی سچی بہادری کا ڈنکا پیٹواتے تھے۔ ہمین کوئی بتادے کہ دنیا مین کوئی اور بھی ایسی بہادر قوم پیدا ہوئی ہو جسکا قومی قانون یا جنگی قانون اس قسم کی فیاضی دکھاتا ہو۔ اگر ناظرین نہین دکھا سکتے تو ہمارا کہنا بجا ہے کہ جو بہادری مسلمانون نے اپنے عروج کے زمانہ مین دکھائی تھی اُسکی نظیر ہم کہین نہین پاتے۔

فصل نہم

غلامون کی حالت

غلامی کے انسداد کی طرف اخیر اٹھارہوین صدی مین انگریزون کو توجہ ہوئی اور نصف اُنیسوین صدی تک تمام یورپین سلطنتون نے اسنے اکثر حصۂ زمین سے اُٹھادیا۔ اسکے قبل آقا اور غلام کے پیرایہ مین جو برتاؤ ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ تھا وہ بہت ہی شرمناک اور دردانگیز تھا۔ باری باری سے ہر ملک مین تہذیب آئی۔ چمن دہر مین ہر ایک قسم کے اعلی سے اعلی پھول کھلے۔ لیکن غلام ہر وقت مواشی مین شمار کیے گئے۔ اُنکے گلستان مین کبھی بہار نہین آئی۔ خود غرضیون نے اُنکے حقوق کی طرف توجہ نہین ہونے دی۔ دین اسلام نے پہلے پہل اُنکے حقوق کی نگہداشت کی اور وہ بھی اُس زمانہ مین جبکہ ہر چہار طرف ان غلامون پر بے انتہا ظلم ہو رہے تھے۔ اسلام کا یہ احسان بنی نوع انسانی پر تاریخی یادگارین شمار کیے جانے کے لائق ہے۔

رسولؐ خدا نے لوگون کو ادھر متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان بردہ

آزاد کرے گا تو اُسکے ہر عضو کے بدلہ مین آزاد کرنے والے کے اعضا کو دوزخ کی آگ سے خدا آزاد کرے گا۔ ایک بحث یہ ہے کہ پیغمبر خدا نے آیندہ کے لیے غلامی کو حکماً روک کر موجودہ غلامون کی آزادی کی یہ فکر کی یا غلامی کا انسداد قطعی نہین کیا۔ اور اگر قطعی انسداد نہین کیا تو کن کن شرائط کے ساتھ غلامی جائز رکھی یعنے پیغمبر خدا کے وقت مین اطراف عالم مین جتنے اقسام غلامون کے تھے اسلام نے وہ سب اقسام جائز رکھے یا کچھ ترمیم بھی کی۔" اس بحث کے لیے "اسلام اور غلامی" کا مضمون پڑھنا چاہیے۔ اس فصل مین غرض یہ دکھانا ہے کہ مسلمانون کے غلامون کی حالت کیا تھی۔

غلام جب آزاد ہوجائے تو اُسمین اور آقا کے مدارج مین شرعاً کچھ فرق باقی نہین رہتا۔ اخوت اسلامی کے اعتبار سے تو وہ پہلے بھی برابر تھا۔ آزاد ہونے پر شادی بیاہ مین بھی وہ برابر کا بھائی سمجھا جاتا ہے۔ حضرت زید آزاد شدہ غلام حضرت خدیجہ کے تھے جن سے آنحضرت نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب کا عقد کردیا تھا۔ حضرت بلال حبشی غلام تھے جنکو حضرت صدیق نے آزاد کردیا تھا مسلمانون مین وہ بڑے پایہ کے صحابی سمجھے جاتے ہین۔ ہندوستان مین تو غلام بادشاہون کا ایک سلسلہ ہی جاری تھا۔ بادشاہون نے غلامون کی اچھی تربیت کی۔ اپنی لڑکیان اُنکے حوالہ کین اور مرنے کے بعد ہند کی سلطنت اُنکے لیے چھوڑ گئے۔ ہندوستان کی تاریخون مین غلام بادشاہون کا ایک باب ہی جدا ہے اور ایک بہت بڑی یادگار مسلمانون کے اخوت اسلامی کی ہے۔ کسی دوسری قوم مین اس سچی فیاضی اور منصف مزاجی کی مثال نہین ملے گی۔ گئی گزری حالت مین بھی مسلمانون نے

یہ وہ کام کیا ہے جو دنیا کی تاریخون کے صفحہ اُلٹنے سے کہین اور جگہ دکھائی نہین دیتا بجز مصر کے کہ وہان بھی سلاطین مملوک کا سلسلہ محض قانون اسلام کی فیاضیون کا نتیجہ تھا جو کوئی کسی شرط کے ساتھ غلام آزاد کرے تو وہ مکاتب اور مُدبّر کے زمرہ مین داخل ہو جاتا ہے۔ مکاتب اور مُدبّر کے احکام فقہ مین بہت شرح وبسط کے ساتھ درج ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون نے کہان تک انکی آزادی کا خیال رکھا ہے۔ لونڈی سے اگر اولاد ہو جائے تو وہ لونڈی لونڈی نہین رہجاتی وہ ام الولد کہلاتی ہے اور اُسکے بطن کی اولاد دوسرے لڑکون کے ساتھ برابر کا ترکہ پاتی ہے اور مدارج مین مساوات کا درجہ رکھتی ہے۔ غلامون کی حالت درست کرنے کے متعلق جو احسانات اسلام کے بنی نوع انسانی کے ساتھ ہین دیگر مذاہب مین انکا عشر عشیر بھی پایا نہین جاتا۔ رعایتین ملاحظہ فرمایے۔ سجایت زنا اگر آزاد کے لیئے سَو کوڑے ہین تو غلام کے لیے پچاس ہی کوڑے ہین۔ اسی طرح شراب پینے کے جُرم مین آزاد کے لیے ۸۰ کوڑے ہین اور غلام کے لیے ۴۰۔ فقہ مین غلامون کا آزاد کرنا معاصی اور جرائم کا فدیہ اور کفارہ مقرر ہوا ہے۔ مسلمانی گورنمنٹ نے جُرمانہ کی رقم خزانہ عامرہ مین داخل کرنے کے عوض غلامون کے آزاد کرنے کی ترغیب دی تھی جو فی الواقع مُجرمون کے لیے مالی نقصان اُٹھانا تھا۔ آنحضرتؐ نے جو سال وفات مین آخری اسپیچ مکہ مین دی اُسمین بھی غلامون کو فراموش نہین کیا۔ اور قوم سے وصیت کی کہ غلامون کو اپنا سا پہناؤ اور اپنا سا کھلاؤ۔ حضرت عمرؓ نے اسپر اس سختی سے عمل کیا کہ لوگ مسلمان غلامون کی حالت پر رشک کرنے لگے۔ چنانچہ بیت المقدس کی چڑھائی کے وقت جب حضرت عمرؓ نے

بیت المقدس کا سفر کیا تو ایک ہی اونٹ انکے اور انکے غلام کی شرکت مین تھا دونون باری باری سے چڑھتے اُترتے تھے اور جسوقت بیت المقدس کے قریب سواری پہونچی تو وہ غلام کے سوار رہنے کی باری تھی۔ غلام اونٹ پر تھا اور اُسکی مُہار ہاتھ مین لیے ہوئے حضرت عمرؓ دوڑ رہے تھے اور آگے آگے ہیبت حق بتا رہی تھی کہ کامیاب مسلمانون کا یہ عدل ہے۔ واللہ اُسوقت کے مسلمانون کے غلام زمانہ حال کے برادران خورد سے کہین اچھی حالت مین تھے "سگ زرد باش برادر خورد مباش" اس زمانہ کے طرز تمدن کے لحاظ سے بولا جاتا ہے۔

فصل دہم

عورتون کے متعلق نصوص قرآنی

قومی ادبار کے ساتھ کم ہمتی لازم ہے۔ اور کم ہمتی کے ساتھ کمزورون کے حقوق کا غصب کرنا بھی ضروری ہے۔ عورتین مردون سے کمزور ہین اسلیے قومی ادبار یا قومی تنزل کی حالت مین عورن کا غلامی کی حالت مین رہنا ایسا امر یقینی ہے کہ دنیا کی کوئی تاریخ اس مکروہ نظارہ سے مستثنیٰ نہین ہے۔ عورتون کی حالت کو قومی مقیاس التہذیب کہین تو بجا ہے جب قوم نے ترقی کی تو عورتون کی عزت نے بھی ترقی کی اور جب قومی تنزل شروع ہوا تو عورتون کی عزت بھی کم ہونے لگی۔ دنیا کی تمام گزشتہ اور موجودہ قومون مین یہ باتین گویا فطرت نے اصول موضوعہ کی طرح قایم کر رکھی ہین۔ عورتون کی عزت دیکھ کر قوم کی تہذیب اور ترقی کا پتہ لگتا ہے۔ اور اُنکو ذلیل دیکھکر قوم کے

ادبار اور نکبت کا یقین کیا جا سکتا ہے۔ آج انگریزون مین جو عزت لیڈیون کی ہے یہ انکی جہالت کے زمانہ مین نہ تھی۔ یا جس بُری حالت سے ہم اپنے گھر کی عورتون کو رکھتے ہین ہماری دادیون کی لونڈیان بھی ایسی تباہ حالت مین نہ تھین۔ گھر کی چہار دیواریون مین انکو بند رکھنا یا کبھی جانورون کی طرح پنجڑون (ڈولیون) مین رکھکر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچا دینا ہم لوگ انتہاے عزت سمجھتے ہین۔ حالانکہ یہ کوئی عزت نہین ہے بلکہ عزت ہے اُنکے حقوق کی حفاظت کرنا جسکو ہم بالکل پامال کرتے ہین اور اپنی جہالت سے اُسے اسلامی شعار سمجھتے ہین۔ یہ تقریر اسوقت بطور جملہ معترضہ کے لکھی گئی ہے اسکے متعلق مفصل تحریر دوسرے مواقع پر ہے۔ یہان صرف یہ لکھنا ہے کہ عرب اپنے زمانہ جاہلیت مین جتنا تہذیب اور ترقی کے میدان سے دور تھے اُتنے ہی اپنی ماؤن بیبیون۔ بہنون اور بیٹیون کے حقوق سے بھی غافل تھے۔ قرآن نے اُن عورتون کے حقوق کے متعلق جسقدر احکام صادر کیے انکو ہم ایک جگہ لکھکر مسلمانون کو بتانا چاہتے ہین کہ عورتون کے حقوق ہم پر کیا کیا ہین۔ اور غیر قومون کو دکھانا چاہتے ہین کہ مسلمانون پر یہ اعتراض کرنا کہ اُنکے قانون مین عورتون کے حقوق کی حفاظت نہین کی جاتی بالکل بُہتان ہے۔

قرآن مین ایک سورۃ ہی "نساء" کے نام سے موسوم ہے جسمین جابجا عورتون کے حقوق سے بحث کی گئی ہے۔ ہم سلسلہ وار اسمین سے ضروری آیتون کا ترجمہ نقل کرتے ہین اور اُنکے معنون کی توضیح کرتے ہین۔

عربون مین کثرت ازدواج کا دستور تھا۔ وہ عورتون کو مواشی کی طرح رکھتے

تھے کہ جتنی چاہین گھر مین باندھ لین اور لونڈیون کی طرح اُنسے برتاؤ کرتے تھے کہ کھانا کپڑا دیا اور خدمت لی۔ گویا دس خادمہ گھر مین نہ ہوئین دس بیبیان ہوئین۔ اسپر طرّہ یہ تھا کہ رشتہ ناتے کی یتیم لڑکیان انکی ولایت مین ہوتی تھین تو انکی مٹی خراب ہوتی تھی وہ دوسرون سے اُنکا بیاہ کرتے نہ تھے خود اپنے ہی پاس رکھ لیتے تھے۔ تمام عورتین تو دلفریب صورتین نہین رکھتین لیکن مار الشباب فطرتاً ہر ایک کا دل آویز ہوتا ہے۔ دو چار مہینہ تک وہ یتیم لڑکیان بی بی بنی رہین۔ جب مار الشباب کے ساتھ انکی عزّت گئی تو پھر خادمہ کی طرح گھر کا کام کرنے لگین۔ قرآن مین سب کے پہلے ان برائیون کی طرف توجّہ ہوئی۔ چار عورتون تک تعداد بیبیون کی محدود کردی گئی اور اولیا کو حکم ہوا کہ جن یتیم لڑکیون کو تم سمجھتے ہو کہ زیادہ عرصہ تک تم اُنکو خوش نہ رکھوگے اُنکے ساتھ نکاح نہ کرو عورتون کا کال نہین ہے۔ دوسری عورتین کرو جنکے اولیا سوچ سمجھ کر تمھارے ساتھ بیاہنا پسند کرین اور تم پر بھی کچھ دباؤ رہے۔ چنانچہ سورۂ نسار کے اول رکوع مین خدا فرماتا ہے "اگر تمھین اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیون کے متعلق تم سے انصاف نہ ہو گا تو اُنکے علاوہ اور عورتون سے دو تین چار تک تم نکاح کر سکتے ہو اور اگر انمین بھی عدل نہ کر سکو تو بس ایک ہی بی بی کرو یا جو لونڈی تمھارے قبضہ مین ہو اُسپر قناعت کرو۔ عدل نہ ہونے کی حالت مین یہی قرین مصلحت[له] ہے۔

له وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی فانکحوا ما طاب لکم من النسار مثنٰی وثلٰث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنٰی الا تعولوا۔ رکوع ا۔

زمانہ جاہلیت مین ایک دستور یہ بھی تھا کہ عورتون کو مہر نہین دیتے تھے اور طلاق دینے مین آزاد تھے۔ مہر ادا کرنے کے وقت بخیل تھے۔ لیکن بیچاری عورتونکے پاس کچھ دولت ہوتی تو اُسے پھسلا کر کھا جانے کے لیے بڑے مرد تھے۔ اِن بیحیائی کے دفع کرنے کے لیے سورۂ نسار کے رکوع اول مین حکم ہوا۔ "عورتون کو اُنکے مہر خوشی خوشی دیدیا کرو۔ پھر وہ بخوشدلی اُسمین سے کچھ تم کو چھوڑ دین تو مزے سے کھاؤ"

جس طرح ہندوستان کے بدبخت مسلمان مان باپ اور اعزہ کے ترکہ سے عورتون کو محروم رکھتے ہین یہی کیفیت زمانہ جاہلیت مین بھی تھی۔ یہ بُرا دستور مٹانے کے لیے سورۂ نسار کے پہلے رکوع مین محکوم ہے "مان باپ اور رشتہ دارون کے ترکہ مین تھوڑا بہت جس طرح مردون کا حصّہ ہے اسی طرح عورتون کا بھی حصّہ ہے اور ٹھرایا ہوا ہے" یعنے عورتون کا حصّہ بھی ترکہ متوفی مین معین ہے دوسرون کو کم وبیش کرنے کا اختیار نہین ہے۔ خدا کہتا ہے کہ تم کم وبیش نہین کرسکتے اور ہم ہین کہ بالکل ہی ندارد کرنے کو مستعد ہین۔

شرع محمدی مین عورتون کا حصّہ مردون سے نصف ہے۔ بھائی کو دو حصّہ تو عورتون کو ایک حصّہ دیا جاتا ہے۔ یہ کمی بیشی اس لحاظ سے ہے کہ مردون پر اپنی بیبیون کا نفقہ فرض ہوتا ہے اور عورتون کو صرف اپنی فکر ہوتی ہے۔ اسپر بھی ہم لوگون کی یہ نیت ہے کہ لڑکیان کچھ بھی نہ پائین۔ صرف بھائیون کی نیت مین یہ

سلہ وآتوا النساء صدقتھن نحلۃ فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ھنیئا مریئا۔

سلہ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل

فساد نہین ہوتا بلکہ بعض باپ بھی یہی چاہتے ہین کہ لڑکیان کچھ نہ پائین - اور یہ نہین سمجھتے کہ خدا فرماتا ہے " اللہ تمھاری اولاد کے متعلق تمکو یہ بتاتا ہے کہ لڑکون کا حصہ دو لڑکیون کے برابر ہے - پھر اگر لڑکیان دو سے زاید ہون تو ترکہ کا دو ثلث انکو پانا چاہیے - اور ایک ہو تو نصف[1] " - زاید وضاحت کے لیے " توریث " کا مضمون پڑھنا چاہیے -

ایام جاہلیت مین عورتون کے مقابلہ مین مردون کا ظلم بہت بڑھا ہوا تھا - حیا بالکل نہ تھی - کوئی مرجاتا تھا تو اسکی بی بی پر اسکے ورثا قبضہ کرلیتے تھے قبضہ تو اب ہند مین بھی کرلیتے ہین یعنے سسر اور دیور وغیرہ - رشتہ داران خاوند بیوہ خاندانی کو لونڈی کی طرح اپنی ملک جانتے ہین - فرق اتنا ہے کہ عرب مین زوجہ کی طرح رکھتے تھے اور یہان مواشی کی طرح رکھتے ہین - عرب مین ایسا بھی دستور تھا کہ بیوائون کا عقد دوسرون سے کردیتے تھے اور مہر خود تصرف کرتے تھے - یہ حالت پھر بھی ہندوستان کی موجودہ حالت سے اچھی تھی - خیر نکاح تو کردیتے تھے - یہان تو نکاح بھی نہین کرتے - حبس دوام کی سزا اپنے گھر مین دیتے ہین - خدا ان سب مظالم کے مٹانے کے لیے فرماتا ہے " مسلمانو! تمکو روا نہین ہے کہ عورتون کو میراث سمجھ کر انپر بہ جبر قبضہ رکھو - جو کچھ انکو ترکہ شوہری سے تم نے دیا ہے اُسے چھین لینے کے لیے انکو قید مین بھی نہ رکھو - ہان کھلی ہوئی بدکاری اُنسے ہو تو قید رکھنا مضایقہ نہین - عورتون کے ساتھ حسن سلوک سے رہو -

---

[1] یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک و ان کان واحدۃ فلھا النصف - رکوع ۱ -

اگر کسی وجہ سے بی بی ناپسند ہو تو عجب نہیں کہ تمکو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ اسمین بہت سی خیر و برکت دے ؎۔ اس آیت کے پچھلے حصہ مین نہایت ہی حکمت کی بات ہے یعنے عورتون کی پیدایش کی غرض اصلی یعنے توالد و تناسل کا ذریعہ تو سب مین یکسان ہے۔ باقی چیزین مختلف ہوتی ہین۔ کسی مین حسن زاید ہوتا ہے کسی کا بدن سڈول ہوتا ہے۔ ایک مین گفتگو کا مادہ ہے۔ دوسری مین انتظامی قوت بڑھی ہوئی ہے۔ ایک کو اپنے جسم کی صفائی کا زیادہ خیال رہتا ہے۔ دوسری ہے کہ وہ اپنے جسم سے بڑھ کر مکان کی صفائی کا خیال رکھتی ہے۔ ایک مرد کو باتون سے خوش رکھنے کی قابلیت رکھتی ہے۔ دوسری بیماری کی حالت مین خدمت کرنے کا سلیقہ جانتی ہے۔ غرضکہ مردون کے مذاق کے مطابق اور موقع اور محل کے اعتبار سے ممکن ہے کہ کسی عورت کی کوئی بات ایک وقت شوہر کو پسند نہ آئے اور شوہر بیدل ہو کر بی بی کی قدر نہ کرے تو خدا اسکے متعلق سمجھاتا ہے کہ کوئی ادا بی بی کی ناپسند ہو تو اُسکو حقیر نہ سمجھو کیونکہ بہت سی باتین اُسمین ایسی ہو سکتی ہین کہ اُن سے آیندہ تم خوش رہو گے۔

عربون مین یہ بھی دستور تھا کہ جہان کوئی اچھی صورت نظر آئی تو پہلی بی بی کو فوراً الگ کر دیا اور جو کچھ اُسکو دے رکھا تھا سب واپس لیا اور وہی دوسری بی بی کے حوالہ کیا۔ ایک تو یہ بیحیائی تھی۔ دوسری کثرت ازدواج اور کثرت طلاق مین اس طرح پر سہولت ہوتی تھی۔ عقلاً اور اخلاقاً یہ حرکت نہایت ہی

لہ یا ایہا الذین آمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہاً ولا تعضلوہن لتذہبوا ببعض ما آتیتموہن الا ان یأتین بفاحشۃ مبینۃ وعاشروہن بالمعروف فان کرہتموہن فعسی ان تکرہوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً ع ۳ رکوع ۳

ناپسندیدہ تھی۔ خدا اسکو مٹانے کے لیے قرآن مین فرماتا ہے [1] "اگر تمھارا ارادہ ہو کہ ایک بی بی کی جگہ پر دوسری بی بی کرو تو پہلی بی بی کو کتنا ہی مال دیا ہو لیکن اُسمین سے کچھ واپس نہ لینا۔ کیا بہتان لگا کر اور صریح بیجا بات کر کے اپنا دیا ہوا واپس لوگے۔ اور کیونکر واپس لوگے جبکہ باہم صحبت کر چکے ہو اور بیبیان تم سے پکا قول لے چکین ہین"[1]

عرب مین یہ بھی دستور تھا کہ باپ کے مرنے پر لوگ سوتیلی ماؤن سے نکاح کر لیتے تھے۔ اس شرمناک دستور کے مٹانے کے لیے قرآن مین محکوم ہے۔ "جو ہوا سو ہوا۔ آیندہ اُن عورتون سے نکاح نہ کرنا جنسے تمھارے باپ نے نکاح کیا ہو۔ یہ بڑی بیحیائی اور غضب کی بات ہے اور بہت ہی بُرا دستور ہے"[2]

زن و شو کی تمدنی حالت کے متعلق قرآن مین یون محکوم ہے "مرد عورتون سے زبردست ہین اسلیے کہ مردون کو عورتون پر اللہ نے فضیلت دی ہے اور نیز اسلیے بھی کہ مرد عورتون پر اپنا مال خرچ کرتے ہین۔ نیک بیبیان مردون کا کہنا مانتی ہین اور اُنکی پیٹھ پیچھے حفاظت کرتی ہین کہ اللہ نے اُنکو یہ سلیقہ دیا ہے۔ جن بیبیون کے سر چڑھنے کا تمکو اندیشہ ہو تو تم انکو سمجھاؤ پھر ہمبستری سوقوف کرو۔ بالآخر مار پیٹ سے پیش آؤ۔ پھر تمھاری اطاعت کرین تو تم بھی اُنپر چھدے رکھ کر حیلہ نہ ڈھونڈھو۔ اللہ سب پر غالب اور بڑی قوت والا ہے۔ اور اگر تمکو جھگڑا بڑھتا نظر آئے تو ایک پنچ مرد کے کنبہ سے اور

[1] وان اردتم استبدال زوج مکان زوج وآتیتم احدٰھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً اتاخذونہ بہتاناً واثماً مبیناً وکیف تاخذونہ وقد افضیٰ بعضکم الیٰ بعض واخذن منکم میثاقاً غلیظاً۔ رکوع ۲۔

[2] ولاتنکحوا ما نکح اباءکم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃً ومقتاً وساء سبیلاً۔ رکوع ۲۔

ایک پنچ عورت کے کنبہ سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونون پنچ اصلاح چاہین گے تو اللہ توفیق دے گا کہ وہ علیم اور خبیر ہے"۔[1]

بعض گھرون مین زن و شو کی لڑائی بیوجہ بڑھ جاتی ہے۔ مرد اپنے کو غالب سمجھ کر کبھی کبھی عورتون سے خوشامد کرانا چاہتا ہے۔ عورتون مین مادہ خودداری بہت ہوتا ہے اور وہ مانع ہوتا ہے۔ یہی ہنسی ہنسی مین بات بڑھ گئی اور برسون کے لیے اور کبھی کبھی عمر بھر کے لیے نفرت پیدا ہو گئی۔ اِن مواقع پر اگر دوسرے صلح کرادینا چاہین تو نہایت سہولت سے بات بنجاتی ہو انسانی فطرت پر نظر کرکے خدا نے فرمایا ہے اور کیسی اچھی صورت بتائی ہو کہ زن و شو کی لڑائی مین دو پنچ جمع ہوکر تصفیہ کرادیا کرین تو بہت سے مُہلک اور خطرناک جھگڑون کی جڑ قایم نہ ہونے پائے۔

فصل یازدہم

کارمنصبی

انسان جب نیکنام بننا چاہتا ہے یا خلایق کے سامنے سُرخرو ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک بہت بڑی وقت اُسکے سامنے یہ پیش ہوتی ہے کہ بھلائی اور بُرائی کا امتیاز کرنا اس کو مشکل ہوتا ہے مثلاً رحم دل ہونا انسان کی بہت اعلیٰ صفت ہے۔ لیکن قطاع الطریق کی گرفتاری اور سزادہی مین اگر پہلوتہی کی جائے

[1] الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً ان اللہ کان علیا کبیراً وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا ان یریدا اصلاحاً یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیراً۔ رکوع ۵۔

تو شحنہ اور قاضی کے لیے یہ پہلو تھی رحیم المزاجی ہی کے اقتضا سے کیون نہ ہو بدترین خصلت سمجھی جائے گی۔ ظالم اور سنگدل حکام کو اس بارہ مین کہین ترجیح ہو گی۔ نشتر اگر تیز نہ ہو تو بُرا ہے۔ مرہم مین زخم بھرلانے کی صفت نہ ہو تو بیکار ہے۔ کبھی ایک ہی شخص دو مختلف حالتون مین متضاد اوصاف سے متصف ہو کر اچھا کہا جاتا ہے۔ جیلر کو قیدیون کے پیٹ بھرنے کے لیے رحم دل ہونا چاہیے اور حکم سزا کی تعمیل کے وقت سنگدل ہونا چاہیے۔ ان تمام باتون سے معلوم ہوا کہ نرمی۔ سختی۔ رحیم المزاجی۔ قساوت قلبی۔ سُستی۔ پھرتی۔ چالاکی۔ کاہلی کوئی اچھی یا بُری صفت انسان کی نہین ہے۔ بلکہ ایک ہی صفت ایسی ہے جو تمام انسانون مین ہونا چاہیے اور اسی کے ہونے سے انسان اپنے نقصانات کی اور فطرتی کمزوری کی تلافی کر سکتا ہے۔ وہ صفت کیا ہے۔ اپنی ڈیوٹی یا کار منصبی کا پہچاننا اور اُسکو پورے طور پر انجام دینا۔ ماں کی ڈیوٹی ہے بچون کی پرورش کرنا باپ کی ڈیوٹی ہے بچون کے لیے مایحتاج بہم پہونچانا۔ شوہر کا فرض منصبی یہ ہے کہ بی بی کو خوش رکھے۔ بی بی کا کام ہے کہ شوہر کو راضی رکھے کسی شخص مین تمام دنیا کے اوصاف ہون۔ لیکن اپنی آزادمنشی سے بچون کی خبر نہین لیتا یا بی بی کے خوش رکھنے کی فکر نہین کرتا تو ہم بے تکلف کہین گے کہ وہ بدترین خلایق ہے۔ بی بی حسین ہے۔ خوش مزاج ہے۔ شیرین مقال ہے باعصمت ہے یہ سب کچھ ہے لیکن اپنے شوہر کی اطاعت سے بغیر کسی معقول وجہ کے گریز کرتی ہے تو وہ عورت ہرگز اس قابل نہین ہے کہ کوئی بھلا مانس اپنے گھر مین اُسکا آنا پسند کرے۔ کیونکہ شوہری حقوق کے بجا نہ لانے سے وہ ایک بہت بڑے جرم کی

مرتکب ہے اور اسکی صحبت سے ممکن ہے کہ دوسری عورتون پر بھی اس بارے مین برا اثر پڑے۔

پولیٹیکل صیغہ مین بادشاہ سے لیکرادنی چوکیدار تک ہرایک عہدہ دارکی ڈیوٹیان الگ الگ ہین۔ ہم جب کسی جج۔ مجسٹریٹ۔ پولیس مین۔ وکیل۔ مختار یا عملے کو اچھا یا برا کہنا چاہین توسب کے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے منصبی کام کو کس طرح انجام دیتا ہے۔ اگر وہ اپنی ڈیوٹی کو پورے طور پر انجام نہین دیتا توانسانی سوسائٹی مین عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے کے لائق نہین ہے۔ دیانت دار ہے۔ راست باز ہے۔ سمجھدار ہے۔ محنتی ہے سب کچھ ہے۔ لیکن اپنے منصبی کام کو انجام نہین دیسکتا تو اُسے عہدہ سے علیحدہ ہوجانا چاہیے۔ اپنے عہدہ سے الگ نہین ہوتا اور پھر ڈیوٹی کے انجام دینے پر قوی نہین ہوتا تو ایسے ضعیف الخیال انسان کے تمام اوصاف ناپائدار ہین اور وہ کبھی اس قابل نہین ہے کہ دوسرے لوگ اُسپر بھروسہ کرین۔

انسان کے ساتھ سیکڑون ہزارون ڈیوٹیان پیچھے لگی ہوئی ہین۔ مثلاً ایک جج۔ اب اس ضعیف الخلقت کی ڈیوٹیان ملاحظہ فرمائیے۔ بی بی کی خاطرداری ماں باپ کی اطاعت۔ بچون کی پرورش۔ ملاقاتیون کے ساتھ اخلاق الفصال مقدمہ مین بے طرفداری۔ وقت پر کچہری آنا۔ کام سے جی نہ چرانا۔ روزکا روزکام ختم کرڈالنا۔ اہالی مقدمہ کو حیران نہ کرنا۔ اپنے پچھلے دوستون کو یاد رکھنا محسنون کو فراموش نہ کرنا۔ حق ہمسائیگی ادا کرنا۔ بڑون کا ادب کرنا چھوٹون سے محبت کرنا۔ لوگون سے بہ تواضع پیش آنا۔ اگر یوہین ہم لکھتے چلے جائین تو دفترہوجائے اور

یہ مضمون ختم نہ ہو۔ غرضکہ سیکڑون ہزارون ڈیوٹیان اسکے متعلق ہین۔

ایک پرانے زمانے کے حاکم کی نقل ہے۔ وہ بدرجہ غایت غیر متدین اور اپنے کارمنصبی مین کاہل وجود تھا۔ رعایا سخت نالان تھی۔ ملازمت سرکاری مین تو آنکی یہ حالت تھی اور خانگی معاملات مین اسدرجہ رحم آپ کے مزاج مین تھا کہ جب چیونٹیان سوراخون سے نکلتی تھین تو یہ آنٹا اپنے ہاتھ سے اُنپر چھڑکتے پھرتے تھے۔ صبح شام گھڑی دو گھڑی آپ کا یہی مشغلہ ہوتا تھا۔ کبھی کبھی آنٹے کی گولیان بنا کر تالاب کی مچھلیون کو کھلانے چلے جاتے تھے۔ اپنے نزدیک تو وہ بڑا کام کرتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ بعض بے دانشون کے نزدیک ممدوح بھی ہون لیکن اہل خرد انکو مالیخولیا مین مبتلا سمجھتے تھے۔ کیون ؟۔ اسلیے کہ جو سب سے اہم ڈیوٹی انکے متعلق تھی اُسکی پروا انکو کچھ نہ تھی اور چھوٹی ڈیوٹیون مین جنکے ڈیوٹی ہونے مین بھی کلام ہوسکتا ہے انکو اسقدر انہماک تھا۔ انسان کو اتنا وقت نہین ملتا کہ وہ اپنی تمام ڈیوٹیون کو پورے طور پر انجام دے سکے اور اسلیے ضرور ہے کہ وہ اپنی اہم ڈیوٹیون کا انتخاب کرے اور اُسکی بجا آوری مین منہمک رہے جس شخص مین اس انتخاب کی پوری قابلیت ہو وہی نوع انسانی کا مایہ ناز ہو۔ مسلمان اپنے زمانہ ترقی مین اپنے کارمنصبی کے سمجھنے مین آپ اپنی نظیر تھے۔ اور یہی امر اُنکو تمام عالم پر ہر امر مین غالب رکھتا تھا۔ اب بھی کوئی سیکھنا چاہے تو پورا سبق شرع محمدی ہی مین ملیگا۔

فصل ۱۲ دوازدہم

الرفیق ثم الطریق

اس مقولہ کا منشاء یہ ہے کہ کوئی کام کرنا ہو تو پہلے اُس ڈھب کا آدمی ڈھونڈھ لو

راہ چلو توسامان سفر کے پہلے راہ کے ساتھی کا بندوبست کرو۔ کوئی تجارت
یا کوئی کاروبار کرنا ہو تو سب کے پہلے اُس کام کے لایق کسی ہوشیار گماشتہ کا بندوبست
کرو۔ زمینداری کا شوق ہو اور زمینداری سے فائدہ اُٹھانا چاہو تو زمینداری کے
لیے روپیہ نکالنے سے پیشتر ایسے کارندہ کی تلاش کرو جو رعایا کے طرز تمدن سے
واقف ہو۔ رعایا سے لگان وصول کرنے اور اُنکو راضی رکھنے کے طریقہ جانتا ہو۔ سیر
اور اُسکے متعلق تمام امور کے انجام دینے کی قابلیت رکھتا ہو۔ وکالت کا پیشہ کرنا ہی
تو واقف کار محرر کی ضرورت اُسیقدر تسلیم کرو جتنی مفصلہ بالا کامون مین گماشتے اور
کارندے تمکو اہم تبلائے گئے ہین۔ کچھ اچھے کامون کی تخصیص نہین۔ برے کام مین
بھی جب تک تمھارا ساتھی ہوشیار نہین ہے رونق نہ ہوگی۔ چور چوری مین راہزن
رہزنی مین۔ ڈاکو ڈاکہ زنی مین اُسی وقت پورے طور سے کامیاب ہوگا اور اُسکے
نام کو اُسی وقت شہرت ہوگی جب جان نثار اور ہمت والے ساتھیون سے سابقہ
پڑے گا۔ سکندر۔ جولیس سیزر۔ تیمور۔ نپولین بونا پارٹ۔ نادرشاہ۔ ان سلاطین
کے کارنامے پڑھیے تو اچھا ہوتا ہے۔ کیا انہین کوئی خاصیت ایسی تھی جو دوسرے
انسان مین ممکن نہین۔ نہین یہ کوئی عجیب الخلقت نہ تھے۔ ہان آپ ایسے آدمی
تھے کہ بہی قدر ہمت اور استقلال کے ساتھ شجاعت کی صفت بڑھی ہوئی تھی مگر اتنی
کہ وہ اُنکو ہم سے الگ کردے۔ مگر اتفاقات اُنکے مساعد ہوتے گئے اور وہ بڑھتے
گئے۔ اور بڑا اتفاق تو ہم یہی سمجھین گے اور ہر ذی فہم ایسا ہی سمجھتا ہے کہ اِن لوگونکو
اچھے اچھے بہادر اور تجربہ کار ساتھی ملے اور اُنھون نے اُنکی بدولت اپنی شہرت کا
جھنڈا آسمان پر جا گاڑا۔ دُنیا مین ہم اُسکو بڑا خوش نصیب سمجھتے ہین جو کوئی کام کرنا چاہے

اور اُس کام کے لایق اُسے آدمی ملجائے۔ اور نہایت بدبخت وہ شخص ہے جو کسی ایسے کام کا منصوبہ کرے جس سے اُسکے ساتھیون کی طبعیت مناسب نہو یا مناسب طبیعتون کے ساتھی اُسے میئسر نہ آئین۔ لوگ سمجھتے ہین کہ دنیا مین سب سے زیادہ بکارآمد چیز زر ہے۔کسی کا شعر ہے۔

اے زر تو خدا نئی ولیکن بخدا ستّار عیوب قاضی الحاجاتی

لیکن ہمارے نزدیک زر کو آدمی سے کوئی نسبت نہین ہی سب سے زیادہ قیمتی چیز دنیا مین آدمی کی ذات ہے جب کسی کو کام کا آدمی ہاتھ آیا اسکو سمجھنا چاہیے کہ بڑی نعمت ملی۔آدمی کوئی بے کام نہین آدمی سب کام کے ہین۔ لیکن ہم کسی آدمی کو اپنے کام کا اُسی وقت کہین گے جب وہ ہماری مدد اُس کام مین کرسکے جو ہمارا مرکوز خاطر ہے۔ اگر ہم مہاجنی پیشہ کرتے ہین اور ساتھی ہمین ملا چورون کا سردار تو ہمارا دیوالہ نکلا دھرا ہے۔ ہم نے چوری کا پیشہ کیا اور ہمکو ساتھی ملا ایک راستباز خداترس تو سمجھیے کہ اپنے ساتھ وہ ہمین بھی جیل خانہ لیجائیگا ہم چاہتے ہین کہ رہزنی اپنا پیشہ ٹھہرائین اور ساتھی ہمارے بزدل اور ناتجربہ کار ہین تو سمجھیے ہم دھرے بیٹھے ہین۔آج کل ترقی کے بے انتہا وسایل اور بعید ذرایع ہمارے سامنے ہین۔ نیا نیا علم اور نیا نیا شوق طبیعتون مین تقلید کا مادہ ناعاقبت اندیشی ہمارے خمیر مین۔ ہر کام کرنے کو ہم سب کے پہلے طیار ہوتے ہین۔لیکن یہ نہین جانتے کہ ہم اسے کربھی سکتے ہین "ہر کارے و ہر مردے" اگر ہمارے کرنے کا کام نہین ہی تو کم سے کم ہمین اتنا تو سوچ لینا چاہیے کہ اس کام سے مناسبت رکھنے والے پہلے ڈھونڈھ لیے جائین۔ پہلے نوابی عملداری

مین دو قسم کے لُوٹیرے تھے۔ ایک تو وہ جو جنگلون کے قریب رہکر راہزنی کرتے تھے اور دوسرے لکھے پڑھون کی جماعت جو آجلے ٹھگون سے موسوم تھی۔ آخرالذکر اکثر شاہی عہدون یا شاہی ملازمون کا سہارا ڈھونڈھ کر اپنا رنگ جماتے تھے اور باستثناء چند مذہبی طلبار کے عموماً تمام لکھے پڑھے لوگ اسی گروہ مین داخل تھے اور قطع الطریقی اپنے لکھنے پڑھنے کی غائت جانتے تھے۔ اب نئے خیالات اور نئی تعلیم سنے بہت کچھ اس بارہ مین اصلاح کی اور کرتی جاتی ہے اب لوگون کے نزدیک یہ بات ذہن نشین ہوتی جاتی ہے کہ لکھنے پڑھنے کی یہ غائت کہ دوات قلم لیکر کسی کچہری کا سہارا پکڑ لیا اور جھوٹ سچ مکر و فریب سے دلو پیسہ شام کو گھر لائے ناپسندیدہ بات ہے۔ اب طلبار مدرسہ نئے نئے منصوبے باندھتے ہین۔ تجارت ایک نہایت وسیع شاخ ہے اُسکے مختلف شعبون پر غور کرتے ہین۔ نئے نئے کارخانون کے اجرا اور حرفت و صنعت مین ترقی دینے کا منصوبہ باندھتے ہین اگر زمانہ نامساعدت نہ کرے اور ناتجربہ کاریون سے نقصان کی صورتین پیدا نہون تو نہ معلوم یہ نو تعلیم یافتہ کیا کچھ نہ کر ڈالین۔ ایسی حالت مین ہم اپنے ہونہار نوجوانون کے سامنے نہایت اُمید کے ساتھ عربون کا پورا مقولہ پیش کرنا اپنا انسانی فرض سمجھتے ہین اور اسلیے ہم اس مضمون کو اُسی مقولہ پر ختم کرتے ہین جسپر ابتدا کی تھی۔ "الرفیق ثم الطریق"

فصل ۱۳ سیزدہم

قومی امتیاز

قومی امتیاز ہندؤن کے ساتھ مختص نہین ہے۔ ہر قوم مین اسکا وجود کم و بیش

پایا جاتا ہے - ہان صورتین مختلف ہوتی ہین - اس اختلاف صورت کی وجہ سے جتنا چاہو ہندوؤن پر الزام رکھو - لیکن فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ ہندوؤن کا جو اعتراض تم پر ہے وہ صحیح ہے یا تم جو الزام ہندوؤن پر عاید کرتے ہو وہ زیادہ باوقعت ہے -

فاتح و مفتوح مین قومی تفرقہ اور اُسکے ساتھ قومی امتیاز لازم ہے - ہندوستان کے قدیم فاتح آریہ (برہمن چھتّری) لوگون نے جو سلوک اصل باشندگان ہند کے ساتھ کیا وہ ظاہر ہے - لیکن مسلمان کسی طرح ان آریون کو قابل الزام نہین ٹھہرا سکتے - جب انھون نے خود اپنے لیے اس الزام کو قایم رکھا اور اس طرح کہ اپنے مذہبی مسئلہ کو بھی بدل ڈالا - سَو مین ننانوے مسلمان ہند کے ایسے ہین جو برہمن اور چھتّری کی چھوی ہوئی چیزون کو تو کھاتے ہین - لیکن اُن لوگون کی چھوی ہوئی چیزونکو نہین کھاتے جنسے برہمنون اور چھتّریون کو نفرت ہے - حالانکہ جن مسلمانون کے نزدیک غیر موحدون کا چھوا ہوا کھانا کھانا روا ہے اور زیادہ تر مسلمان اسی عقیدے رکھتے ہین - انکے نزدیک مذہب کے رو سے اس بارہ مین تمام غیر موحدون کا درجہ مساوی ہے وہ برہمن ہون یا چمار ہون -

عرب اپنی ابتدائی فتوحات مین دوسری قومون کو عجمی کہتے تھے - یہ عجمی کا لفظ ابتدا مین ویسا ہی سمجھا جاتا تھا جیسا انگریز ہندوستانیون کے لیے نیٹو کا لفظ استعمال کرتے ہین - مسلمانون مین کلمہ پڑھنے کے بعد غیر قوم کے ساتھ جو درجہ اخوت کا قایم ہوجاتا ہے اُسکی نظیر دوسری قوم اور مذہب مین ملنا مشکل ہے اور عام طور پر یہی کہا اور سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانون نے اپنے مسلمان بھائیون مین قومی امتیاز کا کبھی

خیال نہین کیا۔ لیکن پھر بھی دلون کی کیفیت کو کیا کیا جائے۔ مکہ اور مدینہ کے باشندے جو پیغمبر خدا کے وقت مین مسلمان ہو گئے تھے اُنکو عرب کے دوسرے مسلمانون پر ضرور ایک خصوصیت تھی۔ خود انھین بھی اہل بیت کا درجہ ضرور بڑا سمجھا جاتا ہے۔ یہ خصوصیت نسلون مین بھی منتقل ہوئی۔ مسلمانون مین پہلے اہل بیت اُسکے بعد مکہ اور مدینہ کے باشندے پھر عرب کے عام باشندون کا درجہ ہے۔ اسکے بعد اُن لوگون کا درجہ ہے جنکو عربون نے اسلام کی تعلیم دی۔ جہانتک عرب۔ ایران اور مصر کو تعلق ہے اِن مدارج پر بہت کم لحاظ ہوتا تھا اور ہوتا ہے۔ لیکن ہندوستان مین اس اختلاف نے بہت زیادہ رونق پکڑی۔ ہندؤن کی طرح برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر کے سے درجے تو نہین قایم ہوئے۔ لیکن پھر بھی مسلمانون کی اعلی قوم کے چار درجے قرار پائے۔ شیخ سید۔ مغل۔ پٹھان۔ عرب کے لوگ عموماً شیخ کہلاتے ہین۔ اور مغل ایک قوم ہے جسکو سلطنت مغلیہ کے نام سے بخوبی سمجھ سکتے ہین۔ اسکے بعد پٹھانون کا درجہ ہے جو افغانستان اور افغانستان کے گرد و نواح سے ہندوستان مین آئے یہ مدارج باعتبار اُس قوت کے نہین قایم ہوئے جو اِن قومون کو ہندوستان مین حاصل تھے۔ بلکہ باعتبار مدارج اسلام کے یہ درجے قایم ہوئے تھے۔ اہل عرب اس وجہ سے قابل تعظیم ضرور تھے۔ کہ اسلام کا سچا نقشہ اُسیوقت تک قایم رہا۔ جب تک یہ عربون کے ہاتھ مین تھا۔

ہندوستان مین شیخون کی سلطنت شاید کبھی نہین ہوئی۔ مغلون اور پٹھانون کی سلطنت عرصہ تک رہی۔ لیکن شیخون کا درجہ اِن بادشاہون اور ارا کین سلطنت کے

دربار مین مذہبی رعایت سے ویسا ہی تھا جیسا ہندؤن کے راج دربار مین برہمنون کا۔ شیخ کوئی قوم نہین ہے بلکہ ایک تعظیم کا لفظ ہے جو نام کے قبل عرب مین اسی طرح استعمال کیا جاتا ہی جیسا کہ مسٹر۔ یا سر کا لفظ انگریزی مین۔ معلوم نہین کہ ہندستان مین قوم کو اس لفظ سے کیون تعبیر کرنے لگے۔ زمانہ موجودہ مین شیخ کا لفظ جن معنون مین استعمال کیا جاتا ہے یہان اُسکی تصریح کی ضرورت نہین ہی خلاصہ یہ ہی کہ ہندؤن کی دیکھا دیکھی مسلمانون نے بھی ایک طور پر اپنی قوم کو ہندوستان مین تقسیم کیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ قومی امتیاز کے مٹانے اور اخوت اسلامی کے قایم کرنے کو اسلام اُترا تھا۔ یہ غلط ہے کہ انگریزون مین قومی امتیاز نہین ہے۔ جتنا ہندوستان مین یہ قومی امتیاز کا لحاظ رکھتے ہین وہ مسلمانون اور ہندؤن کے خیال سے بھی بعض امور مین بڑھا ہوا ہے۔ انکے یہان بھی تین درجے قایم ہوگئے ہین۔ یورپین۔ یورشین۔ نیٹو کرسچین (دیسی عیسائی) یورپین لوگ یورشین سے بھی بالکل علیحدہ رہنا چاہتے ہین۔ یورشین گویا بین بین مین ہین۔ نیٹو کرسچین کے ساتھ جہان تک ہمکو واقفیت اور تجربہ ہے کسی کام مین یورپین شرکت پسند نہین کرتے۔ طرز تمدن سے بالکل یہ نہین معلوم ہوتا کہ انمین مذہبی اخوت ہے۔ مسلمانون مین ایک ادنی درجہ کا شخص مسلمان ہونے پر جو درجہ حاصل کر سکتا ہے وہ بڑے سے بڑا نیٹو عیسائی ہو کر عیسائیون مین حاصل نہین کر سکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ہر شخص اپنے کو دوسرون سے اچھا سمجھتا ہے ویسے ہی ہر قوم اپنے کو دوسری قوم سے اچھا سمجھنے کی خواہش رکھتی ہے اور جب اُس خواہش کے ساتھ تائید غیبی شامل ہوئی تو قومی نخوت پیدا ہوئے بغیر نہین رہتی۔ اسی قومی نخوت کا نام ہی قومی امتیاز جو

مختلف حالتون مین مختلف طور پر ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

اسلام کا بھی ایک زمانہ تھا اور مدت تک وہ زمانہ قایم رہا۔ تمام دنیا مین انکی عظمت تسلیم کیجاتی تھی لیکن قومی امتیاز کو وہ ہمیشہ برا سمجھتے تھے اور یہی ایک دنیا مین ایسی قوم ہوئی ہے جس نے اپنی ترقی کے زمانہ مین اسکا قایم رکھنا کیسا اسکے مٹانے کی فکر کی ہے۔

عرب زمانہ جاہلیت مین بھی خود کو دنیا کی تمام قومون سے شریف تر سمجھتے تھے اور اس بارے مین وہ بہت سخت تھے۔ اسلام نے جو انکا درجہ بڑھایا تو انکو اور تیز ہونا تھا لیکن یہ تعجبات اسلام سے ہے کہ بجاے تیز ہونے کے وہ اور نرم ہوتے گئے۔ غیر قوم کے ساتھ وہ اپنی لڑکی زمانہ جاہلیت مین بیاہتے نہ تھے۔ پیغمبر خدا نے اول اول خود اپنی پھوپھی زاد بہن کی شادی زید ابن حارثہ سے کی اور یہ امر اتنا مہتم بالشان قرار پایا کہ قرآن مین بھی اسکا تذکرہ آیا۔ قریش شروع شروع اسپر معترض ہوئے لیکن جب آنحضرت نے سمجھا دیا کہ اسلام مسلمانون مین اس امتیاز کا مٹانے والا ہے تو وہ سب کے سب چپکے ہو رہے اسکے بعد پیغمبر خدا کی نسل مین مفتوحہ قوم کی لڑکیان بیاہ کے ذریعہ سے داخل ہوئین اور اکثر ائمہ الطاہرین کی نسل سے پیدا ہوئے۔ خلفاے بغداد نے بارہا اپنی لڑکیان نومسلمون سے بیاہین اور جب تک مسلمانون کی ترقی کا زمانہ تھا اس قومی امتیاز کا مٹانا اور تمام مسلمانون کے ساتھ اخوت اسلامی کا مساوی درجہ پر قایم رکھنا وہ قومی شعار اور اپنی ترقیون کا سبب سمجھتے تھے۔ شاہان ہند کے اچھے دنون مین بھی اسکی تقلید ہوتی رہی۔ غلام بادشاہون کے سلسلہ مین جتنے بادشاہ ہوئے انہین سے

اکثر سابق بادشاہ کے داماد تھے۔ بہت سی مثالین ایسی ہین کہ مسلمان بیاہ شادی مین صرف کفو کا خیال رکھتے تھے اور وہ بھی لازمی طور پر نہین۔ غیر کفو مین بھی نکاح ہوجاتا تو وہ بھی جائز تھا۔ کفو کے معنی صرف مساوات کے تھے یعنے طرز زندگی اور طریقۂ بود و باش مین عورت اور مرد کا مساوی درجہ ہونا اُنکی آیندہ بہبود اور خیالات کے مساوات کے لیے مناسب سمجھا جاتا تھا۔ اب جو دستور مسلمانون مین جاری ہے کہ پہلے ہڈی دیکھتے ہین اسکے بعد تمول۔ علم اور اخلاق پر نظر ڈالتے ہی نہین یہ زمانہ حال کا دستور ہے زمانہ عروج مین اسکی مثال نہین ملتی۔

کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے مین کسی قسم کا قومی امتیاز نہ مسلمانون مین پہلے تھا اور نہ اب ہے۔ کلمہ پڑھنے یعنے اخوت اسلامی قایم ہوتے ہی نومسلم تمام امور مین جہانتک اُنکو قومی امتیاز سے تعلق ہے حقیقی بھائی کے برابر ہو جاتے ہین۔ اسلام کے پھیلانے مین اس صفت نے بڑی مدد دی تھی اور اب بھی اس سے بڑی مدد ملتی ہے اگر کوئی تبدیل مذہب کرنا چاہے تو سب سے زاید سہولت اُسکو اسلام اختیار کرنے مین حاصل ہوتی ہے۔ چین اور افریقہ مین جہان حکومت اسلامی نہین ہے لیکن اسلام کو روز بروز ترقی ہے۔ اس اخوت اسلامی کے اصول سے بڑی مدد ملتی ہے اور عیسائی مورخ اسکو حیرت اور پسند کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔

فصل چہاردہم

بخل اور اسراف

تعجب ہے کہ فرط فیاضی یا غائت سخاوت کو بھی لوگ بخل کہتے ہین۔ آدمی

جو کچھ پیدا کرے اُسے خود کھائے اور اپنے اعزہ کو نہ دے وہ بیشک بخیل ہے
خود بھی نہ کھائے تو اُس سے بڑھ کر بخیل ہے۔ خود کھائے اور دوسرون کو بھی
کھلائے یہ سخاوت ہے۔ خود نہ کھائے اور دوسرون کو کھلائے یہ غایت فیاضی
ہے۔ اب اگر کوئی اس سے بھی ترقی کر جائے یعنے نہ خود کھائے اور نہ دوسرون
کو اپنی آنکھ کے سامنے کھلا کر لطف حاصل کرے بلکہ دوسرون کے لیے اس طرح
دولت جمع کر جائے کہ وہ اسکے مرنے پر متصرف ہون یعنے اُس لطف سے بھی
اپنے کو محروم رکھے جو اہل سخا کو احسان کرتے وقت حاصل ہوتا ہے تو اس
ایثار یا فیاضی کو بخل سے تعبیر کرین گے یا سخاوت سے؟ سوال نہایت ٹیڑھا ہی
عام طور پر ایسا شخص بُرا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن گفتگو یہ ہے کہ ایسے بے نفس شخص
کو جو تمام عمر دوسرون کے لیے مزدور بنا رہا بجاے اصلح الصالحین کہنے
کے لوگ ابخل البخلا کیون کہتے ہین؟ ایسا شخص بُرا ضرور ہے لیکن ہرگز ہرگز
بخیل نہین ہے۔ اسکو بخیل نہ کہو۔ بدترین خلایق کہو۔ کس صفت سے یہ ایسے
ذلیل درجے مین قایم ہوا؟۔ یا کس اخلاقی بُرائی مین اسکا فعل داخل ہوا؟۔ اسکا
جواب آیندہ سطرون مین ہے۔ ہم اسکو بخل سے نکال کر اسراف مین داخل کرتے
ہین اور بجاے بخیل کے اسے مسرف ثابت کرتے ہین۔

ضرورت سے زیادہ کسی چیز کا صرف کرنا اسراف ہے۔ مسلمانون کے مذہب مین
اسراف بہت مذموم ہے۔ خدا نے بندون کو اپنی نعمتون کا محتاج بنایا اور نعمتین
اسلیے پیدا کین کہ بندون کی ضرورتین اُنسے رفع ہون۔ اگر ایک شخص ضرورت سے
زیادہ نعمت اپنے صرف مین لائے تو وہ گویا بقدر غیر ضروری صرف کے دوسرون کی

حق تلفی کرتا ہے۔ مثلاً ایک قافلہ مین چار مشک پانی ہے اور سو آدمیون کو دن بھر
اسی سے اپنا خشک گلا تر کرنا ہے۔ مالک قافلہ کو غسل کی احتیاج ہوئی۔ دو چار لوٹہ
پانی اسکے نہانے کو کافی ہے۔ اب بجاے دو چار لوٹہ پانی کے تمام مشک وہ نہانے
مین خالی کردے تو کوئی اسکا ہاتھ پکڑنے والا نہین ہے۔ لیکن ایسا کرنے سے اسکو
کوئی حظ نہین ملے گا اور دن بھر قافلے والے پیاس سے بیچین رہین گے۔ کوئی
تعزیری قانون ایسا نہین ہے جو نہانے مین زیادہ پانی صرف کرنے کو روکے۔
لیکن اخلاقی قانون اس صرف بیجا کو اسراف بتاتا ہے اور سخت مذموم ٹھہراتا ہے۔
اسی طرح جاڑون کے موسم مین کوئی امیر دو چار یا پنچ کمل بچھانے کی جگہ پر ہزار
کمل تہ بہ تہ بچھا کر اسپر آرام کرے اور ایسا کرنے سے مال کا جمع کرنا مقصود نہ ہو تو یہ
فعل عبث بھی داخل اسراف ہے یعنے محلہ بھر کے لیے جسقدر کملون کی ضرورت
تھی اُتنے کمل تنہا ایک شخص نے بلا ضرورت اپنے صرف مین رکھ کر گویا تمام محلہ والون
کے حقوق پر ایک گونہ تصرف بیجا کیا۔ لیکن تصرف بیجا کا الزام صریح طور پر عاید نہین
ہوتا اسلیے اخلاق نے کہا اسے متصرف بیجا نہ کہو مسرف کہو۔
ایک شخص کی عادت ہے کہ رات کو وہ تمام کمرون مین بے وجہ سیکڑون لمپ
روشن رکھتا ہے۔ یہان تک کہ وہ کمرے مین جا کر سو رہتا ہے جب بھی تمام کمرون مین
سیرون تیل پھُکا کرتا ہے۔ اس بیہودہ حرکت کو کس مد مین داخل کرین گے؟
اسراف مین۔

اسلیے کو روز روشن شمع کافوری نہد زود بینی کش بشب روغن نباشد در چراغ

محض اسلیے نہین کہ کل خود اُسکے پاس مال نہ ہوگا تو اسکو تکلیف ہوگی۔ بلکہ اسلیے بھی

باری تعالی نے اپنے بندون کی آسایش کے لیے جو نعمتین پیدا کی ہین اُنکا
بے ضرورت صرف کرنے والا نعمتون کی قدر نہین کرتا کفران نعمت کرتا ہے۔
مفصلۂ بالا مثالین اس امر کے سمجھانے کو کافی ہین کہ کسی شی کو ضرورت سے
زیادہ صرف کرنا یا بے محل صرف کرنا اسراف کہلاتا ہے۔

اب جس نے دولت اسلیے رکھ چھوڑی کہ اُسکے مرنے پر دوسرون کے
کام آئے وہ دولت کو بے محل صرف کرتا ہے اور اسلیے ضرور مسرف ہے۔
رکھنے والا تو اسلیے نہین رکھتا کہ دوسرے صرف کرین لیکن نتیجہ پر نظر ڈال کر یہی
کہا جاتا ہے کہ وہ دوسرون کے لیے جمع کرتا ہے۔ جمع کرنے والے کا خیال تو
یہ ہوتا ہے کہ مین ہمیشہ زندہ رہونگا اور مین پیدا اسلیے کیا گیا ہون کہ دولت
جمع کرتا رہون۔ وہ سعدی کے مقولہ کو کہ "مال برائے آسایش عمر است نہ عمر
ازبرائے گرد کردن مال" کو نہایت ہی حقارت سے سُنتا ہے۔ جیتے جی اپنے
اور اپنے تمام متعلقین کے حقوق کو پامال کرکے مار گنج کی طرح خزانہ کی حفاظت
کرتا ہے اور مرتے دم اپنے ورثا کو اجازت دے جاتا ہے کہ "مال مفت دل
بے رحم" وہ خوب دولت اُڑائین۔ اور بجائے شکرگزار ہونے کے صبح و شام
مرنے والے کی بُرائیان کیا کرین۔

"برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر" جو لوگ آنکھ بند کرکے زمین مین روپیہ
گاڑتے جاتے ہین یا کسی اور طریقے سے دولت اس طرح بڑھاتے ہین کہ
محض جمع کرنا مقصود ہوتا ہے خرچ کرنا مدنظر نہین ہوتا۔ تکلیف سے بسر کرتے
ہین بھوکون مرتے ہین۔ اپنے متعلقین کو بھوکا رکھتے ہین۔ دن رات دولت

بڑھنے کی دعائین کرتے ہین - ایسے اشخاص بدنصیب ہین - مالدار نہین ہین - مفلس ہین - غنی نہین ہین - فقیر ہین - معزز نہین ہین ذلیل ہین -

لیکن اسکے ساتھ ہی مسرف بخیل سے بھی زیادہ بُرا ہے - بخیل صرف اپنے یا اپنے یگانون کے لیے بُرا ہے - مسرف اپنے اور اپنے یگانون کے لیے تو بُرا ہے ہی تمام دنیا کے لیے بھی بُرا ہے - اسراف کے ساتھ دنیا جہان کی بُرائیان لازم ہین - مال کے بیموقع صرف کرنے سے کفران نعمت ہی کا الزام مسرف پر عاید نہین ہوتا بلکہ وہ عملی طور پر چوری کرنے - جھوٹ بولنے - دغا دینے - فریب کرنے پر بھی مجبور رہتا ہے - جو شخص اپنے مال کی قدر نہین کرتا دوسرون کے مال کی بھی قدر نہین کرتا - جو اپنی دولت کو مٹی سمجھتا ہے وہ دوسرون کے مال کو بھی مٹی سمجھتا ہے - اور دوسرون کی چیزین لینے مین اُسے اتنا بھی دریغ نہین ہوتا جتنا مٹی کے ڈھیلے اُٹھانے مین پرہیزگارون کو ہوا کرتا ہے - "اللہ مسرفون کو ہرگز پسند نہین کرتا"[۵۱] اس سے زیادہ اور کیا مذمت مسرفون کی ہو سکتی ہے -

قرآن مین اسکے متعلق نہایت ہی معتدل حکم حکمتون سے بھرا ہوا منصوص ہے "وہ خرچ کرنے والے فضول خرچی نکرین اور نہ بہت تنگدستی کرین - انکا خرچ دونون کے بین بین مین ہو"[۵۲]

فصل[۱۵] پانزدہم

حسن پرستی

حسن پرستی کے معنی ہون اچھی چیزون کا پسند کرنا تو کیا کہنا - کپڑے صاف ہون - گھر

---

[۵۱] انہ لا یحب المسرفین - (سورہ انعام رکوع ۱۷)-

[۵۲] والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما (سورہ فرقان رکوع ۶)-

صاف ہون - ملنے والے اچھے ہون - جوتے پر گرد نہ ہو - بال صاف ہون - چمن کا شوق ہو - پھولون سے رغبت ہو - مکان کی چیزین ترتیب سے رکھی ہوئی ہون - جنکو یہ دھن ہے اُنکے اوقات اچھے ہین اور اخلاق اچھے ہین - لوگ عزت کی نظرون سے اُنکو دیکھتے ہین اور وہ بھی فی الجملہ دنیا ایسی دارالحزن مین خوش رہ سکتے ہین - اور اگر حسن پرستی سے خوبصورت عورتون کا نظارہ مراد ہے تو اسکا شیدا ہمیشہ غیر مطمئن رہتا ہے اور سب کی نظرون مین ذلیل رہیگا - یہ نہایت بُری چاٹ ہے - خدا اس سے بچائے - جسکو اسکا خبط ہوا وہ دین اور دنیا دونون سے گیا -

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم - نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے
گئی دونون جہان کے کام سے ہم - نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

یہ شعر شاعرون کی معمولی بڑ ہے اور اس موقع پر خوب چسپان بھی نہین ہے - لیکن یہان اس غرض سے نقل کیا کہ شاعر کچھ نہ سہی حسن پرستی کے تو اُستاد ہوتے ہین - گویا اُستاد فن لکھتا ہے کہ حسن پرستی مین وصال صنم تو ہوتا نہین - خدا البتہ کھو جاتا ہے - صنم سے مراد ہے محبوب مرغوب اور خدا سے مجازاً اشارہ ہے خلاق حسنہ کی طرف تو معنی یہ ہوئے کہ تمام اخلاق حسنہ تو خاک مین مل گئے - لیکن کوئی صورت قابل اطمینان نظر نہین آئی -

یہ مضمون اور وضاحت سے یون ذہن نشین ہو سکتا ہے کہ عورتین ہی الوان قسم حسین نہین ہین - صرف یہ ہی نہین کہ پھول کے غنچے - درخت کی نئی نئی پتیان بعض جانورونکے چھوٹے بچے عورتون سے حسین تر ہین - بلکہ اپنی نوع مین بھی

مردون سے عورتین حسن مین گری ہوئی ہین۔ ماءالشباب کی گلگاری ایک جدا شی ہے۔ جوانی سے اُترنے پر دو ہمسن مرد و عورت کا مقابلہ کیا جائے تو مرد بدرجہا عورتون سے حسن مین بڑھے ہوئے نظر آئینگے۔ آخری عمر کو لیجیے۔ کوئی ساٹھ برس کا بڈھا ہو جسکی ڈاڑھی اور سر کے سفید بال چمکتے ہون ڈاڑھی مُنقطع ہو۔ پیشانی پر بزرگی کا نور ہو۔ تو اُسکی باتین سُنکر یا اُسکا چہرہ دیکھ کر لطف آجاتا ہے۔ لیکن اسی سن کی کوئی عورت کسی طرح اس مرد کے حسن کا پاسنگ بھی نہین ہو سکتی۔ ہر گھر مین اسکا تجربہ ہو سکتا ہے۔ ساٹھ سال کا بھائی اپنی پنجاہ سالہ بہن سے دگو یہ کیسی ہی سڈول اور وہ بیڈول ہو خوشنما معلوم ہوگا۔ جانورون مین بھی عموماً نر مادہ سے خوشنما ہوتا ہے۔ چرند پرند۔ بحری۔ بری۔ صحرائی۔ کوہی جتنے جاندار ہین سب مین بلا استثنار نر مادہ سے حسین نظر آتا ہے۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے۔ یہ بات مانی ہوئی ہے کہ تمام مخلوقات مین نر بہ نسبت مادہ کے حسین تر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ علم نباتات جاننے والے جو درختون اور پودون مین نر اور مادہ کا امتیاز کر سکتے ہین اس کلیہ کو بھی بطور قانون قدرت کے مشاہدہ کرتے ہین۔ اب معلوم ہوا کہ عورتون کا حسین نظر آنا محض نظر کا دھوکا کھانا ہے اور اس فریب دہی مین قانون قدرت کی مشاطہ گری قابل حیرت ہے۔ ماءالشباب کی دلفریبی عورتون کی طرف اور بیتابی دل مردون کی طرف یہ دو بلائین قانون قدرت کا اشارہ پاکر اسدرجہ تخریب انسانی کی درپے ہوتی ہین کہ خدا کی پناہ۔ عقل ہی ایک شی ہے جو اسوقت انکا مقابلہ کر سکتی ہے اور جسکی مدد سے انسان اپنی شرافت قایم رکھ سکتا ہے۔ جب عورتون کے چہرہ

سے شباب کی خول اوتر جاتی ہے اُسوقت مردون کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس
غلط فہمی مین تھے۔
مار الشباب کی یہ کیفیت ہے کہ تمام عورتون مین یہ ایک وقت مساوی طور پر
فطرت سے عطا کیا جاتا ہے۔ اور اسکے قیام کا زمانہ بہت ہی تنگ اور محدود
ہوتا ہے۔ عالم شباب مین تمام عورتین ایک درجہ رکھتی ہین۔ شباب جانے پر
بادی النظر مین تفاوت مدارج پیدا ہوتا ہے لیکن جتنی چیزین کہ مردون کو فی الواقع
راستبازی کے ساتھ خوش رکھ سکتی ہین وہ پھر بھی قایم رہتی ہین۔ مار الشباب ایسی
بیکار اور خود غرض چیز کی پیروی مین عورتون کے دیگر اخلاق حسنہ کی قدر نکرنا ایک حد
تک بیدانشی ہے۔ مار الشباب کی ابلہ فریبیون پر نظر کرکے دانشمند کا یہ کام ہے کہ
اسکو ذلت کی نظر سے دیکھے۔ ایک عورت پر ہم آج جان دیتے ہین۔ اور جانتے
ہین کہ کل یقیناً مار الشباب اسکا ساتھ چھوڑ دے گا تو ہم بھی نظر پھیر لین گے۔ آج ہم جسکے
لیے مٹے جاتے ہین کل بے حمیتی کا پتھر دل پر رکھ کر اسدرجہ کو اُس سے کنارہ کشی
کرین گے کہ نام سے نفرت اور صورت سے وحشت پیدا ہوگی۔
مار الشباب کے ساتھ بھی یہ جھگڑا ہے کہ کسی کی آنکھ نے ہمکو بیقرار کرکے اُس تک
پہونچایا تو پھر گندہ دہنی نے ہمکو بھگایا کسی کے تبسم پر ہم جان و دل فدا کر رہے
تھے لیکن جب دیکھا کہ وہ تبسم ہمارے ساتھ مختص نہین ہے تو بے انتہا کشیدگی
پیدا ہوئی۔ آنکھون نے تو ہمکو بُلایا۔ لیکن قریب جانے پر دانتون کی ناہمواری اور
سلسلہ سخن کی بے ترتیبی نے پھر ہمکو بھگایا۔ کبھی ظاہری حُسن سب پر بالا نظر آتا ہے اور
کبھی عصمت سب سے بڑی صفت معلوم ہوتی ہے۔ بہت سی مثالین ایسی ہین کہ

آوارہ مزاج حضرات مختلف وجوہ سے اپنی بیبیون کو کبھی ایک نظر بھی نہین دیکھتے تھے۔ کتے۔ بلی یا اور گھر کے پلے ہوئے جانورون سے تو کبھی ملتفت بھی ہوتے تھے۔ بی بی کا درجہ اِن جانورون سے بھی کم تھا۔ بیبیان گویا جمادات سے بھی بدتر تھین۔ ستون خانہ سے بارہا تکیہ لگا کر بیٹھے ہونگے لیکن بی بی سے کبھی اتنی بھی قربت نہین ہوئی۔ ان ظالم مردون کے مرض الموت مین جو خدمتین اُنکی بیبیون نے انجام دین وہ نمونہ حیرت تھین۔ مہینون چارپائی کے نیچے کتّون کی طرح بیٹھی رہ گئین اور ستون خانہ کی طرح رات رات بھر سرہانے کھڑی رہین۔ مرنے والے نے خدا سے دعا کی کہ خداوندا میرے اعمال ایسے نہین ہین کہ میری نجات ہو اور جنت نصیب ہو لیکن اگر تو نکوکارون کے صدقہ مین مجھ ایسے ناپاک طینت کی خطائین معاف کر کے جنت دینا چاہے تو میری صرف یہ تمنا ہے کہ اُسمین بجاے بہت سی حورون کے صرف یہی ایک جان نثار بی بی مجکو ملے۔

اوپر کی تحریر سے معلوم ہوا کہ عورتین فی الواقع حسین نہین ہوتین۔ لیکن اگر وہ بظاہر حسین ہون یا ماء الشباب کی گلکاریون سے حسین معلوم ہون جب بھی حسن اخلاق حسن عادات وغیرہ بہت سے امور خارجی ایسے ہین جو حسن صورت سے کہین زیادہ قابل قدر ہین اور سب کا کسی ایک عورت مین جمع ہونا غیر ممکن نہین تو محال ضرور ہے۔ خدا اپنے تمام عطیات کسی ایک انسان مین ہرگز جمع نہین کرتا وہ بحصہ رسدی مساوات کے ساتھ تقسیم کرتا ہے۔ کسی کو ایک چیز دیتا ہے تو دوسرے کو دوسری چیز عطا کرتا ہے۔ اسقدر جاننے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خود کو شراب پینے یا افیون کھانے کا عادی بنانے سے بدرجہا بُرا ہے حسن پرستی کا خوگر کرنا۔ جنکو اسکی چاٹ ہے وہ کبھی

جو آپس مین ایک دوسرے کی حفاظت اور اعانت کرتے ہین - ان امور سے اُنکا تفوق چین کے اور ستوطن اقوام پر ثابت ہوتا ہے - باوجود اپنی ابتدائی حالت کے محض اس ہمدردی کی بدولت جو اُنھون نے نازک وقتون مین اپنے اختیار کردہ وطن کے ساتھ کی اور نیز اُس دینی اخوت کی وجہ سے جو اُنکے افراد مین ہے بہت کچھ اُنھون نے ترقی کی ہے برخلاف اس کے اور مذاہب خارجہ ہین جو چین مین آئے اور چلے گئے یا محض چند روز ٹھہرے"

آنحضرتؐ کی نسبت یورپین مورّخون نے حضرت علیؓ کی وساطت سے ایک قول نقل کرکے یون لکھا ہے کہ "حضرت کا قد مبارک میانہ تھا - سر مبارک بڑا اور ریش مبارک گھنی جسم کی کاٹھی سے قوّت اور توانائی نمودار تھی - چہرہ مبارک بھرا ہوا اور ارغوانی رنگ تھا - پیشانی اور ریش مبارک کے چند سفید بالون سے بمشکل آپ کے سن مبارک کا اندازہ ہوسکتا تھا - آپ کے خصائص روحانی نے آپ کو تمام عالم پر فوقیت دی ہے - کثرت عبادت نے آپ کو فضول کلام سے متنفّر کردیا تھا - اور آپ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے - چہرہ مبارک سے اعلی درجہ کی نیکی نمودار تھی اور مزاج مین بے حد خُلق اور انصاف تھا - اجنبی - دوست قوی اور ضعیف ہر ایک پر آپ کی نظر برابر تھی - مساکین کے ساتھ آپ کو خاص محبّت تھی اور جس طرح سے آپ غربا کو اُنکے افلاس کی وجہ سے ذلیل نہین سمجھتے تھے اُسی طرح امرا کی قدر اُنکے مال کی وجہ سے نہین کرتے تھے - آپ کو اپنے صحابہ اور ملاقاتیون کی اسقدر خاطر منظور تھی کہ صحابہ کو آپ کبھی سخت جواب نہ دیتے تھے - اور جو کوئی ملاقات کو آتا تھا اُسکی بات بے انتہا صبر و تحمّل کے ساتھ سُنتے تھے - اور جب تک وہ نہ اُٹھتا تھا خود کبھی اُٹھنے کا قصد نہ

فرماتے تھے اسی طرح جب کوئی حضرت سے مصافحہ کرتا تو آپ کبھی اپنا ہاتھ پہلے نہ کھینچتے۔ جب کوئی آپ سے کسی معاملہ مین گفتگو کرتا تب بھی آپ کی یہی عادت تھی کہ خود پہلے علیحدہ نہ ہوتے۔ آپ اکثر صحابہ کی ملاقات کو تشریف لیجاتے تھے اور اُنکی احوال پُرسی فرماتے تھے۔ آپ اپنی بکریون کو خود دوہتے تھے۔ زمین پر بیٹھتے تھے اور اپنے کپڑے اور نعلین اپنے دست مبارک سے سیتے تھے۔ اور پھر پہن لیتے تھے۔ آپ ہمیشہ مساکین کو اپنے پاس جمع کر لیتے تھے۔ اور یہ لوگ اہل الصفہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ بیچارے بے خان ومان عرب تھے جنکا نہ گھر تھا نہ ٹھکانا تھا۔ یہ راتونکو مسجد نبوی مین سورہتے تھے اور دن کو بھی وہین رہتے تھے۔ چونکہ مسجد کا پتھر اُنکا اوڑھنا بچھونا تھا اُنھین اہل الصفہ کہتے تھے۔ جسوقت حضرت کھانا کھاتے تو انمین سے دو ایک کو اپنے ساتھ کھلاتے اور باقی کو اپنے صحابہ پر تقسیم فرمادیتے تھے۔ تا کہ اُنھین وہان اذوقہ ملجائے۔

حضرت عمر کے قاصد نے جو تقریر شاہ ایران سے کی اُس سے بخوبی عیان ہے کہ ملک پر کیا احسان اسلام نے کیا وہ تقریر یہ ہے۔ اے بادشاہ ہم ایسی ذلیل حالت مین تھے کہ ہم مین بعض اشخاص اپنا پیٹ کیڑے مکوڑے اور سانپ گوہ کھاکر بھر لیتے تھے۔ بعض اپنی بیٹیون کو اسوجہ سے مار ڈالتے تھے کہ اُنھین اپنے کھانے مین شریک کرنا نہ پڑے۔ جہالت اور بُت پرستی کی تاریکی مین گرفتار بے قانون اور بے لگام ہمیشہ ایک دوسرے کے دشمن۔ ہمارا شغل یہی تھا کہ ہم آپس مین ایک دوسرے کو لوٹین اور تباہ کرین۔ یہ تھی ہماری پہلی تصویر۔ لیکن اب ہم ایک نئی قوم ہین۔ اللہ تعالی نے ہم مین ایک شخص پیدا کیا ہے جو خاندانی شرافت

ہین۔ فہم وادراک ہین تمام عرب پر فایق ہے اور اللہ نے اُسے اپنا نبی برحق اور رسول بنایا۔ اُسی رسول کے ذریعہ سے اللہ نے ہم سے کہا۔ مین ہون اللہ واحد صمد خالق کون ومکان میرے رحم نے تمھارے لیے ایک رہبر بھیجا ہے تمھین راہ راست پر لانے کے لیے جس راہ کی وہ تمھین ہدایت کرتا ہے وہ تمھین اس عذاب سے بچائے گی جو مین نے آخرت مین کافرون اور گنہگارون کے لیے مقرر کیا ہے اور تمھین میرے عرش کے سامنے مقام آسایش تک پہونچاوے گی۔ اس تعلیم نے بتدریج ہمارے دلون پر اثر کیا اور ہم نے اپنے پیغمبرؐ کی ہدایت کو قبول کیا۔ ہم نے مان لیا کہ ہمارے پیغمبر کا کلام اللہ کا کلام ہی اور اسکے احکام اللہ کے احکام ہین اور جس مذہب کی اُسنے ہمین تعلیم کی وہی ایک سچا مذہب ہے۔ اُسنے ہمارے ادراک کو چمکا دیا۔ اُسنے ہماری جماعت مین اخوت پیدا کی اور ہمارے لیے اپنی فہم خداداد سے قانون مقرر کیے"

اس سے بھی زیادہ پُراثر وہ تقریر ہے جو شاہ نجاشی کے دربار مین جعفر طیار نے کی تھی دیکھو صفحہ ۵۳۔ کتاب ہذا۔

ایک یوروپین مورخ لکھتا ہے مسلمانون کا تمام مذہب اس چھوٹے سے جملہ "لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ" مین ہے جسکی جامعیت حیرت انگیز ہے۔

ڈاکٹر گستاولی بان مسلمانون کی ملک گیری کی نسبت لکھتے ہین کہ "خلفاے راشدین جس مُلکی خوش تدبیری کو کام مین لائے وہ ما فوق اُنکی سپاہ گری اور اُس فن حرب کے تھی جسے اُنھون نے اس آسانی سے سیکھ لیا تھا۔ شروع ہی سے اُنھین ایسی اقوام سے کام پڑا جن پر سالہا سال سے مختلف حکومتون نے

نہایت بے رحمی سے ظلم کر رکھا تھا اور اس مظلوم رعایا نے نہایت خوشی کے ساتھ ان نئے ملک گیرون کو قبول کر لیا جنکی حکومت مین اُنھین بہت زیادہ آسائش تھی۔ مفتوح اقوام کے ساتھ طریقہ عمل کیا ہونا چاہیے نہایت صاف اور صریح طور پر مقرر کر دیا گیا تھا اور خلفاے اسلام نے ملکی اغراض کے مقابلہ مین ہرگز بزور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہین کی۔ بلکہ بعوض اسکے کہ وہ بجبر اپنے دین کی اشاعت کرتے جیسا کہ بار بار کہا جاتا ہے وہ صاف طور پر ظاہر کر دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب۔ رسوم اور اوضاع کی پوری طرح سے حرمت کی جائے گی۔ اور اس آزادی کے معاوضہ مین وہ اُنسے ایک بہت خفیف سا خراج۔ لیتے تھے جو اُن مطلوبات کے مقابل مین جو ان اقوام کے پورانے حکام ان سے وصول کیا کرتے تھے نہایت کم تھا"۔

"کسی ملک پر فوج کشی کرنے سے پہلے عرب ہمیشہ اپنے سفیرون کے ذریعہ سے صلح کی شرائط بھیجا کرتے تھے اور یہ شرائط جن کا ذکر المکین نے کیا ہے علی العموم اسی قسم کی ہوا کرتی تھین جو عمرو نے ۱۳ھ ہجری مین باشندگان غزہ کے سامنے جو اسوقت محصور تھے پیش کی تھین اور یہ شرائط مصریون اور ایرانیون دونون سے کی گئی تھین۔ وہ شرائط ذیل مین لکھی جاتی ہین"۔

"ہمارے حاکم نے ہمین حکم دیا ہے کہ اگر تم قانون اسلام نہ قبول کرو تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کرین۔ پس تم بھی ہم مین ملجاؤ اور ہمارے بھائی بن جاؤ۔ اور ہمارے منافع اور ہمارے منصوبون مین شریک ہو جاؤ۔ اسکے بعد ہم تم سے کوئی برائی نہ کرین گے لیکن اگر تم یہ کرنا نہین چاہتے تو تم ہمین اپنی

زندگی تک ایک سالانہ خراج بالالتزام دیا کرو۔ اسکے بعد ہم تمھارے بدلے تمام اُن لوگون سے لڑین گے جو تمھین ستانا چاہین یا کسی طرح تمھارے دشمن ہون۔ اور ہم اپنے معاہدہ پر مضبوط رہین گے اگر تمھین یہ بھی منظور نہین ہے تو پھر ہم مین اور تم مین بجز تلوار کے کوئی چیز نہین رہتی اور ہم تم سے اُسوقت تک جنگ کرتے رہین گے جب تک اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا نہ کرلین "

بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمر کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہے کہ بانیان اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ کیسا نرم سلوک کرتے تھے اور یہ سلوک اُس مدارات کے مقابل مین جو صلیبیون نے اسی شہر کے باشندون سے کئی صدی کے بعد کی نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عمر اس شہر مقدس مین بہت تھوڑے اشخاص کے ساتھ داخل ہوئے اور آپ نے سفرونیس بطریق سے درخواست کی کہ مقامات مقدسہ کی زیارت مین آپ کے ہمراہ چلے۔ اُسی وقت حضرت عمر نے منادی کرادی کہ "ہم ذمہ دار ہون کہ باشندگان شہر کے مال اور اُنکی عبادت گاہون کی حرمت کی جائے اور مسلمان عیسائی گرجون مین نماز پڑھنے کے مجاز نہ ہونگے"

جو سلوک عمروؓ نے مصریون کے ساتھ کیا وہ اس سے کم نہ تھا۔ اُس نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ اُنھین پوری مذہب کی آزادی۔ پورا انصاف بلا رو رعایت اور جائداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیے جائین گے اور اُن ظالمانہ اور غیر محدود مطالبون کے عوض مین جو شاہنشاہان یونانی اُن سے وصول کیا کرتے تھے صرف ایک سالانہ جزیہ لیا جائے گا جسکی مقدار فی کس تقریباً دس روپیہ تھی۔ رعایائے صوبہ جات نے ان شرائط کو اسقدر غنیمت سمجھا

کہ فوراً عہد و پیمان مین شریک ہو گئے اور جزیہ کی رقم اُنھون نے پیشگی ادا کردی۔ عُمال اسلام اپنے عہد پیماں در جہ مستحکم رہے اور اُنھون نے اُن رعایا کے ساتھ جو ہر روز شاہنشاہ قسطنطنیہ کے عاملون کے ہاتھون سے انواع اقسام کے مظالم سہا کرتی تھی۔ اس طرح کا عمدہ برتاؤ کیا کہ سارے ملک نے بہ کشادہ پیشانی دین اسلام اور زبان عربی کو قبول کر لیا۔ مین بار بار کہونگا کہ یہ وہ نتیجہ ہے جو ہرگز بزور شمشیر نہین حاصل ہو سکتا۔ اور عربون سے پہلے جن اقوام نے مصر پر حکومت کی وہ ہرگز یہ کامیابی نہ حاصل کر سکین۔

رسولؐ اور صحابہ رسول کے وقت کے اکثر واقعات ذ سیف اور اسلام مین درج ہو چکے ہین۔ یہان مابعد کے واقعات لکھے جاتے ہین۔

جزیرۂ سایپرس امیر معاویہ کے وقت مین مسلمانون کے قبضہ مین آگیا تھا اور دریاے جیحون کے پار سمرقند تک سلمان پہونچے تھے۔

سنہ ہجری کی دوسری صدی مین فوج اسلام فرانس کے ملک مین دریاے لوار تک پہونچی لیکن چارلس مارٹل سے شکست کھا کر جنوبی فرانس مین ٹھہر گئی۔ اس شکست کی نسبت مورخین نے لکھا ہے کہ اسنے مسلمانون کو تمام یورپ مین گھسنے سے روکا۔ لیکن محققین کا یہ خیال ہے کہ شمال یورپ کو بوجہ کثرت برودت کے مسلمانون نے پسند نہین کیا اور اسلیے پھر اُدھر متوجہ نہین ہوئے۔

خاندان بنو امیہ کے تباہ ہونے پر بنو عباس کے زمانہ مین دو مستقل سلطنتین مسلمانون کی قایم ہو گئین۔ اسپین مین بنو امیہ کی ایک شاخ نے سرسبزی حاصل کی اسکے سوا تمام بلاد اسلام کی شاہنشاہی بنو عباس سے متعلق تھی۔ ساحل افریقیہ سے

سرہند تک اور دوسری طرف سرحد چین تک حکومت تھی۔ شاہنشاہ قسطنطنیہ خراج گزار تھا اور شارلمین شاہنشاہ فرانس کا ایلچی اظہار اطاعت کے لیئے دربار مین آیا تھا۔ بجز فرانس اور قسطنطنیہ کے اور کوئی بادشاہ یورپ کا اسوقت قابل لحاظ نہ تھا۔ چینی حکومت علیحدہ تھی لیکن وہان کی بغاوت بھی مسلمانون ہی نے فرد کی تھی۔ اب مسلمانون کی حکومت تمام دنیا مین تسلیم کی جائے تو کیا بیجا ہے۔

سنہ ہجری کی تیسری صدی مین حکومت اسلام کے اجزا جدا ہونے لگے۔ اسپین مین تو علیحدہ خلافت قایم ہی تھی۔ ایران بھی الگ ہوگیا۔ افغانستان جدا ہوگیا۔ خود بغداد کے مشرق مین بہت سی حکومتین قایم ہوئین۔ رفتہ رفتہ مصر کی حکومت الگ ہوگئی۔ افریقیہ بالکل جدا ہوگیا۔

چوتھی صدی مین بجاے بغداد کے قاہرہ مین زیادہ رونق تھی۔ اندلس مین طلیطلہ۔ غرناطہ۔ قرطبہ کے مشہور دار العلوم مین تمام دنیا کے طلاب جمع ہوتے تھے۔ خود یورپ کے عیسائی آکر شریک ہوتے تھے۔

پانچوین صدی مین سلجوقی ترکون نے زور پکڑا اور چھوٹی چھوٹی اسلامی سلطنتون کی جگہ پر ایک بڑی شاہنشاہی کی بنیاد وسط ایشیا مین قایم ہوئی۔ جنگ صلیبی بھی اسی صدی مین شروع ہوئی۔ بعض یورپین مورخون نے لکھا ہے کہ ترکون کا مذہبی تعصب جنگ صلیبی کا باعث ہوا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ سلطنت بغداد کے کمزور ہونے پر یورپ سے دباؤ مسلمانون کا اٹھ گیا اور کچھ انقلاب زمانہ نے عیسائیون کو جگایا۔ عیسائی اپنے مذہبی مقام کو مسلمانون کے قبضہ مین دیکھ کر اُسکے چھڑا لینے کی فکر مین ہوئے کئی مرتبہ یہ لڑائیان ہوئین جنمین تمام یورپ کی عیسائی سلطنتین ملکر لڑی تھین۔

مسلمانون کی قوت کے اندازہ کرنے مین عیسائیون نے غلطی کی تھی بہت سی لڑائیون کے بعد عیسائیون نے اپنی کمزوری تسلیم کی - لیکن اُسی وقت سے عیسائیون مین ایک تحریک پیدا ہوئی اور وہ تحریک روشن خیالی کی طرف منجر ہوئی - اُسوقت ترکون کی روزافزون ترقی کی وجہ سے عیسائیون کو تاب مقابلہ نہ تھی - اور جب وہ مقابلہ کرنے کے قابل ہوئے تو مذہبی تعصب اُنمین باقی نرہا اور اسلیے پھر جنگ صلیبی کے ختم ہونے کے بعد عیسائیون نے بیت المقدس لینے کا خیال نہین کیا -

پانچوین صدی مین سسلی اور اٹلی سے اسلامی خاندان خارج کیا گیا اور عیسائیون نے اندلس مین بھی کچھ کامیابی حاصل کی اور جنوبی فرانس سے قبضہ مسلمانون کا اُٹھ گیا لیکن ایشیا مین مسلمانون کا زور کئی صدیون تک پھر بھی قایم رہا اور بہت زوردن سے قایم رہا -

چھٹی صدی مین صلاح الدین مصری نے فلسطین کو جسمین بیت المقدس واقع ہے پھر عیسائیون سے نکال لیا اسمین جرمنی - فرانس اور انگلستان کے بادشاہ شریک تھے لیکن صلاح الدین نے اُنکی متفقہ قوت کو شکست دی - اسکے بعد اور بھی کئی ایک صلیبی لڑائیان ہوئین - ساتوین لڑائی مین فرانس کا بادشاہ سنٹ لوئی مسلمانون کی قید مین آگیا تھا - اسی ساتوین صدی مین چنگیز خان مغل نے ایشیا کے ملکون پر حملے کیے اور بغداد تک اپنے فتوحات پھیلائے -

سنہ ہجری کی آٹھوین صدی کی تاریخ ترکون اور مغلون کی باہمی لڑائی سے بھری ہوئی ہے - انمین سے ہر ایک مسلمان تھا اور عربون کی ایشیائی سلطنت کا دعویدار تھا جسکو زائل ہوئے کئی صدیان گذر چکی تھین -

سنہ ہجری کی نوین صدی مین عربون کی حکومت اور اُنکے تمدن کا پورا اخراج اندلس سے بھی ہوگیا۔

سنہ ہجری کی دسوین صدی مین عربون کی دنیاوی حکومت کا پورا خاتمہ ہوگیا محض اُنکا دین و اُنکا تمدن اُنکی زبان رہگئی۔ مغلون نے بلاد اسلام کے شرقی حصہ پر اور ترکون نے مغربی حصہ پر قناعت کی۔ گو مغربی ترکون نے عیسائیون کے مقابلہ مین نمایان فتوحات حاصل کرکے قسطنطنیہ کو دارالسلطنت قرار دیا اور گرتے گرتے زمانہ حال مین وہ پھر سنبھل گئے۔ لیکن مغل شرق مین اپنی اعلیٰ حکومت زائد عرصہ تک قایم نہ رکھ سکے۔ عربون کے عروج مین مسلمان تمام دنیا پر حکمران رہے۔ ترکون اور مغلون کے زمانہ مین اہل اسلام صرف شریک غالب کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور اب جیسی حالت ہے ظاہر ہے۔

اجمالی بیان ختم ہوا۔ اب کسی قدر تفصیلی حال لکھا جاتا ہے۔

شام مین رومیون کی سلطنت سات سو برس سے تھی۔ یہ ملک عربون نے خلیفہ اوّل کے وقت مین فتح کیا۔

بیت المقدس فتح ہونے پر مسلمان نہایت حسن سلوک سے عیسائی باشندون کے ساتھ پیش آئے۔ اس موقع کو ڈاکٹر گستاولی بان یون لکھتے ہین کہ خلیفہ گویا تن تنہا مدینہ سے ایک اونٹ پر سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ انکا سارا سامان یہ تھا ایک مشک پانی کی ایک تھیلی مین تھوڑے چاول اور سوکھا میوہ۔ رات دن چلکر حضرت عمرؓ بیت المقدس پہونچے اور وہان آکر شہر کے باشندون کے ساتھ بے انتہا نرمی سے پیش آئے۔ مذہب۔ رسوم۔ عادات و مال و متاع کی پوری آزادی اُنکو دی اور ایک بہت خفیف سا

جزیہ اُنپر مقرر کیا"۔

"عربون نے اسی قسم کی ہمدردی کُل بلاد شام کے ساتھ برتی اور وہان کے باشندون نے بھی بہت آمادگی کے ساتھ اُنکی حکومت قبول کرلی اور بالآخر اکثر اُنمین سے مذہب عیسوی کو چھوڑ کر اپنے مُلک گیرون کے دین اور زبان کو اختیار کرلیا"۔

"عربون کی حکومت مین رہ کر شام نے پھر وہ سرسبزی حاصل کرلی جو سالہاے دراز سے مفقود ہوگئی تھی۔ خلفاے بنی امیہ و عباسیہ کے زمانہ مین شام کا تمدن ایک اعلی درجہ پر پہونچ گیا۔ عربون نے اپنی رعایا کے ساتھ نہایت انصاف اور انسانیت سے برتاؤ کیا۔ اور انکو پوری آزادی مذہب کی دی۔ انکے عہد حکومت مین کلیسہ مشرقی اور مغربی دونون کے رئیس الاساقفہ کو ا۔ قدر آرام ملا جو انھین اسوقت تک ہرگز نصیب نہ ہوا تھا۔ شام کے تمام بڑے شہر بیت المقدس۔ صیدون دمشق۔ صور بہت ہی سرسبز ہوگئے۔ اور حرفت اور فلاحت نے بے انتہا ترقی کی"۔

یورپین مورخون کا خیال ہے کہ عربون کے زمانہ حکومت مین شام جس طرح ہر باتون مین بڑھا ہوا تھا ویسا ہی اب ترکون کے عہد مین گرا ہوا ہے۔ ایک حد تک یہ کہنا صحیح ہے لیکن اسمین ترکون کا قصور کم ہے زیادہ تر دیگر اقوام کی خطا ہے جیسا آیندہ ہم دکھائینگے۔

شام مین بنوامیہ کے عہد تک دمشق دارالسلطنت رہا۔ ایران حضرت عمرؓ ہی کے وقت مین فتح ہوا تھا۔ ایران اور عرب کی سرحد پر بنو عباس کے عہد مین بغداد بسایا گیا اور دارالسلطنت قرار پایا۔ ہارون رشید اور مامون رشید کے وقت مین بغداد کو بڑی رونق تھی۔ فتوحات ختم ہوچکے تھے یا یون کہیے کہ ملکون کی فتوحات

سے مسلمان تھک چکے تھے اور تہذیب ملک کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ صنعت حرفت اور علوم و فنون کا چرچا تھا۔ چارلس بزرگ شہنشاہ نے کہ ہی گویا تمام یورپ کا شہنشاہ تھا۔ ہارون رشید کے پاس اپنے سفیر بھیجکر نہایت ادب سے یہ خواہش کی کہ بیت المقدس کے عیسائی زائرون کا بندوبست کیا جائے۔ سفیرون کو ہارون رشید نے اسی طرح خوش کیا جس طرح ایک مہذب بادشاہ سے امید کیجا سکتی ہے اور چارلس کو چند چیزین بطور تحفہ کے بھیجین جنمین ایک گھڑی تھی جو بجتی تھی اور وقت بتاتی تھی۔ چارلس اُسوقت تک رومیون کے تمدن کی تجدید کی کوشش کر رہا تھا لیکن یہ دیکھکر کہ اُسکے دربار کا کوئی شخص بھی اس گھڑی کے کیل کانٹے نہین سمجھتا اُسنے چاہا کہ مسلمانون کی تہذیب کی تقلید کیجائے۔ ہارون الرشید کے وقت مین تمام یونانی علوم قدیمہ عربی مین از سر نو زندہ کیے گئے۔ ہندیون کی بکار آمد کتابین بھی کچھ کچھ ترجمہ ہوئین۔ اسی کے عہد مین سسلی اور اسپین کی طرح بغداد بھی مسلمانون اور دیگر اقوام کے لیے دار العلوم قرار پا گیا تھا۔ یا یون کہیے کہ آئندہ چلکر اسپین اور سسلی مین بھی بغداد ہی کی تقلید ہوئی۔

ہارون رشید نے تمام بلاد اسلام کا انتظام کیا۔ سڑکین بنائی گئین۔ ڈاک کا انتظام کیا گیا۔ نامہ بر کبوترون کی ڈاک بھی قایم کی گئی۔ جس طرح آج کل یورپ مین ڈاک کا صیغہ نہایت اہم خیال کیا جاتا ہے۔ بغداد مین بھی اسی طرح اس صیغہ کا بڑا اہتمام کیا گیا تھا اور بغیر اسکے اتنی وسیع سلطنت کا جسکی نظیر بدو عالم سے آج تک نہین ملتی انتظام بھی تو نہین ہو سکتا تھا۔

ڈاکٹر گستاولی بان نے مسلمانون کے علم دوست ہونے کے متعلق لکھا ہے

کہ وہ عربوں مین علم حاصل کرنے کی خواہش اسدرجہ تھی کہ خلفاے بغداد ہر ایک قسم سے دنیا کے مشہور علما اور اہل کمال کو اپنے دارالسلطنت مین جمع کرتے تھے۔ ایک خلیفہ نے توشہنشاہ مشرق سے محض اس غرض سے اعلان جنگ کیا کہ وہ ایک مشہور مہندس کو بغداد مین درس دینے کے لیے بھیجنے پر مجبور ہوجائے؛؛

ہارون رشید کی فوجی قوت کا اندازہ اُس خط سے ہوسکتا ہے جو اُس نے یونان اور روم کے بادشاہ نیسی فورس قسطنطنیہ کو لکھا تھا۔

«بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہارون الرشید امیرالمومنین کی طرف سے بنام رومی کتے نیسی فور کے۔ او کافر کے بچے مین نے تیرا خط پڑھا میرے جواب کا متوقع نرہ۔ تو دیکھ لے گا کہ کیا ہوتا ہے؛؛ شاہ قسطنطنیہ جو یونان اور روم کا جانشین ہوتا تھا خلیفہ بغداد کو خراج دیتا تھا۔ شاہزادی ایرنی شاہ قسطنطنیہ کو نیسیفورس نے قید کرلیا اور خود تخت پر بیٹھ کر ہارون الرشید کو لکھا کہ اب مین آیندہ خراج نہ دونگا اُسکے جواب مین ہارون الرشید نے وہ خط بھیجا جسکا ذکر اوپر آیا۔ خط کی عبارت کسی قدر غیر مہذب ہے اُس زمانہ کی حالت کے مطابق یہ تحریر چندان بےموقع نہ تھی لیکن عربون کی سی مہذب قوم کے لیے بہت ہی بدنما تھی۔ بظاہر خلیفہ کی اسقدر تیز تحریر کی وجہ یہ تھی کہ نیسی فورس خود عیسائیون مین نہایت بیرحم اور بُرا خیال کیا جاتا تھا۔ اسنے بغاوت کے ذریعہ سے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا تھا اور پھر خلیفہ سے بھی منہ آنا چاہا۔ خلیفہ نے اُسے منہ لگانا پسند نہین کیا اور بجاے جواب لکھنے کے درشت الفاظ مین اطلاع تحریری بھیجدی کہ فوج جاتی ہے۔ غرضکہ ہارون الرشید کی فوج نے تمام ملک کو زیروزبر کرڈالا اور نیسی فورس کو خراج دینا ہی پڑا۔ اگر مسلمانون کی تہذیب دیکھنا ہے

تو چارلس شہنشاہ فرانس کے ساتھ جو برتاؤ ہارون الرشید کا ہوا اُسے پڑھنا چاہیے ہارون الرشید اور مامون رشید کے زمانہ مین سرحد چین سے بحر اٹلانٹک تک مسلمانون کی حکومت تھی - یورپین مورخ لکھتے ہین کہ یہ ملک نہ فقط قوت مین بلکہ تمدنی ترقی مین بھی تمام دنیا پر فوقیت رکھتا تھا -

خلفاے عباسیہ کا خاندان بغداد مین بطور پیشواے مذہب کے ساتوین صدی تک قایم تھا - اسکا خاتمہ ہلاکو خان بادشاہ مغل کے ہاتھ سے ہوا - معتصم باللہ آخر خلیفہ بغداد مارا گیا - شہر مین قتل عام ہوا - دولت لُٹی - کتابین کچھ جلا دی گئین کچھ دجلہ مین پھینک دی گئین - قطب الدین حنفی لکھتے ہین کہ دجلہ مین اتنی کتابین پھینکی گئین کہ آمد و رفت کے لیے وہ پُل بن گئین اور تمام پانی سیاہ ہو گیا -

ڈاکٹر گستاولی بان لکھتے ہین کہ خود ہلاکو خان جس نے بغداد لوٹا اور آخر عباسی خلیفہ کی لاش شہر کی فصیل سے لٹکائی عربون کی حیرت انگیز ترقی سے جو اُسکی نظرون مین ایک نئی چیز تھی اسقدر تعجب مین آیا کہ خود اسکا حامی اور محافظ بن گیا مغلون نے عربون کے مدارس مین علوم حاصل کیے اور اُنکے مذہب اور اُنکے تمدن کو اختیار کیا -

حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کے عہد مین عمر ابن عاص کی سپہ سالاری سے مصر فتح ہوا ہوا تھا مصر کو جس طرح مسلمانون نے فتح کیا اور جیسا اچھا برتاؤ اُسکے باشندون کے ساتھ کیا اُسکے متعلق تمام یورپین مورخ رطب اللسان ہین - ڈاکٹر گستاولی بان لکھتے ہین کہ مذہب - قانون اور رسوم و رواج کی آزادی سب کے بدلے اور نیز اُس حفاظت اور امن و امان کے بدلے جسکا اطمینان دلایا گیا گیارہ روپیہ فی کس جزیہ طلب کیا -

یہ شروط نہایت آمادگی سے منظور کر لی گئین - صرف اُن باشندون نے جو یونانی تھے اور جنمین سپاہی سرکاری ملازم اور پادری شامل تھے اس شرط کو نامنظور کیا اور اُنھون سنے بھاگ کر اسکندریہ مین پناہ لی جسکا محاصرہ عربون نے چودہ مہینے تک کیا اور اس مدت مین تیس ہزار عربون کی جانین تلف ہوئین - باوجود اس نقصان عظیم کے عمرو شہر کے باشندون کے ساتھ نہایت ملائمت سے پیش آیا - اُسنے اُنکے کل بغاوت کے فعلون کو معاف کر دیا اور انکا عذر قبول کر کے دلجوئی کرنے کی کوشش کی - اُسنے نہرون اور بندرون کی مرمت کی اور زر خطیر عمارات اور ابنیہ مین صرف کیا - کتب خانہ اسکندریہ کے جلانے کا جو الزام عمرو پر لگایا جاتا ہے مین اُسکی بابت اسی قدر کہون گا کہ اس قسم کا وحشیانہ فعل عربون کے اوضاع و عادات کے اسقدر خلاف تھا کہ تعجب ہوتا ہے کہ اس قسم کی مہمل کہانی اتنے دنون تک رائج رہے اور قبول کی جائے - ہمارے زمانہ مین اس واقعہ کی تردید ایسی عمدہ طور پر ہو گئی ہے کہ اسپر زیادہ بحث کی ضرورت نہین - نہایت آسانی کے ساتھ اور بہت ہی صاف اور صریح حوالون کے ذریعہ سے ثابت ہو سکتا ہے کہ عربون سے بہت پہلے خود عیسائیون نے اسکندریہ کے بُت پرستون کے کتب خانون کو اُسی اہتمام کے ساتھ برباد کر دیا تھا جس اہتمام کے ساتھ اونھون نے اُنکی مورتین توڑ ڈالی تھین اور اسوجہ سے عربون کے زمانہ مین کتابین باقی ہی نہ تھین جو جلائی جاتین "

جس طرح انگریزون سنے ہندوستان مین شروع شروع اور اب بھی رسم و رواج مین بالکل مداخلت نہ کی ملک کو ملک کے دستور پر چھوڑا بالکل ایسا ہی

برتاؤ مسلمانون نے مصر مین کیا تھا اور جس طرح انگریزون نے شروع شروع دستور ملکی مین رسم ستی بند کیا اُسی طرح مسلمانون نے مصر کا یہ دستور بند کیا کہ ہر سال ایک جوان خوبصورت ناکتخدا لڑکی اپنے والدین سے بجبر لیجاتی تھی اور دریاے نیل مین وہ اسلیے پھینک دی جاتی تھی کہ دریاے نیل اپنے سیلاب مین جسپر ملک کی مرفہ الحالی مبنی تھی بخل نہ کرے۔

یہ امر بھی تاریخون سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ مین عیسائیون کا بطریق مسلمانون کی طرف سے مقرر کیا گیا اور مسلمانون کے شہر مین بھی عیسائیون کو کلیسا بنانے کی اجازت دی گئی۔ مسلمانون پر یہ الزام کہ وہ دوسرون کی عبادتگاہون کا گرانا واجب سمجھتے تھے بالکل ہی غلط ہوا جاتا ہے۔

مصر کے مسلمان تجارت کی وجہ سے نہایت ہی مالدار تھے اور مسلمانون کے عہد مین انکا تمول بے مثل ہو گیا تھا۔ اسوقت شاید کوئی ملک اسدرجہ مالدار نہ تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ دنیا کی تمام تجارتون کے ٹھیکہ دار تھے۔ شمال کے تمام جہاز مصر مین رُکتے تھے اور جنوب کے بھی تمام جہاز مصر کے بندرون مین پہونچتے تھے۔ نہر سوئز نہ تھی اور نہ دوسری قومون کی مداخلت تھی۔ مصر کے بادشاہ اس طرح تمام دنیا کی تجارتون پر حکمرانی کرتے تھے اور مصری عرب خود بھی ملک التجار تھے۔ اس تجارت مین تنزل واسکوڈاگاما کی وجہ سے ہوا جس نے کیپ آف گڈ ہوپ سے ہوکر ہندوستان کے بندر مالابار مین اپنا جہاز پہونچایا۔ اس نئے راستہ نے مصر کے عربون کو بڑا نقصان پہونچایا۔ عربون نے بہت زور لگایا کہ پرتگیزون کو ہند مین جمنے نہ دین لیکن پرتگیزون کو عرب نہ روک سکے اور یہی وہ زمانہ ہے

کہ عربون کی بحری تجارت مین پرچگیز رقیب ٹھہرے۔ اور پرچگیزیون کی دیکھا دیکھی یورپ کی اور قومین بھی جہازرانی مین بڑھنے لگین اور عرب بحری تجارت مین گھٹنے لگے۔

اسپین کے باشندون کے ساتھ عربون نے وہی سلوک کیا جو اُنھون نے شام اور مصر مین کیا تھا اُنکا مال اُنکے کلیسے اُنکے قوانین اُنھین دیے اور یہ روا رکھا کہ اُنکے ہمقوم حکام اُنکا انصاف کرین۔ اور ایک خفیف سالانہ جزیہ اُنپر مقرر کیا جو امرا سے ایک دینار سُرخ اور غربا سے نصف دینار تھا۔ یہ شرائط اسقدر نرم تھے کہ رعایا نے بخوشی اُنکو قبول کر لیا۔

عربون نے اندلس مین فتوحات ختم کرنے کے بعد ملک کے تمدن پر نظر کی۔ زراعت مین ترقی کی۔ سڑکین بنائین۔ مدرسے قایم کیے۔ تحقیقات علمی کے مقامات بنائے۔ یونانی کتابون کے ترجمہ شایع کرکے مثل بغداد کے ان علوم قدیمہ مین از سرِ نو جان ڈالی۔ حرفت اور تجارت کا بھی ایسا ہی زور و شور رہا۔ معدنیات۔ اسلحہ۔ ریشمی کپڑے۔ شکر اور ردبوغ جمڑے یہان سے دوسرے ملکون مین بکثرت روانہ کیے جاتے تھے۔ عربون مین زراعت کی صلاحیت تمام کامون سے بڑھ کر تھی۔ اسوقت تک اسپین مین آبپاشی کے ذرایع مسلمانون کی یادگار ہین۔ اسپین مسلمانون کے چلے جانے کے بعد ویران ہوگیا ورنہ مسلمانون کے عروج کے زمانہ مین یہ ملک تمام یورپ پر فوق رکھتا تھا۔ یورپ کے مختلف لوگ یہان آکر علوم پڑھتے تھے۔ دور دور کے بادشاہ یہان کے اطبّا سے علاج کرنے آتے تھے اور عربون کی تہذیب پر بھروسہ رکھتے تھے۔

مذہبی تعصب اسپین کے عربون مین بالکل نہ تھا۔ عیسائی نہایت آرام سے رہتے تھے۔ عیسائی سلطنتون مین یہودیون کو تکلیف تھی اسلیے وہ بھی ہر جگہ سے آکر اسپین مین بکثرت آباد ہو گئے تھے۔ مسلمان نصرانی عورتون سے برابر بیاہ کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن ثالث شاہ اسپین کی مان نصرانیہ تھی۔ غرضکہ چند صدیون مین عربون نے اسپین کو علمی اور مالی ترقی کے لحاظ سے بدل دیا اور اُسکو یورپ کا سرتاج بنا دیا۔ محض مالی اور علمی اعتبار سے نہین بلکہ اخلاقی اعتبار سے بھی کہ عیسائیون کو اُنھون نے ایک بیش بہا خصلت انسانی سکھائی۔

مسلمانون کے سیل حول سے قبل یورپ کی بہادری وحشیانہ حالت مین تھی فطرت انسانی کی عزت نہ کرنا وہ بہادری سمجھتے تھے۔ جنگ ڈویل اب تک اُس بہادری کی یادگار ہے۔ عربون کی بہادری باقاعدہ تھی۔ وہ اصول سپہ گری سمجھتے تھے کمزور کا خیال رکھتے تھے۔ مفتوح کے ساتھ مہربانی کرتے تھے۔ عہد و پیمان کا از بس خیال رکھتے تھے۔ یورپ کے عیسائیون نے انھین اسپین کے عربون سے سچی بہادری کا سبق سیکھا۔ اُسوقت کے عربون مین بہادر ہونے کے لیے دس خصلتین ضروری سمجھی جاتی تھین (۱) شمشیر زنی (۲) تیر اندازی (۳) نیزہ بازی (۴) شہسواری (۵) طاقت جسمانی (۶) فصاحت (۷) شاعری (۸) خوش اخلاقی (۹) شجاعت (۱۰) سخاوت۔ یورپین مورخ بھی معترف ہین کہ اسپین کے مسلمانون مین یہ خصلتین اعلیٰ درجہ پر تھین۔ مثلاً اپنے زمانہ انحطاط مین مسلمان والی قرطبہ نے طلیطلہ کا محاصرہ کیا جو اُسوقت ایک عیسائی شہزادی کی حکومت مین تھا۔ اس محصور شہزادی نے ایک قاصد سے کہلا بھیجا کہ "کیا عورتون پر حملہ کرنا بہادری کا شیوہ ہے"؟ عربی سپہ سالار نے فوراً

محاصرہ اُٹھا لیا۔

آجکل جو بہادری اور تہذیب فن جنگ مین دیکھی جاتی ہے اُسکے تعلیم ہونے کا فخر مسلمانون کو حاصل ہے۔ ورنہ یورپ کی بہادری زندہ آگ مین جلانا۔ کتّون سے یا اور درندے جانورون سے انسان کا ہلاک کروانا وغیرہ وغیرہ تھی۔ قساوت قلبی کا نام گویا بہادری تھا۔ اسکو بخوبی سمجھنے کے لیے "عربون کی بہادری" فصل ہشتم کتاب ہذا پڑھنا چاہیے۔

مصر بسبب غلامون کی تجارت کے بھی زمانہ اسلام مین مالدار تھا۔ بربرا و افریقہ کے غلام انھین کے ذریعہ سے شمال مین روانہ کیے جاتے تھے۔ اور شمال کے گورے غلام انھین کے ذریعے سے آکر جنوب مین فروخت ہوتے تھے۔ غلامون کی تجارت مصریون پر محدود نہ تھی۔ بہت سی عیسائی قومین بھی تجارت کرتی تھین لیکن اس اعتبار سے کہ تمام بحری تجارت کی حکومت ایک زمانہ مین مصریون کو حاصل تھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ غلامون کی تجارت پر بھی انکی حکمرانی تھی۔ مسلمانون نے اپنے زمانہ حکومت مین تمام دنیا پر مختلف احسانات کیے ہین۔ جہان سیکڑون فائدے پہونچائے وہان یہ ایک نقصان بھی سہی۔ نہین! نہین!! مسلمان اسبارے مین بھی فائدہ پہونچاتے تھے۔ مسلمانون مین غلامی مذہبًا بہت ہی محدود حالت مین تھی۔ "اسلام اور غلامی" مین تفصیلی خیالات ظاہر کیے جائینگے۔ یہان غلامی اُن معنون مین لیجاتی ہے جو مسلمانون نے اپنے عہد حکومت مین برابر روا رکھی ہے۔ مسلمان ملکی لڑائیون مین غیر قوم کو جب قید کرتے تھے تو اُنکو جیل خانہ مین نہین رکھتے تھے بلکہ معاوضہ جنگ یا معاوضہ شخصی لیکر چھوڑ دیتے تھے یا ثواب عاقبت کے لیے آزاد کر دیتے تھے کیونکہ

اُنکی شرع نے غلامون کے آزاد کرنے کا از حد فائدہ بتایا ہے۔ اور کبھی کبھی اُن کو غلام بناکر اپنے پاس بھی رکھتے تھے۔ یہ پچھلی صورت ادنیٰ درجہ کی صورت ہے اور دایمی قید سے ہر حالت مین اچھی ہے۔ اس صورت مین مسلمانون کی بے انتہا شجاعت کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ بے تکلف اپنے دشمنون کو اپنے پاس رکھتے تھے اور اس امر کا ذرا ڈر نہ کرتے تھے کہ وہ موقع پاکر دغا کرین گے۔ ان غلامون کے ساتھ بے انتہا اچھا سلوک مسلمان کرتے تھے۔ جیسا کہ "غلامون کی حالت" بفصل انہم مین ہم نے دکھایا ہے۔ فوج کی افسری دیتے تھے۔ خزانہ کی افسری تعلق کرتے تھے قلمدان وزارت سپرد کرتے تھے اپنی لڑکیان تک اُنکے نکاح مین دیدیتے تھے۔ مسلمانون کے غلامون کی حالت دوسرون کے لیے باعث رشک ہوتی تھی۔ یہ غلام مصر مین بارہا بادشاہ بھی ہوگئے ہین۔ غلام بادشاہون کا سلسلہ جس طرح ہندوستان مین ہے اُسی طرح مصر مین بھی غلام بادشاہون کا سلسلہ قایم ہے۔ مسلمانون کے غلام عیسائیون کے غلام نہ تھے۔ یورپ کی تاریخون مین جو غلامون کی بُری حالت کا نقشہ دکھلایا گیا ہے وہ عیسائیون کے غلام یا قدیم رومیون کے غلام ہین۔ مسلمانون کے غلام ایسی حالت مین کبھی نہین تھے۔

یہ حالت تو ایک مہذب غلامی کی تھی اور قریب قریب دوسری قومون مین بھی اس طرح کی غلامی روا رکھی جاتی تھی۔ اسکے علاوہ ایک اور بھی غلامی کا دستور رایج ہوا تھا یعنے سرقہ انسان۔ جہاز پر ڈاکو ساحل بحر مین سیر کرتے تھے جہاز سے اُترے مال لوٹا۔ آدمی جہاز مین بھر لیے اور چلدیے۔ یورپ کی اکثر نامآور قومون کی ابتدا انھین قزاقیون سے ہوئی ہے۔ جہاز کی لوٹ اچھی حال مین معیوب سمجھی

گئی ہے ورنہ عرصہ تک یہ جائز کمائی سمجھی جاتی تھی۔ مسلمان اپنے عروج یا انحطاط کے زمانہ مین اس قسم کے قزاق نہ تھے۔ شخصی بحث نہین ہے بلکہ قومی شعار کا تذکرہ ہے کہ اُنکی قوم نے کبھی اسکو جائز نہین رکھا۔ ان بحری قزاقون سے مسلمان بردہ ضرور خرید کرتے تھے۔ لیکن یہ خریداری اعانت بالواسطہ سے الگ کرکے دیکھی جائے تو غلامون کے ساتھ بے انتہا سلوک کرنا تھا۔ ایک طور پر اور بھی یہ مسلمان نوع انسانی کے محسن تھے کہ جب کبھی وحشی قومین باہم لڑتی تھین تو وہ قیدیون کو محض اسلیے ہلاک نہین کرتی تھین کہ مسلمانون کے ہاتھ انکو فروخت کرنے سے زر نقد وصول ہوتا تھا۔ کچھ قومین ایسی بھی بیان کی جاتی ہین جو اپنے دشمنون کو کھا جاتی تھین وہ مردم خوار قومین بھی طمع زر سے بجاے کھانے کے مسلمانون کے ہاتھ اپنے غلام بیچ ڈالتی تھین۔ اسوقت اس مہذب زمانہ کا ذکر نہین ہے۔ انگلستان نے اور اُسکی دیکھا دیکھی تمام یورپ نے غلامی اُٹھا کر نوع انسانی پر بیشک بڑا احسان کیا ہے۔ لیکن جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہین اُس زمانہ مین مسلمانون نے غلامون کی تجارت قایم رکھ کر بنی نوع انسانی پر ویسا ہی احسان کیا تھا جیسا کہ اب بردہ فروشی بند کرنے سے کیا جاتا ہے۔

اسپین مین فن تعمیر بہت زیادہ رونق پر تھا۔ مسلمانون کے وقت کی عمارتین عیسائیون نے خراب کر ڈالین اور اب خود اُنکو اسکا افسوس ہے۔ بچی بچائی عمارتین جو رہگئی ہین وہ دیکھنے والون کو بے انتہا حیرت مین ڈالتی ہین۔ اسوقت پانچ پانچ چھ چھ سو برس کی عمارتین ایسی موجود ہین کہ گویا اسی صدی مین بنائی گئی ہین۔ بہت سی عمارتین ایسی بھی ہین جو آج تک سنگ مرمر کی سمجھی گئی تھین اور اب حال ہین پانچ چھ سو برس کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ اصلی سنگ مرمر انمین نہین لگا تھا بلکہ مصالح سے مصنوعی

سنگ مرمر بنایا گیا تھا۔

جزیرہ سسلی مین بھی مسلمانون کی حکومت تین سو برس تک تھی۔ مامون رشید کے بعد جب دور دور کے صوبہ دار خود مختار ہو چلے تو منجملہ ان خود مختار صوبہ دارون کے شمالی افریقہ کے صوبہ دار نے عربی اور بربری مخلوط النسل قوم کی ایک سلطنت قایم کی۔ یہ سلطنت بغداد اور اسپین سے الگ تھی۔ یہان کے مسلمانون نے سسلی مین تیسری صدی کی ابتدا مین لڑائی کر کے ایک مستقل سلطنت قایم کی جسمین بالآخر مالٹا سسلی وغیرہ جزائر یورپ مع جنوبی اٹلی کے شامل ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر گستاولی بان لکھتے ہین کہ "اگرچہ مصر اور اندلس کا سا تمدن عربون نے اس جزیرہ مین قایم نہین کیا پھر بھی اُنھون نے یہان بڑی ترقی کی تھی۔ عربون کے زمانہ مین سسلی کی حالت علم۔ حرفت اور اخلاق مین اُس حالت سے جو اُنکے جانے کے بعد رہگئی تھی بہت زیادہ عروج پر تھی"۔ سسلی مین مسلمان تین سو برس تک حاکم ہو کر رہے اور پھر سو برس تک محکوم ہو کر رہے۔ زمانہ حکومت مین یورپ بھی اُنکا باجگذار تھا اور حالت محکومی مین وہ اپنے فاتحین کے مشیر تھے۔ اٹلی اور اُسکے گرد و نواح مین انکی وجہ سے بہت کچھ تہذیب پھیلی۔

جس طرح محمود غزنوی کے حملون نے ہندوستان مین مسلمان کو بدنام کیا اُسی طرح بربری مسلمانون کے حملون نے شروع شروع سسلی مین مسلمانون کو ضرور بدنام کیا۔ مصر۔ شام۔ اسپین۔ بغداد کی طرح رعایا کی دلجوئی مین انھون نے وہ نمونہ نہین دکھلایا جسکے لیے وہ مشہور تھے۔ اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ سسلی مین مستقل حکومت قایم کرنے کا ارادہ مسلمانون نے نہین کیا تھا اور اسلیے وہان اُنکی گورنمنٹ بہت مہذب

نہ تھی۔ لیکن پھر بھی اِن مسلمانون کی گورنمنٹ سسلی مین یورپ کی تمام ہم عصر گورنمنٹون سے اچھی تھی جسکے ثبوت مین ہم پوپ کا ایک خط نقل کرتے ہین۔

مسلمانون کا سسلی مین آنا اُسوقت ہوا تھا جب قسطنطنیہ کے گورنر متعینہ سسلی کو ایک امیر البحر نے مار ڈالا تھا اور پھر امیر البحر کے مقابلہ مین تمام باشندے باغی ہو رہے تھے مسلمان یہان پر امیر البحر کی مدد کو آئے تھے لیکن پھر یہین رہ گئے جب تک یہ یہان تھے سسلی کو اپنا وطن نہین سمجھے اور نہ زیادہ مستقل حکومت قایم کی اور اسلیے بالآخر یہان کے عیسائیون نے نارمن سے بمقابلہ عربون کے مدد چاہی۔ نارمن نے مسلمانون کو مغلوب کیا لیکن وہ باوجود عیسائی ہونے کے عیسائیون کے حق مین عربون سے بھی سخت تر بلا ثابت ہوئے۔ اس بلا کو خود عیسائی حامیان دین نے بلایا تھا اور جب اُنپر ثابت ہوا کہ نارمنون کی دوستی عربون کی دشمنی سے بد تر سے بد تر ہے تو اُنھون نے پوپ سے پناہ مانگی۔ پوپ نے بہت کچھ شور و غل مچایا اور بالآخر نارمنون کے کفر کا فتوی بھی دیا۔ لیکن اس جنگ جو قوم نے اپنی لوٹ کھسوٹ کے سامنے ایک بھی نہ سُنی۔ اخیر مین پوپ نے شاہ قسطنطنیہ کے نام ایک چٹھی بھیجی جو درج ذیل ہے۔

لیو نہم پوپ روم کی چٹھی شاہ قسطنطنیہ کے نام

"میرے بیٹے آرگی! روس کے ایلچیون کی داستان سُنکر میرے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ نارمنون کی خود سری اور شرارت اور انکا فسق و فجور جو کفار سے بھی بد تر ہے دیکھ کر مین نے ارادہ کر لیا کہ اطالیہ کو ان اغیار کے ظلم سے نجات دون۔ نارمن طیش کی حالت مین کسی چیز کو نہین مانتے۔ وہ عیسائیون کا گلا کاٹتے ہین اور انپر انواع و اقسام کے تشدد کرتے ہین۔ یہ انسانیت سے اسدرجہ گذر رہے ہوئے ہین کہ نہ تو انھین عمر کا

پاس ہے اور نہ مرد و زن کا۔ یہ اولیا کے کلیسون کو لوٹ لیتے ہین۔ ان مین آگ لگا دیتے ہین اور اُنکو برباد کر دیتے ہین۔ ہر ایک چیز کو وہ لوٹتے ہین۔ مین نے اُنھین بارہا ملامت کی ہے۔ اُنھین روکا ہے ان سے منت و سماجت کی ہے۔ انھین خوف خدا دلایا ہے لیکن کیا اچھا کسی عقلمند نے کہا ہے "جسے خدا گمراہ کرے وہ کبھی راہ پر نہین آتا اور دیوانہ باتون سے نہین مانتا" اب مین نے بہ مجبوری ان ناقابل برداشت سختیون کے سبب لڑنے پر مجبور ہوا ہون۔ اور یہ لڑائی جائز اور متبرک لڑائی ہے کیونکہ مین اسکو حفاظت دین اور حفاظت خلایق کے لیے اختیار کرتا ہون"

شاہنشاہ قسطنطنیہ نے کچھ خیال نہین کیا تو دوسرے بادشاہان یورپ کے پاس اُسنے چٹھیان بھیجین۔ جب کسی نے سماعت نہ کی تو اُسنے خود بڑے اہتمام سے لڑائی کی اور بالآخر نارمنون کے ہاتھ قید ہوا اور بڑی بڑی سخت شرطون کے بعد چھوٹا۔ اب یہ وہ زمانہ آیا کہ سسلی اور اُسکے گرد نواح کے جزائر جزأ نارمن کے قبضہ مین تھے اور جزأ مسلمانون کے قبضہ مین تھے۔ نارمنون کے مظالم اپنے ہمذہب عیسائیون کے ساتھ کھُلے کھُلے طور پر تھے۔ خانقاہون کو لوٹنا۔ راہبون کا قتل کرنا انکے لیے معمولی بات تھی۔ بالآخر وہ لوگ بھی عادی ہو گئے تھے۔ نارمنون نے جہان پایا راہبون کو قتل کیا اور راہبون نے جہان نارمنون کو نماز پڑھتے ہوئے پایا مار ڈالا۔ مسلمانون کی خانہ جنگیون نے جس طرح آگے چل کر مسلمانون کا خاتمہ اسپین مین کیا اُسی طرح سسلی مین بھی مسلمانون کی سلطنت کا خاتمہ ۱۰۷۲ء مین ہوا۔ لیکن مابعد کے عیسائی بادشاہون نے مسلمانون کے صلاح و مشورہ سے اُنکے تمدن اور حکومت کے قاعدون کی پابندی کے ساتھ عرصہ تک سسلی مین حکومت کی اور اس طرح

مسلمانوں کے تمدن کا بہت بڑا اثر عیسائیوں پر پڑا۔ بعض مورخوں نے بغداد اور اسپین کے مسلمانوں کی طرح سسلی کے مسلمانوں کو بھی حسن معاشرت اور طریقہ تمدن سکھانے میں یورپ کا اُستاد مانا ہے۔

فرانس میں بھی مسلمانوں کی عملداری ڈیڑھ سو برس تک تھی۔ عبدالرحمن نے نصف فرانس تک فتح کر لیا تھا اور ٹوڈر کی لڑائی میں چارلس مارٹل نے مسلمانوں کے بڑھنے کو روکا۔ یا یوں کہیے کہ چارلس مارٹل سے مقابلہ کرنے کے بجائے مسلمان یہ مناسب سمجھے کہ مال غنیمت کو وہ اسپین تک پہونچا دیں۔ چارلس مارٹل کے مقابلے کو بعض یورپین مورخ مسلمانوں کے سیلاب بلا کا روکنا تصور کرتے ہیں۔ اور بعض مورخ سیلاب رحمت کا روکنا خیال کرتے ہیں۔ اسپین میں تہذیب کا ستارہ صدیوں تک چمکتا رہا اور بمقابلہ اسپین کے تمام یورپ جہالت کی تاریکی میں پڑا ہوا تھا۔ یہ ایک امر مسلمہ ہے۔ اب بعض خیال کرتے ہیں کہ اگر مسلمان اور بھی بڑھتے تو مثل اسپین کے اور حصۂ یورپ کے بھی روشن ہو جاتے یعنے شمالی یورپ تاریکی میں نہ رہتا اگر چارلس مارٹل مسلمانوں کا بڑھنا روک نہ دیتا۔ صائب الرائے مورخین کا یہ قول ہے کہ ٹوڈر کی لڑائی مسلمانوں کے رُک جانے کے لیے محض ایک حیلہ تھی۔ مسلمان شمالی فرانس اور نیز اُسکے اور شمال یورپ میں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ سرد آب و ہوا ان کو ناپسند تھی اور وہ اسی وجہ سے آگے نہیں بڑھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ صدیوں تک فرانس جنوبی پر قبضہ اسپین کے مسلمانوں کا اُسی طرح تھا جس طرح قطب الدین ایبک سے قبل سلاطین غور و غزنی ہند کی بادشاہت کرتے تھے یعنے انکی حیثیت فارن گورمنٹ کی تھی اور ملک کی تمدنی حالت سے انکو دلچسپی نہ تھی۔ اسلیے عربوں کے

تمام ممالک مفتوحہ مین صرف جنوبی فرانس ایسا ملک ہے جسپر مسلمانون نے اپنی تمدنی برکت بہت کم پھیلائی ہے۔ لیکن پھر بھی جنوبی فرانس مین مسلمانون کی بدولت نسبتہً شمالی فرانس کے صنعت وحرفت اور تجارت مین زیادہ تر ترقی تھی۔ اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ اسپین سے اول اول اکتساب علوم کرنے کی وجہ سے تمام فرانس مین رفتہ رفتہ روشنی پھیلی اور مسلمانون کے زوال کے بعد عیسائی سلطنتون مین فرانس ہی نے اول اول مہذب گورنمنٹ کا خطاب حاصل کیا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانون نے جتنے ممالک فتح کیے وہ عموماً دو قسم کے تھے ایک تو وہ جنمین کسی زمانہ مین مُہذب قومون کی حکومتین رہ چکی تھین۔ دوسری وہ جہان مُہذب قوم کا کبھی سایہ بھی نہ پڑا تھا۔ پہلی قسم کے ممالک مین بجز اراکین دولت کے اور سب کے سب از قسم بہایم سمجھے جاتے تھے گویا اراکین دولت کی آسایش اور آرام بہم پہونچانے کے لیے وہ مواشی تھے۔ اور دوسرے قسم کے ممالک کے باشندے آزاد تھے۔ مگر انکی آزادی بہایم سے کم نہ تھی جس طرح جنگلون مین مواشی کے گلّے چرتے پھرتے ہین اُسی طرح ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے الگ زندگی بسر کرتا تھا اور سُست بھیڑ ہو جانے کی حالت مین درندون کی طرح آپس مین لڑتا تھا۔ مسلمانون کے احسانات اگر بالاختصار بیان کرنا چاہین تو اتنا کہنا کافی ہے کہ پہلے قسم کے ممالک کو یعنے شام۔ مصر۔ اسپین۔ فرانس۔ اٹلی۔ جزائر متعلقہ اٹلی۔ ارمن روم۔ ایران۔ افغانستان اور ہندوستان کو اسلام نے غلامی سے آزاد کردایا۔ اور دوسرے قسم کے ممالک یعنے افریقہ۔ ترکستان تاتار خاص۔ چینی تاتار۔ مجمع الجزائر وغیرہ کے باشندون کو حیوان سے انسان بنایا

یورپ کے باشندون کے ساتھ تو مسلمانون نے اتنا بڑا احسان کیا کہ خود کو بھی اُنکے مقابلہ مین نیچا کر دیا - چین ایک ایسا ملک ہے جو ہمیشہ مُہذّب ممالک سے دور رہا - غیر ملکون کی تہذیب کا سایہ بھی اُسپر کبھی نہین پڑا - وہان کے باشندے بقدر ضرورت حرفت و صنعت شروع سے جانتے ہین اور جتنا جانتے ہین اُسپر ہمیشہ قانع رہے - مذہبی خیال مین وہ ہمیشہ بودے رہے اور اسلیے اپنے ملک سے باہر کبھی وہ اپنی روشنی نہ دکھا سکے - بودھ مذہب نے وہان پہونچکر اپنا قبضہ اسلیے کرلیا کہ اسکے قبل وہان کوئی مذہب نہ تھا - بودھ مذہب اعلیٰ مذہب نہین ہے - مذہب کے دو حصّے ہین (۱) ایک اعلیٰ قوت سے اپنے کو نیچا سمجھنا - (۲) تمام دیگر قوتون سے اپنے کو اعلیٰ سمجھنا - مذہب اسلام مین یہ دونون اجزا موجود ہین - لیکن بودھ مذہب مین صرف دوسرا جزو ہے - اِن اجزا کی تفصیل ہم "علمی مباحث" کے باب مین بیان کرین گے یہان ہم صرف یہ کہتے ہین کہ چین مین مسلمانون کے ذریعہ سے یہ پہلا جزو بھی پہونچا - چینیون نے جو اپنے کو آجتک روز تک قایم رکھا اُسمین مسلمانون کے میل جول کے برکات کو بھی بڑا دخل تھا -

پروفیسر برلیعث نے جو خیالات مسلمانان چین کی نسبت ظاہر کیے ہین ہم نے اس کتاب کے صفحہ ۲۴۴ مین اُسکا ترجمہ نقل کیا ہے اُسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چین مین مسلمانون نے کیا کیا اور کیا کر رہے ہین - باشندگان ہندوستان کے ساتھ مسلمانون نے جو احسانات کیے ہین وہ بھی کچھ کم نہین ہین - مسلمان جسوقت یہان آئے چھوٹون پر بڑون کے مظالم بہت بڑھے ہوئے تھے - پوشش نہایت سادہ تھی - عورتون کے حقوق بالکل پامال تھے مذہبی سختیان بہت زیادہ پھیلی ہوئی تھین

خیالات مین تاریکی تھی - جو باشندے مسلمان ہو گئے اُنکا تو کچھ ذکر ہی نہین ہی جو مسلمان نہین ہوئے اُنکی حالت نے بھی ہر اعتبار سے مسلمانون کے عہد مین بہت زیادہ ترقی کی - اب بھی مسلمانون کی آبادیون مین جو ہنود بستے ہین اُنکے اطوار اور طرز ماندو بود اُن ہندؤون سے جنکو مسلمانون کی صحبت نصیب نہین ہوئی کہین زیادہ مہذب اور شایستہ ہین - بحث اور حجت کی ضرورت نہین ہے ایک سرسری خیال تمام باشندگان ہند کی حالت کا کیا جائے تو بخوبی سمجھ مین آجائے گا کہ ہم کیا کہتے ہین - مگر اس خیال کے وقت وہ صورتین علحدہ رکھی جائین جنکو انگریزی تعلیم نے درست کر دیا ہے - غرضکہ کوئی تسلیم کرے یا نکرے مسلمانون کے جو احسانات عالم پر ہین وہ از قسم بدیہات ہین -

فصل ہیجدہم

جنگ صلیبی

جنگ صلیبی نے بھی انتہا کی تہذیب یورپ مین پھیلائی اور یہ تہذیب مسلمانون سے اکتساب کی گئی ہے مفصل بیان ذیل مین پڑھنا چاہیے -

جنگ صلیبی دنیا کے اہم واقعات سے ہے - دو سو برس تک یورپ کے تمام عیسائی اپنی متفقہ قوت کے ساتھ شاہان مصر اور شام سے لڑتے رہے کہ فلسطین - بیت المقدس کو مسلمانون سے چھڑا لین - لیکن بالآخر وہ ناکام رہے - ان لڑائیون کو کروسیڈ کہتے ہین جسکا ترجمہ "جنگ صلیبی" ہے -

دوسری صدی ہجری مین شارل مین نے ہارون الرشید سے عیسائیون کے لیے فلسطین کی زیارت کی اجازت لی تھی اور ہارون الرشید نے نہایت خندہ پیشانی سے اسے منظور کیا تھا - اسکے قبل مسلمانون کے فتوحات کی ابتدا تھی

عیسائی جلتی ہوئی آگ مین کو ناپسند نہ کرتے تھے اور ایک طور پر زیارت کا خیال ہی
اُنکے دل سے نکل گیا تھا لیکن امن قایم ہونے پر جس طرح شارلمین کی درخواست
پسندیدہ تھی اُسیطرح ہارون الرشید کی اجازت بھی مقتضاے انسانیت تھی جب تک
عربون کا زمانہ تھا زیارت مین نہایت سہولت ہوتی تھی۔ کچھ تو عربون کا رعب تمام یورپ پر
اس طرح چھایا ہوا تھا کہ عیسائی زایرین اعتدال سے بڑہ نہین سکتے تھے اور کچھ عربون کا
طرز تمدن اس قسم کا تھا کہ عیسائیون کے خلاف مزاج کوئی بات ہو نہ سکتی تھی۔ سوء اتفاق سے
دونون باتون مین انقلاب پیدا ہوا۔ فرانس سے مسلمانون کی حکومت اُٹھ گئی سسلی مین
مسلمان عیسائیون کے محکوم ہوگئے۔ ایشیا مین اسلامی سلطنت کے ٹکڑے ہوگئے۔
یہ حالت دیکھ کر عیسائیون کا دل بڑھا اور وہ مسلمانون کی نسبت سمجھنے لگے کہ یہ ایسی قوم
نہین ہے کہ کسی طرح مغلوب نہو سکے۔ اب زائرین بیت المقدس ذرا شان و شوکت سے
آنے لگے۔ یہان عربون کی حکومت اُٹھ چکی تھی۔ ترکمانون مین عربون کی سی سیر چشمی
ان معاملات مین نہ تھی وہ عیسائیون کی آزادی دیکھ نہین سکتے تھے۔ رفتہ رفتہ زائرونکی
بھی نوعیت بدل گئی۔ اب وہ بڑی تعداد مین آنے لگے۔ انکا آنا گویا ایک فوج لیکر ملک پر
حملہ کرنا تھا۔ پوپ نے بڑے بڑے گناہون کا کفارہ زیارت بیت المقدس قرار دیا تھا اسلیے
ان زایرین مین بڑے بڑے جرایم پیشہ ہوتے تھے اور مذہبی خیالات کے لوگ کم ہوتے تھے
وہ جب اپنے غول سے آتے تھے تو ایسے ہی آزاد ہوتے تھے جس طرح ہندوستان
مین مُحرم کا ہر ایک تعزیہ دار ایک سپاہی ہوتا ہے۔ حاکم فلسطین نے اُنکی بیجا آزادی گوارا نہین
کی اور رفتہ رفتہ بے لطفی بڑھتی گئی۔ بالآخر پیٹر ایک شخص نے اپنے کو پیشواے مذہب بنا کر
پوپ سے فلسطین کو مسلمانون سے چھوڑانے کا فتویٰ لیا اور تمام یورپ کو متفق کر کے

بیت المقدس کے لیے لڑنے پر آمادہ کیا۔ اس تحریک کی وجہ سے بہت سی لڑائیان ہوئین جسکا سلسلہ دوسو برس تک قایم رہا۔ پٹیر تو دوسو برس تک زندہ نہین رہا لیکن جو تعصبات روز بروز بڑھتے گئے انکا دوسو برس تک قایم رہنا مستبعد نہ تھا۔ بالآخر عیسائیون نے دوسو برس کے بعد جب خوب خیال کیا کہ ابھی مسلمان اتنے گرے ہوئے نہین ہین کہ دنیا مین اُنکی عظمت تسلیم نہ کی جائے تب کہین سلسلہ جنگ منقطع ہوا۔

اول اول اتنی فوج عیسائیون نے جمع کی تھی کہ اگر اُنہین ذرا سی بھی شائستگی ہوتی تو تمام دنیا وہ فتح کرسکتے تھے۔ تیرہ لاکھ فوج سے تمام یورپ کے امرا اور سلاطین فلسطین کی طرف چلے تھے۔ رسد لیکر نہین چلے تھے اسلیے رسد کے لیے اُنھون نے پہلے عیسائیون ہی کو لوٹا اور اُنکے ممالک غارت کیے اور بالآخر عیسائیون کے گوشت سے اُنکو پیٹ بھرنے کی نوبت آئی۔ اس طرح مرکھپ کر جو فلسطین تک پہونچے وہ بھی مسلمانون کے لیے بہت تھے بالخصوص ایسی حالت مین کہ بغداد اور مصر کی ناچاقیون نے اسلامی حکومت مین بے انتہا کمزوریان پیدا کر رکھی تھین۔ عیسائی فتحیاب ہوئے لیکن اُنکو اس فتحیابی سے کوئی بڑا فائدہ نہین پہونچا بجز اسکے کہ وہ فلسطین پر ۸۸ برس تک قابض رہے۔ اس اثنا مین ان عیسائیون کی وجہ سے شام کا ملک جو حرفت صنعت اور زراعت مین بے مثل تھا پامال ہوا اور ایسا پامال ہوا کہ پھر ابتک نہ پنپا۔ مورخین لکھتے ہین کہ عربون کے تمدن کا شام سے اُٹھ جانا شام کی بربادی کا سبب ہوا لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر عیسائیون کے ہاتھ سے یہ ملک تباہ نہ ہوتا تو ترک بھی اسکی حالت بدستور قایم رکھ سکتے تھے۔

مسلمانون پر یہ شکست بہت شاق گزری اور آہستہ آہستہ اُنھون نے اپنی کمی پوری کرنا شروع کی۔ ایک مسلمان سپہ سالار صلاح الدین نے پہلے اپنے کو مصر کا پھر عرب کا اور بعد

بغداد کا بادشاہ بناکر اور اس طرح مسلمانون کی متفرق قوتون کو یکجا کرکے شام کی مستقل حکومت اور عیسائیون کے اخراج کا ارادہ کیا۔ صلاح الدین کو فتح ہوئی اور اُسنے تمام یورپ پر ثابت کردیا کہ مسلمان تمام قومون مین اسلیے شجاع کہے جاتے ہین کہ اُنمین تہذیب کا مادہ بڑھا ہوا تھا۔ عیسائیون کی سابق زیادتیان صلاح الدین کے پیش نظر تھین کہ ایک مسلمان کو بھی بیت المقدس مین عیسائیون نے زندہ نہ چھوڑا تھا حتی کہ عورتون اور بچون کو بھی مار ڈالا تھا۔ اور جب مارنے سے انکے ہاتھ تھک گئے تھے تو آگ مین جلا ڈالا تھا۔ لیکن اسکے عوض مین اُسنے اپنی باری مین تمام عیسائیون کے ساتھ نہایت ہی رحم کا برتاؤ کیا۔ ایک جان بھی نہین ماری۔ اور ایک خفیف رقم جزیہ کا اقرار لیکر سب کو پوری آزادی دیدی۔ اسکے بعد چھ لڑائیان اور ہوئین اور اکثر مین یورپ کی متفقہ قوتین شریک بھی ہوئین لیکن مسلمانون کو عیسائی نہ ہٹا سکے۔ غرضکہ دو سو برس تک یہ طوفان بے تمیزی برپا رہا۔ اِن لڑائیون کو صلیبی جنگ کی جگہ یورپ اور ایشیا کی لڑائی کہین تو بجا ہے۔ اس دو سو برس کے عرصہ مین بہت سی باتین پیدا ہوگئین۔ مثلاً پوپ کا پیشوائے مذہب ہونا اس صلیبی جنگ کی وجہ سے عام طور پر تسلیم کیا گیا۔ فرانس اور اٹلی کی حکومت نہایت کمزور ہوگئی تھی۔ اس جنگ نے اُنکی قوتین بڑھا دین اسلیے کہ تمام چھوٹے چھوٹے امرا نے اپنی اپنی جاگیرین بیچ کر لڑائی مین خرچ کردیا چھوٹی چھوٹی جاگیرون کے مٹ جانے سے شہنشاہی کو قوت پہونچگئی۔ برخلاف اسکے جرمنی کی قوت گھٹ گئی کہ وہان خود گورنمنٹ نے بہ نسبت جاگیردارون کے زیادہ دلچسپی ظاہر کی تھی۔

اس مذہبی جنگ کے ختم ہونے پر عیسائیون مین ایک مذہب مقلدین لوتھر
کا نکلا جو عیسائیون کی موجودہ حالت قابل اصلاح سمجھا۔ جنگ صلیبی کی وجہ سے
عیسائی قوتین قتل وخونریزی مین بہت بیباک ہو رہی تھین۔ جو بیدردی مسلمانون
کے مقابلہ مین پوپ کے مقلدین روا رکھتے تھے۔ اب وہی بیرحمی مقلدین لوتھر یعنی
پراٹسٹنٹس کے مقابلہ مین روا رکھی گئی اور ایک عرصہ تک یورپ اپنی وحشیانہ
حرکتون سے تمام عالم کو حیرت مین ڈالے ہوئے تھا۔
پراٹسٹنٹس کا مذہب قریب قریب اصول مین اُسی طرح عیسائی مذہب کی اصلاح
کرتا ہے جس طرح اسلام نے چاہی تھی اور ان معنون مین اسلام کو بھی مذہب عیسوی کا
مصلح کہین تو بہت ٹھیک ہے۔ پراٹسٹنٹس نے یورپ کو بہت فائدہ پہونچایا۔ یورپ
نے اسلام نہین اختیار کیا لیکن اس اصلاح بغیر انکا کام بھی نہین چلا یعنے جب
تک یہ مذہب انھون نے اختیار نہین کیا تھا وہ ترقی نہین کر سکے۔ محض ضد سے
انھون نے اسلام نہین قبول کیا۔ لیکن جنگ صلیبی کے میل جول نے جب انپر
انکی کمزوری ثابت کردی تو اسلام سے ملتے جلتے خیالات کی پیروی انھون نے
مقلدین لوتھر بنکر اختیار کی۔ شروع شروع اس مذہب والون کو بہت کچھ دقتین
اُٹھانا پڑین لیکن بالآخر کامیابی ہوئی اور اس کہنے مین ہمکو کوئی شرم نہین ہے کہ
پراٹسٹنٹس بعض اوہام پرست مسلمانون سے مذہبی عقاید مین بہتر ہین اور یہی وجہ
انکی ترقی کی ہے۔
اس جنگ صلیبی کی بدولت ایک نفع مسلمانون کو یہ بھی پہونچا کہ اُنھون نے
مسلمانون کا تمدن سیکھا اور اُنکی شائستگی اختیار کی۔ بغداد و سسلی اور اسپین کے

درس گاہون مین عیسائیون کا آکر تعلیم پانا یورپ کی عام خلقت پر ایسا اثر نہین ڈال سکتا تھا جیسا اس میل جول نے ڈالا۔ تمام یورپ کے مختلف حصّون کے اہل حرفہ زراعت پیشہ اور تجارت پیشہ مسلمانون سے ملے (دشمن ہو کر سہی) مہذب ملک مین آکر انھون نے آنکھین کھولین اور عجائبات دنیا دیکھے۔ عربون کی شاندار زندگی جو ترقی حرفت کا سبب ہوتی ہے پسند کی۔ اور مسلمانون کی خوبیون پر نظر کی اور واپس جانے کے بعد تمام یورپ مین ایک نئی تحریک پیدا کی۔ دو سو برس کی لڑائیون نے اُنکو سمجھا دیا کہ دوسری قوم پر حکومت کرنا جبتک شایستگی نہوگی ممکن نہین ہے۔ جنگ صلیبی ختم ہونے پر دو صدیون تک یورپ نے تمام چیزون مین ترقی کرنے کے بعد محسوس کیا کہ خیالات کی ترقی بغیر قومی ترقی نہین ہو سکتی بالآخر لوتھر نے جدید خیالات قایم کیے جسمین بجز مسئلہ تثلیث کے وہ تمام باتین جو خلاف اسلام تھین خلاف عقل سمجھی گئین۔ مسئلہ تثلیث بھی بہت محدود معنون مین رکھیا اور رفتہ رفتہ اسمین بھی اصلاح ہوتی گئی۔ غرضکہ آنحضرتؐ کی تعلیم نے جو اثر قوم پر مہینون اور برسون مین کیا وہ مارٹن لوتھر کی تعلیم نے صدیون مین کیا۔ اور وہ بھی ناکمل۔ اور اب جو کچھ عیسائیون کے پاس ہے اُسکو اُنھون نے مسلمانون سے گویا وام لیا ہے۔ لیکن اسمین شبہ نہین ہے کہ وہ دنیاوی حالت مین مسلمانون سے اچھے ہین۔ اسلیے نہین کہ اُنکے قواعد مضبوط تر ہین۔ بلکہ اسلیے کہ جو کچھ اُنکے پاس ہے اُسپر وہ مضبوطی سے قایم ہین۔ ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر ہم مین مضبوطی نہین ہے۔ اعتقادات اور خیالات کی استواری مفقود ہو گئی ہے۔

فصل ۱۹ نوزدہم

اخوۃ اسلامی

ایک غریب اندھے سے کسی نے پوچھا بھئی کھیر کھاؤ گے۔ اُس نے کہا مین نے توکبھی کھائی نہین ہے اور نہ جانتا ہون کہ کیسی ہوتی ہے۔ پوچھنے والے نے کہا دودھ اور چاول سے بنتی ہے اور نہایت سفید ہوتی ہے۔ اندھے نے کہا سفید کیسی۔ اُسنے کہا۔ کیا یہ بھی نہین جانتے بگلہ کے پر کی طرح سفید بّراق ہوتی ہے۔ اندھے نے کہا بگلہ کیسا ہوتا ہے اُسنے کہا صلاح نشد بلا شد۔ اب مین تمھین بگلہ کیسے سمجھاؤن۔ بگلہ ایک پرند ہے بڑی گردن اوپر سے خم اور یہ کہکر اپنا ہاتھ ٹیڑھا کیا اور اندھے کے ہاتھ پر رکھ دیا اندھے نے گویا بگلہ کی گردن ٹٹول کر کہا۔ یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے مجھ سے کھائی نہ جائے گی جب سے ٹیڑھی کھیر ضرب المثل ہے۔ اس حکایت سے یہ نتیجہ صریح اخذ ہوسکتا ہے کہ جو چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے وہ زبان کے سمجھانے سے سمجھ مین نہین آسکتی۔ خدا نے فرمایا ہے " انما المنون اخوۃ " (مسلمان بھائی بھائی ہین) یعنے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ رکھے جیسا ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ رکھتا ہے۔ اب جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ اُسوقت عرب مین ایک بھائی کا دوسرے بھائی کے ساتھ کیسا برتاؤ تھا تب تک اس آیت کے معنی سمجھ مین نہین آسکتے۔ اگر ہندوستان کے بھائیون پر خیال کرین تو آیت کا مفہوم خبط ہوجاتا ہے یہان تو پہلے بھائی بھائی سے لڑے گا پھر کہین غیر سے لڑے گا۔ ابتدا گھر ہی سے ہوگی۔ کیا معنی کہ اشتراک خاندان کا بڑا دستور تمام ہندوون اور مسلمانون

ہین یکسان قایم ہے - پیشواے خاندان تمام دنیا کے جھگڑے بکھیڑے اپنے سر رکھتا ہے اور دیگر اشخاص خانہ دنیا و مافیہا سے خبر نہین رکھتے اگر انکا کچھ مشغلہ ہے تو صرف یہ کہ پیشواے خانہ کی طرف سے دل مین صدہا کدورتین جمع کرتے جاتے ہین اور منھہ سے کچھ نہین کہتے - اندر ہی اندر جب خوب مواد پک لیا تو ایک مرتبہ خانہ جنگی کی ٹھہری اور اُسکے بعد جُدائی ہوئی - بے لڑے بھڑے پیشواے خانہ بندگان حلقہ بگوش کو آزاد نہ کرے گا اور نہ سگان زردکی رسگ زرد باش برادر زمردمباش) گلوخلاصی کرے گا - گویا ہر ایک کو دنیا کے جھگڑون مین پڑنے کے قبل اپنے بھائی یا اور قریبی رشتہ دارون سے جو بھائی کی مد مین ہین لڑنا فرض ہے - اب ایسی حالت مین ہم کیا سمجھ سکتے ہین کہ اخوت اسلامی کی بنیاد دین اسلام نے کس بیش بہا اصول پر قایم کی تھی - جب اخوۃ کی عظمت ہمارے دل مین نہین ہے تو اخوۃ اسلامی ہم کیا سمجھین گے -

عرب مین گو جہالت تھی لیکن اُنکے تمدن نے برادرانہ حقوق کی حفاظت نہایت اعلیٰ درجہ پر کی تھی - حالت ماندوبود اُنکی نہایت سادہ تھی - بالغ ہونے کے بعد ہر ایک بجاے خود کمانے کھانے کی فکر کرتا تھا اور بیاہ شادی جب ہی کرتا تھا کہ خود مین بارعیالداری اُٹھانے کی استطاعت پاتا تھا - امیر غریب سب ہی مین ہوتے ہین اور فطرتی محبت کا مقتضا کم و بیش سب مین ہوتا ہے - شرکت کی وجہ سے جو دلون مین بغض اور کینہ کی گرہین پڑ جاتی ہین - عرب مین انکا نام بھی نہ تھا - ایک بھائی دوسرے بھائی کی تنگدستی مین دستگیری کرتا تھا طرفین سے اظہار خلوص و احسانمندی ہوتا تھا - فطرتی محبت مین انکے طریق عمل بیحد

قوت پہونچاتے تھے۔ علاوہ اس حسن معاشرت کے ایک خاندان کو دوسرے خاندان سے یا ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ سے لڑنے کی ضرورت ہوتی تھی اور اُسوقت تمام اہالی خاندان سردار قوم کی ماتحتی مین اپنا مرنا جینا عزت اور فخر کا باعث سمجھتے تھے۔ اگر کسی ایک کو دوسرے قبیلہ کا کوئی شخص مارتا یا گالی دیتا تھا تو صرف اُسکے بھائی بھتیجے نہین بلکہ کُل قوم کے نوجوان اُسکی مدد کو از خود کھڑے ہوجاتے تھے اور کسی قسم کا بار احسان نہین رکھتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ آج جسکی مدد کو ہم کھڑے ہوتے ہین وہ کل ہماری مدد کو اسی طرح کھڑا ہوگا۔ بھائیون کا قوت بازو ہونا عربون ہی کے تمدن مین پایا جاتا تھا۔ دوسری جگہ اسکی مثال نہین ملتی۔ ہان اسکے قریب قریب ایک شی ہندوستان مین ہم پاتے ہین کہ مقدمہ بازی کے لیے جتنے جھوٹے گواہ چاہیے لے لیجیے۔ مشہور ہے کہ زمینداری کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے اور تنہا جھوٹ بولنے سے کامیابی نہین ہوسکتی جب تک دس پانچ گواہی دینے والے ساتھ نہ ہون۔ اسلیے ایک کا دوسرے کی طرف سے گواہی دینا کسی قسم کا احسان رکھنا نہین ہے بلکہ آپس کی تمدنی حالت کا مقتضا ہے۔

اگر اس تقریر سے عرب کے بھائیون کے باہمی برتاؤ کا نقشہ ناظرین کے ذہن مین کچھ آیا ہو تو وہ سمجھین کہ شرع محمدی نے خاندانی اخوۃ کو وسیع پیمانے پر پھیلا کر یہ حکم دیا کہ جتنے لوگ دائرہ اسلام مین آتے جائین وہ ایک ماں باپ کی اولاد یا ایک خاندان کے افراد سمجھے جائین۔ اُسوقت مسلمانون کا یہ انداز تھا کہ ایک کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کا جوٹھا پانی پیتا تھا۔ جوٹھا کھانا کھاتا تھا۔ اُنھین دولت، ثروت

اور ہنر کا کچھ امتیاز نہ تھا۔ امیر سے امیر ایک ادنی غریب سے فروتنی کے ساتھ پیش آتا تھا کوئی شخص دولت کی وجہ سے خود کو زیادہ معزز نہین سمجھتا تھا اگر عزت تھی تو کبرسنی کی تھی یا علم کی۔ غریب سے غریب مسلمان کی عزت تمام متمول مسلمان اُتنی ہی کرتے تھے جتنی اُسکے چھوٹے بھائی یا لڑکے کرتے تھے۔ غریب سے غریب۔ فقیہ محدث یا حافظ قرآن بڑے بڑے امیرون کے دربار مین محترم سمجھا جاتا تھا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی غیبت یا عیب جوئی نہین کرتا تھا ایک کو خوشحال دیکھ کر دوسرا خوشیان مناتا تھا حسد کا نام بھی انمین نہ تھا۔ کسی ایک بھائی کے گھر دولت کا آنا ہر ایک عین اپنے گھر دولت کا آنا تصوّر کرتا تھا۔ غیر قومون سے اگر ایک مسلمان نے بھولے سے بھی کوئی وعدہ کیا یا کسی بات مین زبان دیدی تو تمام مسلمان اُسے عین اپنا وعدہ کرنا اور اپنی زبان دینا تصور کرتے تھے۔ اس اخوۃ نے بے انتہا اتفاق پیدا کر دیا تھا۔ پیغمبر خدا کے زمانہ مین اور صحابہ کرام کے زمانہ مین اس اخوۃ نے ایسے ایسے کام بنائے کہ یورپین مورخ پڑھ کر حیران ہو جاتے ہین۔ تمام باتین انکی سمجھ مین آجاتی ہین لیکن یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ انسان ایسے متلون خود غرض اور کمزور مخلوق کو نبی ؐ نے کس طرح اخوۃ اسلامی کی رسّی سے جکڑ کر مستقل مزاج۔ فرشتہ خصلت اور زبردست قوم بنادی تھی۔

زمانہ مابعد مین جہان سب چیزون مین ضعف آیا اخوۃ اسلامی مین بھی ضعف آیا اور اب تو محض لفظ ہی لفظ ہے اسمین کوئی مفہوم ہی نہین ہے۔ کالبد ہے روح نہین ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے اور ہزار ہزار شکر ہے کہ اس زمانہ انحطاط مین بھی جو اخوۃ مسلمانون مین ہے وہ اور کسی مذہب مین نہین ہے۔ آج کوئی شخص

جاپان یا چین کا رہنے والا - اسٹریلیا - برما - امریکا یا دنیا کے کسی حصۂ کا باشندہ ہمارے سامنے آکر کھڑا ہو ہم اُسکی زبان سے نا آشنا ہون - صورت اُسکی بالکل غیر مانوس ہو - کسی قسم کی مناسبت ہم سے نہ ہو - لیکن وہ صرف " لا آلہ اللہ محمد رسول اللہ " ہمارے سامنے کہدے تو ایک مرتبہ ہماری رگون مین اخوۃ اسلامی ضرور جوش زن ہو جائے گی - ہم اجنبیت کا خیال نکرین گے - یہ بھی نہ سوچین گے کہ وہ ہمارے لیے کوئی بلا ساتھ لایا ہے یا پیغام شادمانی سُنانے آیا ہے - رات کو اُسکے ساتھی ڈاکہ مارنے آئین گے تو یہ پھاٹک کھول کر اُنکو گھر مین بلائے گا یا ہمارے ساتھ رہکر یہ ہمکو کوئی عمدہ سبق دے گا اور ہماری حفاظت کرے گا - یہ بھی ضرور نہین ہے کہ ہم خود پکے مسلمان ہون - ارکان مذہب جانتے ہون - اسلام سے ہمکو محبت ہو - ان چیزون کی ضرورت نہین ہے - ہماری آؤ بھگت کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہم نے مسلمان کے گھر جنم لیا ہے اور ہمارے سامنے ایک اجنبی کلمہ پڑھتا ہوا آیا ہے ہم بے سمجھے بوجھے اُس سے جھپٹ جائین گے اور دسترخوان پر کھانا بچھا کر کہین گے آیئے! بسم اللہ ہاتھ دھوئیے!! - ہم یہ نہین کہتے کہ ہم اُسکے ساتھ بیوفائی نکرین گے اگر اُسکی تقدیر مین گردش ہے تو سب کے پہلے ہم ہی اُسکی تخریب کے اسباب بھی بہونچائین گے - یہ ہماری موجودہ بُرائیون کا دوسرا رُخ ہے لیکن ایک مرتبہ ہم اپنے اظہار اخلاق سے اُسکا دل ضرور خوش کر دین گے اور اگر وہ کسی غیر مذہب کا ہے اور تقیہ کر کے ہم سے ملا ہے جب بھی ہم اُسکے دلمین ایک مرتبہ یہ جتا دینگے کہ پیغمبر کے وقت مین جو اخوۃ اسلامی کی آگ روشن کی گئی تھی اُسکی خاکستر مین اب بھی ذرا ذرا سی چنگاریان موجود ہین اور دنیا کا کوئی مذہب اسبارہ مین اُس

درجہ فیاض نہین ہے۔

آیات قرآنی

"سب ملکر مضبوطی سے اللہ کا ذریعہ پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو اللہ کا وہ احسان یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اُسنے تمھارے دلون مین الفت پیدا کی اور اُسکے فضل سے تم بھائی بھائی ہوگئے۔" آل عمران[1] ۱۱۔

"خدا سے موسیٰ نے کہا کہ میرے گھر والون مین سے میرے بھائی ہارون کو میرا بوجھ بٹانے والا بنا کر اُن سے میری ڈھارس بندھا اور میرے کام مین انکو شریک کر۔" طٰہٰ[2] ۲

"لیپالکون کو اُنکے حقیقی باپون کے نامون سے پکارا کرو یہی بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف ہے۔ لیکن اگر تمکو اُنکے باپ معلوم نہ ہون تو خیر وہ تمھارے دینی بھائی اور تمھارے دوست ہین۔" سورہ[3] احزاب رکوع ۴۔

"مسلمان آپس مین بھائی بھائی ہین۔ اپنے دو بھائیون کے درمیان تم صلح کروا دیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو کہ تم پر رحم کیا جائے۔" سورہ[4] حجرات رکوع اول۔

"پیٹھ پیچھے ایک کو دوسرا بُرا نہ کہے کیا کوئی تم مین سے گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یہ تو ہرگز گوارا نہ کرے گا۔" سورہ[5] حجرات رکوع ۲۔

---

[1] واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔

[2] واجعل لی وزیراً من اہلی ہرون اخی۔ اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری۔

[3] ادعوہم لآبائہم ہو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اباءہم فاخوانکم فی الدین وموالیکم۔
عرب مین بھی تبنیت کا دستور تھا اسکو اسلام نے مٹا دیا۔ قرآن مین ہے کہ اللہ نے تمھارے لیپالکون کو تمھارے بیٹے نہین بنائے یہ خود تمھارے منہ کی بات ہے (سورہ احزاب رکوع ۱) پھر اسکے بعد خدا نے فرمایا کہ اگر کسیت سے لیپالک کو پکارنا ہو تو اُسکے اصلی باپ کا بیٹا کہکر پکارو یا بھائی کہکر پکارو کہ وہ تمھارے دینی بھائی ہین اور تمھارے دوست ہین۔

[4] انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔

[5] ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرہتموہ۔

باب دوم

تعزیرات

فصل ہفتم

جرایم

اسلامی تعزیرات کا اگر زمانہ حال کے مہذب ممالک کے قانون سے مقابلہ کیا جائے تو جزئیات مین بہت سے اختلاف پائے جاتے ہین۔ گو اصول ہین یعنے امن قایم رکھنے کے اغراض مین دونون متعین ہین۔ اسلام مین کوئی بات جدید نہین قایم ہوئی ہے۔ تمام باتین وہی ہین جو قبل سے مہذب قومون مین رائج تھین۔ اسلام نے ذرا عمدہ ترتیب دیدی اور اسکی پابندی سختی سے کی۔ مثلاً اس زمانہ مین زنا کوئی جرم نہین ہے اور اسلام مین یہ جرم بعض حالتون مین مستلزم القتل ہے۔ اور یہ سزا صرف اسلام نے قایم نہین کی ہے۔ دنیا کی اکثر مہذب قومون مین باوقات مختلف یہی سزا زنا کی تھی۔ اسی طرح اور بھی بہت سی باتین ہین کہ وہ اسلام مین جرم تھین اور زمانہ حال مین جرم نہین ہین۔ بظاہر اسلام کی سختی ناپسندیدہ معلوم ہوتی ہے محض اسلیے کہ اسکے خلاف سُننے اور سمجھنے پر طبیعت مائل اور عادی ہو رہی ہے۔ لیکن غور کرنے سے وہ مصالح سمجھ مین آجاتے ہین جنپر یہ احکام مبنی ہین موقع موقع سے انکا بیان کیا جائیگا۔

اور دوسرے چند جرایم ایسے ہین جو زمانہ حال مین سنگین ترین جرایم سمجھے جاتے ہین لیکن اسلام مین وہ اتنے سنگین نہین ہین۔ مثلاً قتل اور رہزنی شدید۔ قتل عمد کی سزا قتل اور نہین تو حبس دوام عبور دریاے شور اسوقت مہذب گورنمنٹون مین لازم ہے اور اسلام

مین یہ محکوم ہے کہ مقتول کا وارث اگر کچھ ہرجہ (دیت) لیکر خون معاف کردے تو پھر قاتل کی سزا نہین ہو سکتی - اِن سنگین جرایم مین اسلام کی نرمی کے وجوہ بھی موقع موقع سے بیان کیے جائین گے -

اسمین تو ذرا شک نہین کیا جاسکتا کہ دنیا مین جب اسلامی قانون جاری تھا تو نہایت امن وامان تھی اور اس مین بھی شک نہین ہے کہ اسوقت یورپین عملداریان جہان ہین وہان بھی امن قایم ہے ایسے دو متضاد قانون اپنی اپنی جگہ پر امن قایم رکھین یہ خلاف عقل معلوم ہوتا ہے - اس بحث کا طے کرنا اسوقت ہمارا مقصود اصلی ہے - اس بحث کے سمجھانے کے لیے ہم طب یونانی اور طب انگریزی کا مقابلہ کرتے ہین - لایق طبیبون کے نہونے سے عمدہ دواؤن کے نہ ملنے سے جدید تحقیقات اور جدید آلات کی کمی سے - علم تشریح کی محدومیت سے طب یونانی اسوقت نکمّی ہو رہی ہے - لیکن یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ طب یونانی اپنے اصول مین طب انگریزی سے بڑی ہے - گو دونون کے طرز عمل مین زمین وآسمان کا فرق ہے - طب یونانی زاید تر دفع اسباب کی فکر رکھتی ہے - اور طب انگریزی دفع مرض کی - کہنے کو یہ دو لفظ بہت آسانی سے کہے گئے - مگر انھین پر تمام اختلافات کی بنیاد قایم ہے - اور صحت قایم رکھنے کے لیے سمجھیے تو دونون مین کچھ اختلاف نہین ہے - دونون طریقون سے مریض اچھے ہوتے ہین - اسی طرح اسلامی طریقہ سے جرایم کے اسباب کا استیصال کیا جاتا ہے اور حال کے قانون کے مطابق خود جرایم کا استیصال کیا جاتا ہے - مثلاً جتنے جرایم دنیا مین پیدا ہوتے ہین عموماً اُنکے اسباب بعید یا قریب زناکاری - شراب خواری - اشتعال دینے والے الفاظ - جھوٹے اتہامات لگانے والے بیانات ہوتے ہین - اسلیے اسلام نے

اِن کو جُرم ناقابل راضی نامہ قرار دیا اور گورنمنٹ کو اسکا استغیث ٹھرایا۔ چوری بھی اسی قبیل سے ہے۔

اور وہ جُرم جو فی الواقع دوسرے جرایم کے اسباب نہین ہوتے انکا بدلہ لینا ضرر رسیدہ کی راے پر چھوڑا۔ زید نے اگر عمر کی اُنگلی کاٹ ڈالی تو عمر کو اختیار ہے کہ اُتنی ہی اُنگلی وہ زید کی کٹوالے۔ حتیٰ کہ قتل مین بھی ایساہی ہے۔ مقتول کو تو کچھ تکلیف نہین پہونچی اُسکو ایک دن مرنا تھا مر گیا۔ تکلیف اسکے ورثا کو البتہ پہونچی۔ اب ورثا کو اختیار ہے کہ کچھ معاوضہ (دیت) لیکر قاتل کو چھوڑ دین۔ یا اپنے سامنے اُسکو قتل کرواکر دل اپنا ٹھنڈا کرلین۔

سزا دینے مین زیادہ تر خود گورنمنٹ کی غرض ہوتی ہے یعنے وہ تمام جرائم جن سے امن مین خلل پڑنے والا ہو گورنمنٹ کے مخالف ہوتے ہین۔ اگر قتل عمد اور ضرر شدید مین گورنمنٹ کا سزا دینا یقینی نہ ہو۔ اور اُدھر زنا۔ شراب خواری۔ دشنام دہی وغیرہ مین بھی گورنمنٹ دست انداز نہ ہو تو انتظام کسی طرح قایم نہین رہ سکتا۔ گورنمنٹ تماشہ ہو کر رہجائے گی۔ چنانچہ اسلامی سلطنتون کے ضعف مین جرایم کی کثرت کی یہی وجہ تھی کہ ام الجرایم کی طرف توجہ نہ تھی۔ اور قتل اور ضرر شدید مین قانون پہلے ہی سے نرم تھا۔ پھر امن قایم رہے تو کیونکر۔ بعضون کا یہ خیال ہوگا کہ قتل اور ضرر شدید مین راضی نامہ اور صلحنامہ ہونے سے گورنمنٹ کو نقصان پہونچے گا اور نہایت بدامنی قایم رہے گی۔ ہم ایک حد تک ہمزبان ہین یعنے جہان ام الجرایم پر گورنمنٹ کی نظر سخت نہ ہوگی وہان قتل اور ضرر شدید کا جرم قابل راضی نامہ ہونا بیشک نہایت بے موقع ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ آج کل جن ممالک مین زنا اور میخواری وغیرہ سنگین جرائم نہین

ہین وہان قتل عمد اور ضرر شدید کے جرایم قابل راضی نامہ نہین ہین - یہ خوب واضح رہے کہ قانون کیسا ہی ہو جب تک اُسکا نفاذ پورا پورا نہ ہوگا وہ مفید نہین ہو سکتا - پچھلے زمانہ مین اسلامی قانون کا ادھورا نفاذ ہندوستان مین ہوتا تھا اور تمام خرابیان تھین - بمقابلہ اسکے انگریزی قانون کا پورا پورا نفاذ گو وہ جزئیات مین اسلامی قانون سے مختلف ہے کہین اچھا اثر دکھاتا ہے اور ہر طرف امن امان ہے -

رہزنی

رہزنی سب سے بڑا جرم اسلام مین ہے اور اُسکی سزا بھی بہت سخت ہے - اگر کوئی رہزنی کا قصد رکھتا ہے یعنے رہزنون کی صحبت مین ہے - لیکن ہنوز مرتکب نہین ہوا ہے اور گرفتار ہو گیا تو اُسکو اُسوقت تک قید رکھنا چاہیے کہ وہ توبہ کرے یہ حکم اپنی نوعیت مین ویسا ہی ہے جیسا کہ ضمانت نیک چلنی نہ داخل ہونے کی صورت مین آج کل برٹش گورنمنٹ کی عدالتون سے قید کا حکم صادر ہوتا ہے لیکن اگر مجرم کچھ اور ترقی کر گیا ہے یعنے رہزنی کی حالت مین کچھ مال بھی لے چکا ہے تو بلا لحاظ قلیل وکثیر کے اسکا داہنا ہاتھ اور بایان پاؤن کاٹا جائیگا - جیسا سنگین جرم ہے ویسی ہی سزا بھی سخت دیجائیگی تاکہ لوگون کو عبرت ہو - اور اگر کسی ٹھگ نے کسی کو جان سے مارا ہو تو قتل کی سزا دیجائیگی اور اس حالت مین مقتول کے ورثا کو خون معاف کرنے کا حق نہ ہوگا - اسلام مین یہ قاعدہ ہے کہ قتل کی صورت مین ورثاے مقتول اگر معاوضہ لیکر خون معاف کردین تو قاتل چھوٹ جاتا ہے - اسلیے کہ بہت سی صورتین قتل کی ایسی ہوتی ہین کہ غصہ یا غلط فہمی یا اتفاق سے آدمی خون کر بیٹھتا ہے اور پھر پچھتاتا ہے - جس طرح برٹش لا مین گورنمنٹ کو خون معاف کرنے کا اختیار ہے - اسی طرح

اسلام مین ورثا کو اختیار ہے لیکن اگر کوئی رہزن کسی کو مار ڈالے تو پھر یہ جرم کسی طرح قابل رعایت نہین ہوتا اور نہ مقتول کے ورثا کو خون معاف کرنے کا حق ہوتا ہے - جرم ثابت ہونے پر قاتل بھی ضرور قتل کیا جاتا ہے -

عبرت دلانے کے لیے اگر ضرورت معلوم ہو تو قاضی یہ حکم دے سکتا ہے کہ مجرم لٹکا دیا جائے اور خنجر سے اُسکا شکم چاک کر دیا جائے - یہ سزا وحشیانہ ہے لیکن اگر جرایم پیشہ وحشی ہین تو ایسا کرنا نامناسب نہین ہے - خاص خاص حالت مین ایسا کرنا محکوم ہے نہ کہ ہر حالت مین - برٹش گورنمنٹ کی آمد کے قبل اودھ مین گونڈہ کا جنگل اور حیدرآباد جاتے ہوئے وسط ہند کی پہاڑیان ڈاکوؤن سے بھری ہوئی تھین - اُس زمانہ مین احکام شرع پر عمل نہین ہوتا تھا - یہی وجہ بدامنی کی تھی - برٹش گورنمنٹ نے بڑی کوشش سے سب ڈاکوؤن کو زیر کیا کسی کو مار کر اور کسی کو جاگیرین دیکر - اب ہندوستان مین تمام امن ہے - اب موجودہ حالت مین کسی ڈاکو کو جنگل مین شکم چاک کر کے لٹکا دینا ہرگز ضروری نہین ہے - لیکن قانون تو ہر حالت اور ہر موقع کے لیے ہوتا ہے - جن اقوام مین ابھی تک آدمی کا کچا گوشت چبانا درست ہے اُنکے لیے قانون کا وحشیانہ ہونا کسی طرح بیجا نہین ہو سکتا - رعایا کی تہذیب کے ساتھ گورنمنٹ کی تہذیب ترقی کرتی ہے - وحشی قوم کے ساتھ سزا دینے کا قاعدہ مہذب ہو تو دقت پیدا ہوتی ہے -

زنا

اسلام مین زنا کاری سنگین جرایم سے ہے - رہزنی کے بعد اسی کا درجہ ہے زنا کے سنگین جرایم ہونے کے وجوہ شروع مین بالاجمال بیان کیے گئے ہین

اسکے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو زانی مستوجب سزا ہوتا ہے وہ فی الواقع دنیا مین رہنے کے قابل نہین رہتا اور بیحیائی مین جانورون سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ زنا مین سزا ہونے کی دو ہی صورتین ہین۔ یا یہ کہ چار اشخاص گواہی دین یا زانی خود چار مختلف مواقع پر اقبال جرم کرے۔ گواہی کی حالت مین یہ شرط ہے کہ گواہون کے عادل ہونے کی تحقیق کی جائے اور گواہون سے سوالات جرح کرکے صاف کرلیا جائے کہ بوسہ وکنار کو تو گواہون نے زنا نہین سمجھا۔ اب جو شخص ایسا بیحیا ہے کہ چار شخصون کے سامنے روز روشن مین زنا کرتا ہے اور چارون گواہ علانیہ حالت زنا دیکھتے ہین تو ایسے بے حیا کی سزا ضرور ہونا چاہیے اور اقبال جرم کی صورت یہ ہے کہ چار مرتبہ زانی اقبال کرے اور اخیر تک اقبال پر قایم رہے اگر سزا کے وقت بھی اقبال سے مکر جائیگا تو سزا ساقط ہو جائے گی۔ اور اقبال کی حالت مین بھی قاضی کو سمجھا دینا چاہیے کہ تو نے محض بوسہ وکنار پر تو کفایت نہین کی یا شبہہ سے تو صحبت نہین کی۔

زنا کی سزائین دو قسم کی ہین۔ اگر زانی یا زانیہ نکاح صحیح کے ذریعہ سے کبھی پہلے صحبت کر چکے ہین تو انکو سنگسار کرنا چاہیے یعنے پتھرون سے مار ڈالنا چاہیے۔ ان پتھرون سے مارنے کی یہ صورت ہے کہ پہلے گواہ پتھر مارین اگر گواہ تامل کرین تو سزا موقوف ہو جائے گی۔ جرم گو سنگین ہے مگر سزا دینے مین بہت تاخیر کی جاتی ہے اور اہتمام بلیغ رہتا ہے کہ کوئی بے قصور سزا نہ پا جائے۔

اگر زانی یا زانیہ کبھی پہلے نکاح صحیح کے ذریعہ سے صحبت نہ کر چکے ہون تو صرف کوڑے مار کر چھوڑ دینا چاہیے۔ غلامون کے لیے بجاے سو کے صرف

پچاس کوڑے ہین -

بہت سی صورتین ایسی رکھی گئی ہین کہ سزا لازم نہین آتی - مثلاً شبہ کی حالت مین یا غلط فہمی کی حالت مین زنا کیا جائے - یا زنا کے لیے کسی عورت کا نقد معاوضہ مقرر کیا جائے تو سزا لازم نہین آتی - اسکے متعلق زاید توضیح کے لیے "زنا کاری" فصل ۲۲ پڑھیے -

دشنام دہی

جس طرح زنا سنگین جرایم سے ہے ویسے ہی اتہام زنا بھی سنگین جرم ہے جو کوئی ایسی تہمت دوسرے کو لگائے تو ۸۰ کوڑے اگر وہ آزاد ہے اور ۴۰ کوڑے اگر غلام ہے سزا مقرر ہے - دو گواہون کے اظہار سے یا مجرم کے ایک مرتبہ اقبال جرم کرنے سے جرم ثابت سمجھا جاتا ہے - اس تہمت کو اصطلاح شرع مین قذف کہتے ہین - جب تک ضرر رسیدہ خواستگار نہ ہو سزا نہین دیجاتی - لیکن خواستگار ہونے کے بعد اسکو حق معاف کرنے کا نہین ہے - معاف کرنے سے سزا باطل نہین ہوتی کیونکہ گالی گلوج ام الجرایم سے ہے کہ بہت سے جرایم اس سے متفرع ہوتے ہین - ہر بڑے جھگڑے کی بنیاد یون ہی آہستہ آہستہ قایم ہوتی ہے اسلیے شرع نے شروع ہی مین سختی روا رکھی ہے -

سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل چو پر شد نشاید گزشتن بہ پیل

اسی طرح یہ بھی روا نہین ہے کہ باہم گالی گلوج کرکے ہنگامہ برپا کیا جائے چنانچہ اگر زید کو عمر زانی کہے اور زید اسکے جواب مین عمر سے کہے کہ "تو زانی ہے" تو دونون کو سزا دیجائیگی - اگر زنا کے اتہام کے سوا کوئی اور دشنام دی جائے تو اسکی سزا

۳ کوڑون سے ۳۹ کوڑون تک ہے اور کمی بیشی حاکم وقت کی راے پر ہے
اسکو سزاے تعزیری یعنے تادیب وتوبیخ کی سزا کہتے ہین۔

چوری

اسلام مین چوری کی سزا داہنے ہاتھ کا کاٹنا ہے۔ اور اگر دوبارہ کرے تو بائین پاؤن کا کاٹنا ہے۔ یہ سزا بہت سخت ہے اور بظاہر وحشیانہ معلوم ہوتی ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وحشیانہ نہین ہے۔ چوری کی یہ سزا محض تنبیہ کے لیے محکوم ہے ورنہ شرعی شرائط ایسے ہین کہ بہت کم صورتون مین ایسی سزا دیجاتی ہے۔ یعنے قیدین ایسی لگائی گئی ہین کہ جلدی ہاتھ کٹنے کی نوبت نہین آتی۔ اور جہان کہین ایک کا ہاتھ کٹا تو پھر دور دور تک چور چوری کرنا چھوڑ دیتے ہین۔ کٹا ہوا ہاتھ لوگون کو تنبیہ یا عبرت دیتا رہتا ہے۔ سہ بارہ چوری کی صورت مین قید اور تعزیر ہے۔ قید کی سزا اسلام مین بہت کم ہے۔ آزادی زندہ قومون مین سب سے زیادہ عزیز سمجھی جاتی ہے۔

فقہا نے دس درم سے کم مالیت کی چوری مین ہاتھ کاٹنا روا نہین رکھا ہے اور چوری کی نوعیت اور حالت مین اتنی قیدین لگائی ہین کہ جو کوئی بھولے چوکے ایک آدھ مرتبہ چوری کرے وہ ہاتھ کاٹنے کی سزا نہین پاتا۔ تمام شرطون اور قیدون کے منطبق کرنے سے وہی چور اس سزا کے قابل ٹھہرتے ہین جو پرانے مشاق ہین مثلاً جیب کترنے والے ہین یا نقب زنی کے ذریعہ سے چوری کرنے کے عادی ہین۔

قتل وضرب شدید

جان سے مارڈالنے کی چار صورتین ہین۔ اول قتل عمد۔ دوم قتل شبہ عمد۔ سوم

قتل خطا - چہارم قتل بہ سبب -

مہلک آلہ سے ہلاک کرنا یا آگ سے جلا کر مار ڈالنے کو قتل عمد کہتے ہین - مہلک آلہ سے مراد تیز اور دھار دار چیزین ہین - اسمین قصاص لازم آتا ہے یعنے قاتل بھی جان سے مارا جاتا ہے - بشرطیکہ وارث مقتول خون معاف نہ کردے کیونکہ معاف کردینے کی صورت مین قصاص جاتا رہتا ہے -

آلہ مہلک کے سوا اور چیزون سے قتل کرنے کو قتل شبہ کہتے ہین اور اس صورت مین کفارہ اور دیت مغلظہ لازم آتی ہے -

قتل خطا کی تعریف لفظ ہی سے ظاہر ہے یعنے بھول چوک سے کسی کو مارنا اسمین بھی کفارہ اور دیت لازم آتی ہے -

قتل بہ سبب وہ ہے جسمین قاتل قتل کا سبب بعید ہو مثلاً کنوان کھدوایا اور اُسمین کوئی گر پڑا یا پتھر رکھا اور اس سے کوئی ٹھوکر کھاکر گرا اور مر گیا - ایسی صورت مین صرف دیت لازم آتی ہے -

اول تین صورتون مین قاتل مقتول کا وارث نہین ہوسکتا -

ضرر شدید کی حالت مین ضرر رسیدہ کو اختیار ہے کہ وہ قصاص طلب کرے اور اس حالت مین حاکم وقت ضرر رسیدہ کو جتنا ضرر پہونچا ہے اُتنا ہی ضرر ضرر رسانیدہ کو بھی پہونچائیگا - یعنے مظلوم کا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے تو ظالم کا بھی توڑ دیا جائیگا - اور مظلوم کا دانت ٹوٹا ہے تو ظالم کا بھی دانت توڑ دیا جائے گا -

اوپر جسقدر مسائل لکھے گئے اُنسے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اسلام مین تعزیرات کے کیا قاعدہ تھے - فقہ کے تمام مسائل جاننے کے لیے ناظرین یہ تحریر کا

بیان مین بہت ہی اختصار کیا گیا ہے۔

اِن تمام مضامین پڑھنے کے بعد مفصلۂ ذیل باتین خصوصیت کے ساتھ سمجھنے کے لایق ہین۔ ورنہ بادی النظر مین یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب جرایم اور سزائین اسقدر محدود حالت مین ہین تو اسلامی قانون اپنے اچھے دنون مین امن قایم رکھنے کے لیے کیونکر کافی ہوا ہوگا۔

(۱) اسلام مین اسباب جُرم کے روکنے کی زاید کوشش کی گئی ہے جیسے زنا۔ شراب خواری۔ استعمال الفاظ اشتعال طبع وغیرہ سنگین جرایم ہین۔

(۲) اتفاقیہ جُرم سرزد ہونے کی حالت مین توبہ۔ انفعال اور معافی مانگنے کا نتیجہ سزا سے زاید مفید سمجھا گیا ہے۔

(۳) اس امر کا خیال رکھا گیا ہے کہ جتنی تکلیف ظالم دوسرے کو پہونچائے اتنی ہی اُسکو بھی برداشت کرنا پڑے گی۔

(۴) چوری کی اگر عادت پڑ گئی ہے تو بدرجہ مجبوری چوری کرنے مین مدد دینے والے اجزاے جسم یعنے ہاتھ پاؤن کاٹ ڈالے جائین۔ زنا کی حالت مین جتنی سخت شرطین ثبوت جرم کے لیے لگائی جاتی ہین ویسی ہی ہاتھ پاؤن کاٹنے مین بھی۔ حتی الوسع شرع سے سزا دینے مین نرمی کی جاتی ہے۔

(۵) شرع مین قید کی سزا بہت کم محکوم ہے۔ عربون کے نزدیک آزادی چھین جانے کے مقابلہ مین اور تمام مصیبتین آسان تھین۔

(۶) شرع محمدی کی اکثر سزائین دوسرون کو عبرت دلانے والی ہین۔ اور یہی جابرانہ تر سزا دینے کا ماحصل ہوتا ہے۔

(۷) جرایم کی قسمین گو کم ہین۔ لیکن سزا کے ساتھ اخروی عذاب کا ڈر بھی لگا ہوا ہے۔ اصول ایسے رکھے گئے ہین کہ لوگ عذاب آخرت سے ڈرین اور جرایم ہیشہ نہ ہونے پائین اور کسی سے بھول چوک ہو جائے اور وہ پھر توبہ کرلے تو اُسکی خطا سے چشم پوشی کی جائے۔

بیشک یہ ہمارا دین ہے اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ سزا دہی اور انسداد جرایم کے طریقے جو شرع محمدی مین محکوم ہین وہ بہت مناسب ہین۔ صرف آنکھ بند کرکے ہم اسکے ماننے والے نہین ہین بلکہ دلایل اور برہان سے ہم خود ایسا سمجھتے ہین اور دوسرون کو سمجھا سکتے ہین۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی مانتے ہین کہ یہ باتین اب صرف کتابی رہگئی ہین خارج مین اب انکا وجود نہین ہے۔ مسلمانون کی عملداریان عملی طور پر انکے فواید دکھانے کو مٹ گئین۔ دیکھیے قطاع الطریقی بدترین جرایم سے ہے۔ لیکن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بیچ مین فقیر اپنی گدڑی بھی بچا نہین سکتا اگر قافلہ والون کی مدد نہ ہو۔ اسوقت مہذب ملکون کے قوانین شرع محمدی کے سے بہتر نہ سہی لیکن انپر باقاعدہ عمل ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ راس کماری سے کوہ ہمالیہ تک اور برہما سے کشمیر تک بڑھیا سونا اُچھالتی جائے بلکہ جہاز مین بیٹھکر لندن کی سیر کرآئے جب بھی کوئی نہ پوچھے گا کہ بڑھیا کیا لیے جاتی ہے۔ اندرین صورت ہمکو شکر گزاری اور احسانمندی کے ساتھ ماننا پڑتا ہے کہ اُن کتابی مسایل سے جن پر خارج مین کہین عمل نہین ہوتا برٹش گورمنٹ کے قانون تعزیری جنکے ذریعہ سے ہم چین سے بسر کرتے ہین بہت زیادہ بکار آمد اور قابل قدر ہین۔

فصل بست و یکم

سزاے موت

ہم پہلے اُس اصول سے بحث کرنا چاہتے ہین جسپر تمام سزائین مبنی ہین اسکے بعد سزاے موت سے بحث کرین گے اسلیے کہ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ سزا کیون دیجاتی ہے اُسوقت تک سزاے موت کے وجوہ مناسب طور سے بیان نہین کیے جا سکتے۔

فرض کیجیے کہ ایک شخص نے کسی کو مارا اور اُسکا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اب بتائیے کہ اگر مجرم ۲ برس قید کر دیا گیا تو مضروب کو کیا نفع ہوا۔ ہم جہان تک غور کرتے ہین اس سزا سے مضروب کو کچھ فائدہ نہین ہوا اور قید کیا معنی اگر مجرم کا ہاتھ بھی توڑ دیا جائے۔ تاہم مضروب کو اُس سے نفع نہین ہو سکتا۔ ہان کوئی ایسا فعل کیا جائے جس سے مضروب کا ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آجائے تو البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مضروب کو نفع ہوا۔ یا اُسکی تکلیف دور ہوئی۔ اگر ہاتھ توڑنے کی سزا ہاتھ توڑنا قرار دی جائے تو دو واقعے مضرت رسان ہوے یعنی ایک کو تو ہاتھ توڑ کر مجرم نے بیکار کر دیا تھا دوسرے کو (مجرم کو) حاکم وقت نے سزا دیکر نکما کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ گروہ انسان مین دو شخص بیکار ہو گئے اور مضروب ویسے کا ویسا رہگیا[1]۔ اس لیے یہ کہنا پڑتا ہے کہ واقعی سزا کا کوئی نفع مضروب کو نہین ہوتا اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون نے سزا اس غرض سے نہین مقرر کی ہے کہ مضروب کو نفع پہونچے۔

---

[1] اگر یہ کہا جائے کہ سزا اس اصول پر ہے کہ جسقدر تکلیف مضروب کو ہوئی ہے اُتنی ہی تکلیف مجرم کو بھی دیجائے تو یہ بھی ایک لغو بات ہے مجرم کو رنج یا تکلیف ہوئی بھی تو مضروب نے کیا نفع اٹھایا۔

غرضکہ سزادہی اس اصول پر نہین ہے کہ سزا دینے سے مضرر رسیدون کو کچھ نفع پہونچے۔ بلکہ سزادہی کی صرف یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ ایک کو سزا پاتے ہوئے دیکھ کر سیکڑون ہزارون آدمی عبرت پکڑین گے اور اسی طرح ملک مین امن قایم رہے گا اور اگر سزا اُٹھادی جائے ہر ایک خودمختارانہ روش اختیار کرے کوئی روک تھام نہ کی جائے تو انسان نے جس حد تک تہذیب مین ترقی کی ہے وہ سب ایک دم سے مٹ جائے۔

اب یہ بات غور کرنے کے لایق ہے کہ امن قایم رکھنے کی ضرورت کس موقع پر پیش آتی ہے۔ ہم ایک مثال دیتے ہین اور یہ سوال کرتے ہین کہ اس حالت مین جسکو ہم مثال مین بتائین گے انسداد کی ضرورت عقلاً ہے یا نہین۔

ایک نہایت چھوٹا ملک ہے جسمین کُل ۲ دو کروڑ آدمی ہین۔ سلطان اور ارکین سلطنت اور رعایا کل تعلیم یافتہ۔ عالی خیال اور مہذب ہین۔ اخلاقی اصول کو سب کے سب نہایت عمدگی اور خوبی سے برتتے ہین۔ اور اپنے اپنے مذہب کے اوامر ونواہی پر نہایت احتیاط اور التزام سے عمل کرتے ہین۔ کیا ایسے ملک مین بھی انسداد کی ضرورت ہے؟۔ اور ایسے ملک کے لیے قوانین تعزیری وضع نہ کرنے سے کوئی نقصان ہوسکتا ہے؟ عقل سلیم کا یہی جواب ہوگا کہ نہ ضرورت ہے اور نہ نقصان ہوگا ایسے لوگون مین وقوع جرم ہی کا قیاس نہین ہوسکتا۔ اگر اتفاقاً وقوع جُرم ہو بھی جائیگا۔ تو اُنکے اخلاقی اصول۔ احکام مذہب۔ تہذیب اور تعلیم انکو متنبہ کرنے کے واسطے کافی ہے۔ اور انکا کانشنس خود ہی انکو بتائے گا کہ یہ فعل جو وقوع مین آیا ہے نہایت قبیح ہے۔ خیر اس مرتبہ تو اتفاق سے ہوا آیندہ ایسا نہ کرنا چاہیے۔ تہذیب اور

اعلی تعلیم انسان کے کانشنس پر ایسا صیقل کردیتی ہے کہ انسان کو وہ ہر وقت صلاح نیک دیا کرتا ہے۔ اور افعال قبیح کے نتایج کی مضرتین بتا تا رہتا ہے۔

ان باتون پر غور کرنے سے ضرور یہ نتیجہ مستخرج ہوتا ہے کہ تعزیری قوانین غیر مہذب اور جاہل اقوام کے لیے ہین۔ جس قوم کی تربیت۔ تعلیم اور تہذیب اعلی درجہ کی ہے اُسکے لیے عمدہ آلہ انسداد کا کانشنس ہے۔ اور اگر معاملہ کی ایسی حالت ہی کہ کانشنس ہدایت نہین دیسکتا یعنے غایت اشتعال طبع باعث ہوا ہی۔ تو ایسی صورت مین سزاے قانونی کا خوف بھی کوئی نفع نہین دیسکتا۔ جب انسان اپنے افعال کے نتایج سمجھنے کی قابلیت نہین رکھتا تو سزاے قانونی کے ڈر کا بھی اُسپر کچھ اثر نہوگا اور جس اصول پر سزا کے قوانین وضع کیے گئے ہین وہ فضول ہوجائین گے۔

اب سزاے موت کو دیکھیے۔ ایک شخص نے ایک کو مار ڈالا۔ بس ایک واقعہ ہوگیا۔ حاکم کو کیا ضرورت ہے کہ وہ کسی کو سزا دے۔ جو فعل وقوع مین آیا وہ ایک شخص خاص کے خلاف تھا حاکم کا اُسمین کیا نقصان ہوا کہ وہ ایسے مجرم مین مدعی ہوکر سزا دیتا ہے اگر سزا دینے کا کوئی حق ہے تو مقتول کے اعزہ اور اقربا کو ہے جسکا نقصان ہوا حاکم کیون دست اندازی کرتا ہے۔ مقتول کے اعزا قاتل کو مار ڈالین گے یا نہ مارین گے حاکم کیون اس فکر مین ہے کہ اسکا بدلا لیا جائے۔ ہمارے خیال مین تو حاکم کا تعلق صرف اسوجہ سے پیدا ہو سکتا ہے کہ اُسکی رعایا مین ایک کم ہوگیا۔ اگر انسداد نہوگا تو اسی طرح کم ہوتے ہوتے اُسکی سلطنت ہی تباہ ہوجائیگی۔ یعنے قاتل کو مقتول کے اعزا مار ڈالین۔ اسکے بعد قاتل کے اعزا مقتول کے اعزا کو مار ڈالین تو اسی طرح درجہ بدرجہ قتل ہوتے ہوتے اخیر کا قاتل اور بادشاہ کی ذات ہی رہجائینگے اور سب

ملک عدم کو تشریف لیجائینگے - اب ایک بادشاہ اور ایک آخری قاتل رہ گیا کرینگے
اسی نتیجہ کے روکنے کی غرض سے حاکم یا بادشاہ اسے جائز نہین رکھتا کہ اسکی
رعیت روز بروز کم ہوتی جائے -

اس فعل کے روکنے کی کوئی اور عمدہ تدبیر نہین تھی بجز اسکے کہ قوانین تعزیری
مرتب کیے جائین اور عام اشتہار دیا جائے کہ جو شخص کسی کو قتل کرے گا اسکی
بھی جان بادشاہ لیگا تاکہ لوگ ڈرین اور ایسا فعل نکرین تاکہ ملک مین امن قایم
رہے اور رعایا کی تعداد مین کمی واقع نہو -

اس اصول کے مان لینے پر بہت بڑی دقت یہ پیش آتی ہے کہ قاتل نے
کسی بادشاہ کی ایک رعایا کو قتل کیا - اب اگر قاتل اس جُرم مین مار ڈالا جائے تو
نہ مقتول کو کوئی نفع ہے کیونکہ وہ تو مر ہی گیا اب دنیا مین امن قایم ہو یا آگ لگے
اسکو کچھ مطلب نہین - اور نہ مقتول کے اعزا کو کوئی فائدہ قاتل کے قتل کرنے سے ہوگا
مقتول تو واپس آ ہی نہین سکتا - اور نہ قاتل کی روح مقتول کے جسم مین ڈال کر
مقتول زندہ کیا جا سکتا ہے - حاکم قاتل کو مار ڈالے تو کیا اور نہ مارے تو کیا -
یہ تو مقتول اور مقتول کے اعزہ کا حال ہوا - اب بادشاہ یا حاکم کے نفع کو دیکھیے -
قاتل کے فعل ناگہانی سے بادشاہ کی رعیت مین ایک فرد کی کمی واقع ہوئی -
اب اگر بادشاہ بھی قاتل کو مار ڈالے تو دو کی کمی ہوئی - اگر کسی قریہ مین صرف
بیس آدمی ہین تو دس قاتلون نے اپنی بیہودہ حرکت سے مار ڈالے اور دس خود
حاکم نے مارے بس تنہا حاکم وقت کی ذات رہگئی -

کوئی معقول وجہ ذہن مین نہین آتی کہ کیون سزائے موت دیجائے ایسا

قانون جاری رکھنے سے برابر خلقت کی کمی کا احتمال ہے۔ سزاے موت دینے سے کوئی نفع سمجھ مین نہ آیا نقصان البتہ دکھائی دیتا ہے۔

ہان ایک اہم امر سیاست ہے۔ جس سے امن قایم رہتا ہے۔ بادشاہ یا حاکم کو ایسا قانون مرتب کرنا چاہیے جس سے ملک مین امن رہے۔ کوئی کسی کو تکلیف نہ دے۔ بادشاہ کی رعیت کسی طرح کم نہ ہونے پائے۔

مجرمون کو ڈرانے اور انسداد آیندہ کے لیے جان کا بدلہ جان لینا قرین عقل ہے۔ جب کوئی قتل کرے گا تو اسکو بھی اپنے پھانسی پانے کا خوف ہوگا۔ ممکن ہے کہ اپنی جان کے خوف سے کسی کو کوئی قتل نہ کرے۔ مگر اسمین بھی بعض صورتین ایسی ہین کہ قتل کرنے کے پہلے قاتل یہ سوچ لیتا ہے کہ مار ڈالو ہی نا کہ حاکم ہماری بھی جان لے گا۔ اسوقت قانون کا کچھ خوف نہین رہتا۔

مفصلۂ بالا خیالات نہایت پریشان طور پر ظاہر کیے گئے ہین۔ اس طرز کے اختیار کرنے سے صرف یہ مقصود ہے کہ مختلف دماغون کے خیالات سزاے موت کے متعلق ظاہر کر دیے جائین۔ ماحصل سب کا یہ ہے کہ سزاے موت وحشی قومون کے لیے بہ نسبت مہذب قومون کے زیادہ ضروری ہے کچھ تو اسلیے کہ ورثاے مقتول کے دلون کو قاتل کے سزا پانے سے ٹھنڈک پہونچے اور کچھ اسلیے کہ لوگون کو عبرت ہو۔ لیکن سب سے زیادہ اسلیے کہ تمدن کو اسکی سخت احتیاج ہوتی ہے۔ بغیر سیاست کے سلطنت قایم نہین رہ سکتی اور بغیر سلطنت کے ملک مین امن قایم نہین ہوسکتا سزاے موت بعض مہذب ملکون مین نہین دیجاتی ہے یا دیجاتی ہے تو بہت کم۔ طریقہ سزا کا کہین گردن مارنا ہے کہین پھانسی دینا ہے اور کہین دوسرے ذرایع

کام مین لائے جاتے ہین - ہندوستان مین سزاے موت قتل عمد کی صورت مین محکوم ہے۔ لیکن اسکے ساتھ عدالت کو اختیار ہے کہ اسے جلا وطنی سے بدل دے - اسکے بعد گورنمنٹ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ روداد مقدمہ سے الگ ہوکر سزاے موت کو معاف کردے یا بدل دے - اسلام مین بھی سزاے موت کے متعلق ایسی صورتین رکھی گئی ہین کہ قاتل باوجود ثبوت جُرم کے قتل کی سزا نہ پائے - ہر قتل کی سزا موت نہین ہے اور جن صورتون مین سزاے موت ہے اُنہین بھی ورثاے مقتول کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ معاوضہ لیکر قاتل کی سزا سے درگزر کرین - یہ حکم صرف اس بنیاد پر ہے کہ مہذب گروہ مین حتی الوسع سزاے موت کم ہو اسلیے کہ قومی تہذیب خود ایسے سخت جرایم کے انسداد مین مدد پہونچائے گی لیکن اگر کوئی قتل و غارتگری اپنا پیشہ ٹھہرالے اور اس طرح اپنے کو وحشیون مین داخل کرے تو پھر ورثاے مقتول کی سفارش قاتل کو کچھ نفع نہین پہونچا سکتی - ایسے نڈر اور بیباک بدخصلت کا نوع انسانی مین رہنا کسی طرح گوارا نہین ہوسکتا۔

فصل بست و دوم

زناکاری

زناکاری اسلام مین سنگین جُرم ہے - جیسا کہ جرایم مین مذکور ہوا ہے لیکن اس مہذب زمانہ مین یہ کوئی جُرم نہین ہے -

ببین تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

لوگ کہتے ہین کہ زنا مقتضاے فطرت انسانی ہے - اسکا روکنا اور وہ بھی اس سختی کے

ساتھ کہ بعض بعض صورتون مین مجرم کا قتل کرنا ضروری ہو بادی النظر مین بدنما معلوم ہوتا ہے۔ اس اعتراض کے رفع کرنے کے لیے اس مسئلہ کا مزید توضیح کے ساتھ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ زنا ضد ہے نکاح کی۔ اسلیے اس مضمون کے سمجھنے کے لیے پہلے اغراض نکاح جاننا چاہیے۔ اور نکاح مین جو شرعی سہولتین ہین اُنکو سمجھنا چاہیے۔ اسکے بعد خود ہی سمجھ مین آجائے گا کہ اسباب مین شرعی آزادیان جس طرح نہایت ہی پسندیدہ ہین اُسی طرح شرعی احکام سزا بھی سراسر حکمت اور انصاف سے بھرے ہوئے ہین۔

اغراض نکاح

اغراض نکاح کیا ہین؟ - قبل اسکے کہ ناظرین ہمارا جواب ملاحظہ کرین خود سوچین کہ فطرت نے جہان قوت مباشرت انسان مین ودلیعت کردی ہے وہان یہ خیال بھی ودلیعت کر دیا ہے کہ زن وشو کی یکجائی عقد نکاح کے ذریعہ سے ہو تو اچھا ہے نکاح کے طریقے مختلف ہین لیکن ماحصل سب کا ایک ہی ہے۔ یعنی دنیا مین کوئی فرقہ یا کوئی قوم ایسی نہین ہے جسکے نزدیک یہ خیال مستحسن نہ ہو یا طبیعت ثانی کے طور پر یہ امر مقتضائے انسانیت نہ ہو کہ ہر مرد کو کسی خاص زن کا شوہر ہونا چاہیے اور ہر عورت کو کسی خاص مرد کی بی بی بننا چاہیے۔ اب فرمایئے وہ کیا خدمت ہے نیچر یا فطرت کی جو بغیر اسکے پوری نہین ہوتی تھی کہ خواہ مخواہ فطرت نے ایک کو دوسرے کی بی بی قرار دینے مین اسقدر جبہ سفارش کی ہے۔ یا دوسرے الفاظ مین وہ کیا اغراض فطرت ہین جو بغیر نکاح ہوئے ناتمام رہتے ہین۔

کسی زمانہ مین بہ حیثیت وکیل سرکار مجھے عدالت سشن مین ایک ایسے مقدمہ

مین پیروی کرنا پڑی جسمین ایک شریف ہندو خاندان کی پانزدہ سالہ دختر پر یہ الزام تھا کہ وہ ارہر کے کھیت مین لڑکا جنی اور وہین اُس زندہ لڑکے کو مار کر چھوڑ آئی - حالات مقدمہ یہ تھے کہ وہ لڑکی کم سنی مین بیوہ ہوگئی تھی - اور ملکی رواج کے مطابق پھر اُسکا بیاہ کسی دوسرے سے ہو نہین سکتا تھا - بیاہ کرنا رواج ملکی کے خلاف تھا - اور فطرت کے زور کا دبانا اُسکے اختیار سے باہر تھا - نتیجہ اس کشمکش کا یہ ہوا کہ وہ زناکاری پر جو مقتضاے بشریت ہے مجبور ہوئی اور حاملہ ہوگئی - کیونکہ مباشرت کی حالت مین حمل قرار پانا اگر کوئی خاص امر مانع نہ ہو لازم ہے - کم سن لڑکی اسقاط حمل کے طریقون سے ناواقف تھی یا اسپر غور کر رہی تھی کہ زمانہ وضع حمل آپہونچا - لڑکی اپنے نان ونفقہ مین دوسرون (گھر والون) کی محتاج تھی - وہ خود کوئی سرمایہ جداگانہ نہین رکھتی تھی - اس نے دیکھا کہ گھر والے جب خود اسکی کفالت سے گھبراتے ہین تو اسکے بچہ کی پرورش کیا کرین گے - چپکے سے جا کر اپنے لخت جگر کو زندہ درگور دفن کر آئی - اگر اُسکو یہ معلوم ہوتا کہ گھر والے اُسکے لڑکے کے کفیل ہونگے - یا مرد زانی یہ کہتا کہ "جو ہوا سو ہوا نہ گھبرا مین تیرے بچے کا ساتھ دونگا" تو ہرگز یہ نوبت نہ آتی - غرضکہ وہ بچہ محض اسلیے مارا گیا کہ اُسکا کوئی پرورش کرنے والا نہ تھا - یہ خیال غلط ہے کہ لڑکی نے اُسکو شرم کی وجہ سے مارا - یہ بالکل غلط سراسر غلط ہے - شرم کا مادہ اُس مین ہوتا تو غیر مرد کے سامنے وہ برہنہ ہوتا اور اپنے دامن عصمت کو آلودہ کرنا کب پسند کرتی - یا اگر اُسمین کچھ شرم تھی بھی تو جاتی رہی تھی - نو مہینہ تک پیٹ پھولا رہا - اپنے پرائے - گھر والے گاؤن والے قرب وجوار والے سب ہی واقف ہوگئے تو اب شرم کہان باقی رہی - ہرگز وہ بچہ شرم کا شکار نہین ہوا - وہ صرف ناداری کا

نشکار ہوا - اُس لڑکی کو اپنی پرورش کے لالے پڑ گئے تھے - گھروالون کی پھری ہوئی نظر مین دیکھ کر وہ اپنی گزر اوقات مشکل سمجھتی تھی - لڑکے کی پرورش اور پرداخت کہان سے کرتی - اُسی وقت میرے ذہن مین یہ بات اچھی طرح جم گئی اور اب تک مین اپنی راے پر قایم ہون کہ عورتین کسب معاش کے ناقابل ہین اور بالخصوص اولاد ہونے کی حالت مین تو وہ بھی کچھ دنون پہلے سے اور کچھ دنون مابعد تک وہ بالکل ہی ناقابل ہو جاتی ہین - مرد کی حالت اور حیثیت فطرتاً ایسی رکھی گئی ہے کہ وہ اپنی اور اپنے بال بچّون کی پرورش بخوبی کر سکتے ہین - اور عقد نکاح کی غرض صرف یہ ہے کہ باپ اپنی اولاد کا کفیل ہو جائے - انگریزی قانون مین ولد الحرام کی پرورش بھی باپ پر فرض ہوتی ہے لیکن ولد الحرام کے باپ کا معین کرنا آسان نہین ہے - اور نہ فطرتاً ایسے باپ کو خود پرورش اولاد کی طرف کچھ بھی توجہ ہوتی -

انسان خلقتاً کمزور پیدا ہوا ہے اس مضمون کے سمجھنے کے لیے وہ مضمون پڑھیے جسکا عنوان ہے "انسانی کمزوریان"۔ انسان کے بچّون کی پرورش دوسرون پر پیدایش کے ساتھ ہی لازم آتی ہے - مان کو فطرتی محبت جو دیگئی ہے وہ پرورش کے لیے کافی نہین ہے - صرف محبت سے کام نہین چلتا - پرورش کے لیے سرمایہ درکار ہے اور مان کے پاس سرمایہ نہین ہوتا اور نہ ہو سکتا اور اسلیے باپ پر پرورش کرنے کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کا بار ڈالا جاتا ہے - باپ کا تعین آسان نہین ہے اور اسلیے عقد نکاح اس تعین مین آسانی بہم پہونچانے کے لیے ضروری خیال کیا گیا ہے شادی بیاہ یا عقد نکاح ہر مذہب اور ہر فرقہ مین کہین نہ کہین پابندی کے ساتھ لازم ہو کر کہین سنت نبوی ہو کر اور کہین اخلاقی حیثیت سے

سوسائٹی کا فرض ہو کر فرض یا واجب ضرور قرار پاتا ہے اور سب کی غرض صرف
اتنی ہی ہے کہ جو اولاد زن و شو کی یکجائی سے پیدا ہو وہ ماری ماری نہ پھرے۔

نکاح مین سہولتین

شرع محمدی مین نکاح کے لیے بے انتہا سہولتین بہم پہونچائی گئی ہین
اور ان تمام سہولتون کی غایت صرف یہ ہے کہ لوگ زنا سے بچین۔ مثلاً
(۱) شرع محمدی مین یہ تاکید ہے کہ جب لڑکیان بالغ ہون اور کفو
ملجائے تو اولیا کو چاہیے کہ پھر وہ عقد مین تاخیر نہ کرین۔ لیکن یورپ مین ایسا
نہین ہے لڑکیان شباب سے اُتر جاتی ہین تب بیاہ کرتے ہین۔ معاصی سے
توبہ کرنے کے زمانہ سے انکے شادی بیاہ کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ ہم اس طرز
کو ناپسند کرتے ہین اور سخت ناپسند کرتے ہین۔ یورپ مین اسکے متعلق جو اخلاقی
بُرائیان ہین دنیا مین کوئی بھی انکی تائید نہین کرسکتا لیکن اسقدر ہم کہے بغیر بھی
نہین رہ سکتے کہ ہندوستان کے مقابلہ مین جہان بیاہ کے بعد بدکاریان شروع
ہوتی ہین یورپین سوسائٹی کا یہ دستور کہ بیاہ کے معاہدہ کی عزت فریقین بالعموم
قایم رکھتے ہین اور بیاہے جانے کے بعد بہت کم زنا سے تعلق رکھتے ہین
ضرور نسبتہً قابل پسند ہے۔
(۲) شرع محمدی مین نکاح کے لیے صرف دو گواہون کی ضرورت ہوتی
ہے کسی رواج یا رسم کی پابندی نہین ہوتی۔ عیسائیون مین باوجود اس
آزادی اور تہذیب کے نکاح کے لیے کلرجی مین کا ہونا ضروری ہے۔ اس
سختی کے مٹانے کے لیے سول میرج ایکٹ جاری ہوا تب سے عیسائی اور

دوسرے فرقہ والے برابر مستفید ہوسکتے ہین۔ لیکن اسمین بھی عدالت کا توسط ضروری ٹھہرتا ہے۔ ہندوؤن کے سابق طریقہ بیاہ کو چھوڑکر آج کل جو طریقے نافذ ہین اُنمین اولیا کی رضامندی اور کبھی کبھی فریقین کی رضامندی کے علاوہ چند رسوم ایسے ہین کہ جب تک انکی پابندی نہ ہو بیاہ جائز نہین سمجھا جاتا۔ اسی طرح بہت سی مختلف شرطین اور قیدین دنیا کے مختلف فرقون مین پائی جاتی ہین۔ دنیا مین کوئی مہذب اور آزاد قوم سواے مسلمانون کے ایسی نہین ہے جسمین مرد عورت سے کہے کہ مین تجھ سے نکاح کرتا ہون اور عورت کہے کہ مین نے منظور کیا۔ دو گواہون نے یہ کہتے سُن لیا بس نکاح ہوگیا۔ جہان احکام سزا متعلقہ زنا مین سختی رکھی گئی ہے وہان نکاح مین آسانی بھی ایسی ہے کہ کیون کوئی زنا کرے جس سے زنا کرنا ہے اُس سے نکاح ہی کیون نہ کرلے بلکہ سزاے زنا کی سختی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ سزاے زناکاری کے خوف سے نکاح کی طرف مایل ہون سیدھا راستہ چھوڑکر ٹیڑھا راستہ اختیار نہ کرین۔

(۳) خاندان مین بیاہ شادی ہونے سے اولاد کمزور ہوتی ہے اور قوم کی قوت گھٹتی ہے۔ اسی اصول پر اکثر اقوام عالم مین باستثنار سابق ایرانیون کے خاندان مین شادی بیاہ ہونا ممنوع ہے۔ لیکن اسلام نے محض انسانی کمزوریون پر لحاظ کرکے اور انسانی خواہشون کو گمراہ کرنے والی سمجھ کر یہ اجازت دی ہے کہ صرف اپنے ماں باپ اور اُنکی اولاد کے سوا سب سے نکاح درست ہے۔ دودھ کی وجہ سے جو رشتہ اسی طرح کے قایم ہون وہ مستثنیٰ ہین۔ باقی سب سے نکاح درست ہے اس آزادی کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگر برادری کی کسی لڑکی سے

خواہش نکاح پیدا ہو تو شرع کی سختی بجاے نکاح کے زنا کی طرف رغبت نہ دلائے
یہین یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ قریب کی رشتہ داری شرع نے مستحسن نہین سمجھی ہے
آنحضرتؐ کی گیارہ بیبیون مین سے صرف ایک بی بی حضرت زینب آنحضرتؐ کے
خاندان کی تھین اور انکو بھی آنحضرتؐ نے ایک غیر شخص زید کے ساتھ پہلے بیاہا تھا
بیوہ ہونے پر کسی مصلحت سے آپ نے اپنی زوجیت مین داخل کرلیا۔ اب ہندوستان
مین جو یہ رسم جاری ہے کہ لوگ حتی الوسع خاندان ہی مین شادی بیاہ کرتے ہین
یہ دستور اس انحطاط کے زمانہ مین قایم ہوگیا ہے ورنہ پہلے ایسا دستور نہ تھا اجازت
صرف اسلیے دی گئی تھی کہ شاید میلان طبع ہوجائے تو شرعی مزاحمت باعث ارتکاب
معصیت نہ ہو۔ یہ غرض اس اجازت سے ہرگز نہ تھی کہ قریب قریب کے رشتون مین
شادی بیاہ کرکے نسل کمزور کی جائے۔

(۴) عقد بیوگان کا دستور مسلمانون مین ہے۔ عورتین آزاد ہین کہ بیوہ ہونے
کے چوتھے مہینے جس سے چاہین دوسرا عقد کرلین۔ ہندوون کی طرح مسلمان
بیوائین عقد ثانی سے محروم نہین رکھی گئی ہین۔ اور اسلیے وہ حسرتناک تمثیل
جسکا ذکر شروع مین کیا گیا ہے مسلمانون کے یہان نہ پیدا ہونا چاہیے۔ اور اب
بدقسمتی سے مسلمانون مین بھی ہندوون کی دیکھا دیکھی عقد بیوگان کی ممانعت ہے
تو شرع محمدی اسکی ذمہ دار نہین ہے۔ شرع محمدی صرف زبان حال سے
یہ کہتی ہے کہ جس سوسائٹی نے زنا کی سزا قتل تجویز کی تھی اُسکے وہم مین بھی یہ
بات نہ تھی کہ کوئی زمانہ اسکی اولاد پر ایسا ہوگا کہ عقد بیوگان ممنوع ہوگا۔
یہان پر ایک حکایت لکھنا مناسب حال معلوم ہوتا ہے۔ میرے زمانہ طالب العلمی

مین ایک مولوی صاحب ایک شہر مین رو سا کی طرف سے چندہ پر نماز پڑھانے
اور وعظ کہنے کے لیے مقرر تھے - لوگ اُنکی طرف بہت گرویدہ تھے اور اُنکو بڑا
بزرگ سمجھتے تھے - اتفاق سے کسی نے اپنے گھر مین وعظ کہنے کو بلایا - اور
اُس گھر مین ایک جوان لڑکی بیوہ ہو گئی تھی - لڑکی نے مذہبی وعظ نصیحت مولوی
صاحب کے مُنہ سے سُن کر یہ راے قایم کی کہ اگر اُسکے درد کی دوا ہے تو مولوی
صاحب کے پاس ہے - ایک درمیانی عورت سے پیغام مولوی صاحب تک
پہونچا - چند دلون مین وہ لڑکی اپنے گھر سے مولوی صاحب کے پاس آ گئی
اور مولوی صاحب نے اس لڑکی کو وطن لیجانے کا ارادہ کیا - لوگون کو جب
یہ خبر ہوئی تو مولوی صاحب کے گھر پر چڑھائی کی گئی کسی نے مولوی صاحب
کی ناک کاٹنے کا ارادہ کیا اور کسی نے جان سے مار ڈالنے کا قصد ظاہر کیا -
خیر مولوی صاحب تو اپنی جان لیکر اور نوکری سے ہاتھ دھو کر راہی وطن ہوئے
اور لڑکی پھر بدستور اپنے اولیا کے سول جیل مین پہونچا دی گئی اور بات گئی گذری
ہوئی - ایک روز ایک دوسرے مصنوعی مولوی صاحب بیچارے مجرم مولوی صاحب
کی بُرائی کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اگر ایسے مقدس آدمی سے یہ ہوا تو
پھر اور کس پر اعتبار کیا جائے - اور اسکے ساتھ یہ شعر بھی پڑھنے لگے -

اے بسا ابلیس آدم رو کہ ہست — پس بہر دستے نباید داد دست

مین اس زمانہ مین فقہ پڑھتا تھا مسائل نکاح سے واقف تھا مین بول
اُٹھا کہ آپ لوگون کی سمجھ کا پھیر ہے - مولوی صاحب نے یہی ایک کام میرے نزدیک
تمام عمر مین اچھا کیا تھا جس سے آپ اُنکو گردن زدنی قرار دیتے ہین کیا معنی کہ انکا

نماز پڑھانا اور وعظ کہنا تو اُجرت پر تھا اگر نماز نہ پڑھاتے اور وعظ نہ کہتے تو پیٹ
کی روٹی کیونکر چلتی۔ کسی غیر مذہب والے کو بھی تنخواہ دیجیے تو بطور نقال کے وہ
پانچ مرتبہ نماز پڑھا جائیگا اور وعظ سُنا جائیگا۔ ہان یہ کام جو اُنھون نے کیا کہ
ایک نوجوان لڑکی کو قید فرنگ سے آزاد کرنا چاہا اسمین انکی سعی بیریا سمجھی جائے
تو بجا ہے۔

برآوردن کار امید وار   بہ از قید بندی شکستن ہزار

شعر تو کچھ بہت حسب حال نہ تھا لیکن بمصنوعی مولوی صاحب کے شعر کے جواب
مین کوئی شعر پڑھنا مجھے بھی ضرور تھا اور سوا اس شعر کے اور کوئی اُسوقت
یاد نہ آیا۔ مین نے اسی سلسلہ مین کہا کہ یہ تو صورت ہے کہ مولوی صاحب نے
اس لڑکی کو خلاصی دی اور ارادہ کیا کہ کسی شریف کے ساتھ لیجاکر بیاہ دین گے۔
لیکن اگر مولوی صاحب نے حنفی طریقہ پر دو گواہون کے سامنے اُس عورت
سے نکاح کر کے اُسکو خود اپنے اوپر حلال کر لیا تھا تو اب اولیا پر اس لڑکی کے
قید کرنے کے علاوہ ایک دوسرا الزام یہ بھی عاید ہوگا کہ مولوی صاحب سے اُنکی
زوجہ منکوحہ کو بجبر چھین لیا۔ اس کہنے پر سامعین نے جو کچھ مجکو بُرا بھلا کہا یا مصنوعی
مولوی صاحب مجھ پر جسقدر خفا ہوئے سب کے بیان کی ضرورت یہان نہین ہے
صرف یہان یہ کہنا ہے کہ یہ حکایت مین اب تک نہین بھولا ہون اور نہ بھول سکتا
کیونکہ اسلام کے زمانہ انحطاط مین تمام باتین اُلٹی ہی دکھائی دیتی ہین اور ہر موقع
پر مجکو خواہ نخواہ وہ واقعہ یاد آجاتا ہے۔ یہان اس حکایت لکھنے کی غرض صرف
یہ ہے کہ وسعت نظر کے ساتھ ناظرین دیکھین کہ نکاح بیاہ مین شرع محمدی سے

کس درجہ آسانی اور کسقدر آزادی قایم رکھی ہے - اور اسقدر آسانیون کے
ہوتے ہوئے پھر کوئی چور کی طرح زنا کرنا چاہے تو کیون نہ اُسپر سختی کی جائے۔
(۵) دنیا کی کسی قوم مین طلاق کے متعلق یہ آزادی نہین ہے جو اسلام مین ہے
ہندؤن مین تو طلاق ہے ہی نہین - حتی کہ عنین محض کے ساتھ کسی عورت کا بیاہ
ہو جائے جب بھی عورت اس سے الگ نہین ہو سکتی - ہندؤن کا قانون تو خیر
قابل لحاظ بھی نہین ہے - اب رہا یورپین قانون - غور کیجیے تو وہ بھی ناقص ہے وہان
طلاق تو جائز ہے مگر فریقین کی مرضی پر اسکا انحصار نہین ہے - عدالت کے حکم پر اسکا
مدار ہے - اور عدالت کا حکم عورت کے زانیہ ثابت ہونے پر ہوتا ہے ابھی حال مین
ایک مقدمہ اخبارون مین چھپا ہے کہ عورت اپنا زانیہ ہونا بیان کرتی تھی اور شوہر کہتا
تھا کہ ہان عورت سچ بولتی ہے جب بھی عدالت نے طلاق روا نہین رکھی - بالآخر
عورت کو پیرس کے ہوٹل مین جا کر منیجر کے سامنے زنا کرانا پڑا - اور جب منیجر نے
عدالت مین آکر چشم دید شہادت زنا کی دی اُسوقت زن و شو مین علیحدگی ہوئی -
اسلام مین جس طرح نکاح کے لیے کسی رسم یا رواج کی پابندی نہین ہے
اسی طرح طلاق کے لیے بھی کوئی قید نہین ہے - مرد نے عورت کو ناپسند کیا اور
تین مرتبہ کہدیا کہ مین نے تجکو طلاق دی یعنے ترک کیا - پھر وہ عورت اُسپر حرام ہو جاتی
ہے اور چوتھے مہینے کسی غیر سے عقد کرنے کی مجاز ہو جاتی ہے - زن و شو کی
باہمی نارضامندی ایسی شے ہے کہ اسکی بدولت زندگی طرفین کی تلخ رہتی ہے
اسکے وجوہ جو کچھ ہوتے ہین وہ زائد تر انھین دونون کے سمجھنے کے ہوتے ہین
غیر اُنکو سمجھ نہین سکتا - اسلیے شرع نے مردون کو طلاق دینے مین پوری آزادی

دی ہے عورتون کے لیے صرف اتنی قید لگائی ہے کہ وہ مردون کو راضی کرلین خلع کے مسئلہ مین رضامندی حاصل کرنے کا طریقہ بتا یا گیا ہے۔ اگر زید کی بی بی نے عمر کو پسند کیا اور عمر نے بھی اُسکو پسند کرلیا ہے تو ایسی حالت کے لیے بھی شرع نے ایسا راستہ نکال دیا ہے کہ زید کی بی بی عمر کے ساتھ جائز تعلق رکھ سکتی ہے۔ گو یہ صورت پسندیدہ نہین ہے لیکن زنا کرنے سے تو یہ کہین اچھا ہے کہ عمر کچھ مال زید کی بی بی کو دے اور زید کی بی بی اپنے شوہر کو مال کی طمع دکھاکر اُس سے طلاق حاصل کرے ہم پھر کہتے ہین کہ گو یہ صورت شرع مین جائز رکھی گئی ہے لیکن اخلاق کے خلاف سمجھی گئی ہے حتی الوسع کسی کو اسپر عمل نہ کرنا چاہیے لیکن اسپر عمل نہ کرنے کی وجہ سے زنا کی نوبت آنے والی ہے تو شرع بتاتی ہے کہ زنا نہ کرو بلکہ یون عمل کرو اور باوجود ان سہولتون کے بھی زنا کے قریب جاؤگے تو بڑی ہی سخت سزا دیجائیگی۔

(۶) مسلمانون کے بعض فرقہ نے طلاق کی آسانیون کو زیادہ تر وسعت دیکر موقت نکاح کی صورت پیدا کرلی ہے یعنی یہ فتوی دیدیا ہے کہ معین زمانہ کے لیے نکاح کرلینا جائز ہے حتی کہ گھڑی دو گھڑی یا دن دو دن کے لیے بھی۔ اب تو آزادی کی انتہا ہوگئی۔ لیکن اس صورت مین بھی مہر لازم کردیا گیا ہے۔ اولاد پیدا ہو تو اسکی پرورش باپ پر فرض ہوتی ہے اور مثل معمولی اولاد کے وہ ترکہ بھی پاتی ہے۔ عورت کو عدت کے دن پورے کرنے ہوتے ہین تاکہ اولاد کے باپ کا تعین کرنا دشوار نہ ہو۔

شرع محمدی قانون ربانی ہے یعنے جس نے فطرت انسانی قایم کی ہے

اسی نے قانون تعزیری بھی بنا دیا ہے کہ فطرت انسانی کے خلاف کرنے والے کی یہ سزا ہے۔ شرع محمدی کہتی ہے کہ ہر طور پر آزادانہ بسر کرو۔ لیکن اصول مین پکے رہو اور مردانہ زندگی کرو۔ عورتون سے مباشرت بہت مرغوب ہے لیکن اسکے ساتھ پرورش اولاد کی بخ بھی تو لگی ہوئی ہے۔ اگر اس لذت کو چاہتے ہو تو اس بار کو بھی اُٹھاؤ۔ اور اگر اس بار سے بچ کر چورون کی طرح اپنی خود غرضی کا اظہار کروگے اور یون انتظام عالم کو توڑنا چاہوگے تو تم نہین توڑ سکتے تمھاری سزا ایسی سخت تجویز کی جائیگی کہ کبھی کبھی وہ تمھاری ہلاکت تک منجر ہوگی حالت زنا مین تو مردون کی سزا اس اصول پر ہوتی ہے جو ابھی بیان کیا گیا۔ اور عورتون کی سزا اسلیے ہوتی ہے کہ زناکاری کا جرم قرار پانا محض عورتون کے نفع کے لیے ہے مرد تو اپنا مطلب حاصل کرکے الگ ہو جاتے ہین زحمت مین عورتین پڑ جاتی ہین۔ زناکاری کی سزا کا نتیجہ لازمی یہ ہوگا کہ لوگ زنا سے بچ کر نکاح کرین گے اور نکاح کرنے سے عورتون کے مدارج بڑھین گے۔ عورتون کی اور عورتون کی اولاد کی پرورش کی اچھی صورت پیدا ہوگی۔ اب عورتین شرع کے ان تمام سلوک کو بھلا کر زناکاری مین مردون کی معین بنین تو شرع محمدی کہتی ہے کہ ایسے ناسپاس معین جرم کی سزا بھی مثل مجرم کے کرو تاکہ پورے طور پر ارتکاب جرم کا استیصال ہو اور انتظام عالم کے توڑنے والون کا گروہ قوی نہ ہونے پائے۔

سمجھانے کا ایک پہلو تو وہ تھا جو ہم نے اوپر اختیار کیا اور دوسری صورت یہ ہے کہ زناکاری ام الجرایم ہے کیونکہ سیکڑون جرایم اس سے پیدا ہوتے ہین۔ حیا جو جوہر انسانی ہے اس سے بالکل جاتی رہتی ہے۔ اور اس جوہر لطیف کے

جل جانے سے انسان شیطان کی صورت مین نمایان ہوتا ہے اشتعال طبع کے اسباب بہم ہونچتے ہین۔ عقل انسانی جاتی رہتی ہے۔ شروع مضمون مین جو واقعہ ہم نے لکھا اس سے صریح ظاہر ہے کہ اس زنا کی بدولت بے گناہ بچہ قتل کیا گیا اور بالآخر عورت کو بھی قتل اولاد کے جرم مین پھانسی دی گئی۔ اگر شروع ہی مین زانی اور زانیہ کو بید لگائے جاتے یا قتل کی سزا دیجاتی تو ایسے ایسے سیکڑون ہزارون جرایم کا وقوع مین آنا بند ہوجاتا۔ دیکھنے والون کو عبرت ہوتی اور ہزارون آدمی نصیحت پکڑتے۔ ہمارا تجربہ کہتا ہے کہ زناکاری کی بدولت چوریان ہوتی ہین۔ ہنگامے ہوتے ہین۔ مار پیٹ ہوتی ہے۔ کتنے خون ہوتے ہین۔ کیا کچھ نہین ہوتا سمجھنے کے لیے یہ کیا کم ہے کہ مفصلۂ بالا واقعہ مین دو جانین تلف ہوئین۔ لڑکا زندہ درگور کیا گیا اور ماں نے پھانسی پائی۔ اگر زانی اور زانیہ کی سزا شروع ہی مین ہوجاتی تو کیا اس آخری نتیجہ سے زیادہ اسمین سختی تھی؟ سختی دونون مین روا رکھی گئی۔ ایک مین سختی کا فائدہ محدود رہا۔ دوسرے مین ام الجرایم کے انسداد کی وجہ سے فائدہ غیر محدود ہوتا۔

ایک تیسری صورت اور لیجیے۔ زناکاری سے امراض متعدی پیدا ہوتے ہین اسکی بدولت جرایم کا عارضہ کبھی تو ریشہ نہین چلتا ہے۔ اگر درخت کی ایک شاخ مین کیڑے لگ گئے اور باغبان کو معلوم ہوا کہ تمام پھل اسکے یقیناً کانے ہو نگے تو اس شاخ کو کاٹ ڈالنا کسی طرح نامناسب نہین ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ دوسری شاخین اسکے ذریعہ سے خراب جائینگی تو اس شاخ کا کاٹنا تمام کامون سے مقدم ہوگا۔ اسی طرح انسان اگر کوئی ایسا فعل کرتا ہے جس سے بنی نوع انسانی

مین متعدی امراض کے پھیلنے کا اندیشہ ہے تو اس فعل کے روکنے کے لیے ہر مناسب تدبیر بنی نوع انسانی کو فائدہ پہونچانے والی تصور کی جائے گی۔ اور اگر اس غرض کے پورا کرنے کے لیے کوئی سختی عمل مین لائی جائے تو وہ سختی اس اعتبار سے کہ اس سے فواید بے شمار حاصل ہونگے ہرگز ناپسندیدہ نہ سمجھی جائیگی۔

جہان تک ممکن ہوا ہم نے شارع کے اغراض کے ظاہر کرنے مین کوشش کی لیکن ہم نہین کہہ سکتے کہ ہمکو شارع کے تمام مصالح سمجھنے مین پوری کامیابی ہوئی یا نہین۔ لیکن اسقدر خوب سمجھنا چاہیے کہ اگر شرع کے مسائل پر ادھورا عمل کیا جائے یعنے نکاح اور طلاق مین رواجاً یا قانوناً سہولت نہ رکھی جائے اور زناکی سزا مین سختی کی جائے تو پھر مسلمانون کے قانون سے زیادہ تر کوئی دوسرا قانون اس بارہ مین نوع انسانی کا ستانے والا نہوگا اور اسلیے ہم کہہ سکتے ہین کہ ہند کی موجودہ حالت مین انگلستان کی پوری آزادی بھی واضعان قانون یہان روا رکھین تو اصول معدلت کے خلاف نہین ہے۔

کسی قدر اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے تو اچھا۔ شرع محمدی تمام قوانین عالم سے افضل ہے لیکن اسکی افضلیت جب ہی ہے کہ اسپر پورا پورا عمل کیا جائے۔ ادھورا عمل ہو تو دوسرے قوانین اس سے کہین اچھے ہین۔ انگلستان مین زناکاری کوئی جرم نہین ہے صرف اخلاقی جرم ہے اور فریق ثانی کو یہ حق پیدا ہوتا ہے کہ وہ افتراق کرالے۔ ہندوستان مین شرعی قانون جاری تھا ہنود بھی اس معاملہ مین کسیقدر سخت تھے۔ اسلیے ہندوستان مین پبلک کی راے کے موافق شوہر کے مستغیث ہونے پر بی بی کی زناکاری قابل سزا ٹھہرائی گئی ہے

اب ہم یہ دکھاتے ہین کہ بعض اوقات مستغیث کا استغاثہ بھی سزا دہی کے لیے نامناسب ہوتا ہے اور اسلیے مثل انگلستان کے ہندوستان مین بھی یہ قانون نرم ہوجائے تو اچھا۔

شرع کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ نابالغ لڑکیون کے اولیا بھی نابالغ لڑکیون کا نکاح کر سکتے ہین۔ انگلستان مین ایسا نہین ہوتا۔ وہان نابالغ لڑکیون کا عقد ہوتا ہی نہین ہندوستان کے مسلمانون مین شرع کا یہ مسئلہ تو زیر عمل ہے کہ نابالغ لڑکیان بیاہ دی جائین۔ مگر دوسرا جزو اس مسئلہ کا کہ وہ بالغ ہونے پر یعنے دم دیکھنے پر اگر ناراضامندی ظاہر کرین تو عقد باطل ہوجاتا ہے۔ اسپر کبھی عمل نہین کیا جاتا۔ لڑکیون کو آزادی نہین دی جاتی۔ قوم مین آزادی نہین ہے۔ شرعی حقوق سے لڑکیان محروم رکھی جاتی ہین اسلیے گویا سوسائٹی کے قانون نے اسکو محال اور غیر ممکن کردیا ہی کہ کوئی لڑکی بالغ ہونے پر اپنی مرضی سے حاکم وقت کے سامنے جائے کہ مجکو میرے ولیہ کا پڑھایا ہوا نکاح قبول نہین ہے۔ عورتون کی کمزوریون سے یون فایدہ اُٹھایا جاتا ہے کہ بارہ برس کی لڑکیان پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ برس کے بوڑھون کے ساتھ بیاہی جاتی ہین مسلمان مالدار لڑکیون کے اولیا اس طمع سے کہ جلد بیوہ ہوکر لڑکی گھر مین اجائے گی جائداد باہر نہ جائے گی نامناسب عمر کے شوہر تلاش کرتے ہین۔ اور غریب لڑکیان تو ہندوؤن اور مسلمانون دونو کی لیکن مسلمانون کی نسبتہً زیادہ تر اس طمع سے بوڑھون کے ساتھ بیاہی جاتی ہین کہ جلد ہی سے بیوہ ہوکر اور سسرال کی جائداد لیکر وہ میکہ مین آبیٹھین گی۔ اب یہ کوئی راز نہین ہے واقعات ہین جنکو سب جانتے ہین۔ بہت سی مثالین مل سکتی ہین کہ اولیا شادی بیاہ کے

وقت جانتے ہین کہ لڑکیان اس پیوند سے خوش ہونگی لیکن اس خیال سے کہ لڑکیان بے زبان ہوتی ہین وہ جو کچھ چاہتے ہین کرگذرتے ہین۔ بیچارے ہندؤن کے یہان تو عورتون کی تائید مین کوئی قانون ہی نہین ہے اور ہے بھی تو پورا نا لامعلوم۔ مسلمانون کے یہان قانون زندہ موجود ہے مگر اُسکا ہونا نہونے سے بدتر ہے۔ قوم کی راے مین وہ قانون باعث نفرت ہو اسپر عملدرآمد نہین ہے بجز اسکا وجود بجز اسکے کہ بعض بعض اوقات برانگیختگی اور بے لطفیان پیدا کرے (مفصل بیان کے لیئے تورہیث ملاحظہ طلب ہے) اور کسی کام کا نہین ہے۔

مین اپنے تجربہ کی ایک مثال بیان کرتا ہون کہ ایک مالدار عورت نے اپنی لڑکی ایک نامناسب شخص سے بیاہی پھر نہ معلوم کیا سمجھ کر افتراق کا مسئلہ پوچھنے لگی مین مشیر قانونی تھا۔ مین نے راے دی کہ لڑکی دم دیکھنے پر دو گواہون کے سامنے اپنی نارضامندی فوراً ظاہر کرے تو عدالت افتراق کرا دے گی۔ مین نے یہ اہتمام بھی کیا کہ جھوٹے گواہ پیدا نہ ہونے پائین۔ ایک مولوی کو مین نے متعین کیا کہ وہ لڑکی کو سمجھا دین کہ دم دیکھتے ہی نارضامندی ظاہر کرنا ہو تو ظاہر کر دے ڈیڑھ برس تک اسکے بلوغ کا انتظار کیا گیا۔ ہر مہینہ مین ایک مرتبہ یاد داشت لڑکی کی تازہ کی جاتی تھی۔ بالآخر وہ لڑکی بالغ ہوئی۔ گواہ اظہار نارضامندی کے گذرے افتراق ہوا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر میرا اطمینان پھر بھی نہین ہوا کہ لڑکی نے صاف صاف اظہار اپنی راے کا دم دیکھتے ہی کیا ہوگا۔ اور گواہ مصنوعی نہ ہونگے نکاح کے وقت تو لڑکیان ہان کہتی ہی نہین۔ کتنے آدمی پوچھنے والے جمع ہوتے ہین اور پھر لب پر مُہر سکوت۔ میرے قیاس مین کیسے آجائے کہ لڑکی آدھی

رات کو اٹھکر لوگون کو جگائیگی کہ وقت آگیا مین تمکو گواہ کرتی ہون کہ مین اپنے ولیہ کے پڑھائے ہوئے نکاح سے ناخوش ہون۔ جو تربیت یا تعلیم آج کل شرفا کی لڑکیون کو نصیب ہوتی ہے وہ ہرگز اس قسم کی آزادی انکو نہین دے سکتی۔ پردہ نشین شریف زادیون کی اس حالت کو عدالتون نے بھی بخوبی اندازہ کیا ہے۔ معاملات مین ان شریف زادیون کے اقوال کی پابندی اُنکے خلاف بہت کم کیجاتی ہے۔ وہ اپنے معاملات کے سمجھنے کے قابل نہین خیال کیجاتین۔ اُنکی جاءداد پر دوسرون کا قبضہ مخالفانہ بھی مشکل سے مانا جاتا ہے۔ بہرحال قانون نے اُنکے ساتھ بہت کچھ رعایت کی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ساٹھ برس کے بوڑھے کے ساتھ کمسن بیاہی جائے اور بالغ ہوکر علیحدہ ہونا چاہے تو ہوسکتی ہے یا نہین۔ جواب مین کہا جائیگا کہ ہان شرعاً ہوسکتی ہے۔ اور عدالت ہاے ہند بھی کہتی ہین کہ ہوسکتی ہے مگر جو قانونی شرائط ہین انکے پورا کرنے سے وہ لڑکی یقیناً قاصر ہے اور اسلیے عملی طور پر یہ جواب ہونا چاہیے کہ نہین۔ اب اس حالت مجبوری مین اُس قاعدہ کی جو شرع نے مقرر کردیا ہے لڑکی پابندی نکرے بلکہ بالغ ہونے کے بعد چپکے سے خود ہی الگ ہوجائے تو ایسا کرسکتی ہے یا نہین؟ ہرگز نہین۔ جو عین ہوگا شرعاً ضرور قابل سزا ہوگا۔ اب شرعی قانون کے نافذ کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لڑکی باقاعدہ علیحدہ ہونے سے یقیناً ممنوع رہیگی اور بے قاعدہ الگ ہونے کی صورت مین اسکا معین جسکے بھروسہ پر وہ الگ ہوگی یقیناً مجرم ہوگا۔ اوراسطرح پردہ نشین لڑکی گویا ہمیشہ کے لیے ایک شخص کی حراست ناجائز مین رہنے پر مجبور ہوگی

اور اسکے لیے کوئی چارہ کار نہ ہوگا - اب اگر ایسی حالت مین انگلستان کا قانون نافذ ہوتا یعنے اسکے معین و مددگار حال کو سزا نہ دی جاتی تو بیجا جراست سے خلاصی پانے کی وہی ایک صورت تھی ناظرین فیصلہ کرین کہ ایسی حالت مین انگلستان کا قانون افضل ہے یا ہمارا -

ہرگز یہ افسوس نہ ہونا چاہیے کہ مسلمانون سے حکومت جاتی رہی - حکومت اخلاقاً کوئی ضروری چیز نہین ہے اور نہ انسان کی سچی مسرت کے لیے اسکی حاجت ہے دولت بھی مسلمانون مین بہت کم ہے اور اسکی بھی پروا نہ ہونا چاہیے - قوت لایموت سے زاید ملنا ایک طور کا جنجال ہے - اگر سچ ہے تو صرف یہ ہے کہ دنیا مین سچی مسرت کے ساتھ رہنے کے لیے جو قانون مسلمانون کے لیے بنا تھا مسلمان خود اسکو نکما سمجھے ہوئے ہین جس جزو کو چاہتے ہین لیتے ہین اور جس جزو کو چاہتے ہین چھوڑتے ہین - آدھا تیتر آدھا بٹیر - اسلیے انکا موجودہ قانون سب سے اچھے قانون ہونے کے بجاے سب سے بدتر قانون ہو رہا ہے - میرے بیان مین کوئی لغزش ہو تو ناظرین معاف کرین گے -

بک گیا ہون جنون مین کیا کیا کچھ ۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

بیان کی ایک اور روش

(۱) آدمی کے بچے پیدا ہونے کے بعد مدت تک اپنی حیات قایم رکھنے کے لیے دوسرون کی اعانت کے محتاج رہتے ہین -

(۲) عورتین فطرتاً کسب معیشت کی قابلیت نہین رکھتین اور اسلیے بچون کی پرورش مین وہ مردون کی محتاج ہین -

(۳) جوان عورتون مین دلفریبی کی صفت ایسی ہے کہ اُن سے بے نیاز ہونا طاقت بشری سے باہر ہے -

(۴) عورتون سے مردون کا غیر مستقل اور چند روزہ تعلق بہت سے جھگڑون کا سبب اور مختلف عوارض جسمانی کا باعث ہوتا ہے -

مفصلۂ بالا امور پر نظر ڈال کر اخلاقی سوسائٹیون نے بیاہ کو ضروری اور زنا کو ناپسندیدہ ٹھہرایا - ملکی قانون نے بھی اسکی تبعیت کی - ایسا زمانہ بھی گزر گیا کہ عموماً زنا کی سزا قتل تھی - اور اب بھی بہت سی قومین ایسی ہین کہ وہان قتل ہی زنا کی سزا تجویز کی جاتی ہے -

توریت سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کے عروج مین یعنے جب بنی اسرائیل کے قانون پر تمام مہذب دنیا مین عملدرآمد ہوتا تھا زنا کی سزا قتل تھی - وہی سزا مسلمانون کی شرع مین بھی قایم رکھی گئی کہ چند شرایط صادق آنے پر زانی اور زانیہ کو اتنے پتھر مارے جائین کہ وہ مر جائین - یعنی جس طرح ضابطہ فوجداری مین تعمیل سزاے موت کو یون لکھا ہے کہ گلو بستہ اتنی دیر لٹکا رکھو کہ جان نکل جائے ویسے ہی مسلمانون کے ہان اس جرم مین سزاے موت دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ پتھرون سے اتنا مارئیے کہ مجرم (زانی اور زانیہ) پتھر سے چھپ جائین یا مر جائین پُرانی تاریخین پڑھیے تو معلوم ہو کہ پہلے تمام دنیا مین یہ جرم ایسا ہی سنگین سمجھا جاتا تھا -

زمانہ حال کی اکثر گورنمنٹون نے اس جرم کی سزا مین تخفیف مدنظر رکھنا شان تہذیب سمجھا ہے - اور اب صرف نیم وحشی قومون مین یہ جرم سنگین رہ گیا ہے -

لیکن ہم اس پالیسی کے بالکل مخالف ہین - ہمارے نزدیک نیم وحشی قومین اس خصوص مین مُہذب قومون سے کہین اچھی ہین - یہ اُنکو نیم وحشی کہین تو وہ ان کو بھی ایسا ہی کہہ سکتے ہین - گورنمنٹ کے خلاف جو امر کیا جائے وہ کتنا ہی چھوٹا سہی - مگر مصلحت مُلکی پر نظر ڈال کر اسکی پاداش مین سخت سزائین دیجاتی ہین - ویسے ہی گورنمنٹ حقیقی باری تعالیٰ یا دوسرے لفظون مین قانون قدرت کی خلاف ورزی جس امر سے لازم آئے اسکو سب سے بڑا جرم سمجھنا چاہیے - ہر مذہب اور ہر ملّت کی کتب ربانی مین یہ جُرم ہمیشہ سنگین سمجھا گیا ہے کسی گورنمنٹ کو یہ زیبا نہین ہے کہ قانون قدرت کی خلاف ورزی کو وہ اپنی سلطنت کے قوانین کی خلاف ورزی سے کم سمجھے - یہان ایک بحث یہ پیدا ہوتی ہے کہ اس طرح قانون قدرت کی خلاف ورزی لازم بھی آتی ہے یا نہین - مُہذب (نام کے) لوگ قانون قدرت کی خلاف ورزی اسکو نہین کہتے - لیکن مقدمات مندرجہ عنوان کے دیکھنے کے بعد غالباً کوئی ذی فہم ایسا کہنے کی جُرأت نہ کرے گا -

انگلستان کے قانون مین (اور یہی کیفیت تمام یورپ کی ہے) بدکاری کوئی جُرم فوجداری نہین ہے - لیکن ہندوستان کے طرز تمدن کے لحاظ سے اور ہندوستان کی قدیم عادات کی رعایت اور سابق قوانین کے اعتبار سے یہان بعض بعض حالتون مین زانی مجرم سمجھا جاتا ہے - لیکن سزا اسکی اگلے زمانہ کے اعتبار سے بہت کم رکھی گئی ہے -

مسلمانون مین قتل و زنا دونون کا درجہ مساوی ہے - یہ دونون جرم ہین اور دونون کی سزائین موت ہے مگر افسوس ہے اُن نام کے مسلمانون پر جو برائی

عورتون

عورتوں سے بدکاری کرنے کو کوئی خفیف سا بھی اخلاقی جرم نہیں سمجھتے - لوگ اپنی مذہبی کتابیں اولٹ کر دیکھیں اور پچھلی اُمتوں کی سوانح عمریوں کو اپنے موجودہ کارناموں سے مقابلہ کریں اور شرم سے گردن جُھکائیں -

کیسا بُرا زمانہ آیا! میخواری اور بدکاری کو لوگ جرم نہیں سمجھتے - بُرا نہیں جانتے چھپانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اسکا بیان کرنا اور علانیہ ارتکاب کرنا فخر اور مباہات خیال کرتے ہیں - حتی کہ اسی کے تذکروں سے اسوقت جلسوں کی رونق سمجھی جاتی ہے - افسوس! صد افسوس!! شرم! ہزار شرم!! -

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

قتل سرقہ - نزاعین - رشک - اسقاط حمل - حبس بیجا - جبر ناجائز - یہ سب جرایم تو بدکاری کے آگے پیچھے لگے رہتے ہیں - ان سب سے الگ ہوکر صحت جسمانی کے متعلق غور کیجیے - شہر کے کسی طبیب یا ڈاکٹر سے پوچھیے تو معلوم ہو کہ سو میں نوتے باشندے بدکار ہیں - اور نوتے بدکاروں میں سب نہیں تو پچاسی ضرور ایسے ہیں جو بدکاری کی وجہ سے امراض متعدی میں مبتلا ہیں - ذرا طبیبوں سے اس بارہ میں گفتگو کیجیے تو معلوم ہو کہ قانون قدرت کی خلاف ورزی نے بالفعل کیسی سخت مصیبت نوع انسانی پر ڈال رکھی ہے - جیسے بعض ناکارے درخت پھل لگے نہیں کہ سڑنے شروع ہوئے - یہی کیفیت نوجوانوں کی ہے - آپ اُن کو ہنستے کھیلتے دیکھتے ہیں وہ آپس میں کلیلیں کرتے ہیں تو آپ سمجھتے ہونگے کہ یہ خوش ہیں - ہیں ہیں - ہرگز نہیں - ذرا بھی نہیں - پردہ اُٹھا کر دیکھیے تو معلوم ہو کہ ان نونہالان چمن کی جڑ کمزور - تنے سڑے ہوئے - پتوں کی سبزی دو ایک روز کی مہمان ہے

جڑین اندر سے کھوکھل ہوگئی ہین۔ عنقریب چمن سے یہ الگ کردیے جائین گے یا
چوب خشک کی طرح زمین مین گڑے کھڑے رہین گے۔ اِن نوجوان حسینون کے حسن کو
زمانہ شباب مین طبًا اور عقلًا کیسا کچھ تسکین بخش اور مفرح ہونا چاہیے۔ خفقان قلب کے
لیے معجون شیخ سے زیادہ پُراثر۔ بیکسی اور تنہائی مین سب سے بڑا مونس۔ لیکن
بے اعتدالیون کے باعث وہ زہر ہلاہل سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ اور مونس کی
جگہ وہ سانپ اور بچھو سے بھی زیادہ پُرخطر ہے۔ کتنا بڑا کفران نعمت ہے۔ خدا کی
نعمت کو جو ہم اپنی بے تمیزیون سے بگاڑتے ہین سخت بازپرس ہم سے ہوگی۔
اور زیادہ تر قوم کے ریفارمرون اور پیشواؤن سے جو باوجود قدرت کے قومی اصلاح
کی طرف توجہ نہین کرتے۔

اب تمام دنیا مین گورنمنٹون نے طرز حکمرانی بدل دیا ہے۔ پچھلے زمانہ کی طرح
اخلاقی امور مین مداخلت کرنے سے وہ حتی الوسع گریز کرتی ہین اور چاہتی ہین
کہ لوگ اپنے طور پر اصلاح کی کوشش کرین۔ مہذب ملکون مین علاوہ کھانے
پینے کے کسب معاش۔ بچون کی پرورش مختصر یہ کہ غم روزگار کے سوا قومی اصلاح
یا قومی بھی خواہی کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ کام ہر شخص کو کرنا ہوتا ہے۔ ہندوستان کے
تعلیم یافتہ نوجوانون نے بھی اس طرف توجہ کی ہے۔ کہین تعلیم کے لیے کمٹیان
ہوتی ہین۔ کہین عقد بیوگان کی فکر ہے۔ کچھ لوگ مذہب کی پرانی متبرک رسمون
کے زندہ کرنے کی فکر مین ہین کسی کو ناپسندیدہ رسمون کے مٹانے کی اُدھیڑبن
ہے۔ ہم یہ چاہتے ہین کہ بدکاری اور میخواری کے مٹانے کی طرف بھی لوگ
توجہ کرین۔ اسکے متعلق کمیٹیان ہون تو کم سے کم اتنا اثر ضرور ہوگا کہ لوگ ان

بُرائیون کا علانیہ ارتکاب کرنا بُرا سمجھین گے - اور یہی بڑی کامیابی ہے - یہ ایک مشہور بات ہے کہ بُرے کام کا اعلان کرنا بُرائی کو کئی درجہ بڑھا دیتا ہے -

فصل بست و سیوم

شراب خواری

دنیا کے اکثر مذاہب اور کُل اخلاقی سوسائٹیون نے شراب خواری کو ناجائز ٹھہرا رکھا ہے - پھر بھی نادان ہی نہین کتنے ذی عقل اسکے ہاتھون تباہ ہین - انگریزی سوسائٹی سے ہمکو ذاتی واقفیت نہین لیکن سُنتے ہین کہ انگریزون مین اسکا رواج اس طرح پر ہے جیسے ہم لوگون مین چاے پان یا حقہ کہ چھوٹے بڑے سب ہی بے تکلّف اسکا استعمال کرتے ہین کیونکہ انھین مذہبی قید نہین ہے اور ملکی آب ہوا کے اعتبار سے بسا اوقات دوا بھی استعمال کرنا پڑتی ہے - لیکن اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی تسلیم کرین گے کہ انگریز عموماً اسکی مقدار پر لحاظ رکھتے ہین اور بہ نسبت ہندوستانیون کے وہ بہت کم اسکی بدولت برباد جاتے ہین -

انگریزون کی تقلید سے جہان بہت سی بھلائیان ہم لوگون مین آئین وہان یہ بُرائی بھی پیدا ہوئی کہ شراب خواری کا دستور بڑھتا جاتا ہے جس سے قوم کے بہی خواہونکو سخت تشویش ہے - کیا شراب خواری کا دستور ہندوستان مین پہلے نہ تھا؟ ضرور تھا لیکن چند متمول شہرون مین محدود تھا اور عوام کے دلون مین اسکی طرف سے رکاوٹین تھین - اب یہ بلا ہندوستان کے چھوٹے بڑے تمام شہرون مین پھیلتی جاتی ہے اور دلون سے رکاوٹ اور آنکھون سے حیا گھٹتی جاتی ہے - اسکے اسباب پر ہمکو یہان غور کرنا نہین ہے وجہ تو کھلی ہوئی ہے کہ جہان مذہبی قیود سے انسان آزاد

ہوا۔ برائیون نے ساتھ پکڑا۔ ہمین اُن برائیون کے نتائج بد کا فوٹو کھینچنا ہے جسے دیکھکر شاید کچھ تنبیہ حاصل ہو اور نہبھی ہو تو ہم سوسائٹی کے فرض سے ادا ہوئے جاتے ہین۔

ہندوستان مین دو قومین زیادہ آباد ہین۔ ہندو اور مسلمان۔ ہندوؤن کے تمدنی برتاؤ سے ہم خوب واقف ہین۔ اعلی قسم کے ہندوؤن مین شراب خوار ذات سے باہر کردیے جاتے ہین۔ اور بھگتون کا ایک متبرک فرقہ اسکو نجس جانتا ہے۔ مسلمانون مین تو یہ مذہباً حرام کی گئی ہے۔

عقل ہی ایک ایسی شے ہے جو انسان اور حیوان مین مابہ الامتیاز ہے اور انسان کا نیچر اس طور پر رکھا گیا ہے کہ ایک دم کے لیے اس سے عقل جدا کرلی جائے تو اُسکو زندگی بسر کرنا دشوار ہو جائے۔ شراب کا پہلا کام ہے عقل کا سلب یا کم کرنا۔ اسلیے ذی خرد اسکے قریب جانا انسان کے نیچر کا بگاڑنا سمجھتے ہین اور ہرگز اسکو پسند نہین کرتے کہ ایک حقیر چیز کی خاطر جوہر انسانی ضایع کیا جائے۔

کبھی کبھی ہمکو خیال آتا ہے کہ شراب پینے والے کوئی بڑے دل و دماغ کے لوگ ہونگے اور اپنی جرأت اور بہادری کے سامنے پس و پیش یا عاقبت اندیشی کو ہیچ جانتے ہونگے۔ ہمین کوئی اندھیری کوٹھری مین بھیجتا ہے تو بے چراغ لیے ہم ہرگز نہ جاسکین گے۔ سانپ۔ بچھو۔ کیڑے مکوڑے سبھی طرح کے جانورون کا خوف لگا رہے گا۔ شراب پی کر دنیا مین رہنا اندھیری کوٹھری مین بے چراغ جانے سے ہرگز کم نہین ہے دنیا کی کوٹھری کے لیے نیچر نے عقل ہی کو چراغ بنایا ہے۔ کیا یہ شرابی شراب پیتے وقت یہ نہین سوچتے کہ اسکے بعد شدت نشہ مین وہ کسی جرم کے مرتکب نہ ہو جائین یا کسی بلاے ناگہانی مین نہ پھنس جائین۔ کیا یہ شرابی دوسرے

شرابیون کو دیکھ کر عبرت حاصل نہین کرتے اور یہ نہین سمجھتے کہ شراب پینے کے بعد اُنکو بھی یہی سوانگ بھرنا پڑتا ہے۔ کہین سڑکون پر پڑے ہین۔ کُتے مُنہ چاٹتا ہے۔ قے کی ہے اور پھر اُسی کی نجاست مین کپڑے لت پت ہین۔ گھر مین مان۔بہن۔بیٹی۔سب ہی طرح کی عورتین ہوتی ہین۔کہین سترعورت کھل گیا عورتین مُنہ پھیر کر الگ ہوگئین۔بہنین کھڑی ہین اور آپ بڑ دسن کا سراپا بُنا رہے ہین۔کوئی عورت سامنے آگئی اور آپ سرہو گئے۔نہ چھوٹے بڑے کا خیال نہ اپنے بیگانے کا پاس۔

ناسمجھ بچّون کو چُھری سے کھیلنے نہین دیتے۔لڑکون کو کوئین یا دریا کے کنارے جانے سے روکتے ہین۔ روئی کو آگ سے بچاتے ہین۔نمک کو پانی سے دور رکھتے ہین۔لیکن دل و دماغ اور عقل انسانی کو شراب سے جو مضرتین پہونچتی ہین اُنکا خیال یہ شرابی نہین رکھتے اور ایسی موٹی بات نہین سمجھتے۔سمجھتے کیون نہین لیکن شامت اعمال سے دھیان نہین کرتے۔

شراب پینے والون پر لوگ بھروسہ نہین رکھتے۔امانت کی صفت امین تسلیم نہین کرتے۔عوام کی نظرون مین اُنکا وقار نہین ہوتا۔اپنے بیگانے عزت نہین کرتے۔سیکڑون طرح کے ذاتی اور مالی نقصانات اسکی بدولت اُنھین اُٹھانے پڑتے ہین۔اور ان سب کے عوض مین ملتا کیا ہے؟ تھوڑی دیر کے لیے سرور جو طبّی اور مذہبی خیال سے ہر طرح پر مُضر صحت اور مخرب اخلاق ہے۔

ہان ایک بات اسکی بدولت حاصل ہوجاتی ہے۔وہ یہ ہے کہ بفکرون کے نزدیک شرابخوار سخی سمجھا جاتا ہے۔ہم نے بفکرون کی قید اسلیے لگائی کہ سمجھدار

اور اہل مذہب ایسے سخی کو کو مسرف کا خطاب دیتے ہین۔ اور اسراف سیکڑون
طرح کی برائیون کی خود جڑ ہے۔ چوری۔ دغا بازی۔ دروغگوئی۔ خیانت
یہ تمام باتین اسراف کے ساتھ ساتھ چلتی ہین۔

غرضکہ بمفصلہ بالا وجوہ سے شراب خواری اسلام مین ام الجرایم سمجھی گئی ہے
اور اسکے لیے سزا مقرر ہے۔ شراب پینے والون کو ۸۰ کوڑے لگائے جاتے
ہین۔ اور غلام ہونے کی صورت مین صرف ۴۰ کوڑے۔ جرم شراب خواری قابل
راضی نامہ یا صلح نامہ نہین ہوتا۔ حاکم وقت گویا مدعی ہوتا ہے۔ طریقہ سماعت شہادت
اور ضابطہ عدالت یہ ہے کہ جب کوئی شراب انگوری پیے ہوئے گرفتار ہوا اور
اُسکے مُنھ سے بو آتی ہو۔ یا یہ کہ سواے شراب انگوری کے کوئی اور شراب پی کر
بدمست ہوا اور دو شخص شراب پینے کی گواہی دین یا وہ خود ایک بار اقرار کرے
تو ہوش درست ہونے کے بعد اور یہ معلوم کرکے کہ اُسنے اپنی خوشی سے
پی تھی اسکی سزا ہوتی ہے۔

فصل بست وچہارم [۲۴]

جھوٹی قسمین

جھوٹ بولنا یا جھوٹا وعدہ کرنا یا وعدہ خلافی کرنا یا جھوٹے واقعہ کو قسم کھا کر
سچ باور کرانا یہ سب شرع محمدی مین بڑا گناہ قرار پایا ہے۔ گو حاکم وقت کو دست
اندازی کا اختیار نہین دیا گیا ہے جب تک کہ اور طور پر حق العباد کا اتلاف لازم نہ آتا ہو
مگر اخروی عذاب سے شرع مین بہت ڈرایا گیا ہے۔ جھوٹ بولنا کسی حالت مین
مسلمانون کو روا نہین ہے۔ جھوٹ بولنے کے بعد نادم ہونا چاہیے۔ خدا سے

پناہ مانگنا چاہیے۔ توبہ کرنا چاہیے کہ وہ غفور رحیم ہے۔ لیکن اگر کسی فعل کے کرنے یا نکرنے پر خدا کی قسم کھا کر پھر اُسکی خلاف ورزی کی گئی ہے تو شارع محض توبہ کرنے کو کافی نہین سمجھتا بلکہ تاوان ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ تاوان حاکم وقت کے ذریعہ سے نہین وصول کیا جاتا بلکہ خاطی پر لازم ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی سزا اسطرح کرے کہ ایک بردہ آزاد کرے یا دس مساکین کو کھانا کھلا دے یا دس مساکین کو کپڑا پہنلائے اور اگر ناداری اجازت نہ دے تو پیہم تین روزہ رکھے۔ اور اِس عمل کو کفارہ گناہ کہتے ہین۔

بطور کفارہ کے اگر کچھ اسلام نے خرچ کرنا واجب ٹھہرایا ہے تو اُسکی صورت یہ ہے جو بیان کی گئی یہ نہین کہ چھپکلی بدن پر گری اور لوگون نے تجویز کیا کہ اتنا اُرد اور اتنا تیل خیرات کیجیے۔ سفر مین چلے تو فقیرون کے لیے امام ضامن کا پیسہ باندھ لیا کشتی پر سوار ہوئے تو کچھ حضرت خواجہ خضر کی نذر کی۔ ہمارے اعتقادات کی کمزوریون نے یہ کفارے لازم کیے ہین اور اگر شرک بھی اس ضعف ایمان کے ساتھ ہے تو سمجھیے کہ ضلالت اور گمراہی کی یہ راہین ہین۔

ایک نئے خیال والے کی دختر کا نکاح تھا۔ نئے خیال والے کیون کہا جائے یون کہیے کہ ایک پکے مسلمان واقف احکام الہی کے گھر برات آنے والی تھی سمدھی سے اُسنے کہلا بھیجا کہ لوگ کم آئین مجھے جو کچھ خرچ کرنا ہے وہ لڑکی کے جہیز مین خرچ کردن گا۔ جواب آیا کہ اتنے ہاتھی اتنے گھوڑے اتنے کہار اتنے آدمی ضرور جائین گے اور آپ کو سامان کرنا ہوگا۔ بیچارے مولوی نے جواب مین لکھا بھئی سیکڑون جانور اور ہزارون آدمیون کو کھانا کھلانے کا حکم جو

محکوم پاگیا ہے وہ میرے سرپر اور آنکھوں پر ہے تو سنگ آمد سخت آمد پر عمل کرنا ہی ہوگا لیکن مجکو یہ تو بتلا دیا جائے کہ کس گناہ کا یہ کفارہ ہے۔ جھوٹی قسم کھانے مین تو صرف دس مساکین کا کھلانا محکوم ہے کیا لڑکی پیدا کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے کہ ہزارون مساکین کے علاوہ جانورون کا کھلانا بھی لازم قرار دیا جاتا ہے یہان یہ کہنا بیموقع نہین ہے کہ برات لیجانے کا دستور اور بیٹی والے سے بجبر ناخوانده مہمانون کی مہمانداری کرانے کا قاعدہ شرع کے خلاف ہے۔ بیاہ شادی مین اگر کوئی خرچ شرع نے روا رکھا ہے تو وہ طعام ولیمہ ہے یعنے شوہر اگر اپنے بیاہ کی خوشی مین اور بی بی ایسی نعمت پانے کے شکریہ مین اپنے چند احباب کو بقدر وسعت کچھ کھلائے تو مسنون ہے۔ دوسرون سے کھلانے کی فرمایش نہ مستحب ہے نہ مسنون ہے۔ تعزیرات ہند کے مطابق استحصال بالجبر البتہ ہے۔

فصل بست و پنجم ۲۵

جرایم پر نصوص قرآنی

(قتل و قصاص وغیرہ)

مومنون! کوئی مارا جائے تو جان کے بدلے جان کا حکم ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد۔ غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس کسی کو اسکا بھائی مسلمان معاف کردے تو دستور کے مطابق خوش معاملگی کے ساتھ خون بہا ادا کرنا چاہیے۔ تمھارے پروردگار کی طرف سے یہ آسانی اور مہربانی ہے۔ پھر اسکے بعد جو زیادتی کرے تو اُسکے لیے دردناک

عذاب ہے۔ سورہ بقر رکوع ۲۲۔

مسلمان کو کسی مسلمان کو دیدہ و دانستہ مار ڈالنا روا نہیں ہے اور جو کوئی ایسا کرے وہ ایک مسلمان بردہ آزاد کرے اور وارثان مقتول کو اگر وہ درگزر کریں خونبہا دے۔ اگر مقتول تمھارے دشمنوں میں سے ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو ایک مسلمان بردہ آزاد کرنا ہوگا اور اگر مقتول اُنہیں سے ہے جنکے ساتھ تمھاری صلح ہے تو قاتل کو چاہیے کہ وارثان مقتول کو خونبہا ادا کرے اور ایک مسلمان بردہ بھی آزاد کرے اور جسکو مقدرت نہو وہ لگاتار دو مہینے تک روزہ رکھے۔ توبہ کا یہ طریقہ اللہ کا ٹھرایا ہوا ہے۔ اللہ علیم اور حکیم ہے۔ جو کوئی مسلمانوں کو دیدہ و دانستہ مار ڈالے گا اُسکی سزا دوزخ ہے جسمیں وہ ہمیشہ رہے گا اور اُسپر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور اللہ کی پھٹکار پڑے گی۔ اللہ نے اُسکے لیے بڑا عذاب طیار کر رکھا ہے سورہ[۵۲] نساء رکوع ۱۳۔

ہم نے توریت میں یہود کو تحریری حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ناک کے بدلے ناک۔ کان کے بدلے کان۔ دانت کے بدلے

---

۵۱ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب الیم۔

عرب میں یہ دستور تھا کہ اگر زبردست کمزور کو مار ڈالتا تھا تو اُس سے بازپُرس نہیں ہوتی تھی اور کمزور اگر زبردست کو قتل کرتا تو قاتل کے گھر کے کئی آدمی ہلاک ہوتے۔ کوئی عورت قتل کی مرتکب ہوتی یا کوئی غلام مرتکب ہوتا تو اُسکے گھر کے مردوں اور آقاؤں سے مواخذہ کیا جاتا تھا۔ اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ ناانصافی ہے جو قتل کرے اُسی کو سزا دی جائے۔

۵۲ وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطاً ومن قتل مومنا خطاً فتحریر رقبۃ مومنۃ ودیۃ مسلمۃ الی اہلہ الا ان یصدقوا فان کان من قوم عدو لکم وہو مومن فتحریر رقبۃ مومنۃ وان کان من قوم بینکم وبینہم میثاق فدیۃ مسلمۃ الی اہلہ وتحریر رقبۃ مومنۃ فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین توبۃ من اللہ وکان اللہ علیما حکیما ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما۔

دانت - اور زخمون کے بدلے زخم - پھر کوئی معاف کردے تو وہ اُسکے لیے کفارہ گناہ ہوگا - خدا کی آتاری ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دینے والے بے انصاف ہین - سورہ مائدہ[۵۳] رکوع ۷ -

(زنا)

مسلمانو! تمھاری عورتین بدکاری کی مرتکب ہون تو اُنکی بدکاری پر اپنے لوگون مین سے چار کی گواہی لو - اگر وہ تصدیق کرین تو اُن عورتون کو گھرون مین بند رکھو یہان تک کہ موت اُنکا کام تمام کردے یا اللہ اُنکے لیے کوئی اور راستہ نکالے - سورہ[۵۴] نسار رکوع ۳ -

عورت اور مرد زنا کرین تو اِن دونون مین سے ہر ایک کو سَو دُرّے مارو اگر تم اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل مین تمھین اُنپر ترس نہ کرنا چاہیے - سزا دیتے وقت مسلمانون کی ایک جماعت موجود رہے - پاکدامن عورتون پر تہمت لگانے والے چار گواہ نہ لاسکین تو اُنکو اَسّی دُرّے مارو اور کبھی اُنکی گواہی نہ قبول کرو - یہ لوگ بدکار ہین - سورہ[۵۵] نور رکوع ۱ -

۵۳ وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق بہ فہو کفارۃ لہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الظلمون وقفینا علی اثارہم بعیسی ابن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التورٰیۃ واتینٰہ الانجیل فیہ ہدی ونور ومصدقا لما بین یدیہ من التورٰیۃ وہدی وموعظۃ للمتقین ولیحکم اہل الانجیل بما انزل اللہ فیہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفسقون -

۵۴ والتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم فان شہدوا فامسکوہن فی البیوت حتی یتوفٰہن الموت او یجعل اللہ لہن سبیلا

یہ راستہ آگے چلکر سورہ نور مین یون محکوم ہوا ہے -

۵۵ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ولیشہد عذابہما طائفۃ من المومنین - الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المومنین - والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمنین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا واولئک ہم الفسقون -

احادیث مین یون مذکور ہے کہ کنوارے مرد یا کنواری عورت سے ارتکاب زنا ہو تو سو دُرّے (ع)

(چوری)

مرد چوری کرے یا عورت چوری کرے تو اسکی پاداش مین اُنکے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ تعزیر خدا کی طرف سے ہے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ سورہ[۵۶] مائدہ رکوع ۶

(رشوت)

آپس مین ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ مال کو حاکمون کے پاس رسائی کا ذریعہ ٹھہراؤ کہ لوگون کے مال مین سے تھوڑا بہت جو کچھ ہاتھ آئے جان بوجھ کر ناحق ہضم کر د۔ سورہ[۵۷] بقر رکوع ۲۳۔

(شراب خواری اور قماربازی)

پیغمبر لوگ شراب اور جوے کے بارے مین دریافت کرتے ہین تو اُنسے کہدے کہ ان دونون مین بڑا گناہ ہے اور لوگون کے لیے فائدہ بھی ہین مگر فایدہ سے گناہ (نقصان) بڑھ کر ہے۔ سورہ[۵۸] بقر رکوع ۲۷۔

مسلمانو! جب تم نشہ کی حالت مین ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ یہان تک کہ جو کچھ کہو اُسکو سمجھ سکو (یعنے نشہ اوتر جائے)۔ سورہ[۵۹] نساء رکوع ۷۔

(م) اور بیاہے ہوئے ایسا کرین تو وہ سنگسار کیے جائین۔ کتب سیر مین یون مذکور ہے کہ زنا کی حالت مین سنگسار کرنا حضرت موسیٰ کے وقت سے محکوم تھا۔ توریت مین حکم تھا لیکن عملدرآمد نہین تھا۔ ایک مالدار یہود کے لڑکے نے کسی عورت سے زنا کیا۔ یہودیون نے چاہا کہ دونون صرف رسوا کر کے چھوڑ دیے جائین ہلاکت کی سزا نہ دیجائے اور آنحضرتؐ سے بیان کیا کہ توریت مین ایسا ہی محکوم ہے۔ آنحضرتؐ نے کہا کہ توریت مین ضرور رجم کی سزا ہوگی۔ یہودیون نے ہیر پھیر کر کے اپنا مطلب توریت سے نکالنا چاہا لیکن عبداللہ ابن سلام کی موجودگی مین وہ کامیاب نہو سکے توریت نے بھی رجم ہی کا فتویٰ دیا اور وہ دونون سنگسار کیے گئے۔

[۵۶] والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله والله عزیز حکیم۔

[۵۷] ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔

[۵۸] یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما۔

[۵۹] یا ایها الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون۔

مسلمانو! شراب - جوا - بت اور پانسے ناپاک شیطانی کام ہین - ایسے ہر کام سے تم بچتے رہو تاکہ فلاح پاؤ - شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کی وجہ سے تم مین باہم دشمنی اور بغض پیدا کرادے اور یاد الٰہی اور نماز سے تمھین باز رکھے - کیا تم یہ سُنکر بھی باز نہ آؤ گے - سُورہ مائدہ رکوع ۱۲

باب سوم

عبادات

فصل بست و ششم

وضو اور غسل

ہاتھ پاؤن اور مُنھ دھونے کا نام وضو ہے - خاص خاص صورتون کے سوا - ۲۴ گھنٹہ مین پانچ مرتبہ وضو کرنا مسلمانون پر لازم ہے - یورپ مین ۲۴ گھنٹہ مین ایک مرتبہ ضرور نہاتے ہین - ہنود بھی عموماً ایک مرتبہ اور کبھی کبھی دو مرتبہ ہر روز نہاتے ہین - مسلمانون کا پانچ مرتبہ وضو کرنا ثبوت اس امر کا ہے کہ مسلمانون مین تمام قومون سے زائد تر صفائی کا خیال رہتا ہے - نہانے مین ایک عیب یہ ہے کہ کبھی کبھی حالت جسم اور بارہا موسم یا ملکی آب و ہوا روز روز نہانے سے بُرے نتایج پیدا کرتی ہے - لیکن وضو خاص خاص امراض کے سوا کسی حالت مین مضر صحت نہین سمجھا جاتا اور تفریح طبع جو نہانے کی علّت غائی ہے وہ وضو سے بخوبی حاصل ہوتی ہے - جنابت مین مسلمان ضرور غسل

ف۱ یا ایہا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضا فی الخمر والمیسر و یصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فہل انتم منتہون -

کرتے ہین اور ساتوین روز جمعہ کو مذہباً ان کو نہانے کی تاکید ہے - ہر روز پانچ مرتبہ منھ ہاتھ اور پاؤن دھونا اور اسکے ساتھ مسواک کا برابر استعمال کرنا ساتوین روز غسل کرنا خوشبو لگانا کس درجہ مناسب اور معتدل احکام طریقہ اسلامی کے ہین -

اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ معزز ہنود روز غسل کرتے ہین اور یورپین اصحاب بھی روز غسل کرتے ہین انکے مقابلہ مین وہ تارک الصلوٰۃ مسلمان جو نماز کی غرض سے وضو نہین کرتے یا کبھی کبھی بادیوان کے اخیر سے ساتوین روز کے غسل بھی ترک کرتے ہین ... اس لیے اسلام کے تمام ... ہین جس قوم کو اپنی صفائی پر ناز تھا - تمام روے زمین کے لوگ جسکی صفائی کا دم بھرتے تھے آج وہ تمام ہندوستان کے باشندون میں گندہ اور نامبارک سمجھے جاتے ہین - سمجھنے والون کا قصور نہین ہے قصور ہمارا ہے کہ جو چیز ہم مین قابل قدر تھی وہ ہم نے الگ رکھدی - انسان انسان سب برابر ہین خوبیون کی چادرین ایک کو دوسرے سے ممتاز رکھتی ہین جب مسلمانون نے اپنی قومی شعار کی چادر اتار پھینکی تو انکا قومی امتیاز بھی جاتا رہا - اس موقع پر مین ایک نقل بیان کرتا ہون جسکو سن کر ناظرین افسوس کرین گے -

مین (مصنف کتاب) ایک روز صبح کی گاڑی مین لکھنؤ پہونچا اور ایک ضرورت سے مجکو اسی وقت چوک جانا ہوا - ایک گھنٹہ دن چڑھ چکا تھا جب مین ایک مسلمان کاریگر کی دکان پر جا کھڑا ہوا - میرے پیچھے ایک ہندو دلال بھی آپہونچا کاریگر سو رہا تھا اسکی بی بی جاگتی تھی - بی بی نے مجھے مونڈھے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا - لیکن وہان اسقدر گندگی تھی کہ مین بیٹھ نہین سکتا تھا - پانی کے گھڑے - میلے کپڑے - حقہ کی راکھ -

کھانے کے برتن - آلات حرفت سب ایک ہی جگہ تھے - وہ عورت آنکھیں ملتی جاتی
تھی اور میرے بیٹھنے پر اصرار کر رہی تھی - میں نے نہایت ہمدردی سے پوچھا کہ اگر
پانی کے گھڑے الگ رکھ دیے جائیں اور سویرے سے یہ مقام جھاڑ دیا جائے
کہ ذرا نمی دور ہو جائے تو تمھارا کچھ حرج ؟ - بیٹھنے کو فرمایش کرتی ہو لیکن بیٹھنے
کے لایق جگہ نہیں بناتیں - میں یہ کہتا ہوا وہاں سے چلا - دلال نے مجھ سے کہا -
"حضور مسلمان ایسے ہی گندے ہوتے ہیں" دلال مجھے ضرور ہندو سمجھا اور وہ
محض اسلیے کہ مجھکو اُسنے گندگی سے متنفر پایا - اب نتیجہ اس حکایت کا صاف عیاں
ہے کہ اس ہندو دلال کے ذہن میں یہ امر جما ہوا تھا کہ مسلمان صاف نہیں رہتے اور
جو کوئی گندگی سے متنفر نظر آئے اسکی نسبت مسلمان نہ ہونے کا قیاس کرنا چاہیے
یہ حکایت لکھنؤ کی ہے جہاں سے مسلمانی حکومت اُٹھے ہوئے نصف صدی سے
کچھ زاید زمانہ نہیں ہوا - حکومت عیب پوشی کرتی رہی - حکومت جانے پر عیوب
کھل پڑے - ہماری خوشنما صورت اُسی وقت قابل دیکھنے کے ہو سکتی ہے جبکہ ہم
احکام اسلام کے پورے طور پر پیرو ہوں ہم نے نماز کو ڈھکوسلا اور مُلّاؤں کی تقلید سمجھ کر چھوڑ
دیا گھنٹہ دن چڑھے سو کر اُٹھے - اُٹھنے پر بھی کھانے کے وقت تک مُنھ دھونے کی
نوبت نہیں آئی - ایک طرف تو ہم ہیں دوسری طرف ہندو ہیں کہ مذہباً ہو یا رواجاً
نور کے تڑکے آنکھ ملتے ہوئے اُٹھے - لٹیا ہاتھ میں لی دھوتی کندھے پر رکھی حاجت
بشری سے فارغ ہو کر دریا میں اشنان کیا چوٹی جھاڑتے دھوتی کندھے پر
ڈالے چلے آتے ہیں - حالت کتنی ہی بدنما ہے لیکن بدن صاف ہے صبح
کی ہوا کھا چکے ہیں - دل و دماغ کو تفریح حاصل ہوئی ہے جی خوش ہے -

طبیعت کام کرنے پر مائل ہے۔ یعنی وہان نہ ہوگی تو ہمارے یہان ہوگی کہ جہان ہیفکرون نے سپہر دن چڑھے تک مسواک کم شعین کی ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ حالت مسلمانون کی اب ہے۔ اسکے پہلے یہ حالت انکی نہ تھی اور اب بھی جہان کہین احکام شرع پر انکا عمل ہے حالت افلاس مین بھی یہ صفائی اور پاکیزگی مین آپ اپنی نظیر ہین۔ اس اُجڑی حالت کا بھی ایک نقشہ ملاحظہ کیجیے۔

مجکو ایک مرتبہ مئو کی راہ سے گورکھپور آنے کا اتفاق ہوا ریل کے اوقات پہلے سے معلوم نہ تھے اسلیے سفر ایسی ٹرین مین ہوا کہ مئو اسٹیشن پر مجکو پانچ گھنٹے کے لیے ٹھہرنا پڑا۔ مئو ضلع اعظمگڈھ مین مشہور قصبہ ہے۔ جولاہے اسمین بستے ہین اعظمگڈھ کے مشہور بلوہ کی وجہ سے مئو اور بھی مشہور ہوگیا ہے کہ یہان کے چند جولاہون نے اس بلوہ مین ہندو بلوائیون کے جم غفیر کا مقابلہ نہایت استقلال کے ساتھ کیا تھا۔ میرا جی چاہا کہ اس مشہور قصبہ کی سیر کرنا چاہیے۔ یہ قصبہ متعدد ٹولون مین تقسیم ہے اور سب ٹولے ملکر ایک شہر کا مقابلہ کرتے ہین۔ اس شہر مین سب کے پہلے میری نظر ایک جولاہہ پیر بڑی جو اپنے گھر مین بیٹھا ہوا سوت جوڑ رہا تھا مین سیدھا اسکے پاس پہونچا اور نہایت معمولی مسافر کی حیثیت سے جاکر اُسکے برابر بیٹھ گیا۔ اُسنے نام پوچھا مین نے بتایا۔ اُسنے کچھ زاید دریافت کرنا چاہا تو مین نے اغماض کیا۔ بہرحال اُسنے یہ سمجھکر کہ مین مسلمان مسافر ہون اپنے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ تھوڑی دیر مین شربت لیکر آیا۔ شربت تو اپنی نوعیت مین اعلیٰ درجہ کا نہ تھا مگر اسکا ظرف نہایت صاف اور طریق لانے کا نہایت پسندیدہ تھا۔ مین نے بلا ضرورت اسکے پینے کا جبر گوارا کیا اور میزبان کی خاطر شکنی پسند نہین کی اپنے میزبان کا گھر مین نے نہایت

صاف پایا - دیوارین پاکیزہ مٹی سے لپی ہوئی ہین - گندگی کا کہین نام نہین - میرا جی وہان بہت خوش ہوا - مین نے قصبہ کے حالات دریافت کرنے شروع کیے - سُننے سے مین نے راے قایم کی کہ اگر یہان اُنھین جولاہون کے چندہ سے کپڑہ بننے سوت کاتنے روئی درست کرنے کی کل قایم کی جائے تو بہت مناسب ہوگا - مین نے اس کے متعلق جو اپنے خیالات ظاہر کیے تو میرا میزبان بہت محظوظ ہوا - اور اپنی آڑھت مین ایک متمول جولاہے کے گھر مجھے لے گیا وہان بیسون آدمی جمع تھے جو اپنے تھان بیچنے کے لیے لائے تھے - یہ وہ مقام تھا جہان کم پونجی والے زائد پونجی والون کو مال دے آتے تھے اور وہ اپنے طور پر باہر روانہ کرتے تھے یا بیوپاریون کے ہاتھ اکٹھا فروخت کرتے تھے - میری تقریر سُننے کے لیے بہت سے لوگ جمع ہوگئے اور بہت توجہ سے میری بات سُنی - میری یہ راے تھی کہ متمول لوگ بڑے بڑے حصے خریدین اور ادنیٰ درجہ کے لوگ چھوٹے چھوٹے حصے لین لیکن شرکت کُل جولاہے ہون - جو لوگ اب بمبئی اور کلکتہ جاتے ہین وہ آیندہ خود اپنی مشین مین کام کرین - لیز مین کاریگر جو بلائے جائین اُنسے متمول جولاہون کے لڑکے کام سیکھین اور کام سیکھنے پر مشین بالکل اپنے ہاتھ مین رکھین یہ بات ایسی تھی کہ کہین سے نامقبول نہین ہوسکتی تھی جولاہون نے بے انتہا پسند کیا - افسوس ہے کہ مجکو پھر وہان جانے کی فرصت نہین ملی ورنہ اگر مین دو چار مرتبہ کوشش کرتا تو ضرور ایک صورت قایم ہوجاتی - بہرحال مین اون لوگون سے مل کر نہایت خوش ہوا - وہ لوگ نہایت صاف ستھرے تھے - کپڑے پہنے ہوئے بھی تھے تو صاف اور پاک تھے - چہرہ پر گرد یا میل نہ تھا - روشنی معلوم ہوتی تھی ہاتھ پاؤن صاف تھے - یہ محض وضو کرنے کی برکت تھی - علاوہ انکے اجسام کے

تمام در و دیوار قصبہ کے صاف تھے۔ گلیان اور راستے ایسے صاف تھے کہ مین نے شہرون مین بھی جہان میونسپلٹی کا قانون جاری ہے یہ صفائی نہین دیکھی۔ مسجدین اس قصبہ کی زیادہ تر خام تھین لیکن نہایت پاکیزہ حالت مین تھین۔ دیوارین صاف تھین۔ فرش زمین پر نہ خاک تھی اور نہ تنکا تھا۔ مٹی کے بدھنے صاف تھے۔ ڈول چمڑے کا بھی درست تھا۔ شہر کی مسجدون سے کہین زیادہ وہان رونق تھی وجہ اسکی کیا تھی۔ صرف یہ کہ کُل باشندے نمازی ہین۔ سب وضو کرتے ہین صاف رہتے ہین اور جب خود صاف ہین تو صاف چیزین بھی پسند کرتے ہین۔ اسلام کی صفائی انکے در و دیوار سے ٹپکتی ہے اور بعلاوہ شہر یا قصبہ جہان کے اکثر باشندے برسون تک آنکھون کا میل صاف نہین کرتے کیا خود صاف رہین گے اور کیا گھر کی چیزین صاف رکھین گے۔ اب جن حضرات کا یہ خیال ہو کہ مسلمان میلے ہین اور میلی حالت مین رہتے ہین وہ مئو کے غریب فاقہ کش جولاہون کی حالت جا کر دیکھین۔

جملہ معترضہ کے طور پر مفصلہ بالا باتین بیان کی گئین اب اصلی مضمون کی طرف مراجعت کی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ وضو قرآن مین محکوم ہے۔ آیۃ قرآنی یہ ہے "فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین"۔ نحوی ترکیب نے اس آیۃ کے معنون مین اختلاف پیدا کیا ہے۔ ہاتھ مُنھ دھونا بالاتفاق فرض ہے۔ سر پر مسح کرنا یعنے سر کے گرد بھیگے ہوئے ہاتھ سے جھاڑ ڈالنا بھی بالاتفاق فرض ہے اختلاف صرف پاؤن مین ہے۔ اکثر علماے اسلام پاؤن کا دھونا فرض بتاتے ہین اور بعض یہ کہتے ہین کہ پشت پا کی گرد جھاڑ ڈالنا یعنے "پاؤن پر مسح کرنا" کافی ہے۔

غسل حالت جنابت مین فرض ہے حیض اور نفاس کے بعد بھی فرض ہے

پیغمبر خدا عیدین اور جمعہ کے دن برابر غسل کرتے تھے اسلیے ان ایام میں غسل ضروری
سمجھا جاتا ہے۔ مردہ کو دفن کرنے کے قبل غسل دینا واجب ہے۔ حج کے دنوں میں
بھی بروز عرفہ غسل واجب ہے۔ احرام باندھنے کے پہلے بھی غسل واجب ہے
عیدین جمعہ اور حج کا غسل بظاہر اسلیے ضرور ہے کہ گندگی سے ہوا کے خراب ہو جانے
کا احتمال رہتا ہے اور دوسروں کی تکلیف کا اندیشہ ہوتا ہے۔

غرضکہ نہانے دھونے کے احکام اسلام میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے
گئے ہیں اور شارع نے بڑا اعتدال ملحوظ رکھا ہے اگر انپر عمل کیا جائے تو نہایت
صفائی کے ساتھ آدمی رہ سکتا ہے جسم کو صاف اور طبیعت کو مفرح رکھنے کے
لیے اسقدر پانی کا استعمال کافی ہے جتنا کہ اسلام نے ضروری ٹھہرا دیا ہے اور
اگر کچھ اور مبالغہ کیا جائے تو بھی کہیں شرع میں ممانعت نہیں ہے۔ دن بھر میں دو تین
مرتبہ غسل کیا جائے تو شرع کے خلاف نہیں ہے۔ ہاں جہاں کہیں پانی بآسانی
میسر نہیں آتا وہاں پانی کو فضول گرانا اس طرح کہ ذی حق اُس سے محروم رہیں البتہ
داخل اسراف ہے اور یہ ایک بالکل جدا مسئلہ شرع کا ہے۔

فصل بست و ہفتم

تیمم اور مسح

بجائے دھونے کے تیمم اور مسح کر لینا بھی جا بجا محکوم ہے۔ صرف حدیث نبوی
سے یہ ثابت نہیں ہے۔ قرآن میں بھی حکم ہے۔ بعض اسکی مصلحت نہیں سمجھتے اسلیے
تصریح کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

جہاں کہیں پانی میسر نہ آسکے اور اسلیے وضو یا غسل ممکن نہ ہو وہاں شرع محمدی

وضو یا غسل کی جگہ تیمم کا حکم دیتی ہے۔ کف دست کو پہلے پاک مٹی یا خاک پر پھیر کر دونون ہاتھون پر اور منہ پر پھیرنا تیمم کہلاتا ہے۔

علم طب سے جو واقف ہین اُنپر پوشیدہ نہین ہے کہ انسان کے تمام جسم مین مسامات ہین اور اُن مسامات سے بدن کا زہر نکلا کرتا ہے۔ بدن کا دھونا اس زہر کے رفع کرنے کے لیے طباً ضروری ہے۔ وہ زہر گو اپنی نوعیت اور مقدار کے لحاظ سے ایسا نہین ہے کہ اسکا ایک جگہ عرصہ تک رہنا تیزاب کا کام کرے لیکن پھر بھی اسکا رفع ہونا بے انتہا تفریح بخشتا ہے۔ صرف ہاتھ اور پاؤن سے وہ دفع کیا جائے جب بھی بہت تسکین ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ وضو یعنے ہاتھ پاؤن منہ کا دھونا نصف غسل کا کام دیتا ہے۔ جس طرح شارع نے بجاے غسل کے وضو قایم کیا ہے اسی طرح پانی نہ ملنے کی حالت مین بجاے تمام بدن کے مل ڈالنے کے صرف ہاتھ اور منہ کا رگڑ ڈالنا یا پونچھ ڈالنا بتایا ہے۔ ہاتھ یا کپڑا نم کر کے جسم پر رگڑا جائے تو وہ ضرور مٹی مل لینے سے اچھا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ شارع نے پانی نہ ملنے کی صورت مین تیمم کا حکم دیا ہے اسی طرح بجاے ہاتھون کے رومال سے منہ پونچھنا شاید زاید فرحت بخش ہو۔ لیکن شرع اسلام کے قواعد آسانی اور سہولت پر مبنی ہین کہ جنکے پاس کپڑا ہو اور جنکے پاس کپڑا نہ ہو دونون سے یکسان تعلق رکھتے کپڑے والون کے لیے تیمم کا طریقہ جدا رکھنا اور جنکے پاس کپڑے نہ ہون اونکے لیے دوسری طرز رکھنا اس اصول کے خلاف ہوتا جس نے تمام بنی نوع انسانی کو ایک رشتہ مین باندھنا چاہا تھا اور جس نے ایک رشتہ مین عملی طور پر باندھ کر دکھا بھی دیا۔ اب ایک بات یہ رہی جاتی ہے کہ مٹی ملنے کی کیا ضرورت ہے ویسے ہی ہاتھ پھیر لیے جائین تو کیسا۔ تفریح اس سے بھی

حاصل ہوتی ہے یہ کہنا بیشک صحیح ہے لیکن بعض وقت بغیر مٹی کے منھ اور ہاتھ کی
چکناہٹ رفع نہیں ہوتی مٹی میں ایک خاص قوت پاک کرنے کی ہے اور یہ تو
کوئی مسئلہ بہت باریک نہیں ہے تجربہ سے اسکو تعلق ہے۔ پہلے وضو کیجیے پھر
تھوڑی دیر میں مٹی سے تیمم کیجیے پھر ذرا ٹھہر کر خالی ہاتھ منھ پر پھیریے تجربہ خود بتا دے گا کہ
وضو میں سب سے زیادہ تفریح ہے اسکے بعد تیمم کا درجہ ہے پھر خالی ہاتھ پھیرنے کا۔

واضح رہے کہ تیمم کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام منھ میں خاک لپیٹ لی جائے
منھ پر بعد تیمم کے خاک ظاہر نہیں ہوتی اور اگر کبھی کچھ خاک ظاہر بھی ہوئی تو اسکو
آسانی سے جھاڑ سکتے ہیں تیمم سے مقصود ہے کثافت کا رفع کرنا اور تفریح پیدا کرنا
چہرہ کا خاک آلودہ کرنا مقصود نہیں ہے اور نہ چہرہ تیمم سے کبھی خاک آلودہ یا بدنما ہوتا ہے

تر ہاتھوں کو سر پر پھیرنا مسح راس کہلاتا ہے۔ اور وضو کا ایک رکن یہ بھی ہے۔ سر پر ہاتھ
پھیرنے کی غایت صرف بالوں کی گرد کا صاف کرنا ہے۔ صفائی جسم اسلام میں بہت
ضروری امر ہے اسکے متعلق جو توضیح وضو کے بیان میں کی گئی ہے قابل ملاحظہ ہے

میں نے ایک محفل میں دیکھا کہ ایک یورپین جنٹلمین جیبی رومال سے اپنے
جوتے کی خاک جھاڑ رہا تھا۔ ملازم اسکا موجود نہ تھا اسلیے منھ پونچھنے کے رومال سے
استعمال کا کام لیا۔ اسنے رومال کا گرد آلودہ ہونا گوارا کیا لیکن بھری محفل میں جوتے
پر گرد کا رہنا پسند نہ کیا۔ اسوقت دفعتاً میرا ذہن منتقل ہوگیا مسح علی الخفین کے مسئلہ کی طرف
یعنے مجلس نماز میں جو کوئی جوتا پہن کر جانا چاہے اسکو چاہیے کہ نم ہاتھ جوتوں پر پھیرے
اور اس طرح اسکی گرد جھاڑ ڈالے اسی کو اصطلاح شرع میں مسح علی الخفین کہتے ہیں
یعنے جن لوگوں کے پاؤں میں بوٹ ہوں اور انکو اُتارنا منظور نہ ہو وہ وضو کے وقت

بجاے پاؤن دھونے کے صرف بوٹ پر نم ہاتھ پھیر لین یعنے اُسکی خاک جھاڑ ڈالین تو کافی ہے۔

فصل بست و ہشتم

اذان

جب مدینہ کے مسلمان تعداد مین بڑھتے گئے تو نماز کے لیے بُلانے مین کسی قدر اہتمام کرنا پڑا۔ دس مین تک تو خیر کوئی ایسی ضرورت نہین ہوئی لیکن جب مومنین کی تعداد ہزار دن تک پہونچی تو اعلان بغیر کام چلتا نظر نہین آیا۔ لوگون کا انتظار کیا جاتا تو انتظار کرنے والون کو چند تکلیف ہوتی اور باوجود انتظار کے بھی جو لوگ پیچھے رجاتے اُنکو الگ گلہ ہوتا۔ اب خیال یہ پیدا ہوا کہ لوگون کے خبر کرنے کے لیے کوئی تدبیر سوچنا چاہیے۔ مختلف تجویزین پیش ہوئین۔ کسی نے آگ جلانے کی صلاح دی کہ آگ کی روشنی دیکھکر لوگ جمع ہوجایا کرین گے۔ کسی نے یہ کہا کہ ناقوس یا گھنٹہ سے اعلان کیا جاے۔ اسلام کی ابتدائی حالت جیسی سادہ اور دلکش تھی وہ اِن ڈھکوسلون کی پابند نہ ہوسکی۔ کثرت راے اسپر قرار پائی کہ بلند مقام پر کھڑا ہوکر کوئی شخص پُکار دیا کرے بس اتنا ہی کافی ہے۔ اب پُکارنے کے الفاظ کیا ہون اسپر غور ہونے لگا چند شخصون نے کچھ الفاظ بتائے اور کہا کہ اُنھون نے عالم خواب مین ان الفاظ کے ساتھ اذان دیتے ہوئے سنا ہے۔ وہ الفاظ منظور کیے گئے۔ اور آج تک نماز کے پہلے انھین الفاظ سے نماز کو پکارتے ہین یا یہ کہ ان کو نماز شروع ہونے کی اطلاع دیجاتی ہے۔ وہ الفاظ یہ ہین۔

اللہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشھد ان محمداً رسول اللہ حی علی الصلواۃ

حی علی الفلاح اللہ اکبر لاالہ الا اللہ "

" اللہ اکبر (یعنے خدا سب سے بڑا ہے) اسکے بعد موذن " اشہدان لاآلہ الا اللہ و اشہدان محمداً رسول اللہ کہتا ہے جسکے معنی یہ ہین (مین گواہی دیتا ہون کہ سوائے اللہ کے دوسرا معبود نہین ہے اور مین گواہی دیتا ہون کہ محمد اللہ کا پیغمبر ہے) اس کہنے سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ سننے والے سمجھ جائین کہ پکارنے والا کوئی مسلمان ہے اور پھر دعیان کرین کہ یہ مسلمان کیا کہتا ہے۔ اسکے بعد موذن اصلی مطلب زبان پر لاتا ہے یعنے وہ پکارتا ہے " حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح " (بھائیو نماز کو آؤ کہ اسمین فلاح ہے) اسکے بعد وہ تکبیر اور تہلیل یعنے (اللہ اکبر اللہ اکبر لاآلہ الا اللہ) کہکر اپنی صدا کو ختم کرتا ہے۔

" نمازیون کی جماعت کو فوجی قواعد سے تشبیہ دین تو اذان کو بے تکلف بگل کہہ سکتے ہین بلکہ ہم تو یہ کہتے کہ اس زمانہ مین بگل فوج کو اتنا جلد مستعد نہین کرتا جتنا پہلے زمانہ مین اذان مسلمانون کو بیدار کرتی تھی اذان سننے کے ساتھ ہی ہر شخص اپنے گھر سے نکل پڑتا تھا۔ گویا اذان کمند تھی جو لوگون کو کھینچ لاتی تھی۔ ناظرین نے کسی گنجان آبادی مین آگ لگتے دیکھا ہوگا تو انکی آنکھون کے سامنے وہ منظر ابھی تک موجود ہوگا کہ آگ کے شعلے بلند ہوتے ہی تمام محلہ کے لوگ اپنے گھر سے نکل پڑے تھے اور چند منٹ مین وہ لوگ جلتی ہوئی آگ کے گرد آتش پرستون کی طرح حلقہ باندھکر کھڑے ہوگئے تھے۔ بس یہی کیفیت اذان سننے والے مسلمانون کی تھی جب تک اسلام اسلام کی حالت پر تھا۔ اس گئی گذری حالت پر بھی عرب اور اسکے گرد و نواح مین اذان دینے والے عرب ایک عجیب کیفیت پیدا کرتے ہین اکثر انگریزی

متفق اللسان ہین کہ صبح کے وقت اذان کے سادے سادے چند الفاظ کچھ ایسی کیفیت پیدا کرتے ہین جو بالکل سُننے ہی سے تعلق رکھتی ہے بیان مین وسعت نہین ہے کہ اُن الفاظ سے جو جذبات پیدا ہوتے ہین یا جو سمان بندھتا ہے وہ پورے طور پر بیان ہو سکے۔

ہم نے ابتک یہ دکھایا کہ مسلمانون مین اذان کیا چیز ہے اور اُسکے بعد یہ دکھاتے ہین کہ اب لوگ اسے کیا سمجھتے ہین۔ ہندوستان کی آدھی مسجدین تو ایسی ہین جنمین پانچون اذان نہین ہوتی اور جو مسجدین آباد ہین اُنمین بھی اکثرون کی حالت یہ ہے کہ محلے کے کسی ایک نمازی سے اُسے رونق ہے۔ وہی بیچارہ موذن۔ امام۔ مقتدی سب کچھ ہے گھڑی رات رہے آکر اذان دیتا ہے اور پہر گھڑی دن چڑھے اشراق کی نماز پڑھکر نکلتا ہے لیکن کوئی بھی ایسا نہین ملتا جو اس غریب کا ساتھ دے۔ فجر اور عشا کا کیا ذکر ظہر عصر اور مغرب کی نماز مین بھی محلہ والے شریک نہین ہوتے۔ موذن نے اذان دی لیکن اذان دینے سے اسکا مقصود کبھی یہ نہین ہوتا کہ لوگ آواز سُنکر جمع ہون۔ یہ مقصود ہونے کیون لگا جب وہ جانتا ہے کہ پڑوس والے اسے دھیان مین نہین لاتے۔ اذان دینا شعار اسلام ہے۔ یہ تو نہین کہا جا سکتا کہ بے اذان دیے نماز پڑھ لی جائے لیکن غور طلب یہ ہے کہ جب موذن کو یقیناً معلوم ہے کہ برسون "حی علی الصلوة" کہتے گذر گئی لیکن کسی فرد بشر نے بھی کبھی سے بلا دا التفات رکھیا اگر وہ صرف اتنا ہی کہہ دیتا کہ ارے بھائی ذرا سن جاؤ تو کتنے آدمی جمع ہو جایا کرتے نماز پڑھتے یا نہ پڑھتے لیکن بلانے سے آضرور جاتے۔ تو اب یہ گفتگو ہے کہ جان بوجھ کر ہر ایک رکن دین کی توہین اور تضحیک کرانا کہان تک مناسب ہے۔ اب تیسری قسم مین وہ مسجدین داخل ہین جہان

موذن الگ ہین - امام جیسا نوکر ہین یا سعین ہین - جماعتین ہوتی ہین مصلیون سے صحن مسجد بھر جاتا ہے - جہان اسلام کا چرچا عرصہ تک رہا ہے اور مسلمانون کی آبادی زیادہ ہے وہان مسجدین زیادہ تر اسی قسم کی ہین - اول اور دوم قسم کی مسجدین زیادہ تر ہندوستان کے اُن حصّون مین ہین جہان مسلمان کم آباد ہین - مذہبی جوش مین مسجدین بنوادی گئی ہین - لیکن گرد و نواح کے باشندون مین اسلام نے اس طرح جگہ نہین پکڑی کہ مسجد کے آباد رکھنے والے اکٹھا ہو سکین - خیر انکا تو کوئی شمار نہین - تیسری قسم کی مسجدین جہان ہین اور پانچون وقت بلا ناغہ انمین اذان ہوتی ہے وہان کے مسلمانون کی نسبت بھی ہم کہہ سکتے ہین کہ سو مین پچاس ایسے ہونگے جو اذان کی ماہیت سے واقف ہون - اذان پر کیا موقوف ہے - بہت سے ارکان مذہب ایسے ہو رہے ہین کہ لوگ بطور رسم و رواج کے اُنکی پیروی کرتے ہین - اصل مذہب کے طور پر اُنکو ماننے والے کم ہین - یون سمجھیے کہ قرآن تو مسلمانون کا دین ہے - ایمان ہے جو کچھ ہے وہی ہے کئی تہ کپڑون مین لپیٹ کر اُسے سب سے اونچے طاق پر اور وہان بھی سب کتابون کے اوپر لوگ رکھتے ہین لیکن جو کچھ عظمت ہے اُسکی جلد اور کاغذ کی ہے - اُسکے معنون کی بھی وقعت دل مین ہو ایسے مسلمان بہت کم ہین سو مین نوے مگر مسلمانون کے ایسے ہین جو اپنے کو شرک سے مستثنیٰ نہین کہہ سکتے ہین - توریث کے عمدہ قانون کو دل سے بُرا جاننے والے اکثر ملین گے - عورتون کے حقوق جو قرآن مین قایم ہین اُنکو دل سے ناپسند کرنے والے بہت ہین - یہ لوگ رسم و رواج کے مقابلہ مین آیات قرآنی کو با وقعت نہین سمجھتے - خلاصہ یہ کہ قرآن کو اُن خوبیون کی وجہ سے جو اسمین ہین دیکھیے بہترین قانون مسلمانون کے عقیدہ کے مطابق

بہت کم لوگ تعظیم کرتے ہین - ہان باپ دادا کو چومتے جاتے دیکھا ہے اسلیے ظاہری تعظیم کرتے ہین منافقون کی طرح سچے مسلمانون کو شرماسکتے ہین - جب اصل قرآن کی یہ حالت ہے تو اذان کی نسبت یہ پوچھنا کہ اسکے سچے استعمال کو لوگ کہان تک ٹھیک طور پر جانتے ہین - عبث ہے - آیات قرآنی کو سمجھ کر انپر عمل کیا جانے ایسا بہت کم ہے اور یہ بہت زیادہ رایج ہے کہ ورد کے طور پر لوگ انکو استعمال کرتے ہین اکثر گھرون مین دعا اور تعویذ سلب مرض مین حکیمون اور ڈاکٹرون کی دواؤن سے کہین زیادہ مؤثر سمجھا جاتا ہے - اور سچا اسلام گویا انہین عقیدون کے ساتھ محدود مانا جاتا ہے - ہمارے کہنے کا منشا یہ نہین ہے کہ آیات قرآنی کو دوا کی جگہ کام مین لانا نادانی ہے - خدا کی قدرتون مین کسی کو دخل نہین ہے اور نہ تاثیر اشیا پر کسی فرد بشر کو پورا عبور ہوسکتا - لیکن اسقدر تو ہم ضرور کہین گے کہ یہ آیات دوا کی طرح کام مین لانے کے لیے بنائی نہین گئی تھین - انکے بنانے کے اصل اغراض کچھ اور تھے جن پر دھیان کرنے والے اب بہت کم ہین - مثلاً "ان اللہ علی کل شئی قدیر" (اللہ ہر چیز پر قادر ہے) جنگل مین کسی مسافر پر شیر حملہ کرے اسکو بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آوے اور اسلیے وہ دل کڑا کر کے کہے کہ اللہ سب پر غالب ہے (ان اللہ علی کل شئی قدیر) اور شیر پر تلوار کا وار کرے یون اس ایت قرآنی سے اپنے خیالات کی مضبوطی اور دل مین جرأت پیدا کرے تو کہا جائے گا کہ اسنے شارع کے اغراض کی تکمیل کی - لیکن بجاے حملہ کرنے کے وہ چپ چاپ آنکھ بند کر کے بیٹھ رہے اور منہ سے اس آیت کو پڑھتا جائے اور عقیدہ یہ رکھے کہ اس آیت کے اثر سے شیر کی آنکھین بند ہو جائین گی اور وہ مجھے دیکھ نہ سکے گا تو یہ ضرور کہا جائے گا کہ آیت کا

استعمال اچھے طور پر نہین کیا گیا۔ ممکن ہے کہ اس آیت مین آنکھ پھوڑنے کی بھی تاثیر ہو ہمکو کسی کے ذاتی عقیدہ سے بحث نہین ہے۔ لیکن یہ ہر شخص سمجھے گا کہ اس کا وضع کرنا تیر کی آنکھ پھوڑنے کے لیے نہین تھا بلکہ اسلیے تھا کہ اس سے لوگون کی عقیدت اللہ کی طرف بڑھے اور دلون مین مضبوطی پیدا ہو۔ اسکو دوسرے طور پر یون سمجھنا چاہیے کہ کسی کو نہایت عمدہ کپڑا سر مین باندھنے کے لیے دیا جائے اور وہ اُس سے اپنا میز صاف کرے۔ گو میز صاف کرنے کا کام بھی اُس کپڑے سے نکل سکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ اس کام کے لیے بنایا نہین گیا تھا اور اسلیے یہ ضرور کہا جائیگا کہ اُس شی کا بیجا استعمال کیا گیا۔

جہان مختلف امراض کی دوا مین آیت قرآنی سے کام لیا جاتا ہے وہان ہیضہ کے دور کرنے مین لوگ اذان کو مؤثر سمجھتے ہین۔ ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ اس کام کے لیے اذان رکیب سے بُرا نسخہ سمجھی گئی ہے اور نہ ہم یہ کہتے کہ مسلمانون کا خیال اسبارے مین غلط ہے یون کہا جا سکتا ہے کہ منہ ہاتھ دھونے (یعنے وضو کرنے) نماز پڑھنے صاف کام کرنے اور صفائی رکھنے سے یعنے عمدہ مشاغل سے کثافتین پیدا نہین ہوتین اور اسلیے مسلمان جہان رہتے ہین یا دوسرے لفظون مین جہان تک اذان کی آواز پہونچتی ہے یہ بلائین (بیماریان جو کثافت سے پیدا ہوتی ہین) پاس نہین آتین۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ کہنا کہان تک شاعرانہ خیال کا پیرایہ رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ انھین خیالات سے لوگون کو ادھر متوجہ کیا ہو یہ کہنا کہ جو الفاظ نماز کے لیے بلانے کو موضوع کیے گئے تھے اُنسے ہیضہ کے بھگانے کا کام لینا نئی بات نہین ہے ضرور غلط ہے۔ ابتدا مین اس کام کے لیے اذان

کبھی موضوع نہین ہوئی لیکن ہم نہین کہہ سکتے کہ نماز کے بعد (اور وہ بھی اُن کی نماز کے بعد نہین) تمام نمازیون کا مل کر اذان دینا اور اس سے دفع امراض وبائی کا خیال رکھنا کس زمانہ کی اختراع ہے۔ جہان لوگ اذان کو اذان نہین سمجھتے بجز اذان تو کوئی ایسا ہرج نہین ہے لیکن جہان اذان کو اذان سمجھتے ہین وہان اِس طرح پکارنا کسی طرح مناسب نہین کہا جا سکتا کہ نماز ہو چکنے کے بعد پھر نمازیون کو بُلاتے ہین اور دل مین مقصود یہ رکھتے ہین کہ ہماری آواز پر نمازی نہ آئین بلکہ بلا نکل جائے۔

فصل بست ونہم[۲۹]

نماز

نماز فارسی ترجمہ صلوٰۃ کا ہے۔ نہایت ضروری رکن اسلام کا ہے۔ تمام مذاہب میں اخلاقی امور اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ کی طرح پائے جاتے ہین۔ مثلاً چوری۔ دغابازی۔ زنا۔ کبر۔ حسد۔ رشک۔ جھوٹ تمام مذاہب مین مذموم ہین۔ راستبازی خوش معاملگی۔ حب قومی۔ تمام مذاہب مین پسندیدہ ہین۔ اسی طرح خدا کے وجود کے متعلق بھی موحدین مسلمانون سے متفق ہین۔ پھر جو چیز اسلام کو ممتاز کرتی ہے وہ عقاید مین رسالت کا ماننا اور عملیات مین نماز کا پڑھنا ہے۔ اسلام نے جو طریقہ بندگی کا قرار دیا ہے یعنے نماز پڑھنا وہ تمام دوسری قومون اور مذاہب کی پرستش کے طریقہ سے جُدا ہے۔ پہلے ہم بتائین گے کہ نماز کیا چیز ہے اور اُسکے احکام کیا ہین پھر یہ بتائین گے کہ اسمین مصالح کیا ہین۔

ہر عاقل وبالغ مسلمانون پر فرض ہے کہ وہ رات اور دن مین پانچ مرتبہ نماز خاص

خدا کی یاد کرے - اس خاص طور پر یاد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار مرتبہ خدا کے
سامنے کھڑا ہو - جھکے - اور جھکنے کے بعد سجدہ کرے - نماز کے اوقات یہ ہین -
(۱) صبح دن نکلنے کے قبل - (۲) دوپہر کے بعد شام تک - (۳) شام سے دن
چھپے تک (۴) دن چھپے سے اندھیرا ہونے تک - (۵) اندھیرا ہونے سے صبح
تک - بعض حالتون مین اور بعض آئمہ کے نزدیک ہر حالت مین (۲) کو (۳) کے ساتھ
اور (۴) کو (۵) کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہین - صبح کا وقت بہت تنگ ہوتا ہی اُٹھنے
اُٹھانے مین دن نکل آنے کا احتمال رہتا ہے اسلیے آسانی کے خیال سے بجاے
چار رکعتون کے دو رکعتین اُسوقت رکھی گئین اور دن چھپنے کا وقت بھی تنگ ہوتا ہی
ذرا دیر ہوئی کہ تاریکی چھاگئی اسلیے ایک اسوقت بھی کم کر کے صرف تین رکعتین رکھی
گئین - ان پنج وقتہ نمازون کو جماعت سے یعنے بہت سے مسلمانون کا ایک ساتھ
ہو کر پڑھنا نہایت درجہ کو سختی کے ساتھ محکوم ہے - بیمار پر مرتے دم تک نماز فرض رہتی
ہے - بیمار بیٹھ کر لیٹ کر آنکھ کے اشارہ سے پڑھتا ہے - جنگ مین بھی وقت آجائے
تو نماز معاف نہین ہے - آگے فوج لڑتی ہے اور پچھلی فوج نماز پڑھتی ہے پھر آگے
کی فوج پیچھے نماز پڑھنے کو چلی آئی اور پیچھے کی فوج آگے چلی گئی - تمام شہر کے لوگ
ایک جگہ ہو کر جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھتے ہین - سال مین دو مرتبہ دور دور کے مسلمان
قریب شہر صحرا مین جمع ہو کر نماز عیدین پڑھتے ہین اور ایام حج مین تمام دنیا کے مسلمان
مکہ مین اکٹھا ہو کر عید الضحی کی نماز پڑھتے ہین - مردہ کو دفن کرنے کے پہلے نماز جنازہ پڑھی
جاتی ہے اسمین رکوع و سجود نہین ہوتا مگر جماعت ہوتی ہے - سورج گرہن اور چندر
گرہن کے وقت بھی نماز پڑھی جاتی ہے - اسکو نماز کسوف وخسوف کہتے ہین تھا کی

حالت مین شہر کے باہر جمع ہوکر نماز پڑھنا اور خدا سے دعا مانگنا مسنون ہے خوف کی حالت مین بھی نماز پڑھی جاتی ہے۔ طہارت کی حالت مین ستر عورت چھپا کر اور وضو کر کے نماز کے لیے کھڑا ہونا چاہیے نماز مین زائد تر "اللہ اکبر" (اللہ سب سے بڑا ہے) کہا جاتا ہے۔ اسمین سورہ الحمد بھی پڑھنا فرض ہے۔ اسکے علاوہ کچھ اور آیت قرآنی بھی پڑھتے ہین جسمین موقع محل اور حضور قلب کے اعتبار سے طوالت بھی ہوسکتی ہے اور اختصار بھی ہوسکتا ہے۔ یہان موقع ہے کہ نماز کے تمام عربی الفاظ اور عربی عبارت کا ترجمہ کردیا جائے۔

"اللہ اکبر" (اللہ سب سے بڑا ہے)۔

"ثنا اور تعوذ" (اے اللہ تو پاک ہے اپنی تعریفون کے ساتھ اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیرا مرتبہ بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہین ہے۔ مین پناہ مانگتا ہون اللہ کے راندے ہوئے شیطان سے)۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" (رحم والے بڑے مہربان اللہ کے نام سے شروع کرتا ہون)

"سورہ فاتحہ" سب تعریف اللہ کے واسطے ہے جو پروردگار عالمین ہے بڑا مہربان ہے۔ نہایت رحم والا ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اے اللہ ہم تجھی کو بندگی کرتے ہین اور تجھی سے مدد چاہتے ہین۔ ہمکو سیدھی راہ چلا جن پر تیرا فضل ہے انکی راہ۔ نہ ایسی راہ جس پر تیرے غضب کے مارے اور گمراہ لوگ چلتے ہین[۱]۔

[۱] الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ ملک یوم الدین۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔

"سورۂ فیل" تو نے دیکھا نہین کہ تیرے رب نے ہاتھی والون کے ساتھ کیا کیا۔ کیا انکا مکر غلط نہین کردیا؟ اُنپر غول کی غول چڑیان بھیجین جنھون نے اُنپر پتھر کی کنکریان پھینک کر اُنکو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کردیا[۵۲]۔

"سورۂ قریش" قریش جاڑے اور گرمی مین سفر کرنے کے خوگر بنائے گئے ہین اب اُنکو اسکے شکر مین چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے پروردگار کی عبادت کرین کہ وہی اُنکو بھوک مین کھانا کھلاتا ہے اور خوف سے اُنکو امن دیتا ہے[۵۳]۔

"سورۂ ماعون" تو نے قیامت کے جھٹلانے والے کو دیکھا۔ یہی تو یتیم کو دھکیلتا ہے اور محتاج کے کھانے کی تاکید نہین کرتا۔ خرابی ہے اُن نمازیون کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہین۔ ریا کرتے ہین اور ماعون کو روکتے ہین[۵۴]۔

"سورہ کوثر" ہم نے تجکو کوثر دی۔ اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر تیرا دشمن بے نام و نشان ہوجائیگا[۵۵]۔

"سورہ کافرون" تو کہہ۔ کافرو۔ مین تمھارا معبود نہین پوجتا۔ اور نہ تم میرا معبود پوجتے ہو۔ نہ ہم تمھارا معبود پوجین گے۔ اور نہ تم ہمارا معبود پوجوگے۔ تمکو تمھارا دین ہے اور مجکو میرا دین ہے[۵۶]۔

---

۵۲ الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل وارسل علیھم طیرًا ابابیل۔ ترمیھم بحجارۃ من سجیل۔ فجعلھم کعصف ماکول۔

۵۳ لایلف قریش۔ ایلفھم رحلۃ الشتاء والصیف۔ فلیعبدوا رب ھذا البیت۔ الذی اطعمھم من جوع وامنھم من خوف۔

۵۴ ارایت الذی یکذب بالدین۔ فذلک الذی یدع الیتیم ولایحض علی طعام المسکین فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون۔ الذین ھم یراءون ویمنعون الماعون۔

۵۵ انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔

۵۶ قل یایھا الکفرون۔ لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عبدون ما اعبد۔ ولا انا عابد ما عبدتم۔ ولا انتم عبدون ما اعبد۔ لکم دینکم ولی دین۔

"سورۂ نصر" جب اللہ کی مدد اور فتح آئی اور تو نے دیکھا کہ لوگ فوج فوج اللہ کے دین مین داخل ہوتے ہین تو اب اللہ کی خوبیان اور اُسکی پاکی بیان کر اور اُس سے بخشش مانگ۔ وہ بڑا معاف کرنے والا[۷] ہے۔

"سورۂ لہب"۔ ہلاک ہوجائین دونون ہاتھ ابو لہب کے اور وہ خود بھی ہلاک ہو۔ اُسکا مال اور اُسکی کمائی اُسکے کام نہ آوے۔ اب وہ اور اُسکی چغلی کھانے والی بی بی جسکے گلے مین کھجور کی رسّی ہے یہ دونون دہکتی آگ مین داخل ہونگے[۸]۔

"سورۂ اخلاص۔ تو کہہ کہ وہ اللہ ایک ہے۔ بے نیاز ہے۔ نہ جنا اور جنا گیا۔ اُسکا ہمسر کوئی نہین[۹] ہے۔

"سورۂ فلق" تو کہہ کہ مخلوق کی بُرائی۔ شب تاریک ظلمت کی بُرائی۔ گرہون مین پھونکنے والی عورتون کی بُرائی اور حاسد کے حسد کی بُرائی سے مین پروردگار صبح کی پناہ مین[۱۰] آیا۔

"سورہ ناس" تو کہہ مین آدمیون کے رب آدمیون کے بادشاہ اور آدمیون کے معبود کی پناہ مین آیا وسوسہ ڈالنے والے خناس کی بُرائی سے جن ہو یا آدمی[۱۱]۔

"سمع اللہ لمن حمدہ" (اللہ سُنتا ہے جو اُسکی تعریف کرتا ہے)۔

---

[۷] اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً۔ فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔

[۸] تبت یدا ابی لہب وتب۔ ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ سیصلی ناراً ذات لہب وامراتہ حمالۃ الحطب۔ فی جیدہا حبل من مسد۔

[۹] قل ہو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفواً احد۔

[۱۰] قل اعوذ برب الفلق۔ من شر ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفثت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد۔

[۱۱] قل اعوذ برب الناس۔ ملک الناس۔ الہ الناس۔ من شر الوسواس الخناس۔ الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔

- "ربنا لک الحمد" (اے ہمارے پروردگار تعریف تیرے لیے ہے)۔

"سبحان ربی العظیم" (میرا پروردگار عظیم پاک ہے)۔

"سبحان ربی الاعلی" (میرا پروردگار اعلی پاک ہے)۔

"التحیات الخ" تحیات صلوات طیبات اللہ کے لیے ہے۔ اے نبی سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے دوسرا معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اُسکے بندہ اور اُسکے رسول (بھیجے ہوئے)[1] ہیں۔

"اللھم صل الخ" اے اللہ رحمت بھیج محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے رحمت بھیجی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ تو بیشک لایق حمد ہے اور بزرگ ہے۔ اے اللہ برکت نازل کر محمد اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر تو بیشک لایق حمد ہے اور بزرگ[2] ہے۔

"دعاے قنوت" اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے بخشایش چاہتے ہیں۔ تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری نیک تعریف کرتے ہیں۔ تیرا شکر ادا کرتے ہیں تیری ناشکری نہیں کرتے ہیں۔ اور تیرے نافرمانوں کو الگ کرتے اور چھوڑ دیتے ہیں۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی نماز پڑھتے ہیں اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری طرف دوڑتے

[1] التحیات والمبارکات والصلوٰۃ والطیبات للہ۔ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا و علی عباد اللہ الصلحین اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔

[2] اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

ہیں اور بندگی کرتے اور تیری رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔ تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں تیرا عذاب نافرمانون کا شامل حال[1] ہے۔

نماز پڑھنے کے مصالح دینی و دنیوی پر نظر کیجیے۔

انسان آخر کہین سے آیا ہے اور پھر اسکو کہین جانا ہے۔ یہان کے چند روزہ قیام مین اپنے اصلی وطن کو بھلا دینا نہ چاہیے۔ اس اصلی وطن کا حال تو جب تک انسان دنیا مین ہے معلوم نہین ہو سکتا۔ لیکن ہر مذہب مین مانا گیا ہے کہ لانے والا خدا ہے اور اسلیے خدا کی یاد اور اُسکا دھیان رکھنا گویا اس رسی کو تھامے رہنا ہے جو اس عالم مین ہمکو لائی ہے اور جسکے ذریعہ سے ہمکو پھر یہان سے جانا ہے انسان کے ہمراہ نفس امارہ کی بلا ایسی بیڈھب ہے کہ انسان سے زیادہ تر کمزور کوئی چیز دنیا کی نہین ہے ذرا چوکا اور گیا۔ اگر کوئی چیز اسکی بچانے والی یا جادہ مستقیم پر اسکی قائم رکھنے والی ہے تو وہ یاد خدا ہے۔ خدا کی دو بڑی قدرتین پیدا کرنا اور مارنا خدا کے نام کے ساتھ ساتھ ذہن مین آتی ہین۔ خدا کی یاد حیات اور موت کی یاد سے گویا وابستہ ہے۔ خدا کا دھیان بغیر موت کے دھیان کے نہین آسکتا اور نہ موت کا دھیان بغیر خدا کے دھیان کے آسکتا ہے۔ خدا کا دھیان کرنا گویا موت کا دھیان کرنا ہے دنیا کی تمام برائیان پیدا ہوتی ہین موت کے بھول جانے پر اور موت کی یاد ان برائیون سے باز رکھتی ہے۔ موت نہایت لازمی چیز ہے لیکن ہر شخص جب تک زندہ ہے وہ سمجھتا ہے کہ اُسکو مرنا نہین ہے۔ موت ایسی لابدی اور بدیہی چیز سے انسان ایسا

[1] اللهم انا نستعینک و نستغفرک و نؤمن بک و نتوکل علیک و نثنی علیک الخیر و نشکرک و لا نکفرک و نخلع و نترک من یفجرک اللهم ایاک نعبد و لک نصلی و نسجد و الیک نسعی و نحفد و نرجو رحمتک و نخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق۔

ذی عقل غافل ہے۔ یہی بڑا ثبوت انسان کی کمزوری کا ہے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وت
کی یاد دنیا کی تمام برائیون سے انسان کو بچا سکتی ہے تو انسان کے لیے موت کی
یاد سے بڑھ کر اور کوئی چیز اخلاقی حیثیت سے بکار آمد نہین ہے۔ خدا کی یاد کرتے
کرتے خدا سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اسوقت خدا کا دھیان بغیر موت اور
حیات کے خیال کے بھی ہوتا ہے۔ مگر یہ خاص خاص مدارج ہین جیسا کہ حضرت
یوسف کے قصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب زلیخا نے بیحجاب ہونے کے قبل بُت کی
آنکھ چھپانا چاہا تو حضرت یوسف کو گیان ہو گیا اور وہ سوچے کہ زلیخا اپنے بُت سے
شرم کرتی ہے اور مین خدا سے شرم نہ کرون۔ بہرحال تمام دنیا کے مذاہب خدا کی
یاد کو ایک بڑا رکن مذہب کا خیال کرتے ہین۔ قرآن مین جا بجا خدا کو یاد کرنے کا حکم ہے
اور اس تاکید کے ساتھ کہ اُٹھتے بیٹھتے لیٹے ہوئے ہر وقت خدا کی یاد کرو۔ اس یاد کرنے
کے علاوہ نماز پڑھنے کا بھی قرآن مین جا بجا حکم ہے۔ جسکو حدیث نبوی اور فعل
نبی کے ساتھ ساتھ دیکھنے سے وہ طریقہ نماز کا شروع معلوم ہوتا ہے جسکو مختصر طور
پر ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ ہم یہ نہین کہتے کہ نماز ہی مین یاد خدا ہو سکتی ہے۔ ہم
صرف یہ کہتے ہین کہ اگر نماز کی صورت خاص قایم نہ ہوتی تو خدا کی یاد کا طریقہ اتنا متحد
اور موکد طور پر قایم نہ رہتا جتنا کہ اب قایم ہے۔ دیگر مذاہب کے طریقہ پرستش یا طریقہ
یاد الٰہی کو دیکھیے۔ خدا کا راگ گاتے ہین۔ باجا بجاتے ہین۔ پانی خدا کی یاد مین
گراتے ہین۔ پھول پتی چڑھاتے ہین۔ کبھی کبھی روشنی بھی یاد الٰہی کے وقت کرتے
ہین۔ حبس دم کر کے بیٹھتے ہین۔ مراقبہ کرتے ہین۔ کسی چیز کو دھیان کرنے کے لیے
خدا فرض کر لیتے ہین۔ اور پھر اظہار خلوص کرتے ہین۔ یہ طریقے تو سادہ سادہ

ہین۔ انکے علاوہ علم طب جاننے والے یاد خدا کے لیے علم تشریح مین بے انتہا نکتے پاتے ہین۔ علم نباتات مین بھی لاتناہی باتین خدا کی یاد دلانے والی ہین اسکے جاننے والے خدا کی یاد اور معرفت کا بڑا سبق لیتے ہین۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

علم ہئیت کے جاننے والون کو بھی بہت سی باتین خدا کی صنعت کی ایسی معلوم ہین کہ وہ خدا کو اس ذریعہ سے یاد کرنا چاہین تو بڑے پکے مومن ہو جائین۔ غرضکہ بہت سے طریقے خدا کی یاد کے ہین جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور انہین سے بعض ایسے ہین کہ اسلام کے خلاف نہین ہین اور حکم قرآن کے موافق ہین اللہ کی یاد کرنے مین ان طریقون پر عمل کیا جا سکتا ہے اور کیا جاتا ہے۔ لیکن یہان صرف یہ دیکھنا ہے کہ نماز کی صورت مین جو طریقہ شرع اسلام نے مختص کر دیا ہے وہ سب طریقون سے افضل ہے یا نہین۔ دلیل اور برہان کی ضرورت نہین ہے۔ ہر ایک کا وجدان بہترین شہادت ہے صرف توجہ دلانا ہمارا کام ہے۔ خیال کیجیے! خدا کا دھیان دلمین کر کے دست بستہ باادب کھڑے ہو جائیے۔ رکوع کیجیے سجدہ کیجیے۔ الفاظ جو عموماً پڑھے جاتے ہین انکا ترجمہ اوپر کر دیا گیا ہے۔ اسنے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ خدا کی وحدانیت اور اسکے جلال وجمال کی تصدیق پر مبنی ہین اور حضور قلب کے لیے جو بندگی کی جڑ ہے کتنا عمدہ ذریعہ ہے۔ اب ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ یاد الٰہی کا طریقہ اس سے بڑھ کر دوسرا ہو نہین سکتا۔

اب دنیوی مصلحت پر نظر ڈالیے۔ نماز نے اخوت اسلامی کی ایسی پختہ جڑ قایم کی ہے اور مسلمانون کو باہمت اور باقاعدہ رکھنے کی اتنی عمدہ تدبیر بتائی ہے کہ اسکی نظیر

نہ اسوقت ہے نہ کبھی تھی نہ آیندہ خیال مین آسکتی ہے۔ پانچ وقت مسجد مین موذن
اذان نہین دیتا گویا فوج کی حاضری کے لیے بگل بجاتا ہے۔ بگل سننے کے ساتھ
ہی جس طرح تمام فوج والون کو یکجا ہوجانا واجب ہے اُسی طرح محلہ کے تمام مسلمانونکو
یکجا ہوجانا چاہیے۔ نماز ایک طریقہ قواعد فوج کا ہے۔ پیغمبر صاحب صف سیدھی کرنے
مین بے انتہا توجہ فرماتے تھے۔ فوجی قواعد کی بنیاد اسلام سے ہے اُسکے پہلے
لڑائیون مین صف آرائی کا قاعدہ ناقص تھا یا بالکل نہ تھا۔ عیدین مین کلکتہ کے
میدان قلعہ مین جاکر مسلمانون کی نماز دیکھیے تو معلوم ہو کہ کس درجہ باشوکت اور باقاعدہ
مسلمانون کی قواعد معلوم ہوتی ہے۔ اسلام کے رو سے تمام مسلمان فوج کے
سپاہی تھے اور یہی نماز انکی فوجی قواعد تھی۔ جمعہ کی نماز مین گویا کل شہر کے باشندون
کی ایک جگہ قواعد ہوتی ہے۔

سال مین دو مرتبہ عیدین کے روز سالانہ قواعد ہوتی ہے جسمین آس پاس کے
مسلمان بھی جمع ہوتے ہین اور عمر بھر مین ایک دفعہ مکہ مین جاکر حاضری دینا لازم رکھا گیا ہے۔
ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان آخر اب بھی ہین اور ہند کے بڑے بڑے
پُرانے اسلامی شہرون مین ابھی تک جمعہ اور جماعت کا دستور چلا جاتا ہے۔ اس نماز
کے دینی اور دنیادی فائدے تو کچھ بھی دکھائی نہین دیتے۔ وہ کیا ایسی اخلاقی بھلائیان
ان مسلمانون مین ہین جو اور بے نمازی قومون مین نہین ہین۔ یہ سوال اُسوقت کیا
جاتا جب اسلام کے اچھے دن تھے تو جواب دینا ہمکو آسان تھا اور اُسوقت کوئی
سوال ہی کرنے والا پیدا نہ ہوتا جب بھلائیان آنکھون سے بدیہی طور پر دکھائی دیتی
تھین اور غیر قومون کے جوق جوق اسلام مین شریک ہونے سے آپ اپنی دلیل

تحین۔ اسوقت جب مسجدون مین بجائے اخوت اسلامی بڑھانے کے لوگ دوسرون
کی غیبت کرنے کے لیے جمع ہوتے ہین۔ آمین بالجہر اور رفع یدین پر لڑنے جھگڑنے
کو آتے ہین دوسرون کی تحقیر کرنے مین اپنی بڑائی سمجھتے ہین۔ تو ہم بھلائیان کیا دکھا سکتے
ہین دوسرے یہ کہ فی زمانا نماز پڑھنے والے جب توحید کے دلدادہ نہین ہین۔
خدا اور خدا کے رسول کی بتائی ہوئی شریعت کے شیدا نہین ہین تو پھر اس
جمعیت مین نہ وہ برکت ہی اور نہ وہ بھلائیان جن کے تذکرہ سے کتابین بھری پڑی ہین
مگر پھر بھی خدا کا شکر ہے کہ اس گری ہوئی حالت مین بھی اس جماعت اور جمعہ کی وجہ سے
جو حالت مسلمانون کی ہے آج دنیا کی تمام دوسری گری ہوئی قومون سے بدرجہا
اچھی ہے۔

جس طرح انگریزون کا شعار قومی ہے کہ جب چار آدمی اکٹھا ہوئے تو کھانے کا چرچا
ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح اگلے مسلمان اپنی ہر جماعت مین نماز ضرور پڑھتے تھے۔ دیکھیے
محلہ کی پنج وقتہ حاضری مین نماز لازم ہے۔ ہفتہ وار جماعت مین بھی نماز ضروری ہے۔
رمضان کے روزون کے ختم ہونے کی عید مین جب جمع ہوتے ہین تو نماز پڑھتے ہین
قربانی کی طیاری کرنے کے قبل نماز مین شریک ہوتے ہین۔ مردہ دفن کرنے کو جمع ہوتے
ہین جب بھی نماز پڑھتے ہین۔ مینہ کے لیے دعا مانگنے پر بھی نماز پڑھتے ہین عرب
کے قرب وجوار مین شمس پرستی کا مذہب تھا شمس ہی کو لوگ خدا جانتے تھے۔ رات کو
اسکا چھپ جانا عوام کے لیے اسکے زوال کی کافی نشانی نہ تھی۔ آفتاب و ماہتاب کے
غروب سے جو بیوقری انکی خلیل اللہ سمجھے تھے لوگون کے دل وہ سبق بھول گئے تھے
اسلیے مسلمان انھین گرہن لگنے پر خدا کی پرستش کرتے تھے اور یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ

خالق عالم جس نے سورج کو اندھیرا کردیا قابل پرستش ہے نہ کہ سورج کی فانی اور زوال پذیر روشنی۔ سورج گرہن اور چاند گرہن بیشک قدرت ایزدی کا ایک کرشمہ ہے۔ ہنود بھی اس تقریب مین پرستش کرتے ہین۔ فرق اتنا ہے کہ ہنود سورج اور چاند کی پرستش کرتے ہین اور مسلمان اُس خدا کی پرستش کرتے ہین جس نے اُنکی روشنی ماند کردی اور دعا کرتے ہین کہ خدا اپنے غضب سے ہمکو بچا۔

علاوہ اِن نمازون کے اور بہت سی نمازین مسلمان اپنی خوشی سے بھی پڑھتے ہین جنکو نماز نفل کہتے ہین۔ فرض نمازون کے آگے پیچھے بھی نفلین پڑھتے ہین۔ دوسرے وقتون مین بھی جب جی چاہا پڑھتے ہین۔ روزہ مین بعد نماز عشا جماعت سے تراویح پڑھتے ہین۔ مگر ان نفلون مین سب سے اچھی نفل آدھی رات کے بعد والی ہے جسکو تہجد کہتے ہین اسلام مین سختی نہین رکھی گئی ہے۔ آدھی رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنا اکثرون پر گران گزرتا اسلیے فرضیت کا حکم نہین ہوا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد برابر پڑھتے تھے جن لوگون کو تہجد پڑھنے کی عادت ہے وہ جانتے ہین کہ اسمین جو تفریح قلب کو حاصل ہوتی ہے وہ مفرحات جالینوس کھانے سے بھی نصیب نہین ہوسکتی رات کا سناٹا نیلگون آسمان ستارون کی قندیلین۔ انکی ٹمٹماتی ہوئی روشنی کا سمان ہوا مین خنکی اور تازگی۔ باد صبا کی ابتدا۔ عالم سے گرد وغبار رفع۔ لبون کی جنبش سے جو کثافت دن کو ہوا مین پیدا ہوگئی تھی وہ سب دفع۔ زمین سے آسمان تک نور ہی نور۔ پھر اُس وقت جو خدا کی نماز پڑھے گا۔ خدا کا راگ گائے گا۔ یا اور طور پر خدا کو یاد کریگا وہی اس مزے سے واقف ہوسکتا ہے۔ پاون پھیلا کر سونے والے کیا جانین کہ انکی بیہوشی مین ہوش والون نے کیا کمایا۔

ہم نے اوپر لکھا ہے اور لکھنے کی بھی ضرورت نہین معمولی سمجھ کا آدمی ذرا غور کرنے سے خود معلوم کرے گا کہ خدا کی عبادت کا طریقہ نماز سے اچھا ہو نہین سکتا۔ لیکن ہم خاص طور پر نماز جنازہ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہین۔ ہندوؤن کے جنازہ کے آگے "رام نام ست ہی" کی آواز بلند رہتی ہے۔ بعض مسلمان اس آواز سے عموماً گھبر اُٹھتے ہین۔ مگر اس پیارے نام اور پیاری صدا سے ہم بہت خوش ہوتے ہین۔ جنازہ کے ساتھ نقیب پکارتا جاتا ہے "رام نام ست ہی" اسی کو ذرا اور بڑھا کر قرآن مین خدا فرماتا ہے "کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذی الجلال والاکرام" (دنیا کی سب چیزین فانی ہین صرف ذات باری جو صاحب جلال واکرام ہے رہجائیگی)۔ خلاصہ یہ کہ گو ہم "رام نام ست" کی آواز بہت پسند کرتے ہین لیکن انصاف کے ساتھ دیکھنے کے بعد یہ ماننا پڑتا ہی کہ جنازہ کو سناٹے کے ساتھ اُٹھانے مین اور سب مسلمانون کے یکجا ہو کر نماز پڑھنے مین اور نماز پڑھنے کے بعد مردہ دفن کرنے مین جو شان پیدا ہوتی ہے وہ آہستہ مین بولنے سے پیدا نہین ہوتی۔ جنازہ چلا ہر ایک سکوت مین ہے۔ سب کے چہرون پر عبرت چھائی ہوئی ہے عجب تعزیہ کی سی کیفیت ہے۔ پھر صف بستہ ہو کر نماز جنازہ پڑھی بعد ازان سلام پھیر کر۔ مردہ کو خدا کی حفاظت مین سونپ کر گھر واپس آئے۔ اس طرز مین رنگ ہی دوسرا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اپنے رب کی پہچاننے والی یہی ایک قوم مسلمانون کی ہے۔ شرع کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ۷ برس کی عمر مین لڑکون کو نماز پڑھنا چاہیے اور دس برس کی عمر تک جو لڑکے ادھر راغب نہ ہون انکو مار کر پنج وقتہ نماز پڑھانا چاہیے۔ ہر ایک مذہب و ہر فرقہ مین لڑکون کو عمدہ کام کے لیے مارنا روا ہی اور جب نماز کی تعلیم ایک عمدہ تعلیم اخلاق کی ہے تو اسپر زیادہ سختی کرنا بیجا نہین ہو سکتا۔ پھر ہم

یون بھی سمجھا سکتے ہین کہ لڑکے جہان اسکول مین لکھنا پڑھنا سیکھتے ہین وہان کرکٹ جمناسٹک اور قواعد بھی سیکھتے ہین اسکول سے نکل کر وہ لڑکا گھر بھاگ جائے اور قواعد مین شریک نہو اُس پر تنبیہ ہیڈ ماسٹر کی روا ہے اسی طرح پنج وقتہ نماز مین مسلمان بچّون کا مسجد مین نہ جانا۔ اولیا کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اُنکی تنبیہ کرین۔

فصل سی ام

روزہ

روزہ (صوم) اسلام مین کوئی نئی بات نہین ہے۔ دوسرے ادیان مین بھی تھا اور ہے۔ عرب۔ شام۔ ارض روم۔ اور مصر کے انبیا برابر اسکی تاکید کرتے تھے ہندوؤن کے مذہب مین بھی روزہ محکوم ہے۔ اسمین ضرور کوئی نفع ہے جبھی اکثر شریعتون نے اسے روا رکھا ہے۔ چار فائدے اسمین کھُلے کھُلے ہین اور ممکن ہے کہ انکے علاوہ اور بھی ہون۔

اول۔ سب سے بڑی نعمت خدا کی تندرستی اور ہوا کے بعد غذا اور پانی ہے پھر اُسکے بعد عورتون کی صحبت ہے۔ اور انھین چیزون کا صبح سے دن چھپے تک اپنے اوپر حرام کرنا روزہ رکھنا ہے۔ یہ چیزین نایاب نہین ہین بوقت حاجت سبھی پاتے ہین اور بافراط پاتے ہین۔ اور اسلیے وہ انکے اصلی مزہ سے ناآشنا رہتے ہین

منعم کے شکر مین بھی ہلائین کبھی کبھی
تنہا برائے لذّتِ دنیا زبان نہین

جس خدا نے یہ نعمتین بندون کو دین وہ ضرور مستحق ہے کہ اُسکا شکر ادا کیا جائے وہ کسی کے شکر کا بھوکا نہین ہے لیکن ہمکو شان عبودیت کا اظہار کرنا چاہیے خدائے داننده راز خفی و جلی کا جھوٹا شکر یہ بھی زیبا نہین۔ بیشک نہین ہے جبرًا قہرًا کہنا

پیٹ مین ٹھونس رہے ہین جی نہین چاہتا دوسرون کے اصرار سے کھاتے ہیں
اور الحمد للہ کہتے جاتے ہین۔ خدا کا شکر کرنا ہے تو خدا کی نعمت کی قدر کرو جب
نہایت ہی صادق اشتہا ہو تو کھانا کھاؤ اور پانی پیو کہ بُری سے بُری غذا تم کو اچھی
سے اچھی غذا معلوم ہو اور ہر بن مو سے تمہارے خود بخود خدا کی احسانمندی
اور شکر گزاری کا اظہار ہو۔

دوم۔ مشہور ہے کہ کھانا خوش ذائقہ نہین ہوتا بھوک اُسے خوش ذائقہ بناتی ہے
ہر شخص عمدہ غذا کا طالب ہے اور دولت کے ساتھ عمدگی کے مدارج بڑھتے جاتے
ہین۔ ناداری کی حالت مین مہینون گوشت نہین ملتا تھا اور حالت سدھرتے ہی
بکری کا گوشت دونون وقت ملنے لگا پھر اور ترقی ہوئی تو مرغ کا گوشت بھی دستر
خوان پر آنے لگا۔ اب معمولی مرغ کے گوشت کا مزہ بھی جاتا رہا۔ مرغ دانہ خور کی تلاش
ہوئی۔ گھر کے ملازم ہی مرغ پالنے اور دانہ کھلانے کا سامان کیا گیا تھوڑے دنون کے
بعد اسکا مزہ بھی ساقط ہو گیا۔ جو مزہ پہلے بازار کے معمولی گوشت مین تھا اب وہ
مرغ دانہ خور مین بھی نہین ہے۔ اب یہ رائے ہوئی کہ مرغ اور بٹیر کی یخنی پینا چاہیے
اور اسمین بھی رفتہ رفتہ یہ تکلف ہوا کہ بجائے یخنی کے عرق بننا چاہیے جو پانی کی
طرح پی لیا جائے۔ بالآخر عرق مین دانہ ہائے انگور بھی شامل ہوئے اور معدہ نے
جواب دیا۔ اب دنیا کی کسی چیز مین مزہ نہین۔ روزہ دار مسلمان ان لوگون سے
بہتر ہین بعد نماز مغرب سوکھی روٹی کھانے والے اور مرغ دانہ خور کے کباب
کھانے والے دونون اپنے کھانے مین پورا مزہ پاتے ہین ایک دوسرے کے
کھانے پر حریص نہین ہے۔ ہر ایک اپنی حالت مین خوش ہے کھانے پینے مین

جو مزدور روزہ دارون کو ملتا ہے دوسرے اسکا اندازہ نہین کر سکتے -

سوم - ہر مسلمان کو فوج کے سپاہیون کی سی جفاکش اور مستعد زندگی رکھنا چاہیے دنیاوی کام جتنے ہین سب مین محنت کی ضرورت ہوتی ہے - ہر سال مین ایک مہینہ رمضان کا اس جفاکشی اور مستعدی کی مشاقی کے لیے رکھا گیا ہے - دن کام کرنے کا وقت ہے اسلیے دن ہی مین روزہ فرض ہوا - ہندؤون کی طرح رات کا روزہ مسلمانون مین فرض نہین ہے - آج کل انگریزی فوجون مین ہندوستانی انگریزی سپاہیون سے زیادہ ممدوح ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے لوگ کھانے پینے کا اہتمام کم کرتے ہین - اور انگریزون کی طرح یہ نہین چاہتے کہ "معدہ کبھی خالی نہو" ہندوستانی سپاہی رات دن مین صرف دو مرتبہ کھاتے ہین اور وقت ٹل جائے تو ایک مرتبہ بھی نہین کھاتے - مرہٹون کی لڑائی مین بعض اہل الراے کہتے تھے کہ ان مرہٹون سے جہان بھیگے ہوئے چنون سے فوج اور گھوڑے دونون کی غذا ہوتی ہے لڑنا آسان نہین ہے - انگریزی آلات حرب اور قواعد فوجی میں یورپین سپاہیون کو فوق ہے ورنہ تکلیف برداشت کرنے مین ہندوستانی سپاہی کہین بڑھے چڑھے ہوے ہین غرضکہ تکلیف برداشت کرنا سپاہیون کا ایک جوہر ہے - دنیا کے تمام کامون مین محنت اور جفاکشی لازم ہے جو شخص جفاکش اور محنتی نہین ہے وہ گویا اپنی خلقت مین ناقص ہے - روزہ سے یہ بھی مقصود ہے کہ لوگ بھوک کی تکلیف برداشت کرنے کے عادی رہین - وقت آجائے تو گرسنگی انکے کاروبار مین حارج نہو

ابھی حال مین ترکون اور یونانیون کی لڑائی ہوئی ہے - نصف صدی سے یورپین طاقتون نے ترکون کو "قوم بیمار" کا خطاب دے رکھا تھا اس لڑائی نے ثابت کر دیا کہ

ترک ابھی تک اپنی حالت سنبھالنے کی طاقت رکھتے ہین۔ ترکون نے اس لڑائی
مین بڑی نمایان فتح حاصل کی۔ اگر یورپ کی سلطنتین بیچ مین نہ پڑتین تو یونان ترکون
کے قبضہ مین آجاتا۔ یورپ کے راے زنون نے اس فتح کا سبب یہ لکھا ہے کہ
گو سامان رسد کی کمی دونون طرف تھی لیکن ترک روزہ رکھ کر لڑنے کے عادی تھے
انکے مقابلہ مین یونانی جو دن بھر مین کئی مرتبہ کھائے بغیر متھیار نہین کر سکتے تھے ٹھہر
نہ سکے۔

چہارم۔ بڑدن کے تمام افعال بے کسی استثنا اور بغیر کسی امتیاز کے خوشنما ہوتے
ہین اس اعتبار سے انگریزون کا پانچ چھ مرتبہ کھانا آج کل بہت پسند کیا جاتا ہے
اور ہندوستان کے مسلمان اکل و شرب کی جدید تہذیب سے صوم کی روکھی سوکھی
صورت کو جُدا پاکر اپنے خیالات پراگندہ کرتے ہین۔ انگریز صبح اٹھکر کافی پیتے ہین
پھر چاشت کا کھانا (بریک فاسٹ) دو بجے ٹفن یا لنچ۔ شام کو ڈنر اور کبھی کبھی سوتے
وقت سپر یہ سب پانچ ہوگئے۔ انگریزی تعلیم پائے ہوئے نوجوان اس اندھا دھند کھانے
کے سامنے صبح سے شام تک منہ بند کیے ہوئے بیٹھنے کو لغو تصوّر کرتے ہین اور مضر صحت
جانتے ہین۔ بیشک عادت طبیعت ثانی ہوتی ہے جو شخص چھ مرتبہ کھانے کا عادی ہو
وہ اگر دن رات مین صرف دو ایک مرتبہ کھائے تو ممکن ہے کہ طبیعت بے لطف
ہوجائے۔ لیکن ایسی خراب عادت ہی کیون ہو۔ خود کو اسقدر کھانے کا پابند کرنا
گویا ایک بڑی زحمت سر پر لینا ہے۔

کھانا طاقت پیدا کرنے کے لیے ہے نہ کہ وبال جان ہونے کے لیے۔ بار بار
کھانے سے طاقت مین کوئی مدد نہین ملتی ایک مرتبہ پیٹ بھر کر کھالینا اور اُسکا ہضم

کر لینا ذرا ذرا بار بار کھانے سے اچھا ہے - یون بھی سمجھ سکتے ہین کہ شکاری جانورون کے
کھانے کا وقت معین ہوتا ہے اور مواشی رات دن چرا کرتے ہین - ایک مرتبہ پیٹ بھر کر
دس بارہ گھنٹے کے لیے کھانا کھا لینا اس سے کہین اچھا ہے کہ ہر تیسرے گھنٹہ کچھ کچھ
مزور کھایا جائے - بار بار کھانا طبًّا بھی نامناسب ہے - انگریز ذرا ذرا کھاتے ہین -
پیٹ بھر کر کھائین تو ہرگز صحت قایم نہ رہ سکے - طب یونانی کے رو سے غذا دو دن
مین تین مرتبہ کھائی جائے تو البتہ ہضم صحیح ہوگا - یعنی ہر سولہ گھنٹہ کے بعد غذا کرنا مناسب
ہے - روزہ کے دنون مین ملک اور موسم کے اعتبار سے پیٹ خالی رکھنے کا اوسط زمانہ
۱۴ گھنٹہ ہوتا ہے - ۱۴ گھنٹہ سے ۲ گھنٹہ کم یہ خیال کرنا کہ روزہ مضر صحت ہے بالکل غلط
ہے - بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ روزہ سے صحت مین مدد ملتی ہے - صوم رمضان جذب
اخراج رطوبت مین مسہل کا کام دیتا ہے اور معدہ کو خود بخود ہر سال درست کر دیتا ہے -
یہ روزہ فاقہ کشی نہین ہے - مسہل ہے - چورن ہے - جوارش جالینوس ہے جسم
کی تمام برائیان معدہ کے فساد سے پیدا ہوتی ہین - اس روزہ کے ذریعہ سے
معدہ درست رہتا ہے تو روزہ کو وبال جان نہ سمجھنا چاہیے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیے
کہ حفظان صحت کا بڑا اصول اس روزہ کے ذریعہ سے اسلامی فوج اور اسلامی جماعت
مین قایم کیا گیا تھا -

ہم یہ تسلیم کرین گے کہ آغاز صوم مین کبھی کبھی زکام یا دردسر کی شکایت ہو جاتی
ہے وہ بھی روزہ رکھنے سے نہین بلکہ زیادہ تر افطار کی بے اعتدالیون سے لیکن اس
نقص کے ساتھ جب وہ فواید دیکھے جائین جو معدہ کے قوت ہضم بڑھ جانے کے متعلق
مترتب ہوتے ہین تو یہ چھوٹی چھوٹی شکایتین وسواس شیطانی سے زیادہ نہ کہین گے

پنجم انسان مین دو قوتین ممتاز ہین قوۃ بہیمی اور قوۃ ملکوتی - ان دونون کو اعتدال کے ساتھ رکھنا تکمیل انسانیت ہے - ہر مذہب کی غایت ان قوتون کے اعتدال کا قایم رکھنا ہے - مذہب اسلام کہتا ہے کہ اس اعتدال کو مذہب اسلام ہی سب سے زاید مدنظر رکھتا ہے - نہ تو اسلام کا روزہ بہت سخت ہے - اور نہ ایسا ہے کہ خلو سے معدہ بھی نہونے پایا کہ دوسری غذا پہونچ گئی - یا صرف خاص خاص غذاؤن کا پرہیز ہوا پھر تو وہ روزہ داری نہوئی اسپتال کی بیمارداری ہوئی کہ گوشت روٹی کی جگہ دودھ مقرر ہو گیا - غلہ کی جگہ صرف میوہ جات کھانے لگے - روزہ دارون کو صبح کے ناشتہ کے وقت ذرا سا خیال آب و دانہ ہوتا ہے پھر اُس وقت کے گزر جانے پر اشتہاے کاذب جاتی رہتی ہے اور ایک قسم کی تفریح اور بدن مین سبکی معلوم ہوتی ہے -

اندرون از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی

اسطرح قوۃ ملکوتی مین ترقی ہوتی ہے - تزکیۂ نفس کا مقدمہ ہے شکم کو ہر وقت عمر عیار کی زنبیل بنانے دیکھیے کے بعد جو خاص لطف روحانی حاصل ہوتا ہے اسکو روزہ دار ہی جانتے ہین اور بالخصوص وہ روزہ دار جو خوشی سے روزہ رکھتے ہین اسلام نے افطار صوم کا وقت تکلیف شروع ہونے کے قبل آجاتا ہے ضعف جسمانی جو مضر صحت ہو سکتا ہے پیدا ہونے نہین پاتا - ایام روزہ مین علاوہ صحت جسمانی کی ترقی کے اخلاق حسنہ بھی ترقی کر جاتے ہین - یہان اُن لوگون کا تذکرہ نہین ہے جنھون نے فطرتی ضروریات کے علاوہ اپنی غلطی سے اپنے کو افیون یا تمباکو وغیرہ اشیاے نشئی کا عادی بنا رکھا ہے اور اچھی خاصی حالت مین دایم المرض ہو رہے ہین - ایسے لوگ روزہ مین غصہ بہت کرتے ہین اور روزہ کے شاکی بھی رہتے ہین ممکن ہے کہ ان لوگون کو

وہ لطف محسوس نہو جو روزہ سے عموماً ہوتا ہے یا انکے اخلاق مین روزہ کی وجہ سے وہ ترقی نہ ہو جو ہونا چاہیے۔ مگر ان مستثنیات سے روزہ کے اصول مین کوئی فرق نہین آتا اور نہ اسکی بہتری مین حرف آسکتا۔

فصل سی و یکم

عبادات کے متعلق نصوص قرآنی

وضو اور تیمم

ایمان والو جب تم کو نشہ ہو تو جب تک اپنی بات نہ سمجھنے لگو نماز کے قریب نہ جاؤ اور ناپاک ہو تو باستثناء حالت مسافرت کے بلا غسل کے نماز کے قریب نہ جاؤ۔ اگر تم بیمار یا مسافر ہو یا تم مین سے کوئی پاےخانے سے آئے یا عورتون کو چھوے اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو۔ اپنے منھ اور ہاتھ پر مسح کرو۔ اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ سورہ نساء رکوع ۷۔

نماز

ایمان والو جب نماز کو اٹھو تو اپنے منھ اور کہنیون تک دونون ہاتھ دھو ڈالو۔ سر ان کو مسح کر ڈالو اور ٹخنون تک پیر دھو ڈالو اور اگر جنب ہو تو پاک ہو جاؤ۔ اگر تم بیمار یا مسافر ہو یا تم مین سے کوئی پاےخانہ سے آئے یا عورتون سے تم نے جماع کی اور پانی نہ ملا تو زمین پاک کا قصد کرو اور اپنے منھ اور ہاتھون کو اس سے ملو اللہ کا یہ ارادہ نہین ہے کہ تم پر تنگی ڈالے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمکو

سلہ یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ و انتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون و لا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا و ان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوہکم و ایدیکم ان اللہ کان عفوا غفورا۔

پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے تاکہ تم شکرگزار ہو۔ سورۂ مایدہ رکوع ٢ [٥٢]

روزہ

ایمان والو تم پر روزے کا حکم ہوا جیسا کہ تم سے اگلوں پر ہوا تھا۔ شاید تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ چند گنتی کے دن روزے رکھو۔ تم مین جو مریض ہو یا سفر مین ہو وہ اتنے ہی روزے دوسرے دنون مین رکھ لے۔ اور جنکو طاقت* نہین ہے روزہ رکھنے کے عوض وہ ایک فقیر کو کھانا دیا کرین۔ اور کوئی شوق سے زیادہ نیکی کرے تو اچھا ہی ہے۔ تمھین عقل ہے تو روزے رکھنے مین تمھاری ہی بھلائی ہے۔ روزہ رکھنے کا دن رمضان کا مہینہ ہے جس مین قرآن نازل ہوا جو لوگون کے لیے ہدایت ہے اور راہ و تمیز کی کھلی ہوئی نشانی ہے۔ اس مہینہ مین جو مقیم ہو وہ روزہ رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر مین ہو تو اتنے ہی روزے اور دنون مین رکھ لے۔ اللہ تم پر آسانی ہی کرنا چاہتا ہے مشکل نہین چاہتا۔ گنتی کے دنون کو پورا کرو۔ اللہ نے تمکو راہ بتائی اسپر اسکی بڑائی کرو شاید تم احسان مانو۔ سورۂ بقر رکوع ٢٣ [٥٣]

---

٥٢ یاایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون۔

٥٣ یاایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ ایاما معدودت فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فہو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس وبینت من الہدی والفرقان فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہدکم ولعلکم تشکرون۔

* ابتدائے اسلام مین یہ حکم تھا کہ جو روزہ نہ رکھے وہ ایک مسکین کا کھانا دے جسکو نصف صاع گیہون یا ایک صاع کوئی دوسرا غلہ لوگون نے تخمینہ کیا ہے۔ لیکن پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ یہ معنی وہ بیان کرتے ہین جو "طاقت نہین ہے" کو "طاقت ہو" سمجھتے ہین اور جو طاقت نہین ہے ترجمہ کرتے ہین انکو تاویل کی ضرورت نہین ہے "طاقت نہین ہے" کا ترجمہ کرنے والے لا (نفی) کو محذوف مانتے ہین یا باب افعال کے خاصیت نفی کے معنی پیدا کرتے ہین

صلوۃ و زکوۃ

نماز پڑھو زکوۃ دو رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ سورہ بقر رکوع ۵

صبر اور نماز سے استعانت چاہو۔ اسمین دشواری ہے مگر اُن عاجزی کرنے والون کو نہین جنکا یہ خیال ہے کہ اپنے رب سے اُنکو ملنا ہے اور اس کے پاس پھر جانا ہے۔ سورہ بقر رکوع ۵۔

نماز پڑھو۔ زکوۃ دو۔ جو کام اچھا کرو گے اللہ کے پاس اُسے پاؤ گے تمھارے کام کو اللہ دیکھتا ہے۔ سورہ بقر رکوع ۱۳۔

خیال رکھو اپنی نمازون کا خصوصاً بیچ والی نماز کا۔ اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہو۔ اگر تمھین کوئی ڈر ہو تو پیادہ یا سواری پر چلتے ہوئے نماز پڑھو اور پھر جب امن پاؤ تو اللہ کا شکر کرو کہ تمھین جو معلوم نہ تھا اُسنے سکھایا۔ سورہ بقر رکوع ۳۱۔

تم ملک مین سفر کرو تو نماز کا قصر کرنا تمکو گناہ نہین ہے اگر یہ ڈر ہو کہ کافر تمکو ستائینگے۔ بیشک کافر تمھارے صریح دشمن ہین۔ اور جب تو (اے پیغمبر) مسلمانون مجاہد میں ہو اور نماز کے لیے انکو کھڑا کرے تو چاہیے کہ ایک جماعت انکی تیرے ساتھ ہتھیار لیے کھڑی رہے پھر جب سجدہ کر چکین تو پیچھے ہٹ جائین۔ اور پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہین پڑھی تھی وہ آئے۔ اور چاہیے کہ اپنا بچاؤ اور اپنا ہتھیار ساتھ رکھین۔ کافر چاہتے

---

۵۴ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین۔

۵۵ واستعینوا بالصبر والصلوۃ وانها لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون انہم ملقوا ربہم وانہم الیہ راجعون۔

۵۶ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ان اللہ بما تعملون بصیر۔

۵۷ حافظوا علی الصلوت والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قنتین فان خفتم فرجالا او رکبانا فاذا امنتم فاذکروا اللہ کما علمکم ما لم تکونوا تعلمون۔

ہین کہ تم کسی طرح اپنے ہتھیارون اور اپنے اسباب سے غافل ہو تو وہ تم پر ٹوٹ پڑین - تم کو مینہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو کوئی گناہ نہین کہ تم اپنے ہتھیار کھول ڈالو اور اپنا بچاؤ کرلو - اللہ نے ذلت والا عذاب کافرون کے لیے طیار کیا ہی - جب نماز پڑھ چکو تو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے یاد کرو - اطمینان کی حالت مین نماز ادا کرو - بیشک یہ نماز مومنون پر وقت مقرر کیا ہوا حکم ہے - انکا پیچھا کرنے سے تم ہمت نہ ہارو اگر تم بے آرام ہو تو وہ بھی تمھاری طرح بے آرام ہین اور تمکو جو امید اللہ سے ہے انکو نہین ہے - اللہ دانا اور حکمت والا ہے - سُورۂ نسار رکوع ۱۵ -

مسلمان وہی ہین کہ جب اللہ کا نام لیا جائے تو اُنکے دل دہل جائین اور جب آیات الٰہی اُنھین سُنائی جائین تو اُنکے ایمان مین ترقی ہو اور ہر حال مین اپنے پروردگار پر بھروسہ کرین - نماز پڑھین اور جو ہم نے اُنکو دے رکھا ہے اُسمین سے خرچ کرین - سُورۂ انفعال رکوع ۱ -

دن کے شروع اور آخر اور اوایل شب مین نماز پڑھو - نیکیان گناہ دور کرتی ہین ذکر کرنے والون کے لیے یہ یاد دہانی ہے - سُورۂ ہود رکوع ۱۰ -

---

شه واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰة ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکٰفرین کانوا لکم عدوا مبینا ۔ واذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلوٰة فلتقم طائفة منہم معک ولیاخذوا اسلحتہم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفة اخریٰ لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرہم واسلحتہم ود الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلة واحدة ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر او کنتم مرضیٰ ان تضعوا اسلحتکم وخذوا حذرکم ان اللہ اعد للکٰفرین عذابا مہینا ۔ فاذا قضیتم الصلوٰة فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبکم فاذا اطمانتم فاقیموا الصلوٰة ان الصلوٰة کانت علی المومنین کتابا موقوتا ۔ ولا تہنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تالمون فانہم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ ما لا یرجون وکان اللہ علیما حکیما ۔

ف انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم اٰیٰتہ زادتہم ایمانا وعلیٰ ربہم یتوکلون الذین یقیمون الصلوٰة ومما رزقنٰہم ینفقون ۔

له واقم الصلوٰة طرفی النہار وزلفا من الیل ان الحسنٰت یذہبن السیاٰت ذٰلک ذکریٰ للذاکرین ۔

آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نمازین پڑھا کرو اور صبح کو بھی
نماز صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے - اور رات کے ایک حصہ مین تہجد بھی پڑھو
یہ تمھارے لیے نفل ہے - عجب نہین کہ تمھارا پروردگار تمھین مقام محمود مین پہونچا
دے - سورہ[1] بنی اسرائیل رکوع ۹ -

اپنے گھر والون کو نماز کی تاکید کرو اور اسکے پابند رہو - ہم تم سے کچھ روزی
نہین مانگتے - ہم تمھین روزی دیتے ہین - اچھا انجام پرہیزگاری کا ہی - سورہ[2] طہ
رکوع ۸ -

ایسے لوگ صبح و شام اُسکی عبادت کرتے ہین جنکو سوداگری اور خرید فروخت
خدا کے ذکر نماز کے پڑھنے اور زکوۃ کے دینے سے غافل نہین کرتی - یہ لوگ اُس
دن سے ڈرتے ہین جب دل اور آنکھین اولٹ جائینگی - سورہ[3] نور رکوع ۵ -

نماز پڑھو زکوۃ دو - رسول کی اطاعت کرو کہ تم پر رحم کیا جائے - سورہ[4] نور رکوع ۷
پیغمبر یہ کتاب جو تمھاری طرف دی گئی ہے اُسکی تلاوت کرو اور نماز پڑھو - نماز بیحیائی
اور ناشائستہ حرکتون سے روکتی ہے - یاد خدا بڑی چیز ہے - اور جو تم کرتے ہو اللہ
جانتا ہے - سورہ[5] عنکبوت رکوع ۵ -

---

[1] اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق الیل وقران الفجر ان قران الفجر کان مشہودا ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا -
[2] وامر اہلک بالصلوۃ واصطبر علیہا لانسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبۃ للتقوی -
[3] فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال رجال لاتلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار -
[4] واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون -
[5] اتل ما اوحی الیک من الکتب واقم الصلوۃ ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ما تصنعون -

باب چہارم

شخصی معاملات اور ضابطہ عدالت

فصل سی و دوم

شرکت کاروبار

انسان اپنی خلقت مین ایک دوسرے کا محتاج پیدا ہوا ہے۔ بنی نوع انسانی کو باہم مل جل کر کام کرنا ناگزیر ہے۔ کوئی قوم کوئی فرقہ کوئی ملک ایسا نہین ہے جہان چند آدمیون کا ایک دل ہوکر شرکت باہمی سے کاروبار کرنا محمود نہ خیال کیا جاتا ہو۔ یہی شرکت کبھی اتفاق کے لفظ سے تعبیر کی جاتی ہے۔ بہرحال یہ مسلم ہے کہ دنیاوی کاروبار مین ایک انسان کا دوسرے انسان سے مدد مانگنا یا بہ شرکت اُسکے کام کرنا لابدی ہے اب بحث یہ ہے کہ کن کن امور مین شرکت مناسب ہے۔

اعاظم امور مین شرکت کے نفع یا اُسکی ضرورت سے انکار نہین کیا جا سکتا اور کیونکر کیا جائے۔ جب دنیا مین کوئی فرد بشر اس سے بے نیاز نظر نہین آتا۔ گفتگو صرف یہ ہے کہ خانگی امور مین بھی شرکت نفع بخش اور آسایش رسان ہوسکتی ہے۔ یہان شرکت سے مراد ایک کا دوسرے سے مدد حاصل کرنا نہین ہے۔ ورنہ یہ حالت تو کسی صورت مین مضر نہین سمجھی جا سکتی اور نہ کوئی شخص اپنے کو دوسرون کی اعانت سے کسی حالت مین مستغنی کہہ سکتا ہم ماندوبود کی شرکت سے بحث کرتے ہین۔ اس شرکت مین جہان سیکڑون فایدے ہین وہان ہزارون مضرتین بھی ہین۔ اسکی بدولت بغض اور حسد کو ترقی ہوتی ہے خانگی جھگڑے پیدا ہوتے ہین۔ نفاق کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ ایک دوسرے پر تکیہ

کرنے لگتا ہے۔ اسلیے ہمت اور جفاکشی سلب ہو جاتی ہے۔ آدمی نکما ہو کر رہ جاتا ہے
ان سب باتون پر نظر ڈال کر یہ بات مستحسن خیال کی گئی ہے کہ خانگی اور جزوی معاملات
مین شرکت سے گریز کیا جائے۔ قومی باتون مین۔ اہم معاملات مین یا ایسے کام مین
جسکو عوام سے تعلق ہو شرکت بیشک نفع بخش ہوتی ہے۔ بلکہ انسانی ترقی کا مدار اسی
پر ہے۔ لیکن خانگی معاملات مین اس سے جتنا نفع حاصل ہوتا ہے اُس سے کہین
زیادہ زحمتین اُٹھانا پڑتی ہین۔ تمام عالم کے باشندون کے طرز تمدن پر نظر ڈالنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ دانشمند قومین اپنے خانگی معاملات مین شرکت سے بہت زیادہ
اجتناب کرتی ہین اور اس قسم کی شرکت کو اُم الخبائث جانتے ہین۔ انگریزون کو دیکھیے
کہ وہ اپنے خاندان والون سے کس طرح برتاؤ کرتے ہین اپنے یگانے بھائی بھتیجے
سے شرکت رکھنا کیسا وہ حتی الوسع یہ چاہتے ہین کہ باپ بیٹے بھی یکجا نرہین۔ بیٹے
ذرا ہوشیار ہوئے کہ کسی بورڈنگ ہوس مین داخل کیے گئے۔ وہان سے نکلے تو فکر
معاش مین پڑے مگر باپ سے بالکل الگ ہو کر معیشت کی صورت نبھی تو گھر بسانے
کی سوجھی لیکن وہ بھی کبھی باپ سے بھی امتزاج کیے بغیر۔ انہین باپ بیٹے کی یکجائی
کا زمانہ بہت مختصر ہوتا ہے۔ جب تک بیٹا خود معاش پیدا کرنے کے قابل نہوگا باپ اُسکا
بھوکون مرنا گوارا نہ کرے گا خرچ سے ضرور مدد دے گا۔ لیکن یہ نہ ہوگا کہ بیٹے باپ کے
ساتھ سکونت اختیار کرین اور اس طرح باپ کی آزادی مین خلل ڈالین۔ یہان اُن
حالتون کا تذکرہ نہین ہے کہ باپ اپنے کسب معاش یا اجراے پیشہ مین دلسوز مددگار
یا معاونین کا محتاج ہو اور اس غرض سے وہ اپنے بیٹون کی معیت مرجح تصور
کرے۔ اس قسم کی یکجائی ممالک یورپ مین بھی دیکھی جاتی ہے۔ مگر اس طور پر جیسے

اورباپ کی شرکت وہین تک قایم رہے گی جہان تک غرض مشترک کو تعلق ہے
انکے خانگی معاملات پھر بھی علیحدہ علیحدہ ہونگے۔

انگریزون مین اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے پاس کسی منصبی
کام کے انصرام مین (رہنے کی غرض سے نہین) آکر ٹھہر گیا تو چلتے وقت خانساماں نے
خرچ خوراک کابل پیش کردیا۔ ہم لوگون کا طرز تمدّن اسکو بہت ہی مکروہ بتاتا ہے۔
لیکن فی الواقع یہ ہماری بھول ہے اسمین کوئی رسنکراہ نہین۔ یہ معاملہ کی صفائی ہے
جب تک ہم خود اپنے قوت بازو سے کماتے ہین دوسرے کا احسان کیون لین۔ یا
جب کوئی ہماری بخششون کا محتاج نہین ہے تو ہم اُسکے ساتھ کیون سلوک کرین
تحالف اور ہدایا کا بھیجنا۔ خوانده مہمان ہونا یہ دوسری باتین ہین جنسے محبّت کو ترقی
ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم کسی دنیاوی کام کی غرض سے کہین آئین تو کیا ضرور ہے
کہ کسی عزیز کے گھر ہی ٹھہرین کوئی دوسری جگہ ٹھہرنے کے لایق عمدہ میسّر نہ آئے
اور اسلیے اپنے کسی رشتہ دار کے پاس جا اوترین تو یہ کیا کہ خواہ مخواہ اُسپر اپنے
خرچ کا بار بھی ڈالین۔

ہندوستان مین شرکت کا معاملہ بالکل نرالا ہے۔ اب تو کچھ ترمیم ہو چلی ہے۔
ورنہ پہلے تین تین اور چار چار پشتین گزر جاتی تھین مگر خاندان کی حالت مشترک رہتی
تھی۔ کبھی کبھی ممبرون کی تعداد سیکڑون تک پہونچ جاتی تھی لیکن کاروبار مشترک رہتا
تھا خاندان مین ایک ہی شخص امام یا پیشوا ہوتا تھا باقی سب مقتدی ہوتے تھے
یا نیم غلام ہوتے تھے۔ اِس قسم کا طرز تمدّن بیشک مصلحتون پر نظر ڈال کر اختیار کیا
گیا تھا مصالح سے ہمکو اسوقت گفتگو نہین ہے۔ کہنا یہ ہے کہ نفع سے ضرر بڑھا

ہوا ہے۔ ہندوستان میں آزادی بہت کم ہے ہمتیں پست۔ طبیعتیں بجھی ہوئیں۔
خیالات محدود۔ دل غلاموں سے بھی زیادہ کمزور۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہندوستان کی
آب وہوا کا یہ اثر ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا بھی ہو لیکن ان برائیوں کے پیدا کرنے میں
یہ طرز تمدن ضرور شریک غالب ہے۔

عربوں کے اصول بھی انگریزوں سے ملتے جلتے ہیں وہ اپنے خانگی کاروبار میں
کسی کی شرکت پسند نہیں کرتے یہ مال عرب پیش عرب" اپنا مال اپنے قبضہ و اختیار
میں۔ ایک کو دوسرے سے لگاؤ نہیں۔ حتیٰ کہ زن وشو کے درمیان بھی مال و دولت
اور اثاثہ کی تفریق ہوتی ہے۔ اس برتاؤ کے اثر سے جو سچی خوشی۔ سچی آزادی اور
بے فکری (جسکو لطف زندگانی کہتے ہیں) عربوں کو اس گئی گزری حالت میں بھی
حاصل ہے وہ بیان کرنے کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ آنکھوں سے جا کر دیکھنے کی
چیز ہے۔

برٹش عدالتیں ہمیشہ ملکی رسم ورواج کی پابند ہوتی ہیں۔ ہندوؤں میں شرکت
خاندانی اس درجہ عام ہے کہ ممبران خاندان ہنود کی نسبت قانونی قیاس شرکت
کا قایم ہوتا ہے اور خاندان کا منقسم ثابت کرنا اس فریق کے ذمہ ہوتا ہے جو ایسا
بیان کرے۔ یہ اصول ہمارے نزدیک بہت زیادہ ترقی کا مانع ہے۔ تجارت کرنے
نوکری کرنے یا کسی اور اعلیٰ ذریعہ سے غیر ملکوں کا سفر کرکے دولت پیدا کرنے میں
ہر سمجھدار کو یہ خطرہ ہو سکتا ہے کہ اسکی محنت میں حصہ لینے کی غرض سے وہ لوگ اٹھ
کھڑے ہونگے جو چچیرے بھائی یا اس سے بھی دور کے رشتہ دار ہیں۔

ہند کے مسلمانوں نے بھی اپنے پڑوسیوں کا طرز تمدن اختیار کیا اور انمیں

بھی اس قسم کے شوق اور خیالات بہت زیادہ پھیل گئے - اگر ایک شخص ذرا فارغ البال ہے تو تمام کُنبہ کا اُسپر بار ہے - وہ تو ترقی کرنا چاہتا ہے مگر کُنبہ پروری کا بوجھ ہے کہ اُسے اُبھرنے نہیں دیتا ہے - لوگ اس قسم کے سلوک کو نہایت مستحسن سمجھتے ہین اور مفلس اعزّہ اپنے اس استحصال بیجا کو عیب نہیں سمجھتے - لیکن ہمارے نزدیک منعم اور منعم لہٗ دونون برسر خطا ہین - اگر ہمکو خدا مالدار کرے تو دوسرون پر احسان کرنا اقتضاے شکران نعمت سے ہے - لیکن گفتگو یہ ہے کہ احسان کا پیرایہ اور شکران نعمت کا طریقہ کیا ہے - کوئی غریب بھائی ہمارا دست نگر ہو تو ہمکو چاہیے کہ اُسکے لیے کاشتکاری کا بندوبست کرا دین - بیل مول لے دین - کھیت ٹھہرا دین - گھر - اثاثہ اور کچھ دنون کے کھانے کا سامان مہیّا کرا دین اور پھر اُس سے کہدین کہ تم الگ اپنے بال بچّون مین آزادی کے ساتھ بسر کرو - اگر وہ اس ڈھب کا نہین ہے تجارت کا خواہشمند ہے یا کسی حرفت وصنعت کی طرف اُسکی طبیعت راغب ہے یا نوکری کرنا چاہتا ہے تو ویسا سامان کر دین - اگر سچ پوچھیے تو سچّے سلوک کی یہ سب صورتین ہین - باقی رہی مروجہ صورت - وہ ہمارے نزدیک نہ سچّی سخاوت ہے نہ پوری ہمدردی بلکہ ایک قسم کی ریاکاری اور خاصی فرعونیت ہے - کوئی غریب بھائی مدد کے لیے آیا اُسکا کھانا مقرر کر دیا - دونون وقت وہ "مگس خوان اغنیا بودن" کا مصداق ہے لوگون مین مشہور ہے کہ فلان رئیس کے دسترخوان پر بیسیون آدمی روٹی کھاتے ہین تمام کُنبہ کا بار اُسکے سر پر ہے - نام تو بہت بڑا پایا لیکن فی الواقع جو کچھ کیا اپنی خودغرضی سے - یہ جتنے گھر مین بھرے ہوئے ہین غلام سے بھی بدتر حالت مین ہین اور نوکرون سے بھی زیادہ کام کرتے ہین -

ہم مختلف پیرایہ سے ثابت کرسکتے ہین کہ شرکت لسبا اوقات ہمارے نفع کے مضرت پہونچاتی ہے۔ لیکن یہ بحث چندان محتاج ثبوت نہین ہے۔ کم و بیش سب ہماری تحریر سے اتفاق کرین گے۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ اس شرکت کے مسئلہ نے انگریزی عدالتون یا انگریزی انصاف پر کیا اثر ڈالا۔

ایک تو ہندو خاندان مشترک کی صورت ہے۔ کبھی تو پیشواے خاندان دوسرے اکثر ممبرون کی حق تلفی چاہتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بے تعلق اشخاص اپنے متموّل رشتہ دارون کی نکسو بہ جائداد مین حصہ لینے کی غرض سے اُسے خواہ مخواہ اپنا پیشوا ٹھہراتے ہین دیوانی اور فوجداری کے مقدمات کی مسلین اُلٹی جائین تو نہ معلوم کتنے مقدمہ ایسے نکلین گے جنکی بنیاد یہین سے شروع ہوئی ہو۔

دوسری صورت اشتراک کی یہ ہے کہ اکثر دیہات کی پٹی داریان مشترک ہین لمبردار یا زبردست حصہ دار چاہتا ہے کہ آسامی اُسی کے اختیار مین رہے۔ دوسرے حصہ دارون کا وہ خواہ مخواہ نیجر بنا رہے جتنے ہین سب اسکے دست نگر رہین۔ ادھر دوسرے کمزور حصہ دار ہین کہ اپنا رنگ علیحدہ جمانا چاہتے ہین اور یہی آگے چل کر سبب ٹھہرتا ہے نفاق کا۔ اگر غور سے دیکھیے اور کل نزاعات کے ابتدائی اسباب پر نظر ڈالیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جتنے مقدمات دیوانی۔ فوجداری اور کلکٹری عدالتون مین دائر ہوتے ہین انہین سے نصف اسی پٹی داری مشترک کے سبب سے قایم ہوتے ہین۔ ان دقتون کے مٹانے کے لیے تقسیم کا ایک چارہ کار قانونی ہے مگر اسکی کارروائی مین تاخیراتنی ہوتی ہے اور فریق متموّل کو جائز و ناجائز کارروائی کے موقع اتنے ملتے ہین کہ کمزور شرکا تقسیم کے نام سے گھبراتے ہین کیونکہ تقسیم کے قبل جو

بجی حصہ داری کی صفت قایم بھی رہتی ہے - مالگزاری گھر سے دینا نہین پڑتی -
تقسیم مین کہین بنجر اور ناقابل زراعت زمین حصہ مین آکی تو سرکاری مالگزاری بھی گھر
سے دینا پڑے گی۔ گو اس قسم کے معاملات بہت کم ہوتے ہین۔ مگر ورحصہ داروں کیلیے
لیے تقسیم سے اچھا کوئی چارہ کار نہین ہے مگر ناسمجھ لوگ اس عمدہ چارہ کار کے اختیار
کرنے سے بہت زیادہ گریز کرتے ہین اور ایک سیدھی راہ کے بھولنے سے ایسے
ایسے نقصان اُٹھاتے ہین کہ ناگفتہ بہ -

یہان تک تو شرکت کاروبار کی مذمت ہی بیان کی گئی - اب کچھ اُسکی
بھلائیان بھی لکھنا چاہیے - شرکت کاروبار صرف خانگی معاملات مین یا جزئیات مین نامناسب
ہے ورنہ بڑے معاملات مین شرکت ہی ایک ایسی چیز ہے جسپر کامیابیون اور ترقیون
کا مدار ہے - یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ جتنا ہی ہم کو چھوٹے معاملات مین شرکت کا شوق
ہے اُتنا ہی بڑے بڑے معاملات مین شرکت سے نفرت ہے - ہم جانتے ہی نہین
کہ بڑے بڑے معاملہ مین شرکت سے دنیا کی دوسری قومین کیا کیا منافع اُٹھاتی ہین
ہندوستان مین مشترک کاروبار کی ایک بہترین یادگار موجود ہے کہ ایسٹ انڈیا
کمپنی نے ہندوستان کی حکومت اسی ذریعہ سے حاصل کرلی - لیکن ہم سے کبھی یہ
نہوگا کہ کوئی کوٹھی شراکتی قایم کرکے کچھ اپنا جوہر دکھائین - انگریزون کے منھ چڑھانے
کو ہندوستان مین بھی سیکڑون لمیٹڈ کمپنیان قایم ہوگئین - لیکن کامیابیان زیادہ تر
اُنھین کمپنیون کو ہوئین جو انگریزون کے ہاتھون مین تھین یا جنھین شریک غالب یورپین
تھے

اب ہم یہ دیکھتے ہین کہ شرع محمدی نے ان دونون قسمون کی شرکتون کی نسبت

کیا بتایا ہے۔ اسمین شبہ نہین کہ خانگی معاملات کی شرکت اسلام نے بہت زیادہ ناپسند کی ہے اسکے ثبوت مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ سند مین پیش کیا جاسکتا ہے۔ آنحضرت کے متعدد ازواج مطہرات تھین جنمین سے ہر ایک کے مکانات جدا تھے اور کھانے پینے کا سامان بھی علیحدہ تھا۔ باری باری سے آنحضرتؐ ازواج مطہرات کے گھرون مین شب باش ہوتے تھے اور خود آنحضرتؐ کا قیام بھی اپنے ازواج کے گھرون مین گویا بطور مہمان کے ہوتا تھا لیئے آنحضرتؐ کی چیزون اور ازواج مطہرات کی چیزون مین امتیاز کیا جاتا تھا۔ اور ہر ایک کو اپنے اسباب مین آزادانہ حقوق حاصل تھے۔ اسکے بعد حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے ساتھ جو برتاؤ آنحضرتؐ کا تھا وہ بھی قابل لحاظ ہے۔ حضرت علیؓ چچازاد بھائی آنحضرتؐ کے تھے اور آنحضرتؐ نے مثل فرزند کے اُنکی پرورش کی تھی۔ حضرت علیؓ کے ماں باپ مرچکے تھے سوائے آنحضرتؐ کے کوئی دوسرا اُنکا مربی نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے جب اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو اُنکے ساتھ بیاہا تو حضرت علیؓ سے اُنکا اثاثہ بکوا کر پہلے خانہ داری کا سامان مہیا کر دالیا تب کہین حضرت فاطمہؓ کو اُنکے حوالہ کیا۔ آنحضرتؐ کو بیٹی اور داماد کی روٹی دوبھر نہ تھی بلکہ محض اپنے طرز عمل سے یہ تعلیم کرنا مقصود تھا کہ شادی کرنے کے بعد زن وشو اپنے کنبہ سے علیحدہ ہو کر رہین گے جب ہی وہ آزادی کا مزا اُٹھائین گے اور دین ودنیا کے فائدے حاصل کر سکین گے۔ مزید توضیح کے لیے "اُخوۃ اسلامی" فصل نوزدہم کتاب ہذا پڑھنا چاہیے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی بڑے بڑے امور مین مسلمانون کے اشتراک پسند کرنے سے ظاہر ہے کہ پیغمبر اور بعد پیغمبر کے خلفا۔ بے ارلبہ کل بلاد اسلام کے تنہا شہنشاہ تھے۔ معاویہ اور حضرت علیؓ کی

چند روزہ لڑائیاں نظر انداز کی جائیں تو بنوامیہ بھی سو برس کے قریب تمام بلاد اسلام پر تنہا قابض تھے۔ فرانس سے لیکر ہندوستان اور تاتار تک جہاں اب اُس تہذیب کے زمانہ میں بھی بیسیوں شاہنشاہ جدا جدا حکومت کرتے ہیں تنہا بنوامیہ حکمران رہے۔ بنوعباس بھی شروع شروع تمام بلاد اسلام پر قابض تھے کچھ دنوں کے بعد اندلس نکل جانے پر بھی تمام افریقہ اور ایشیا کے بلاد اسلام پر اپنے عروج کے زمانہ میں تنہا بنوعباس کی حکومت تھی۔ ان حکومتوں کو یوں سمجھیے کہ بادشاہ کوئی چیز نہیں ہوتا۔ اراکین دولت حکومت کی جان ہوتے ہیں۔ مشرق سے مغرب تک جتنے اراکین دولت تھے وہ نسل عرب سے تھے۔ باپ دادا سے وہ سبق سُنتے آئے تھے جنہیں رسول اللہ نے اہم کاموں کو بالاتفاق انجام دینے کی بابت تاکیدیں کی تھیں یہ اُسی سبق کا اثر تھا کہ جب تک مسلمانان عرب باحکومت تھے کبھی اُنکو یہ خیال بھی نہیں آیا کہ وہ علیحدہ علیحدہ حکومتیں کریں لیکن وہی ملک جب دوسری قوم کے حاکموں اور گورنروں کے ہاتھ آیا تو وہ شرکت کے برکات نہ سمجھ سکے اور جابجا خود مختارانہ روش اختیار کرکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ یہ بھی واضح رہے کہ جب تک سلطنت عربوں کے ہاتھ میں تھی بادشاہ سلطنت کو کاروبار شراکت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں سمجھتا تھا اور نہ خود کو کوٹھی شراکتی کے منیجر سے بڑھ کر جانتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ تمام یورپین مورخ بالاتفاق کہتے ہیں کہ دنیا کی شہنشاہی عربوں سے اچھی کسی نے نہیں کی۔ سلاطین اسلام نے زمانہ مابعد میں جو حالت اختیار کی وہ اُس طرز سے بالکل جداگانہ تھی جبکہ سلاطین عرب قایم تھے اور یہی وجہ روز بروز انکے انحطاط کی ہوئی غرضکہ جس طرح امور دنیا کی زندہ قومیں خانگی معاملات میں شرکت ناپسند کرتی ہیں

اور بڑے بڑے کاموں مین شرکت کی دلدادہ ہین - یہی کیفیت تمام مسلمانون کی ترقی و عروج مین تھی - رہے نام اللہ کا۔ "کل من علیها فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام"

فصل سی و سیوم

توریث

نکاح اور وراثت یہ دو باتین انتظام عالم قایم رکھنے کے لیے نہین تو تمدنی حالت کو اعلی درجہ پر رکھنے کے لیے بہت ہی اہم ہین - مسلمانون کو اسپر ناز تھا کہ ان دو مباحث پر انکے قانون اتنے عمدہ اور مستحکم اصول پر قایم ہین کہ اپنا نظیر نہین رکھتے۔ "ناز تھا" کا یہ مطلب ہے کہ اب اس پر ناز نہین ہے بلکہ اسکے برعکس خود ہند کے مسلمانون کا تو یہ خیال ہے کہ خدا نے اگر قرآن مین کچھ غلطی کی ہے تو وہ انھین مسئلون کے متعلق کی ہے - ہمارے نزدیک جن لوگون کے خیالات ایسے ہون وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہین ہین - ہم مسلمان ہوکر شراب پئین - بد افعال کے مرتکب ہون - سود کھائین اور دل مین سمجھین کہ ہم برا کرتے ہین تو ہم صرف گنہگار رہین دائرہ اسلام سے خارج نہین ہوئے لیکن اسکے ساتھ اگر ہم یہ خیال کرین کہ شراب ایسی پاک اور عمدہ چیز قرآن مین "من عمل الشیطان" کہی گئی ہے - یہ تو سراسر نامناسب ہے - زنا کرنے والون کے لیے جو سخت سزا قرآن مین لکھی ہوئی ہے ہرگز مناسب حال نہین ہے - سود لینے کو اکل نار لکھا ہے - یہ بالکل ہی مصلحت عامہ کے خلاف ہے - تو ہمارا یہ سوچنا یعنی پیدا کرے گا کہ قرآن کے احکام موجودہ زمانہ کے موافق نہین رہے - اب ایک دوسرا نبی اور ایک دوسری کتاب نازل ہونا چاہیے جو موجودہ منورترین کو سمجھے اور موجود

حالت کے موافق ہو۔ جب ہمارا یہ اعتقاد اپنے مذہب اور اپنی مذہبی کتاب کی نسبت ہوا تو ہم مسلمان کہان رہے۔ اقرار باللسان صرف ایک منافقانہ فعل رہگیا تصدیق بالقلب کہان رہی۔ اور ہم بے اسکے مسلمان کس طرح ہوئے۔ قرآن کو دل سے ناپسند کرین اور اُسکے حکم کو خلاف مصلحت جانین اور پھر مسلمان کے مسلمان بنے رہین۔ اچھا اسلام ہے۔

ابتداے اسلام مین ایک یہودی اور ایک مسلمان مین کچھ جھگڑا ہوا۔ یہودی آنحضرت محمدؐ کو رسول اللہ نہین مانتا تھا۔ لیکن اُنکو ایک اچھا منصف تسلیم کرتا تھا۔ مسلمان نام کا مسلمان تھا۔ لیکن دل سے منافق تھا۔ اُس خاص جھگڑہ مین وہی برسر خطا تھا۔ اسلیے اُسے کسی منصف مزاج کی بھی ضرورت نہ تھی۔ یہودی نے آنحضرتؐ کو فیصلہ کے لیے ثالث مقرر کیا۔ مسلمان اس خیال سے راضی ہوگیا کہ شاید مذہبی خیال سے آپ میرے موافق فیصلہ کرین گے۔ جب آنحضرتؐ نے اُس منافق مسلمان کے خلاف فیصلہ کیا تو وہ راضی نہ ہوا اور عمرؓ بن الخطاب کے پاس یہودی کو لیوالایا اور چاہا کہ یہان سے دوسرا فیصلہ اپنے موافق صادر کرائے۔ عمرؓ بن الخطاب کو جب معلوم ہوا کہ یہ مسلمان برسر خطا ہے اور پیغمبر خدا کے فیصلہ کو غلط سمجھ کر مجھ سے اسکے خلاف امید رکھتا ہے تو وہ اندر مکان کے چلے گئے اور تھوڑی دیر مین ننگی تلوار لیکر نکلے اور اُس منافق کو قتل کر دیا اور کہا یہ اب حق اور باطل مین فرق ہوگیا۔ زبانی فیصلہ سے یہ مردود کبھی راضی نہ ہوتا۔ اسی واقعہ سے حضرت عمرؓ کو الفاروق خطاب دیا گیا۔ مسلمان ہوکر جو توریث کے متعلق جھوٹی تدبیرین سوچتے ہین اور احکام خدا اور رسول کی قدر نہین کرتے وہ خود دیکھین کہ زمانہ رسولؐ مین وہ کیا سمجھے جاتے۔

نکاح کے متعلق جو خوبیان مذہب اسلام مین رکھی گئی ہین اُنکا بیان فصل ۳۸ "نکاح" مین ہوگا۔ یہان صرف مسائل توریث اور اُنکی خوبیان بیان کی جاتی ہین۔

آیات قرآنی

"ماں باپ اور رشتہ دارون کے ترکہ مین مردون کا حصہ ہو اور اسی طرح عورتون کا بھی تھوڑا بہت ماں باپ اور رشتہ دارون کے ترکے مین حصہ ہے اور ٹھرایا ہوا ہے تقسیم ترکہ کے وقت رشتہ دار یتیم اور مساکین آموجود ہون تو اُنکو بھی اُسمین سے کچھ دیدیا کرو اور نرمی سے گفتگو کرو۔" سورۂ نساء رکوع ۱۔

"تمھاری اولاد کے حق مین اللہ بتاتا ہے کہ مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ دیا جائے۔ اور اگر عورتین ہی ہون تو دو سے زیادہ کو ترکے کی دو تہائی۔ اور اگر ایک ہو تو اُسکو آدھا۔ میت کے ماں باپ مین سے ہر ایک کو (اگر اس میت کے اولاد ہو) ترکے کا چھٹوان حصہ۔ اور اولاد نہ ہو اور ماں باپ دونون وارث ہون تو ماں کو ایک ثلث۔ اور میت کے بھائی بہنیں ہون تو ماں کو ایک سدس۔ ترکہ کی تقسیم اداے وصیت (اگر میت نے وصیت کی ہو) یا قرض کے بعد ہے۔ تم نہین جانتے کہ تمھارے باپ اور بیٹون مین سے کون تمکو زیادہ نفع پہونچائے گا۔ اللہ کی طرف سے حصے مقرر ہین کہ وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اگر تمھاری بیبیان اولاد نہ چھوڑین تو تمکو نصف ترکہ ملے گا۔ اور اولاد ہو تو چوتھائی۔ ترکہ کی یہ تقسیم اداے وصیت (اگر میت نے وصیت کی ہو) یا قرض کے بعد ہے۔ اور تمھارے ترکہ مین تمھاری

سلہ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیباً مفروضاً واذا حضر القسمۃ اولوا القربی والیتمی والمسکین فارزقوھم منہ وقولوا لھم قولا معروفا۔

بیبیوں کا حصہ اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو ایک چوتھائی ہے - اور اولاد ہو تو آٹھواں حصہ ترکہ کی یہ تقسیم ادائے قرض یا تعمیل وصیت کے بعد ہے - اگر میت نے وصیت کی ہو - کوئی مرد یا عورت بے اصل و فرع ہو اور اخیافی بھائی یا بہن چھوڑے تو ان دونوں مین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ - اور اس سے زیادہ ہون تو وہ ایک ثلث مین شریک ہین - ترکہ کی یہ تقسیم بعد ادائے قرض یا تعمیل وصیت کے ہے اگر میت نے وصیت کی ہو اور ضرر انگیز نہ ہو - یہ اللہ کی وصیت ہے - اللہ دانا اور بردبار ہے - اللہ کی یہ حدین ہین جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا - اُسے اللہ جنت مین داخل کرے گا جسکے نیچے نہرین جاری ہین اور جہان ہمیشہ رہنا ہوگا اور یہ بڑی کامیابی ہے - جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی حدون سے بڑھ جائیگا اُسے اللہ دوزخ مین ڈالے گا - اور اُسپر ذلت کا عذاب ہوگا" سورۂ نساء[۵۲] رکوع ۲ -

"ماں باپ اور رشتہ دار جو کچھ چھوڑین اُسکے حق دار ہم نے ٹھہرا دیے ہین - اور جن لوگون کے ساتھ تمھارے عہد و پیمان ہین کچھ حصہ اُنکو

۵۲ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین اباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا فریضۃ من اللہ ان اللہ کان علیما حکیما ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین وان کان رجل یورث کلالۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس فان کانوا اکثر من ذلک فھم شرکاء فی الثلث من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین غیر مضار وصیۃ من اللہ واللہ علیم حلیم تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا وذلک الفوز العظیم ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین -

بھی دیدو ... ہر چیز اللہ کے پیش نظر ہے " سورۂ نسار رکوع ۵۔

... لوگ تم سے فتوی پوچھتے ہین توکہدو کہ اللہ کلالہ کے بارے مین تمکو

... علم دیتا ہے کہ اگر کوئی مرد لاولد مرجاوے اور اُسکی بہن موجود ہو تو بہن کو اُسکے ترکہ کا آدھا اور بہن لاولد مرجائے تو اُسکے کل مال کا وارث بھائی ہوگا۔ اگر بہنین دو ہون تو دونون کو ترکہ کا ⅔ ثلث ملے گا اور اگر بھائی بہن ہون کچھ مرد اور کچھ عورتین تو ۲ دو عورتون کے برابر ایک مرد کا حصہ ہوگا۔ تمھارے بھٹکنے کے خیال سے اللہ تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے" سورۂ نسار رکوع ۲۴۔

ان آیات قرآنی سے فقہا نے مختلف صورتین پیدا کر کے مسائل وراثت کو اتنا عمدہ طور پر ظاہر کیا ہے کہ کسی طرح اس سے اچھی صورت پیدا نہین ہوسکتی۔ مختصر یہ ہے کہ جنکے حصے قرآن مین معین ہین وہ ذوی الفرض کہلاتے ہین انکے حصے دینے کے بعد عصبات کو جو عموماً ایک جدی ہوتے ہین حصہ ملتا ہے بعد ازان ذوی الارحام پاتے ہین جسمین دوری اور مادری رشتہ دار شامل ہوتے ہین۔

سورۂ نسار مین چند مقامات پر آپ زیادہ غور کیجیے۔ شروع مین خدا نے

---

۳۳ ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم ان اللہ کان علی کل شئی شہیدا۔

مسلمان جب مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے رشتہ دارون سے قطع تعلق ہوگیا تھا اسوقت آپس مین لوگون نے بھائی چارا کر لیا تھا پھر جب اسلام پھیلا ہر ایک کے شرعی وارث موجود ہوگئے اور آیت توریث بھی نازل ہوچکی تھی تب یہ حکم ہوا کہ جن سے عہد و پیمان ہو یا جن سے حسن سلوک ہو اُنکو بھی کچھ جیتے جی دیدو یا مرنے کے بعد اُنکے حق مین وصیت کردو۔ "وصیت" کی فصل مین شرح بیان کیا جائیگا کہ وصیت کیے کیا مصالح ہین اور کتنی لت مین وصیت ایک ثلث سے زیادہ روا نہین ہے۔

۴۷ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلٰلۃ ان امرؤا ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد فان کانتا اثنتین فلھما الثلثٰن مما ترک وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین یبین اللہ لکم ان تضلوا واللہ بکل شئی علیم۔

مردون کا حصہ عورتون سے دوچند قرار دیا ہے - اب اسپر بھی مرد شکر نہ کرین تو
سخت نافرمانی ہے - اولاد کے ہوتے ہوئے والدین کو حصہ دینا بعض جہلائے
عرب کو پسند نہ تھا اسلیے ان نامفہون کے لیے وسط رکوع مین خدا کہتا ہے
"تم نہین جانتے کہ تمھارے باپ اور اولاد مین سے کون تمکو زیادہ نفع پہونچائے گا"
اسکا منشاء یہ ہے کہ خدا تم سے زیادہ سمجھتا ہے - تم لوگ یہ خیال نہ کرو کہ میرا ترکہ یون
تقسیم ہوتا تو اچھا ہوتا - اور یہین سے صریح تردید اس خیال کی بھی ہوتی ہے کہ بیٹون
کے ہونے سے یا بیٹون مین جائداد کے رہنے سے بقائے نام رہے گا
اور مورث کو کچھ نفع پہونچے گا - اسکے بعد ہی خدا کہتا ہے "اللہ کی طرف
سے حصے مقرر ہین کہ وہ جاننے والا حکمت والا ہے" یعنے یہ حصے جو مقرر ہین خدا
کے مقرر کیے ہوئے ہین - کوئی اس سے عدول نہ کرے - کسی کے دل مین یہ خیال
نہ گزرے کہ یہ حصے مصلحت وقت کے خلاف ہین - کوئی ایسا بے ادب خیال دل
مین لائے گا تو خدا کو معلوم ہو جائے گا - وہ دلون کی بات جانتا ہے - کیا تمکو خدا کے
حکیم ہونے مین شبہ ہے - اور تم سمجھتے ہو کہ تم خدا سے اچھا قانون بنا سکتے ہو - ہرگز
نہین - خدا نے اخیر مین کہدیا کہ دین یا وصیت تقسیم ترکہ سے پہلے جب ہی قابل
لحاظ ہے کہ اسمین ضرر نہ ہو یعنے جب محض ورثا کی محرومی کے لیے وصیت یا دین
عاید نہ کیا گیا ہو - سیدھے سیدھے طور پر سمجھا کر اور پھر حکم خدا پر چلنے والون کے لیے
جنت کی بشارت دیکر انسان ایسے سرکش مخلوق کے لیے اخیر رکوع مین پھر خدا
صاف صاف کہتا ہے کہ "جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا
اور اللہ کی حدون سے بڑھ جائے گا اُسے اللہ دوزخ مین ڈالیگا اور اُسپر ذلت

کا عذاب ہوگا" اب وہ حضرات جو خدا کے حکم اور خدا کے وعدون کو محض امر موہوم سمجھتے ہین۔ حقوق غصب کرنے مین نڈر رہین مرنے کے بعد خوب سمجھ جائینگے کہ خدا کے وعدے کیسے سچے ہین لیکن افسوس کہ اُسوقت کی سمجھ کچھ کام نہ آئیگی۔

مذہب اسلام نے توریث کا قانون بنانے مین مفصلۂ ذیل امور پر لحاظ رکھا ہی۔

(۱) ایک کو دوسرے کی کمائی یا دوسرے کے مال مین کوئی حق نہین ہر ایک کو اپنی محنت اور مزدوری پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ متوفی کے اعزہ کو محض اسلیے ترکہ دیا جاتا ہے کہ متوفی کے بعد اُسکے مال کے تصرف کے لیے کوئی انتظام نہ ہوگا تو جھگڑے پیدا ہونگے۔

(۲) مرنے والے کی دولت اُسکے تمام اعزہ مین جہان تک ہوسکے متفرق ہوکر تقسیم ہونا چاہیے کہ وہ تمام لوگ فائدہ اُٹھا سکین جو اُسکی حیات مین متمتع ہوتے تھے یا متمتع ہونے کا حق رکھتے تھے۔

(۳) عورتون کو خود کما کھانے کے ذریعے بہت کم ہین اسلیے اُنکے حقوق تحفظ کے ساتھ قرآن مین محکوم ہوئے

(۴) اس لحاظ سے کہ مردون پر دوسرون کے نان ونفقہ کا بار ہوتا ہی مردون کا حصہ عورتون سے دوچند رکھا گیا ہی۔

(۵) شرع مین یہ بہت ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے کہ ایک شخص ضرورت سے بہت زیادہ متمول ہوجائے اور دوسرا بہت زیادہ مفلس ہوکر گزران کرے۔ شرع کے احکام ہر امر مین مساوات چاہتے ہین اسلیے متوفی کے ترکہ مین بھی بہت سے حصے کردیے جاتے ہین۔

(۶) قرآن میں حکم ہے کہ جب کوئی مرے اور ترکہ تقسیم ہونے لگے تو اقتضاے شکر گزاری یہ ہے کہ ورثاے شرعی اپنا حصہ لینے کے قبل اُن تمام اقربا اعزہ اور پڑوسیون کو کچھ کچھ دیدین جو وقت تقسیم کے موجود ہون۔ یہ حُکم نہایت تعمیم کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اسلیے فرض نہین ہوا۔ لیکن اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام کے نزدیک مورث کے ترکہ مین حصہ لینے کی نوعیت کیا ہے۔ بعض کمینہ خصلت جو مورث کی دولت پر اپنے ملکسوبہ مال سے زیادہ اپنا حق قایم کرکے اسکے مرنے کے متمنی بیٹھے رہتے ہین اُنکو اسلام نہایت ہی ناپاک سمجھتا ہے۔

ہندؤون کا قانون

ہندؤن مین خاندان مشترکہ ہو تو لڑکیان یا بیوائین عموماً ترکہ نہین پاتین بیٹے کی موجودگی مین باپ بالکل محروم رہتے ہین۔ خاندان مشترکہ مین تو عورتون کا حق کچھ بھی نہین ہوتا اور جب ہوتا ہے تو ایسا کہ خاندان کے منقسم ہونے کی حالت مین کل کی بیاہی ہوئی بی بی کُل پر قبضہ کرلیتی ہے اور ماں باپ مُنھ تاکتے رہجاتے ہین انکے یہان بہنین کسی حالت مین وارث نہین ہوتین کھینچ کھانچ کر بھانجون کو تو برٹش عدالتون نے ورثا مین شامل کردیا ہے لیکن بہنین ہنوز محروم ہین۔ جائداد ضبط سرکار ہوجائے گی مگر بہن کو نہ ملے گی۔ عجب قانون ہے۔ معلوم نہین ہوتا کہ ہندو مقننون کو عورتون سے کیون ایسی خلش تھی۔ اس موقع پر مجھے ایک گفتگو یاد آئی مین (مؤلف) ایک روز اپنے ایک ہندو دوست سے گفتگو کررہا تھا۔ وہ اپنے یہان کے مسئلہ توریث کی خوبیان بیان کرتے تھے اور مین اُنکے نقائص بیان کرتا تھا کہ اسی اثنا مین اُنکے پیچھے ایک اجنبی ہندو فقیر (گداگر) آکر کھڑا ہوگیا مین سنے

اپنے دوست سے کہا کہ خدانخواستہ آپ مرجائیں اور سوا اپنی بہن کے اور کوئی
رشتہ دار نہ چھوڑیں تو آپ کی تمام املاک یہ باباجی جو پیچھے کھڑے ہیں پاسکتے ہیں
لیکن آپ کی بہن نہیں پائے گی۔ اسپر میرے دوست نے پوچھا یہ کیونکر ممکن ہے۔ میں
نے کہا یہ تو بہت صاف مسئلہ ہے ہر ایک اس سے واقف ہے کہ بہنیں کسی صورت
سے وارث نہیں ہوتیں۔ بہن کے لیے مرد بنجانا دشوار ہے۔ اور جب تک وہ عورت
ہے محروم رہے گی۔ لیکن باباجی ممکن ہے کہ دو جھوٹے گواہ عدالت میں گزران کر
خودکو آپ کا گوت بھائی ثابت کردیں اور جائداد کے مالک ہوجائیں۔ خیر اسکا جواب
تو ہمارے دوست سے بن نہ آیا۔ لیکن اُنھوں نے یہ کہا کہ "تم کو یہ عجب دھن ہے
کہ خواہ مخواہ اپنی شرع کے مسائل کو تمام دنیا کے قوانین پر افضل سمجھتے ہو یہ عیب
تمھاری طرح اور بھی چند مسلمانوں میں پایا گیا ہے۔ آج کل چند ہندو بھی ایسے ہیں
جو اپنے مسائل کو تمام عالم سے فوقیت دیتے ہیں۔ تم ایسے محبان قوم کو مالیخولیا
ہوگیا ہے کہ گئے گزرے زمانہ کی باتیں اس زمانہ میں پیش کرتے ہو اور موجودہ تہذیب
سے مقابلہ کرتے ہو۔ جو بات پہلے تھی وہ ضرور مناسب وقت تھی۔ لیکن اب زمانہ
بدل گیا۔ زمانہ کے موافق جو باتیں ہیں اب وہی قابل تقلید ہیں۔ پرانی باتوں پر
حاشیہ چڑھانا بالکل کار بے سود ہے۔" میں نے اسکے جواب میں جو کچھ کہا اُسکا خلاصہ
بیان کرنا مضمون سے کسی قدر الگ ضرور ہوجاتا ہے لیکن خالی از دلچسپی نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ "میں مسلمانوں کے موجودہ قواعد اور مراسم کو ہرگز عمدہ ثابت کرنے
کی کوشش نہیں کرتا۔ اگر میں ایسا کروں تو میری غلطی ہے۔ اور اسی طرح اپنے
موجودہ زمانہ کی باتوں کو بہبود مناسب ثابت کرنے کی کوشش کریں تو وہ بھی غلطی پر ہیں

لیکن اسکے ساتھ ہی اگر ہم یہ دعوی کرین کہ اپنے عروج کے زمانہ مین اسلام کے تمام مسائل جزاز حکمت تھے تو بموقع نہین ہے۔ اور اسی طرح ہنود اگر یہ دکھانا جائز کر اپنی ترقی کے زمانہ مین ہنود مین تمام خوبیان ہر قسم کی موجود تھین تو بھی بموقع نہین ہے۔ بیشک ہندوون کے زمانہ عروج کو گزرے ہوئے اتنا عرصہ ہوا کہ وہ اپنے عروج کی تمام باتین جان نہین سکتے اور نہ یہ سمجھ سکتے کہ کیا حالت انکے تمدن کی زمانہ عروج مین تھی۔ پھر بھی جہان تک انکے علما دریافت کر سکے انھون نے اچھی طرح ثابت کر دیا کہ زمانہ عروج کے عادات اور مراسم زمانہ حال سے بالکل مطابق نہین ہین اور جو برائیان اسوقت ہین وہ انکی ترقی کے زمانہ مین ہرگز ہرگز نہ تھین برخلاف اسکے مسلمانون کی یہ حالت ہے کہ ابھی تین صدی قبل تک تمام عالم پر یہ روشن تھا کہ مسلمانون کی رفتار گفتار۔ عقاید۔ عبادات۔ معاملات اور تمدن دوسرون کے لیے قابل تقلید تھے۔ اور دنیا مین کوئی تمدن مسلمانون کے تمدن کے برابر نہ تھا۔ ابھی زمانہ نے کوئی بہت بڑا پلٹا نہین کھایا ہے۔ وہی لیل ونہار ہین اور وہی رفتار زمانہ ہے۔ مسلمان اپنی خوبیان چھوڑ بیٹھے اور تاریکی مین آ گئے۔ ہونہار قومون نے انکی خوبیان اختیار کر لین اور روشنی مین آ گئین۔ عربون نے جو روشنی فرانس سے سرہند تک اور یمن سے سرحد چین تک ایک دل ہو کر پھیلائی اور بعد ازان کسیقدر تنزل کے ساتھ لیکن پھر بھی دوسری قومون سے کہین بڑھ چڑھ کر مسلمانون کی مختلف طاقتون نے اس روشنی کو خلیج بنگالہ تک پورب مین اور سرحد جرمنی اور آسٹریا تک مغرب مین وسعت دی۔ اگر اُس روشنی کے اسباب کا ہم ذکر کرین تو تحقیقات علمی الیولیائی مدین داخل ہو گی ہرگز نہین ہم صرف یہ دکھاتے ہین کہ

ہیرے کا نگڑہ تین سو برس تک کسی خاکستر مین دبے رہنے سے اپنی اصلی آب و تاب کھو نہین سکتا۔ ہمارا یہ کہنا بالکل بے تعصبانہ ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح دو نقطون کے درمیان مین خط مستقیم ایک ہی ہو سکتا ہے اُسی طرح دنیا مین ترقی کرنے کی راہ مستقیم جسے راہ خدا کہتے ہین اصولاً ایک ہی ہے۔ جس راہ پر ہنود اپنی ترقی کے زمانہ مین چلے اُسی راہ پر یونانی اور رومی اپنے اچھے دنون مین چلے۔ مسلمان بھی اپنے زمانہ عروج مین اُسی راہ پر تھے اور عیسائی بھی اس زمانہ کے اُسی راہ پر ہین۔ بیشک اسوقت کے عیسائی اپنی رفتار مین موجودہ مسلمانون سے زیادہ تر رہِ مستقیم پر ہین لیکن اس امر کو ہم کیا کوئی ذی عقل کبھی نہین تسلیم کر سکتا کہ کبھی رہِ مستقیم پر مسلمان نہ تھے اور اسی طرح یہ بھی کوئی نہین کہہ سکتا کہ ہنود کبھی اس راہ مستقیم پر نہ تھے۔ ہم کوئی نئی بات نہین کہتے ہین بلکہ صرف یہ کہتے ہین کہ ہان مسلمان بھی اُسی راہ مستقیم پر تھے۔ اسپر اگر ہم اتنا اور مستزاد کر دین کہ یہ راہ مستقیم جب مسلمانون کے زیر مشق تھی تو زیادہ تر بارونق تھی تو چنداں بیموقع نہ ہوگا۔ ہزار برس تک مسلمانون کا قرآن تمام کرۂ ارض پر اپنی روشنی پھیلائے ہوئے تھا جسکی نظیر دنیا کی تاریخ مین نہین ملتی۔ احکام قرآن پر غیر قومین بھی اُنکی خوبیون کے لحاظ سے مفتون تھین۔ اور کبھی انکو یہ خیال نہین ہوتا تھا کہ اُنپر کوئی کسی قسم کا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اب اگر نیرنگ زمانہ کی گردش سے کچھ خاک پڑ گئی ہے اور ہم اُس خاک کو جھاڑ کر عوام کے سامنے اُنکی خوشنما صورتین پیش کرتے ہین تو یہ کوئی انوکھا کام نہین ہے اور نہ اسمین کسی قسم کی ہٹ دھرمی ہے

یورپ کا قانون

یہ بات صرف اہل اسلام مین ہے کہ یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ جہان کہین وہ ہین

اُنکی توریت قرآن کے موافق ہے - اگر وہ غیر قوم کی رعایا ہین جب بھی توریت مین
عدالتین اُنکے درمیان اُنھین کا قانون جائز رکھتی ہین - اسے برکات اسلام مین شمار
کرنا چاہیے - ورنہ یورپ ایسے مہذب مُلک کے عیسائیون کے لیے جتنے ممالک ہین
اُتنے ہی قانون ہین بلکہ ایک ہی مُلک مین مختلف جایدادون کے لیے مختلف قوانین
جاری ہین - مثلاً انگلستان مین زمینداریون کا قانون جُدا ہے اور دیگر مال واسباب
اور زر نقد کے لیے جُدا ہے - وہان زمینداری مین جائداد اور خطاب ہمیشہ بڑے
لڑکے کو ملتا ہے - اگر باپ نے دوسری اولاد کے لیے کچھ وصیت کردی
تو خیر ورنہ بڑے بیٹے کی مرضی پر ہے کہ اپنے بھائی بہنون کے ساتھ کچھ سلوک کرے
یا نکرے اسی کے قریب قریب تعلقداران اودھ کے لیے بھی گورنمنٹ نے قانون
بنا دیا ہے - ہندوؤن مین راج بھی بڑے لڑکے کو ملتا ہے لیکن شاید یہ فرق ہے
کہ ہندوستان کے راجہ قانوناً مجبور ہین کہ اپنے بھائی بہنون کی خورش اور پوشش کا سامان
کردین - انگلستان کے پیرس اس پابندی سے بھی غالباً آزاد ہین انگلستان مین زمینداری
کا قانون زمانہ جاہلیت کی یادگار ہے - کیا معنی کہ جب رومنس انگلستان سے چلے
گئے تو برٹنس (قدیم باشندگان انگلستان) نئے فاتحین انیگلو سیکسن کی غلامی مین آئے
جنھون نے انگلستان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے آپس مین بانٹ لیے اور اُن ٹکڑون
کے باشندون کو زمین کی ملکیت مین کچھ حق نہین دیا - بعد انیگلو سیکسن کے جب نارمن
آئے تو اُنھون نے بھی یہی طریقہ قایم رکھا اور بجاے انیگلو سیکسن سرداروں کے
نارمن سردار مختلف ٹکڑون کے قابض اور حاکم ہو گئے - اسی اثنا مین جب سلطنت
مستحکم کی گئی تو تمام سردار رکن سلطنت قرار پا گئے لیکن بادشاہ نے یہ تجویزات

نہ کی کہ اُن سردارون کے حقوق زمینداری مین کچھ مداخلت کرے اور نہ زمانہ جاہلیت کے اس قاعدہ کو کہ ہمیشہ خلف اکبر تنہا قابض رہے وہ مٹا سکے۔ تہذیب پھیلنے پر تو شان حکومت مین فرق آگیا لیکن توریث کا یہ قاعدہ بدستور قایم رہا کہ زمینداری تنہا خلف اکبر کو ملے۔ اگر کچھ ترمیم ہوئی تو اتنی کہ وصیت کا اختیار مورث کو دیا گیا اور تہذیب کے ساتھ اس وصیت کرنے کا دستور بھی بڑھتا رہا لیکن وصیت کا موقع نہ ملنے کی حالت مین جو حق تلفی اکثر اولاد کے حق مین ہو سکتی ہے اُسکا کوئی تدارک اب تک نہ ہوا۔ برخلاف اسکے مسلمانون نے حکومت قایم کرتے ہی دل کڑا کر کے امیر و غریب سب کو اصول انصاف کی ایک رسّی مین باندھ لیا اور سمجھے کہ انصاف ہی کرنے مین سلطنت کو قوت پہونچے گی اور شخصی تشخصات سے بجاے مدد پہونچنے کے ضعف آئے گا۔ شاہ غسان کی حکایت مشہور ہے کہ وہ عیسائی بادشاہ تھا اور دائرہ اسلام مین داخل ہو گیا تھا حضرت عمرؓ کے سامنے وہ ایک بازاری آدمی کے مقابلہ مین فریق مقدمہ بنا۔ کچہری مین اپنی عزت اُس معمولی آدمی سے کچھ زایدنہ پا کر جب شاہ غسان گھبرایا تو حضرت عمرؓ نے اُسے آگاہ کیا کہ اسلام تشخصات کا مٹانے والا اور تمام نوع انسانی کو ایک راہ پر چلانے والا ہے۔

علاوہ زمینداریون کے اور جائداد کی نسبت انگلستان کا قانون اور نیز یورپ کے دیگر ممالک کے قوانین ہندؤن کے قوانین سے بدرجہا اچھے ہین اور ممکن ہے کہ بہت سی باتین مسلمانون سے لیگئی ہون کیونکہ ترکہ کا بہت سے حصّون مین تقسیم ہونا اور ایک وقت مین ذکور اور اناث اور چھوٹون بڑون کو ملنا مسلمانون کی طرح اُنمین بھی ہے۔ ورنہ یورپ کے ایام جاہلیت مین جسکی لاٹھی اُسکی بھینس ترکہ کا

ف رشتہ دارون کو ملتا زمانہ اس کا یہ مذہب و دستور
لو ملتا تھا - اور اگر یہ کہا جائے کہ رومن لا کی تقلید تمام یورپ
مین کیگئی ہے تو ہم اسلام کا باعث کیا ہے - بہر حال رومن لا کا اثر مسلمانون کی تقلید
ملکی رسم و رواج مقننون کی رائین سب مل ملاکر مختلف حالتین مختلف مقامات پر
پیدا ہو گئین - ہم چند مسایل توریث کا مقابلہ کر کے فرق دکھاتے ہین - اچھے برے
کی نسبت ناظرین رائین قایم کرین - یورپ مین اولاد ذکور و اناث کو برابر حصے ملتے
ہین - اور مسلمانون مین مردون کو عورتون سے دوگنا ملتا ہے - مسلمانون مین مردونکو
دوگنا اسلیے نہین ملتا کہ مرد عورتون سے زیادہ پیارے سمجھے گئے ہین بلکہ اسلیے کہ انکو
عورتون سے زیادہ احتیاج ہوتی ہے - مردون پر بیبیون کا نان و نفقہ فرض ہوتا ہے
اور عورتون پر اپنے شوہرون کا کھلانا فرض نہین ہے بلکہ اپنی اولاد کی پرورش کا بار بھی
انپر نہین ہوتا یہ بھی شوہرون ہی کے سر پر ہوتا ہے - فرانس مین اقربا کی موجودگی مین شوہر کو
کچھ ترکہ نہین ملتا - انگلستان مین سب کا سب شوہرون ہی کو ملجاتا ہے - اسلام مین یہ اعتدال
رکھا گیا ہے کہ اگر اولاد ہو تو شوہر کو چوتھائی اور اولاد نہ ہو تو نصف - نصف سے زیادہ وہ
نہین پاتا - فرانس مین زوجہ کو بھی اقربا کے ہوتے ہوئے ترکہ نہین ملتا - یہ تو ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ فرانس مین زناشوئی کے حقوق اتنے بھی نہین ہوتے جتنے
مسلمانون مین مدخولہ عورتون کے ہو سکتے ہین کیونکہ مدخولہ عورتون پر کبھی کبھی منکوحہ کا
قیاس ہوتا ہے تو وہ زوجہ بنکر وارث ہوتی ہین - انگلستان مین زوجہ تنہا ہو تو اُسے نصف
ملتا ہے اور باقی بیت المال مین چلا جاتا ہے - مسلمانون کے یہان زوجہ کے ہوتے
ہوئے کبھی بیت المال مین ترکہ نہین جاتا - بیبیون کا حصہ مفروضہ زیادہ سے زیادہ ایک

چہارم ہے لیکن دوسرے رشتہ دارون کے نہو۔

ملجائیگا۔ انگلستان مین اگر زوجہ اور زوجہ کی اولاد ہو تو تو

مسلمانون مین ایسی حالت مین ایک ثمن ملتا ہے۔ یہ کمی عورت کے حق گھٹانے

والی نہین ہے بلکہ اور ورثا کے حقوق کی نگہبانی کرنے والی ہے۔ علاوہ برین تعداد

مہر ایک ایسی چیز ہے جو تقسیم ترکہ پر مقدم ہے اور تعین مہر کا اختیار بیبیون کو اور اُنکے اولیا

کو پہلے سے حاصل ہوتا ہے اِس لحاظ سے مسلمانون کا ایک ثمن انگلستان کے ایک ثلث

سے تمام جوانب پر نظر کرکے کسی طرح کم نہین ہے۔

دیگر مختلف قومین

بعض قومین دنیا مین ایسی ہین کہ انہین مردون کو وراثت پہونچتی ہی نہین۔ اس خیال

سے کہ مرد خود کما سکتے ہین متوفی کا سارا ترکہ عورتون کو دیا جاتا ہے۔ پارسیون مین لڑکیون

کا حق اتنا مضبوط ہے کہ اُنکے مرنے پر اُنکے شوہر قایم مقام ہوتے ہین یعنے داماد اور بیٹے

برابر کے حصہ دار ہوتے ہین۔ ابھی حال مین بمبئی ہائیکورٹ سے ایک مقدمہ کا فیصلہ ہوا ہے

جسمین یہ بحث تھی کہ داماد اگر پہلی بی بی کے غم کو دل سے بھلا کر دوسری شادی کرے

جب بھی وہ پہلی بی بی کے خاندان مین حصہ پا سکتا ہے؟ حکام نے تجویز کیا کہ جب

داماد وارثون کے زمرہ مین داخل ہے تو اُسکا رنڈوا رہنا یا نہ رہنا کوئی فرق نہین ڈالتا

اب اِن قوانین کے مقابلہ مین شرعی قانون کا اعتدال ملاحظہ کے قابل ہے۔ کہین

عورتین کچھ پاتی ہی نہین اور کہین مردون کے برابر پاتی ہین اور بعض جگہ مردون کو محروم

کرکے سب کا سب پاتی ہین۔ مسلمانون کا اعتدال قابل قدر ہے کہ وہ ہر حالت مین

پاتی ہین لیکن مردون سے نصف اور یہ کمی بیشی جن وجوہات پر مبنی ہے اُنکا ذکر اوپر آچکا ہے

اب اس پر بھی بعض مسلمان باوجود دعویٰ مسلمانی کے ہندوؤن کے قانون کی پیروی کرتے ہین - اپنی طمع سے اندھے - گونگے - بہرے ہو رہے ہین تو وہ "ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوہ" کے مصداق نہین ہین تو کیا ہین -

ہند کے مسلمان

ہند کے جاہل مسلمان توریث کے متعلق ہندوؤن کی پیروی کرتے ہین - اور تعجب تو یہ ہے کہ بعض لکھے پڑھے مسلمان بھی اس بارہ مین قرآن کو ناقص تصور کرتے ہین - برٹش گورنمنٹ کی عدالتون کی وجہ سے شرع محمدی کے احکام انہین پر جبر نافذ کیے جاتے ہین ورنہ خود فراموش رعایا کا بس چلتا تو اب تک کبھی یہ معدوم ہو گئے ہوتے جن مسلمان خاندانون مین ہندوؤن کی پیروی اس بارہ مین اچھی سمجھی جاتی ہے اُنکی تمدنی حالت ہندوؤن سے بھی بدتر ہے کیونکہ اشتراک خاندان اور حق نان ونفقہ یہ دو باتین تو مسلمانون مین پیدا ہوتی نہین اور بلا انکے متعلق کیے ہوئے ہندوؤن کا قانون وراثت جب مسلمان گھرون مین نافذ ہو جاتا ہے تو وہ آدھا تیتر آدھا بٹیر بہت ہی بُرا ہوتا ہے - ہندوؤن کے دیگر عادات اور مراسم کے اعتبار سے اُنکے لیے اُنکا قانون زاید تکلیف دہ نہین ہے مگر مسلمانون کے لیے تو وہ بہت ہی مخرب اخلاق ہے - مثلاً ایک ساتھ دو لڑکیاں رام کلی اور زبیدہ (ایک ہندو اور دوسری مسلمان) بیاہی گئین دونون ساتھ بیوہ ہوئین اور بیوہ ہونے کے بعد وہ دونون بارہ برس تک اپنے میکے مین رہ گئین - رام کلی تو ترکہ شوہری نہین پا سکتی تھی - ہان زبیدہ پاتی لیکن ہندوؤن کے میل جول سے متاثر ہوکر سسرال والون نے اُسے ترکہ شوہری مین حصہ دینا پسند نہین کیا - اب بعد بارہ برس کے

دونون کے میکے والے مفلس ہوگئے اور وہ سسرال چلین۔ رام کلی ترکہ نہین پاسکتی تھی لیکن نان ونفقہ پانے کا حق اسکا ایسا زبردست تھا کہ جب تک جیتی رہتی نافذ کراسکتی تھی۔ انگریزی عدالت موجود ہی سسرال والون کی کیا مجال کہ عذر کرتے یہ گئی اور نہایت پیار سے اسکی آؤ بھگت ہوئی۔ زبیدہ جب پہونچی تو سسرال والون نے ڈولی تک اُترنے نہین دی۔ وہ جانتے تھے کہ شوہری ترکہ مین ایک ربع اُس کا تھا جو تمادی ایام کی نذر ہوگیا اب اسے گھر مین ٹھہراکر کون بکھیڑا پیدا کرے۔ کل کو ہمارے قبضہ کی نوعیت پر بحث ہوگی تو اسکا ڈولی سے اُترنا غضب ڈھاوے گا۔ دس گواہ محلہ کے گذر جائینگے کہ برابر آمد ورفت لگی رہتی تھی اور سسرال والون کا قبضہ موافقانہ تھا۔ ہندؤن مین لڑکیان ترکہ نہین پاتین لیکن ترکہ کے عوض مین شادی کے قبل اور شادی کے بعد اُنکو۔ اُنکے شوہرونکو اور اُنکی اولاد کو رسم ورواج کے پیرایہ مین مختلف مواقع پر بہت کچھ ملا کرتا ہے مسلمانون کی لڑکیان ان چیزون سے محروم رہتی ہین اپنے دستور کے مطابق اور پھر آیندہ چلکر ترکہ پدری سے محروم رہتی ہین ہندؤن کے دستور کے مطابق اور اس طرح اپنی ہندو بہنون سے زاید گھاٹے مین رہتی ہین۔ ہندؤن مین عورتون کو ترکہ پدری کا خیال بھی نہین ہوتا اور اسلیے جو کچھ بطور خیرات اور حسنات کے پاتی ہین بے انتہا شکرگزار رہتی ہین اور خوش رہتی ہین اور اسطرح اُنکی تمدنی حالت پر اچھا اثر پڑتا ہے مسلمان لڑکیان احکام شرع کے مطابق امیدوار رہتی ہین اور بھائیون کے ساتھ خود کو برابر کا بٹی دار جانتی ہین۔ اور جب ملنے کے وقت ٹکا سا جواب پاتی ہین تو کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اور لطف صحبت مین فرق پڑتا ہے اور پھر بہت کچھ

بے لطفیون کا سامان پیدا ہوتا ہے۔ اس حالت تذبذب سے تو یہ بہتر ہے
کہ مسلمان ایک دل ہوکر گورنمنٹ سے قانون پاس کرالین کہ شاستر کے مطابق
اُنکے حقوق کا تصفیہ ہوا کرے۔ ذرا ہیٹی ہوگی لیکن ہمیشہ کے لیے خلش تو رفع
ہو جائیگی۔ ایسی ہی اور بہت سی مثالین ہین جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن
مسلمانون کے گھرون مین دیکھا دیکھی دھرم شاستر کے توریثی مسائل جاری ہین
وہ بہت ہی بدقسمت ہین۔

غرضکہ مختلف قوم کے مختلف قوانین ہین۔ ہر ایک بجاے خود اپنے قانون کو
سب سے اچھا سمجھتا ہے۔ مسلمان کہتے ہین کہ شرعی توریث کے قاعدے دُنیا
کے تمام گزشتہ اور موجودہ قوانین سے اچھے ہین۔ ممکن ہے کہ غیر مذہب والے
بھی دلائل اور نتائج پر غور کرکے یہ کہین کہ مسلمانون کا قانون وراثت بیشک افضل
القوانین ہے۔ لیکن مسلمانون کے لیے ایسا عقیدہ رکھنا تو گویا اُنکے دین اور ایمان
کا جزو ہے۔ بہت سے مسلمان ایسے ہین کہ جب خودغرضی متعلق ہوئی اور طمع سے
آنکھون پر اندھیری چھائی تو پھر اُنکے نزدیک اچھے اور بُرے کا فرق نہین رہتا بعین
العجبی ہین اور دل مین سوچتے ہین کہ ہندؤن کے قانون ہمارے قانون سے
کہین اچھے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ اتنا خیال گزرتے ہی اسلام نے خیرباد کہدیا
جب شرعی احکام بُرے ٹھہرے تو اُسکا بنانے والا حکیم مطلق نرہا۔ اب یا اللہ کے
حکیم مطلق ہونے سے انکار کیا جائے یا قرآن کے کلام ربانی ہونے سے
انکار کیا جائے یہی دو صورتین ہین اور دونون صورتون مین دائرہ اسلام سے
آدمی خارج ہوجاتا ہے۔ اس قسم کے وسوسے زیادہ تر اُسوقت پیدا ہوتے ہین

جب فریق مقابل کمزور ہو۔ مثلاً کوئی متمول شخص گیارہ لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت کرے تو لڑکون مین باہم کوئی مناقشہ نہ ہوگا ایک دوسرے سے دبتا رہے گا لیکن وہ بیچاری لڑکی سب کی آنکھون مین کھٹکے گی۔ اگر یہ اپنا حصہ چھوڑ دے تو لڑکون کے حصہ مین کوئی افزونی نہوگی۔ محض جزو قلیل۔ کل ترکہ کا تیئیسوان حصہ اُس بیچاری کو ملنے والا ہے۔ لڑکی ہر کہ بھائیون پر فدا ہورہی ہے۔ جان نثار کیے دیتی ہے۔ اور بھائی ہین کہ اپنے متوفی والدین کو روز صبح اُٹھکر صلواتین سناتے ہین کہ پیدا ہوتے ہی کمبختون نے جو اسکا گلا گھونٹ دیا ہوتا تو آج اس بلا سے ہمکو چھٹکارا ہوتا۔ فریق مقابل کی کمزوری بھی بسا اوقات جرایم کی جرأت کراتی ہے۔ بہنون کا با شرم ہونا پردہ نشین ہونا فطرتاً بالکل اور کمزور ہونا بھائیون کو بے رحم۔ غاصب اور کمینہ خصلت بنادیتا ہے۔ بھائی بھائی کا حق مارنے کی جرأت نہ کرے گا لیکن بہنون کے مقابلہ مین نیک سے نیک بھائی بھی بعض اوقات بڑے سے بڑا دشمن ہو جاتا ہے افسوس یہ ہے کہ زیادہ تر یہ خرابیان اُن خاندانون مین دیکھی جاتی ہین جو شریف کہلاتی ہین اور ریاست اور شرافت قدیم زمانہ سے انکے گھرانے مین چلی آتی ہے بہنون کے حق مین بے رحم زیادہ تر ایسے ہی خاندان مین ملین گے۔ کوئی پندرہ برس کے قریب ہوئے کہ ایک بڑے ذی علم اور اعلیٰ خاندان کے ایک شخص پر بہن نے پدری حق کا دعویٰ رجوع کیا تھا۔ مدعا علیہ نے مدعیہ کے بہن ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ گواہون کی کیا کمی تھی۔ فریقین کی طرف سے گواہ پیش ہوئے۔ مدعیہ اور اُسکے گواہون کا یہ بیان تھا کہ فریقین ایک باپ کی اولاد ہین اور ایک ہی مان کے بطن سے پیدا ہوئے اور ایک ہی مان کی گود مین پلے۔ مدعا علیہ اور اسکے گواہون کا بیان

تھا کہ مدعیہ کی ماں بھیک مانگتی ہوئی مدعی علیہ کے باپ کے گھر آ کر نوکر ہوئی اور اُسوقت یہ لڑکی گود مین تھی۔ اسقدر تعلق بھی مدعا علیہ بیان نہ کرتا۔ لیکن دقت یہ تھی کہ اکثر خطوط مین وہ مدعیہ کو بہن لکھ چکا تھا۔

مدعیہ کے وکیل نے۔ مدعا علیہ کے اظہار کے وقت مدعی علیہ سے پوچھا کہ اگر مدعیہ کا شوہر مدعیہ کو طلاق دیدے تو تم اُس سے عقد کر سکتے ہو؟ یہ سوال پوچھنا تھا کہ مدعا علیہ کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ تمام جسم سے عرق جاری ہو گیا۔ عدالت نے یہ کہکر روک دیا کہ اس آبرو باختہ کی کہانتک بے عزتی کروگے ہم مقدمہ سمجھ چکے ہین غرضکہ مرافعہ اولی سے مدعیہ کا دعویٰ ڈگری ہوا۔ جب تک اپیل سے فیصلہ صادر نہین ہوا۔ مدعا علیہ نے شرم سے اپنی صورت دوستون کو نہین دکھائی۔ عدالت رنگ ہا دارد۔ عدالت اپیل کے حاکم نے دعوی مدعیہ کا ڈسمس کر دیا۔ بظاہر محض اس خیال سے کہ اگر مدعیہ بہن ہوتی تو ہرگز انکار نہ کیا جاتا۔ حاکم عدالت نے شاید اپنی طبیعت پر قیاس کیا۔ زمانہ کے رنگ کا لحاظ نہین کیا۔

ایسی صورتین تو بہت پیدا ہوتی ہین کہ بہن نے دعویٰ کیا اور بھائی نے بہن کے وجود سے انکار کر دیا۔ اب ہم اُن جان خراش صورتون کی طرف ناظرین کو توجہ دلاتے ہین جب یتیم لڑکیان اپنے بھائیون کے قبضہ مین اجاتی ہین بعض کمبخت بھائی ایسے ہین جو جائداد نکل جانے کے خوف سے اُن بیچاری بہنون کا بیاہ نہین کرتے اور کبھی ارادہ بھی کرتے ہین تو اس شرط سے کہ نکاح کے قبل لڑکی کل جائداد کا ہبہ نامہ بھائی کے نام لکھدے۔ لڑکیان پردہ نشین سہی لیکن کہان تک نادان رہین گی۔ آخر یہ بھائیون کی خواہشون سے واقف ہو کر اشارۃً کنایۃً اپنی رضامندی

ظاہر کر ہی دیتی ہین اور دل مین سمجھتی ہین کہ اگر اس پدری دولت کی بدولت تمام عمر کنواری بیٹھا رہنا ہے تو اس تمول سے افلاس اچھا ہے۔ کتنا پُر درد یہ نظارہ ہے کہ ایک کنواری پردہ نشین لڑکی اپنی تمام پدری جائداد سے دست برداری کا وثیقہ لکھ کر اُسکے بدلے مین اپنے نکاح کی نسبت بھائی کی رضامندی مول لیتی ہے بعض بعض صورتین ایسی بھی دیکھنے مین آئی ہین کہ بہنون کی شادی کم حیثیت لوگون سے محض اسلیے کردی گئی کہ بہن کو ناجنس کی صحبت کے غم سے اتنی فرصت نہ ملے کہ وہ اپنے حقوق طلب کرنے کی کوشش مین مصروف ہو۔ یا یہ کہ بہن کے شوہر کو کبھی برابری کا دعوی نہو سکے اور نہ بہن اس شرم سے کبھی سر اُٹھا سکے۔ معاذ اللہ

اے لباس البیس کادم رو بہت

غرضکہ وہ حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے جبکہ بے ماں باپ کی لڑکیاں کبھی کبھی اپنے بیحیا اور طماع بھائیون کی ولایت مین آجاتی ہین۔

ایک صورت بھائیون کے اختیار مین یہ بھی ہے کہ والدین سے جیتے جی کوئی ایسی تحریر کرالین جس سے آیندہ زمانہ مین بہنون کو نقصان پہونچے۔ مگر اس صورت مین اکثر ناکامی ہوتی ہے۔ ایک تو شرعاً والدین کو یہ اختیار نہین دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ترکہ کی نسبت کوئی انتظام قرآن کے خلاف کرین اور دوسرے یہ کہ والدین سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ اپنے بچون مین امتیاز کرین۔ اُنکے نزدیک دونون آنکھین برابر ہونی چاہئین لیکن زمانہ انحطاط سے جو کچھ ہو جائے تعجب نہین ہے۔ بعض ایسے بودے دل کے بھی ہوتے ہین جنکو اولاد ذکور کی گفتگو مسمریزم کا اثر لیتی ہے یا خود اُنکی تنگ خیالی رہبر بن جاتی ہے اور وہ بے تکلف اپنی اولاد اناث کی حق تلفی کر سکے

لیے آمادہ ہوجاتے ہین۔ لیکن ایسے لوگ دنیا مین بہت کم ہین اور رہین بھی تو اُس قبیل سے ہین جو ایام جاہلیت مین لڑکیون کو قتل کرڈالتے تھے یا تنگی کی حالت مین لڑکیون کو بیچ ڈالتے تھے۔ ان لوگون سے سوسائٹی کو احتراز لازم ہے۔ اگر انکا بس چلتا اور انگریزی گورمنٹ کا خوف نہ ہوتا تو یہ بھی اپنی لڑکی کا گلا پیدا ہوتے ہی گھونٹ دیتے۔ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دینے اور اپنے ترکہ سے آیندہ کے لیے محروم کرنے مین اخلاقاً کوئی بہت بڑا فرق نہین ہے۔ صرف اتنا ہے کہ پہلی صورت مین یہین سزا ملجائیگی۔ اور دوسری صورت مین خدا کے یہان بازپرس ہوگی۔ زاید توضیح کے لیے "ہبہ" کی فصل ۳۶۔ دیکھیے۔

بھائیو! اگر تم اپنے اور بھائیون کا حق مارو تو تم صرف غاصب اور گنہگار ٹھہروگے دائرہ اسلام سے خارج نہوگے لیکن جب تم بہنون کے حق مارنے کی فکر کرتے ہو تو اللہ تمھارے قلب کو دیکھتا ہے کہ تمھین قرآن کے احکام سے نفرت ہے اسوقت تمھارے دل کی نوعیت ہی دوسری ہے۔ جس قرآن کو تم چومتے ہو جاٹتے ہو۔ طوطے کی طرح روز پڑھتے ہو طاق پر اُسے سب کے اوپر رکھتے ہو اور اُدھر پشت تک نہین کرتے اُسی قرآن کو تم اس بارہ مین بدترین کتاب سمجھتے ہو اور اُسی کی بدولت تم خدا کو دل مین بُرا کہتے ہو۔ اب تمھین بتلاؤ تمھارے اسلام کی نوعیت کیا ہے۔

فصل سی و چہارم

وصیت

ایک مسلمان کے مرنے پر اُسکی جایداد کس کے قبضہ مین جائے گی؟۔ ہر وقت اسکا جواب معلوم ہوسکتا ہے۔ نہ خاندان کی تقسیم کچھ فرق ڈالتی اور نہ وارثون کا دور۔

یا نزدیک رہنا کچھہ فرق ڈالتا ہے - قرآن مین ہر ایک کے حصہ صاف طور پر معین ہین -

بعض صورتین ایسی بھی ہوتی ہین کہ اپنی خدمت اطاعت اور احسانات سے اغیار اعزہ سے بڑہ کر ہوجاتے ہین - اسلیے شرع نے یہ اجازت دی ہے اور یہ اجازت نہایت عدل اور انصاف پر مبنی ہے کہ مورث اپنی ایک ثلث جائداد کو اغیار کے حق مین وصیت کر سکتا ہے - لیکن بقیہ دو ثلث جائداد کی نسبت اسکو کوئی کسی قسم کا حق نہین دیا گیا ہے - نہ وہ کسی وارث کو محروم کر سکتا ہے اور نہ وارثون کے حق مین خلاف شرع تقسیم کی ہدایت کر سکتا ہے - وہ مجاز نہین ہے کہ ورثا کے حق مین کوئی وصیت کرے - جس خدا نے مرنے والون کو متمول بنا رکھا تھا اُسی خدا نے یہ بھی ٹھہرا رکھا ہے کہ مرنے کے بعد دولت کس کی طرف منتقل ہوگی -

سب سے عمدہ وصیت نامہ قرآن ہے اور سب سے عمدہ تحریر قرآن کی آیتین ہین - جو کوئی مسلمان ہوکر قرآن سے عمدہ وثیقہ اپنی اولاد کے حق مین لکھا جاتا ہے وہ گمراہ ہے - دنیا مین رسوائی اور خدا کے یہان ذلت اور پھر یہ بھی نہین کہ تمام دقتون کے بعد کسی طرح کامیابی بھی حاصل ہو - عدالتون مین کسی طرح توریث اور وصیت کے متعلق کوئی امر خلاف شرع جائز نہین رکھا جا سکتا ہے جو شخص اپنے ترکہ کی نسبت یہ چاہے کہ قرآن کے خلاف اُسکی تقسیم ہو اُسکے لیے صرف دو ہی صورتین ممکن ہین یا تو وہ اپنا مذہب بدل ڈالے یا جائداد کو ایسی جگہ چھپا کر رکھدے کہ بجز معدودے چند اشخاص کے دوسرے پتہ نہ پا سکین - جو لوگ دوسرون کے حق تلف کرنے کے لیے حیا بجا ایمن یوجہتے ہین اور قرآن اور حدیث کے

صریح احکام کے ہوتے ہوئے تاویلیں ڈھونڈھتے ہیں اور دوسرون کے حق مارنے کی تدبیرین سوچتے ہین وہ گمراہ ہیں۔

ہدایہ کی عبارت ذیل مین نقل کیجاتی ہے جس سے حدیث نبوی اور مسئلہ فقہ دونون معلوم ہوجائیں گے۔

"ولا تجوز لوارثہ لقولہ علیہ السلام ان اللہ تعالی اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ للوارث - ولانہ یتاذی البعض بایثار البعض ففی تجویزہ قطیعۃ الرحم ولانہ حیف بالحدیث الذی رویناہ" ترجمہ اگر کوئی شخص وارثون کے حق مین وصیت کرے تو جائز نہین نہین ہے کیونکہ پیغمبر خدا کا صریح قول ہے کہ خدا نے تمام وارثون کے حصے معین کردیے ہین معلوم رہے کہ وارثون کے حق مین وصیت درست نہین ہے ایک کو ترجیح دی جائے گی تو دوسرے کو خواہ مخواہ اذیت پہونچے گی۔ اور ایسا کرنے سے قطع رحم لازم آتا ہے۔ اور علاوہ برین حدیث متذکرہ بالا کے رو سے ایسا کرنا ظلم ہے"۔

عام طور پر جہلا مین یہ مشہور ہے کہ مرنے والے کو وصیت کرکے مرنا چاہیے اپنے بعد جھگڑا لگا رکھنا نہ چاہیے یہ خیال جہان تک ورثا کے حق مین وصیت کرنے کی بابت ہے اور زیادہ تر ایسا ہی ہوتا ہے بالکل غلط اور سراسر گمراہی ہے جب توریث کی آیتین اتر چکین تو اب مسلمانون کے لیے انسے اچھی وصیتون کا خیال کرنا ضلالت ہے۔ ہان دوسرون کا قرض باقی ہو تو اسکے ادا کی بابت ضرور وصیت کردینا چاہیے یا اگر غیرون کا بار احسان ہو یا دوسرون سے کچھ وعدہ کیا ہو یا دوستون کے حقوق خدمت ہون تو احسان کا بدلہ احسان ہے مرنے کے قبل انکے لیے

وصیت کرنا مناسب ہے۔ لیکن وصیت ایک ثلث سے زیادہ کی بابت نہو
اگر زیادہ کی بابت ہوگی تو احکام شرع اُسے باطل کردین گے۔ قرآن مین سورہ
بقر کے بائیسوین رکوع مین وصیت کا تذکرہ ہے۔ لیکن تمام مفسرین اس آیت
کی نسبت متفق البیان ہین کہ یہ آیت آیات توریث کے قبل اُتری تھی اور جب
آیات توریث مین تمام ورثا کے حصہ بیان کردیے ہین جیسا کہ کتاب ہذا کی فصل ۳۳
توریث مین مذکور ہے تو پھر اس آیت کے مطابق وصیت کرنے کی ضرورت نہی
وصیت کیے بغیر بھی وہ بات حاصل ہوجائے گی جسکی بابت وصیت کرنے کا حکم
کیا گیا تھا۔ عربون کی حالت یہ تھی کہ مثل ہندوؤن کے اولاد ذکور تمام ترکہ پر قابض
ہوجاتی تھی۔ متوفی کے والدین کو کچھ نہین دیتے تھے اور نہ دیگر رشتہ داران قریبی
کو کچھ دیتے تھے اُسوقت یہ حکم ہوا۔

"مسلمانو! اتمکو حکم دیا جاتا ہے کہ تم مین سے کسی کے سامنے موت آموجود ہو اور
وہ کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو ماں باپ اور دوسرے رشتہ دارون کے حق مین وزجی
طور پر وصیت کرے۔ خدا سے ڈرنے والون پر اُنکے رشتہ دارون کا بھی حق ہے
پھر جو کوئی وصیت سنکر اُسے بدل دے گا تو اُسکا گناہ اُنھین بدلنے والون پر ہوگا
بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔ سورۂ بقر رکوع ۲۲ [1]۔

اسکے بعد جب ماں باپ اور دیگر رشتہ دارون کے حصے بھی معین کردیے گئے
تو اس آیت کے مطابق عملی طور پر وصیت کرنے کی ضرورت نہی بلکہ محض اصول

---

[1] کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم۔

سمجھانے کے لیے یہ آیت قایم رہ گئی وہ یہ کہ علاوہ اولاد ذکور کے ماں باپ اور دیگر رشتہ داران کے حقوق کی حفاظت کی طرف شرع محمدی مین بہت کچھ خیال کیا گیا ہے۔

فصل سی و پنجم ۳۵

بیع

ایک چیز کا دوسری کے بدلہ مین دینا بیع کہلاتا ہے اور اگر کوئی بدلہ دوسری کی جانب سے نہو تو اُسکو ہبہ کہتے ہین۔ بیع کے مسائل شرع محمدی مین بہت طوالت سے بیان کیے گئے ہین۔ بہت سی صورتین ایسی ہین کہ فریقین جائز کر بیع عمل مین آئے لیکن شرع بیع کے جواز کو روکتی ہے۔ شرع مین یہ حکم ہے کہ گھر کے فروخت کرنے سے کیا کیا چیزین فروخت ہو جاتی ہین۔ جا کر بیچنا کہان تک جائز ہے۔ بے دیکھے ہوئے چیزون کی خرید و فروخت کن شرائط سے روا ہے۔ مبیع مین عیب ظاہر ہونے کی صورت مین کیا کرنا چاہیے۔ بیع ناجائز کے متعلق واپسی زر ثمن کے احکام۔ اقالہ بیع یعنے بیع کے واپس کرنے کا بیان تولیہ کا بیان یعنے خریدنے کے ساتھ ہی دام کے دام پر بیچ ڈالنا یا نفع پر بیچنا جسکو مرابحت کہتے ہین۔ مال منقول و غیر منقول کی تفصیل۔ ربوا یعنے سود خواری کی ممانعت۔ اُن حقوق کا بیان جو داخل مبیع ہوتے ہین۔ مبیع اگر کسی غیر کی ظاہر ہو تو کیا ہو۔ سلم کا بیان یعنے پہلے قیمت کا دیدینا۔ اور کچھ دنون کے بعد مال کا لینا وغیرہ وغیرہ بہت سی باتین شرع محمدی مین بیع کے متعلق بیان کی گئی ہین جنکے بالتفصیل بیان کرنے مین چندان دلچسپی نہین ہے۔ اتنا جاننا کافی ہے کہ فقہی

مزدورتون سے احکام بیع بہت طوالت سے بیان کیے گئے ہین اور مسلمان فقیہون کی نہایت نکتہ چینی اور انصاف لپندی مسایل بیع پڑھنے سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کی عالمگیر حکومت کے زمانہ مین حقوق طے کرتے وقت کیسی باریک نظر سے معاملات دیکھے جاتے تھے - اِن تمام مسایل پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفصلۂ ذیل امور پر لحاظ رکھا جاتا تھا-

(۱) ایک انسان دوسرے انسان سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھائے -

(۲) کوئی معاملہ قمار بازی کے طور پر نہ کیا جائے -

(۳) مال عرب بیش عرب رہے -

(۴) جہان تک ممکن ہو معاملہ صاف رہے اور سادہ رہے - آیندہ کے لیے نزاعون اور جھگڑون کے دروازے نہ کھلیں اور پیچیدہ معاملات کی بنیادین پڑین

آیات قرآنی

"مسلمانو! جب تم ایک میعاد مقرر تک اُدھار کا لین دین کرو تو اُسکو لکھ لیا کرو یا تمھارے درمیان مین کوئی دوسرا لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھدیا کرے - لکھنے والے کو انکار نہ کرنا چاہیے جیسا اللہ نے سکھایا ہے لکھدیا کرے - اور مقروض کو چاہیے کہ لکھاتا جائے اور اللہ سے کہ وہی اُسکا کارساز ہے ڈرتا رہے - اور کچھ کمی بیشی نہ کرے - اگر مقروض کم عقل ہو - معذور ہو یا خود نہ لکھا سکتا ہو تو اُسکا ولی انصاف سے لکھادے - اپنے لوگون مین سے اطمینان کے دو مرد گواہ کرلو اگر دو مرد نہ ہون تو ایک مرد اور دو عورتین کیونکہ ایک بھول جائے گی تو دوسری یاد دلادے گی - گواہ جب بلائے جائین تو وہ انکار نہ کرین - میعادی معاملہ چھوٹا ہو

بڑا اُسکے لکھ لینے مین کاہلی نہ کرو - خدا کے نزدیک یہ بہت ہی منصفانہ کارروائی ہے اور گواہی کے لیے بھی یہی طریقہ بہت ٹھیک ہے اور زیادہ تر قرین قیاس ہے کہ تم اس طرح آیندہ شک و شبہ نہ کروگے - ہان سودا دم نقد ہو جسکو تم لیتے دیتے ہو تو اُسکے نہ لکھنے مین کچھ گناہ نہین - خرید و فروخت کرو جب بھی گواہ کرلیا کرو - کاتب کو اور گواہ کو کوئی نقصان نہ پہونچے اگر ایسا ہوگا تو یہ تمھاری شرارت ہے اللہ سے ڈرو - اللہ تمکو معاملہ کی صفائی سکھاتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اگر تم سفر مین ہو اور تمکو کوئی لکھنے والا نہ ملے تو رہن بالقبض کرلو - جب تم سے ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہے تو جسکا اعتبار کیا گیا ہے اُسے چاہیے کہ قرض دینے والے کی امانت ادا کرے اور خدا سے جو اُسکا کارساز ہے ڈرے - شہادت کو نہ چھپاؤ جو چھپاتا ہے وہ دل کا کھوٹا ہے - جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے[۵] سورۂ بقر رکوع ۳۹ -

لین دین خرید و فروخت تمام معاملات کی نسبت کتنا مختصر طور پر سب باتین اصول کے طور پر بیان کردی گئی ہین یعنے جب ایک دوسرے سے لین دین کرے تو خود

---

[۵] یاایہا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ولا یبخس منہ شیئاً فان کان الذی علیہ الحق سفیہاً او ضعیفاً او لا یستطیع ان یمل ہو فلیملل ولیہ بالعدل واستشہدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتن ممن ترضون من الشہداء ان تضل احدہما فتذکر احدہما الاخری ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیراً او کبیراً الی اجلہ ذالکم اقسط عند اللہ واقوم للشہادۃ وادنی الا ترتابوا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونہا بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوہا واشہدوا اذا تبایعتم ولا یضار کاتب ولا شہید وان تفعلوا فانہ فسوق بکم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ واللہ بکل شیء علیم وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتباً فرہان مقبوضۃ فان امن بعضکم بعضاً فلیود الذی اؤتمن امانتہ ولیتق اللہ ربہ ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ اثم قلبہ واللہ بما تعملون علیم -

لکھدے یا دوسرے سے ٹھیک ٹھیک لکھوا لے۔ لکھنے والے کو چاہیے کہ جیسا اُسے لکھنا آتا ہے حتی الوسع ٹھیک ٹھیک لکھ دے۔ اور دوسرے سے لکھوانے کی حالت مین مقروض کو چاہیے کہ وہ لکھوائے اور ٹھیک ٹھیک لکھوائے۔ مقروض غیر مکلّف ہو تو اُسکے اولیا یہی کام کرین معاملات کے وقت دو گواہ ٹھہرالینا بھی محکوم ہے۔ عورتون کا حافظہ کمزور ہے اسلیے اسباب مین وہ دو ایک مرد کے برابر ہین۔ میعادی معاملات جتنے ہون اور اسلیے آیندہ انکی بحث پیدا ہونے والی ہو وہ چھوٹی ہو یا بڑی لکھنا ضرور ہے خدا کے نزدیک یہی طریقہ یادداشت کا ٹھیک ہے اور گواہ مقرر کرنا بھی بہت مناسب ہے اور اس طرح امید ہے کہ آیندہ شک وشبہ پیدا نہ ہوگا۔ ہان دم نقد سودا ہو ایک ہاتھ سے دینا اور دوسرے ہاتھ سے لینا ہو تو تحریر کی ضرورت نہین ہے۔ خرید و فروخت کرتے وقت بھی گواہ کرلو۔ گواہ کو یا کاتب کو حیران نہ کرنا چاہیے کیونکہ انکے ذریعہ سے مدد ملتی ہے۔ یہ سب طریقے جو بتائے گئے اسمین معاملہ مین صفائی پیدا ہوتی ہے سفر مین اگر لکھنے والا نہ ملے تو جلدی مین قرض دینے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جسکو نقد دیا اُسکی چیز رہن رکھ لی۔ لیکن رہن سے رہن سودی مراد نہین ہے۔ جب اس طرح ایک دوسرے پر اعتبار کرکے قرض دیتا ہے تو چاہیے کہ بدمعاملگی سے اُس لطف مین فرق نہ ڈالا جائے۔ خدا سے ڈرنا چاہیے وہ کارساز ہے۔ نیت درست ہوگی تو وہ ادائے قرض کی صورت بھی نکال دے گا۔ تمام معاملات مین شہادت کی تاکید ہے تو شاہدون کو بھی چاہیے کہ وہ شہادت نہ چھپائین۔ دل کے کھوٹے شہادت چھپاتے ہین۔ اللہ سب کے دل سے آگاہ ہے۔ فقہا نے ان آیات سے بہت سے مسائل نکالے ہین۔ جہان جہان شاہدون کی تعداد قرآن مین مذکور نہین ہے

غیر ممکن ا

وہاں کم سے کم دو شاہد شرعاً ضرور ہوتے ہیں۔ اب بھی انگریزی عدالتوں میں بہت سی دستاویزیں ہیں جو بغیر دو گواہوں کی شہادت کے کالعدم سمجھی جاتی ہیں۔ بہت سے معاملات ایسے ہیں کہ وہ اگر تحریر نہ کیے جائیں اور گواہوں کی گواہی نہ ہو تو آج کل کی انگریزی عدالتیں انھیں کالعدم سمجھتی ہیں۔ قرآن میں گواہ کرلینا اور لکھ لینا نہایت افضل سمجھا گیا ہے اور قرآن میں اسکی بابت سخت تاکید ہے جیسا کہ مفصلہ بالا آیتوں سے ثابت ہے۔ لیکن فقہائے ان آیات کو اس بارہ میں محض ترغیب دلانے والی سمجھا ہے انکے نزدیک اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر قاضی کے سامنے معاہدہ کرنے والا یہ بیان کرے کہ میں نے معاہدہ کیا اور معاہدہ سے فائدہ بھی اٹھایا لیکن معاہدہ تحریری نہیں ہوا اور دو گواہوں کی گواہیاں نہیں ہوئیں اسلیے وہ مجھ پر واجب التعمیل نہیں ہے تو اُسپر سے معاہدہ کی پابندی اُٹھادی جائے۔

خرید و فروخت میں عربوں کی تہذیب

اگر قومی تمدن کسی مضبوط اور پکے اصول پر مبنی نہیں ہے تو دولت کے ساتھ اسراف لازم ہے۔ جب دولت بڑھتی ہے تو ساتھ ہی اسراف بھی بڑھتا ہے۔ معلمان اخلاق نے اسراف سے بہت کچھ ڈرایا ہے۔ لوگ دھیان نہیں کرتے اور نہ یہ سمجھتے کہ اسراف دولت کی بنیاد کا گرانے والا ہے۔ جس طرح دولت حاصل ہونے کے بعد دولت کی حرارت یعنے نخوت کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ ویسے ہی یہ بھی لازمی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد دولت کی قدر دلوں سے جاتی رہتی ہے اور اسی کا دوسرا نام اسراف ہے۔ دولت کی قدر نہ کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نخوت پیدا نہ ہو لیکن اس طرح کی ناقدری اشیاء کالعدم کے حکم میں ہے

آج کل انگلستان مین دولت کی کثرت ہے اور اسلیے وہان کے باشندے اسراف کی بلا مین گرفتار رہین - وہان اسراف کی صورتین مختلف ہین - ہم صرف اُس صورت سے بحث کرنا چاہتے ہین جو خرید و فروخت سے متعلق ہے وہان کے اہل دول جب کسی دکان مین چیزین خریدنے جاتے ہین تو نقد قیمت ادا کرنا شان کے خلاف جانتے ہین اور لیڈیان تو قیمت بھی نہین دریافت کرتین کہین اور پسند کی چیزین اٹھا لائین - دکاندار نے جو چاہی قیمت لکھ لی - بے ایمان تاجرون کا تو ذکر نہین - دیانت دار تاجر بھی ایسے سودے مین سود - سر بہ - حیرانی اور محنت بھی کچھ دل مین جوڑ کر ڈیوڑھا دونا دام رکھ لیتے ہین - امرا کی دیکھا دیکھی غربا بھی وہی چال چلے - نقد قیمت دیگر سود الینا گویا اسراف یا مجہول الاسم ہونے کی دلیل ہے - یہی طریقہ ہندوستان مین بھی جاری ہوا ہے - جو ہندوستانی دکانین انگریزی دکانون کے طور پر یہان کھلی ہین اُنہین بھی یہی راستہ اختیار کیا گیا ہے - چھوٹی چھوٹی دکانین جنہین بمشکل دس بیس روپیہ کھاپی کر بچتا ہے انہین بھی ضرور ہے کہ دس پندرہ روپیہ ماہوار کا محرر بل بنانے کے لیے مقرر ہے پانچ پانچ روپیہ کے دو زاید پیادے تقاضے کے لیے معمور رہین - ہمارے نزدیک یہ طریقہ نہایت ہی ناپسندیدہ ہے - روپیہ کا مال خواہ مخواہ ڈیڑھ دو روپیہ کو اس طرح لینا پڑتا ہے - علاوہ گرانی کے خریدار کے لیے ایک یہ دقت ہے کہ اکٹھا دینا اوسکو اکھرتا ہے اور لبا اوقات وہ بآسانی نہین دے سکتا - در آسانئ وصول ہونے کی دقتین وہ خوب سمجھ سکتے ہین جو صاحبون کی بٹی لیمپ - نب - ٹبن - برش وغیرہ چھوٹی چھوٹی چیزون کی بہ ذات نوکری پیشہ انگریزون کا تماشہ روز کچہریون مین نیلام ہوتے دیکھتے ہین اس طور سے صرف خریدارون ہی کا نقصان نہین ہوتا بلکہ دکانداروں کو بھی ہوتا ہے گو وہ

غیر ممکن الوصول رقمون کا پرتہ دوسرے خریدارون پر پھیلا دیتے ہونگے۔ لیکن جب
شروع سے نادہندی نادہندہ ہین تو ان بیچارون کا بھی دم ناک مین ہو جاتا ہے۔
یون ظاہری ہجڑک دیکھ لیجیے لیکن حساب دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ درخت کا اندرونی
حصہ بالکل سڑ کر کھوکھل ہو گیا ہے۔ ذرا تیز ہوا چلی اور گرا۔ بڑے بڑے شہرون مین
انسالونسی کورٹ مین جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دکاندارون پر کیا گزرتی ہے۔
زمانہ کے دستور نے ہند کی تجارت کا لطف کم کر دیا ہے۔ اور یہ ناپسندیدہ طریقہ جانبین
کے لیے مضر ہے۔ اگر نقد قیمت دیکر خریداری کی جائے تو مال سستا ملے اور آیندہ
دقتین نہ ہون۔ دکاندار خریدارون کو دعائین دین اور خریدارون کو کبھی دقت کا
سامنا نہ ہو۔ عرب اپنے زمانہ عروج مین ملک التجار تھے نہ قرض لیتے تھے اور نہ قرض
پر معاملہ کرتے تھے "مال عرب پیش عرب" مثل مشہور ہے۔ اب بھی بعض بلاد اسلام
مین پرانے طریقے پر مسلمان تجارت کرتے ہین اور نہایت آزادی اور بےفکری سے
مال بیچتے ہین۔ خود بھی خوش رہتے ہین اور خریدارون کو بھی خوش رکھتے ہین۔

فصل سی و ششم

ہبہ

صدقہ اور ہدیہ کا بیان اور ان دونون کا فرق فصل ہفتم کتاب ہذا مین مفصل
مذکور ہوا ہے۔ یہان ان دونون کے متعلق احکام فقہ بیان کیے جاتے ہین۔
صدقہ اور ہدیہ کے لیے فقہ مین ایک ہی لفظ "ہبہ" کا مستعمل کیا جاتا ہے۔
ہبہ ہمیشہ بغیر عوض کے ہوتا ہے اور جو بعوض ہوتا ہے وہ بیع کے حکم مین ہے
ہبہ نہین ہے۔ ہبہ مثل اور معاملات کے کبھی دھوکے سے بھی ہو جاتا ہے فیصلا کر

دباؤ ڈال کر بیجا خوشامد کرکے اور کبھی فریب دیکر لوگ اپنا کام نکال لیتے ہین - اگر ان صورتون مین ہبہ کرنے والے کو ہبہ کے واپس لینے کا اختیار نہ دیا جائے تو نہایت بے انصافی ہوگی - ہر ملک کے قوانین مین یہ امر مذکور ہے کہ فریب - دغا - غلط بیانی - دباؤ - داب ناجائز سے یا بدحواسی کی حالت مین کوئی معاملہ کیا جائے تو کالعدم ہے اور اسلیے ہبہ بھی ان صورتون مین خواہ مخواہ کالعدم ہوجاتا ہے - شرع محمدی نے اور معاملات کے ساتھ ہبہ کے احکام اسبارہ مین شامل نہین کیے ہین بلکہ اسکے لیے جدا احکام ہی مبنی بر عدل و انصاف بنا دیے ہین یعنے یہ محکوم کردیا ہے کہ ہبہ مکمل نہین ہوتا جب تک واہب اپنا قبضہ اٹھا نہ لے - اور موہوب لہ ہبہ کو قبول کرکے شی موہوبہ پر اپنا قبضہ نہ کرلے - اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے تو صرف وہ صورت جبکہ زوجہ یا اولاد نابالغ کے حق مین ہبہ کیا جائے - ہبہ کے قابل شرع محمدی مین وہی چیز سمجھی گئی ہے جسپر قبضہ ہوسکتا ہو اور واہب اسپر وقت ہبہ کے قابض ہو - واہب کے حق مین اسقدر پہلوتین اور رعایتین محکوم ہوئین پھر بھی حنفیون نے (جنکا قانون اکثر بلاد اسلام مین نافذ ہے) خیال کیا کہ ممکن ہے کہ واہبون کے حق مین اس طرح پورا انصاف نہ ہوا اور اسلیے حکم صریح نافذ کیا کہ ہبہ کے پورے طور پر نافذ ہوجانے کے بعد واہب کو اختیار ہے کہ شئے موہوبہ واپس کرے

(۱) بشرطیکہ شئے موہوبہ ضایع نہ ہوئی ہو (۲) موہوب لہ کی ملکیت سے خارج نہ ہوئی ہو -

(۳) واہب مر نہ گیا ہو -

(۴) شئے موہوبہ مین ترقی نہ ہوئی (۵) شئے موہوبہ مین تبدیلی واقع نہوئی ہو ہو -

(۶) واہب اور موہوب لہ مین رشتہ زناشوئی نہو

(۷) واہب اور موہوب لہٗ میں رشتہ داری بدرجہ محرمات نہو- (۸) ہبہ کے عوض میں کچھ لیا نہ گیا ہو-

غرضکہ جب ایک شی مفت میں دیجاتی ہے تو لینے والے پر فرض ہے کہ دہ دینے والے کا ہمیشہ شکرگزار رہے اور اُسکی نیت بدلنے نہ دے اور خوب سمجھ بوجھ کر اطمینان کی حالت میں لے تاکہ معاملہ کی صفائی میں ذرا بھی شبہ نہ رہے۔ شرع محمدی کا یہ مسئلہ بھی قابل قدر ہے کہ مرض الموت میں اگر کوئی شے ہبہ کی جائے تو صرف ایک تہائی اُسکی موہوب لہ کو بعوض ملتی ہے ایسا ہبہ وصیت ہوجاتا ہے-

اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ورثا کے حق میں ہبہ درست ہے یا نہیں - اگر ہبہ سے اولاد کے سوا دوسرے ورثا کو محروم کرنا ہے تو ہبہ کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے- لیکن اگر ہبہ سے مقصود ہو ایک اولاد کو دینا یا زیادہ دینا اور دوسری اولاد کو کم دینا یا نہ دینا تو ایسی ہبہ کے جواز میں اختلاف ہے فقہا جواز کا فتوی دیتے ہیں لیکن اخلاقاً بہت بُرا بتاتے ہیں اور بعض محدثین ایسی ہبہ کو شرع سے کالعدم قرار دیتے ہیں-

اس اختلاف کی وجہ قول رسولؐ کے معنی سمجھنے پر مبنی ہی جسکا تصریح بیان کرنا ہم مسلمانون کی ہدایت کے لیے مناسب سمجھتے ہین-

نعمان اجلہ انصار رسول اللہ سے تھے انکے باپ بشیر نے انکو ایک غلام دیا تھا- چونکہ پیغمبر خدا نے اصول اسلام اپنی صحبت سے سب کے دلون میں جما دیا تھا- اسلیے اس ہبہ کے جواز میں اُن سب کو شبہ ہوا اور اُنھون نے چاہا کہ پیغمبر کے پاس چلکر اُنکو گواہ کریں اور اس طرح دریافت کرلین کہ اس ہبہ میں کوئی نقصان تو نہین ہے- پیغمبر نے سنکر ہبہ کو ناجائز بتایا اور نعمان کو جو غلام بشیر سے ملا تھا وہ

پھر بشیر کے پاس واپس آگیا۔

"نعمان کے باپ نے رسول اللہ صلعم کے پاس آکر کہا کہ مین نے اپنا ایک غلام نعمان کو دیا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے کہا کیا اپنے تمام لڑکون کو تم نے ایسا ہی غلام دیا ہے۔ نعمان کے باپ نے جواب دیا کہ نہین۔ پیغمبر خدا نے کہا کہ واپس لے لو اور ایک روایۃ مین کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد مین عدل کرو (صحیح البخاری المجلد الثالث کتاب الھبہ)[1]۔

حدیثین بالفاظ اور بمعنی دونون طرح منقول ہوئی ہین۔ راویون کا حافظہ اکثر لفظون کو بھول کر معنی کا خیال رکھتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اصل راوی نے کبھی بالفاظ روایت کی اور کبھی بمعنی۔ مختلف وقتون مین مختلف سننے والون کے ذریعے سے اختلاف شروع ہوا۔ جب حدیثون کی تدوین کا وقت آیا تو جمیع اقوال نظر باحتیاط قلمبند کر لیے گئے۔ غرضکہ پیغمبر خدا کے منہ سے جو الفاظ نکلے انکو مختلف کتب احادیث مین یون لکھا ہے۔

"رسول اللہ نے فرمایا "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد مین عدل کرو"[2]
(تمام کتب احادیث مین)

"رسول اللہ صلعم نے کہا "ہبہ واپس لے لو"[3]۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

"رسول اللہ صلعم نے کہا "مجھے گواہ نہ کرو کہ مین جور و ستم کا گواہ نہ ہونگا"[4] (مسلم)

---

[1] ان اباہ اتی بہ الی رسول اللہ صلعم فقال انی نحلت ابنی ہذا غلاما کان لی فقال لہ رسول اللہ اکل ولدک نحلتہ مثل ہذا فقال لا قال فارجعہ وفی روایۃ قال رسول اللہ صلعم اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم۔

[2] فقال رسول اللہ صلعم اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم۔

[3] فاردده یا فارجعہ۔

[4] فلا تشہدنی فانی لا اشہد علی جور۔

"اس امر میں میرے سوا کسی دوسرے کو گواہ کرو۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ میں حق ہی پہ گواہ ہو سکتا ہوں" (جامع[5] صحیح مسلم و سنن نسائی)۔

"ہبہ میں تم اپنی اولاد کو برابر سمجھو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ وہ سب تمہاری اطاعت برابر کریں" (صحیح مسلم[6])۔

"تمہاری اولاد کا یہ حق ہے کہ تم اُنکے ساتھ عدل کرو۔ مجکو تم ظلم پہ گواہ نہ کرو۔ تم چاہتے ہو کہ وہ تمہاری اطاعت برابر کریں؟ بشیر نے کہا ہاں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تو تم عدل نہ کروگے تو وہ اطاعت نہ کریں گے۔ (احمد[7])۔

"میرے سوا کسی اور کو گواہ کرو" (سنن[8] نسائی)۔

"اپنا گواہ ہونا آنحضرتؐ مکروہ سمجھے" (سنن[9] نسائی)۔

"کیا اپنی اولاد میں تم نے برابری کا خیال نہیں رکھا" (سنن نسائی[10])۔

"اولاد میں مساوات کا خیال رکھو" (ابن حبان[11])

"واپس لے لے" (موطا امام مالک[12])

"میں گواہی نہیں دیتا لیکن حق پر" (عبدالرزاق[13])

"لڑکوں کا یہ حق ہے کہ تم اُنکے ساتھ عدل کرو جیسا کہ تمکو یہ حق ہے کہ وہ

---

۵ فاشهد على هذا غيري۔ ليس يصلح هذا فاني لا اشهد الا على حق۔
۶ اعدلوا بين اولادكم في النحل كما تحبون ان يعدلوا بينكم في البر۔
۷ ان لبنيك عليك من الحق ان تعدل بينهم فلا تشهدني على جور اتحب ان يكونوا اليك في البر سواء قال بلى قال فلا اذ
۸ فاشهد على هذا غيري۔
۹ فكره ان يشهد۔
۱۰ الا سويت بينهم۔
۱۱ سووا بينهم۔
۱۲ فارتجعه۔
۱۳ لا اشهد الا على حق۔

تمھاری اطاعت کریں"۔ (سنن ابی داؤد[۱۴])

ان تمام اقوال مختلفہ پر لحاظ کر کے جو نتیجہ علماء متقدمین نے نکالا ہے وہ یہ ہے۔

"سب کا ایک ہی مفہوم ہے یعنے مساوات کا حکم اور اُسکے خلاف کرنے کی ممانعت اور تصریح اس امر کی کہ ہبہ میں مساوات نہ ہو تو وہ جائز نہیں ہے اور ظلم ہے اور اُسکے بطلان کا حکم فحوائے عبارت سے عیاں ہے"۔ (حافظ ابن حجر[۱۵])۔

"اگر ان دلیلوں سے منع نہیں سمجھا گیا تو پھر معلوم نہیں کونسی دلیل سے منع سمجھا جائیگا"۔ (شوکانی رحمۃ[۱۶])۔

"اس سے مساوات اور عدل کا وجوب نکلتا ہے کیونکہ یہ امر کی جگہ پر آیا ہے اور امر مقتضی ہے وجوب کا"۔ (امیر حسین در شفاء الاوام[۱۷])۔

"ان سب سے یہی نکلتا ہے کہ اولاد میں سوائے تسویۃ کے یعنے انکے حقوق مساوی رکھنے کے سوا اور کچھ جائز نہیں ہے"۔ (امام احمد[۱۸] بن سلیمان در اصول الاحکام)

امام احمد بن سلیمان نے ایک قول ابن عباس کا نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "دینے میں اپنی اولاد کے ساتھ مساوات کا خیال رکھو۔ اگر ایک کو ترجیح دینے کا اختیار ہوتا تو میں لڑکیوں کو ترجیح دیتا[۱۹]"

یہیں یہ لکھنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جتنی باتیں اوپر بیان کی گئیں وہ سب غیر

---

۱۴ ان لکم علیکم من الحق ان تعدل بینہم کما لک من الحق ان یبروک۔

۱۵ کل ذلک یرجع الی معنی واحد وقد اشتمل علی الامر بالتسویۃ والنہی عن المخالفۃ والتصریح لعدم صحۃ الہبۃ التی لاتسویۃ فیہا وانہا من الجور والتنبیہ علی البطلان بالفحوی۔

۱۶ اذا لم تفد ہذہ الادلۃ المنع فلا یدری ای دلیل یفیدہ۔

۱۷ دل ذلک علی وجوب المساوات والعدل لانہ اوردہ مورد الامر والامر یقتضی الوجوب۔

۱۸ دل علی انہ لا یجوز الا التسویۃ بین الاولاد۔

۱۹ سووا بین اولادکم فی العطیۃ فلو کنت مفضلا فضلت البنات۔

کے نزدیک مسلم ہے بنا جو کچھ انمیں اختلاف ہے نتیجہ نکالنے میں ہے بعض کہتے ہیں
کہ تسویہ (یعنے سب اولاد کو برابر دینا) مناسب ہے اور اسکا ترک کرنے والا گنہگار ہے
اور بعض کا قول ہے کہ تارک گنہگار تو ہے ہی نفس ہبہ بھی کالعدم ہے۔ تسویہ مطابق
حصص شرعی کے ہونا چاہیے یا باعتبار تعداد موہوب لہ کے ہونا چاہیے۔ دوسرے
لفظوں میں مساوات بر حسب موارثیت ہونا چاہیے یا بر حسب رؤس

امام احمد کہتے ہیں ۵۰ مساوات کی ضرورت میں علما کا اختلاف نہیں ہے
جو کچھ اختلاف ہے کیفیت مساوات میں ہے۔ ابو یوسف رح کا مذہب ہے کہ ہبہ
بخشش میں پسر اور دختر کو برابر رکھے۔ اور محمد رح نے کہا نہیں۔ واجب ہے کہ مطابق
حسب المواریث انمیں مساوات کی جائے یعنے پسر کو دو حصے دیے جائیں اور
دختر کو ایک حصہ اور وجہ اسکی یہ بیان کی کہ اگر باپ مرجائے اور کچھ دے نہ جائے
تو اسکے ورثا اسی طریقہ سے ترکہ پائینگے؛

ان تمام اقوال پر نظر کرکے محدثین کی رائے یہ ہے کہ ہبہ میں مساوات واجب
ہے اور جس ہبہ میں بغیر کسی وجہ شرعی کے مساوات بین الاولاد نہ ہو وہ باطل اور کالعدم
ہے۔ ایسا ہبہ کرنے والا گنہگار اور سخت گنہگار تو تمام علماے اسلام کے نزدیک ہے
لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ وہ باطل ہے یا نہیں۔ بعض علما کے نزدیک
وہ ضرور باطل ہے اور قاضی کے حکم سے کالعدم ہو سکتا ہے۔

جن وجوہ سے یہ رائے قایم کی گئی ہے انکی تصریح ذیل میں ہے۔

جب آنحضرت صلعم نے فرمایا "یہ صحیح نہیں ہے" (لیس تصح ہذا) تو پھر عدم جواز ہبہ

۵۰ ولا خلاف فی ہذا بین العلماء وانما اختلفوا فی کیفیۃ التسویۃ فذہب ابو یوسف الی انہ یساوی بین الذکر والانثی فی العطیۃ وقال محمد یجب ان یسوی بینہم علی حسب المواریث للذکر مثل حظ الانثیین ووجہ انہ لو مات ولم یعطہم شیئا لقسموا المال علی ہذا السبیل۔

غیر مساوی میں کیا شبہ رہ گیا۔

"میں سوائے حق کے دوسرے کسی امر کا گواہ نہیں ہوسکتا" (لا اشہد الا علی الحق) جسکا مطلب صریح یہ ہوا کہ یہ حق نہیں ہے حق ہوتا تو میں گواہ ہوتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو حق نہیں ہے باطل ہے۔

"جور پر مجکو گواہ نہ کرو" (لا تشہدنی علی جور) جور کے باطل ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہے۔

"لڑکوں کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تو اُنمیں عدل کرے" (ان لبنیک علیک من الحق ان تعدل بینہم) جب عدل لڑکوں کا حق ہوا تو باپ پر واجب ہوا۔ اور باپ کا جو فعل حق اور وجوب کے خلاف ہوگا وہ باطل ہوگا۔

"واپس لے لو" (فارجعہ)۔ اگر ہبہ غلام کا بمحرومی دوسرے لڑکوں کے جائز ہوتا تو آنحضرتؐ ہبہ کے واپس لینے کا حکم نہ دیتے۔ ہبہ شرعاً باطل تھا جب ہی اسکی واپسی کا حکم دیا۔

"اللہ سے ڈرو اور اپنے لڑکوں میں عدل کرو" (اتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم) اتقا کے ساتھ بیان عدل کو عطف کیا ہے۔ یعنے اللہ سے ڈرنا جس طرح واجب ہے اسی طرح لڑکوں میں عدل کرنا واجب ہے۔ احکام شرعیہ سے فقہی مسائل اخذ کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس قول میں کتنا زور ہے۔

حدیث میں نعمان کا بیان بھی منقول ہے۔ اُسنے کہا "پھر میرے باپ نے وہ صدقہ واپس لے لیا" (فرجع ابی فی تلک الصدقۃ) اصطلاح شرع میں ہبہ نحل اور عطیہ اور کبھی کبھی صدقہ ایک ہی شے ہے۔ بشیر انصاری تھے۔ عربی زبان

خوب سمجھتے تھے - انھون نے ہبہ کو ناجائز سمجھ کر غلام واپس لے لیا -

سالف سے ایک قول منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے دو مرتبہ کہا کہ "اپنی اولاد مین عدل کرو" (اعدلوا فی اولادکم) - اصول مین یہ بات مان لی گئی ہے کہ کسی شے کا حکم دینا اُسکی ضد کا منع کرنا ہے اور کسی شے کی ممانعت ہو نہین سکتی جبتک وہ فاسد نہو" (الامر بالشی نہی عن ضدہ والنہی عن الشی یستلزم الفساد المرادف للبطلان) فاسد اور باطل ایک معنی مین ہین -

"اسپر میرے سوا دوسرے کو گواہ کرو" (اشہد علیہ غیری) بس یہی قول ہے جسکی بنا پر یہ راے قایم کی گئی ہے کہ ہبہ باطل و کالعدم ہوتا تو آنحضرتؐ یہ نہ کہتے کہ "دوسرے کو گواہ کرو" اول تو یہ قول ضعیف ہے - یہی قول کیون مرجح سمجھا جائے اور اگر بالفرض آنحضرتؐ نے ایسا کہا تو اس سے جواز ہبہ تو پیدا نہین ہوتا ممانعت تخویف - تحذیر اور تہدید کا مضمون البتہ پیدا ہے -

محمد ابن منصور جامع مین کہتے ہین کہ آنحضرتؐ نے جو کہا کہ "میرے سوا کسی دوسرے کو گواہ کرو - اس سے دوسرے کو گواہ کرنے کا حکم نہین نکلتا بلکہ اس سے محض تہدید علی سبیل الانکار مقصود ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ قرآن مین کہتا ہے جو چاہو تم کرو سچ ہے - خدا کفار سے کہتا ہے کہ تم جو چاہو کرو اس سے یہ مقصود نہین ہے کہ خدا نے کفر کو جائز رکھا ہے اور اسکے کرنے کا حکم دیا ہے -

"اپنی اولاد مین مساوات رکھو" (ساووا بین اولادکم فی العطیۃ) اس سے حکم پیدا ہے -

"ایسی ہبہ مین صلاحیت شرعیہ نہین ہے" (ان ہذا لا یصلح) جسمین شرعی

صلاحیت نہین وہ باطل ہے۔
"تجکو تو بھلا معلوم ہوگا کہ اولاد تیری اطاعت مین مساوی ہون" (الیس کان
یکونوا فی البر سواء) اس سے مقصود آنحضرت کا یہ تھا کہ اولاد مین تفضیل کرنا سبب
اُنکے عقوق یعنے نافرمانی کا ہوگا۔ عقوق اکبر کبائر ہے اور اکبر کبائر کا جو باعث ہو وہ
ضرور ابطل باطلات اور احرم محرمات ہوگا۔
"مین فضیلت دیتا تو لڑکیون کو فضیلت دیتا" (لوکنت مفضلا لفضلت البنات)
اور عربی قاعدہ سے اسکا مفہوم یہ ہوا۔
"مین کسی کو ترجیح نہین دیتا اسلیے لڑکیون کو ترجیح نہین دے سکتا" (لکنی لاافضل
احداً فلاافضل البنات) اس سے تفضیل کی نفی اور بطلان کی دلیل صریح واضح ہے
کوئی یہ نہ سمجھے کہ جو راے مین نے ظاہر کی ہے وہ میری راے ہے۔ نعمان
بن بشیر کی حدیث سے اور شرع محمدی کے اعتدال اور اصول پر نظر کرکے سبت
سے اکابر نے یہی راے ظاہر کی ہے کہ اولاد مین ہبہ کے وقت مساوات
کا خیال رکھنا واجب ہے اور جس ہبہ مین مساوات بین الاولاد نہ ہو وہ کالعدم
اور باطل ہے۔

مین یہان پر علامہ محمد ابن اسمعیل امیر یمانی کی کتاب سبل السلام فی شرح
بلوغ المرام مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۱۳۰۷ھ صفحہ ۸۴ کا ترجمہ نقل کرتا ہون۔
"باب ہبہ[1]۔ حدیث اول۔ نعمان بن بشیر سے روایت ہے۔ اسکا باپ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مین نے اپنے اس بیٹے (نعمان)

[1] باب الہبۃ۔ الحدیث الاول۔ عن النعمن بن بشیر ان اباہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال انی نحلت

کو اپنا یہ غلام دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنی تمام اولاد کو تم نے یوہین دیا ہے۔ بشیر نے کہا۔ نہین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ ہبہ واپس لے لو۔ اور ایک روایت مین نعمان کا بیان ہے کہ میرا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا کہ آنحضرتؐ کو اس ہبہ پر گواہ کرے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا ایسا ہی ہبہ تمام اولاد کے حق مین تم نے کیا ہے۔ میرے باپ نے کہا نہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے حق مین عدل کرو۔ پھر میرا باپ واپس آیا اور وہ ہبہ پھیر لیا۔ اسپر سب کا اتفاق ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میرے سوا کسی اور کو گواہ کرو۔ اور پھر فرمایا تمکو اچھا معلوم ہوگا اگر سب اولاد بدرجہ مساوی اطاعت کرے۔ بشیر نے کہا۔ ہان۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ تم عدل نہ کروگے تو وہ اطاعت بھی نہ کرے گی۔ یہ اصل حدیث کی عبارت ہوئی۔ اسپر علامہ یمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ شرح لکھتے ہین کہ اس

ابنی ہذا غلاماً کان لی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکل ولدک نحلتہ مثل ہذا فقال لا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارجعہ وفی لفظ فانطلق ابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیشہدہ علی صدقتی فقال افعلت ہذا بولدک کلہم قال لا قال فاتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم فرجع ابی فرد تلک الصدقۃ متفق علیہ وفی روایۃ لمسلم قال فاشہد علی ہذا غیری ثم قال ایسرک ان یکونوا لک فی البر سواء قال بلی قال فلا اذن الحدیث دلیل علی وجوب المساواۃ بین الاولاد فی الہبۃ وقد صرح بہ البخاری وہو قول احمد واسحٰق وآخرین وانہا باطلۃ مع عدم المساواۃ وہو الذی یفیدہ الفاظ الحدیث من امرہ صلی اللہ علیہ وسلم بارجاعہ ومن قولہ اتقوا اللہ وقولہ اعدلوا بین اولادکم وقولہ فلا اذن وقولہ اشہد علی جور واختلف فی کیفیۃ التسویۃ فقیل بان تکون عطیۃ الذکر والانثی سواء وہو ظاہر قولہ فی بعض الفاظ عند النسائی الا سویت بینہم وعند ابن حبان سووا بینہم والحدیث ابن عباس سووا بین اولادکم فی العطیۃ فلو کنت مفضلا احدا لفضلت النساء اخرجہ سعید بن منصور والبیہقی باسناد حسن وقیل التسویۃ ان یجعل للذکر مثل حظ الانثیین علی حسب التوریث وذہب الجمہور الی انہا لا یجب التسویۃ بل تندب واطالوا فی الاعتذار عن الحدیث وذکر فی الشرح عشرۃ اعذار کلہا غیر ناہضۃ وقد کتبنا فی ذلک رسالۃ جواب سؤال اوضحنا فیہا قوۃ القول بوجوب التسویۃ وان الہبۃ مع عدمہا باطلۃ۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کرنے مین تمام اولاد کو مساوی درجہ مین رکھنا واجب ہے اور بخاری نے بھی ایسی ہی صراحت کی ہے۔ احمد اور اسحق وغیرہ کی بھی یہی راے ہے اور یہ بھی پیدا ہے کہ جس ہبہ مین مساوات بین الاولاد نہو وہ باطل ہے۔ الفاظ حدیث دیکھو۔ آنحضرتؐ کا حکم دینا کہ ہبہ واپس لے لو اور پھر فرمانا کہ اللہ سے ڈرو۔ اولاد کے درمیان عدل کرو۔ آپ کا فرمانا۔ تو وہ اطاعت بھی نکرینگے۔ آپ کا ارشاد کہ مین ظلم پر گواہ نہین ہوتا۔ ان سب سے یہی پیدا ہے۔ ہان مساوات کی صورت مین البتہ اختلاف ہے۔ بعضون نے کہا مرد اور عورت کو برابر دینا چاہیے کیونکہ حدیث کے الفاظ صریح یہی معنی رکھتے ہین مثلاً نسائی کے نزدیک عبارت یہ ہے "کیا تو نے اولاد مین مساوات نہین رکھی" ابن حبان کے نزدیک آنحضرتؐ کا قول یہ ہے "اولاد مین مساوات رکھو" ابن عباس کی حدیث یون مشہور ہے "اپنی اولاد مین تسویہ (برابری) رکھو۔ اگر کسی کو مین فضیلت دیتا تو عورتون کو فضیلت دیتا" سعید بن منصور اور بیہقی نے باسناد حسن یہ نقل کیا ہے اور بعضون کی راے ہے کہ تسویہ یون ہونا چاہیے کہ مردونکو حالت ہبہ مین دو عورتون کے برابر دیا جائے جیسا کہ توریث کی حالت مین حصہ ملتا ہے اور بہت سے لوگون کی یہ راے بھی ہے کہ تسویہ واجب نہین ہے بہتر ہے۔ حدیث مین انھون نے تاویلین کی ہین اور دس حجتین لکھی ہین جنمین ایک بھی معقول نہین ہے۔ مین نے اس باب مین ایک رسالہ بطور سوال و جواب کے لکھا ہے اور خوب توضیح سے ثابت کیا ہے کہ وجوب تسویہ کی راے قوی تر ہے۔ اور جس ہبہ مین تسویہ نہو وہ باطل ہے"

یہ بھی واضح رہے کہ دیگر بلاد اسلام مین ہبہ بین الاولاد مین غیر مساوات محبت کے کم و بیش ہونے کی وجہ سے ہو گی اور علما نے اسی خیال سے اسکو غیر ممدوح یا باطل ٹھہرایا ہوگا۔ ہندوستانی مسلمان جو اپنی لڑکیون سے محبت رکھتے ہین۔ لڑکون سے ناخوش رہتے ہین اور پھر یہ چاہتے ہین کہ لڑکے انکا ترکہ پائین اور لڑکیان نہ پائین وہ عورتون کے حقوق کو جو قرآن مین مقرر ہین خلاف عقل سمجھتے ہین اور اس طرح خدا کے کلام کو خلاف حکمت جانتے ہین اور خدا کو حکیم مطلق نہین سمجھتے انکو ضد ہے کہ انکے خاندان مین وراثت قرآن مجید کے مطابق جاری نہ ہو۔ اگر یہ صورت اُن عُلما کے سامنے پیش ہوتی تو وہ ہبہ کے باطل ٹھہرانے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ واہب کے مُرتد (دین اسلام سے پھرنے والا) ہو جانے کا بھی فتوی سناتے

شرع محمدی جس اصول پر مبنی ہے اُسکا مقتضا بھی یہی ہے کہ ایسی ہبہ مین مساوات واجب ہو۔ جن گھرون مین باپ اپنی اولاد کے ساتھ مساوات کا خیال نہین رکھتا وہان اولاد بھی باپ کی اطاعت دل سے نہین کرتی۔ عُلما نے لکھا ہے کہ "پھر یہ ترتیب منزل کی خرابی کا باعث ہوگا"۔ مین کہتا ہون کہ صرف اتنا ہی نہین بلکہ بھائیون مین اور بھائی بہنون مین اور اُنکی اولاد مین ہمیشہ کے لیے باہم ایک دوسرے سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس سے قومی نفاق کی بنیاد قایم ہوتی ہے اور پھر نہایت خراب اثر مترتب ہوتے ہین۔ ہندوؤن کی حالت بلا اچھی ہے جہان لڑکیان جانتی ہین کہ وہ شاستراً محروم ہین۔ لیکن مسلمانون مین جب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ باپ کے مرنے پر لڑکیان ضرور پائین گی۔ باپ کو یہ اختیار نہین ہے کہ وصیت کے ذریعہ سے اُنکو محروم کرے تو لڑکیان ایک حق اپنا

پیدا سمجھتی ہین - اب اگر باپ کو اجازت دیجائے کہ وہ دوسرے ورثا کے حق مین ہبہ کرکے اپنی لڑکی کو محروم کرے تو اس سے خواہ مخواہ لڑکی کو شکوہ کا موقع ہوگا - امید ہی پیدا ہوجانے سے تو شکوہ کا موقع ہوتا ہے - شکوہ اکثر نفرت اور عداوت تک منجر ہوتا ہے - باپ کو وصیت سے روک کر دین ہبہ کی اجازت دینا گویا شکوہ چھوٹی کارروائی کرنے کی اجازت دینا ہے - اور یہ اور بھی بُرا ہے - غیر مساوی ہبہ کے عدم جواز کا حکم نہ ہوتا جب بھی یہ قیاس ہونا چاہیے تھا کہ ہبہ غیر مساوی مصالح شرعی کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے لیکن یہان تو صریح حدیث نبوی موجود ہے نہ اسمین تاویل کی گنجایش ہے اور نہ کچھ بھی پس و پیش کا موقع ہے -

ہندؤن کا یہ قانون ہے کہ باپ اپنے بیٹون کی مرضی بغیر کسی کو خاندانی جایداد دے نہین سکتا اگر دے تو ایسا دینا کالعدم ہے - یہ مسئلہ شاستر کا انگریزی عدالتون مین بہت زیادہ بارونق کردیا گیا ہے - اب عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ باپ کے حقوق محدود ہین - اس درجہ باپ کو محدود حالت مین رکھنا مسلمانون کے اصول شرع مین کسی طرح مستحسن نہین سمجھا جاسکتا لیکن ایک اولاد کو بہ محرومی دوسری اولاد کے کچھ دینا بہت ہی بُرا ہے جیسا اوپر بیان کیا گیا اور عقل بھی کہتی ہے کہ یہ ممانعت نہایت ہی عدل و انصاف پر مبنی ہے - ہم اپنی اس تحریر مین قوم کے ذی مجتہد مسٹر جسٹس امیر علی اور مسٹر جسٹس بدرالدین طیب جی قاضیان وقت کو توجہ دلاتے ہین کہ اگر اُنکے نزدیک محدثین کی رائین جو اوپر بیان کی گئی ہین صحیح ہین تو وہ کیون اس امر کی کوشش نہ کرین کہ اس مسئلہ شرع کا نفاذ ہو اور باپ کے اختیارات اس بارہ مین محدود کیے جائین - بالخصوص ایسی حالت مین کہ عورتون کے حقوق کی طرف سے مسلمان چشم پوشی

کرتے جاتے ہین اور ایسا ہبہ جسکا مقصد اولاد اناث کی محرومی سے ہے زیادہ تر رواج پکڑتا جاتا ہے مصلحان قوم کو قوم کی حالت درست کرنا چاہیے اور قرآن اور حدیث کے مطابق اصلاح کی صورت سوچنا چاہیے - قرآن و حدیث مین صرف اصول بیان کیے گئے ہین اُن سے ضرورت کے وقت مسائل اخذ کرنے کا کام مجتہدون اور قاضیون کا ہے - ججون کو بھی قانون بنانے کا اختیار دیا گیا ہے - ہندوستان مین جہان تمام عدالتین محض عدالت انصاف ہین ججون کے اختیارات اور بھی وسیع رکھے گئے ہین جس زمانہ مین صرف اولاد کی نافرمانی محرومی ارث کا سبب ہوسکتی تھی - باپ کے حقوق مین نعمان ابن بشیر کی حدیث کی وجہ سے دست اندازی کرنا فقہا ضروری نہین سمجھے - لیکن اب کہ حقوق نساء پر حملے ہوتے ہین اور شرع محمدی کے مسائل سے غلط طور پر ورثاے جائز کو نقصان پہونچانے کے خیالات پیدا ہوتے ہین فقہا کو وہ حدیث نظر انداز نہ کرنا چاہیے - جس طرح گورنمنٹ دختر کشی بند کرنے کی نسبت اور رسم ستی مٹانے کی بابت احکام جاری کرنا اپنے فرض سمجھی اُسی طرح قاضیان و مفتیان وقت نعمان ابن بشیر کی حدیث کے مطابق اسوقت فتوی دینا ناگزیر سمجھین تو کہین سے شرعی قباحت نظر نہین آتی -

فصل سی و ہفتم

وقف بکارِ خیر

وقف کو زیادہ تر ملکی اور اخلاقی معاملات سے تعلق ہے اور اسکا تذکرہ باب اول مین ہوسکتا تھا لیکن وقف کبھی وصیت کی صورت مین ہوتا ہے اور کبھی ہبہ کی صورت مین اسلیے وصیت اور ہبہ کے بعد اسکا بیان کرنا مناسب سمجھا گیا -

"صدقہ اور زکوۃ" کے متعلق فصل ہفتم مین کہا گیا ہے کہ مُفت دینا ہو تو اقربا اور
ہمسایون کو دینا چاہیے۔ یہان تک کہ ابو طلحہؓ نے ایک باغ اہل صُفّہ کے خرچ
کے لیے دینا چاہا اور حضرتؐ نے کہا کہ اپنے اقربا کو دو کہ وہ زیادہ مستحق ہین۔
پھر دوسری جگہ پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ تبوک مین سامان فوج درست کرنے کے
لیے جب چندہ کیا گیا تو حضرت عثمانؓ نے وہ سب کا سب مال دیدیا جسکو وہ تجارت
کے لیے شام کی طرف بھیجنے والے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے وہ تمام مال روپیہ جو اسوقت
اُنکے گھر مین تھا اور کہا کہ بال بچّے خدا کے سپرد کر دیے۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنی
آدھی دولت حوالے کر دی۔ یہ چندہ نہایت خوشی سے آنحضرتؐ نے قبول فرمایا۔
ان امور سے صاف اور صریح طور پر عیان ہے کہ موقع اور محل کو ہر وقت دیکھنا چاہیے
اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ قومی کام مسلمانون مین بہت زیادہ باوقعت تصور کیا گیا ہے
"شرکت کاروبار" (فصل سی و دوم) مین ظاہر کیا گیا ہے کہ مسلمانون مین شخصی معاملات
اور قومی معاملات دو مختلف اصول پر مبنی تھے اور اس سے اُنکو ترقی کے میدان مین
بہت کچھ مدد ملتی تھی۔ وہین یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ مسلمانون مین قومی خیالات بہت
زیادہ تھے اور بغیر اسکے وہ اُس درجہ پر نہین پہونچ سکتے تھے جس پر پہونچے تھے بعضون
کا خیال ہے کہ بادشاہون کی سطوت اور سیاست ارکین دولت کو مطیع رکھتی تھی اور
اسلیے حکومت کا ڈھیلا ہونے نہین پاتا تھا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ارکین
دولت اور دور دور کے گورنرون اور صوبہ دارون اور دیگر حکّام ماتحت کو قومی خیال
اتنا تھا کہ کبھی سے سرکشی کا وہم بھی دلون مین نہین آتا تھا۔ یہ امر قابل حیرت ہے کہ
تین چار سو برس تک پورب سے پچھم تک تمام اچھے حصے دنیا کے عربون کے قبضہ

مین تھے اور اُن عربون نے ہمیشہ ایک بادشاہ کے زیر فرمان رہنا پسند کیا۔ اِس حیرت افزا مثال سے زیادہ اور کیا ثبوت عربون کے قومی خیالات کا ہو سکتا ہے جس طرح عربون نے ملکی معاملات مین اپنی قومی حالت دکھائی ہے اُسی طرح اُنھون نے اخلاقی حالت مین بھی بے مثل نمونہ دکھایا ہے۔ انکے زمانہ عروج مین بڑے بڑے حسنات اور خیرات کے کام اُنکے ذریعہ سے قایم تھے اور گویا کارِ خیر کو وسیع پیمانہ پر وقف کے ذریعہ سے قایم کرنا مسلمانون کے زمانہ مین مکمل ہوا۔ ورنہ اسکے قبل بجز عبادت گاہون کے کوئی چیز دنیا مین کسی قوم اور کسی ملت کے نزدیک موقوفہ نہین سمجھی جاتی تھی۔ اور نہ عبادت گاہون کے قایم رہنے کے لیے اِن مین کوئی قانون یا کوئی آئین تھا۔ عبادت گاہون پر لوگ مال۔ اسباب اور جائداد چڑھاتے تھے اور کوئی شخص مذہبی خیال سے اُسمین دست اندازی پسند نہین کرتا تھا بس جو کچھ تھا اتنا ہی تھا۔ ہنری ہشتم شاہ انگلستان نے جب انگلستان کی خانقاہین اور اُسکے ساتھ کی جائدادون کا ضبط کرنا چاہا تھا تو کوئی قانون اُسکا مانع نہ تھا صرف عوام کی بددلی اُسے کچھ روز تک ڈراتی رہی اور پھر اُسکی حکمت عملیون اور دراز دستیون نے اسکا بھی خیال نہین کیا۔

اس مقام پر تاریخی حالات لکھنے نہین ہین احکام وقف بیان کرنے ہین جو باعتبار اصول کے بہت مختصر ہین۔ صرف اتنا جاننا کافی ہے کہ جس طرح ہر ایک مسلمان اپنی تمام جائداد کا ہبہ دوسرون کے حق مین کر سکتا ہے ہندوون کی طرح اُسکی خودمختاری اُسکے لڑکون یا دیگر اہالی خاندان کی مرضی پر موقوف نہین ہے اُسی طرح وہ اپنی کُل جائداد کو عوام یا پبلک کے حق مین بھی وقف کر سکتا ہے لیکن اگر

وقف کرنے کا یہ منشاء ہے کہ وقف کرنے والا جیتے جی مختار کُل بنا رہے اور اُسکے بعد
عوام کو مداخلت کا حق ہو تو ایسے وقف سے وصیت کے احکام متعلق ہونگے
اور صرف ایک ثلث تک وقف نافذ ہوگا۔ یہ مسئلہ عام اصول انصاف پر مبنی ہے
کسی کو یہ حق نہین ہے کہ اپنے ورثاے شرعی کو ایک ثلث ترکہ سے زیادہ کی
نسبت محروم کرے۔ ہندوستان مین جہان تمام باتین نام کے لیے ہین وہان وقف
کا مسئلہ بھی براے نام جاری ہے۔ زیادہ تر تو یہ ہوتا ہے کہ جب مرنے کے دن قریب
ہوئے تو مالک جائداد کو یہ خیال گزرا کہ جائداد خاندان سے باہر نہ جائے اور لڑکون
کی بدچلنیون سے مہاجنون کے پاس جائے اسلیے اُسنے اپنی جائداد کا وقف نامہ
تحریر کیا اور وقف نامہ مین یہ لکھا کہ جیتے جی واقف مختار کُل ہے اور اُسکے بعد
اولاد ذکور مین سے سب سے بڑا لڑکا مہتمم ہوگا اور آمدنی اولاد ذکور مین بحصہ مساوی
تقسیم ہوگی۔ اولاد اناث کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر یہ خیال آیا کہ کار خیر بھی لکھ دینا چاہیے تو یہ
لکھ دیا کہ مہتمم کو چاہیے کہ دروازے پر جو مسجد ہے اُسمین ایک پیسہ روز کا تیل روشنی
کے لیے ضرور دیا کرے۔ ایسا وقف شرعاً کالعدم ہوتا ہے۔ برٹش گورمنٹ کی
حکومت مین خدا دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرے کہ اُسکی بدولت ایسے اوقاف
پریوی کونسل تک کالعدم قرار پائے اور شرع محمدی کی شرم رہگئی نا عاقبت
اندیش خود غرضون کی بدولت اسکی توہین نہین ہونے پائی۔

فصل سی و ہشتم

نکاح

[illegible] نکاح نہ تو ہندوؤن کی طرح کوئی مذہبی رسم ہے اور نہ دیگر قومون کی

کی طرح گلے کی پھانسی ہے۔ بے توالد اور تناسل کے انتظام عالم قائم نہیں رہ سکتا اسلیے فطرت نے مردون کو عورتون کا اور عورتون کو مردون کا خلقتاً شیدا بنایا۔ مردون کو عورتون کی طرف اور عورتون کو مردون کی طرف مایل ہونے مین جو جنون فریفتگی۔ بدحواسی یا سراسیمگی پیدا ہوتی ہے اُس سے بہت بڑا سبق خالق عالم کی صناعیون کا حاصل ہوتا ہے۔ یہان قانون قدرت کی تشریح کرنا نہین ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ اگر خلقت مین کوئی نقص نہین ہے تو مرد عورت بغیر نہین رہ سکتا اور نہ عورت بے مرد کے چین سے رہ سکتی اور دونون کی یکجائی ناگزیر ٹھہرتی ہے۔ اس یکجائی کی نوعیت دو ہی قسم کی ہو سکتی ہے۔ عورتین مرد کی ہو کر رہین یا حیوانات کے سے تعلقات رکھین کہ غرض حاصل ہوئی اور جدائی ہوگئی۔ پچھلی صورت زنا ہے پہلی صورت نکاح ہے۔ زنا فی الواقع ایک نہایت بُرا فعل ہے جسکی پوری توضیح "زنا" (فصل بست و دوم) مین کی گئی ہے۔ یہان اُسکے اعادہ کی ضرورت نہین ہے لیکن اس مضمون کو پورے طور پر سمجھنے کے لیے اُسے ضرور دیکھ لینا چاہیے۔ اب یہان صرف یہ کہنا ہے کہ زنا سے بچنا اور پھر فطرت کے اقتضا کو بھی پامال نہ ہونے دینا بس اسی کا نام نکاح ہے۔ نکاح کی صورتین مذہب۔ ملت۔ مُلکی رواج اور قومی خصائل کے اعتبار سے مختلف ہین۔

ہندوؤن مین مذہبی رسم ہونے کی وجہ سے بچّون کا بیاہ گڈا گڈی کے بیاہ سے زیادہ ہرگز نہین ہے۔ یورپ مین عمر کا بہترین حصّہ گذر جانے پر نکاح ہوتا ہے۔ خیر یہ چندان معیوب نہین ہے جتنا یہ امر ناپسندیدہ ہے کہ وہان دیکھ بھال مین ضرورت سے زائد آزادی برتی جاتی ہے۔ ہند کے مسلمانون کی تو

تو کوئی سند نہین لیکن انکی مذہبی کتاب اور علماے مذہب کے طرز عمل سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ گو باپ صغر سنی مین بھی اپنے بچون کو بیاہ سکتا ہے لیکن سن شعور کو پہونچنے کے بعد بیاہ کا ہونا زیادہ تر پسندیدہ ہے اور ایسا ہی ہوتا بھی ہے باہمی پسند کے لیے شرع مین دور سے دیکھ بھال لینے کی بھی اجازت ہے۔ اور ہم سمجھتے ہین کہ یہ اعتدال شرع محمدی کا ضرور قابل پسند ہے۔

صغر سنی کی شادی کا عام طور پر رواج دینا یا ایسے نکاحون کو چاہے وہ کیسے ہی مصلحت پر مبنی ہون بالکل ہی ناجائز قرار دینا۔ عمر کا اتنا بڑھا دینا کہ اخلاق مذموم اپنا گھر کر لین۔ پسند کے متعلق فریقین کی مطلق العنانی کی کوئی حد نہ ہو۔ یہ باتین ایسی نہین ہین کہ انکی برائیان بیان کی جائین جب ہی سمجھ مین آئین۔ ہان ایک بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ زن وشو کی ناموافقت تمام برائیون پر بالا ہے۔ انتظام عالم مین جسقدر اس سے فتور پڑتا ہے کسی چیز سے نہین پڑتا۔ مسلمانون مین نکاح کی غرض سے باہم ایک دوسرے کا دیکھنا گو درست ہے مگر نہ اتنا کہ ایک دوسرے کے حسن و قبح سے بخوبی واقف ہو جائے اور آیندہ کے لیے تمدنی خرابیون کی روک تھام ہو۔ ان خرابیون کے رفع کرنے کے لیے مسلمانون نے طلاق اور خلع کی آزادی عطا کی اور یورپین قومون نے اپنی تہذیب کے زمانہ مین کورٹ شپ کی آزادی روا رکھی۔ یہ دونون طریقے نامحمود ہین لیکن مجبوری ہے کہ بغیر انکے چارہ نہین ہے۔ طلاق اور خلع کی آزادی سے کورٹ شپ کی آزادی ضروری ہے۔ لیکن ہندوستان مین جو یہ طریقہ جاری ہے کہ ایک طرف طلاق اور خلع کی لعنت سے اور دوسری طرف صغر سنی کی شادی کا رواج ہے۔ کبر سنی مین بھی بیاہ ہوا تو

ایک کو نہ دوسرے کے دیکھنے کی اجازت ہوتی اور نہ اپنی آزادانہ رائے ظاہر کرنے کا حکم ہوتا۔ اس بُرے طریقہ نا گہت سے کورٹ شپ کا طریقہ بہرحال اچھا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانون مین شادی بیاہ

مسلمانون مین نہ تو عیسائیون کی طرح چرچ - پادری - رجسٹری اور سارٹیفکٹ کی ضرورت ہوتی اور نہ ہندوؤن کی طرح بلیس۲ کھٹراگ کا نام بیاہ ہے۔ دو گواہون کے سامنے فریقین یا دکلاے فریقین نے ایجاب وقبول کیا اور نکاح ہو گیا۔ مہر لازمی ہے لیکن مُنہ سے اُسکا اقرار بھی ضرور نہین ہے وہ از خود واجب ہو جاتا ہے لیکن صریح قرارداد ہو جائے تو اچھا ہے پیغمبر خدا نے حضرت علیؓ کے نکاح مین خدا کی تحمید کی تھی۔ نکاح کی ضرورت اور مقدرات باری تعالیٰ کی توضیح کی تھی۔ وہ وقت اور تھا اور ضرورت اور تھی۔ لیکن سُنت نبوی کے لحاظ سے وہ خطبہ ہر نکاح مین پڑھ لیا جائے تو اچھا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانون مین آج کل جو طریقہ نکاح کا رائج ہے اُسمین حشو و زوائد کو بہت دخل ہے۔ شرعی نکاح یا مسنون نکاح مین بہت زاید سادگی ہونا چاہیے ذرا بھی لغویات کو دخل ہو گا تو مسنون طریقہ جاتا رہے گا۔ ناچ اور گانا نکاح سے ایک جُدا شے ہے۔ بیاہ کو اسکے ہونے نہ ہونے سے کوئی تعلق نہین ہے اسکا وجود لہو ولعب مین داخل کیا جائیگا اور یہ نہو گا تو کہا جائے گا کہ لہو ولعب کو دخل نہ تھا۔ لیکن نکاح کو مسنون طریقے سے انجام دینے کے لیے تمام باتون مین سُنت نبوی کی تقلید ضرور ہے۔ رسولؐ اور صحابہؓ رسول کے زمانہ مین جس طرح عقد نکاح ہوتا تھا وہ سیر کی کتابون سے ظاہر ہے۔ اگر اُس سے کچھ زیادہ اہتمام کیا جائیگا تو رسول اللہ

کی پیروی باقی نہین رہے گی۔

بیاہ مین کھانا کھلانے کا بھی دستور شروع سے ہے لیکن وہ اس طرح سے ہے کہ دولھا اپنے احباب کی ضیافت کرتا ہے۔ اس کھانے کو اصطلاح شرع مین طعام ولیمہ کہتے ہین۔ ہزار پانچ سو یا دو چار ہزار آدمی دولھن کے گھر براتی بنکر کھانا کھانے کے لیے جائین اور بغیر اس جماعت کے بیاہ ہو ہی نہ سکے اسکا وجود کہین بھی مسلمانون کی قدیم تاریخ مین پایا نہین جاتا اور نہ اب بھی دیگر بلاد اسلام مین کہین اسکا چرچا پایا جاتا ہے۔

راجپوت کبھی بہ جبر بیاہ کرتے تھے۔ کبھی کبھی وہ عورتین لڑکر چھین لاتے تھے اجنبی خاندانون مین ہنود عموماً بیاہ کرتے ہین۔ اور اسیلیے بہت سے نزاعی امور طے کرنے کے لیے دولھا کے ساتھ ایک جماعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اجنبی خاندانون مین دور دور شادیان ہونے سے سفر دراز کرنا ہوتا ہے اور راہ کے مخدوش ہونے کی حالت مین براتی بنکر ساتھ جانا گویا ایک قسم کی قومی مدد ہے۔ اب اس زمانہ مین ہندؤن کے لیے بھی براتیون کا جانا فضول سا ہو گیا ہے اور مسلمانون کے لیے اُنکی تقلید کسی زمانہ مین مناسب حال نہ تھی اور اب تو شرعی برائیون کے علاوہ جہالت کی بُو آتی ہے۔ ہم نہین سمجھتے کہ ایک مسلمان سیکڑون ہزارون آدمیون کی جماعت کے ساتھ اول اول سسرال مین قدم رکھنے کا کیا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ اس بُری رسم نے مسلمانون کے گھرون مین ایسی مضبوط جڑ پکڑی ہے کہ آسانی جاتی ہوئی نظر نہین آتی۔ اس جہالت کی بھی کوئی انتہا ہے کہ دو حقیقی بھائی باہم سمدھی ہونا چاہین تو یہ لازم ہوگا کہ بیٹے والا ہزارون آدمی راہ چلتے جنسے کبھی کی رسم نہین اسیلیے جمع کرے

کہ وہ دوسرے بھائی کے گھر پر دھاوا کریں اور پھر یہ غیر ممکن ہے کہ ان ناخواندہ مہمانوں کے کھلانے پلانے میں دونوں حقیقی بھائی آپس میں لڑنہ جائیں۔ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ کوئی برات ایسی نہیں ہوتی کہ سمدھیوں میں شکر رنجی نہ ہو۔ رسم و رواج کی پابندیوں میں یہی تو برائی ہے کہ آزادی جاتی رہتی ہے۔ سچی خوشی مفقود ہوتی ہے اور دلوں میں کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں۔ افسوس کہ بیاہ شادی میں برات لیجانے کی رسم بند نہیں ہوتی۔ قوم نے خوب سمجھ لیا ہے کہ بیٹی پیدا کرنے کے جرم میں اُسکے بیاہ کے دن سیکڑوں ہزاروں آدمیوں کو ضرور کھلانا پڑے گا۔ اور کھانے والوں کی تعداد کھلانے والوں کی مرضی پر منحصر نہ ہوگی۔ بلکہ ایک غیر شخص کا یہ کام ہوگا کہ جتنے آدمیوں کو چاہے مدعو کرے۔ یہ نئی قسم کا کفارہ گناہ ہے جسکا ذکر کہیں فقہ کی کتابوں میں نہیں ہے اور ایک نئی قسم کی دعوت ہے جسکا تذکرہ کسی اخلاقی کتاب میں پایا نہیں جاتا۔

گو شرع کے مطابق مراتب ایجاب و قبول اب بھی نہایت سیدھے سادے طور پر ادا ہوتے ہیں۔ لیکن زن و شو کی مقاربت کے پہلے عورتیں وہ تمام رسمیں پوری کر لیتی ہیں جو ہندوؤں کے فیض صحبت سے انہیں ملی ہیں۔ اس غلط فہمی میں اکثر اصحاب گرفتار دیکھے گئے کہ باہر ناچ گانا ہوا اور اندر سب کچھ ہوا تو وہ سمجھے کہ شرعی نکاح ہوا۔ اندرون خانہ جو رسمیں ادا ہوتی ہیں اُنکو بالتفصیل دیکھنا ہو تو جو کتاب مولوی وحید امام بیرسٹر پٹنہ کی بہن کی تصنیف شایع ہوئی ہے اُسے پڑھنا چاہیے اور اُسکے پڑھنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اُسکے گھر کیا ہوتا ہے مرد عورتوں کے مقابلہ میں خود کو کیوں مجبور محض سمجھتے ہیں؟ - بعض جگہ تو نوبت باجے تک لیجاتی ہیں۔ عورتوں سے زیادہ مرد رسم و رواج کے بندے ہوتے ہیں

اگر سیدھے سادے طور پر نکاح کیا جائے تو تین فائدے صریح پیدا ہونگے اول مذہبی خیال سے خدا خوش ہوگا۔ دوم زحمتوں سے نجات ہوگی۔ سوم زیر باری سے چھٹکارا ہوگا۔ خدا کی خوشی کی نسبت کچھ لکھنا فضول ہے منہ سے تو خدا کی خوشی سب ہی چاہتے ہین لیکن ایسے بہت کم دیکھے گئے جو خدا کا خوش کرنا دل سے چاہتے ہون اور جو حضرات ایسے ہین (کیونکہ زمانہ اچھون سے خالی نہین ہے) اُنکو اس تحریر سے بے نیازی ہے اُنکو کسی کے کہنے سننے کی ضرورت نہین ہے وہ ہر وقت خیال کرتے رہتے ہین کہ اُنکے افعال و اعمال سُنت نبوی سے نہ زیادہ ہون اور نہ کم ہون۔

شادی بیاہ کی زحمتون کی نسبت ایک حکیم صاحب کے مقولات قابل سُننے کے ہین۔

"بھئی لڑکا بالغ ہوا اور نسبت بھی پکی ہوگئی ہے۔ لیکن شادی بیاہ کے کھڑاگ سے میرا جی گھبراتا ہے۔ ہزار پانچ سو روپیہ مجھ سے کوئی لیکر پانی مین پھینکدے تو مجھے منظور ہے لیکن یہ ممکن نہین ہے کہ چار مہینے کے لیے اپنے ضروری کام چھوڑ کر مین گھر بیٹھون اور سامان کرنا شروع کرون۔ جن صاحبون نے یہ دردسر خریدا ہے اُنکی صورت میرے سامنے ہے۔ ایک آدمی لکڑی کٹوانے کا انتظام کرتا ہے۔ سوکھی لکڑی ملتی نہین گیلا درخت کٹے تو جلد سوکھ نہین سکتا۔ اتنا گھی بازار مین نہین ملتا۔ دیہات سے منگوانے کا بندوبست نہین ہوسکتا۔ بازار کا میدہ اچھا نہین ہوتا۔ اور گیہون پسوانے کی زحمت سے جی الجھتا ہے۔ گوشت مصالحہ تو مول مل سکتا ہے۔ دیگ مانگے کی ہون تو کام چلے۔ صرف ایک دیگ نہین

دری - جاجم - فتیلہ سوز - لمپ - چارپائیان - تخت ایک کسر یٹ کا پوراسامان
کس سے اور کہان سے مانگا جائے - یہ تو باہری سامان ہین جنکا انصرام مردون
کے لیے چندان مشکل نہین - غضب تو یہ ہے کہ سنار بلوا کر گہنا بنوانے کا بار کون اُٹھائے
کپڑا - زیور مختلف چیزین - دو چار ہون تو تفصیل لکھی جائے - سیکڑون چیزین کہان
تک بیان کی جائین - خزانہ قارون - عُمر نوح - صحت آدم میسر آئے جب بھی وقت
پر ایک نہ ایک چیز ضرور گھٹے گی اور کوشش ناکافی ثابت ہو گی -

مجھ سے تو یہ کھڑاگ نہ ہو سکے گا - یا دوسرے لفظون مین مین تو اتنا جاہل نہین
ہون کہ خوشی سے اسکو منظور کر لون - جب تک میرے سر مین دماغ - دماغ مین عقل
اور عقل مین نیک و بد کی تمیز ہے مجھ سے تو یہ غلطی کبھی نہ ہو گی - مین صاف لفظون
مین دُلھن کے باپ کو لکھون گا کہ مین شرعی خیال کا آدمی ہون - اور اپنے لڑکے
کو بھی مین نے شرعی تعلیم دی ہے - خلاف شرع مین بال برابر بھی کوئی کام نہین
کر سکتا - لڑکا حاضر ہے جب چاہیے بلوائیے اور نکاح پڑھوا دیجیے - میری شرکت
بھی غیر ضروری ہے - نکاح جسکا ہو گا وہ جائیگا - مجھے خدمتگارون کی طرح ساتھ جانا
کیا ضرور ہے - اگر سُنت نبوی کی تقلید منظور ہے تو بسم اللہ ورنہ نہین تو آپ کوئی دوسری
نسبت ڈھونڈھیے - آپ سُنت رسول کی پیروی "ین تو ہین سمجھتے ہین تو مین آپ
سے ناتہ رشتہ قایم کرنے مین اپنی توہین تصور کرتا ہون"

مالی زیر باری کی نسبت زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے - ہزارون لاکھون
گھر برباد ہو گئے - رسم و رواج کی پابندیون نے بڑے بڑے ہوشیار و الدین سے
اتنا خرچ کروایا کہ جب دُلھن گھر مین بیاہ کر آئی تو دولھن کے گہنے بیچ کر دونون

وقت کی روٹیان بہم پہونچانے کے سوا اور کوئی سہارا نہ رہا۔ کوئی متمول شخص یہ کہے کہ میرے گھر وافر مال ہے خرچ کرتا ہون تو کیا برا کرتا ہون۔ اسکے جواب مین کہا جائیگا کہ اگر خدا نے آپ کو دولت دی ہے تو خوشی سے خرچ کیجیے۔ فقیرون کو دیجیے اعزہ کو دیجیے۔ لڑکی کے لیے زیور بنوائیے۔ کپڑے تقسیم کیجیے کھانے پکوائیے۔ لیکن بیہودہ رسمون کے ساتھ اترا کر خرچ نہ کیجیے کہ خدا کو برا لگے اور آپکی دیکھا دیکھی کتنے غریب بھائی برباد ہون۔

دقت تو یہ ہوتی ہے کہ ایک گھر بیاہ ہوتا ہے تو کنبے ناتے کے تمام گھرون مین تردد پیدا ہوتا ہے۔ غربا جنکے پاس کھانے کو بھی نہین ہے اپنا اسباب بیچتے ہین اور یہ نہین گوارا کر سکتے کہ برادری مین ناموسی ہو اور جہان دس بھائی موقع موقع سے تمام رسومات مین خرچ کرنے کو طیار ہون وہان وہ کچھ بھی نہ کرین۔ ایک گھر مین شادی اور دس گھرون کی بربادی۔ جہان ایک کے گھر کسی قسم کی تقریب پیش ہوتی ہے تمام نادار بھائیون کو فکر دامنگیر ہوتی ہے۔ جب مسلمانون مین تمول تھا تو خیر کسی طرح نبھی جاتی تھی۔ اب اس تنگ زمانہ مین فضول رسمون کی پابندیون سے جن مالی زحمتون مین مسلمان گرفتار ہین وہ ناگفتہ بہ ہین۔

یہ سب باتین کچھ نئی نہین ہین سبھی جانتے ہین اور ہر ایک اس سے بھی زیادہ سوچیگا۔ سمجھیگا اور بیان کر سکتا ہے۔ لیکن سچی جرأت (مارل کرج) کے نہ ہونے سے سوچتے سب کچھ ہین لیکن کر کے کچھ دکھا نہین سکتے۔ ہندوستانی تعلیم تو بری تھی ہی۔ پرانی لکیر کے فقیر کس مدین تھے۔ نئی تعلیم والے روشن خیال رکھنے والے بھی مارل کرج سے عاری نظر آتے ہین تو تعجب ہوتا ہی۔ نئی تعلیم والون نے رسم و

رواج کے مٹا لینے کی طرف توجہ نہیں کی تو سوا اسکے اور کیا سمجھا جائے کہ انمین کافی جرأت نہیں ہے۔ نہین! نہین!! ہم نے غلطی کی۔ انگریزون کی مسرفانہ طرز زندگی جنکی نظرون مین خوش آیند ہے وہ پرانی رسمون کو جو زیادہ تر اسراف پر مبنی ہیں دل سے ناپسند نہین کرتے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جہلا کے سمجھ سے یہ شعار مقصود ہو کہ فلان صاحب نے تمام عمر انگریزون سے برابر صحبت رکھی لیکن پکے خیالی اور [illegible] دار ہین کہ ملک کی قدیم رسمون کی وقعت اب تک تسلیم کرتے ہین۔ قوم کے اخلاق یا آئین طرز زندگی مین جتنی برائیان ہین جہالت کی وجہ سے ہین۔ قوم کے علما اور روشن خیال حضرات) پر بہت بڑا الزام ہے کہ وہ قوم کی حالت درست کرنے مین کوشش نہین کرتے اور نہ اپنی روشن خیالی سے دوسرونکو فائدہ پہونچاتے ہین۔

ازدواج مین بے احتیاطی

ازدواج ایسے اہم کام کے متعلق جو بے احتیاطیان ہندوستان مین روا رکھی جاتی ہین وہ شمار سے باہر ہین۔ اصول رضامندی کے متعلق جو بے احتیاطیان ہوتی ہین وہی ہم اسوقت دکھانا چاہتے ہین۔

دنیا کے کسی معاملہ مین غالباً اتنی بے پروائی نہ کی جاتی ہوگی جتنا انتخاب زوج یا زوجہ مین روا رکھی جاتی ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تمام عمر کے لیے ایک جھگڑا خرید ا جائے۔ لیکن انجام پر مطلق نگاہ نہ ہو۔ والدین کے حوصلے زوج کی ناتجربہ کاری۔ فرط شوق ملکی مراسم یہ سب امور اکٹھا ہو کر اس طرح نوجوان کو بے بس کردیتے ہین کہ انسے کچھ بن نہین پڑتی اور آیندہ زندگی پر غور کرنے کی

انھیں ذرا بھی مہلت نہیں ملتی۔ وہ ہرگز یہ نہیں سوچتے کہ اسوقت کا چوکنا عمر بھر رولائیگا۔ والدین کو کیا انھیں بہو کے دیکھنے کا شوق یا خانہ آبادی سے مطلب ہوتا ہے آفت تو اسیر آتی ہے جسکو تمام عمر نباہ کرنا ہے اور تھوڑی دیر کے لیے سعادت مند بننے کی خوشی مین ہمیشہ کے لیے بلاے جان خریدنا ہے۔ والدین کو بیاہنے سے جسقدر سروکار رہتا ہے اسکا اندازہ اُن لوگون کے مذاق سے بخوبی ہو سکتا ہے جو لاولدی کی وجہ سے گڈی گڈے یا باغ او کنوئین کے بیاہ سے اپنے دل کے حوصلے نکالتے ہین۔

بیاہ کے بعد انسان گویا نئی دنیا مین قدم رکھتا ہوتا ہے اور اپنے طرز زندگی میں ایک بڑا عظیم الشان انقلاب ہمیشہ کے لیے پیدا کرنا ہوتا ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ اس انقلاب کے پیدا ہونے کے قبل نشیب و فراز پر پورے طور سے نگاہ نہ ڈال لی جائے۔

زن و شو مین اگر اُنس نہین اخلاص نہین تو اُنکی زندگی خود دوبھر ہو جاتی ہے بیاہ کے بعد خود ہی اُنس پیدا ہو رہے گا یہ خیال مرتحی ناعاقبت اندیشی ہے انسانی طبیعت کا یہ بھی ایک خاصہ ہے کہ اپنے پسند کی عیب پوشی اور دوسرے کے پسند کی عیب جوئی کی طرف اسکا نظرتی میلان رہتا ہے۔ اب آپ یہ خیال کر سکتے ہین کہ یہ دونو باتین مسئلہ ازدواج کے متعلق کیسے کچھ زہریلے اثر یا نتائج پیدا کر سکتی ہین۔

جس کسی کو اپنی اہلیہ سے اُنس نہین ہوتا ہم سمجھتے ہین کہ سچی خوشی اُسے کبھی نصیب نہین ہوتی اور اُس لطف سے ہمیشہ محروم رہتا ہے جو زن و شو کی یکدلی اور

نیچر نے پیدا کر رکھا ہے - مردون پر جو دنیا دی ترددات کے بار پڑتے ہین اگر
کوئی شی انکی بہلانے والی پیدا ہے یا جو مردون کے غم غلط کرنے مین ید طولی رکھنے
کا دعوی کر سکتی ہے وہ صرف اُن فرمانبردار بیبیون کی ذات ہے جنکے ساتھ اُنکے
شوہرون کو انس ہے - فطرت اس امر کو چاہتی ہے کہ مردون کو سب سے زیادہ پیاری اُنکی
عورتین ہون - لیکن ہندوستان مین قضیہ منعکس ہے - یہان کے طرز معاشرت پر
نظر ڈال کر ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ سَو مین دس بھی ایسے نہ نکلین گے جنکو اپنی بیبیون سے
عشق ہو - ہمارے ملک مین بیبیون کے ہوتے ہوئے دوسری غیر عورتون سے تعلق
رکھنا اتنا معیوب نہین سمجھا جاتا جتنا اور ملکون مین ہے اسکی وجہ ایک یہ بھی ہو سکتی ہے
کہ جس امر کی طرف کُل سوسائٹی کا رجحان ہو وہ معیوب کس طرح سمجھا جائے - حالت تو یہ ہو
رہی ہے کہ جو بیاہ مان باپ کے ذریعہ سے ہوتا ہے وہ سمجھا جاتا ہے کہ گھر کی حفاظت
کے لیے والدین نے ایک لونڈی خرید کر دی ہے - باقی رہا بی بی بننے کا حق یہ اُسکو
حاصل ہوگا جو اپنے پسند سے مستقل یا غیر مستقل طور پر آگے چل کر منتخب کی جائے گی
کیسی شرمناک بات ہے - لیکن لڑکے بھی ایک اعتبار سے مجبور ہین - مان باپ کے
انتخاب پر رکھانے پینے کا مدار تو ہو نہین سکتا - ازدواج کا سا نازک معاملہ بھلا مان باپ
کی پسند سے کیونکر مان لیا جائے - ایجاب و قبول کا کہنا تو لفظی اطاعت تھی لیکن دل
کس طرح ایک نامعقول حکم کی تعمیل کے لیے ہمیشہ حاضر رہے - والدین جو اپنے لڑکون
کے بیاہ کے بارے مین دخل دیتے ہین یا لڑکون کے امتزاج کو مقدم نہین سمجھتے
وہ سخت غلطی کرتے ہین -

ہم اس امر کے قائل نہین ہین کہ باپ کو خون کے تعلق سے محبت ہوتی ہے

ماؤن کی محبت البتہ فطرتی ہے اور باپ کے دل مین اسی کے واسطے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ لطف انگیز ملاقاتون کے پے در پے واقع ہونے سے ایک محبت کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور محبوب کا محبوب بھی پیارا معلوم ہوتا ہے غرض باپ کی محبت لڑکون سے اسی مسئلہ پر متفرع ہے۔ باپ کا اگر محض یہ خیال ہے کہ اسکے لڑکے بڑے ہو کر ہماری ضعیفی مین کام آئینگے تو یہ محبت نہین خودغرضی ہے ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ لڑکون سے غیر مانوس رہنا بی بی سے انس نہونے کا نتیجہ لازمی ہے چھوٹے چھوٹے بچے کو درہے ہین میٹھی میٹھی باتین کرتے ہین۔ ماؤن کا دل بھولا نہین سماتا۔ پیاری پیاری آواز اور پیاری پیاری ادا۔ اگر باپ بھی ہمین شریک ہو جائے تو کیسی سچی خوشی حاصل ہو اور فطرت کو باتکمیل کو پہونچے۔ لیکن کیسا کمبخت وہ باپ ہے جسکو لڑکون کا رونا ناگوار گذرتا ہے اور اُسکے دل کڑھنے کا سبب ہوتا ہے۔ یہ کیون؟ سبب ظاہر ہے۔ بی بی سے اُنس نہ تھا تو لڑکون سے کیا اُنس ہوگا۔ والدین کے دلون مین بے لطفیون کے تخم تھے ان لڑکون کے پیدا ہونے سے وہ جم گئے اور لڑکون کے ساتھ وہ بھی بڑھتے گئے اور اس طرح نئی نئی زحمتین بڑھتی گئین۔ اور مرتے دم تک یہ رنج ساتھ رہا۔

جب نئی بہو بیاہ کر گھر مین آتی ہے اور اول اول ساس کی نظر اُس پر پڑتی ہے وہ حالت ایسی نہین ہوتی کہ تحریر مین آسکے پیٹ مین لڑکون کا رہنا اُنکے پیدا ہونے کی دقتین اُنکی پرورش کے جھگڑے اُنکی مختلف حالتون کے انقلابات یہ سب باتین اُن ماؤن کو یاد آجاتی ہین اور وہ سمجھتی ہین کہ آج اُن ساری زحمتون کا نتیجہ نکلا لیکن تلخکامیان جو آیندہ اُنکے پیارے لڑکون کے نصیب مین ہین اُنکا ایک سبب اُنکا وہ وقتی

اس بہو کے برابر رکھدیا جائے تو شاید ان ماؤں کی روح بدن سے نکل جائے لیکن افسوس اسوقت امتیاز نہیں ہوتا - دو چار مہینے کے بعد آہستہ آہستہ ترشیان شروع ہوتی ہیں - ساس الگ خفا - نندیں جدا رنجیدہ - میاں ہیں کہ کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے بیٹے کو پھیرا ہوا دیکھ کر ماں بھی پھر گئی بھائی کی نظر کو نندون نے بھی تاڑ لیا - اب دلھن ہے کہ لونڈیون سے بھی بدتر اسکی زندگی ہے - لڑکے ہو گئے تو چندے اسکا دل بہل گیا لیکن وہ بھی اُسی وقت تک کہ لڑکے ہوشیار نہیں ہوئے سمجھ آنے پر وہ بھی ایسی ماں کو بیوقعت سمجھنے پر مجبور ہونگے جسکو سارے کنبے کی نظروں میں وہ ذلیل پاتے ہیں - اب غور کیجیے تو ان تمام خرابیون کا باعث یہ ہے کہ بیاہ کرنا انکی پسند پر نہیں چھوڑا گیا تھا جنکو فی الواقع اُسکی احتیاج تھی - یا دوسرے لفظون مین جنکو پسند کرنے کا حق تھا -

محرمات نکاح

- جن عورتون سے نکاح درست نہین ہے اُنکی تصریح قرآن مین کردی گئی ہے سورۂ نساء رکوع ۴ مین مذکور ہے -

۱ اپنے باپ کی منکوحات سے نکاح نہ کرنا - خیر جو ہو چکا وہ ہو چکا - بڑی بیحیائی غضب کی بات اور بہت ہی بُرا دستور تھا - مسلمانو! تمھاری مائین - بیٹیان - بہنین پھوپھیان - خالائین - بھتیجیان - بھانجیان - دودھ پلانے والیان - دودھ شریکی بہنین بیبیون کی مائین - اور جن بیبیون کے ساتھ تم ہمبستر ہو چکے ہو اُنکی ماں رجلو لڑکیان جو عالبا تمھاری گود دن مین پرورش پاتی ہین یہ سب تم پر حرام ہین - لیکن اگر بیبیون کے ساتھ تم نے ہمبستری نہین کی تو ما در جلو لڑکیون کے ساتھ نکاح کرنا گناہ نہیں ہے - اور تمھارے حقیقی بیٹون کی بیبیان بھی تم پر حرام ہین اور دو بہنون کا بھی ایک ساتھ نکاح

مین جمع کرنا حرام ہے۔ مگر جو پہلے ہو چکا اُسکا معاف کرنے والا اللہ ہے وہ بڑا مہربان ہے۔ سورۂ نسا رکوع ۴۔

حدیثون سے ثابت ہے کہ خالہ۔ بھانجی اور پھوپھی بھتیجی کا نکاح مین جمع کرنا بھی حرام ہے۔

ابتداے خلقت مین نکاح کے متعلق کسی قسم کی قید ہو ہی نہین سکتی تھی لیکن دنیا کی آبادی بڑھنے اور عقل و شعور حاصل ہونے پر یہ سمجھا گیا کہ قریب کی رشتہ دارون مین شادی بیاہ کا ہونا نسل کی کمزوری کا سبب ہوتا ہے۔ نباتات مین بھی یہی کیفیت ہے۔ قلم لگانے سے پھل بڑے اور میٹھے ہوتے ہین پودے ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لگائے جاتے ہین تو پھل زیادہ آتے ہین اور اچھے ہوتے ہین انھین خیالات سے ہندؤن کے نزدیک جہان تک دو خاندان کا ایک مورث کی نسل سے ہونا سمجھا جائیگا اُنمین شادی بیاہ قطعاً ممنوع ہوگا اسی کے قریب قریب لیکن کسی قدر سہولت کے ساتھ یورپ کا بھی دستور ہے۔ ایران کے قدیم باشندون مین قربت کا پرہیز نہ تھا یہانتک کہ بیٹیون اور بہنون کے ساتھ بھی وہ بیاہ کر سکتے تھے۔ شرع محمدی نے اعتدال ملحوظ رکھکر صرف قریبی رشتہ دارون مین باہمی ازدواج ناپسند ٹھہرایا۔

کفار عرب مین یہ دستور تھا کہ کمسن عورتین اگر باپ کے نکاح مین ہوتی تھین تو کبھی کبھی بیٹے باپ کے مرنے پر انھین اپنے نکاح مین داخل کر لیتے تھے۔ اس رسم قبیح کو شرع محمدی سے بالکل مٹا دیا اسی کی نسبت قرآن مین اشارہ ہے کہ مگر جو ہو چکا وہ ہو چکا۔ آیندہ ایسی بیحیائی نہ ہونے پائے۔

شرع محمدی نے قریبی رشتہ داریون مین نکاح کو اسوجہ سے مذموم ٹھہرایا
کہ رضاعت (دودھ پلانے) سے جو رشتہ داریان پیدا ہوتی ہین انمین باہمی نکاح
جائز نہین رکھا۔ اس مسئلہ سے شرع محمدی کی وسعت نظر کا ثبوت ہوتا ہے۔ ولادت اور
رضاعت کے تعلقات بہت قریبی ہین۔ ان دونون مین حرمت نکاح کا لحاظ در خیال
رکھنا اسی لیے ہے کہ مسلمانون کی نسل مین کمزوری آنے نہ پائے۔ یون بھی کہہ سکتے
ہین کہ سب سے بڑا احسان انسان پر بعد مان کے اور رضائی کا ہے۔ رشتہ داران
رضاعی مین باہمی نکاح کو حرام کرکے رضاعت کا احترام مسلمانون مین اصول فیاضی
اور اصول اظہار احسانمندی پر جو قومی ترقیون کی جان ہے قائم کیا گیا ہے اور یہ
وہ بات ہے کہ دنیا کی کسی قوم مین اسکی نظیر نہین ہے۔

قریبی رشتہ داریون مین نکاح کا جائز ہونا یہ مطلب نہین رکھتا کہ خاندان کی لڑکیان
خواہ مخواہ خاندان ہی مین رہین یہ جواز محض اسلیے ہے کہ اگر کسی وجہ سے ایسا کرنا
ہو تو شرعی تحریم مانع نہو۔ یہ ضرور نہین ہے کہ جو چیز جائز ہو اسپر خواہ مخواہ عمل بھی کیا جائے
پیغمبر خدا کے وقت مین اور نیز مابعد اسکے بھی غیر خاندان مین شادی کرنا پسند کیا جاتا تھا
شادی بیاہ مین ایک کفو ہونا بیشک مناسب تصور کیا گیا ہے۔ کفو کا مطلب ہر شرافت
اور حیثیت مین مساوی ہونا۔ کفو کے لحاظ رکھنے سے یہ مطلب نہین ہے کہ ایک
دادا کی اولاد آپس مین خواہ مخواہ بیاہ شادی کرے اس طرح ضرور نسل خراب جاتی ہے

ڡ ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا۔ حرمت علیکم امہتکم وبنتکم واخوتکم وعمتکم وخلتکم وبنت الاخ وبنت الاخت وامہتکم التی ارضعنکم واخوتکم من الرضاعۃ وامہت نسائکم وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بہن فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ان اللہ کان غفورا رحیما۔

کفو کا یہ مطلب ہے کہ دباغ کی لڑکی حتی الوسع دباغ کے گھر بیاہ کر جائے گی تو زن و شو کے لیے راحت کا سامان ہوگا۔ عطار کی لڑکی جو ہمیشہ عطر مین بسی رہی اور پھولون سے کھیلتی رہی اگر بیاہ کر دباغ کے گھر جائے گی تو چمڑے کی بو اُسکے دماغ کو ایسا پریشان رکھے گی کہ اُسے چین نہ آئے گا۔ پیغمبر خدا نے اپنے بہت سے عقد کیے لیکن خاندان مین صرف ایک عقد کیا اور وہ بھی نہایت مجبوری سے۔ حضرت زینب پھوپھی زاد بہن کو آپ نے زید سے بیاہا۔ زید نے حضرت زینب کو طلاق دی تو حضرت زینب ملول ہوئین۔ حضرت زینب کو پہلے بھی اس نکاح مین تامل تھا اسلیے کہ حضرت زید خیال جاہلیت سے ذات مین ہیٹے سمجھے جاتے تھے آنحضرتؐ نے اخوت اسلامی کی مساوات اپنے ہی گھر سے قایم کرنا چاہی اور اسلیے حضرت زینب نے آنحضرتؐ کی خاطر سے زید کے ساتھ بیاہا جانا پسند کیا۔ حضرت زید کے طلاق دینے پر آنحضرتؐ کو حضرت زینب کی دلجوئی کے لیے اُنکو اپنے نکاح مین لینا انسب معلوم ہوا۔

دو بہنون کو ایک ساتھ نکاح مین رکھنا صریح قرآن مین منع ہے۔ آنحضرتؐ نے اسی اصول پر بی بی کی حیات مین اُسکی بھتیجی یا بھانجی سے بھی عقد کرنا منع کر دیا ہے

آنحضرتؐ نے اسی اصول پر بی بی کی حیات مین اُسکی بھتیجی یا بھانجی سے بھی عقد کرنا منع کر دیا ہے۔ اسمین مصلحت یہ ہے کہ اتنی قریب کی رشتہ داریون مین اس قسم کا برتاؤ مستحسن نہین معلوم ہوتا۔ بی بی کا احترام اس امر کا مقتضی ہے کہ اسکے جیتے جی اُسکے قریب رشتہ دارون سے نکاح نہ کیا جائے لیکن بیبیون کے مرنے کے بعد یہ حرمت شرعی قایم نہین رہتی۔ اسبارہ مین بھی مسئلہ شرعی نہایت معتدل حالت رکھتا ہے ورنہ یورپ مین بی بی کے مرنے کے بعد بھی سالیون کے ساتھ نکاح درست نہین سمجھا جاتا

لیکن بی بی کے مرنے کے بعد سالی سے بیاہ کرنا تمدنی حالت کے اعتبار سے کبھی کبھی بہت مناسب تصوّر کیا جاتا ہے چنانچہ پارلیامنٹ مین اسے جائز کر دینے کی بابت کئی مرتبہ بل پیش ہوئے اور بڑے بڑے مباحثہ ہوئے۔ ابھی قانون پاس نہین ہوا لیکن عام خلقت کا رجحان ہے کہ ایسا ضرور ہونا چاہیے۔

فصل سی و نہم[۳۹]

مہر

مسلمانون مین طلاق کا دینا بہت آسان امر ہے۔ کثرت ازدواج کا بھی ان مین دستور ہے۔ یہ دونون بجاے خود دو سخت بلائین ہین۔ لیکن یہ دونون بلائین اسلام نے اپنے گھر مین اسی طرح پال رکھی ہین جس طرح لوگ چوہون کے مارنے کے لیے بلیان پالتے ہین۔ ان دونون بلاؤن سے سخت تر بلا زناکاری ہے۔ زناکاری کی روک تھام کسی طرح نہین ہو سکتی اگر ہو سکتی تھی تو صرف انھین دو چیزون کے قایم رکھنے سے۔ ان دو چیزون کا قایم رہنا عورتون کے حقوق اور اُنکی آزادیون کو بالکل ہی نیست و نابود کر دیتا تھا اسلیے عورتون کے حقوق کی حفاظت کے لیے مہر قایم کیا گیا دنیا مین جتنی تکالیف ہین اُنمین سے اکثر کا معاوضہ روپیہ سے ہو سکتا ہے۔ زنا کو سخت ترین جرایم قرار دیکر مردون کو شریعت نے نکاح کی طرف مایل کیا۔ عورتین نکاح کے ساتھ کثرت ازدواج اور سہولت کے مسایل سُنکر گھبرائین تو شریعت نے عورتون کے کان مین چپکے سے کہدیا کہ لو مردون کو تمھارے اختیار مین ہم کیے دیتے ہین جتنا چاہو مہر بندھوا لو۔ گھبرانا کس بات سے ہے۔ یہ مہر عورتون کے اولیا کا حق نہین ہوتا خود عورتین اسکو پاتی ہین۔ چاہین شروع ہی مین لے لین یا بار دین شوہرون کی گردن پر

قائم رکھیں - یا کچھ سے لیں اور کچھ باقی کا رکھیں - کتنا صاف مسئلہ ہے - لیکن اسکے سمجھنے میں عملدرآمد میں اسکے اغراض اور اسکی پالیسی جانچنے میں جو غلط فہمیاں قوم سے اور قوم بھی ایسی ویسی بازاری خلقت نہیں - اچھے اچھے سمجھداروں سے - عدالتوں سے - اور قانون پیشوں سے ظہور میں آتی ہیں - وہ بہت زیادہ کثیر الوقوع ہیں اور بہت کچھ فرائض انسانی کے خلاف ہوتی ہیں - جب خود مسلمان بہت کم ایسے ہیں جو اس مسئلہ کو بخوبی سمجھ سکیں تو دوسری قوم کے لوگ جو مسلمانوں سے معاملے کرتے ہیں اور اس طرح مسئلہ دین مہر کے متعلق معاملات پیش آنے پر انکے نفع اور نقصان کو بھی اسی مسئلہ سے عارضی طور پر وابستگی پیدا ہو جاتی ہے بھلا کیا سمجھیں گے - سبب یہ ہے کہ لوگوں کو اس بحث کے متعلق ایسی تام واقفیت حاصل نہیں ہے جو ہونا چاہیے اور اسیلیے شاید کوئی دوسرا شرعی مسئلہ اس بارہ میں دین مہر کا سا کم نصیب اور بدبخت نہ ہوگا -

سب سے پہلے ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ فطرت نے مرد کو کمانے کے لیے پیدا کیا ہے اور عورتوں کو اسیلیے پیدا کیا ہے کہ وہ مردوں کی کمائی میں حصہ لیں اور انکے سختی کی شریک بنیں - مردوں کی آرام و آسایش کے لیے عورتوں سے بڑھکر کوئی دوسری چیز نہ پیدا ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے - مشہور ہے "ہر کہ زن ندارد - آسایش تن ندارد" باعتبار قومی حالت کے ان عورتوں کا مردوں کے قبضہ میں آنا مختلف پیرایہ میں ہوتا ہے ہم بیان سمجھنے کے لیے ہندو - عیسائی اور مسلمان تین قوموں سے بحث کرتے ہیں -

ہندوؤں کے نزدیک نکاح ایک مذہبی رسم ہے - نجات آخرت کے لیے نکاح ضرور ہے (کیونکہ لڑکا نہوا تو پنڈ دینے کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا) اور نکاح کا ہونا ایک ایسا مضبوط عقد ہے جو کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا - طلاق کا کہیں دھرم شاستر میں

ذکر نہین۔ بیاہ کے بعد عورت اور مرد اس طرح ایک دوسرے کے تحت کے شریک ہو جاتے ہین کہ کسی طرح انفصال ممکن نہین ہوتا۔ یون عورت خود مرد کو چھوڑ بیٹھے اور مرد چھٹکا ہو رہے تو وہ بات ہی جدا ہے۔ لیکن وہ پھر دونون ملنا چاہین تو کوئی امر مانع نہین ہے۔ ہندوؤن اور انگریزون کے دستور اسبارہ مین قریب قریب یکسان ہین۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ زناکاری کی حالت مین طلاق دیدینے کا قاعدہ انگریزون کے یہان مرتبۂ مندرجہ قانون ہے۔ اور ایک بی بی کے ہوتے ہوئے دوسری بی بی لانے کے قاعدہ کو انگریزون نے اپنے نزدیک باقتضاے تہذیب ناجائز بلکہ حرام قرار دے رکھا ہے۔ ان دونون قومون مین عورتون کا مہر کچھ نہین ہوتا لیکن اس مہر نہ ہونے کی کمی یون پوری کی جاتی ہے کہ مرد عورت کو طلاق نہین دے سکتا اور اولاد ذکور نہ ہونے کی حالت مین بیوائین اپنے شوہرون کا کل ترکہ پاتی ہین۔ جیتے جی اگر نان نفقہ مین مرد کمی کرے تو در عدالت کھلا ہوا ہے۔ عدالت بھی ایسی ویسی نہین۔ فوجداری۔ فوراً آٹھ آنے کی درخواست پر پچاس روپیہ ماہوار تک (حسب حیثیت) نان ونفقہ مقرر ہو جاتا ہے۔ اور اجراے ڈگری مین یہ آسانی ہے کہ ہر مہینہ پولیس نے پکڑکر میان سے بی بی کا وظیفہ دلوادیا۔ میان نے ذرا پہلو تہی کی کہ جیل کی صورت دیکھنا نصیب ہوئی۔ مہاجنون کا روپیہ ہو تو دیوالیہ بننے کی درخواست بھی ہو سکتی ہے۔ اسمین وہ بھی نہین۔ جب تک زندگی ہے اسکے اداسے چھٹکارا نہین۔ بی بی کی جوتیون پر ناک رگڑکر اسکو راضی کیا جائے۔ یا عقل انسان مستلزم سزا کی پاداش مین جو سزا ہوتی ہے یعنے جلاوطنی خود خوشی سے قبول کرلی جائے۔ غیر ملک مین پناہ لی جائے نہ رہے ہندوستان مین تو پولیس کے وارنٹ سے کہہ دیت

چھٹکارا نہین ہوسکتا۔ بتایئے ہندوؤن اور عیسائیون کی عورتون کو جو حقوق وصول نفقہ کے حاصل ہین کیسے مستحکم ہین جس آسانی سے ڈگری ہوتی ہے اور جس طریقہ سے اجراے ڈگری عمل مین آتی ہے وہ اُن لوگون کو بھی نصیب نہین جو مدیون کو فاقہ کش دیکھ کر روپیہ دیتے ہین اور اسٹامپ اور رجسٹری سے پوری چوکسی کر لیتے ہین۔

اب ذرا مسلمانون کے قانون ملاحظہ فرمایئے کہ مرد ہر وقت بلاقصور عورت کو طلاق دے سکتا ہے اور ضابطہ فوجداری کے احکام سے گویا مسلمانون کی قوم مستثنیٰ ہے۔ بی بی نے نان نفقہ کا سمن جاری کرایا اور میان نے ایام عدت کا خرچہ عدالت کی میز پر رکھ کر اور باعلان تین مرتبہ عورت کو طلاق دیکر سیدھا گھر کا راستہ لیا اور اس طرح تین لفظون مین سارا مرحلہ طے ہوگا۔ مسلمانون مین عموماً نان ونفقہ کا دعویٰ وہی عورتین کرتی ہین جو اس طرح طلاق پانے کو اپنا چارہ کار سمجھتی ہین۔

مسلمانون مین عورتون کو کُل ترکہ شوہری کسی حالت مین نہین ملتا زیادہ سے زیادہ ربع ورنہ معمولی طور پر ایک ثمن (آٹھوان) ملتا ہے۔ دیکھیے طلاق کے مسئلہ مین اور کُل ترکہ کے نہ پانے مین مسلمان عورتون کی حالت کس درجہ ہندو اور عیسائی عورتون سے گھٹی ہوئی ہے۔

یہان ایک بات اور یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مطلقہ عورتون کو پھر دوسری سے نکاح کرنا آسان نہین ہوتا ہندوستان مین تو شامت اعمال سے یہ قریب قریب حرام سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جہان اسکا رواج ہے وہان بھی زن بیوہ یا مطلقہ سے لوگ بمجبوری عقد کرتے ہین ورنہ عام طور پر ہر ایک ایسی ہی عورت کا متلاشی رہتا ہے جو کسی شوہر کا منہ نہ دیکھ چکی ہو۔

[illegible] عورتون مین سب سے زیادہ قابل قدر اور قیمتی چیز بادی النظر مین وہ اسباب ہے جس کو

دوسرے لفظون مین نیچر (فطرت) کے پھندے یا قدرت کے جال سے تشبیہ دے
سکتے ہین۔ مار الشباب چلے جانے کے بعد نہ عورتون مین اپنی طرف دلون کے
کھینچنے کی طاقت باقی رہتی ہے اور نہ مردون کی زبان پر یہ مصرعہ رہتا ہے۔

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ایک بات اور بھی قابل لحاظ ہے کہ ہندوستان کی مسلمان عورتین نکاح کے بعد
ہر وقت طلاق کے ڈر سے لرزان رہتی ہین اپنے حقوق کے طلب کرنے مین کبھی دلیری
سے کام نہین لے سکتین اور ساری عمر گویا لونڈیون کی طرح سے بسر کرتی ہین۔
مفصلۂ بالا تقریر سننے کے بعد ناظرین سمجھے ہونگے کہ مسلمان عورتون کا سا بدبخت کوئی دوسرا
مخلوق نہین ہے حالانکہ یہ راے صحیح نہین ہے عورتون کے جتنے حقوق شرع مین ہین اگر
اُنمین دست اندازی نہ کی جائے تو وہ بھی مردون کی طرح آزاد اور خوش رہ سکتی ہین۔
کیونکہ آیندہ تمام مصیبتون کے مقابلہ کرنے کے لیے مسلمان عورتون اور اُنکے ولیون کو
یہ اختیار دیا گیا ہے کہ نکاح کے قبل زیادہ سے زیادہ جو مہر مردون سے چاہین ٹھہرا لین
کہ یہ نقدی بار ہمیشہ کو مردون کے مقابلہ مین انکے حقوق کا محافظ رہے اور وصول ہو جانے
کی حالت مین نہایت عمدہ طور پر تمام دیگر نقایص کی تلافی کرسکے۔ لیکن افسوس ہے کہ
قوم کے طرز عمل نے ان بیچاری پردہ نشین اور بے زبان عورتون کو اس زبردست آلۂ
حفاظت خود اختیاری سے محروم کرنے کی دھمکی دے رکھی ہے۔

ان عورتون کی حق تلفی کے تین ذریعے ہین۔ ایک خود قوم کی غفلت۔ دوسرے
قانون پیشون کی (جسمین عدالت بھی شامل ہے) غلط فہمیان۔ تیسرے اُن لوگون کی
ناواقفیت جنکو مسلمانون کے خاندانون سے معاملے کرنے پڑتے ہین مہر ایک

شق کو مختصر طور پر الگ الگ بیان کرتے ہین -

عورتون کی غرض مشترکہ پر لحاظ نہ کیا جائے تو مار الشباب سے زیادہ قیمتی چیز دنیا مین کوئی دوسری نہین ہو سکتی اور اسلیے اسکے عوض مین جسقدر روپیہ دیا جائے یا دینے کو کہا جائے تھوڑا ہے - مہر کی تعداد شرع مین معین نہین ہے - جسقدر فریقین مین طے پا جائے وہی مہر ہے - ہان دس درم شرعی سے کسی حالت مین کم نہ ہو - ابتداے اسلام مین جو کیفیت مسلمانون کے افلاس کی تھی وہ ظاہر ہے - اور حالت کے اعتبار سے تعداد مہر بھی بہت کم ہوتی تھی - پیغمبر خدا اور اُنکے خاندان کے مہر بہت کم تھے اور اسلیے اب بھی مسلمانون کے بعض خاندانون مین انھین تعدادون کی پیروی مناسب سمجھی جاتی ہے - لیکن ہمارے نزدیک شرع ایسی پیروی کو مستحسن نہین سمجھتی بلکہ بعض اوقات لڑکیون کے والدین پر ایک اخلاقی الزام یہ عاید ہو جاتا ہے کہ اُنھون نے زمانہ موجودہ کی حالت سے غافل رہکر نامناسب طور پر شرعی غلط فہمی پر عمل کرنے سے اپنی بیزبان لڑکیون کو تعداد مہر کم منظور کر کے نقصان پہونچایا -

بعض خاندان ایسے بھی ہین کہ وہ مہر کے اغراض تک نہین سمجھتے - جیسے مسلمانون کا چوٹھا یانی پینا علامت اسلام سمجھتے ہین ویسے ہی نکاح کے وقت دس درم کا عدد درمیان مین آجانا شعار اسلام جانتے ہین - زیادہ تر شرفا کے خاندان ایسے ہین جو اپنی لڑکیون کے مہر زیادہ مقرر کراتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ مہر کا زیادہ ہونا لڑکیون کے آرام و آسایش کا سبب ہوگا - لیکن بعض اوقات گذشتہ زمانہ کی ثروت کے لحاظ سے مہر کی تعداد مین اظہار عظمت خاندان کی اتنی زیادہ ہو جاتی ہے جو کسی طرح مناسب نہین معلوم ہوتی - گو یہ حالت پسندیدہ نہین ہوتی لیکن مجبوری ہے

عدالتون کو اس بڑی سے بڑی تعداد کے بھی صحیح مان لینے مین اسلیے کچھ تامل ہونا چاہیے
کہ تعداد مہر خود فریقین کے سمجھنے کی بات تھی نہ کہ عدالت کے۔

ہند کی اعلی عدالتون سے جو فیصلہ مہر کے مقدمات مین ہوئے ہین وہ بہت
زیادہ تشفی بخش ہین۔ متوفی کا ذگی دین مہر جب تک ادا نہ ہو تقسیم ترکہ عمل مین نہ آئے متوفی
کے مرنے پر اگر قبضہ اُسکی بیوہ کا اُسکی کل جائداد پر ہوجائے تو اُسکا قبضہ بعوض دین مہر
کے مرہنانہ سمجھا جاتا ہے اور جب تک دین ادا نہ کیا جائے دیگر ورثا کو ترکہ کی نالش کا
حق نہین ہوتا۔ لیکن نوعیت قبضہ اور طریقہ وصول دین مہر کی بحث تو دین مہر کے طے
ہونے کے بعد پیدا ہوتی اور تعداد مہر معین کرنے کا کام ایسے لوگون کے متعلق ہوتا ہے
جو مفصلۂ بالا اصول سے ناواقف رہنے کی وجہ سے عورتون کے خلاف راے
قایم کرنا محفوظ طریقہ خیال کرتے ہین اور بعض وقت تو وہ ایسی بے پروائی سے قایم کی
جاتی ہے گویا دین مہر حق العباد سے ہی نہین محض ایک رکن مذہب ہے اور اسمین
تو کلام ہی نہین کہ دعوی مہر رجوع ہونے یا مسئلہ مہر زیر بحث ہونے کے ساتھ ہی راے
قایم ہوجاتی ہے کہ شوہر یا ورثاے شوہر کی سازش سے کسی غریب کی حق تلفی کے
لیے ایسا کیا جاتا ہے۔ مجوز کے دل مین ایسا شک پیدا ہونا ناظرین سمجھ سکتے ہین
کہ کس درجہ خطرناک ہے اور یہ بھی جان سکتے ہین کہ نظر بحالات سابق شک کہان تک
انصاف سے دور ہے۔ بعض نہایتین تو ایسی ہوتی ہین کہ اگر یہ فرض کرلیا جائے
کہ دعوی سازشی ہے پھر بھی سازش سے انصاف مین کوئی فرق نہین آتا۔ مثلاً
ایک ... لڑکی کسی ... کے ساتھ تین ہزار مہر پر بیاہی گئی۔ جائداد شوہری
ایک ... ہی ہے۔ عورت دین مہر کے باعث سے اپنے کو جائداد کے ایک حصہ

کی مالک سمجھی بیٹھی ہے۔ اتفاق زمانہ کو ڈی نہین جانتا کسی طرح ایک لاکھ روپیہ مہر کی ڈگری شوہر پر کسی غیر نے حاصل کر لی اور جائداد عنقریب نیلام ہوا چاہتی ہے۔ اب عورت اسی اثنا مین دعوی اپنے مہر کا کردے اور غرض یہ ہو کہ اگر ڈگری ہوگئی تو زر نیلام مین عورت بھی حصہ رسدی پا جائیگی اور اس طرح ۲۰ ہزار کے قریب ضرور ملجائین گے۔ یون خموش رہنے سے کل جانے رہتے ہین۔ ظاہر ہے کہ ایسے دعوی کے رجوع کرنے مین شوہر ضرور خوش ہوگا وہ سمجھے گا کہ غیر کی ڈگری مین کل جائداد نیلام ہو جانے سے بہتر ہے کہ ایک جز میری بی بی کے پاس آجائے لیکن کیا محض اسلیے کہ زوجہ کی ڈگری سے شوہر کا بھی ضمنی فائدہ ہوگا زوجہ کے دعوی کا ڈگری کرنا کسی طرح اعلی درجہ کے عدل اور انصاف سے ذرا بھی گرا ہوا ہوگا؟ ہرگز نہین۔

ہماری اس تحریر سے اُن لوگون کو بھی نفع پہونچے گا جو مسلمانون کے قاعدہ دین مہر سے بالکل ناواقف ہین اور مسلمان کے خاندان کو ہندوؤن اور عیسائیون کے خاندان پر قیاس کر کے معاملے کو سمجھتے ہین اور پھر پیچھے سے واقعات کے چھپانے سچی بات کے بدلنے اور غلط مقدمات کی ترتیب دینے سے اپنی غلطیون کی اصلاح کرنا چاہتے ہین۔ لیکن جو شخص معاملہ کرنے سے پہلے احتیاط سے کام نہین کرتا وہ گویا خود اپنی مدد نہین کرتا اور ظاہر ہے کہ جسنے خود اپنی مدد نہ کی عدالت سے مدد چاہنے کا اُسے کوئی حق حاصل نہین ہے۔

ممالک مغربی و شمالی کے لفٹنٹ گورنر نے عدالتون کو دین مہر کی تعداد گھٹانے کا اختیار دینا چاہا تھا۔ وایسرائے نے یہ تحریک پسند نہ کی۔ اس اثنا مین بہت سے لوگون سے رائین طلب ہوئی تھین مؤلف نے بھی ایک رائے دی تھی جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے

"آج کل ممالک مغربی وشمالی کے واضعان قانون یہ غور کررہے ہین کہ تعداد مہر کا عدالت کو گھٹانا مناسب ہے یا نہین - اودھ مین عدالتون کو اختیار ہے کہ اگر نامناسب طور پر مہر مین زیادتی کی گئی ہو تو اُسکی تعداد گھٹا دی جائے - ممالک مغربی وشمالی مین ایک مقدمہ ہائیکورٹ تک پہونچا جسمین یہ بحث تھی کہ اگر تعداد مہر گھٹائی نہین جاتی تو تمام جائداد مہر ہی کی نذر ہوجاتی ہے - دوسرے وارثون کے لیے کچھ نہین بچتا ججون نے تجویز کی کہ اودھ کی طرح اس ملک مین عدالتین دست اندازی کی مجاز نہین ہین اسلیے مجبوری ہے - گورنمنٹ تک اسکی خبر پہونچی اور اب یہ غور کیا جاتا ہے کہ ممالک مغربی وشمالی مین بھی اودھ کا سا قانون نافذ کیا جائے تو کیسا؟ -

"میرے نزدیک موجودہ حالت مین تغیر مناسب نہین ہے اور وجوہ اُسکے یہ ہین -

" انگریزون اور ہندوؤن کی طرح مسلمانون کے قانون مین طلاق مشروط بشرائط یا غیر محکوم نہین ہے - ہر شخص بغیر کسی وجہ کے اپنی زن منکوحہ کو چھوڑ سکتا ہے اور قانون انگریزی نے کوئی مداخلت اس بارہ مین بلالحاظ اسکے کہ یہ مداخلت مناسب ہوگی یا نامناسب اب تک نہین کی - مسلمانون کی عورتین اعادہ حق زناشوئی کا دعوے دیوانی مین اور نان ونفقہ کا دعوی عدالت فوجداری مین عملی طور پر نہین کرسکتین کیونکہ جواب مین ایام عدت کا نفقہ رکھکر عدالت کے سامنے مدعا علیہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مین نے اپنی عورت کو طلاق دیدی - ہندوستان مین باستثنا سے خاص خاص شریف خاندانون کے طلاق کی رسم ہر جا یہ جاری ہے - اور جن گھرون مین طلاق کی رسم نہین ہے وہان طلاق سے بھی بدتر طریقہ جاری ہے یعنے عورتون کو لوگ معلقات کے طور پر چھوڑدیتے ہین کبھی وہ حق زناشوئی ادا نہین کرتے اور نہ طلاق ہی دیتے

کہ وہ اُنکی حکومت سے آزاد ہو جائین - بہرحال ہندوستان کی بے زبان عورتین بے لکھی پڑھی اپنے شوہرون کے قبضہ مین بے بسی کی حالت مین رہتی ہین اور جن گھرون مین رسم پردہ جاری ہے وہان عورتین اور بھی مجبوری کی حالت مین رہتی ہین - پردہ کی سختی شرعی حدود سے تجاوز ہے اور اسلیے بہت سخت ہے - ان سب زحمتون کی تلافی اگر کچھ ہے تو وہ مہر سے ہے اس مہر کے ذریعہ سے ایک گونہ شوہرون پر عورتون کا دباؤ رہتا ہے - گو اپنے حقوق سے ناواقف رہنے کی وجہ سے ان عورتون کو اس دباؤ کے نافذ کرنے کا اتنا موقع نہین ملتا جتنا کہ ہونا چاہیے - لیکن پھر بھی تعداد مہر مین عدالت کی دست اندازی کا روا رکھنا عورتون کی حالت زار سے صریح بے پروائی کرنا ہے اور مردون کی زیادتیون کو اور ترغیب دینا ہے -

"جسوقت اسلام عرب مین پھیلا تھا عورتون کو بہایم کے طور پر لوگ استعمال کرتے تھے - طلاق مین آزادی عورتون کی ہمدردی سے قایم کی گئی - لیعنے جاہل عرب جب اپنی بیبیون کو ناپسند کرتے تھے تو وہ طلاق نہین دیتے تھے بلکہ انکو چھوڑ دیتے تھے اور گھرون مین لونڈیون کی طرح رکھتے تھے اور یہ اجازت نہین دیتے تھے کہ وہ دوسرون کے ساتھ بیبیون کی طرح رہ سکین - شارع نے اس رسم کے مٹانے کے لیے طلاق کے قواعد منضبط کیے اور اس خیال سے کہ طلاق جو ایک بلا دفع کرنے کے لیے قایم کی گئی تھی خود اُس سے بڑی بلا نہ ہو جائے عورتون کو تعداد مہر بڑھانے کی عام اجازت دیگئی - شروع شروع اپنے شوق مین عربون نے تعداد مہر کی زیادتی پر اپنی رضامندی ظاہر کرنی شروع کردی اور عورتین جو خود می

ترقی کے اثر سے آزاد ہو چلی تھین زیادہ مہر پر اصرار کرنے لگین۔ کچھ دنون کے بعد مردون نے اسے ناپسند کیا اور خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے ایک روز یہ اوپیپیر کی کہ لوگ زیادہ مہر نہ باندھین۔ ایک بوڑھیا جو مجمع مین موجود تھی وہ بولی کہ قرآن شریف نے جس چیز کو جائز رکھا ہے خلیفہ وقت کو اسے مٹانا نہ چاہیے۔ حضرت عمرؓ کو اُس بوڑھیا سے ایک سبق حاصل ہوا اور اُنھون نے اپنی غلطی مان لی اور اُس بوڑھیا کا شکریہ ادا کیا اور پھر تب سے بلاد اسلام مین کبھی تعداد مہر گھٹانے کی طرف بادشاہ وقت یا قاضیون کو توجہ نہین ہوئی۔

"میری راے مین جب عورت مدعی ہو کر مہر کا دعوی شوہر پر پیش کرے اُس حالت مین عدالت کو تعداد مہر مین دست اندازی کرنا کسی طرح قرین مصلحت نہین ہے۔ اب رہا یہ امر کہ بعد مرنے شوہر کے ورثار کے مقابلہ مین تعداد مہر کی بحث پیش ہو تو کیا کیا جائے؟ اسکا جواب بھی کچھ مشکل نہین ہے بعض اوقات ضرور ایسی صورتین پیدا ہو جاتی ہین جنکو عوام پسند نہین کرتے جیسا کہ مقدمہ کلکٹر مراد آباد بنام ہربنس سنگھ کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اسمین شرع محمدی کا کچھ نقص نہین ہے بلکہ خود اپنی سمجھ کا پھیر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی کل جائداد کسی کو دیڈالے تو اسمین کسی کا اجارہ نہین ہے اور اگر کوئی شخص کسی عورت کے حق مین اپنی کُل جائداد کا ہبہ کردے اور پھر اس سے نکاح کرے تو عقلاً یا انصافاً کوئی قباحت نہین ہے۔ اسی طرح اگر اُسنے بقدر مالیت جائداد کے مہر کا تعین کردیا تو یہ بھی ایک طور پر اپنی کُل جائداد کا ہبہ کرنا ہے اور یہ ہبہ بے وجہ نہین ہے عورت اپنی آزادی مرد کے حوالہ کرتی ہے تب کہین یہ جائداد پاتی ہے۔ اگر اس طرح دیگر ورثا محروم ہو جاتے ہین تو کوئی بے انصافی لازم نہین آتی دوسری

قومون کے قوانین دیکھئے۔ یورپ مین ورثاء قریب کا حصہ ان مختلف صورتون مین نظر آتا ہے۔ مثلاً خلف اکبر کے مقابلہ مین چھوٹے لڑکے کو کچھ نہین اگر وصیت نہ ہوئی تو اور تمام لڑکے محروم رہتے ہین۔ اسلئے وہان پہلے سے مورث کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے ورثا مین جسطرح چاہے وصیت کرے اسلام نے نہ تو بڑے بیٹے کو کسی حالت مین کوئی ترجیح دی ہے اور نہ متوفی کی مرضی جہان تک ورثا کے محروم کرنے یا ایک وارث کو دوسرے وارث پر ترجیح دینے کے متعلق ہو جائز رکھی ہے۔

"شارع اسلام نے گو ورثا کے حقوق کی بہت زیادہ حفاظت کی ہے لیکن پھر بھی تعداد مہر ادا ہونے تک تقسیم ترکہ کیسے روا نہین رکھی۔ اور نہ تعداد مہر کے گھٹانے کی طرف کبھی توجہ کی۔ شرع مین تعداد مہر ایک نہایت مہتم بالشان امر اب تک مسلمانون مین سمجھا گیا ہے"

"ہر قوم کا قانون ایک حد تک اُس قوم کے لیے آرام دہ ہے۔ اگر کوئی جز اسکا ناقص سمجھ کر اُسکی اصلاح مین کوشش کی جائے تو بجاے نفع کے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے اگر تبدیلی روا رکھی جائے تو کل قانون مین ایک ساتھ تبدیلی ہونا چاہیے۔ مثلاً اگر تعداد مہر کے گھٹانے کا اختیار عدالت کو دیا جائے تو یہ بھی اختیار عدالت کو دیا جائے کہ بغیر اجازت عدالت کے شوہر طلاق نہ دے اور نہ بغیر اجازت عدالت کے کوئی ایک سے زیادہ نکاح کرسکے۔ طلاق اور کثرت ازواج مین مرد آزاد رہے اور تعداد مہر بڑھانے مین عورتین آزاد نہ رہین تو مصلحت عام کے خلاف ہوگا اور بعض صورتون مین جو اتفاقی بُرائیان پیدا ہو جاتی ہین اُنسے کہین زیادہ بُرائیان موجودہ قاعدہ کے بدلنے مین پیدا ہون گی۔

فصل چہلم
طلاق

شوہر اپنی بی بی کو چھوڑ دے تو اُسے طلاق کہتے ہین - اور جب طلاق کے لیے بی بی کی طرف سے ترغیب دی گئی ہو تو اُسے خلع کہتے ہین -

طلاق دینا بیشک ایک قسم کی بیوفائی ہے - شرع نے اسے عمدہ سمجھ کر جائز نہین رکھا بلکہ شرع نے صرف یہ بتایا ہے کہ اگر زن و شو مین مناسبت طبعی نہو اور اس بیوفائی کے سوا کوئی دوسری صورت نظر نہ آئے تو یون بیوفائی کرو - طلاق فی الواقع علاج ہے بہت سے امراض مہلکہ کا - اور جہان امراض پیدا ہونے پر اُسکے علاج کی طرف رجوع نہین کیا جاتا وہان ایسے ایسے مہلک نتایج پیدا ہوتے ہین کہ العظمۃ للہ -

خلع مین تو بیشک فریقین کی مرضی سے طلاق ہوتا ہے لیکن جب کبھی عورت کی مرضی کے خلاف مرد طلاق دیتا ہے تو بظاہر ایک بدنما صورت پیدا ہوتی ہے اور اسی بدنمائی کے روکنے کے لیے پہلے سے عورتون کو دین مہر کا حق دیا گیا ہے کہ وہ جتنا چاہین مردون پر بار عاید کر لین کہ مردون کو طلاق کی جرأت نہو اور اگر خود عورتین طلاق چاہین تو مہر کا معاف کرنا نفاذ حق خلع مین بھی اُنکو آسانی بہم پہونچائے -

طلاق صرف مسلمانون مین نہین ہے - تمام دنیا مین طلاق جاری ہے جب سے دنیا مین شادی بیاہ قایم ہے طلاق بھی قایم ہے اور جب تک دنیا مین انسان رہین گے اور انمین بیاہ کا دستور قایم رہے گا تب تک طلاق کا وجود بھی قایم

رہے گا۔ ہندوستان مین توسب سے زاید طلاق کارواج ہے۔ بیچارے غربا کا توذکر نہین لیکن امرائین یہ بلا گھر گھر ہے۔ صغرسنی مین شادی ہوئی۔ ہوش سنبھالنے پر بی بی سے نفرت پیدا ہوئی اور پھر تمام عمر شاہدان بازاری سے یا اس سے بھی بُری حالت مین دوسری قسم کی عورتون سے تعلقات بیچارے اور بی بی سے کبھی دید وشنید بھی نہین ہوئی۔ گھر کی حفاظت کرنے اور کھانا پکانے کے لیے لونڈی نہی ایک بی بی پڑی رہی۔ اب ان بیبیون مین اور مطلقہ عورتون مین کیا فرق ہے۔ دوسرے ملکون مین بھی کم وبیش یہ قاعدہ جاری ہے زن و شومین سے ہر ایک نے دل بہلاؤ کی چھپی ہوئی صورتین پیدا کرلین۔ ایک کو دوسرے سے بالکل تعلق زناشوئی نہین ہوتا لیکن برائے نام دوسرون کے دکھانے کو یہ تعلق تسلیم کیا جاتا ہے یہ تو مہذب ملکون کا دستور ہے۔ غیر مہذب ملکون مین جہان عورتین مردون کے اختیار مین رہتی ہین اور طلاق کا دستور نہین ہوتا وہان بجنسہ ہندوستان کی سی تہذیب کی پیروی کیجاتی ہے۔ زمانہ جاہلیت مین عربون کا بھی یہی دستور تھا کہ جب وہ ایک بی بی کو ناپسند کرتے تھے تو اُسے چھوڑ کر دوسری لاتے تھے لیکن جسکو چھوڑتے اوسکو گھر سے باہر جانے نہین دیتے تھے بلکہ ماماؤن کی طرح کام لینے کے لیے اُسکو گھر مین رکھتے تھے۔ جو بی بی کل پلنگ سے نیچے نہین اُترتی تھی وہ آج نئی دُلھن کے سامنے محض جھاڑو دینے اور کھانے کے برتن صاف کرنے سے تعلق رکھتی ہے کتنا بُرا نظارہ ہے۔ طلاق کے احکام مُہذب کرکے اسلام نے بہت بڑا احسان عورتون پر کیا کہ اُنکو شوہرون کی قید بیجا سے آزاد کرادیا۔ احکام شرع جاری ہونے پر ہر ایک عورت جسکو مرد چھوڑدے قاضی کے سامنے نان

دے سکتی ہے کہ اُسکو شوہر کے گھر سے علیحدہ کر دیا جائے کہ کسی دوسرے سے وہ عقد کرے۔ مسئلہ طلاق اُن احسانات مین شمار کیا جاتا ہے جو اسلام نے عورتو نکے ساتھ کیے ہین۔

طلاق کا یہ قاعدہ ہے کہ جب تین طلاقین ہو جائین تو پھر عورتون سے کسی قسم کا تعلق مرد نہین رکھ سکتا تھا۔ یہ قومی تہذیب اور قومی زور کا اثر تھا۔ یہ نہین کہ آج طلاق دی اور کل عورت نے دوسرا خاوند ٹھہرایا تو کہنے لگے کہ نہین نہین مین طلاق واپس لیتا ہون۔ مسلمانون مین مطلقہ عورتون سے پھر شوہرون کو کچھ تعلق نہین رہتا۔ ہان زن مطلقہ دوسرے کے نکاح مین رہے اور وہ بھی طلاق دے تو سابق شوہر مکرر نکاح اُس سے کر سکتا ہے۔

طلاق واقع ہونے کے لیے تین مرتبہ طلاق دینا لازم ہے۔ ایک ساتھ یا باری باری سے۔ لیکن عمدہ صورت یہ ہے کہ ایک مرتبہ تین طلاقین نہ دی جائین بلکہ ایک ایک مہینہ کے بعد ایک ایک طلاق دی جائے اور جب تین پوری ہو جائین تو عورت مطلقہ سمجھی جائے۔ تین طلاقین ایک ساتھ اسلیے ناپسندیدہ ہین کہ اُمین غور کرنے کا موقع کم ملتا ہے غصہ کی حالت مین ممکن ہے کہ طلاق ہو جا وے اور پھر پچھتانا پڑے اسلیے شرع نے حکم دیا ہے کہ حتی الوسع سوچ سمجھ کر یہ کام کرو تو اچھا کہ پھر افسوس نہ ہو۔

فریقین مین نا اتفاقی ہو اور کسی طرح ایک دوسرے کو پسند نہ کرے تو علیحدگی سے اچھی کوئی دوسری صورت نہین ہے یہی عین حکمت ہے اور یہی عین تہذیب ہے کہ آہستہ سے علیحدگی ہو جائے اور پھر ہر ایک اپنا دوسرا مند دلبست کرلے

دنیا داری کا جھگڑا ایسا نہیں ہے کہ فریقین کی نارضامندی ہو جب بھی وہ امن و
امان سے چلا چلے۔

ہندوستان میں طلاق دینے کا دستور نہیں ہے اگر ہے تو بس اسقدر ہے کہ عورت کو
مرد نے چھوڑ دیا اور عورت لونڈی کی طرح گھر میں کام کرتی ہے۔ اور اس سے اچھی
صورت ہو بھی نہیں سکتی۔ جب تک عورتوں کا دوسرا بیاہ ناجائز ہے۔ لیکن یورپ میں
طلاق ہے اور بعد طلاق کے فریقین کی دوسری شادیاں ہوتی ہیں اور پھر قسمت نے
پادری کی توجہین سے بسر بھی ہوتی ہے۔ لیکن وہاں طلاق کا قانون ایسا خراب ہے
کہ بڑی مشکل سے طلاق واقع ہوتی ہے۔

۱۔ انگلستان میں زنا کوئی تعزیری جرم نہیں ہے۔ ۲۔ بیاہ کے بعد فریقین کی
مرضی سے طلاق نہیں ہو سکتی بلکہ عدالت کی مرضی پر فریقین کا تفرقہ منحصر ہوتا ہے۔ ۳۔
بارہا ایسا ہوا ہے کہ فریقین نے طلاق حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن عدالت
سے منظوری حاصل نہیں ہوئی۔ ۴۔ اکثر طلاق کی ڈگری عدالت سے اُس حالت
میں حاصل ہوتی ہے جبکہ فریقین کا یا اُنمیں سے ایک کا زناکاری کی حالت میں
رہنا عدالت کے نزدیک ثابت ہو۔ ۵۔ طلاق حاصل کرنے کے لیے عدالت ہائے
انگلستان میں ایک فریق دوسرے فریق کی زناکاری ثابت کرنے پر مایل ہوتا ہے اور
کوشش ہوتی ہے کہ فریق ثانی کی بے عصمتی یا خود سائلہ کی بے عصمتی عدالت کے
نزدیک عدم ثابت نہ ہے۔

بنگال کے ایک سابق لفٹننٹ گورنر کی صاحبزادی ایک پادری کے ساتھ انگلستان
میں بیاہی گئیں۔ نکاح کے واقعات معلوم نہیں ہوئے صرف اتنا معلوم ہوا کہ نکاح کے

بعد ایک نے دوسرے کو ناپسند کیا۔ اگر دونون مسلمان ہوتے تو کچھ بھی دقت نہ ہوتی۔ ناپسندیدگی پادری صاحب کی طرف سے ہوتی تو وہ طلاق دے سکتے تھے۔ اور اگر بی بی صاحبہ کی طرف سے ناپسندیدگی تھی تو وہ امیر کبیر کی لڑکی تھین دولت کے زور سے شوہر کو طلاق دینے پر راضی کر لیتین۔ اور اسی کا نام خلع ہے۔ لیکن قانون انگلستان اسلامی قانون سے مخلف ہے یعنی اُس اصول پر مبنی ہے جسکا ذکر اوپر کیا گیا ہے اسلیے میم صاحبہ کو طلاق حاصل کرنے کے لیے اپنی بدچلنی کا ثبوت عدالت کے اطمینان کے مطابق دینا لازم ہوا۔ اور پادری صاحب کو بھی یہی راستہ اختیار کرنا ناگزیر ہوا۔ کسقدر مصیبت مین دونون مبتلا ہوئے۔ سیدھی بات کو قانون نے خواہ مخواہ ٹیڑھی کردی لوگون کا خیال ہے کہ یورپ کے قانون مین بڑی آزادی ہے لیکن اگر اسی کا نام آزادی ہے تو ہم سمجھتے ہین کہ یورپ مین کچھ بھی آزادی نہین ہے مناکحت کا معاملہ اور اُسمین اس درجہ خلاف عقل باتون کو دخل ہو اور وہ بھی یورپ ایسے مہذب ملک مین تو ہم کو سخت حیرت ہے۔ میم صاحبہ بدچلن ہون یا نہ ہون لیکن ملک کے قانون نے انکو مجبور کیا کہ وہ ایسے شخص کی صحبت سے جس سے بُرا اُنکے نزدیک کوئی دنیا مین نہ تھا چھٹکارا پانے کے لیے اپنی عصمت کو پبلک اور عدالت کے سامنے گئی گزری ثابت کرین۔ چند سال کا ذکر ہے کہ اخبارون مین طلاق کی کیفیت یون شائع ہوئی کہ میم صاحبہ نے ایک چٹھی اپنے شوہر کے پاس لکھی کہ سچی اور سیدھی بات یہ ہے کہ مین ایک ایسے شخص پر فریفتہ ہون جو میرے لیے سب کچھ ہے۔ اگر آپ اسپر کچھ کرنا چاہتے ہین تو فلان شخص سے میرے مزید حالات دریافت کر لیجئے۔ اس چٹھی کے معنی یہ ہوئے کہ مین ناپاک حالت مین ہون اور میری ناپاک حالت کو عدالت پر ظاہر کر کے آپ مجھ سے

گلوخلاصی چاہتے ہون تو مین آپ کی مدد کے لیے لینے اپنی ترائیان ظاہر کرنے کے لیے طیار رہون -

وہ چٹھی بامحض عورت کا اقبال کافی نہ تھا بلکہ جا بجا سے اور بھی رسوائی کا ثبوت درکار تھا - غرضکہ چند تائیدی ثبوت اور بھی بہم پہونچائے گئے - جن ہوٹلون مین میم صاحبہ رہ چکی تھین وہان کے رجسٹر دیکھے گئے - نبیجر کے اظہار ہوئے اور یہ دکھایا گیا کہ اپنے نئے چاہنے والے کے ساتھ میم صاحبہ برابر زن دشو کی طرح رہتی ہین - عدالت کو جب ثابت ہوگیا کہ فی الواقع میم صاحبہ زناکاری کی حالت مین رہ چکی ہین - تب پادری صاحب کی گلوخلاصی کا حکم دیا گیا - میم صاحبہ کا کھٹکا مٹا - اور نئے چاہنے والے سے کل کارروائی کا خرچہ دلایا گیا -

اب آزادی کا زمانہ ہے - ہر جگہ عقل سے کام لیا جاتا ہے - مفصلۂ بالا بابت ظاہر کرنے کے بعد اسمین ذرا شبہ نہین رہتا کہ اسبارہ مین مسلمانون کا قانون یورپ کی دیگر سلطنتون کے قانون سے اچھا ہے -

کیا اسوقت ہم اس کہنے سے باز رہ سکتے ہین کہ او اونٹ پر چڑھنے والے ریگستان مین گھومنے والے اُمّی محض تجھ پر یقین کرنے والے تو تجھکو خاص فیضان الہی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہین اور سمجھتے رہین گے - لیکن جو تجھکو نہین مانتے وہ بھی جب عقل سے کام لیتے ہین تو یہ تسلیم کرتے ہین کہ تیری ذات بابرکات خلاصہ موجودات کے ذریعہ سے جو شریعت قایم ہوئی اُسکے احکام اسوقت تمام قوانین سے افضل ہین -

فصل چہل ویکم

کثرت ازدواج

آج کل یورپ مین کثرت ازدواج انتہا سے بداخلاقی ہے اور بلاد اسلام مین بغیر اسکے اخلاقی خوبیان قایم نہین رہ سکتین۔ یورپ مین ایک بی بی کے ہوتے ہوئی دوسری عورت سے ناجائز تعلق رکھنا کوئی جرم نہین ہے محض بداخلاقی ہے لیکن دوسرا بیاہ کرلینا جسکو وہان کی اصطلاح مین "بیولی گیمی" (Bigamy) کہتے ہین ایک سنگین جرم ہے یہ مسئلہ بہت زیادہ یورپ اور افریقہ کے ان سواحل مین زیر بحث رہتا ہے جہان جانب مقابل مین یوروپین آبادیان واقع ہین۔ یہ بحث وہان خاص خاص لوگون مین محدود نہین ہوتی بلکہ طبقہ عوام مین بھی اس قسم کے مباحثے ہوتے ہین۔ ایک فرانسیسی سیّاح شام اور مصر کے شہرون مین سڑکون پر رات کو روشنی کا انتظام نہ دیکھکر حیرت سے پوچھتا ہے۔ "یہ کیسے شہر ہین کہ انمین رات کو روشنی نہین ہوتی ہے" ہوٹل کا مصری خانساماں جواب دیتا ہے "یہان کے لوگ اپنے گھر پر ایسے خوش رہتے ہین کہ انکو رات کے وقت اپنے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت نہین رہتی اور اسلیے سڑکون پر روشنی کا سامان بھی کم کیا جاتا ہے۔ یورپ مین لوگون کے گھرون پر عیش و نشاط کے سامان مہیا نہین رہتے اسلیے وہان کے باشندے تھیٹر۔ سرکس۔ ناچ۔ میخانہ۔ قمارخانہ کی سیر کے لیے رات بھر مارے مارے پھرتے ہین اور انکے لیے راستون مین روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہان کے لوگ اپنی بیبیون مین ایسی خوشی سے بسر کرتے ہین کہ انکو ناحق کے چکر لگانے کی ضرورت نہین ہوتی" اس جواب مین وہ خانساماں اپنے طور پر جو کثرت ازدواج کی خوبیان

کہہ گیا خاص اُسی کا حصہ تھا۔ بیان سادہ ہے لیکن مطلب سب ادا ہو گیا۔

اس مسئلہ پر اگر عالمانہ بحث کی جائے تو سب کے پہلے ان امور پر غور کر لینا چاہیے

۱۔ گرم ملکون مین فطرتاً کثرت ازدواج کی طرف توجہ زاید ہوتی ہے اور سرد ملکون مین عموماً اس سے نفرت کی جاتی ہے۔ قمریان ہمیشہ اپنا جوڑا ساتھ رکھتی ہین اور خروس کا طرز زندگی اسبارہ مین بالکل جُدا ہوتا ہے۔ اسی طرح مُلکی آب وہوا کے اثر سے انسانی طبیعت کے جذبات مین بھی زمین وآسمان کا فرق ہوجاتا ہے۔ جن اقوام مین بغیر خور ونوش کے افطار صوم ہوتا ہے اُنکی تمدّنی حالت اُن برفستان کے باشندون پر قیاس نہین کیجا سکتی جہان ایام سرما مین نباتات کی قوت نمو بھی انسان کی قوت حاسہ کے ساتھ مسلوب ہوجاتی ہے۔

۲۔ دنیا کے تمام حصون مین عورتون کی معمولی بیماریان اور اُنکے ایام حمل ورضاعت عورتون کو مردون سے اکثر جدا رکھنے پر مجبور کرتے ہین۔

۳۔ عورتون کی قوت تناسل عموماً مردون سے بہت پہلے ختم ہو جاتی ہے۔

۴۔ تمام ملکون کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتون کی تعداد مردون سے زاید ہے۔

ان تمام باتون پر نظر کرنے کے بعد ذرا شبہہ نہین رہتا کہ مثل قمریون کے اپنی زندگی انسان بسر نہین کر سکتا۔ بہت سی صورتین ایسی ہوتی ہین کہ ایک مرد کو چند عورتون سے تعلق رکھے بغیر چارہ نہین ہوتا۔ اسکے لیے دلیل وبرہان کی ضرورت نہین ہے۔ ہر ایک کو خود اُسکا وجدان سمجھا سکتا ہے۔ دنیا مین ایسی عورتین بہت کم ہین جنکو متعدد مردون سے تعلق رہا ہو۔ لیکن ایسے مرد بہت کم نکلین گے جنکو متعدد

عورتون سے تعلق نہ رہا ہو۔ بلاد اسلام مین یہ تعلقات کثرت ازدواج کے جواز کی وجہ سے
دوسری صورتین رکھتی ہین اور دیگر ممالک مین زناکاری کا پیرایہ اختیار کرکے دوسری
حالتون مین نمودار ہوتے ہین لیکن نفس تعدد دونون جگہ موجود ہے اور اسلیے یہ کہا
جاسکتا ہے کہ ایک مرد کو کئی عورتون سے تعلق رکھنا انسانی فطرت مین داخل ہوگیا ہے
قانون کا کام یہ نہین ہے کہ جذبات انسانی مٹادے بلکہ قانون کا صرف یہ کام ہے کہ جذبات
انسانی کو جہان تک ممکن ہو مہذب کرے۔ اب اسلام نے ان جذبات کو یون مہذب
کیا کہ تعدد ازدواج روا رکھا لیکن چار منکوحہ بیبیون تک اُسے محدود کر دیا اور اس قانون
کے توڑنے والون کے لیے ابتدائی سزا تازیانہ اور انتہائی سزا قتل تجویز کی۔ یورپ
کی جدید تہذیب نے اسے یون مہذب کیا کہ ابتدائی حالت مین یہ تعدد نامتناہی تعداد
تک معاف رکھا اور آخری حالت مین صرف ایک بی بی سے تعلق رکھنا محکوم کیا۔ اور اسکی
خلاف ورزی مین صرف زن وشو کا افتراق ممکن ٹھہرا دیا لیکن ایک سے زاید بیبیون کا
رکھنا کسی حالت مین جائز نہین رکھا۔ بلکہ اسے جُرم قابل سزا قرار دے دیا۔
اب ناظرین فیصلہ کرین کہ جذبات انسانی کو مہذب کرنے مین کس قانون نے زائد تر فطرت
انسانی کا خیال رکھا ہے۔

اسلام کوئی قانون مختص الامر یا مختص المقام نہین ہے کئی مرتبہ کہا گیا اور ... ہی
کہا جاتا ہے کہ یہ تمام دنیا کے لیے بنایا گیا ہے۔ اسمین زیادہ تر اصول سے بحث
کی گئی ہے اور ہر موقع اور ہر مقام کے متعلق اسمین سہولتین رکھی گئی ہین۔ اس مین
ازدواج کے متعلق جو مسائل ہین وہ کسی خاص قوم یا خاص ملک کے لیے نہین
ہین۔ عرب اور افریقہ کے ریگستان اور قطب شمالی کے برفستان ان دونون کے لیے

ایک ہی قانون ہے۔ جو مسئلہ اُس قوم کے لیے ہے جہان پولی گیمی یعنی کثرت ازدواج کا رواج ہے وہی اُن اقوام کے لیے بھی ہے جہان اسکے برعکس پولی انڈری یعنی کئی مردون مین ایک عورت کے رہنے کا دستور تھا اور شاید اب بھی کہین کہین پہاڑی ملکون مین ایسا ہوتا ہے۔ جوانون اور بوڑھون ضعیفون اور تندرستون۔ مفلسون اور مالدارون۔ مزدورون اور بادشاہون سب کے لیے ایک ہی قانون ہے۔ دنیا مین سب کی حیثیتین یکسان نہین ہین۔ بعض تو ایسے ہین کہ اُنکے لیے ایک بی بی سے بیاہ کرنا بھی داخل معصیت ہے۔ اور کتنے ایسے ہین کہ چار بیبیان ہون تو وہ چارون کے ساتھ عدل کر سکتے ہین اور چارون کو خوش رکھ سکتے ہین۔ ان تمام امور کے لحاظ سے قرآن کی سورۂ نسا رکوع اول مین محکوم ہے۔

"اپنی مرضی کے مطابق دو دو تین تین چار چار عورتون سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تمکو اس بات کا اندیشہ ہو کہ کئی بیبیون مین برابری کا برتاؤ نہ کر سکو گے تو ایک ہی بی بی کرو یا جو لونڈی تمھارے قبضہ مین ہو اُسی پر قناعت کرو۔ بے انصافی سے بچنے کے لیے یہی تدبیر قرین مصلحت ہے[1]"

اس آیہ مین عورتون کے حقوق کا زیادہ تر لحاظ کیا گیا ہے اور اُنھین کے فائدہ کے لیے یہ منصوص ہوا ہے مردون کے حقوق کا بڑھانا اور عورتون کے حقوق کا گھٹانا ہرگز اس سے مقصود نہین ہے۔

---

[1] فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنی الا تعولوا۔

اس آیت سے صریح ظاہر ہے کہ ایک بی بی سے زاید کی اجازت کن شرطون اور
قیدون سے گھری ہوئی ہے۔ بیشک مستحسن ہے ایک بی بی کا کرنا لیکن اُن عدل
کرنے والون کے لیے یہ استحسان نہین ہے جنکو بغیر چند بیبیون کے اطمینان قلب
جسپر دونون جہان کی کامیابیون کا مدار ہو حاصل نہین ہو سکتا۔ بیبیون مین عدل قایم
رکھنے کا مفہوم آیندہ ازواج مطہرات نبیؐ کے بیان مین درج کیا جائیگا۔

ان تمام امور کے ساتھ ہم یہ بھی کہین گے کہ بعض اقوام کا تمدن کثرت ازواج کے لیے
مناسب نہین ہے۔ مثلاً ہندؤون مین کثرت ازدواج جائز ہے لیکن بلحاظ اُنکے
طریق تمدن کے جائز نہ ہونا چاہیے اُنکے یہان جو حالت زناشوئی ہے یا اُنکی عورتین
جس طور سے رہتی ہین اُسپر کثرت ازدواج کا استزاد کرنا بیچاری عورتون کی حالت زار سے
بالکل فراموشی کرنا ہے۔ اُنکو کچھ مہر نہین ملتا۔ سیکہ کے تعلقات بالکل قطع ہو جاتے ہین۔ مردون
پر اُنکا کچھ دباؤ نہین ہوتا۔ طلاق لیکر وہ عقد ثانی نہین کر سکتین۔ یہان تک کہ شوہر کے مرنے
پر بھی وہ دوسرا بیاہ نہین کر سکتین۔ ان تمام مجبوریون کے ساتھ اتنا اور استزاد ہوا کہ شوہر
دوسری بیبیان لائے اور اب سابق بی بی کو بجز لونڈیون کی طرح جھاڑو دینے اور برتن
مانجنے کے اور کوئی تعلق نہ رہا۔ یا شوہر نے کچھ انسانیت کو راہ دی تو اناج کی کوٹھریونکی
کنجیان اُسکے پاس رہنے دین تو اس طرح لونڈیون سے بڑھکر ماماؤن کی سی حیثیت قایم
رہی۔ بہرحال ہندؤون کا تمدن کثرت ازدواج کے بالکل نامناسب ہے اور اسی طرح
جن مسلمان گھرون مین تمام امور متعلقہ ازدواج مین رسم ہنود کی پیروی ہے وہان بھی
کثرت ازدواج ضرور ایک اخلاقی جرم ہے۔ جن لوگون نے مسلمان ہو کر کثرت ازدواج
کے خلاف رسالے لکھے ہین اگر وہ اپنے رسالہ مین اتنا اور بڑھا دیتے کہ مسلمانان ہند

کی تمدنی حالت کے اعتبار سے کثرت ازدواج نادرست ہے تو ٹھیک ہوتا۔ کوئی قانون اچھے سے اچھا ہو جب تک اُسکے تمام اجزا پر عمل نہ کیا جائے وہ مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ لیکن جن لوگون نے اس نازک فرق کو سمجھے بغیر نفس کثرت ازدواج کو بُرا بتایا ہے اور حدیث اور قرآن کے معنون مین تاویلین کرکے اسلام کا رکھ رکھاؤ کیا ہے سخت غلطی کی ہے۔ مین نہایت ادب سے اُنکی تحریرون کی نسبت یہ لکھون گا کہ تمدن اسلام کی صورت اُنکے ذہن مین نہ تھی اور جو چیز کہ اُنھون نے بُری بتائی ہے فی الواقع وہ نہایت اچھی چیز ہے۔ انھین تحریرون کا نتیجہ ہے وہ کتاب جو لاہور مین کثرت ازدواج کے متعلق عیسائیون کی طرف سے شایع ہوئی ہے اور جسمین خود ہماری قوم کے پیشواؤن کی تحریرٰین ہمارے لیے مضر ثابت ہوئی ہین۔ ہم ایک طرف کثرت ازدواج کو بُرا سمجھ کر اُسکی بُرائیان دکھاتے ہین اور کوشش کرتے ہین اس امر کے ثابت کرنے کی کہ کثرت ازدواج مسلمانون مین جائز ہے مگر بدترین عمل سمجھا گیا ہے۔ اور دوسری طرف وہ کتاب دکھاتا ہے کہ پیغمبر خدا نے مرتے وقت گیارہ ازواج مطہرات چھوڑین اور تمام صحابہ کبار کے پاس بھی قریب قریب بلا استثنار کے متعدد بیبیان تھین تو گویا خود ہمارے قول سے پیغمبر خدا اور صحابۂ پیغمبر بدترین اعمال کے مرتکب ہوئے۔ یہ سب خرابیان صرف اسلیے پیدا ہوئین کہ تمدن عرب سے ہم ناواقف ہین یا زنا۔ نکاح۔ طلاق خلع اور مہر کے اصول سے ناواقف ہین جس زمانہ مین کہ "امہات المومنین" شایع ہوئی ہے اُسکا بیان سب طلب میرے پاس آئین اور مین نے اُنکو الماری مین بند کردیا کسی مسلمان کو دیکھنے نہین دیا۔ لوگون کے مانگنے پر مین صرف یہ کہتا تھا کہ جب تک تمدن عرب کا نقشہ ذہن مین نہ ہوگا اس کتاب کا پڑھنا گمرہی کا سبب ہوگا۔ اُسیوقت ایک جگہ تذکرہ

ہوا کہ فلان شخص اسکا جواب لکھنے والا ہے - اُس شخص کی نسبت مجھے بڑی عقیدت تھی - مین انھین بڑا ادیب بڑا ذہین اور محب اسلام سمجھتا تھا - لیکن باوجود اسکے مین نے اپنا خیال یہ ظاہر کیا کہ وہ اسکا جواب نہین لکھ سکتے - لوگون کے پوچھنے پر مین سنے کہا کہ چالیس ۴۰ برس کے سن مین اُنکی بی بی نے انتقال کیا اور اُنھون سنے باوجود فارغ البالی کے دوسرا بیاہ نہ کیا - جو شخص ایک بی بی کا رکھنا بھی پسند نہ کرے وہ ایک سے زیادہ بیبیون کی مصلحتین نہین سمجھ سکتا - علاوہ برین اُنھون سنے اپنے بیاہ کی فکر بھی نہ کی لیکن اپنے بیٹے کے بیاہ مین اُنھون سنے بے انتہا زحمت اُٹھائی - جو شخص بجاے اپنے بیاہ کے بیٹون کے بیاہ کے لیئے تمام دنیا کی زحمتین مول لے وہ کثرت ازدواج کے متعلق جو ان خیالات سے بالکل ہی جدا تمدن پر مبنی ہے کوئی دلچسپ مضمون نہین لکھ سکتا -

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اب مین اصل مضمون کی طرف غور کرتا ہون اور دو مہذب قومون کے درمیان مین محاکمہ کرتا ہون - مسلمان اپنی تہذیب کے زمانہ مین کسی طرح یورپین قومون سے کم نہ تھے - اور کثرت ازدواج جائز رکھتے تھے - اور عیسائی اپنے زمانہ تہذیب مین اسے جرم قرار دیتے ہین - مین اِن دونون قومون کو اپنی اپنی جگہ پر حق بجانب پاتا ہون اور یہ قول فیصل سُناتا ہون کہ جو تمدن عربون کا تھا اُسکے لحاظ سے کثرت ازدواج کا جائز ہونا عین تہذیب ہے - لیکن اگر یہ پوچھا جائے کہ کس کا تمدن اچھا ہے تو مین بے تکلف کہون گا کہ مسلمانون کا - اور وجہ پوچھی جائیگی تو مین کہون گا کہ یہ کل کتاب شروع سے اخیر تک پڑھی جائے تو وجہ سمجھ مین آجائے گی کیونکہ یہی اِس کتاب کا موضوع ہے - تمدن نام ہے عادت رسم اور قانون مُلکی کے مجموعہ کا اور

اس کتاب میں میرا مقصد مسلمانوں کے تمدن کو تمام دنیا کے تمدن پر فائق ثابت کرنا ہے اسلیے اگر یہ سوال ہو کہ اس زمانہ کی مہذب قوموں کا تمدن سابق مسلمانوں کے تمدن سے اچھا ہے تو میرا جواب ہوگا۔ نہیں۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ یورپ کے موجودہ تمدن کے لحاظ سے کثرت ازدواج کا جرم قرار پانا کیسا ہے تو میں کہونگا۔ بہت مناسب۔ اور اگر یہ پوچھا جائے کہ جن ممالک میں اسلام کے تمام قوانین پر عمل ہو وہاں کثرت ازدواج مناسب ہے؟ تو میں کہونگا۔ یقیناً مناسب ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ کثرت ازدواج اور دستور طلاق سے تمدنی حالت انسان کی خراب جاتی ہے۔ مفصلۂ بالا تقریر پڑھنے کے بعد شاید کوئی سمجھدار یہ نہ کہے گا کہ مسائل شرع ان امور کے متعلق تمدن انسانی کے بگاڑنے والے ہیں۔ دلیل و برہان سے جنکی پوری تشفی نہیں ہوتی اُنکے لیے ہنری ہشتم شاہ انگلستان کے حالات سمجھانے کو کافی ہونگے۔ ہنری ہشتم نے تخت پر بیٹھنے کے بعد اپنے برادر متوفی کی بی بی ملکہ کیتھرن سے بیاہ کیا۔ یہ بیاہ زیادہ تر اُس شان و شوکت کا نتیجہ تھا جو کیتھرن کو اُسکے شوہر کے زمانہ میں حاصل تھی۔ عرصہ تک کیتھرن کے ساتھ رہکر بادشاہ اُس سے سیر ہوگیا تو ایک نوجوان لڑکی "اینی بولین" پر فریفتہ ہوا۔ اُس زمانہ میں آج کل کی طرح زناکاری کا رواج نہ تھا ورنہ معاملہ یہیں تک رہجاتا۔ اور نہ کثرت ازدواج یا طلاق کا دستور تھا کہ کیتھرن کے ہوتے ہوئے یا کیتھرن کو طلاق دیکر اینی کے ساتھ بادشاہ دوسرا بیاہ کر لیتا۔ کثرت ازدواج کا تو رواج ہی نہ تھا اور طلاق کے لیے شرطیں اتنی تھیں کہ بادشاہ کے اختیار میں وہ بھی نہ تھا۔ بادشاہ نے پوپ روم سے مدد چاہی اور یہ درخواست کی کہ پوپ بطور مذہبی پیشوا کے کیتھرن سے جُدائی کرادے۔ اور اب تک جو تعلق کیتھرن

سے تھا اُسے ناجائز قرار دے یا دوسرے لفظوں مین یہ قرار دے کہ آیا کیتھرن
بطور مدخولہ کے تھی منکوحہ نہ تھی تاکہ اینی کے ساتھ بیاہ ہونے مین کوئی امر مانع نہ ہو۔
دیکھیے گھر کا جھگڑا کہان پہونچا۔ اور کس تھکا فضیحت کے ساتھ پہونچا۔ کیتھرن نے اپنی
توہین پسند نکی اور اسکے خلاف کوشش کی۔ کیتھرن کا بھتیجا چارلس اسپین اور جرمنی کا
بادشاہ تھا۔ اٹلی مین بھی اُسکا بڑا اثر تھا۔ پوپ کو کیتھرن کے خلاف حکم دینے کی جرأت
نہ ہوئی اور ادھر شاہ ہنری سے اُسے یہ ڈر تھا کہ مین اسکا کہنا نہ مانون اور یہ میرے مذہبی
اثر سے خود کو الگ کر کے پراٹسٹنٹ ہو جائے جب بھی برا ہوگا۔ عرصتک پوپ لیت
لعل کرتا رہا اور بالآخر انگلستان مین ایک کمیشن تحقیقات کے لیے بٹھائی اور وولسیے وزیر
انگلستان کو بھی اُس کمیشن مین ممبر کیا۔ کمیشن نے خلاف بادشاہ کے رپورٹ کی جسکی وجہ سے
بادشاہ بہت رنجیدہ ہوا اور خود کو پوپ کی ماتحتی سے آزاد کر کے انگلستان کا آرچ بشپ
تھامس کرامر کو مقرر کیا اور وزیر کو بیوفائی کے الزام مین موقوف کر کے اُسکی تمام جائداد ضبط
کر لی اور اسکے بعد بلوہ کے الزام مین اُسے ماخوذ کر کے اُسکی طلبی کی اور وہ راستہ مین
بیمار پڑ کر مر گیا۔ اب انگلستان کی عجیب کیفیت تھی کہ جو کیتھرن کو منکوحہ کہتا قتل کیا جاتا اور
جو اُسے بادشاہ کی مدخولہ کہتا تھا اُسکے درجہ بڑھائے جاتے تھے۔ گویا تمام
انگلستان مین خوشامدیون کا راج اور صاف گویون کی تباہی تھی۔ اسی تباہی مین
اُسوقت تھامس مور ایک بہت بڑا محب وطن اور خدا ترس بھی آگیا تھا جب گردن
مارنے کے لیے یہ تختہ پر چڑھایا گیا تو اُسنے کہا کہ اُترنا میرے اختیار مین ہے
مگر مین خود کو اوپر ہی محفوظ پاتا ہون اور جب گردن مقتل پر رکھی گئی تو اسنے ڈاڑھی نیچے
سے نکال لی اور بولا کہین یہ نہ کٹ جائے قصور مین نے کیا ہے یہ بے قصور ہے

اب آگے اور سنیے - بادشاہ کو اپنی کا چال چلن پسند نہ آیا اور کیتھرن کے معاملہ سے
وہ گھبرا چکا تھا اسلیے اپنی کو منہ سے طلاق دینے کی جگہ اس نے تلوار سے طلاق دی
اور فوراً تیسری بی بی جین سے تیسرا عقد کر لیا - جین اپنی موت سے مری اسکے
بعد بادشاہ نے ایک جرمنی عورت اینی آف کلیوس سے بیاہ کیا یہ عورت بھدی تھی
اور بادشاہ کو پسند نہ آئی - اب قانون بنانا بادشاہ کے اختیار مین تھا - بادشاہ نے
بے کھٹکے اُسے طلاق دیدی - اینی آف کلیوس بادشاہ کی پوری داستان گھر سے
سنکر چلی تھی وہ چپکے سے اپنا طلاق پانا غنیمت سمجھی اور اس سمجھ کی وجہ سے بہت
بڑی پنشن بادشاہ سے پائی اور جب تک زندہ رہی امن سے رہی لیکن کرانول
وزیر جس نے ایسی بھدی عورت سے بادشاہ کو پھنسانا چاہا تھا اپنا سر دیکر بادشاہ کے
عتاب سے چھوٹا - بادشاہ نے پھر پانچوین شادی کیتھرن ہاورڈس سے کی اور اُسکو
بھی قتل کیا - پھر چھٹا عقد کیتھرن پار سے ہوا جس نے اخیر تک ساتھ دیا - بادشاہ کے
جوش اور ولولے کم ہو چکے تھے ورنہ اسکو بھی جینا نصیب نہ ہوتا - جہان طلاق کی جگہ
پر قتل رائج ہو ہان بیچاری عورتون کا کیا بس چلے مفصلہ بالا واقعات سے بخوبی
سمجھ مین آگیا کہ طبیعت کا جوش انسان کے دبائے نہین دبتا - کثرت ازدواج اور
طلاق اسی جوش کے دبانے کے لیے شرع مین موضوع ہوئی اس اگر اُسسے
لاپروائی کیجائیگی تو پاسنری ہشتم کے محلون کا نقشہ ہر بااختیار گھر مین نظر آئیگا یا
وہ صورت دکھائی دے گی جو دنیا لڈگے نادلون مین ہے - جن گھرون مین
زر ہے دولت ہے - اختیار ہے - جسمانی قوت ہے اور پھر یہ باتین نہین ہین
اور یورپ مین ایسے بھی ضرور ہین تو وہ الشاذ کالمعدوم کے حکم مین ہین -

بعض آدمی یہ کہتے ہین کہ پولی گیمی کے ساتھ پولی انڈری بھی روا رکھی جانے تو پورا انصاف ہو۔ جہان ایک مرد کئی عورتین رکھتا ہے۔ وہان ایک عورت بھی ایک ساتھ کئی خاوند رکھ سکے تو کیا بُرا ہے۔ اگر محض عیش و نشاط کے لیے مردون کو کئی بیبیون کا رکھنا روا ہوتا تو بیشک عورتون کو بھی یہ اجازت ہوتی کہ وہ کئی خاوند رکھین۔ لیکن کثرت ازدواج ہرگز عیش و نشاط کے اصول پر روا نہین رکھا گیا ہے گو اُسکے ذریعہ سے حصول نشاط بھی ممکن ہے۔ بلکہ اسکا جواز محض اسلیے ہے کہ وہ فطرت انسانی کے مناسب ہے۔ اور جس طرح پولی گیمی فطرت انسانی کے موافق ہے۔ اسی طرح سے پولی انڈری فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ جو دلیلین پولی گیمی کے جواز کی ہین وہی دلیلین پولی انڈری کی ناجوازی کی ہین اسلیے صریح ظاہر ہے کہ ایک ساتھ دو اضداد کا جمع ہونا بودی سے بودی شریعت مین بھی جائز نہین ہو سکتا۔ پولی انڈری بیشک کسی زمانہ مین جابجا رایج تھی لیکن بہت کم۔ اور اب تو نہایت ہی کم ہو گئی ہے۔ لیکن کبھی کسی مہذب قوم مین اسکا رواج نہ تھا اور اگر تھا تو قومی شعار نہ تھا شخصی حالت تھی۔ اگر مہذب قوم کے چار پانچ اشخاص کسی حسن فروش عورت سے یا کسی عزت دار عورت سے کسی خاص حالت مین مشترک تعلق رکھین تو یہ نہین کہا جائیگا کہ اُس قوم مین یہ دستور مروج ہے۔ ابتداے خلقت مین بہت سی ایسی باتین تھین جو کسی اصول پر مبنی نہ تھین محض تن آسانی کی وجہ سے جائز تھین۔ لوگ مچھلیان پکڑ کر کچی کھا جاتے تھے۔ بجاے اناج کے درختون کی پتیان اور پھل کھاتے تھے۔ پتون سے جسم چھپاتے تھے۔ غارون مین گھس کر سردی اور گرمی سے اپنے جسم بچاتے تھے۔ اسی طرح اگر شروع زمانہ مین کہین یہ رواج ہو کہ

بمقتضاے سہولت ایک ہی عورت پر کئی مرد قناعت کریں تو یہ بمقتضاے فطرت انسانی نہ تھا بلکہ ایک قسم کی خلاف فطرت تن آسانی تھی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مردون کے لیے کثرت ازدواج زحمت ہے۔ بیشک اُس شخص کے لیے جو ایک بی بی کا بھی بار نہین اُٹھا سکتا اُسے کئی بیبیان کرنا ضرور زحمت ہے۔ لیکن معلوم رہے کہ ایسون کے لیے کثرت ازدواج محکوم نہین ہے جیسے صفراوی مزاج کو میٹھا کھانا مضر ہو تو یہ نہین کہا جاسکتا کہ شرع نے مٹھائی کو حلال قرار دینے مین غلطی کی ہے۔ دودھ سے اگر نزلہ پیدا ہو تو دودھ کی لطافت مین کوئی کمی نہ آئیگی بلکہ کھانے والے کی خلط فاسد پر الزام عاید ہوگا۔ کھانا کھانا باعث حیات ہے مگر اُسکے لیے نہین جو ہیضہ مین مبتلا ہے۔ اسی طرح کثرت ازدواج اُسی کے لیے زیبا ہے جو ہر ایک بی بی کو جُدا جُدا گھر رہنے کے لیے اور وافر خرچ بسر اوقات کے لیے دے سکے اور خود مین یہ قابلیت پائے کہ اپنے منصفانہ برتاؤ سے ہر ایک کو راضی رکھ سکے گا۔ اور جنکے پلے ٹکہ نہین ہے اور نہ دل مین خیال حمیت ہے اُنکے لیے دو بیبیان کا کرنا غیر مستحسن ہے۔ مثلاً جب ایک بی بی گھر مین تھی تو دو مامائین کام کرتی تھین۔ جب ایک اور آئی تو ایک ما تخفیف مین آگئی۔ اور تیسری بی بی آئی تو دوسری ما بھی موقوف ہو گئی۔ اب پہلی بیبیان کوٹتی پیستی ہین کھانا پکاتی ہین گھر مین جھاڑو دیتی ہین اور نئی بیاہی دُلھن پلنگ پر چڑھی بیٹھی ہے۔ ایسے بے حمیت خاوند کے لیے کثرت ازدواج ضرور باعث زحمت ہوگا اور ایسون کے لیے تو کثرت ازدواج موضوع بھی نہین ہے۔ انہین کی شان مین سورہ نساء رکوع اول مین آیا ہے

"اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ کئی بیبیون مین برابری کا برتاؤ نہ کر سکوگے

تو ایک ہی بی[1] بی کرو"۔
غرضکہ جو شخص کثرت ازدواج کی استطاعت رکھتا ہے۔ ضرورت رکھتا ہے اور انصاف
بھی کر سکتا ہے اُسکے لیے کثرت ازدواج ہرگز زحمت نہین ہے بلکہ عین راحت ہے
جیسا کہ شروع شروع مصری مسلمان کا جواب زیب عنوان کیا گیا ہے۔ اور اگر فرض
کرلین کہ کثرت ازدواج مین زحمت ہے اور نفس زحمت سے انکار بھی نہین کیا جاسکتا تو یہ
زحمت موجب تکلیف نہین ہے جتنا ہی تعلقات دنیوی بڑھین گے اُنکے ساتھ زحمتیں
بھی ضرور بڑھین گی۔ جسکے پاس صرف ایک گھوڑا سواری کا ہے اُسے بہ نسبت
اُس شخص کے جسکے پاس دو گھوڑے ہین ضرور کم زحمت ہے۔ اسی طرح بیبیون کے
بڑھنے سے ضرور زحمت بڑھتی ہے۔ لیکن یہ زحمت اُن خبیث نتایج سے بدرجہا اچھی
ہے جو زناکاری سے پیدا ہوتے ہین اور یہ پہلے کہا گیا ہے کہ کثرت ازدواج محض
زناکاری سے بچنے کے لیے موضوع ہے ورنہ جو حضرات اپنی حالت کے اعتبار سے
ایک بی بی پر قناعت کرسکتے ہین اُنکو دو بیبیان کرنا بیکار ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جہان کثرت ازدواج ہے وہان عورتین خوش نہین
رہتین۔ لیکن یہ غلطی ہے۔ عورتین خوش رہتی ہین مردون کے اچھے سلوک سے۔
ایک شخص نے صرف ایک بی بی سے عقد نکاح کیا ہے۔ لیکن اُسے زناکاری اور شرابخواری
سے اتنی فرصت نہین ملتی کہ وہ اپنی بی بی سے کبھی مل سکے۔ اور اُسی کے پڑوس
مین ایک دوسرا شخص ہے جسکے پاس چار بیبیان ہین لیکن وہ سوا ے چار کے کسی نامحرم
عورت کی طرف نظر بد سے دیکھنا حرام مطلق جانتا ہے اور باری باری سے ہر بی بی کے

[1] وان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ"۔

گھر جو تھے روز آتا ہے اور نہایت حسن سلوک سے پیش آتا ہے - اسکے یہان نہ تو شراب خواری کا چرچا ہے نہ کسی اور نسیات سے اسکو تعلق ہے - عوارض جسمانی سے وہ بالکل بَری ہے اور صحت اسکی نہایت اچھی حالت مین ہے - اب عورت جو اپنے خاوند کی تنہا بی بی دیکھنے کو ہے لیکن فی الواقع بیوہ کے حکم مین ہے کہین زیادہ خراب زندگی بہ نسبت اُس عورت سے بسر کرتی ہے جسکے خاوند کی چار بیبیان ہین - کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس بدبخت عورت کے پاس شوہر آنا چاہتا ہے اور یہ چاہتی ہے کہ شوہر اپنے امراض متعدی اور خباثت نفس کے ساتھ الگ ہی رہے تو اچھا - میرے کہنے کا یہ مطلب نہین ہے کہ عورتین اپنی سوتنون کو ناپسند نہین کرتین وہ ضرور ناپسند کرتی ہین لیکن اگر کوئی عورت ایسے شخص کے ساتھ اتفاق سے بیاہی گئی جو اپنی فطرت مین ایک عورت پر قناعت کرنے والا نہین ہے تو اُس عورت کے خوش رہنے کی صرف یہ صورت ہے کہ وہ اپنے مرد سے ناجائز تعلقات چھوڑوانے کے لیے جائز طور پر کسی عورت سے اُسکا عقد کروا دے اور اس طرح غیر متناہی مصائب کا سدباب کرے -

بعض اکابر اسلام کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ اُنکے پاس بہت سی بیبیان تھین - اور بہت سی بیبیون کو اُنھون نے طلاق دی - شاید کسی مسلمان کا یہ فرض نہوگا کہ وہ تمام اکابر دین کی عصمت ثابت کرے ہمکو بہ حیثیت مسلمان کے صرف یہ لازم ہے کہ جب تک ہم اسلام پر قایم رہین اُسکی خوبیان سمجھتے رہین اور جو کوئی سمجھنا چاہے تو سمجھا دین اور اعتراض کرے تو اُسکی تشفی کر دین - لیکن اصول اسلام کی مزید توضیح کے لیے اس موقع پر یہ کہنا کچھ بیجا نہوگا کہ اکابر اسلام فرشتہ نہ تھے انسان تھے - انسان کتنی ہی خوبیان رکھتا ہو پھر بھی وہ انسان ہے اور انسان کی تمام خصلتین رکھتا ہے اس سے بھی انکار نہین ہو سکتا کہ مختلف

آدمیون مین قوتون کی کمی بیشی مختلف درجہ مین مخلوق ہوتی ہے کسی مین غصہ زیادہ ہے اور کسی کا حلم بڑھا ہوا ہے۔ کوئی زیادہ کھاتا ہے اور کوئی کم کھاتا ہے۔ ایک شخص ایک کوس بھی پا پیادہ نہین چل سکتا اور ایک ہے کہ منزلون چلا جاتا ہے اور نہین تھکتا۔ ایک شخص سردی اور گرمی ذرا بھی نہین برداشت کرسکتا اور راسی کے بھائی جیٹھ بیساکھ مین پہاڑ سے پتھر ڈھولاتے ہین اور ماگھ پوس مین پہاڑون کی چوٹیون سے لکڑیان کاٹ لاتے ہین۔ کوئی ایک سیر بوجھ نہین اٹھا سکتا اور کوئی منون بوجھ پیٹھ پر لاد کر ٹٹو کی طرح پہاڑون پر چڑھتا چلا جاتا ہے۔ ایک کو آواز خوش سب سے زیادہ مرغوب ہے۔ دوسرا آب خنک کا شیدا ہے۔ کسی کو گھوڑے کا شوق ہے۔ کسی کو کشتی لڑنے کی لت ہے۔ عورتون کی باتون سے کسی کا جی الجھتا ہے اور کوئی چاہتا ہے کہ سوا عورتون کے کوئی اُسکے پاس نہ آئے۔ غرضکہ مختلف طبیعتین ہین اور مختلف مذاق ہین یہ فیصلہ کرنا کہ کونسا مذاق اچھا ہے نہایت مشکل ہے ہر شخص اپنے ہم مذاق اور اپنے ہمخیال کا طرفدار ہوگا۔ اسلام کا یہ کام ہرگز نہین ہے کہ وہ کسی کا مذاق بدل دے یا جذبات انسانی کو مٹا دے اُسکا کام صرف یہ ہے کہ اُن جذبات مین جہان تک ممکن ہو تہذیب اور اعتدال پیدا کرے۔ اگر کوئی بیمار عورتون سے دور رہے تو کوئی صفت نہین ہے صفت اُس تندرست کی ہے جسکو عورتون کی طرف فطرتاً خاص کشش ہے لیکن وہ اُس کشش کو خلاف تہذیب یا غیر معتدل حالت مین نہین رکھتا۔ جن اکابر اسلام پر کثرت ازدواج کا الزام لگایا جاتا ہے وہ برفستان کے رہنے والے نہ تھے بلکہ عرب کے رہنے والے تھے اُنکے لیے کثرت ازدواج کوئی الزام نہین ہوسکتا۔ اگر اُن بزرگون کی نسبت کوئی یہ دکھادے کہ لڑکپن سے مرنے تک

اُنھون نے کبھی کسی غیر عورت کو نظر بد سے دیکھا کبھی اپنی عورتون مین اُنھون نے
خلاف عدل کیا یا کسی طرح پر اُنکو ناخوش رکھا تو ضرور اُنکی بزرگی مین فرق آتا ہے
لیکن کوئی ایسا نہین کہتا اور نہ ایسا کہہ سکتا ہے۔ رہا کثرت ازدواج یہ کوئی عیب نہین
ہے۔ حضرت داؤد پیغمبر اور حضرت سلیمان پیغمبر اور اُنکے قبل حضرت ابراہیم پیغمبر کے متعدد بیبیان
تھین۔ ہندوستان مین سری کرشن جی کی گوپیان مشہور ہین۔ راجہ دسرتھ ایسے برگزیدہ
راجہ کی کئی بیبیان تھین۔ میرے نزدیک تو جو شخص صحیح وسالم ہو اور دولت و ثروت رکھتا
ہو اُسکے لیے کئی بیبیون کا ہونا ثبوت اسکا ہے کہ وہ چھپ کر ناجائز تعلقات رکھنا پسند
نہین کرتا تھا۔ حضرت امام حسن کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ اُنھون نے بہت سے بیاہ
کیے۔ ہمکو حضرت امام حسن کی ذاتیات سے تو چندان بحث نہین ہے۔ ہمکو صرف اسلام
کے مسایل کی خوبیان بیان کرنا ہے اور اسیلیے حضرت امام حسن کی ذات کو ہم نہایت
اچھا نمونہ اسلام کی خوبیان دکھانے کے لیے قایم کر سکتے ہین۔ حضرت امام حسن
شاہ عرب کے نواسے تھے۔ خلفاے ثلاثہ کے وقت مین وہ بے انتہا دربار خلفا
مین پیارے اور محترم سمجھے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ کے زمانہ مین شہنشاہ عالم کے
ولیعہد نہین تو خلف اکبر تو تھے۔ اور اخیر مین چھ مہینہ کے لیے تمام ممالک شرقی کے
(کوفہ سے سرہند اور ماوراء النہر تک) شہنشاہ تھے۔ اسمین شبہ نہین کہ اُنھین عورتون
سے موانست رکھنے کی خواہش بہت زیادہ تھی۔ جہالت عرب کا زمانہ عین اُنکے ماقبل
گذرا تھا۔ اب ناظرین یون غور کرین کہ اگر اسلام نہ پھیلتا تو معلوم نہین حضرت امام حسن
اپنی اُس خاص قوت کی وجہ سے جو فطرت نے اُنھین ودیعت کی تھی اسبارہ مین
کہان تک آزاد ہوتے۔ لیکن یہ خاص اسلام کی برکت ہے کہ حضرت امام حسن

ایسے شخص نے مسائل اسلام کے لحاظ سے اپنی قوت شہوانی کو اسدرجہ مہذب اور معتدل رکھا کہ تمام عمر کوئی فعل اسنے ایسا سرزد نہین ہوا جو بدتہذیبی کا کیا ذکر اعلی درجہ سے بھی گرا ہو۔ طلاق انھون نے بہت سی عورتون کو دی لیکن کسی سے بیوفائی نہین کی۔ طلاق کے وقت بڑی بڑی رقمین علاوہ مہر کے وہ محض مطلقات کو انکی دلجوئی کے لیے دیتے تھے۔ جو لڑکے انکے تھے انکی پرورش پرداخت مین بیحد اخلاق اور محبت صرف کرتے تھے۔ جو عورتین انکے نکاح مین آتی تھین وہ سمجھ کے آتی تھین کہ نکاح کو زیادہ پائیداری نہ ہوگی سب لوگ جانتے تھے۔ خود حضرت علیؓ لوگون سے کہا کرتے کہ بڑے صاحبزادے طلاق دینے مین بیباک ہین لوگ سمجھ بوجھ کر اپنی لڑکیان دین۔ لیکن وہان کا طرز تمدن ایسا تھا کہ لوگ اسکو معیوب نہین سمجھتے تھے اور امام حسن مین دوسری خوبیان اتنی زیادہ تھین کہ چند روزہ تعلق بھی لڑکیان اور لڑکیون کے اولیا غنیمت سمجھتے تھے۔

آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی کئی ازواج مطہرات تھین۔ آنحضرتؐ مین تمام قوتین مکمل اور معتدل حالت مین مخلوق تھین انکی کثرت ازدواج کے اسباب بالکل وہی نہین ہین جو اوپر بیان کیے گئے دوسرے مصالح اور دوسری ضرورتین بھی باعث تھین یہ ایک جدا بحث ہے فصل تینتالیسوین کتاب ہذا مین پورے طور پر اسکا ذکر کیا گیا ہے۔

فصل چہل و دوم

عقد بیوگان

عرب مین عقد بیوگان زمانہ جہالت مین بھی جائز تھا اسلام نے اُسے پسند کیا اور قائم

رکھا۔ اس زمانہ مین ہند کے مسلمان اسے معیوب سمجھتے ہین۔ عقد بیوگان کا مسئلہ اتنا صاف ہے کہ اسکی خوبیان بیان کرنا کار بے سود ہے اور اسیلیے اس فصل مین صرف دو باتین درج کی جاتی ہین جو اس بُرے رسم کے اُٹھا دینے مین مدد دین۔ "بیوہ لڑکی کے عقد ثانی نہ کرنے کی بازپرس خدا کے یہان ہوگی" شاید یہ مسئلہ ایسا عام نہین ہے کہ تمام مسلمان اس سے واقف ہون۔ اسیلیے اس موقع پر کچھ بیان کرنا ضروری ہے۔ قرآن شریف کی سورت نور کے چوتھے رکوع مین حکم[1] ہے "تم اپنی بیواؤن کو بیاہ دو" اب اس سے زیادہ اور صاف حکم کیا چاہیے نص قطعی موجود ہے۔ اور اسلام نام ہے نص قطعی پر یقین کرنے اور اُسکو پر از حکمت اور مناسب حال سمجھنے کا۔ "تم" سے یہان بیواؤن کے اولیا مراد ہین پہلے باپ۔ بھائی۔ چچا۔ مان۔ دادی وغیرہ اولیا تھے۔ اب ہندوستان کے رواج کے مطابق سسر۔ ساس۔ دیور بھی ولی بن جاتے ہین۔ بہرحال بیوہ جسکے اختیار مین ہو اُسپر واجب ہے کہ وہ بیوہ کے عقد ثانی کی فکر کرے۔

جامع ترمذی باب الصلوۃ مین حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "علی! تین باتون مین دیر نہ کرو۔ نماز پڑھنے مین جب وقت آجائے۔ میت کے دفن کرنے مین جب جنازہ طیار ہو۔ بیوہ کے بیاہنے مین جب کوئی مناسب شخص مل جائے" دیکھیے نماز پڑھنے۔ مردہ دفن کرنے کے برابر بیوہ کا عقد کرنا محکوم ہوا ہے۔ لیکن لوگ سمجھتے ہی نہین کہ عقد بیوگان کوئی شرعی کام ہے۔

---

[1] وانکحوا الایامیٰ منکم۔
[2] یا علی ثلث لا تؤخرہا الصلوۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لہا کفوا۔

ایم کی جمع ہے ایایم اور ایایم سے ہوا ایامی اسکا ترجمہ لوگون نے رانڈ اور بیوہ کیا ہے۔ لیکن لغت مین ہر مرد وزن کو جو بیاہنے کے قابل ہون ایم کہتے ہین عام اس سے کہ وہ بیاہی نہ گئی ہون یا بیاہنے کے بعد موت یا طلاق نے زوج سے افتراق کرادیا ہو۔ لیکن یہان ایامی اسے مراد نہین ہوسکتے۔ کیونکہ بیاہ کرنے پر مردون کو نان ونفقہ دینا لازم ہوتا ہے اور اسلیے محض انکا جوان ہوجانا انپر نکاح کرنا واجب نہین کرتا۔ کوئی یہ کہے کہ لغوی معنے کے اعتبار سے بیوہ کی شادی کی تاکید قرآن مین نہین ہے بلکہ تمام جوان عورتون کی طرف اشارہ ہے۔ توہم یہ کہین گے کہ اولیا کو خدا عام طور پر حکم دیتا ہے "تمھارے قبضہ مین جو جوان عورت بے خاوند کی ہو اسکو بیاہ دو"۔ اب یہ کہنا کہ بکر کو توہم بیاہین گے اور بیوہ کو نہ بیاہین گے گویا خدا کے نصف حکم کو ماننا اور نصف حکم کی توہین کرنا ہے۔

اب ہم صاف طور پر بھی دکھا دیتے ہین کہ بیوہ کی خصوصیت کے ساتھ خدا کیا حکم دیتا ہے۔ سورۂ بقر رکوع ۳۰[۱] مین ہے "تم مین سے جو لوگ مرجائین اور چھوڑ جائین اپنی بیبیون کو تو وہ (بیبیان) اپنے کو چار مہینے دس دن تک روکے رہین" خدا تو کہتا ہے کہ چار مہینے دس دن تک رکی رہین اور اولیا احکام قرآنی مین یہ ترمیم پیش کرتے ہین کہ چار مہینے دس دن نہین عمر بھر رکی رہین۔ خدا سورہ بقر کے تیسوین[۲] رکوع مین فرماتا ہے کہ "جب تم عورتون کو طلاق دیدو اور وہ اپنی عدہ پوری کرچکین تو پھر انکو اس بات سے نہ روکو کہ جسکو وہ خاوند بنانا چاہین بنالین"۔ کبھی عرب کے جہلا

---

[۱] والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا

[۲] اذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف۔

عورتون کو طلاق دیکر اُنکو دق کرتے تھے - یعنے خود چھوڑ دیتے تھے اور دوسرے مردون سے نکاح بھی نہین کرنے دیتے تھے - عورتون کی حق تلفی کے اس ناپاک طریقے کو خدا نے ناپسند کرکے عورتون کی آزادی کا یہ حکم دیا - صحیح بخاری اور صحیح مسلم کتاب النکاح مین حضرت انس سے روایت ہے - فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "مین عورتون سے عقد کرتا ہون جو میرے طریقہ سے مُنھ پھیرے وہ مجھ سے نہین ہے"[1] یعنے جو نکاح کو برا جانے وہ اُمت محمدی ہونے کا دعوی نہین کرسکتا - رہا یہ امر کہ پیغمبر خدا نے کیسی عورتون سے عقد کیے تھے - مین ابھی عرض کرتا ہون کہ آپ کی ازواج مطہرات مین سوا ایک حضرت عائشہ رض کے اور سب بیوائین تھین - اور ہم لوگ ہین کہ عقد بیوگان کو بُرا سمجھتے ہین پیغمبر خدا کی پیروی چھوڑ کر ہندوُون کے پیرو بنتے ہین - یہ بھی ظاہر ہے کہ کنواری لڑکیان راہ و رسم سے ناواقف ہوتی ہین اُنکے بیٹھے رہنے مین اتنے خطرے نہین ہوتے جتنے کہ بیوہ کو دوسرا بیاہ نہ کرنے مین پیدا ہوسکتے ہین - زیادہ تصریح کی ضرورت نہین ہے اتنا اشارہ سمجھنے کو کافی ہے -

ایک طرف پیغمبر خدا فرماتے ہین کہ نماز کا وقت آئے تو پھر دیر نکرو - اور اسی طرح بیوہ کا کفو کوئی ٹھہر جائے تو پھر تامل نکرو - اور دوسری طرف ہندوستان کے مسلمان ہین کہ آمین بالجہر اور رفع یدین پر لڑمرنے کو طیار ہین - نماز کی صف مین کسی کا پاؤن ذرا آگے ہو گیا تو پھر آنکھین نکال کر اُسپر دوڑ پڑین گے - چھوٹی چھوٹی باتون مین اس طرح اہتمام اور بڑی بڑی باتون مین اتنی پہلوتہی - کہ اگر کوئی نکہے کہ تمھارے گھر مین ایک رانڈ بیٹی ہے اُسکا نکاح کردو پیغمبر خدا کی سنت ہے - قرآن مین واجب قرار دیا ہے - تو

[1] اتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی -

لڑنے کو طیار ہو جائینگے۔

بھائیو! اسلام اگر یہی من مانی بات ہے تو اسلام کا ہے کو ہے کھیل ہے جو باتین شرع کی پسند آئین انکو اختیار کیا۔ اور جو ناپسند ہوئین چھوڑ دین۔

عقد بیوگان کی نسبت آیہ اور حدیث کا بیان تو ہو چکا ہے الفاظ صاف ہین اور مفہوم بھی واضح ہے۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ فقہا نے اسکو واجب۔ فرض سُنّت کیا سمجھا ہے۔ سُنیے فتاوی عالمگیری کتاب النکاح مین اسکی بات لکھا ہے[۱] "حالت اعتدال مین نکاح سُنّت موکدہ ہے اور حالت جوش مین واجب ہے" سُنّت موکدہ کا درجہ بھی واجب کے قریب ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہ معلوم رہے کہ حالت اعتدال بہت کم ہوتی ہے۔ عمر کی زیادتی یا لحوق امراض نہ ہو تو صحیح الجسم اور کم سن عورتین ہمیشہ حالت توقان مین سمجھی جائینگی۔ ہر ایک اپنے اوپر قیاس کرکے اسکا مطلب سمجھ لے درمختار مین[۲] ہے "جوش طبیعت مین نکاح واجب ہے۔ اور اگر بغیر نکاح کے زنا کا یقین ہو تو فرض عین ہے"۔

فرض کا ترک کرنے والا۔ ترک فرض کی ترغیب دینے والا۔ یا اسپر صریحًا یا ضمنًا مجبور کرنے والا۔ فاسق اور گنہگار ہے۔ لیکن فرض کو فرض نہ جاننے والا۔ احکام الٰہی کو خلاف مصلحت یا باعث توہین سمجھنے والا۔ خدا کے حکیم ہونے مین شک رکھتا ہے۔ نبی کے فعل کو برا جاننے والا کس مُنہ سے نبی کو رسول اللہ یعنے خدا کا پیغام پہونچانے والا کہہ سکتا ہے پیغمبر خدا کے وقت مین جو منافق تھے اُنکے پاس بجاے ایک سر کے دو سر نہ تھے۔ ذو

---

[۱] اما فی حالة الاعتدال سنة موكدة وفی حالة التوقان واجب۔

[۲] ویکون واجبا عند التوقان فان تیقن الزنا فرض۔

آنکھون کی جگہ پردہ چار آنکھین نہین رکھتے تھے وہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمشکل ہوتے تھے۔ زبان سے وہ بھی توحید و رسالت کے قایل تھے۔ لیکن آیات قرآنی کی عظمت اُنکے دلون مین نہ تھی۔ اور نہ فعل رسولؐ کو وہ اچھا سمجھتے تھے۔ اسی لیے منافق کہے جاتے تھے احکام شرع کو ذلیل اور خلاف مصلحت سمجھنے والا خود اسپنے دل مین فیصلہ کرے کہ وہ پیغمبر خدا کے وقت مین ہوتا تو منافق سمجھا جاتا یا مومن۔

قرآن شریف عملیات کا کوئی مجموعہ نہین ہے اور نہ وہ سحر اور جادو کی کوئی کتاب ہے۔ اسمین تمثیلات حکایات یا صریحی احکام کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے کہ انسان کو دنیا مین کیونکر بسر کرنا چاہیے۔ قرآن کا ماننا یہ نہین ہے کہ دس پانچ رومالون مین وہ لپیٹ کر رکھا جائے یا بیماری مین اُسکے اوراق تعویذ کی جگہ پر مستعمل ہون قرآن کی سچی تعظیم یہ ہے کہ اُسکے احکام پر عمل کیا جائے۔ اُسکے بعد یہ آداب کی باتین ہین کہ وہ احتیاط سے رکھا جائے۔ بے وضو اُسے کوئی نہ چھوے۔ پشت اُسکی طرف نہ ہو۔ اونچی جگہ پر وہ عظمت کے ساتھ رکھا جائے۔ افسوس کہ یہ باتین رہ گئین اور اصل امر یعنے قرآن کا سمجھنا اور اُسکو دستور العمل بنانا جاتا رہا۔

بھائیو! نہایت نازک وقت اسلام پر ہے۔ اسلام کی باتین خود مسلمانون کو پسند نہین ہین مسلمانی نام کو رہگئی ہے۔ جن باتون پر مسلمانان سابق کو ناز تھا وہی باتین اس زمانہ مین باعث ہتک سمجھی جاتی ہین۔ ایک عقد بیوگان ہی نہین ہے دنیا مین رسم و رواج نے بہت کچھ احکام قرآنی مین ترمیم کر رکھی ہے۔ لیکن جو کچھ اسید ہے وہ صرف یہ ہے کہ قرآن اپنی حالت پر ہے۔ لوگ اسکے مفہوم کی نہین تو الفاظ کی عظمت ضرور کرتے ہین۔ پہلے مجھے قرآن کو طوطے کی طرح پڑھنے پر سخت اعتراض تھا اب کچھ

دلون سے میری راے بدل گئی ہے۔میں سمجھتا ہون کہ اس طرح قرآن اپنی اصلی حالت پر تو رہے گا۔ لوگون کے دلون مین اسکی عظمت تو باقی رہے گی۔ رہا مفہوم سمجھنا اور اُسپر عمل کرنا وہ کب تک نظر انداز رہے گا۔ قوم کی حالت ضرور بدلے گی اور آیات قرآنی پر عمل کرنے سے جسکے بغیر اسلام مین روز بروز تنزل ہے پھر ترقی ہوگی۔ مین اسلام کی قوت یا ضعف یا ترقی یا تنزل کی نسبت ایک بالکل جدا راے رکھتا ہون۔ علوم جدیدہ۔ نئی روشنی اور صنعت و حرفت سے مسلمانون کی ترقی نہین ہو سکتی۔ مسلمانون کی ترقی کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ یعنے احکام قرآنی پر عمل کرنا جب سے یہ عمل چھوٹا تنزل شروع ہوا۔ اقبال جاتا رہا۔ ادبار نے گھیر لیا۔ اور جب ترقی ہو گی تو اُسی حالت مین ہوگی جب قرآن مسلمانون کا دستور العمل ہوگا۔ اسوقت جتنی ترقی یافتہ قومین دنیا مین ہین گو وہ مسلمان نہین ہین۔ لیکن اکثر معاملات دُنیا مین مسلمانان ہند سے زیادہ تر انکا عمل قرآن کے موافق ہے اور یہی وجہ انکے عروج کی ہے۔

اس موقع پر رسول اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین جو عقد بیوگان ہوئے اُنکا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ پیغمبر خدا نے مُلکی حالت۔ قومی حالت اور ترویج دین محمدی وغیرہ وغیرہ بہت سے دینی اور دنیاوی مصالح کے اعتبار سے جنکے بیان سے تمام سیر کی کتابین بھری ہوئی ہین بہت سے نکاح کیے تھے جنمین بجز ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور تمام عورتین بیوائین یا مطلقہ تھین۔ ازواج مطہرات کے تفصیلی حالات کے لیے فصل تینتالیسوان کتاب ہذا پڑھنا چاہیے۔

آنحضرت کی لڑکیون مین سے حضرت رقیہ پہلے عتبہ ابن ابی لہب کو بیاہی گئین پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابن عفان کو۔ اور حضرت ام کلثوم پہلے عتبہ ابن ابی لہب کو اُسکے

بعد حضرت رقیہ کے مرجانے پر حضرت عثمانؓ غنی کو۔

پیغمبر خدا کی نواسی حضرت اُمامہ بنت حضرت زینب حضرت فاطمہ کے مرنے پر خود انکی وصیت کے مطابق پہلے حضرت علیؓ کو بیاہی گئین اور جب حضرت علیؓ شہید ہوئے تو حضرت علیؓ کی ہدایت کے موافق حضرت مغیرہ ابن نوفل سے بیاہی گئین۔

حضرت فاطمہ کی بیٹی حضرت ام کلثوم کے چار عقد ہوئے تھے۔ پہلا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوسرا عون ابن جعفر طیار برادر حضرت علیؓ سے۔ تیسرا عون کے مرنے پر اُنکے بھائی محمد سے۔ پھر چوتھا بیاہ اُنکے مرنے پر اُنکے تیسرے بھائی عبداللہ ابن جعفر سے۔

یہین یہ بھی قابل تذکرہ ہے کہ حضرت عون آٹھ حقیقی بھائی حضرت جعفر طیار کے بیٹے اسما کے بطن سے تھے۔ اسما نے جعفر طیار کی شہادت کے بعد آٹھ بیٹون کی موجودگی مین اپنا دوسرا عقد حضرت ابوبکر سے کیا جس سے محمد ابن ابی بکر پیدا ہوئے۔ اسکے بعد حضرت ابوبکرؓ کے مرنے پر تیسرا عقد حضرت علیؓ سے کیا جنسے یحیی پیدا ہوئے۔ دیکھیے عربون کا طریقہ کیسا سچا اور صاف تھا۔ یہین سے یہ بھی سمجھ مین آسکتا ہے کہ وہ لوگ زنا کو کتنا معیوب جانتے تھے۔ اور اپنی آزادی کی کتنی قدر کرتے تھے۔

حضرت امام حسین کی صاحبزادی سکینہ کے چار نکاح ہوئے۔ پہلا مصعب بن زبیر سے۔ دوسرا عبداللہ ابن عثمان بن حکیم سے۔ تیسرا اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے چوتھا زید بن عمر بن عثمان غنی سے۔

آنحضرت کی پھوپھی زاد بہنون اور پھوپھیون کے بھی متعدد نکاح ہوئے تھے۔ آپ کی پردادی یعنے عبدالمطلب کی مان سلمہ کے بھی دو نکاح ہوئے تھے۔ پہلا احیحہ

بن حلاج سے اور دوسرا ہاشم سے جنکی اولاد ہاشمی کہلاتی ہے - اگر یہ عقد بیوگان یوا نہ ہوتا تو فخر روزگار ہاشمیون کا وجود دنیا مین نہ ہوتا -

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو بات رسولؐ اور صحابہؓ رسول کے زمانہ مین باعث فخر تھی اور ہندوستان کے باہر تمام بلاد اسلام مین جائز ہے وہ ہندوستان مین کیون مکروہ باعث ذلت اور عملاً گویا داخل معصیت سمجھی جاتی ہے؟ سواے جہالت کے اور کوئی وجہ نہین ہے - مشہور ہے کہ ہندؤون کی صحبت سے مسلمانون مین بھی عقد بیوگان کی ناجوازی رائج ہوئی - ایک حد تک یہ کہنا صحیح ہے - لیکن اسکے ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ عقد بیوگان کی ناجوازی ہی مسلمانون نے ہندؤون سے نہین لی بلکہ اپنی بہت سی عمدہ باتین وہ کھو بیٹھے اور ہندؤون کی بہت سی بُری باتین اختیار کر لین - بہت سی رسمین مسلمانون مین ایسی رائج ہو گئی ہین جو شرک فی اللہ اور شرک فی النبوۃ کی حد تک پہونچتی ہین - ہمت - مستعدی - حمیت - مردانگی - راستبازی - ایفاے وعدہ ہم کن کن باتون کے لیے روئین - زمین ہند مین ہمارے تمام اوصاف باپ دادا کے ساتھ دفن ہو گئے - نکبت اور ذلت کے دن دیکھنے کے لیے ہم لوگ رہ گئے ہین - اقبال نے منھ پھیر لیا - ادبار نے آگھیرا - دنیا وما فیہا سے غافل کسی طرح زندگی کے دن پورے کرتے ہین - نور ایمان کی کمی اپنے عیوب ظاہر ہونے نہین دیتی -

مردون نے صرف عقد ثانی سے روک کر عورتون کے حقوق تلف نہین کیے بلکہ دنیا کے تمام امور مین وہ عورتون کو عام اس سے کہ وہ مائین ہون بہنین ہون - بیبیان ہون یا لڑکیان ہون بہایم اور لونڈیون کی طرح سمجھتے ہین - اُنکے حقوق اور اُنکی آزادیون کے غصب یا تلف کرنے مین کچھ بھی پس وپیش نہین کرتے - اور یہ نہین سمجھتے کہ اسلام کو

دنیادی معاملات مین بہت بڑا نازاس امر پر ہے کہ اُسنے عورتون کے حقوق کی حفاظت بہت کچھ کی ہے۔کوئی قوم ترقی نہین کرسکتی جب تک عورتون کے حقوق کی پوری نگہداشت نہوا اور اُنکی غلامی رفع نہ کی جائے۔مری ہوئی طبیعتین رکھکر اور ذلیل حالت مین رہکر عورتین جو اولاد جنین گی وہ غلامی کا سبق اپنی مان سے لیکر نشو و نما پائیگی ایسی اولاد کیا خاک ترقی کرے گی۔عورتون کی جائز اور شرعی آزادیون مین خلل ڈالنا گویا آیندہ نسل کی مٹی خراب کرنا ہے۔

ہندوُن مین بدھوا بیواہ کی ممانعت زمانہ حال کی رسم ہے۔جب ہندوُن کی ترقی کا زمانہ تھا تو اس قسم کا خیال بھی نہین تھا۔کلکتہ اور بنارس کے پنڈتون نے ادھر توجہ کی ہے۔دہلی۔لاہور اور بمبئی وغیرہ شہرون مین ادھر خیالات رجوع ہوئے ہین۔ یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ ہنود کی مقدس کتابون مین کہین بھی عقد بیوگان کی ممانعت نہین ہے۔بلکہ بعض رشیون کے قول سے اسکی ہدایت پائی جاتی ہے۔صاف طور پر محکوم ہے کہ شوہر کے طلاق دینے۔مفقود الخبر ہو جانے یا مرجانے۔یا مرد کی ناقابلیت کی وجہ سے عورت بے خاوند کی ہو جاوے تو اُسکو دوسرا بیواہ کرنے دون کے بعد کرنا چاہیے۔جب ہندوُن کی جہالت اور خودغرضی کا زمانہ آیا علم اور آزادی کا شوق جاتا رہا تو عقد بیوگان بھی مسدود ہو گیا۔لوگ کہنے لگے کہ پہلے زمانہ مین جائز تھا اور اب جائز نہین ہے۔گویا پہلے فطرت انسانی کچھ اور تھی اور اب کچھ اور ہو گئی ہے۔اسی طرح جب مسلمانون کے بُرے دن آئے تو بہت سی بُری عادتین اور دستورون کے ساتھ عقد بیوگان بھی معیوب ٹھہرا مشہور تو یون ہے کہ جب ہند کی عورتون سے خلا ملا ہوا۔اور وہ مسلمان ہو کر مسلمانون کے گھر آئین تو عقد بیوگان

کی ممانعت کی نص قطعی کہیں اپنے ساتھ لائیں۔ ممکن ہے کہ اور بد رسمین اسی طرح پھیلی ہوئی ہون مگر عقد بیوگان کو ناروا سمجھنے مین تو مین زیادہ تر مردون ہی کو الزام دونگا مین دیکھتا ہون کہ لڑکیون کے پیدا ہونے سے لوگ بیوجہ ملول ہو جاتے ہین۔ انکا بڑھنا سہاگن رہنا۔ صاحب اولاد ہونا اُس خیال کے بالکل منافی ہے جو شروع ہی مین لڑکیون کو وبال جان سمجھتا تھا۔ ملکی رسم کے خیال سے لڑکیان پہلی دفعہ بیاہ دی گئین۔ یہی بڑی بات ہوئی۔ باربار انکے بیاہنے کا بار اُٹھانا بھلا کب گوارا ہو سکتا ہے ہندوستان مین عورتون کی حق تلفی کو عار نہین سمجھتے۔ بھائی بہن کے حصّے غصب کرنے کو تیار رہین۔ بعض باپ ایسے نیک بخت ہین جو چاہتے ہین کہ اُنکے مرنے پر اُنکی جائداد قرآن کے حکم کے خلاف لڑکیون کی حق تلفی کے ساتھ تقسیم کی جائے شرم! شرم!!! جہان نیتین ایسی ڈانوان ڈول ہین وہان عورتون کا صاحب خاوند وذی اولاد ہونا گویا اُنکے دعوون کا اور مضبوط ہونا بھلا کب پسند کیا جائے گا مین تو سمجھتا ہون کہ بڑے بڑے متمول خاندانون مین عورتون کے بیوہ ہونے پر اولیا خوش ہوتے ہونگے کہ اچھا ہوا لڑکی بیوہ ہو گئی۔ خاندان کی جائداد باہر نہین گئی۔ اعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ بھائیو! خدا سے ڈرو۔ اور احکام خدا کی محبت دل مین پیدا کرو منہ سے مسلمان اور دل مین احکام شرعی سے نفرت اس منافقانہ طریقہ کو چھوڑ دو۔

اور ملکون مین مردون کو زیادہ تر تلاش نکاح کی ہوتی ہے۔ اور یہان عورتون کے اولیا سے جو کوئی نکاح کی بات چیت کرتا ہے تو گویا اُنپر بہت بڑا احسان کرتا ہے کنواری لڑکیون کے بیاہنے مین تو یہ دقت ہے۔ بیوہ عورتون کا بیاہ کوئی کرنا بھی چاہے تو مناسب حال شوہر کا ملنا مشکل ہے۔ تمام واعظین لڑکیون کے اولیا پر الزام رکھتے ہین۔

گو وہ کسی طرح الزام سے بچ نہین سکتے۔ لیکن مین اُنپر بھی الزام رکھتا ہون جنکو
خواہش عقد ہوتی ہے اور اپنی طلب کا دائرہ کنواری لڑکیون پر محدود رکھتے ہین
عمر کتنی ہی زیادہ ہو۔ چوتھے یا پانچوین عقد کی نوبت آئی ہو جب بھی تلاش کنواری لڑکیون
کی ہوگی۔ حالانکہ یہ بالکل غلط خیال ہے۔ ایران مین لوگ بیوہ عورتون کو ترجیح
دیتے ہین اور سمجھتے ہین کہ وہ راہ و رسم دنیا اور طریقہ خانہ داری سے واقف ہوانگی
سر دست تو تمام خیالات کا بدلنا آسان نہین ہے۔ لیکن جب کوئی رنڈوا عقد ثانی
کی فکر مین ہو تو کنبہ۔ محلہ۔ شہر کے باثر لوگ ہم سن رانڈ عورتین اسکے لیے تجویز کرین
تو آسانی سے سُنت محمدی زندہ ہو سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ کا قول[1] احیاء العلوم مین نقل کیا گیا ہے کہ "دو ہی باتین نکاح
سے منع کرتی ہین۔ مجبوری یا بدچلنی" یعنے کوئی آدمی دولت اور صحت جسمانی
رکھکر نکاح سے گریز کرے تو اُسکو بدچلن سمجھنا چاہیے۔ جوان عورتین صحت جسمانی
کی حالت مین نکاح نہ کرین گی تو ضرور بدچلن ہو جائینگی۔ شریف خاندان والیان
جو گھر کی چار دیواری مین قید رہتی ہین۔ غیر مرد کی صورت نہین دیکھ سکتین وہ اپنی
خاص حالت کی وجہ سے عفت مآب رہ سکتی ہین۔ لیکن قانون فطرت مین جو جزو
ہے اور انسانی طبیعت مین بمقابلہ ہوا و ہوس جو مغلوبی ودلیت کی گئی ہے وہ بھی کسی
طرح نظر انداز نہین ہو سکتی۔

مشو ایمن از زن کہ زن پارساست کہ خر بستہ بہ گرچہ دزد آشناست

اور جو عورتین بے طرح جبر گوارا کر کے معصوم صفت زندگی بسر کرتی ہین وہ طرح

---

[1] لا یمنع من النکاح الا عجز او فجور۔

طرح کے امراض مین مبتلا ہوکر اپنی زلیست کے دن بہت جلد ختم کرتی ہین -

جب کنواری لڑکی کا بیاہنا شرم نہ تھا تو رانڈ کے بیاہنے مین کیا عیب ہے -
لڑکے رنڈوے ہوجائین تو بیاہنے مین ہرج نہین ہے اور لڑکیان رانڈ ہوجائین
تو انکا عقد ثانی معیوب سمجھا جاتا ہے - کچھ عجیب منطق ہے کہ سمجھ مین نہین آتی کیسی
شرم کی بات ہے کہ چالیس برس کی مان اپنے شوہر کے پاس رہے اور اُسکی
لڑکی پندرہ برس کی بیوہ گھر مین موجود ہو - ایسے بے حمیت بھی بہت سے پائے
جاتے ہین کہ پندرہ بیس برس کی بیوہ لڑکیان اُنکے گھر مین موجود ہین اور خود بچاس
ساٹھ برس کے ہوکر اپنا عقد ثانی کرتے ہین -

صحیح بخاری کتاب الادب مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک مسافر راستہ چلا جاتا تھا اُسے پیاس
معلوم ہوئی - قریب ایک کنوان نظر آیا - اُس کنوئین مین وہ اُتر گیا اور پانی پیکر باہر
نکلا - دیکھا کہ ایک کتا زبان نکالے نم مٹی چاٹ رہا ہے - وہ پھر کنوئین مین اُتر گیا
اور اپنے جوتے مین پانی بھر کر اُس جوتے کو مُنہ سے تھام کر اوپر نکلا اور کُتّے کو پانی پلایا - اب
ان بے حمیتون کو دیکھیے تو گھر کی جوان رانڈون کے ساتھ اتنا سلوک بھی نہین کرتے
جتنا کہ اُس مسافر نے کُتّے کے ساتھ کیا تھا بیچاری بے زبان رانڈون پر ظلم کرتے
ہوئے انکو شرم نہین آتی -

مردی نہ بقوت ست و شمشیر زدنی　　　آنست کہ ظلمے کہ توانے نکنی

کیا لوگ اتنا نہین سمجھتے کہ عورت اور مرد کی یکجائی انتظام عالم کے لیے ضروریات سے
ہے - انسان اس سے بے نیاز نہین ہو سکتا - خدا نے انسانی فطرت میں (یہی)

قوت رکھی ہے کہ قانون فطرت کی غرض کبھی فوت ہو ہی نہین سکتی - اس یکجائی مین اولاد کا ہونا لازم ہے - اولاد کی پرورش اور حسن معاشرت کے لیے باپ کا جائز طور پر مقرر ہو جانا یہی نکاح کی غائت ہے -

نوع انسانی کا گھٹانا قانون فطرت کا بڑا جرم ہے - ہر مذہب نے اسے تسلیم کیا ہے - تمام گورنمنٹین اسکی حمایت کرتی ہین - سنہ ۱۸۸۱ء مین جو مردم شماری ہوئی اُس سے معلوم ہوا کہ پانچ کڑور ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان ہندوستان مین تھے جنمین تقریباً ڈھائی کڑور مرد تھے - اور اسی قدر عورتین تھین - ان عورتون مین کچھ اوپر چالیس لاکھ بیوائین تھین - یعنے کل عورتون مین ایک سدس کے قریب بیوائین تھین - اگر دو ثلث جوان فرض کی جائین تو اُمت محمدی کی ترقی مین نوین حصہ کی کمی عقد بیوگان کو ناروا سمجھنے سے ہوتی ہے -

مزا تو یہ ہے کہ جب لڑکی بیوہ ہو جاتی ہے تو لوگ اُسے کمبخت سمجھتے ہین اور نہایت محبت سے کہتے ہین کہ ہائے یہ بدنصیب جلنے کے لیے بیٹھی رہگئی اور جو کہین اتفاق سے وہ لڑکی بھی مرگئی تو بہت خوش ہوتے ہین اور کہتے کہ وہ بی بی خوش نصیب تھی کہ دُنیا سے اُٹھ گئی - پتھر پڑین اس سمجھ پر - جہان ہندوؤن مین مرد کی چتا پر عورتین زندہ جل جاتی تھین تو لوگ خوش ہوتے تھے وہان عورتین اپنی موت سے مرجائین تو بھلا کب افسوس ہو سکتا ہے - عورتین ایسی ہی فالتو ہین تو پیدا ہوتے ہی مار ڈالی جائین تو ذرا اچھا - شرم! شرم!! شرم!!! -

جب قوم کی یہ کیفیت ہے کہ وہ رانڈ کا مرنا مبارک فال سمجھتے ہین تو یہ تذکرہ کرنا فضول ہے کہ باعصمت رانڈون کو کتنا کیا بیماریان پیدا ہوتی ہین - لیکن ترتیب گفتگو

کی تکمیل کے لیے انکا بیان بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بیاہ نہ کرنا گویا قانون فطرت کے خلاف کرنا ہے۔ بیوائین قانون قدرت پر تو غالب آنہین سکتین۔ خود مغلوب ہو کر۔ اختناق رحم۔ تپ دق۔ مالیخولیا۔ جنون۔ عشق۔ مرگی۔ غشی۔ وسواس وغیرہ وغیرہ بہت سے امراض مین مبتلا ہو جاتی ہین۔ اولیا جب کبھی علاج کے لیے مستعد ہوئے تو حکیم صاحب عقد۔ جلاآب۔ ٹھنڈائی تجویز کرتے ہین۔ اور اصل علاج بتاتے ہوئے شرماتے ہین۔ اور بیوائین ان نادان طبیبون کی تشخیص پر زبان حال سے کہتی ہین۔

اُف اُف ستم اے طبیب نادان رنجم مفزا اے بامدادان
آگاہ نئی تپ درون را نشتر چہ زنی رگِ جنون را
چشمے بدل مشوش انداز قارورہ ببر در آتش انداز
این شیشۂ دل کہ پُر ز خون است داری نظرے ببین کہ چون است

اور اپنے اولیا سے کہتی ہین۔

آسودہ دلا حال دل زار چہ دانی خونخواری عشاق جگر خوار چہ دانی
شب تا بسحر خفتہ بجلوتگہ نازی بیداری این دیدۂ بیدار چہ دانی
اے فاختہ پرواز کنان بر سر سروے درد دلِ مرغان گرفتار چہ دانی

اختناق رحم کی وجہ سے کبھی کبھی وہ حالتین پیدا ہو جاتی ہین کہ لوگون کو آسیب بھوت چڑیل کا شبہ ہوتا ہے۔ اور پھر اسی دھوکے مین ہزارون شرک اور کفر کی باتین ہو جاتی ہین۔ مالیخولیا مین بھی کبھی کبھی آسیب کا گمان ہوتا ہے اور ہر طرح کے افعال ناکردنی اسکی بدولت کیے جاتے ہین۔ غرضکہ باعصمت بیوائین مختلف امراض مین مبتلا

ہوکر مرجاتی ہین اور انکی تربت پر جلی قلم سے یہ شعر کندہ ہوتا ہے

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریرے — کہ این مقتول را غیر از گناہی نیست تقصیرے

لیکن سب کے پاس آنکھین نہین ہوتین کہ یہ غیبی تحریر نظر آوے -

امام ہند مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ رسالہ عقد بیوگان مین لکھتے ہین کہ "از جملہ رسوم فاسدہ مخالف شرع کہ در کفرہ ہندوستان اشتہار دارد و بعضے از سفہاے مسلمین کہ با ایشان اختلاط بسیار دارند آموختہ التزام نمودہ اند ممانعت زنان بیوہ ست از نکاح ثانی - وہمچنین معیوب دانستن طلاق و اہانت بیوہ زن کہ نکاح ثانی کردہ باشد وہمچنین اہانت زنان مطلقہ وایں امور وایں ممانعت چنانکہ مخالف شرع است ہمچنان مخالف رسوم جمیع مسلمین است - چہ جمیع اہل اسلام ملک عرب و روم و توران و ترکستان است و دران دیار ہرگز ازین امر عارے نیست ونیز درین عصر و زمان نہ بیشتر از آن و طرفہ تر این است کہ چندے از سفہاے مسلمین ہندوستان کہ خود را بشرفا ملقب ساختہ اند ونسبت نسب خود را بصحابہ کبار و ائمہ اطہار کردہ وبعرب بودہ اند افتخار خود می انگارند وپر ظاہر است کہ رسوم مذکورہ یعنی نکاح ثانی زنان بیوہ وطلاق منکوحات عند الحاجت در ایشان جاری بود - پس گویا این حمقا بزرگان خود را کہ شرافت از ایشان یافتہ اند طعن میکنند و رسم ایشان را عار می انگارند پس الیق بحال ایشان آنست کہ خود را از زمرہ سادات وشیوخ نشمارند"

"زہے سفاہت این حمقا کہ خود را بشرفا ملقب ساختہ اند بنا بر پاسداری چندے کفرہ ہندوستان آبا و اجداد خود را کہ افضل خلائق بودہ اند مطعون و ملام می سازند زیرا کہ نکاح ثانی زنان بیوہ متوفی عنہا یا مطلقہ را عار و ننگ می شمارند پس فی الحقیقۃ آن پیشوایان دین کہ بیخ و بنیاد شرافت ونجابت بسبب ایشان مستحکم گردیدہ بسوے بے حمیتی و بے ناموسی نسبت میکنند - اعاذنا اللہ من شرور امثال المنافقین الضالین"

ترجمہ "بہت سی ایسی رسوم فاسدہ مخالف شرع ہندوستان کے کافرون مین شہرت پذیر ہین جنکو بیوقوف مسلمانون نے بھی میل جول رکھ کر سیکھ لیے ہین اور خود پر لازم کر لیے ہین۔ بیوہ عورتون کو نکاح سے روکنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ طلاق کو برا جاننا۔ اُس بیوہ عورت کی اہانت کرنا جس نے دوسرا نکاح کر لیا ہو۔ اور ایسا ہی جن عورتون کو طلاق ملی ہو اُنکی توہین کرنا۔ یہ سب امور اور بیوہ نکاح سے روکنا جس طرح مخالف شرع ہے اُسی طرح تمام مسلمانون کے رسوم کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ مجمع اہل اسلام ملک عرب و روم۔ توران۔ سیستان ہے اور اِن ملکون مین اس امر سے ہرگز عار نہین ہے نہ اس زمانہ مین اور نہ اس سے پہلے۔ زیادہ طرفہ یہ ہے کہ ہندوستان کے چند بیوقوف مسلمان جو اپنے آپ کو شرفا کا لقب دیتے ہین اپنے نسب کو صحابہ کبار آئمہ اطہار سے (جو رؤساے عرب تھے) منسوب کرنے مین اپنا فخر سمجھتے ہین۔ اور ظاہر ہے کہ رسوم مذکورہ یعنے بیوہ عورتون کا نکاح کرنا اور ضرورت کے وقت نکاحی عورتون کو طلاق دینا انہین جاری تھا۔ پس گویا کہ یہ احمق اپنے بزرگون کو جنسے شرافت پائی ہے ملعنہ دیتے ہین اور اُنکے رسم کو عار سمجھتے ہین۔ انکو مناسب ہے کہ اپنے کو سادات اور شیوخ کے گروہ مین نہ شمار کرین"

"وہ احمق گروہ جس نے اپنے آپ کو شرفا کا لقب دیا کیسا بیوقوف ہے کہ ہندوستان کے چند کفار کی خاطرداری سے اپنے آبا و اجداد کو جو بزرگ ترین خلائق تھے مطعون اور قابل ملامت بنا رکھا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بیوہ عورتون کے نکاح ثانی کو (خاوند کے قضا کرنے یا طلاق پانے پر) ننگ و عار سمجھتے ہین اور اس طرح فی الحقیقت دین کے اُن پیشوائون کو جنکے باعث شرافت اور نجابت کی جڑ مستحکم ہوئی ہے بے حمیت اور

اور بے ناموس بتاتے ہین۔ ان گمراہ منافقون کے شر سے خدا ہم سب کو پناہ دے۔"

عوام مین چند حیلے عقد بیوگان کے خلاف مشہور ہین۔ قرآن اور حدیث اور سنت نبوی سے خلاف کرنے یا کہنے کی جرات تو مسلمانون کو ہو نہین سکتی۔ بہانون سے کام لیتے ہین۔ جو شیطانی وسوسون سے زیادہ وقعت نہین رکھتے مثلاً لوگ کہتے ہین عقد بیوگان شرافت کے خلاف ہے۔ اسکا جواب سوا اسکے کیا دیا جائے گا کہ خود کو پیغمبر سے زیادہ شریف سمجھنا احکام قرآنی کو خلاف شرافت جاننا ضلالت نہین ہے تو کیا ہے؟

بعض کہتے ہین کہ ہمارے باپ دادا نے ایسا نہین کیا ہے تو ہم کیون کرین۔ کفار عرب بھی دعوت اسلام پیش ہونے پر ایسا ہی کہتے تھے سورۂ بقر رکوع اکیس۔ "اور جب انکو کہا جاتا ہے چلو اس حکم پر جسکو اللہ نے اتارا ہے۔ تو کہتے ہین نہین ہم تو اس پر چلین گے جسپر ہم نے اپنے باپ دادون کو پایا ہے۔ گو انکے باپ دادا نادان و گمراہ رہے ہون۔"

لیکن اس سے قطع نظر کرکے مین کہتا ہون کہ باپ دادا سے ہندوستان ہی کے مسلمان کیون مراد لیے جائین مسلمانان سابق کیون نہ دیکھے جائین جنپر مسلمانون کو فخر ہے۔ باپ دادا کو ناحق بدنام کرنے والے صریح جھوٹ بولتے ہین۔ باپ دادا کا طرز زندگی ہم پہلے عرض کر چکے ہین۔

کوئی کہتا ہے کہ نکاح ثانی رائج ہونے سے عورتون کو اپنے خاوندون کی محبت

---

[1] واذا قیل لہم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا اولو کان اباؤہم لا یعقلون شیئا ولا یہتدون۔

نہ رہے گی ۔ واہ کیا معقول محبت ہے۔ سچی محبت تو اُسی وقت ہوگی جب سچائی اور آزادی کے ساتھ خیالات کا اظہار ہوگا۔ دوسرے یہ کہ زن و شو کی محبت فطرتی ہے مرد تو دوسرے نکاح سے ممنوع نہین ہین پھر وہ عورتون سے کم محبت کیون نہین رکھتے ؟ ۔

جُہلا کہتے ہین کہ دوسرا بیاہ کرنے سے اولاد کی محبّت کم ہوجائے گی ۔ اول تو یہ تمام بیواؤن سے متعلق نہین ہے ۔ دوسرے یہ کہ اولاد سے جو فطرتی محبت عورتون کو ہے وہ کبھی کم نہین ہوسکتی ۔ ماں کی محبت بچّون کے کس کام کی ۔ باپ کی محبت جسکی بدولت بیٹے پلتے ہین نکاح ثانی سے کم ہوجاتی ہے تو مردون کا نکاح بھی ناروا ٹھہرادینا چاہیے ۔ اپنے ذاتی منافع مین تو لوگ کسی کی پیروی یا تقلید ضروری نہین سمجھتے ۔ بیچاری مظلوم بیواؤن کے فائدے کی صورت مین ناحق کا بہانہ پیش کیا جاتا ہے ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر بیواؤن کا نکاح کیا جائے تو اولاد کہان بیاہی جائے گی ۔ واہ کیا معقول حجت ہے ۔ اچھا لوگ بازاری عورتون سے نکاح کرتے وقت یہ پیش کیون نہین کرتے ؟ ۔ نکاح کے وقت یہ کیون نہین سوچتے کہ بچّہ پیدا ہوگا تو کھائیگا کیا ۔ بھائیو ۔ یہ سب خدا کے اختیار مین ہے ۔ یہ سوچنا کہ کل کیا ہوگا انسان کے ضعف ایمان کی دلیل ہے ۔ بعض کفارِ عرب لڑکیون کو مار ڈالتے تھے ۔ انکی شان مین خدا کہتا ہے[۱] " اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے نہ مارو ۔ ہم تمکو بھی رزق دیتے ہین اور اُنکو بھی " جن لوگون نے عقد بیوگان جائز رکھا ہے اُنکے کنبے مین کہین شادی بیاہ رُکا رہا ہے ؟ ۔ ہرگز نہین ۔

---

[۱] لا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاہم ۔

جہلا کہتے ہین کہ بڑے لوگ عقد بیوگان روا رکھین۔علماے وقت نمونہ دکھائین
توہم بھی ایسا کرین۔ یہ حجت گو سست ہے لیکن قوم کے باثر لوگون پر ضرور الزام
عاید کرنے والی ہے کہ وہ اپنے فعل سے سُنّت نبویؐ زندہ کرنے مین اور قومی حقوق
ادا کرنے مین پہلوتہی کرتے ہین۔

ہندو بیواؤن کی فریاد

ضلع گورکھپور مین ایک متموّل خاندان کی ایک بیوہ برہمنی اس جُرم مین عدالت
سشن کو سپرد کی گئی کہ اُسنے اپنی لڑکی پیدا ہوتے ہی مارڈالی تھی۔ناظرین خود
بخود سمجھ جائین گے کہ لڑکی حمل حرام کی تھی اور شرم سے اس عورت نے مارڈالا
فی الواقع اُس عورت پر یہی الزام تھا۔پولیس اور سپرد کرنے والا مجسٹریٹ دونون ایسا
ہی سمجھے تھے۔یہ محض اتفاق تھا کہ جج کے نزدیک ثبوت قابل اطمینان نہ تھا اور اسلیے
محض اخفاے موت کے جُرم مین حسب دفعہ ۳۱۸ تعزیرات ہند بیوہ کو ۹ مہینے قید
کی سزا دی گئی۔

مُلزمہ باربار یہ کہتی تھی کہ کوئی اپنے لڑکے کو بھلا کیون مارڈالے گا۔اُسکی یہ حجت
دوسرے مُلکون کے طرز تمدن پر لحاظ کرکے کتنی ہی باوقعت ہو لیکن افسوس کہ ہندوستان
مین اس گفتگو کو کچھ بھی وقعت نہین ہے۔جج اور تمام تماشائی ضرور سمجھتے تھے کہ جو حجت
مُلزمہ پیش کرتی تھی وہ خود مُلزمہ کے دل مین بھی بیوقعت تھی۔جسوقت مُلزمہ کو قید کا حکم
سُنایا گیا خوشی سے اُسکا چہرہ بدل گیا۔وہ سمجھی کہ گویا پھانسی سے اُتاری گئی۔اپنا ایک
دوسرے نابالغ بچّے کی پرورش اور اپنے اثاثہ خانہ کی بابت جیل خانہ جاتے وقت
جو کچھ اُسنے ہدایت کی وہ بہت زیادہ دل ہلادینے والی تھی۔شروع سے اخیر تک وہ نہایت

حیرت افزا اور درد انگیز نظارہ تھا۔

ہم اپنے مضمون کے اغراض کے لیے یہ فرض کر لیتے ہین کہ اس عورت کو پھانسی دیدی گئی۔ یہ نہ سہی اسکی اور ملکی بہنین سیکڑون ہزارون اُس جرم مین پھانسی پا چکی ہونگی۔ ہمکو یہان منصفانہ طور پر یہ راے قایم کرنا ہے کہ اُس بچہ کے قتل کا اور اگر وہ بیوہ پھانسی پا جاتی تو اُسکے یا اور جتنی بیوائین اس جُرم مین پہلے پھانسی پا چکی ہین ان سب کے خون کا الزام کس کی گردن پر ہے۔

اصل باعث اس سب فساد کا وہ شخص ہے جسنے عورت کے ساتھ ہمبستری کی۔ نہین انہین!! اسکا کچھ بھی قصور نہین۔ بیوہ عورت کے ساتھ تعلق پیدا کرنا اسوقت کسی مہذب گورنمنٹ کے قانون مین منع نہین ہے۔ ہندوستان مین جو مجموعہ تعزیرات جاری ہے گو وہ ان تعلقات مین اور ملکون سے کسی قدر سخت ہے۔ لیکن اُس نے بھی اُسکو ناجائز نہین ٹھہرایا ہے۔ ہان مذہب اسلام اسبارے مین بہت سخت ہے لیکن ساتھ ہی اسکے آسانیان بھی قابل لحاظ ہین۔ ہزارون قسم کی آسانی اور سچّی آزادی ہم پہونچانے کے بعد وہ حکم لگاتا ہے کہ تم ان آسانیون پر لحاظ نہ کروگے خدا کی نعمت کو جائز اور آسان طریقے کے ہوتے ہوئے ناجائز طریقے سے اپنے کام مین لاؤگے تو تمکو سخت سزا دیجائیگی۔ غرضکہ مسلمانون کے قانون کا شمار نہ کیا جائے جسمین سختی کے ساتھ نرمی بھی ہے تو کسی مہذب ملک مین یہ شخص مجرم نہ سمجھا جائیگا۔

اب رہی وہ عورت اُسکی نسبت قتل طفل کے قبل تک کوئی تعزیری احکام متعلق نہین ہوتے۔ یہان تک وہ گویا نہایت جائز طور پر قانونی زینہ پر چڑھتی ہوئی چلی گئی انتہائے بلندی تک پہونچکر غار مین گرنے کی جو صورت پیدا ہوئی وہی صورت زیر بحث ہے

ہمارے نزدیک وہان تک پہونچنے کے بعد وہ کسی طرح باد مخالف کے جھونکون کا مقابلہ نہین کرسکتی تھی وہ گڑھے مین گر پڑنے پر مجبور تھی اور یہی مجبوری ہمارے نزدیک قابل بحث ہے کہ آیا یہ فطرتی طور پر ہے یا ملکی رسم و ملکی قانون کی بدولت ہے۔

ایک باشرم عورت جب اپنے شوہر کے مرجانے پر تمام عالم کو تاریک دیکھتی تھی اور یہ سمجھتی تھی کہ رسم و رواج اور ملکی قانون کی بیجا پابندیون نے تمام ذرایع آسایش ہمیشہ کے لیے اُس سے الگ کردیے انتظام عالم کے فطرتی کاروبار مین وہ ایک وجود معطل رہگئی - اپنے بیگانے اُسکی زندگی کو وبال سمجھنے لگے تو تمام دنیا کی نظرون مین ذلیل اور سب کے خیال مین بار ہوکر زندگی بسر کرنے سے جان دے ڈالنا اُسکے نزدیک کہین اچھا نظر آیا اور پھر گھر والون کی خواہش بھی محرک ہوئی تو ”دیوانہ را ہوئے بس است“ کا مضمون ہوا - تمام گھر والے جب اُسکا جل کر خاک ہوجانا چاہتے تھے تو وہ بیچاری کس کس کا مقابلہ کرتی فرد غم - فرط حیا - آیندہ زندگی کی تلخکامیون کا خیال دریا مین کود پڑنے پر اُسے مایل کرتا تھا اور گھر کے لوگ ہوا سے تند کی طرح اُسے بہا کر موج آب مین اس طرح ڈالتے تھے کہ وہ پھر نکل نہ سکتی تھی - بیوہ نے اپنی آیندہ زندگی کی دقتون کو خیال کرکے جب اپنی جان دے ڈالنے مین یعنے ستی ہوجانے مین آسانی دیکھی تو اُسکو گورنمنٹ نے قانون کے ذریعہ سے روک دیا لیکن اُن اندرونی حالات کی کچھہ درستی نہ کی جس کے ذریعہ سے اُس بیچاری کو جان دے ڈالنا آسان تھا - گورنمنٹ نے مرنے والی کو چتا پر جل بھن کر خاک ہوجانے سے تو روک لیا لیکن اُن زحمتون کا کچھہ بھی خیال نہ کیا جو اُسکو سسرال یا میکے کے جیلخانہ مین اُٹھانی پڑتی ہین - گورنمنٹ نے اسے بھی خواہان قوم پر چھوڑا تھا لیکن سیکڑون ہزارون گریجوٹ ہر سال کالج سے نکلتے ہین - روشن خیالی اور اعلی تعلیم کا خواب دیکھتے ہین مگر ان

طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

ملکی قانون یا رواج نے خلاف عقل یہ حکم دے رکھا ہے کہ انتظام عالم کے کتنا ہی خلاف ہو۔ قانون فطرت کتنا ہی اپنا زور دکھائے لیکن بیوہ گو وہ کتنی ہی کم سن ہو کسی مرد سے ایسا تعلق پیدا نہیں کر سکتی جو برادری کے سامنے جائز ہو۔ صرف برادری ہی کے سامنے نہیں بلکہ ملکی قانون کے نزدیک بھی اُسکا کسی سے جائز تعلق پیدا کرنا ممنوع ہے۔ جائداد شوہری پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد اگر بیوہ کسی سے چھپا ہوا ناجائز تعلق پیدا کرے تو بہت سے فیصلے اسکے شاہد ہیں کہ وہ جائداد شوہری سے بیدخل نہ ہوگی۔ لیکن اگر وہ دوسرا بیاہ کرے اور علانیہ تعلق جائز پیدا کرے تو وہ جائداد سے بالکل بے تعلق ہو جائیگی۔

ایک بیوہ جسکے قبضہ میں ہزاروں لاکھوں روپیہ کی جائداد ہے اُس سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی تمام جائداد پر لات مار کر کسی جوگی کے ساتھ جوگن بنکر گھر سے نکل جائیگی اور عیش و انبساط کے ساتھ سچی آزادی کا لطف اُٹھائے گی۔ انسانی کمزوریوں پر نظر کر کے ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ بیواؤں سے ایسی توقع کرنا امر محال کا فرض کرنا ہے۔

ملکی رسم اور ملکی قانون نے گویا بیواؤں کو مجبور کر رکھا ہے کہ وہ ناجائز تعلق مردوں سے رکھیں اور حتی الوسع اُسے مخفی رکھیں۔ یہیں پر ہم یہ کہنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ صحت جسمانی اور آزادی حاصل ہونے کے بعد یہ غیر ممکن ہے کہ توالد و تناسل کا سلسلہ جاری نہ ہو جائے۔ قانون فطرت انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے جس نے عالم پیدا کیا اور جس نے یہ مقدر کر دیا کہ وہ جبتک عالم کی ترقی ہوتی رہے گی اُسی نے انسان کو مجبور محض کر کے اسمیں

وہ قوت ودلیعت کی ہے جسکو انسان جب تک انسانیت کی پوری حالت مین ہے کسی طرح دبا نہین سکتا۔ بیوہ حالت صحت مین ہے یا بعض خاص خاص شریف خاندانونکی عورتون کی طرح گھر کی چہار دیواری مین حبس دوام بغیر عبور دریا شور کی سزا نہین بھگت رہی ہے تو ایسی صورت مین اُس عورت سے یہ توقع رکھنی کہ وہ اپنے کو خدا کی فطرت سے زیادہ قوی ثابت کرے گی۔ محال ہے۔ غیر ممکن ہے۔ دیوانہ پن ہے۔ اور جب فطرت نے اپنا اثر ظاہر کیا پھر اُسوقت یہ خیال کرنا کہ عورت اُس اثر مٹانے کی جسکو تمام برادری کے لوگ بُرا سمجھتے ہین کوشش نہ کرے گی یہ ایک دوسرے امر محال کا ممکن فرض کرنا ہے جس عورت کو تمام عمر بجز شرم کے اور کوئی چیز سکھائی نہین گئی اُسکی سمجھ ہی مین نہین آسکتا کہ اپنی خطا کاریون کی زندہ شہادت گود مین لیکر وہ کسی طرح بھی دوسرون سے نظر چار کرسکے گی۔ اسقاط حمل کی تدبیرین تو گویا لازمی ہین اسکے بعد اپنی جان دینی یا بچے کی جان لینی یہی دو صورتین رہجاتی ہین۔ چھوٹی قوم یا بھیا خاندان کا تذکرہ نہین ہے خاندان جتنا ہی اونچا ہوگا اُتنا ہی ان باتون کا وہان زیادہ رواج ہوگا۔ گورنمنٹ تک اگر ایسی خبرین کم پہونچین تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ قوم مین ایسے دل ہلا دینے والے واقعات نا موجود ہین۔

ہندو بیوائین زبان حال سے گورنمنٹ سے کہتی ہین۔

اندرون قعر دریا تختہ بندم کردہ ٭ باز میگوئی کہ دامان ترمکن ہشیار باش

جب ہم شوہر کی چتا پر جلنے جاتے تھے اُسوقت تو آپ بہت ہی رحیم المزاج اور سراپا ہمدردی کی صورت بنکر سامنے آکھڑے ہوئے اور ہمین جلنے اور اس طرح مٹ جانے سے روک رکھا لیکن وہان سے آکر جب گھر والون کی قید مین پڑے

ملکی رسم و رواج کی بدولت اذیتین اُٹھانے لگے مردون کی خودغرضیون کے شکار بنے طرح طرح مصیبت جھیلنے لگے تو کبھی بھولے سے بھی خبر نہ لی۔

اصل شکایت ہم کو پیشوایان قوم سے ہے کہ جو رسم قدیم موجودہ حالت کے نامناسب ہے۔ عقل کے خلاف ہے۔ مہذب ملکون کے چلن کے بالکل مخالف ہے مصلحان قوم اُسکے مٹانے کی کوشش نہین کرتے۔ بعض مقامون پر ہندوؤن کے چند معزز پیشواؤن نے عقد بیوگان کا رواج دینا چاہا۔ اسپر چند اخبارون نے اپنی مسرت ظاہر کی۔ اکثرون نے سکوت کیا۔ سکوت کرنے والے بھی غنیمت تھے۔ لیکن ہمکو تو تعجب اُن اخبارون پر ہوا جو اس ریفارم کے مخالف ہوئے اور کہنے لگے کہ ہندو مذہب میں کسی طرح بیوا کا بیاہ نہین ہوسکتا۔

گورنمنٹ پر ہم ضرور الزام دینگے کہ وہ اپنی رعایا کے جزو اعظم یعنے عورتون سے جو مردون سے تعداد مین زیادہ ہین بالکل غافل ہے۔ لیکن جب ہم قوم کی ہٹ دھرمی پر خیال کرتے ہین تو پھر ہمت نہین ہوتی کہ گورنمنٹ پر نکتہ چینی کرین۔ عمر رضامندی کی میعاد جب بارہ برس مقرر ہونے لگی تو کہین سے بھی یہ خیال ہوسکتا تھا کہ اسپر کوئی ذی علم باشندہ ہند کا معترض ہوگا؟ اگر بل پیش ہونے کے پہلے یہ سوال مشتہر کیا جاتا تو شاید کہین سے بھی جواب اثبات مین نہ ہوتا۔ لیکن بل پیش کرنے کے بعد الخطمہ للتہ اسقدر شور و غل ہوا کہ گویا گورنمنٹ ہندوستان کے مروجہ مذاہب کی جڑ کاٹ رہی ہی پھر جو قوم اپنے نقصانات سے اسدرجہ بیخبر ہو وہان کی گورنمنٹ سے یہ توقع کیونکر ہو کہ وہ قوم کے پیشواؤن کے خلاف کوئی بات رائج کرے گی ملکداری کی پالیسی کے خلاف ہے لیکن اُسکے ساتھ ہی ہم ہرگز ہرگز یہ نہین کہتے کہ انگلش

گورنمنٹ ہندوستان کی عورتون کے حقوق کی پامالی اخلاقی اور تمدنی حالت مین یون دیکھتی رہے گی اور کچھ بھی توجہ نہ کرے گی۔ ہمارے نزدیک انھین برائیون کے رفع کرنے کے لیے قوم مین تعلیم رائج کی گئی ہے۔ گورنمنٹ نے جو تعلیم کا سلسلہ جاری کیا اسکے ذریعہ سے اُمید ہے کہ آہستہ آہستہ یہ تمام خرابیان رفع ہوتی جائینگی۔ لیکن حیرت ہمکو جب ہوتی ہے کہ یونیورسٹی کے بڑے سے بڑے ڈگری پانے والے اخلاقی اور تمدنی حالت مین ترقی معکوس کی خواہش ظاہر کرتے ہین۔

جو لوگ بڑی بڑی کتابین پڑھ کر لمبی چوڑی باتین کرتے ہین اُنھین پر یہ الزام ہے کہ باوجود اسقدر دانش کے وہ اپنے گھر کی اصلاح مین کوشش نہین کرتے۔ تمام دنیا کا انتظام کرنا چاہتے ہین۔ بات بات مین انگلستان کی پارلیامنٹ کا ذکر کرتے ہین۔ تمام باتون مین انگریز بنا چاہتے ہین گورنمنٹ سے اپنے حقوق کے لیے انگریش قوم سے بھی زیادہ آزادی کے خواہان ہین۔ لیکن اسکا ذرا خیال نہین کہ جو حقوق (عورتون کے) ہم پر ہین ہم اُنکو کہان تک ادا کرتے ہین یا ادا کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ کوئی بُرا مانے یا بھلا۔ آج تک دنیا مین کسی قوم نے ترقی نہین کی جب تک اُسنے عورتون کی ترقی اور اُنکے حقوق کی حفاظت کی طرف توجہ نہین کی۔ اگر عورتین مثل لونڈیون کے سمجھی جائینگی یا اولاد پیدا کرنے کے لیے محض ایک بحس و حرکت مشین (کل) مانی جائینگی نہ اُنکے حقوق کا خیال ہوگا اور نہ اُنکے آرام۔ آزادی اور آسایش کی فکر ہوگی تو جو بچے اُنسے پیدا ہونگے وہ بھی غلامی۔ مجبوری اور معطل وجودی کا سبق اپنی مان سے لینگے۔ اور ایسی حالت مین قومی ترقی کیا خاک ہوگی ؟ —

ہندوؤن مین تمام پورانی باتون کے بیان کرنے مین ہزارون لاکھون برس کا ذکر زمانوں کو بالکلیہ کلام ہوگیا ہے - لیکن غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ ابتدائی جسمین تہذیب کی ضرورت نہی وہ تہی اُسکو ست جگ کہتے ہین - اور قومی ترقی کے آغاز کو تریتا کہتے ہین - اور دواپر وہ زمانہ ہے جب ترقی حد کو پہونچی - بہار کے بعد جس طرح خزان آتی ہے اُسی طرح انتہاے ترقی پر قوم پہونچکر انحطاط کی طرف مائل ہوئی - ہندو جب اپنی ترقی کھوکر بُرے دن دیکھنے لگے تو اُسکو کلجگ کہنے لگے - اور جس طرح بگڑی ہوئی قومون مین صرف پچھلے زمانہ کے فسانے یاد رہجاتے ہین اُسی طرح اب ہندوؤن مین بھی پچھلی باتین صرف عام پسند حکایتون کا پیرایہ رکھتی ہین - اسپر بھی ایک خرابی یہ ہے کہ اگر وہ پچھلی باتون کو بطور صحیح واقعات کے یاد رکھین تو کچھ کام بھی چلے تمام واقعات انکے مثل فسانہ کے ہورہے ہین - اور ان غلط فہمیون سے جو حالت موجودہ قایم ہے وہی ملکی رواج اور ملکی قانون سمجھی جاتی ہے - اور گورنمنٹ بھی آئین جہانداری کے لحاظ سے اسکو قانون کے برابر سمجھنے پر مجبور ہے -

اب ہمکو یہ دکھانا ہے کہ ہندوؤن مین عقد بیوگان کا دستور کس جگ مین تہا اور کس جگ مین نہین ہے - مہابھارت ہندوؤن مین سب سے بڑی تاریخ اور سب زیادہ معتبر کتاب ہے - یہ دواپر کے اخیر مین لکھی گئی ہے اور تذکرۂ ست جگ اور تریتا کی باتین بھی اسمین بیان کی گئی ہین -

بیاس جی اپنی کتاب مہابھارت مین ازدواج کے متعلق قدیم رسم کو یون بیان کرتے ہین کہ ست جگ کے آغاز مین عورتون اور مردون کا تعلق مثل بہایم کے تہا - جب زمانہ نے ترقی کی اور خودغرضی و خودداری ساتھ ساتھ چلی و مسائل معاش مین

وقتین پیدا ہوئین تو ضرورت اس امر کی ہوئی کہ اولاد کی پرورش کا بار باپ پر ڈالا جائے اور اُسی وقت سے یہ خیال پیدا ہوا کہ جب تعلق ہمبستری کے ساتھ اولاد کی پرورش کا بار لینا باپ کو مرکوز خاطر نہ ہو تو وہ زنا ہے اور ناجائز ہے۔ ابتدائی زمانہ تھا اور ابتدائی قانون تھا اسلیے ایک مرد کے بعد دوسرے مرد سے تعلق پیدا کرنے کے درمیان مین صرف ایک مہینہ کا انتظار عورت کے حاملہ یا نہ حاملہ ہونے کی جانچ کے لیے کرنا ہوتا تھا آخر ست جگ تک اسی قدر زمانہ ترقی کر چکا تھا۔ تریتا دواپر مین شادی بیاہ کے قانون مین کچھ کچھ اور ترقی ہوئی۔ لیکن اسبارے مین ہندوون کا قانون کبھی سخت نہین ہوا۔ وہ فطرتی جذبات کا بہت بڑا احترام کرتے تھے۔ مثلاً دواپر مین مہابھارت کے پانچ ہیرو جنکو پانڈو کہتے ہین پانچ مختلف باپ سے تھے۔

آخر دواپر مین ایک رشی سوت کیتو گزرے۔ یہ اُس زمانہ مین تھے جب ہندوون کی تہذیب اعلیٰ درجہ کو پہونچ گئی تھی۔ کم سنی مین وہ اپنے باپ سے پڑھ رہے تھے کہ سامنے سے ایک غیر برہمن آیا اور وہ اُنکی والدہ کو تخلیہ مین لے گیا۔ رشی جی نے اپنے باپ سے اس مداخلت بیجا پر اپنی ناخوشی ظاہر کی۔ لیکن باپ نے اُسوقت کے موجودہ قانون پر نظر ڈال کر بیٹے کو سمجھایا کہ یہ بات ابتدا سے زمانہ سے چلی آتی ہے اور یہی مناسب بھی ہے اور گویا زبان حال سے یہ کہا کہ فطرتی جوش کا روکنا انسانی قوت سے باہر ہے جیسا کہ منوجی نے فرمایا ہے۔ سوت کیتو نے باپ کی توجیہ پسند نہین کی۔ اور اُسی وقت اُنھون نے قلم اُٹھا کر یہ قانون بنایا کہ اپنے مرد کے جیتے دوسرے مرد سے تعلق پیدا کرنا جرم قرار پاتا ہے اور اسکی سزا وہ قرار پاتی ہے جو اسقاط حمل کی ہے۔ تمام قوم نے اسکو پسند کیا اور اُسوقت سے زناکاری بہت زیادہ معیوب سمجھی گئی۔ لیکن اُسوقت

تک ہندوؤن کو کہین سے یہ خیال بھی نہین گزرتا تھا کہ عقد بیوگان نامناسب ہے چنانچہ ارجن نے ناگ کنیا کے ساتھ اُسوقت بیاہ کیا تھا جب پہلے شوہر سے دس برس کا لڑکا اُسکے پاس تھا۔

دواپر کے آخر تک یعنی بیدون کی اعلیٰ ترقی تک کہین بھی عقد بیوگان کی ممانعت نہ تھی اور نہ قوم کچھ بھی اس سے آگاہ تھی۔

ہم یہان پر یہ لکھنا مناسب سمجھتے ہین کہ ہندو مقنن قابل سند صرف اٹھارہ ہین منو۔ اترے۔ البشنو۔ ہاریت۔ جاگیہ ولکہ۔ اوسنس۔ انگرا۔ جم۔ الپستنب کاتیاین۔ برہسپتی۔ پاراشر۔ بیاس۔ سنکھ ولیکہت۔ دکش۔ گوتم۔ ساتاتپ بششٹ۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ سوا اِن اٹھارہ کے دوسرا کوئی ہندو مقنن قابل وقعت نہین ہے۔ اور یہ بھی مسلمہ ہے کہ اِن لوگون نے بجاے ممانعت کرنے کے صاف و صریح لفظون مین بدھوا بیواہ کی ہدایت کی ہے۔ چنانچہ پاراسر نے کلجگ کے لیے جو مجموعہ قانون بنایا ہے اُسکا نام پاراسر سنگھتا ہے اسمین لکھا ہے کہ پانچ حالتون مین عورتون کو دوسرا شوہر کرنا جائز ہے۔ (۱) شوہر کی مفقود الخبری۔ (۲) شوہر کے طلاق دینے پر (۳) شوہر کی وفات پر (۴) شوہر کے نامرد ہوجانے پر (۵) شوہر کے ترک مذہب کرنے پر۔ پھر لکھا ہے کہ شوہر کی مفقود الخبری کی حالت مین اولاد والی برہمنی آٹھ سال تک سابق شوہر کا انتظار کرے اور بے اولاد والی چار سال تک انتظار کرے اسی طرح چھتری کی عورت کو چھ برس اور تین برس کا دن دیا گیا ہے اور ویش کو چار برس اور دو برس۔ شودر کے لیے کوئی ایام معین نہین ہین۔ مفقود الخبری کے بموجب

چاہے دوسرا بیاہ کرے۔ ناظرین کے اطمینان کے لیے تھوڑی سے عبارت اصل کتاب سے نقل کی جاتی ہے۔

नष्टे मृते प्रव्रजिते क्लीबे च पतिते पतौ ।०।०।०।
पञ्चस्वापत्सु नारीणां पतिरन्यो विधीयते॥
अष्टौ वर्षाण्युदीक्षेत ब्राह्मणी प्रोषितं पतिम्।
अप्रसूता तु चत्वारि परतोऽन्यं समाश्रयेत्॥

اب یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہندوؤن کی ترقی کے زمانہ مین یہ حالت تھی تو اب عقد بیوگان کیون معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اسکے سمجھانے کے لیے مسلمانون سے زیادہ دوسری تمثیل ہمارے پاس نہین ہے۔ اُنکے قرآن مین حکم ہے "وانکحوا الایامیٰ منکم" خود محمد صاحب نے سوائے ایک بی بی کے اور تمام بیواؤن سے عقد کیے۔ اپنے اپنی لڑکیون کے بھی عقد کر دیے۔ تمام صحابہ کرام مین بھی ایسا ہی رواج تھا باوجود اسکے اس زمانہ کے مسلمانان ہند اور وہ بھی عام مسلمان نہین خاص خاص لوگ جو اپنے کو پیغمبر اور صحابہؓ پیغمبرؐ کی نسل مین بتاتے ہین عقد بیوگان معیوب جانتے ہین۔ اسی طرح جب ہندوؤن کے تنزل کا زمانہ آیا تو اُنھون نے ترقی کی بہت سی باتین چھوڑ دین۔ منجملہ اُنکے عورتون کے حقوق سے بھی وہ بے پروا ہو گئے۔ دختر کُشی کی رسم انہین جاری ہوئی۔ زندہ عورت اپنے متوفی شوہر کی لاش کے ساتھ جلنے لگی۔ عقد بیوگان بالکل مسدود ہو گیا۔

اسی مقام پر ہم ایک تاریخی واقعہ بھی لکھتے ہین کہ عقد بیوگان کی ممانعت کیونکر شروع ہوئی۔ کلجگ مین ایک رشی (لیکن کوئی بڑے نامی رشی نہین) تھے جنکی

آنکھین جاتی رہی تھین - مزاج کے کڑے تھے اور کاہل الوجود تھے - انکی بی بی ان سے سخت متنفر تھی - ایک روز دریا کے کنارے وہ نہاتے ہوئے بہ گئے - انکو خیال گذرا کہ بی بی نے بہا دیا ہے - وہ سمجھتے تھے کہ میرے بعد دوسرے سے وہ اپنا لطف قایم کرے گی - اتفاق سے وہ کہین آگے چل کر دریا سے نکلے اور کسی بڑے راجہ کے دربار مین رسوخ پا گئے - وہان انھون نے یہ قانون جاری کیا کہ کسی حالت مین بیوگان کا عقد نہ ہو تاکہ وہ اپنے شوہرون کو ہر حالت مین مغتنم سمجھا کرین - قومی خیالات بھی بدل رہے تھے - رشی جی کا بچن سہارا ہو گیا -

مسلمانون نے بہت کم دخل ہندوؤن کے رسم ورواج مین دیا - اور نہ ہندوؤن نے کوئی اخلاقی بات مسلمانون سے سیکھنا چاہی - بلکہ خود اپنے بُرے رسم ورواج مین انھون نے مسلمانون کو پابند کر لیا - جلال الدین اکبر نے خود نیم ہندو ہو کر ہندوؤن کی رسم مین بہت کچھ دخل دینا چاہا تھا - عقد بیوگان کو اُسنے جاری کرنا چاہا تھا - وہ کچھ کامیاب بھی ہو چلا تھا - لیکن اس کے مرنے کے بعد پھر دوسرے بادشاہون نے ادھر توجہ نہ کی -

اب ہم یہان یہ لکھنا چاہتے ہین کہ انگلش گورنمنٹ نے ہندوؤن کی ناجائز رسم ورواج کی کہان تک اصلاح کی -

زندہ عورت کا متوفی شوہرون کے ساتھ جل جانا اور زندہ لڑکیون کا دریاے گنگ کی نذر کرنا ۱۸۲۹ء مین موقوف کیا گیا -

غلامی کا دستور ہندوستان مین بہت بُرا تھا - خریداری کے ذریعہ سے ایک شخص دوسرے شخص کو اپنے مواشی مین شمار کرتا تھا - اور کبھی سرقہ بالجبر اور سرقہ مخفی کے ذریعہ

سے بھی غلام حاصل کیے جاتے تھے۔ سنہ ۱۸۴۳ء مین گورنمنٹ نے اسکو موقوف کردیا۔ اور اسکے ساتھ ہی غلامی کے متعلق جتنے شاستری احکام تھے سب تقویم پارینہ ہو گئے۔

جو کوئی بیوہ عورت کے ساتھ یا کسی غیر برادری کی عورت کے ساتھ بیاہ کرے اور جائز تعلق کی حالت مین اولاد پیدا ہو تو گو وہ ہندو لا کے مطابق اولاد صحیح النسب نہ ہو لیکن گورنمنٹ نے لارڈ میو کے وقت مین برہمو سماج کی تحریک پر یہ قانون پاس کیا کہ ایسی اولاد واسطے اغراض وراثت کے اولاد صحیح النسب سمجھی جائے گی۔

دختر کشی کے انسداد کے لیے گورنمنٹ کی طرف سے بہت کچھ عملی کارروائی کی گئی ہے اور خاص ایکٹ پاس کیا گیا۔

سنہ ۱۸۵۰ء مین یہ قرار پایا کہ کوئی شخص تبدیل مذہب کی وجہ سے اُس وراثت سے محروم نہ ہوگا جو مذہب تبدیل کرنے کی حالت مین اُسکو پہونچتی تھی۔

اِن تمام باتون سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ہند کے اختیار مین جو ریفارم ہے وہ اُس سے غافل نہین ہے۔ لیکن لوگ اپنی بیوہ لڑکیون کو نہ بیاہین اور ایسا کرنا معیوب سمجھین تو ظاہر ہے کہ یہ بات گورنمنٹ کے کرنے کی نہین ہے۔ قوم کے پیشواؤن کے کرنے کی ہے۔

گورنمنٹ اور رعایا کا عجب تعلق ہے۔ جیسی رعایا ویسی ہی گورنمنٹ۔ مہذب رعایا کی مہذب گورنمنٹ۔ غیر مہذب رعایا کی غیر مہذب گورنمنٹ۔ رعایا سخت مزاج اور جاہل ہے تو گورنمنٹ کے لیے بھی سخت مزاجی اور جہالت لازم ہے۔ رعایا نجیب ہے تو گورنمنٹ کی بھی نجیب یقینی ہے۔ اس اعتبار سے اگر کہا جائے کہ ہندوستان بہت سی بیجا رسمین ابھی مین جھکنے کی غرض

گورنمنٹ متوجہ نہین ہو اور اسلیے اسمین نقص ہے تو یہ کہنا ایک حد تک مناسب ہو سکتا ہو لیکن انصاف سے دیکھا جائے تو گورنمنٹ بالکل بے قصور ہے۔ اس زمانہ کا دستور جہانداری پنچایتی قسم کا نہین ہے۔ اگر گورنمنٹ ایک محکمہ قایم کرے۔ حلقہ بندی کے ذریعہ سے قومی رفارم کی مجلسین قایم ہون تو یہ انکا دستور تمام مہذب گورنمنٹ کے خلاف ہی نہین ہوگا بلکہ گورنمنٹ کی طرف سے عوام مین نارضامندی پھیلنے کا سبب ہوگا۔ گورنمنٹ جو کچھ کر سکتی تھی اُسنے کر دیا۔ اس سے زیادہ اصلاح اُسکے اختیار سے باہر ہے۔

عام تعلیم کا سلسلہ قایم کر دیا گیا ہو۔ لوگ پڑھکر نکلتے ہین۔ تمام دنیا کے حالات سے واقف ہوتے ہین۔ قانون قدرت اور انتظام عالم کی ماہیت اور اسرار کم و بیش دریافت کرتے ہین۔ آزادی ایسی نعمت کی قدر کرتے ہین۔ جہالت کو بُرا جانتے ہین۔ قومون کے تنزل اور ترقی کے اسباب سے واقف ہوتے ہین۔ جب ایسے لوگون کے پیدا کرنے کا بند وبست گورنمنٹ نے کر دیا تو وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہوگئی۔ اب ذی علم اور ذی عقل باشندے اپنی تمدنی حالت کی اصلاح کی طرف خود مائل ہون اور سمجھین کہ گورنمنٹ نے انکو اسلیے تعلیم نہین دی ہے کہ وہ دانشمند ہوکر بے دانشون کو نہ سمجھائین۔ قومی اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہون۔ قانون فطرت کے اغراض کو نہ سوچین۔

گورنمنٹ تعلیم مین بے انتہا روپیہ صرف اسلیے خرچ کرتی ہے کہ قومی اصلاح ہو رعایا کی اخلاقی حالتین درست ہون۔ ایک ذی علم ہزارون لاکھون جاہلون کا رفارم کر سکتا ہے۔ جو کوئی انگریزی پڑھکر اور اعلیٰ تعلیم سے بہرہ یاب ہوکر عوام کی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور رفارم مین سعی کرنے سے گریز کرتا ہے تو وہ بالکل گورنمنٹ کے منشاء اور گورنمنٹ کی امیدون کے خلاف کرتا ہے اور قوم کے حقوق ادا کرنے مین سخت پہلوتہی

کرتا ہے۔ غرضکہ الزام انھین پر ہے جو کچھ کرسکتے ہین اور نہین کرتے۔

فصل چہل و سوم

امہات مومنین۔ ازواج مطہرات رسول ؐ

آنحضرت ؐ نے سب کے پہلے حضرت خدیجہ کبریٰ سے بیاہ کیا۔ حضرت خدیجہ کی پہلی شادی ابوہالہ بناش سے ہوئی تھی اُنکے مرنے پر دوسرا بیاہ عتیق بن عابد سے ہوا پہلی شادی سے دو بیٹے ہند اور ہالہ دونون زندہ تھے اور دونون آنحضرت ؐ پر ایمان لائے تھے۔ دوسرے خاوند سے ایک بیٹی تھین وہ بھی ہند کے نام سے مشہور تھین۔ تیسرا نکاح انکا چالیس برس کی عمر مین آنحضرت ؐ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا انھین کے بطن سے حضرت فاطمہ ؓ پیدا ہوئین اور حضرت فاطمہ ؓ کی اولاد سید کہی جاتی ہے اور غالباً اور لڑکیون سے سلسلہ اولاد قایم نہ ہوا۔ ہندوستان مین جو جتنا ہی شریف ہو وہ اُتنا ہی عقد بیوگان کو معیوب جانتا ہے۔ عقد بیوگان کو سادات اپنی ہتک سمجھتے ہین لیکن یہ نہین سمجھتے کہ اگر انکی دادی حضرت خدیجہ ؓ اپنا تیسرا نکاح نہ کرتین تو زمانہ اُن سادات سے خالی رہتا جو اپنے وقت مین فخر روزگار تھے اور اب بھی وہ سادات فخر زمانہ سمجھے جاتے ہین جو احکام شرع کے عامل باعمل ہین یہین یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت خدیجہ ؓ نسل قریش سے تھین۔ تمول۔ عقل اور خوش اخلاقی کی وجہ سے ایام جاہلیت مین بھی مکہ کی تمام عورتون مین ممتاز تھین اور طاہرہ انکا لقب تھا۔

حضرت سودہ ؓ قریش کی نسل سے تھین۔ پہلا نکاح انکا سکران ابن عمر سے ہوا تھا اور دوسرا نکاح آنحضرت ؐ سے ہوا۔ پہلے نکاح سے عبدالرحمن صحابی تھے جو کسی لڑائی مین شہید ہوئے

حضرت حفصہ ؓ حضرت عمر ؓ فاروق کی بیٹی پہلے خنیس سے بیاہی تھین حضرت خنیس

بدری صحابی تھے اُنکے مرنے پر حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے حضرت حفصہؓ کو بیاہنا چاہا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "اچھا میں غور کرکے جواب دونگا" پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی شادی نہ کروں۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر سے درخواست کی۔ یہ چُپکے ہورہے ہاں نہیں کچھ بھی نہ کہا۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مجھے حضرت ابوبکرؓ کا سکوت بُرا معلوم ہوا لیکن جب آنحضرتؐ رسول اللہ نے حفصہؓ کا پیغام بھیجا اور میں نے اُنکو آپ سے بیاہ دیا اُسوقت معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ سرورکائنات حضرت حفصہ کا ذکر حضرت ابوبکرؓ سے کرچکے تھے۔ اور یہی وجہ حضرت ابوبکرؓ کے سکوت کی تھی۔

حضرت ام سلمہ بھی قریشی النسب تھیں۔ پہلا نکاح انکا عبداللہ ابن عبدالاسد ابن مغیرہ سے ہوا۔ عبداللہ کی کنیت ابوسلمہ تھی۔ یہ بدری صحابی تھے ابوسلمہ کے مرنے پر ام سلمہ آنحضرت کی زوجیت میں داخل ہوئیں۔ پہلے شوہر سے دو بیٹے سلمہ اور عمر اور ۲ دو بیٹیاں درہ اور زینب پیدا ہوئیں۔ سلمہ کو امامہ بنت امیر حمزہ سے آنحضرتؐ نے بیاہا تھا۔ عمر کو حضرت علیؓ کے وقت میں فارس اور بحرین کی حکومت ملی تھی۔

حضرت اُم حبیبہ سردار مکہ ابوسفیان کی لڑکی تھیں۔ یہ اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبش کو ہجرت کرگئیں۔ وہاں عبیداللہ کے مرنے پر متارہ گئیں۔ عمر ابن عمیہ ضمیری کو بھیجکر آپ نے نجاشی بادشاہ حبش کو اپنا وکیل کیا اور اُسنے آنحضرت کے ساتھ اُم حبیبہ کا عقد کیا اور اُنکو آنحضرتؐ کے پاس مدینہ بھیجدیا۔

حضرت زینب بنت جحش پہلے زید بن حارثہ کے عقد میں تھیں۔ زید نے طلاق دی تب آنحضرتؐ نے خواستگاری کی اور زید ہی کو پیغامبر بنایا اسوقت تک آیت پردہ نازل نہیں ہوئی تھی حضرت زینب نے زید کو دیکھ کر مُنھ پھیرلیا۔ اور رسول اللہ

کا پیغام سنکر کہا کہ مین نماز پڑھ لون تو جواب دون - اسی اثنا مین آیت اُتری "جب[1] زید اس (زینب) سے اپنی غرض پوری کر چکا یعنے طلاق دے چکا تو ہم نے اُسکو تجھ سے بیاہ دیا تاکہ مومن اپنے لے پالکون کی بیبیون سے عقد کرنے مین جب وہ مطلقہ ہو جائین کوئی ہرج نہ سمجھین" آنحضرت زید کو بہت مانتے تھے - گویا وہ آنحضرت کے مُنہ بولے بیٹے تھے - منافق کہنے لگے کہ رسول اللہ نے اپنی بہو سے نکاح کیا - اُسوقت آیہ نازل ہوئی "محمد[2] تم مین سے کسی مرد کا باپ نہین ہے - رسول ہی اور خاتم النبیین ہے" ممکن ہے کہ اُسوقت آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب کو اپنی زوجیت مین قبول کرنا عقلا کے نزدیک نامناسب امر ہو لیکن اس زمانہ کی موجودہ حالت پر نظر رکھکر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آنحضرت کا فعل بڑی ہی مصلحت پر مبنی تھا - پیغمبر نے ہر طور پر نکاح کی آزادیون کا سبق خود اپنے فعل سے اپنی امت کو دیا ہے - لیکن افسوس ہے کہ نکاح کے معاملات کو لوگ نہین معلوم کس طرح کا ڈراونا بھیانک غیر معمولی وحشت انگیز معاملہ سمجھنے لگے -

نکاح سے اصل غرض یہ ہے کہ لوگ زنا سے بچین - زنا مین مختلف عوارض لاحق ہونے اور روز کے جھگڑے قضیے پیدا ہونے کے علاوہ ایک خرابی یہ ہوتی ہے کہ پرورش اولاد کے لیے کوئی مناسب طریقہ پیدا نہین ہوتا اور انتظام عالم مین فتور واقع ہونے کا احتمال ہوتا ہے - عورتون کی طرف سے مردون کا اور مردون کی طرف سے عورتون کا میلان طبع قانون فطرت ہے - اسکا توڑنا خدا سے لڑنا ہے - شرع نے اس میلان طبع کو ذرا مقید اور

[1] فلما قضی زید منہا وطرا زوجناکہا لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطرا -
[2] ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین -

مہذب کرنا چاہا ہے کہ زنا کی حالت پیدا نہ ہو۔ یا یہ کہ زنا سے انسان کا عملی طور پر بچنا آسان قرار دینے کے جتنے وسائل تھے انکا نکاح۔ طلاق۔ خلع وغیرہ مسائل متعلقہ زناشوئی میں لحاظ رکھا گیا۔ اب ان سیدھی سیدھی باتون کو اپنی جہالت سے کوئی تماشہ بنالے تو یہ مرض لاعلاج ہے۔ (دیکھو زناکاری فصل بست و دوم)

حضرت زید اور حضرت زینب کے معاملات مین بہت کچھ شرعی تعلیم کی گئی ہی۔ سوا زید کے اور کسی صحابی کا نام قرآن مین نہین ہے حضرت زید ایک شریف عرب کے لڑکے تھے۔ ایک ظالم کسی طرح انکو پکڑ لے گیا تھا۔ پیغمبر خدا کے ہاتھ یہ غلام ہوکر بکے جب انکے باپ کو خبر ہوئی تو وہ لینے آئے۔ پیغمبر نے آزاد کردیا۔ لیکن وہ ایسے مہربان کا ساتھ کب چھوڑتے تھے۔ وہ اپنے گھر نہ گئے اور آزاد ہوکر پیغمبر ہی کے پاس رہنے لگے۔ آنحضرتؐ نے انکو بیٹے کی طرح پالا تھا۔ یہ جوان ہوئے تو چاہا کہ اپنی پھوپھی زاد بہن زینب کے ساتھ انکو بیاہ دین۔ حضرت زینب اور انکے بھائی عبداللہ نے زید کی سابق غلامی پر نظر کرکے تامل کیا۔ اسوقت یہ آیہ اتری "کسی مسلمان مرد یا عورت کو زیبا نہین ہی کہ جب خدا اور رسول انکے کام مین حکم دین تو وہ پھر اپنی رائے کو دخل دین "۔ ظاہر ہی کہ اس آیت سے صرف یہ مقصود تھا کہ ایک دوسرے کو صرف خارجی اسباب کی وجہ سے معاملات نکاح مین ذلیل نہ سمجھے۔ حضرت زینب نے بیاہ تو کیا لیکن یہ خیال دل سے نہ گیا کہ غلام کو انھون نے شوہر بنایا ہے۔ حضرت زید کو حضرت زینب سے ہمیشہ بے لطفی رہی پیغمبر خدا نے سمجھایا لیکن اُس سے بھی کام نہ نکلا تو حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دیدی۔ اختلاف مزاج کی حالت مین فریقین کیلیے طلاق سے عمدہ کوئی دوسرا اچھا چارہ کار نہین ہوتا۔ ممکن ہی کہ اس

سلہ وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم۔

طلاق سے حضرت زینب کچھ ملول ہوئی ہون - انکو یہ خیال ہوا ہو کہ غلام بھی مجھے اپنے قابل نہ سمجھا - آنحضرتؐ نے انکی تسکین کے لیے خود اپنی زوجیت مین انکو لینا چاہا - اور زید ہی کی معرفت پیغام نکاح بھی بھیجا - حضرت زینب کے پہلے نکاح مین آیت قرآنی نازل ہوئی تھی - انھون نے ایک شان بے اعتنائی سے فرمایا یا اقتضاے فرط غم سے یہ کہا کہ جیسا خدا حکم دے گا کیا جائے گا - کیا عجب کہ حضرت زینب کو بھی پیغمبر خدا کے ساتھ نکاح کرنے مین وہی تامل تھا جو منافقون کے دل مین آیۂ قرآنی اُترنے کے بعد بھی قایم تھا - اور یون بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب حضرت زینب کا پہلا نکاح وحی سے حضرت زید کے ساتھ ہوا تھا تو وہ دوسرے نکاح کے لیے بھی نص قرآنی کی منتظر تھیں حکم ہوا کہ "زوجنا کہا" - جیسا اوپر پوری آیت پڑھ کر بیان کیا گیا ہے - حضرت زینب کے یہ سمجھنے کو کافی تھا وہ نہایت مسرت سے پیغمبر خدا کی زوجیت مین داخل ہوگئیں لیکن منافقین اسپر بھی ہنستے تھے منافقون کی شان مین تیسری آیت اس مضمون کی نازل ہوئی کہ محمد کسی کا باپ نہین ہے یعنے یہ خیال کہ لیپالک کی بیوی سے نکاح بیجا ہے بالکل غلط ہے یہ سب اہتمام صرف اسلیے تھا کہ اُمت محمدی کی نکاح کی حقیقت معلوم رہے لیکن افسوس کہ پھر بھی لوگ اسے نہین سمجھتے -

حضرت زینبؓ بنت خذیمہ بھی آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات سے ہین - پہلے انکے کئی نکاح ہوچکے تھے - بعضون نے لکھا ہی کہ آنحضرتؐ کا نکاح انسے پانچوان تھا -

حضرت میمونہؓ کی نسبت بھی مشہور ہے کہ آنحضرتؐ سے انکا تیسرا یا پانچوان نکاح تھا -

حضرت جویریہؓ جب آنحضرتؐ کے نکاح مین آئین اُسوقت انکا پہلا شوہر مرچکا تھا آنحضرتؐ کے ساتھ انکا دوسرا نکاح تھا -

حضرت صفیہؓ کا نکاح آنحضرتؐ کے ساتھ نہیں ہوا تھا

ایک اعتراض پیغمبر خدا پر یہ کیا جاتا ہے کہ وہ شہوت پرست تھے انکو اتنی بہت سی بیبیون کی کیا ضرورت تھی۔ شہوت پرست ہونے کی نسبت تو یہ کہنا کافی ہے کہ آپ کبھی زنا سے متہم نہیں ہوئے۔ پچیس برس تک آپ نے کسی عورت سے قربت نہ کی اور عین شباب کو ستر اسی برس کے بڈھون کی طرح کاٹا۔ اسکے بعد شادی بھی کی تو اپنے سے زیادہ سن والی عورت سے کی ۵۴ برس کے بعد آپ نے عقد نکاح کرنے شروع کیے۔ مرتے دم سات بیبیان موجود تھیں لیکن ان بیبیون مین بجز حضرت عائشہؓ کے اور کسی بکر سے آپ نے عقد نہین کیا برابر بیواؤن ہی سے عقد کیا۔ سب سے زیادہ آپ عائشہؓ کو چاہتے تھے لیکن ساتھ ہی عدل کا بھی خیال رکھتے تھے۔ ان عورتون کا بڑھنا گویا حضرت عائشہؓ ایسی پیاری بی بی کی ملاقات مین فرق ڈالنا تھا اور اسلیے یہ قیاس کہ یہ عورتین لطف بڑھانے کے لیے عقد نکاح مین لائی گئین بالکل قایم نہین ہوتا جس فقر و فاقہ سے آپ بسر کرتے تھے وہ اظہر من الشمس ہے۔ نہ آپکی زوجات کے گھر درست تھے نہ آپکے پاس کوئی اور سامان عیش و نشاط کا تھا۔ کیا شہوت پرستی کے یہی نشان ہین کہ سُن بیوائین گھر مین بند کرکے اُنکے ساتھ چٹائی چمڑے کی کھال پر سویا جائے اور فقر و فاقے سے بسر کی جائے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اتنی بہت سی بیبیون کے بڑھانے کی کیا ضرورت تھی؟ اسکا جواب تھوڑے غور کے بعد بخوبی سمجھ مین آسکتا ہے۔ آنحضرتؐ قانون ربانی جاری کرنے آئے تھے۔ قرآن تو گویا ایک اصول کی کتاب ہے۔ فقہ کے مسئلے حدیث کو قرآن کے ساتھ ملاکر پیدا کیے گئے ہین۔ حدیث نقل کرنے کے ذریعے تھے اصحاب۔ غیر عورتون سے صحبت رکھنا مناسب نہ تھی اور جو باتین فقہ کی عورتون کے متعلق ہین وہ مردون کے سامنے

بیان کرنے کی نہین تعین اور نہ مردون کے پوچھنے کی تھین - یہی باعث تھا کہ اتنی بہت سی
عورتین آنحضرتؐ کے پاس تھین جنکی بدولت آج حیض - نفاس - طہارت وغیرہ وغیرہ کے
مسئلے اور نیز بہت سی مفید باتین ازواج مطہرات سے دوسری مسلمان عورتونکو معلوم ہوئین اور پھر انکے
ذریعہ سے عام مسلمانونمین پھیلین - ایک یہ غرض بھی تھی کہ لوگ بیواؤن سے عقد کرنا عیب سمجھتے تھے
بکر کے ساتھ نکاح کرنا ہر زمانہ مین انسانی طبیعت کا مقتضا رہا ہے پیغمبر خدا نے چاہا کہ لوگون مین
بیواؤن کے عقد ثانی کی تحریص اپنے فعل سے پیدا کرین - باوجود اسکے آنحضرتؐ کے بعد ہی ایران
مین "زن بیوہ مکن اگرچہ حور است" کا مقولہ جاری ہوا - اور پھر ہندوستان مین اگر تو بیواؤن سے
عقد کرنا بند ہی ہوگیا - اگر پیغمبر صاحب کی سُنت نہوتی تو شاید شرعی تحریم بھی قایم کرلی جاتی غلط
مشہور ہے کہ ہند کے مسلمان اپنی بیوہ بہنون اور بیوہ لڑکیون کا عقد نہین کرتے وہ خوشی سے کرین
لیکن کوئی منظور بھی کرے کیا وہی کرتے پھرین خدمتگارون کے سر منڈھ دین بیچارے کیا کرین؟
بیواؤن کے ساتھ شادی کرنے مین تو لوگ خود ڈرتے ہین اور مشہور یہ کر رکھا
ہے کہ بیوہ لڑکیون کے ساتھ بیاہنے پر اُسکے اولیا راضی نہین ہوتے چھوٹی
چھوٹی حیثیت کے آدمی بھی اپنے لیے بکر ہی تلاش کرتے ہین اور یہ نہین سوچتے
کہ شاہ دارین محمد مصطفےٰ کے عقد مین بجز حضرت عائشہؓ کے تمام بیوائین ہی تھین
ایک ملکی مصلحت بھی ان بیاہون مین شامل تھی وہ یہ کہ مختلف قبیلون
مین شادی کرنے سے آنحضرتؐ سمجھتے تھے کہ مسلمانون کے جان نثارون کا گروہ
بڑھ جائیگا - اُس وقت کے دستور کے مطابق ایسا خیال ایک ملکی مسئلہ تھا
اور بڑے مصالح پر مبنی تھا -

فصل چہل و چہارم

عدالتی کارروائی

(عہدۂ قضا)

مسلمانون مین شروع شروع عہدۂ قضا خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آنکے بعد خلفاء راشدین دینی اور دنیاوی احکام برابر تعلیم کرتے تھے۔ نماز پڑھاتے تھے۔ بیت المال کی حفاظت کرتے تھے۔ احکام شرع بتاتے تھے اُنکے اجرا اور نفاذ کے نگران رہتے تھے۔ فوجداری احکام بھی صادر کرتے تھے غرضکہ بہت کچھ کرتے تھے۔ بنوامیہ کے زمانہ مین یہ طریقہ ہوا۔ کچھ تو خلیفہ وقت کی عدیم الفرصتی (وہ کسی سبب سے ہو) باعث ہوئی اور کچھ عوام کا خیال خلفاء وقت کی نسبت ایسا ہوا کہ وہ تمام امور مین خود کو مدار المہام رکھنا خلاف مصلحت سمجھے جدا جدا عہدے قائم ہونے لگے تو عدالتی کارروائی کے لیے قاضی القضاۃ اور انکے ماتحت قاضیون کا تقرر ہوا اور قاضی کی مدد کے لیے مفتی مقرر کیے گئے (جیسا کہ اب یورپ مین ججون کے ساتھ اسیسر اور جوری کام کرتے ہین) بنوعباس کے عہد مین بھی یہی قاعدہ جاری رہا۔ عوام سے قاضیون کو زیادہ تعلق رہتا ہے اور انسان سب برابر نہین ہوتے اسلیے قاضیون کی عیب جوئی کے اشارات شروع ہی سے قصہ کہانیون کی کتابون مین پائے جاتے ہین مگر سچ یہ ہے کہ اسلام کے زمانہ عروج مین قاضیون کے انتخاب مین بڑی احتیاط کی جاتی تھی۔ محض فضیلت کی ڈگری بندھجانا یا کوئی امتحان پاس کرلینا اس عہدہ کا مستحق نہین ٹھہراتا تھا۔ اس عہدہ کے لیے بہت سی شرطین تھین جو قاضیون کے تقرر کے وقت ملحوظ رکھی جاتی تھین۔ فقہ کی ایک چھوٹی سی کتاب کنز کی عبارت کا ترجمہ ہے "چاہیے کہ قاضی بد مزاج، سنگدل، سرکش اور دشمنی کرنے والا نہ ہو

قاضی ایسا شخص ہونا چاہیے جسکی پرہیزگاری عقل صلاح سمجھ۔ حدیث دانی اور صحابہؓ کے قول اور شریعت کی راہون کے عالم ہونے پراعتماد ہو...... مفتی کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے...... کوئی شخص قاضی کو ہدیہ بھیجے تو قاضی اُسے واپس کرے.... دعوت بھی قاضی کسی کی قبول نہ کرے خصوصاً وہ جو صرف قاضی ہی کی دعوت ہو" قاضی کی تہذیب اورخلق کی نسبت محکوم ہے" نماز جنازہ اور عیادت مریض کے لیے قاضی کوجانا چاہیے۔ مدعی اور مدعی علیہ دونون کو قاضی برابر بٹھائے اور دونون کی طرف برابر توجہ کرے اور ایک سے کان مین بات نہ کرے اور نہ اشارہ سے کچھ کہے۔ نہ کسی کو امین سے حجت سکھائے اور نہ کسی کو مدعو کرے۔ نہ کسی سے ہنسی کرے اور نہ گواہ کو گواہی دینے کا طریقہ سکھائے۔

قاضیون کا انتخاب شروع شروع بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا مشہور ہے کہ اخیر زمانہ بنوامیہ مین امام محمد ابن مالکؒ اور شروع زمانہ بنوعباس مین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ عہدہ قضا کے نامنظور کرنے سے مورد عتاب سلطانی ہوئے تھے۔ ممکن ہے کہ سلطان وقت کو محض انکی لیاقت فائق کی وجہ سے انکا قاضی القضاۃ مقرر کرنا مناسب معلوم ہوا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ملکی مصالح مقتضی ہوئے ہون کہ ایک باا ثر شخص کا ملازمت مین داخل ہوجانا استحکام سلطنت کا باعث ہوگا ان بزرگان دین کے انکار کی وجہ یہ مشہور ہے کہ اتنا بڑا بار لینا انھون نے پسند نہ کیا لیکن ممکن ہے کہ یہ وجہ نہ ہو جو بار پیغمبر خدا اور خلفاء راشدین نے اُٹھایا اسکے اُٹھانے کی عزت سے گریز کرنا اعلیٰ درجہ کی حب وطنی کے خلاف نہین تو اسکے موافق بھی نہین ہے۔ میری سمجھ مین انکار کی وجہ ایک یہ بھی ہوسکتی ہے کہ دربار خلافت سلاطین عجم کا رنگ پکڑ رہا تھا ان سیدھے سادے مسلمانون نے خلاف دانش تصور کیا کہ سلطان وقت کے ملازم ہو کر اُسکے جائز اور ناجائز احکام کی پیروی سے اپنی ورع مین فرق ڈالین یا اُنسے روگردانی کرکے خود کو مورد عتاب سلطانی قرار دین

جس طرح ہندوستان کے فاتحین اعلیٰ درجہ کے اوصاف ساتھ نہین لاتے اسی طرح یہان کے قاضی اور مفتی بھی اعلیٰ درجہ کے اوصاف سے متصف نہین تھے وجہ یہ تھی کہ عربون کی سلطنت یورپ اور افریقہ و ایشیا مین نابود ہونے کے بعد یہان اسلام پہونچا۔ اور ہم نے بار بار ثابت کیا ہی کہ اسلام کی حالت اپنی عجائبات کے ساتھ اُسی وقت تک نمونہ قدرت تھی جب تک وہ عربی النسل خلفا کی حمایت مین تھا ہم کیا تمام یوروپین مورخ بھی راے رکھتے ہین اور اس بارہ مین غیرون ہی کی راے زائد مستند ہوسکتی ہے۔ فاتحان ہندوستان کی کیا حالت تھی اُسکے لیے ہند اور اہل اسلام فصل ۲ پڑھیے لیکن فاتحین ہند سے قاضیان ہند نسبتہً اچھے تھے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ برابر قریشی النسل علما سے منتخب کیے جاتے تھے قرآن و حدیث پڑھنے سے ایک خاص صلاحیت اُنمین پیدا ہو جاتی تھی۔ فوجی مالی اور ملکی خدمتین ترک تاتار مغل انجام دیتے تھے ہندو بھی ان خدمتون پر مامور ہوتے تھے لیکن قاضیون اور مفتیون کا گروہ زائد تر مسلمان اور وہ بھی عرب یا عربی النسل عجمی مسلمانون سے منتخب کیا جاتا تھا وہ لوگ ہندوستان مین اسی طرح آتے تھے جس طرح اب سولین انگلینڈ سے آتے ہین فرق اتنا ہی کہ یہ امتحان پاس کرکے اور تقرری کا پروانہ لیکر چلتے ہین اور وہ علم و ہنر اور قومی امتیاز کے بھروسہ پر چلتے تھے اور آنے کے ساتھ ہی خدمتون پر مامور ہو جاتے تھے۔ ابن بطوطہ کے سفرنامہ پڑھنے سے ظاہر ہی کہ ہندوستان کے دربار شاہی مین کس درجہ اسکی آؤ بھگت ہوئی تھی اور بہ جبر پایۂ تخت عہدہ قاضی القضاۃ اُسے دیا گیا تھا تاریخ سے یہ بھی ظاہر ہی کہ محمد تغلق نے خلیفہ بغداد سے جو اسوقت ترکون کے ہاتھ مین شاہ شطرنج سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا تھا خطاب اور سند سلطنت نہایت شوق سے حاصل کی۔ ہندوستان مین جتنے گھرانے قاضیون کے ہین اکثر انمین عربی النسل ہین اور جتنے عربی النسل خاندان ہندوستان کے مختلف حصون مین آباد ہین انکو کم و بیش ملکیت

زمین بھی شاہون نے عطا کی تھی اور اسلیے اکثر حصص ہند مین ملکیون سے انکی اولاد کو تعبیر کرتے
ہین انھین امور پر لحاظ کرکے یہ خیال ہے کہ عربی الفضل علما کو شاہان ہند مختلف حصص ہند مین
آباد کرتے تھے جاگیرین دیتے تھے عہدے عطا کرتے تھے - اور سمجھتے تھے کہ اسلامی تہذیب
انکے ذریعہ سے پھیلے گی اور شرائع اسلام سے یہ لوگون کو واقف کرین گے اور ایک حد تک
اسمین کامیابی بھی ہوئی - کیونکہ گئی گزری حالت مین بھی ہندوستان کی عدالتونکا انتظام او
صیغہ جات کے انتظامات سے نسبتہً اچھا تھا قاضیون اور مفتیون نے ان فتاوی سے جو
انکے بہت پہلے مدون ہو چکے تھے علانیہ طور پر کبھی گریز نہیں کیا اور علمائے عصر نے
احکام فقہ کو جس حد تک - اسمین پہلے ترقی ہو چکی تھی بدستور قایم رکھا زمانہ انحطاط مین اس سے
زاید اور کیا امید ہو سکتی تھی - ہمارے بیان کے ثبوت مین برٹش گورنمنٹ کا طرز عمل پیش کیا
جا سکتا ہے کہ ہندوستان کی عنان حکومت ہاتھ مین لینے کے بعد [illegible] اس نے
نظامت مین مداخلت پسند نہین کی - تمام صیغون کے انتظام درست کرنے کے بعد اخیر مین
ادھر توجہ کی ضعف سلطنت مغلیہ کے باعث جتنے امراض پیدا ہوئے انمین سب سے کم خطرناک یہی
صیغہ سمجھا گیا اور ایک طبیب حاذق کے طور پر تمام دیگر امراض کے رفع کرنے کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی
نے ادھر توجہ کی -

(دیوانیہ)

قید کی سزا دینی باقی رہنے پر مسلمان بھی رہتے تھے اور مغایتی ثابت ہونے پر وہ رہا بھی کرتے تھے
لیکن شی مبیعہ کے زر ثمن مہر معجل یا ضمانت کے مواخذہ مین جو کوئی قید ہوتا تھا انکی مفلسی کی بنا
کی ملتوی نہین ہوتی تھی - گویا نادار کے لیے قرض لینا یا مہر معجل عذر کرکے کسی عورت کو جو
نادار ی کی حالت مین کسی کا ضامن ہو جانا ایک قسم کا جرم فوجداری متصور کیا جاتا تھا لیکن

قانون اُسی وقت مناسب تھا جب کل احکام شرع زیر عمل تھے سودی ہوا بند تھا قرض حسنہ سے
لوگون کی ضرورتین رفع ہوتی تھین خرید و فروخت زیادہ تر نقد ہوا کرتی تھی۔ اب کہ تمام تجارت ایک
قسم کی قمار بازی ہو رہی ہے نہایت ہی نیک نیتی سے روزگار کیا جائے جب بھی دیوالہ نکل جاتا ہے
قید کی سزا نادار مدیون کو دینا مناسب ہوگا۔ دیکھیے "زنا کاری" فصل ۲۲ جسمین ثابت کیا گیا ہے
کہ احکام شرع اُسیوقت بنی نوع انسانی کے مہذب کرنے والے ہو سکتے ہین جب اُنپر پورا
پورا عمل کیا جائے۔ آدھا تیتر آدھا بٹیر بجاسے نفع کے مضر ہو جاتا ہے۔

(پنچایت)

پنچایت کے قاعدے مسلمانون مین ایسے ہی تھے جیسے کہ اب ہندوستان مین رائج ہین
متخاصمین اپنی نزاع کے فیصلہ کے لیے جب کسی کو منتخب کرتے تھے تو حاکم عدالت اُسے ترجیح دیجاتی تھی

فصل چہل و پنجم

شہادت

شہادت کا قانون بھی مسلمانون مین مثل اور قوانین کے بہت ہی زائد مکمل ہے معاملات کی سادگی
اور راستبازی اور قوم کی مردانگی اور عالی حوصلگی کے اصول پر اسکے مسایل متفرع ہین مسلمانون مین
یہ طریقہ نہین ہے کہ فریقین کے گواہ گزرین اور پھر عدالت غور کرے کہ کن کے گواہ سچے ہین۔ نہایت برا
نظارہ ہے کہ آدمین سے ایک یقیناً دروغ حلفی کرتا ہے اور عدالت مجبور ہے کہ جھوٹے کا کچھ نہین کر سکتی
اور روز بروز عوام مین دروغ حلفی ترقی کرتی ہے۔

باب جرایم مین گواہونکی تعداد اور اُنکے متعلق احکام پورے طور سے بیان ہو چکے ہین۔ رہے
دیوانی کے معاملات اُنکے لیے بہت مختلف صورتین ہین۔ مختلف معاملتون کے لیے مختلف طریقے
شہادت کے ذریعہ سے قایم ہوئے ہین گواہون کی تعداد معین کر دی گئی ہے شہادت کسکو دینا چاہیے

بنا دیا گیا ہی مختلف معاملات کے لیے مختلف طریقے جو نہایت سب حال تھے قایم ہو گئے ہین فقہ
کی کتاب سامنے رکھ کر تمام صورتون کا ایک خیالی نقشہ جما کر کے ذہنی عدالت قایم کی جائے تو معلوم
ہو سکتا ہی کہ اس سے اچھی صورت نوع انسانی کی حاجت بر آری کے لیے جہان تک انسان سے
سے تعلق ہی پیدا نہین ہو سکتی تمام صورتون کا بیان کرنا مضمون کی طوالت کا باعث ہوگا ایک دو
شفع کی بیان کرنے سے سمجھ مین آجائے گا کہ کیسی شہری حالت مسائل شرعیہ کی ہے۔

(شفعہ)

مسئلہ شرع یہ ہی کہ اگر کوئی اپنا مکان فروخت کرے تو مکان کے شریک یا پڑوسی کو یا
اُس شخص کو جو اُس راہ مین شریک ہو جو مکان مبیعہ تک جاتی ہی یہ حق ہوتا ہی کہ جتنا روپیہ مشتری نے دیا ہی
اُتنا ہی دیکر خود وہ مکان لے لے اس حق کو حق شفعہ کہتے ہین پیغمبر خدا کی حدیث سے یہ حق مسلمانون
مین قایم ہی[1] - ظاہر ہی کہ نیک نیتی اور صفائی سے اس حق کا نفاذ کیا جائے تو بے انتہا آسایش کے ذریعے
اس سے تمدنی حالت مین پیدا ہو سکتے ہین - یہ قانون اسلام کی خصوصیات سے ہی - دنیا مین
اور کہین یہ قانون نہین ہی اب جہان ہی مسلمانون سے ماخوذ ہی لیکن اگر بدنیتی سے اسکا نفاذ کیا جائے
تو اس سے زائد تر مضر اور آزادی کا روکنے والا کوئی دوسرا قانون نہین ہو سکتا - اب شرعی مقننون نے
بدنیتی کی روک تھام کے لیے اسکے متعلق شہادت مین ذرا سختی قایم کی ہی اور وہ سختی بجاے خود
نہایت سادہ اور سیدھے طریقہ پر مبنی ہی یعنے شفیع کے لیے یہ حکم ہے کہ جب وہ عدالت مین آئے
تو حلف سے کہے کہ بیع کی خبر سننے کے ساتھ ہی مین نے اپنی راے خریداری کی بابت قایم
کی تھی اگر کسی وجہ سے خود حلف لینے کے لیے نہ آسکے تو اسکو گواہون کے ذریعہ سے بھی
ثابت کر سکتا ہی اول درجہ تو یہ ہوا اور دوسرا درجہ یہ ہی کہ پھر وہ گواہون سے ثابت کرے کہ محض ارادہ قایم
کر لینے پر وہ مکتفی نہین ہوا بلکہ مشتری کے پاس یا شی مبیعہ کے پاس پہونچکر فوراً اپنا ارادہ دو گواہون کے سامنے

ظاہر کردیا۔ یہ سادہ سادہ مسائل ہین اوران کا نام طلب مواثبت اور طلب اشہاد رکھا گیا ہی
اب دونون لفظون اور اُنکے مفہوم کے سمجھنے مین اسقدر غلطیان ہوئین کہ ان مسائل کے مصالح
نظرانداز ہوگئے اوران امور کا گواہون سے کہلانا ایک قسم کی رسم کا ادا کرنا سمجھا گیا اور یہ ظاہر ہے
کہ حق شفع سے اگر طلب مواثبت اور طلب اشہاد نکال ڈالیے تو حق شفع بجاے تمدنی حالت
درست کرنے کے اسکا مخرب ثابت ہوتا ہی پڑوسی پورا دام نہین دیتا اغیار شفع سے ڈرتے
ہین بیچنے والا مبتلاے عذاب ہے اگر کسی نے دل کڑا کر کے خرید بھی لیا تو ایک سال تک وہ
اپنی حالت غیر محفوظ پاتا ہے سال بھر مین حالتین بدل جاتی ہین ارادون مین انقلاب پیدا
ہوتا ہے۔ سال کے ختم پر ایک ایسے شخص نے دعوی شفع کا ارادہ کیا جو شروع سال مین گداگری
پر بسر کرتا تھا۔ استطاعت خریداری بالکل نہین رکھتا تھا۔ دیکھیے خریدار کے لیے کتنی بڑی زحمت کا
سامنا ہوا۔ غرضکہ عدالتی کارروائیون مین بھی بڑے بڑے مصالح اور نکات ہین جنسے واقف
ہونے اور اُنپر پورا غور کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہی کہ شرع محمدی نے اپنے دونون مین سب کچھ
آسایش بندگان خدا کو پہونچائی ہی لیکن یہ بھی واضح رہے جیسا کہ مین بار بار کہہ چکا ہون اور پھر
کہتا ہون کہ شرع محمدی تمام اصول کے ساتھ متعلق کی جائے جب ہی اُسمین آسایش ہے
ورنہ نہین۔ مثلاً اسی مقام پر سمجھیے کہ جہان شرع محمدی کا مسئلہ شفع رواج ہوکر متعلق کیا جاتا
ہے اور طلب مواثبت اور طلب اشہاد کا خیال نہین ہوتا وہان مسئلہ شفع سے تمدنی حالت
مین بجاے بہبودی کے ابتری پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہی۔

(المفقود الخبر)

مفقود الخبر کی نسبت احکام شرع نہایت اچھے ہین کہ اُسکی جائداد کے انتظام کے لیے
حکم مردہ مفقود کر لیتے ہین اور دیگر امور کی نسبت اُسے ایک زمانہ معین تک زندہ مانتے ہین

زمانہ انتظار حنفیوں کے نزدیک بیشک بہت زائد ہے جو لمبا اوقات نامناسب وقفہ کہا جاتا ہے لیکن اور ائمہ کے نزدیک اس سے بہت کم زمانہ رکھا گیا ہی اور اوسط حساب سے کم و بیش وہی ہوتا ہے جو انگریزی قانون میں معین ہی یعنے آٹھ سال اور بعض ائمہ نے تو اس سے بھی کم زمانہ رکھا ہی - امام مالک نے چار برس کی مدت رکھ کر عورتوں کے حقوق کی نگہداشت کی ہی اور مفقود الخبر کی بی بی کو یہ حق دیا ہی کہ اسکے بعد وہ قاضی سے افتراق کا حکم صادر کرا لے -

باب پنجم ۵

عقاید مذہبی اور علمی مباحث

فصل چہل و ششم

حقیقت اسلام

کوئی سمجھے تو دنیا کی ہر ایک چیز نمونہ قدرت ہی اور سوچے تو ہر ذرہ سے صنعت کردگار ہویدا ہے - کن کن چیزوں کا نام لیا جائے - آفتاب - ماہتاب - ستارے - زمین - ابر دریا پہاڑ - آگ - پانی - ہوا - مٹی - حیوانات - نباتات - جمادات وغیرہ وغیرہ ہر ایک بجائے خود تماشہ - اور بجائے خود ذریعہ معرفت ہے - ان کو آنکھوں سے دیکھنے والے تو سب ہی ہیں - لیکن غور کرنے والے کم ہیں -

مثلاً تغیر موسم کہ وہ خود ایک تماشہ ہے - ابھی گرمی تھی سارا جسم پھکا جاتا تھا - کہ دفعتاً ہوا چلی - ابر گھرا مینہ برسنے لگا - زمین سے آسمان تک کرۂ نار تھا اور دو ایک منٹ میں طبقہ زمہریر ہو گیا - ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلے آتے ہیں - زمین سطح آب کی طرح سپید ہو رہی تھی

کہ نباتات نے زمین سے اپنا سر نکالا - بوئے ہوئے بیج دو ہی چار روز مین جم گئے۔ سبزہ زمردین سے تمام زمین بھر گئی - درختون مین بھی نئی نئی کونپلین نکلین - جامہ سبز پہن کر تمام درخت اکڑے ہوئے کھڑے ہین۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفترے است معرفت کردگار

برسات کے موسم جانے پر جاڑے کا موسم شروع ہوا اور جاڑے کے بعد گرمیان آئین جاڑون مین جو چیزین انسان کو پیاری تھین وہ گرمیون مین بیکار ہو کر خود بخود نظرون سے گر گئین - برسات مین یہ سمجھا گیا تھا کہ پانی نباتات کی جان ہے - جاڑے کی شب شبنم کی وجہ سے نصف برسات ہے - لیکن پھر بھی سبزہ زار زندگی سے ناخوش ہے اور اپنی صورت سے بیزار ہے - درختون کے پتے گر گئے ہین - سوکھی ٹہنیان کھڑی موسم بہار پر ماتم کر رہی ہین یا آیندہ بہار کے خیر مقدم کے لیے برہنہ تن خوابگاہ سے دوڑی چلی آتی ہین۔

جاڑون مین تو کچھ شبنم کا آسرا تھا اب جیٹ کی ہوا نے اُسے بھی الگ کیا - زمین جیسی دن کو خشک ویسی ہی رات کو بھی خشک - بچھوا ہوا نے سطح زمین کو سوکھی راکھ سے مشابہ بنا دیا ہے - قیاس چاہتا ہے کہ سبزہ برسون دیکھنے مین نہ آئے گا کہ دفعتاً تغیر موسم نے اپنا زور دکھایا - موسم برسات سے بھی کہین زیادہ خوشنما حالت مین سرون پر پھولون کے تاج رکھے ہوئے نئی پتیان نمودار ہوئین دنیا کے انقلابات کا بظاہر ایک سبب ہے لیکن وہ سبب محض تسکین قلب کے لیے ہے نہ کوئی کلیہ ہے اور نہ کوئی معین قاعدہ ہے جو حالت پیدا ہوتی ہے انسان اُسکے لیے کوئی راے قایم ہی کر لیتا ہے اور اس جھوٹ موٹ کی راے زنی کو وہ انتہاے علم یا کمال دانش تصور کرتا ہے - لیکن جو جتنا ہی سمجھدار ہے وہ اتنا ہی معلومات دنیا مین اپنی راے کو ناقص اور عقل کو ناکافی محض سمجھتا ہے

بیشک خدا نے ہر ایک چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہی اور اسی کو تقدیر کہتے ہین لیکن ہم نہین سمجھتے
علم طب کے پڑھنے والے اور علم تشریح کے جاننے والے پیٹ کے دھندے
سے فرصت نہین پاتے ورنہ صنعت کردگار کے معائنہ سے دیوانہ بنجائین۔ انسان پیدا
ہوا۔ بڑھا۔ جوان ہوا۔ بوڑھا ہوا۔ کمزور ہوا اور مرگیا۔ اور کبھی چلتے چلتے گرا اور قبل از وقت
مرگیا اس دوران مین اُسکی حالت مین بے انتہا تغیرات ہوتے ہین جنمین سے اکثر
اُسے خود محسوس نہین ہوتے۔ خود اُسکی ترکیب جسم کے متعلق ایسے ایسے راز اور ایسی
ایسی حکمتین ہین کہ تمام دنیا کا علم حاصل ہونے پر بھی انسان خود کو پہچان نہین سکتا۔ اور نہ اپنے
جسم کی ماہیتون کا مدرک کامل بن سکتا۔ اللہ اللہ کچھ ٹھکانا ہی جس طرح آنکھ کے تل مین
تمام عالم سمایا ہوا ہی۔ اسی طرح انسان جزو ضعیف تمام قدرت کا ایک خلاصہ ہے۔ یا
دوسرے معنون مین کہیے تو قادر مطلق کی بے انتہا صنعتون کا ایک ادنی نمونہ یا باغ
عالم کا ایک ادنی شگوفہ ہے۔

بہر حال انتظام عالم پر غور کیا جائے خود اپنے وجود اور ترکیب جسم پر لحاظ کیا جائے
دنیا کے انقلابات اور عالم کے موجودات پر بغور نظر ڈالی جائے تو ان تمام چیزون مین
کم سے کم ایک قوت کا ادراک تو ہر فرد بشر کو ہوگا اور یہ معلوم ہوگا کہ اُسی قوت سے
چیزون کا وجود قایم ہے۔ پھر اس وجود کے اسباب پر غور کیا جائے تو ہر ایک اپنے
پندار کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور سمجھے گا۔ سوچنے والے ذرا بھی سوچین تو ان قوتون
کو جُدا جُدا خالق ماننے کی جرأت نہ کرین گے اور نہ یہ کہہ سکین گے کہ یہ اسباب باہم
ایک دوسرے سے بے تعلق ہین۔ اب یہ قوتین بحیثیت مجموعی بلکہ اسباب بہ شکل
واحد کسی قوت یا سبب پر خواہ مخواہ منتہی ہونگے۔ بس اسی علۃ العلل کا اہل اسلام اللہ نام

سے تعبیر کرتے ہین اور اُسی ذات واحد کو مختلف اعتبارات سے قادر مطلق ۔ رب ۔ رحیم ۔ رزاق وغیرہ وغیرہ پیارے نامون سے پکارتے ہین ۔

اسلام پہلے یہ سکھاتا ہی کہ مختلف قوتون کو تم اللہ نہ کہو اور نہ مختلف اسباب کو خالق سمجھو یہ ضرور مانتا ہی کہ اللہ نے ہر چیز کے عدم یا وجود کے لیے اسباب بنا رکھے ہین معمولی طور پر ان اسباب کے خلاف نہین ہوتا ۔ ان اسباب پر غور کرنا انسان پر فرض ہے بلکہ ایک قسم کی عبادت یہ بھی ہے ۔ لیکن اسلام یہ تسلیم نہین کرسکتا کہ خالق مطلق نے عالم کو پیدا کرکے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا ۔ دنیا کا گورکھ دھندھا بنا کر وہ خود وجود معطل بن بیٹھا ۔ اسلام اس بات کو پسند نہین کرتا کہ وہ اسباب سے قطع نظر کرکے ہر وقت اپنے اختیار تمیزی کو نافذ کرتا رہے ۔ علم اور تجربہ کہتا ہی کہ خدا ایسا نہین کرتا ۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ چاہے تب بھی نہین کرسکتا ۔ چھوٹا منھ بڑی بات ہی ۔

خدا کو واحد اور قادر مطلق ماننے مین جو مصلحت ہے اُسے یون سمجھ سکتے ہین ۔ کہ دنیا مین جتنی باتین وقوع پذیر ہوتی ہین اُنکے لیے ایک ، یک سبب ضرور ہوتا ہی سبب یا تو ایسا ہے کہ انسان اُسکو بادی النظر مین یا ذرا غور کے بعد سمجھ جاتا ہے ۔ یا ایسا ہی کہ انسانی عقل اُسکے ادراک سے قاصر ہے ۔ آخر الذکر صورت مین بسا اوقات انسانی کمزوری گمراہی کی طرف منجر ہوتی ہے ۔ مثلاً بیماری کی حالت مین طبیب کے پاس جانا ۔ عطار سے دوا مانگنا ۔ حجام کی خوشامد کرنا بیجا نہین ہے کیونکہ دنیا دار الاسباب ہے اسباب کا محتاج بننا گویا قانون قدرت کے بالکل موافق ہونا ہے لیکن بیماری کو خطرناک سمجھ کر اسباب ظاہر سے چشم پوشی کی جانے اور کسی جاہل کے ... سے بیمار اپنے جسم کے برابر دھاگا ناپ کر پیپل کے درخت مین لپیٹ آنے اور ... مدد رکھے کر پیپل

شفا بخشنے مین اپنا اثر دکھائے گا تو یہ عقلاً بہت معیوب ہے اور اسلام اسکو شرک بتاتا ہے اور صاف صاف کہتا ہے کہ" انھین کم فہمیون کے مٹانے کے لیے مین ضروری سمجھا گیا ہون" یعنے اسباب ظاہر نہ ہوتے ہوئے کسی شئی کو بوجہ قادر مطلق مان لینا قادر مطلق کی قوت سے انکار کرنا ہے اور اسی کو اصطلاح شرع مین کفر کہتے ہین ہاںایسی ہی حالت مین کسی کو اللہ کا ساتھی سمجھ لینا شرعی اصطلاح مین شرک کہلاتا ہے اور یہ کفر و شرک دونون نوع انسانی کے لیے بیحد مضر ہین جس طرح عالم اسباب ظاہر مین بسا اوقات حاکم وقت کی اطاعت لازم ٹھہرتی ہے اور بغیر اسکے انسان کو آرام میسر نہین آسکتا ویسے ہی اسباب مخفیہ مین ایک قوت (اللہ) کو قادر مطلق ماننا۔ صبر۔ قناعت۔ دلجمعی۔ قوت دل اور مضبوطی خیالات کا سبب ہوتا ہے اور تجربہ کہتا ہے کہ بغیر ان باتون کے سچی خوشی جسکی احتیاج سے کوئی بے نیاز نہین ہوسکتا کسی طرح حاصل نہین ہوتی۔ جس طرح کئی خدا کے ماننے مین انسان کے خیالات مین پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح خدا کے انکار کرنے سے بھی دل مین کمزوری اور بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے سب کو خود سے بڑا سمجھنے سے جس طرح دل بے انتہا کمزور ہوجاتا ہے اسی طرح کسی کو خود سے بڑا نہ سمجھنے سے دل بے انتہا زبردست ہوجاتا ہے۔ اور یہ دونون حالتین انسان کے حسن معاشرت و حسن تمدن پر برا اثر رکھتی ہین۔ اعتدال کی حالت یہ ہے کہ انسان صرف ایک خدا کا قایل ہو۔ کسی سے نہ ڈرے مردانہ وار معاملات دنیا مین کوشش کرے۔ کامیابی کی صورت مین خدا کا شکر کرے کہ نخوت پیدا نہ ہو اور ناکامی کی حالت مین یہ سمجھے کہ اسمی منی والاتمام من اللہ۔ اسنے مقدر نے نہ چاہا نہ کام ہوا آیندہ پھر کوشش کی جاسئے گی۔ خدا سے ناامید نہ ہونا چاہیے۔ انھین صحت دل

خیالات سے دنیا مین موحد قومین ہمیشہ خوشحال اور سرسبز رہتی ہین اور اسی سلیے اس اعتدال کی تعلیم اسلام نے بھی کی ہے۔

"اللہ ایک ہے" (لا الہ الا اللہ) اسکا مطلب صرف یہ نہین ہے کہ دو تین اللہ نہین ہین بلکہ اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ دنیا مین جتنی باتین ہوئین۔ ہو رہی ہین یا ہونگی ان سب کا سبب صرف وہ قوت ہے جسکو مسلمان اللہ کہتے ہین اور چونکہ یہ ایسی قوت یا ایسا سبب ہے جہان تمام قوتین یا اسباب منتہی ہوتے ہین اسلیے اس قوت یا سبب کا قادر مطلق ہونا لازم ہے اور کسی کو قادر مطلق نہین کہہ سکتے جب تک اس کے شریک یا ہمسر کا وجود ممتنع نہ ہو۔

خدا کا شریک کوئی دوسرا ٹھرایا جاوے تو خدا کو تکلیف نہین ہوتی اور نہ خدا کو کوئی رنج پہونچتا ہے جب اسکے وجود سے انکار کیا جاتا ہے۔ وہ ان باتون سے بے نیاز ہے۔ یہ باتین شرع محمدی مین اسلیے ممنوع ہین کہ خود انسان کو ان باتون سے بالآخر اذیت پہونچتی ہے۔

مُنھ سے لا الہ الا اللہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام امور دنیاوی مین اللہ ہی سبب سمجھا جائے۔ خدا کی عظمت اور جلالت کسی حالت مین کم نہ ہو۔ عملی طور پر یہ دکھا دیا جائے کہ کلمہ گو کے دل سے کسی انسان یا حیوان کا خوف یا دنیاوی طمع اللہ کے قادر مطلق ہونے کے علم اور یقین کو ذرا بھی کم ہونے نہین دیتی۔ مسلمان کسی سے ڈرتا ہے تو صرف ایسی حالت مین کہ وہ ڈرنے کو اپنے اوپر شرعاً فرض جانتا ہے۔ بیجا خوشامد بموقع جا بیجا اظہار نمائی یہ ہرگز اہل اسلام کا شعار نہین ہے۔ اسلام جو شجاعت تعلیم کرتا ہے اُسکا اقتضا ہے کہ اگر لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ قرآن مین نہ آتا تو اہل اسلام بوقت ضرورت سانپ

ہاتھ سے پکڑ لیتے - شیر کے منھ مین کلائی ڈال دیتے یا دریا مین کود پڑنے مین بھی دریغ نہ کرتے

غرضکہ مسلمان ان کی شان سے ہے کہ وہ اللہ کو ہر دم حاضر اور ناظر سمجھین اور یہی اُن تمام ترقیون اور کارنامون کی جڑ ہے جو پچھلے مسلمانون کی طرف منسوب کیے جاتے ہین -

زمیندارون کے نزدیک تحصیلدار مالگزاری خدا سے حلقہ سمجھا جاتا ہے - لیکن سامنے تحصیل کے لئے کوئی چھوٹا سا مجسٹریٹ ضلع یا کمشنر قسمت آجائے تب دیکھیے کہ تحصیلدار ہے کہ ادنی چپراسی کی وقعت بھی عوام کی نظرون مین نہین رکھتا - تھوڑی دیر کے لیے اُسکی حالت بدل جاتی ہے - مشعل کے آگے چراغ کی روشنی زایل ہوئے بغیر نہین رہتی - دن مین سورج کے سامنے مشعل کی کیا مجال کہ اپنی روشنی پھیلا سکے ضرب المثل ہے کہ نقارخانہ مین طوطی کی آواز کون سنتا ہے - بس یوہین سمجھنا چاہیے کہ اللہ کو پورے یقین کے ساتھ حاضر و ناظر اور قادر مطلق جاننے والون کو پھر کوئی دوسری شے قابل لحاظ نہین معلوم ہوتی - ایسے لوگ نہ خوف بیجا کو قریب آنے دیتے نہ کسی چیز کی طمع دل مین رکھتے - جھوٹ - چوری - زنا - غیبت - کبر - لالچ - بغض حسد وغیرہ اخلاق مذموم انسے اس طرح فرار کرتے ہین جس طرح تاریکی شب سے نور اور حرارت آفتاب سے شبنم - منھ سے موحد بنجانا تو آسان ہے لیکن دل سے اور یقین سے موحد ہونا ذرا مشکل ہے اور اس زمانہ مین تو بہت ہی مشکل ہے - اسلام نے یہ سمجھایا ہے کہ کافر کلمہ پڑھنے سے ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ آج مان کے پیٹ سے نکلا توحید زبانی کوئی چیز نہین ہے ہان سچے دل سے اگر مانی جائے تو آدمی کی ماہیت اُس سے بدل جاتی ہے - سانپ جس طرح کیچلی سے نکل کر نئی حالت پیدا کرتا ہے اُسی طرح انسان بھی موحد بننے سے ایک نئی دنیا مین آجاتا ہے - اس توحید

کچھ ایسے خیالات حمیدہ اور عقاید حسنہ پیدا ہوتے ہین کہ انسان اپنی پہلی حالت سے کوئی نسبت ہی نہین رکھتا ہے اسلام نے اپنا جلوہ دکھایا نہین کہ جبن جاتا رہا ہمت بڑہ گئی دل و دماغ مین قوت آگئی۔ خیالات مین تازگی اور شادابی پیدا ہوئی۔ حق اور باطل مین تمیز ہونے لگی۔ تاریکی خیالات زایل ہوئی۔ مختصر یہ کہ اسلام سے دفعۃً" فوجیت ہی بدل گئی۔ کسی گاؤن کے دو بھائیون سے ایک کاشتکاری کے کام مین گھر پر چھوڑ دیا جائے اور چھوٹا کیمبرج یونیورسٹی مین تعلیم پانے کے لیے انگلینڈ بھیجدیا جائے۔ اب آٹھ دس برس کے بعد چھوٹا بھائی اپنے گھر واپس آئے تو ظاہر ہے کہ بڑے بھائی کو چھوٹے سے کوئی نسبت نہ ہوگی۔ انگلینڈ کی تعلیم اور صحبت پچھلے لڑکے پر کچھ ایسا اثر ڈالدے گی کہ اسکی فطرت ہی بدلی ہوئی نظر آئے گی۔ اس سے کہین زیادہ حیرت افزا وہ ترقی تھی جو ابتداءً اسلام کی بدولت آناً فاناً عرب اور اسکے گرد و نواح کے باشندون کو حاصل ہوئی۔ مسلمانون کی صحبت نصیب ہوتے ہی تمام باتون مین زمین و آسمان کا فرق ہوجاتا تھا۔ سبب صرف یہ تھا کہ پیغمبر خدا کے اثر صحبت سے لوگ توحید کے معنی سمجھتے تھے اور اسپر دل سے یقین کرتے تھے اور بے تکلف اس قابل تھے کہ اپنے یقین کو فیض صحبت سے دوسرون کی طرف منتقل کرسکین۔

(رسالت)

"تصدیق رسالت کے ساتھ منہ سے کلمہ توحید کہنا اور دل سے اسپر یقین کرنا اسلام کے لیے کافی ہے"۔ یہ تو ایک مسلم بات ہوئی۔ اب گفتگو یہ ہے کہ یقین یا تصدیق بالقلب کیا شے ہے۔ بعضون نے لکھا ہے کہ جو شخص بغیر افعال بڑے بڑے معاصی کا

[illegible] کلمہ پڑھ کر وہ ہرگز مومن نہین ہے اور محبت یہی ہے کہ خدا کو سچے دل سے حاضر اور
ناظر جانے وہ اپنے دل کی آنکھ سے اُسکو دیکھے۔ الا انکا یہ جرائم کرہی نہین سکتا اگر کسی
وقت نفس یا شیطان نے ورغلایا اور خدا کی محبت سے دور ہوا اور خدا ل سے کچھ بھی کیا تو خدا کا
خیال اُسے پھر اپنی اصلی حالت پر ضرور کھینچ لائے گا۔ اسی بازگشت کو اصطلاح
شرع مین توبہ کہتے ہین ایک شخص مُنھ سے تو کلمہ پڑھتا ہے لیکن اُسکے افعال بالکل
مسلمانون کے سے نہین ہین اگر یہ مسلمان ہے تو پیغمبر کے زمانہ مین منافق کسکو
کہتے تھے منافق وہ تھے جو خوف۔ طمع یا مصلحت سے کلمہ تو پڑھ لیتے تھے لیکن
اُنکے دلون مین کچھ بھی اسلام کا خیال نہ تھا۔ اب زمانہ حال کے مسلمان اپنی طبیعتون
پر غور کرین کہ وہ کلمہ گو محض اسلیے ہین کہ اُنکے باپ دادا یا کنبے ناتے والے
کلمہ گو تھے یہ بھی اُنکی تقلید کرنے لگے یا کہ وہ خود اس طرح توحید کے دلدادہ ہین کہ
اگر مسلمان گھرانے مین پیدا نہ ہوتے جب بھی توحید کی محبت اُنھین اسلام کی طرف
ضرور کھینچ لاتی۔ اب ہر شخص بطور خود فیصلہ کرے کہ اُسکے اسلام کی نوعیت کیا ہے
یہان اس زمانہ کے اسلام پر کوئی لکچر دینا نہین ہے۔ لیکن اسقدر دکھانا بھی
بےموقع نہین ہے کہ زمانہ گزشتہ کی حالت کچھ ہی ہو اس زمانہ مین مُنھ سے کلمہ
پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے ہرگز کافی نہین ہے۔ وہ زمانہ اُنھین زمانہ والون
کے ساتھ گیا کہ ادھر کلمہ پڑھا اُدھر فیض صحبت نے کلمہ کا مفہوم دل پر کالنقش فی الحجر
کندہ کردیا اور تصدیق خود بخود حاصل ہو گئی۔ اب تو یہ حالت ہے کہ ہم خود ہی مسلمان
نہین ہین دوسرون کو کیا مسلمان کرین گے۔ ہم خود راہ بھولے ہین۔ دوسرون کو کیا
راہ بتائین گے۔ کئی صدی پہلے سے "مسلمانان درگور و مسلمانی درکتاب" کا حکم

جاتا تھا۔ اب تو اس مقولہ کے سمجھنے والے بھی مفقود ہیں [illegible]
کی تضحیک مقصود نہیں ہے بلکہ خلیفہ [illegible] لکھنا [illegible] کہ اس کتاب میں حالت حضور
اس طرح لکھی جاتی ہے کہ آپکے پیرو ہندوستان کے مسلمان نام ہی [illegible] حالت میں اشرف
اور افضل دکھائی دیں اور انکے طریقے سب کے طریقوں سے اعلیٰ اور [illegible] معلوم ہوں ۔
اور گویا اسلام نعمت خدا معلوم ہو۔ اس کتاب کی لمبی چوڑی داستانیں پڑھنے والے
جب خارج میں مسلمانوں کے اطوار دیکھتے تو کہتے کہ اگر یہی نعمت خدا ہے تو ہم اس
نعمت سے درگذرے ۔ یہ مسلمانوں ہی کو مبارک رہے ۔ اس [illegible]
ناگزیر ہوا کہ ان حال کے مسلمان اور خصوصاً ہند کے مسلمان بشکل اپنے کو مسلمان [illegible]
ہیں ۔ کچھ دنوں پہلے یہاں کے مسلمان اہل اسلام کی صورت اور شکل [illegible]
سمجھے جاتے تھے ۔ اور اب زمانہ کے ایر پھیر سے وہ حالت بھی جاتی رہی ۔ اب مسلمانوں کو [illegible]
صورت بنانے سے بھی نفرت ہے ۔ اہل اسلام ہونا اور اسلام پر فریفتہ ہونا کیسا [illegible] اسلام کی حقیقت
اور حکمت اس کتاب میں دکھائی جاتی ہے وہ اسلام معدوم نہیں ہوا اور نہ معدوم ہو سکتا ہے [illegible]
خاص خاص لوگوں میں ہے اور وہ بھی اس طرح کہ بے سروسامانی کی حالت میں پڑا اپنے چاہنے
چاہنے والوں کے سوگ میں ماتم کر رہا ہے اگر اسلام کا نعمت خدا ہونا عملی طور پر دیکھنا ہو تو ناظرین
پچھلے مسلمانوں کے کارنامے اس کتاب کے صفحے الٹ کر پڑھیں اور سمجھیں کہ جب تک اسلام
اسلام کی طرح سمجھا گیا اسنے کیسے کیسے سلوک اپنے معتقدین کے ساتھ [illegible]
والوں کو کیا سے کیا کر دیا یا الغرض کہاں سے کہاں پہونچا دیا اب بھی لوگ اسکے چاہنے والے
ہیں اپنی نعمت سے وہ انکے ساتھ دریغ نہیں کرتا لیکن دو ایک کا نغم یا دو چار کی حالت کسی شمار
میں نہیں سچے دل سے اسکی پیروی کریں تو معلوم ہو کہ اسلام کا چشمہ فیض کبھی خشک نہیں ہو سکتا اور

نہ اسکے سچے اور مستحکم اصول کسی حالت اور کسی زمانہ مین نامناسب کہے جاسکتے ہین - یہ ہر وقت ہمارے اخلاق درست کرنے کو طیار ہے بشرطیکہ اس سے مناسب طور پر مدد چاہی جاوے نوع انسان کی اصلاح کے لیئے اسلام سے اچھا قانون بن نہین سکتا۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ خود اہل اسلام جب چاہتے ہین کہ اپنی حالتین درست کرین تو غیر قوم کے برے قواعد کی پیروی کرتے ہین اسلام جس نے تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا تھا آج وہ پرانی مسجدون کے کھنڈرون مین ارکان وضو کی صحت - درستی صف نماز جنازہ وغیرہ وغیرہ چند محدود امور پر منحصر ہو رہا ہے اور اس زمانہ کے بڑے بڑے علما کی تنگ خیالی یہ کہہ رہی ہے کہ انھین چند ارکان مین اسلام کی تمام خوبیون کا ظہور ہے - اور یہ نہین سمجھتے کہ آج اسلام کے عمدہ اصول پر کاربند ہونے سے یورپ کی قوم کس درجہ نمایان حالت رکھتی ہے۔ غضب ہے کہ اہل اسلام اور وہ بھی کیسے کہ بڑے بڑے متقی جو آمین بالجہر سنکر یا نماز کی صف ٹیڑھی دیکھکر مرنے کو تیار ہو جاتے ہین یہ بھی نہین جانتے کہ ایفاء عہد کیا شئی ہے۔ معاملات بیع و شرا مین دیانت کا کیا مقتضا ہے - بدعہدیون کا مفہوم کیا ہے - اور رزق حلال کسکو کہتے ہین ۔

"محمد رسول اللہ" محمد خدا کا پیغامبر ہے منہہ سے تو یہ پانچ لفظ کا جملہ بہت ہی آسانی سے بولا جاتا ہے لیکن اسپر عمل کرنا اور اسے سچا سمجھنا اتنا آسان نہین ہے جتنا منہہ سے کہہ ڈالنا ایمان کی تکمیل کے لیئے وحدانیت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آنحضرت محمد خدا کے پیغمبر ہین یعنی جتنی باتین آنحضرت نے سکھائی ہین وہ سب اللہ کی طرف سے ہین اور اسلیئے وہ سب حکمت سے بھری ہوئی ہین ۔ اللہ کی طرف سے ہین یہ سمجھنا تو اعتقاد اور یقین پر مبنی ہے لیکن انکا حکمت سے پر ہونا سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے اور غور اور فکر سے اس اعتقاد و یقین کی استواری ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے یعنی جب بعد غور و فکر کے یہ معلوم ہوا کہ جو قانون آنحضرت محمد رسول اللہ نے جاری کیا وہ تمام گزشتہ موجودہ اور آئندہ قوانین سے عقلاً و نقلاً بہتر ہے تو خود بخود عقل سلیم بیان کرے گی کہ ایسا مستحکم اور لازوال قانون حکمت اور نعمت سے بھرا ہوا بجز اس خلاق

عالم کے دوسرے کا بنایا ہوا ہو ہی نہیں سکتا۔ خدا کا گھر۔ خدا کی کتاب۔ خدا کا قانون۔ خدا کا حکم ان سب میں اضافتہ محض اظہار تخصیص کی غرض سے ہے ورنہ کوئی گھر کوئی کتاب کوئی قانون کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو خدا کے علۃ العلل ہونے کے لحاظ سے خدا کا نہ سمجھا جائے۔ "شریعت خدا کا قانون ہے" اسکا مطلب یہ ہے کہ جس قانون قدرت نے انتظام عالم قایم کیا ہے اُسی کا مقتضا یہ ہے کہ انسان بہ لطف زندگی بسر کرنے میں شریعت محمدی یعنی اُس قانون کا پابند رہے جو قانون ربانی کہا جاتا ہے۔ قرآن "کلام اللہ" ہے اسکا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے جو قانون بندوں کے لیے بنایا اسکا اسمیں ذکر ہے اور اللہ نے بندوں کی تعلیم کے لیے اپنے رسول پر اُتارا ہے۔ یوں تو ہر چیز اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور تمام چیزیں اُسکی اُتاری ہوئی ہیں لیکن شریعت محمدی یعنی قرآن کی نسبت یہ تخصیص انھیں معنوں میں ہے جنکی توضیح اوپر کی گئی ہے

پیغمبر کو ریفارمر سے تعبیر کریں تو نئے خیال والے بخوبی سمجھ سکیں گے۔ تاریخ جاننے والے متفق ہیں کہ پیغمبروں سے ہمیشہ اصلاح حالت ہوتی رہی ہے کسی زمانہ میں کوئی قوم مذہبی خیال سے خالی نہیں رہی خلقت آدم سے مذہبی خیالات کا وجود پایا جاتا ہے گویا بنی نوع انسانی کے ساتھ ہی مذہب بھی پیدا ہوا عقل سے کام نہ لیا تو اظلم ہے خلقت انسانی کے ساتھ مذہب کا لزوم روز ازل سے ہے اور آخر کچھ اسکی وجہ سوچنا چاہیے۔ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس فطرت نے انسان پیدا کیے اُسی نے انسان کی باامن زندگی بسر کرنے کے لیے قانون بھی بنا دیے ہیں اِس قانون کے بنانے والے اصطلاح مذہب میں رسول و نبی کے نام سے پکارے جاتے ہیں بہ اصول میں یہ قوانین یکساں ہیں۔ جہاں کچھ اختلاف ہے وہ بہت ہی خفیف اور ناقابل لحاظ ہے۔ ایک جدید پیغمبر کا آنا اِس غرض سے نہ تھا کہ کسی نئے دین یا نئے خدا کا وجود اسکو قایم کرنا تھا بلکہ پیغمبر کے احکام کو جب اُسکی اُمت بھولنے لگی تو اصلاح حالت اور یاددہانی کے

لیے دوسرا پیغمبر یا رفارمر آیا اسوقت دنیا کے مختلف مذہب ہیں جو اختلافات ہیں وہ مختلف امت کی
غلط فہمیوں یا قصور کا نتیجہ ہے اور یہی ایک بڑا ثبوت اس امر کا ہے کہ کیوں پے در پے پیغمبروں کے
آنے کی ضرورت ہوئی۔ پیغمبر آخر الزمان کا درجہ جو اور پیغمبروں سے فائق سمجھا جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے
کہ انکی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی کہ دنیا بہت کچھ ترقی کر چکی تھی۔ جو کام پہلے انبیا کے متعلق تھا وہ
پیغمبر آخر الزمان کے علماے امت کے متعلق کیا گیا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ دیکھو ہر قرن اور ہر
فرقہ میں سوائے قرآن کے کتنی مذہبی کتابیں قرآن کی موافقت میں یا اسکی تفسیر میں تصنیف ہوئیں
اصلاح امت کے لیے کیسے کیسے لوگ پے در پے پیدا ہوتے رہے اور انھیں درمیانی اشخاص
کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہم اسلام کو مانیں یا نہ مانیں اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں لیکن اسلام کی تصویر کہیں سے
خراب یا مسخ نہیں ہونے پائی۔ اب جس پیغمبر کی امت میں انبیاء بنی اسرائیل کی طرح علما پیدا
ہوں اسکے خاتم النبیین افضل البشر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے محمد رسول اللہ کے ساتھ ایک صفت
اور بھی مخصوص ہے جو دوسرے پیغمبروں میں کم ملے گی وہ یہ کہ آنحضرتؐ نے ترک دنیا کی ترغیب دیکر
خدا شناسی کی تعلیم نہیں کی بلکہ یہ بتایا کہ دنیا اور دین دونوں کو ساتھ ساتھ رکھکر کیونکر ایک انسان اعلی
درجہ کی خوشی حاصل کر سکتا ہے آنحضرت جو قانون اپنی امت کے لیے لائے اسپر غور کرنے سے
بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ تر مکمل دوسرا کوئی دین نہیں ہو سکتا اور نہ بجز شرع محمدی کے
کوئی دوسری شرع ایسی ہے جسپر عمل کرنے والا سچی خوشی سے فیضیاب ہو۔ قرآن میں اسی طرف اشارہ
ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ کتاب ہذا میں
مختلف مقامات پر دکھایا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کی تعلیم مذہب تمام امور میں افضل و اکمل ہے آنحضرتؐ
کی فضیلت خصوصیت کے ساتھ بیان کرنے کا یہ کوئی محل نہیں ہے کیونکہ تمام کتاب اسی بحث
میں ہے اس کتاب کو ناظرین غور سے پڑھیں گے تو خود بخود انکے منھ سے نکل جائیگا کہ محمد تو رسول

برحق ہی اور دنیا میں کوئی بشر تجھسا مجمع کمالات پیدا نہیں ہوا۔ تیری شریعت تیری افضلیت کی دلیل ہی"

بعضوں کا خیال یہ ہی کہ امور دنیا ایک معین قانون قدرت پر چلتے رہتے ہیں۔ خدا کو پیغمبر پیدا کرنا اُسکے پاس جبرئیل کی معرفت کتاب بھیجنا معجزات سے اپنے پیغمبر کو سچا ثابت کرنا اس دخل درمعقولات سے کیا واسطہ؟ اسکا جواب بھی ہی جو پہلے لکھا گیا کہ اہل اسلام کیا دنیا کا کوئی سمجھدار یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ نے دنیا کا گورکھ دھندھا بناکر اپنے وجود کو معطل کر دیا۔ انسان جو یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ خالق مطلق نے پہلے انڈے سے مرغی پیدا کی یا مرغی سے انڈا اُسکی مجال نہیں ہی کہ تحقیق عالم اور اُسکے انتظام پر کوئی ایسی قطعی رائے قایم کرلے کہ اُس سے عدول کرنے کو بیعقلی سمجھے ع حیف برین دانش و فرزانگی ہر لیکن جو لوگ ایسے ہی ضدی ہین کہ جو بات اُنکے ذہن مین آئی اُسکے خلاف سمجھ ہی نہین سکتے اُنسے پوچھا جائے کہ کبھی کبھی دُم دار ستارے کا ظاہر ہونا۔ خودبخود پہاڑ سے آگ کا شعلہ نکلنا آسمان سے شہاب ثاقب گرنا اسی قسم کی ہزارون لاکھون باتین ہین کہ سائنس کوئی نہ کوئی وجہ یا تاویل اسکی نسبت پیدا ہی کرلیتی ہی جیسے یہ سمجھتے ہین کہ اتنے دن کے بعد دُمدار ستارے کا نکلنا انتظام عالم کیلیے ضروری ہی۔ گردش فلک مقتضی ہی کہ سورج گرہن اور چاند گرہن ضرور ہوا کرے ویسی ہی اگر یہ بھی سمجھ لین کہ انتظام عالم کا مقتضا ہی کہ معین وقفہ کے بعد مخلوقات کی اصلاح حال کے لیے ایک مقنن یا ریفارمر رسول اللہ کے لقب سے وقتاً فوقتاً پیدا ہوتا رہے تو کیا استحالہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دُمدار ستارے آنکھ سے دکھائی دیتے ہین اور اسلیے کوئی نہ کوئی وجہ دل سے پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہی کسی کو کیا غرض ہی کہ پیغمبرون کے وجود سے بحث کرتا پھرے۔ اسکے جواب مین کہا جائے گا کہ "بیشک غرض ہی" حالات دنیا پر اسے قایم کرنا یہ بھی ایک کام انسان کے متعلق کیا گیا ہے۔ جن ملکون مین پیغمبرون

قانون اور رعایا کی عام راے شامل کرنے کے بعد قوانین بنتے ہین وہ ہر روز معرض ترمیم رہتے ہین اور پھر بھی نقص و عیب سے پاک کبھی نہین ہوتے۔ محمدؐ امّی محض تھا اور ایک ناتربیت یافتہ قوم سے تھا لیکن اُسکا قانون آج تیرہ سو برس گزرنے پر بھی ویسا ہی عمدہ اور کارآمد ہی جیسا کہ عرب مین تھا جنگلیون اور پہاڑیون کے درست کرنے کے لیے وہ اتنا ہی کارآمد ہی جتنا کہ حکماے وقت و عقلاے زمانہ کو مہذب اور شایستہ رکھنے کے لیے ضرور ہی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہی کہ بغیر خاص تائید ربانی کے یہ کام محمدؐ نے کیا اور خاص تائید ربانی ہی کا دوسرا نام رسالت یا نبوت ہی۔ جو لوگ اسکو پورے طور سے سمجھتے ہین وہ رسالت کے وجود کو دلکی آنکھ سے اُسیطرح دیکھتے ہین جس طرح ومدار ستارے یا کسوف و خسوف کو چشم ظاہر سے ہم سب دیکھتے ہین۔ آنکھ تو خطا بھی کرتی ہی۔ وجدان خطا نہین کرتا۔

فصل چہل و ہفتم

کارخانہ قدرت بہ خصوص قرآنی

" لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمکو اور تم سے جو پہلے گزرے ہین اُنکو پیدا کیا۔ عجب نہین کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ اُسی نے تمھارے لیے زمین کا بچھونا بنایا۔ آسمان کی چھت بنائی اور آسمان سے پانی برسا کر تمھارے کھانے کے لیے پھل پیدا کیے۔ کسی کو اللہ کا ہم پلہ نہ بناؤ۔ تم خود جانتے ہو۔ سورہ بقر ۳۔

" کیونکر تم خدا کا انکار کر سکتے ہو۔ تم بے جان کے تھے اور اُسنے تم مین جان ڈالی۔ تمھین وہ مارے گا اور زندہ کرے گا۔ اور پھر اُسی کے پاس تم واپس جاؤ گے اُسی نے تمھارے لیے زمین کی کُل کائنات پیدا کی ہے۔ اور پھر آسمان

— یایہا الناس اعبدو ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرت رزقا لکم فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون۔

کی طرف متوجہ ہوکر سات آسمان ہموار بنا دیے ہیں۔ وہ ہر چیز سے واقف ہے"[۵۲] سورۂ بقر رکوع ۳۔

"تمھارا معبود خدا ے واحد ہے اُسکے سوا کوئی معبود نہین ہے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے"[۵۳]۔ سورۂ بقر رکوع ۱۹۔

"بیشک آسمان و زمین کا پیدا کرنا۔ رات دن کا ادل بدل۔ جہازون کا دریا مین لوگون کے فائدہ کی چیزین لیکر چلنا۔ مینھ کا آسمان سے برسانا اُس سے مری ہوئی زمین کا پھر سے زندہ ہونا اور اسمین ہر قسم کے جانورون کا پھیلانا۔ ہواؤن کا پھیرنا۔ بادلون کا آسمان و زمین کے درمیان مین گھرا رہنا ان سب مین دانشمندون کے لیے نشانیان ہین"[۵۴]۔ سورۂ بقر رکوع ۲۰۔

"پیغمبر تو کہہ۔ اے خدا ملک کے مالک جسے تو چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ خیر تیرے ہاتھ مین ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے"[۵۵] سورۂ آل عمران رکوع ۴۔

"توہی رات کو دن مین شامل کرتا ہے اور توہی دن مین رات کو شامل کرتا ہے۔ توہی بیجان سے جان دار پیدا کرتا ہے اور توہی جان دار سے بیجان

۵۲ کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔ ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوی الی السماء فسوٰہن سبع سموات وہو بکل شیءٍ علیم۔

۵۳ والٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم۔

۵۴ ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا بہ الارض بعد موتہا وبث فیہا من کل دابۃ وتصریف الریٰح والسحاب المسخر بین السماء والارض لاٰیٰت لقوم یعقلون۔

۵۵ اللہم مٰلک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے[۵۶]" سورۂ آل عمران رکوع ۳-

" آسمان اور زمین کی بناوٹ اور رات اور دن کے رد و بدل مین اُن عقلمندون کیلیے نشانیان ہین جو کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے - لیٹے ہوئے خدا کو یاد کرتے ہین اور آسمان و زمین کی ساخت مین غور کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اے پروردگار تو نے اسے بے فائدہ نہین بنایا ہے - تیری ذات پاک ہے - ہمکو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھنا - پروردگار تو نے جسکو دوزخ مین ڈالا اُسکو خوار کیا - گنہگارون کا کوئی بھی مددگار نہین ہے - اے پروردگار ہم نے ایک منادی کرنے والے پیغمبر کو سنا کہ ایمان کی منادی کر رہا تھا اور لوگون سے کہہ رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ - تو ہم ایمان لایا - پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما اور ہم سے ہمارے گناہ دور کر - اور نیک بندون کے ساتھ ہمارا خاتمہ کر[۵۷]" سورۂ آل عمران رکوع ۲۰ -

" ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا - کیا تم بتون کو معبود مانتے ہو - مین تمکو اور تمھاری قوم کو صریح گمراہ پاتا ہون - پھر ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کے انتظامات دکھانے لگے تاکہ وہ یقین کرنے والون مین ہو جائے - جب رات ہوئی تو ایک ستارہ نظر آیا وہ کہنے لگا کہ یہی میرا پروردگار ہے - جب وہ غروب ہو گیا تو وہ بولا

---

۵۶ تولج الیل فی النھار و تولج النھار فی الیل و تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب -

۵۷ ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار لآیت لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ وما للظلمین من انصار ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا - ربنا فاغفر لنا ذنوبنا و کفر عنا سیاتنا و توفنا مع الابرار -

غروب ہونے والی چیزون کو مین پسند نہین کرتا - پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہنے لگا یہی
میرا پروردگار ہے - جب وہ بھی غروب ہوگیا تو بولا میرا پروردگار مجھکو رہ راست
نہ دکھائے گا تو بیشک مین گمراہ رہون گا - پھر جب سورج چمکتا ہوا نظر آیا تو کہنے لگا یہی
میرا پروردگار ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے - جب وہ بھی غروب ہوگیا تو بولا بھائیو!
تم خدا کے ساتھ شرک کرتے ہو - مین اس سے بری ہون - مین تو ایک کا ہو کر
اپنا رخ اُسی ذات پاک کی طرف کرتا ہون جس نے آسمان و زمین کو بنایا - مین
مشرکون مین نہین ہون - اُسکی قوم جھگڑنے لگی تو اُسنے کہا تم مجھ سے خدا کے بارے
مین جھگڑتے ہو وہ مجھکو سیدھا رستہ دکھا چکا ہی - مین اُن بتون سے نہین ڈرتا جنکو تم
اُسکا شریک ٹھہراتے ہو - ہان خدا مجھکو بیشک نقصان پہونچا سکتا ہی - اُسکا علم تمام چیزون
پر حاوی ہے - کیا تم نہین سوچتے - مین کیونکر اُس چیز سے ڈرون جسکو تم خدا کا شریک
ٹھہراتے ہو - تمکو خوف نہین معلوم ہوتا کہ تمھارے پاس کوئی دلیل نہین ہے - اور پھر
تم دوسرون کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہو - تم سوچو اگر تم کو علم ہے کہ ہم مین سے کون
اطمینان سے رہے گا - جو لوگ خدا پر ایمان لائے ہین اور اپنے ایمان مین
بے انصافی کی آمیزش نہین کی ہے یہی لوگ اطمینان سے رہین گے - اور یہی
راہ راست پر ہین[۵۵]" سورۂ انعام رکوع ۹ -

۵۵ واذ قال ابراہیم لابیہ آزر اتتخذ اصناما آلہۃ انی اریک وقومک فی ضلل مبین وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین فلما جن علیہ اللیل راکوکبا قال ہذا ربی فلما افل قال لا احب الافلین فلما را القمر بازغا قال ہذا ربی فلما افل قال لئن لم یہدنی ربی لاکونن من القوم الضالین فلما را الشمس بازغۃ قال ہذا ربی ہذا اکبر فلما افلت قال یقوم انی بری مما تشرکون انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین - وحاجہ قومہ قال اتحاجونی فی اللہ وقد ہدین ولا اخاف ما تشرکون بہ الا ان یشاء ربی شیا وسع ربی کل شی علما افلا تتذکرون وکیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ ما لم ینزل بہ علیکم سلطنا فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون - الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک لہم الامن وہم مہتدون -

"وہ اُسی نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہر قسم کے نباتات پیدا کیے۔ نباتات سے ہری ہری کونپلین پیدا کین۔ اور اُن کونپلون سے گتھے ہوئے دانے پیدا کیے۔ کھجور کے گابھے سے گچھے جھکے پڑتے ہین۔ انگور۔ زیتون اور انار کے باغ صورت مین یکسان اور مزے مین مختلف۔ یہ جب پھلتے ہین تو انکے پھل اور پھلون کا پکنا دیکھو۔ مومنون کے لیے اسمین نشانیان ہین؎۹" سورہ انعام رکوع ۱۲۔

"تم لوگ خدا کے سوا نرے نامون کی پرستش کرتے ہو جو تم نے اور تمھارے آبا نے گڑھ رکھے ہین۔ خدا نے اُن کے معبود ہونے کی کوئی سند نہین اُتاری ہے؎۱۰" سورہ یوسف رکوع ۵۔

"ساتون آسمان اور زمین اور جتنی چیزین اُنمین ہین وہ سب خدا کی تسبیح کرتی ہین کوئی شے ایسی نہین جو اُسکی حمد کے ساتھ اُسکی تسبیح نہین کرتی لیکن تمھاری سمجھ مین نہین آتا؎۱۱" سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵۔

"تمھارا پروردگار وہ ہے جو تمھارے لیے سمندر مین جہازون کو چلاتا ہے تاکہ تم اُسکا فضل یعنے اپنی معاش تلاش کرو۔ اسمین شک نہین کہ وہ تم پر بڑا مہربان ہے؎۱۲" سورہ بنی اسرائیل رکوع ۷۔

"لوگو! اللہ ہی نے تمکو تمھاری ماؤن کے پیٹ سے نکالا۔ تم کچھ بھی نہین جانتے

؎۹ وہو الذی انزل من السماء ماءً فاخرجنا بہ نبات کل شیء فاخرجنا منہ خضرا نخرج منہ حبا متراکبا۔ ومن النخل من طلعہا قنوان دانیۃ وجنت من اعناب والزیتون والرمان مشتبہا وغیر متشابہ انظروا الی ثمرہ اذا اثمر وینعہ ان فی ذلکم لایت لقوم یومنون۔

؎۱۰ ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموہا انتم وآباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطن۔

؎۱۱ تسبح لہ السموات السبع والارض ومن فیہن وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم۔

؎۱۲ ربکم الذی یزجی لکم الفلک فی البحر لتبتغوا من فضلہ انہ کان بکم رحیما۔

تھے۔ اُسنے کان دیے۔ آنکھین دین۔ دل دیے کہ تم اُسکا شکر کرو۔ کیا لوگ
پرندون پر نظر نہین کرتے کہ آسمان کے میدان مین وہ گھرے ہوئے ہین اُنکو اُڑتے
وقت خدا ہی سنبھالتا ہے۔ اسمین بھی مومنون کے لیے نشانیان ہین۔ اللہ ہی نے
تمھارے لیے گھرون کا ٹھکانا بنایا۔ چوپایون کی کھالون سے تمھارے لیے خیمے بنائے
کوچ اور مقام کے وقت تم اُنکو ہلکا پاتے ہو۔ چوپایون کی اون۔ روئن اور بالون سے
اُسنے بہت سی سامان ایک وقت تک بکار آمد چیزین بنائی ہین۔ اللہ ہی نے
تمھارے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزون کے سایہ بنائے۔ پہاڑون مین تمھارے
چھپ بیٹھنے کے لیے جگہین بنائی ہین۔ تمھارے لیے کُرتے بنائے جو تمکو گرمی
سے بچائین اور زرہین بنائین جو آپس کی زد سے تمھین بچائین۔ یون وہ اپنی نعمتین
تم پر پوری کرتا ہے کہ تم اُسکے آگے جھکو[۱۳] سورۂ النحل رکوع ۱۱۔

"لوگو! اگر تمکو پھر جی اُٹھنے مین شبہہ ہے تو یون سمجھو کہ ہم نے تمکو یون پیدا کیا کہ پہلے
مٹی۔ پھر نطفہ پھر خون کا لوتھڑا۔ پھر پوری اور ادھوری بوٹی۔ تاکہ ہم تم پر اپنی قدرت
ظاہر کرین۔ عورتون کے پیٹ مین ایک وقت مقرر تک اپنی مرضی کے مطابق ہم نطفہ
قایم رکھتے ہین۔ پھر تمکو بچہ بناکر نکالتے ہین۔ پھر تم کو بڑا کرتے ہین۔ پھر تم
مین سے کوئی مرجاتا ہے اور کوئی اخیر عمر تک پہونچتا ہے تاکہ اب تو کچھ سمجھے تو

[۱۳] واللہ اخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیئاً وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون۔ الم یروا
الی الطیر مسخرات فی جو السماء ما یمسکھن الا اللہ ان فی ذلک لآیت لقوم یؤمنون۔ واللہ جعل لکم من بیوتکم
سکناً وجعل لکم من جلود الانعام بیوتاً تستخفونھا یوم ظعنکم ویوم اقامتکم ومن اصوافھا واوبارھا واشعارھا
اثاثاً ومتاعاً الی حین۔ واللہ جعل لکم مما خلق ظلالاً وجعل لکم من الجبال اکناناً وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر
وسرابیل تقیکم باسکم کذلک یتم نعمتہ علیکم لعلکم تسلمون۔

زمین کو دیکھتا ہے جیسی وحرکت پڑی ہے - جب ہم پانی برسانے ہین تو لہلہاتی ہے اور اُبھرتی ہے اور ہر طرح کی خوشنما روئیدگی اُگاتی ہے [۱۴۵] سورہ الحج رکوع ا -

وو ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا - پھر اُسکو حفاظت سے نطفہ بناکر رکھا - پھر نطفہ کو لوتھڑا بنایا - پھر لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی - پھر بندھی بوٹی کی ہڈیان بنائین - ہڈیون پر گوشت چڑھایا - پھر ایک دوسری صورت مین اُسے مخلوق کیا - خدا بڑا ہی بابرکت ہے جو تمام بنانے والون مین بہتر بنانے والا ہے - اسکے بعد تم سب کو مرنا ہے - پھر قیامت کے دن تم اُٹھا کر کھڑے کیے جاؤ گے - ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہین اور پیدا کرنے کے ہنر مین ہم اناڑی نہین تھے - ہم ایک اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی برساتے ہین - پھر اُسکو زمین پر ٹھہراتے ہین اور اس پانی کے اُڑا لے جانے کی بھی قدرت رکھتے ہین - اُس پانی سے ہم نے تمہارے لیے کھجورون اور انگورون کے باغ بنائے ہین - تمہارے لیے میوے پیدا ہوتے ہین اور تم کھاتے ہو - ہم نے طور سینا مین زیتون کے درخت بکثرت پیدا کیے ہین - کھانے والون کے لیے اُسمین دہنیت اور ذائقہ ہوتا ہے - چارپایون مین بھی عبرت کا مقام ہے کہ جو کچھ اُنکے پیٹون مین بھرا ہے اُسی مین سے ہم تمکو دودھ پلاتے ہین - اور اُسکے علاوہ اور بھی بہت سے فائدہ ہین - تم اُن کو کھاتے ہو اور اُن پر اور کشتیون پر

[۱۴۵] یایہا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئا وتری الارض ہامدۃ فاذا انزلنا علیہا الماء اہتزت وربت وانبتت من کل زوج بہیج -

چڑھے پھرتے ہو۔ سورہ المومنون[۱۵] رکوع ۱۔

" اللہ کے نور سے آسمان و زمین کی روشنی ہے۔ اُسکے نور کو یون سمجھو کہ ایک طاق ہے اور طاق مین ایک چراغ ہے اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل مین ہے اور قندیل گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے اور زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے وہ روشن کیا جاتا ہے۔ نہ پورب ہے اور نہ پچھم ہے۔ آگ نہ ہو جب بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی آپ جل اُٹھے گا۔ گویا نور علی نور ہے۔ اللہ اپنے نور سے جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ لوگون کے سمجھانے کے لیے وہ مثالین بیان کرتا ہے۔ اور ہر چیز سے واقف ہے"
سورۂ نور[۱۶] رکوع ۵۔

" تو نے نہین دیکھا کہ اللہ بادل کو ہانکتا ہے۔ پھر اُسکے ٹکڑون کو آپس مین جوڑتا ہے اور پھر انکو تہ بہ تہ رکھتا ہے۔ کیا تو نے بادل کے بیچ سے مینھ نکلتے نہین دیکھا ہے آسمان مین اولون کے پہاڑ یعنے جمے ہوئے بادل ہین وہی اُنھین سے اولے برساتا ہے۔ جسپر چاہتا ہے برساتا ہے اور جسپر چاہتا ہے نہین برساتا

۱۵ ولقد خلقنا الانسان من سللة من طین ۔ ثم جعلنه نطفة فی قرار مکین ۔ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظما فکسونا العظم لحما ثم انشانه خلقا اخر فتبٰرک اللہ احسن الخالقین ۔ ثم انکم بعد ذلک لمیتون ۔ ثم انکم یوم القیمة تبعثون ۔ ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق وما کنا عن الخلق غفلین ۔ وانزلنا من السماء ماء بقدر فاسکنه فی الارض وانا علی ذهاب به لقدرون ۔ فانشانا لکم به جنت من نخیل واعناب لکم فیها فواکه کثیرة ومنها تاکلون ۔ وشجرة تخرج من طور سینا تنبت بالدهن وصبغ للاکلین ۔ وان لکم فی الانعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونها ولکم فیها منافع کثیرة ومنها تاکلون ۔ وعلیها وعلی الفلک تحملون ۔

۱۶ اللہ نور السموت والارض مثل نوره کمشکوة فیها مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجة کانها کوکب دری یوقد من شجرة مبرکة زیتونة لا شرقیة ولا غربیة یکاد زیتها یضیء ولو لم تمسسه نار نور علی نور یهدی اللہ لنوره من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم ۔

بادل مین بجلی کی چمک ایسی ہے گویا آنکھون کو چکا چوند ہو جاتا ہے - اللہ رات اور دن کا ردو بدل کرتا ہے - ارباب بصیرت کے لیے اسمین عبرت ہے۔ اللہ نے تمام جاندار پانی سے پیدا کیے - کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے اور کوئی دو پاؤن سے چلتا ہے - بعض پانچ پاؤن سے چلتے ہین وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے - ہر چیز پر اُسکو قدرت ہے" ۵۱۷ سورۂ نور رکوع ۶ -

"خدا کی ذات بڑی بابرکت ذات ہے جس نے اپنے بندہ محمد پر قرآن اُتارا تاکہ تمام جہان کے لوگون کا ڈرانے والا ہو - وہی تو ہے جسکو آسمان و زمین کی سلطنت ہے - نہ اُسکے کوئی فرزند ہے اور نہ سلطنت مین کوئی اُسکا شریک ہے - اُسی نے ہر ایک چیز پیدا کی اور ہر ایک کے لیے ایک اندازہ ٹھہرا دیا - کفار نے اُسکے سوا دوسرے معبود اختیار کر رکھے ہین جو کسی چیز کو پیدا نہین کرتے بلکہ خود پیدا کیے گئے ہین اور نہ وہ خود اپنے بُرے بھلے پر قادر ہین اور نہ مرنا اور جینا اور نہ پھر اُٹھنا اُنکے اختیار مین ہے" ۵۱۸ سورہ فرقان رکوع ۱ -

"کتنے جانور ہین جو اپنی روزی لادے ہوئے نہین پھرتے اللہ ہی اُنکو روزی پہونچاتا ہے اور وہی تمکو بھی روزی پہونچاتا ہے وہ سب کی سُنتا ہے

۵۱۷ الم تر ان اللہ یزجی سحابا ثم یؤلف بینہ ثم یجعلہ رکاما فتری الودق یخرج من خلالہ وینزل من السماء من جبال فیہا من برد فیصیب بہ من یشاء ویصرفہ عن من یشاء یکاد سنا برقہ یذہب بالابصار یقلب اللہ الیل والنہار ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار واللہ خلق کل دابۃ من ماء فمنہم من یمشی علی بطنہ ومنہم من یمشی علی رجلین ومنہم من یمشی علی اربع یخلق اللہ ما یشاء ان اللہ علی کل شیء قدیر -

۵۱۸ تبرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا الذی لہ ملک السموت والارض ولم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک وخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا واتخذوا من دونہ الہۃ لا یخلقون شیئا وہم یخلقون ولا یملکون لانفسہم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیوۃ ولا نشورا -

اور سب کچھ جانتا ہے" سورۂ عنکبوت رکوع ٦-

"اللہ مثالاً بیان کرتا ہے کہ ایک شخص غلام ہے جسمین کئی ساجھی ہین جو آپس مین بڑی کشمکش رکھتے ہین - اور ایک وہ غلام ہے جو تنہا ایک کی ملک ہو کیا ان دونون غلامون کی حالت ایک ہوسکتی ہے - جواب مین کہا جائیگا کہ نہین پیغمبر تم سنکر کہو الحمد للہ مگر افسوس ہے کہ انہین سے اکثر اتنا بھی نہین سمجھتے" سورۂ الزمر رکوع ۳-

اسکا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایک خدا کو مانتا ہے وہ اُس غلام کی طرح ہے جسکا ایک مالک ہوتا ہو خوشی سے زندگی بسر کرتا ہے اور جو شخص سیکڑون قوتون کو خدا کا شریک مانتا ہے وہ اُس غلام کی طرح ہے جو کئی ایک کے زیر حکومت رہکر ہمیشہ پریشان رہتا ہے-

فصل چہل و ہشتم

حکمت اور فلسفہ کے متعلق آیات قرآنی

دنیا مین دو قسم کے اسباب ہین ایک ظاہر اور ایک پوشیدہ جیسا کہ "حقیقت اسلام" فصل ٦ مین بیان کیا گیا ہو- اسباب ظاہر کا سمجھنا انسان کی قوت مدرکہ پر موقوف ہے جتنا ہی وہ تدبر کرے گا اُتنا ہی اچھی طرح اُنکو سمجھ سکے گا لیکن اسباب مخفیہ پر سوچنا عبث ہے کیونکہ وہ صحیح طور پر معلوم نہین ہوسکتے محض قیاسات سے لوگ کام لیتے ہین - اور قیاس کرنے والے خود ہی درجہ یقین نہین رکھتے - مثلاً

---

۱۹ وکاین من دابۃ لاتحمل رزقھا اللہ یرزقھا وایاکم وھو السمیع العلیم -

۲۰ ضرب اللہ مثلاً رجلاً فیہ شرکاء متشاکسون ورجلاً سلماً لرجل ھل یستویٰن مثلاً الحمد للہ بل اکثرھم لایعلمون -

اختلاف لیل ونہار کے اسباب کو خدا نے پوشیدہ رکھا ہے ہزارون برس تک عقلاے زمانہ یہ سمجھتے رہے کہ آفتاب زمین کے گرد گھومتا ہے۔ اور اب سیکڑون برس سے یہ خیال ہے کہ زمین گھومتی ہے آفتاب ساکن ہے۔ اتنا تو لوگ سمجھے کہ زمین پر آفتاب سے روشنی آتی ہے اور یہ بھی سمجھے کہ ماہتاب بھی آفتاب کی وجہ سے روشن دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہ کسی کی سمجھ مین نہ آیا کہ آفتاب کیون روشن ہے۔ اور ممکن ہے کہ کل یہ راے قایم ہو کہ چاند مین جو روشنی آتی ہے وہ سورج کی فیاضی کا نتیجہ نہین ہے بلکہ اسکا سبب کچھ اور ہے۔ غرضکہ اسباب مخفیہ پر سوال کرنا انسانی طبیعت کا مقتضا ہی اور اسپر کچھ نہ کچھ راے قایم کر لینا اسکا خاصہ ہے اور یہ بھی اسکا خاصہ ہی کہ جب تک اسکی راے مین تبدیلی نہین ہوتی وہ اپنی راے کو یقین کے درجہ تک سمجھتا ہے۔

پیغمبر خدا ضرور اپنے وقت کے حکیم تھے اور ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ اُنسے زیادہ عقل والا آجتک کوئی دنیا مین پیدا نہین ہوا۔ لوگ ان اسباب مخفیہ کی بابت پیغمبرؐ خدا سے سوالات کیا کرتے تھے۔ اور آنحضرتؐ اُسکے جواب مین اختصار کو کام مین لاتے تھے۔ اس اختصار کے دو وجوہ تھے۔ اول یہ کہ آنحضرتؐ کو تمدن اور معاشرت کی اصلاح منظور تھی وہ لاطائل باتون کی طرف توجہ کرنا نہین چاہتے تھے۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت جانتے تھے کہ جب تک انسان اس عالم ناسوتی مین ہی وہ عالم ملکوتی کی باتین نہین سمجھ سکتا اپنے خیال کے مطابق وہ ہمیشہ نئے طور پر غور کرتا رہتا ہے۔ اور اس کے متعلق نئی باتین پیدا کرتا ہے لیکن حقیقت تک نہ پہنچا اور نہ پہونچ سکتا ہے۔ پیغمبر خدا کے منھ سے کسی بات کا نکلنا مذہب کو بازیچہ طفلان بنا دیتا۔ یہ بھی واضح رہے کہ جن باتون کے بیان کرنے سے قرآن مین اغماض کیا گیا آج تک کسی شخص نے اس کے متعلق کوئی

ایسی بات نہین کہی جو ہر زمانہ کے عقلا کی تشفی کا سبب ہو۔

پیغمبر خدا سے لوگون نے چاند کی حقیقت اور اُسکا گھٹنا بڑھنا پوچھا۔ اور ایک طور پر گویا تمام علم ہیئت کا سبق پڑھنا چاہا۔ پیغمبر خدا اگر علم ہیئت قدیمہ کی مطابق اُسکے اظہار قابلیت کرنا چاہتے تو اس زمانہ مین اُنکی راے باطل سمجھی جاتی۔ اور اگر علم جدیدہ کے مطابق ارشاد فرماتے تو اُسوقت کے علما ایمان نہ لاتے اسلیے پیغمبر نے کہا تمھین ان جھگڑون سے کیا مطلب۔ اتنا سمجھ لو کہ یہ معاملات اور عباوات کے لیے وقت بنایا گیا ہے۔ سورہ بقر کے رکوع ۲۴ [1] مین ہے۔

"پیغمبر! لوگ تم سے چاند کے بارے مین دریافت کرتے ہین۔ تو تم کہدو کہ چاند سے لوگون کے معاملات اور عبادات مثلاً حج کے اوقات معلوم ہوتے ہین"

حکمت کی کئی قسمین ہین حسن تمدن اور حسن معاشرت بھی ایک حکمت ہے عقل سلیم اور راے صائب سب سے بڑی حکمت ہے۔ سورہ بقر کے رکوع [2] ۲۷ مین خدا فرماتا ہے۔

"خدا جسکو چاہتا ہے حکمت (بات کی سمجھ) عطا کرتا ہے اور جسکو حکمت یعنے بات کی سمجھ دی گئی ہو اُسنے بڑی ہی دولت پائی ہے"

دنیا ایک لفظ ہے جسکا ہم معنی لفظ مختلف زبانون مین ہے اور زبان زد خلایق ہو لیکن کہین اسکی ٹھیک تعریف پائی نہین جاتی۔ ہندون مین اسکو مایا "بادہ مایا روپ" سے تعبیر کیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس سے اچھا لفظ نہین مل سکتا لیکن ہمارے

---

[1] یسئلونک عن الاہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج۔
[2] یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔

نزدیک قرآن میں جو لفظ اسکے لیے آیا ہے وہ اس سے بھی اچھا ہے - سورۂ آل عمران رکوع ۱۹ میں ہے -[۳]

"دنیا کی زندگی صرف دھوکے کی پونجی ہے" دھوکے کی پونجی "مطاع غرور" کا ترجمہ ہے لیکن مطاع غرور میں جو لطف ہے وہ ترجمہ میں ادا نہیں ہوا - جس طرح "مایا روپی" کا لفظ ہندی زبان کے اعتبار سے بہت اچھا سمجھا جاتا ہے اُسی طرح عربی زبان کے اعتبار سے "مطاع غرور" کا لفظ نہایت ہی مناسب ہے اور اسمین بے ثباتی دنیا کا جو مفہوم ادا ہوتا ہے وہ مایا روپی میں ادا نہیں ہوتا اسلیے کہا جاسکتا ہے کہ قرآن میں جو لفظ مطاع غرور کا دنیا کے لیے استعمال کیا گیا ہے وہ بالکل انوکھا ہے - انگریزی میں ایک لفظ ورلڈلی فالس ہڈ worldly falsehood ہے - قرآن میں لفظ "متاع غرور" ہر وہ "مایا روپی" اور "ورلڈلی فالس" دونوں کو حاوی ہے -

اسی کے ~~قریب قریب~~ سورہ توبہ کے رکوع ۶ میں نصیحت کے پیرایہ میں مذکور ہے -[۴]

"کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر قناعت کرکے بیٹھے ہو دنیا کی زندگی کے فائدے آخرت کے مقابلہ میں محض بے حقیقت ہیں "

قوم کا عروج اور زوال بھی دنیا کا ایک تماشہ ہے جب دن اچھے آتے ہیں تو غیب سے سامان ہوجاتا ہے اور جب زوال آتا ہے تو پھر کسی طرح کسی کے روکے نہیں رکتا خدا تو ہر قوم کا پیدا کرنے والا ہے - وہ ہر قوم کو باری باری سے گھٹاتا

---

[۳] وما الحیوة الدنیا الا متاع الغرور -

[۴] ارضیتم بالحیوة الدنیا من الآخرة فما متاع الحیوة الدنیا فی الآخرة الا قلیل -

اور بڑھانا رہتا ہے۔ یہ مضمون سورہ اعراف رکوع ۴ مین یون بیان کیا گیا ہے۔

"تمام قومون کے لیے مٹنے کا ایک وقت ہے جب وہ وقت آگیا تو پھر نہ وہ ایک ساعت پیچھے رہ سکتی ہے اور نہ ایک ساعت آگے بڑھ سکتی ہے"

اسلام نے یہ تعلیم کی کہ اچھے اعمال کی جزا اچھی ملے گی اور بُرے اعمال کی جزا بُری ملے گی۔ اب سوال یہ ہوا کہ یہ جزا بعد مرنے کے کیونکر ملے گی۔ اسکا جواب صاف یہ ہے کہ روح کو جزاے اعمال بھگتنا ہوگی۔ جو لوگ کہ ذی فہم ہین وہ سمجھ سکتے ہین کہ روح جس عالم غیر مادی مین ہوگی اُسی کے موافق غیر مادی جزا اور سزا بھی ہوگی لیکن سب تو حکمت اور فلسفہ پڑھے ہوئے نہین ہین اسلیے مضمون کو عام فہم کرنے کے لیے لسان تمثیلی کی ضرورت ہوئی۔ لوگ اسپر استعجاب کرنے لگے تو یہ آیت اُتری۔

"لوگ کہتے ہین کہ کیا جب ہم گل سڑ کر ہڈیان اور ریزہ ریزہ ہوجائین گے تو ہم ازسرِ نو پیدا کیے جائین گے اور اُٹھائے جائین گے۔ پیغمبر تو ان سے کہو۔ تم پتھر ہو یا لوہا یا اپنے خیال کے مطابق کوئی اور بڑی چیز بن جاؤ گے جب بھی زندہ کیے جاؤ گے۔ اسپر لوگ پوچھین گے کون ہمکو زندہ کرے گا تو کہنا وہی جس نے اول بار تمکو پیدا کیا تھا۔ اسپر یہ لوگ تمھارے آگے سر جھکانے لگین گے اور پوچھین گے کہ کیا ایسا ہی ہوگا تو کہنا عجب نہین کہ قریب ہی ایسا ہو" سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵

ف ولکل امۃ اجل فاذا جآء اجلھم لایستاخرون ساعۃً ولایستقدمون

ف وقالوا ءاذا کنا عظاماً ورفاتاً ءانا لمبعوثون خلقاً جدیداً قل کونوا حجارۃ او حدیداً او خلقاً مما یکبر فی صدورکم فسیقولون من یعیدنا قل الذی فطرکم اول مرۃ فسینغضون الیک رءوسھم ویقولون متی ھو قل عسیٰ ان یکون قریباً۔

دنیا میں سب سے بڑا اہم مسئلہ روح کا ہے۔ اسکے متعلق بیسیوں اقوال ہیں اور ہر ایک دوسرے سے الگ۔ ہر مذہب اور ہر فرقے اور ہر ملک میں کچھ نہ کچھ رائیں اسکے متعلق ضرور ظاہر کی گئی ہیں۔ لیکن سب اپنی رایوں کی نسبت یہی کہتے ہیں کہ ممکن ہے اسکے خلاف ہو۔ کوئی شخص اگرچہ مقلد نہیں ہے محض رائے زن ہے کسی طرح اپنی رائے پر یقین نہیں رکھتا اور حق یہ ہے کہ اس عالم میں جب تک ہم ہیں کسی طرح یہ نہیں سمجھ سکتے کہ روح کیا چیز ہے اور کیونکر بنی۔ کہاں تھی کہاں رہتی ہے۔ کہاں سے اور کیونکر آئی۔ کیوں آئی۔ کہاں گئی۔ کیسے گئی اور اگر وہ کوئی چیز نہیں ہے تو یہ کیا کہ اُسکی وجہ سے سب کچھ تھا اور اُسکے جانے سے سب کچھ جاتا رہا۔ یہی سوال پیغمبر خدا سے کیا گیا۔ جواب اتنا عمدہ ملا کہ اس سے اچھا جواب اس عالم ناسوتی میں ہو نہیں سکتا۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ ہیں ہے۔ پیغمبر تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو کہو۔ روح میرے پروردگار کا ایک حکم ہے اور تمکو تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے۔" یعنے تمھارے معلومات ایسے نہیں ہیں کہ تم سے روح کی حقیقت بیان کی جائے اور تم سمجھ سکو۔

افلاطون اس جزا و سزا کی نسبت لکھتا ہے کہ روح نے اگر اچھے اعمال کیے ہیں تو اُسے مرنے پر خوشی ہوگی اور اگر بُرے اعمال کیے ہیں تو افسوس اور رنج ہوگا۔ اگر یہی خوشی اور رنج فلاسفہ کے سمجھانے کے لیے جنت اور دوزخ سے تعبیر کیا جائے تو ایمان میں فرق نہیں آتا بشرطیکہ خوشی تمام نعماے دنیا سے بڑھکر ہو اور رنج اُس تکلیف سے بڑھکر مانا جائے جو دنیا میں

۵۷ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

آگ سے جل کر محسوس ہوتی ہے۔

دنیا میں غیب کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔ ابر آیا تو قیاس ہوا کہ پانی برسے گا یا ذرا اور معلومات بڑھے تو تار کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ خلیج بنگالہ سے ابر باران چل چکا ہے۔ قیاس سے کہا گیا کہ آٹھ دس روز میں ممالک مغربی و شمالی میں بھی بارش ہوگی۔ تپ دق درجہ سوم پر پہونچ گئی تو طبیب نے کہا کہ اب مریض نہ بچے گا۔ ان تمام قیاسات میں غیب کا علم نہیں ہے اور جو قطعی طور پر حکم لگاتے ہیں کہ خواہ مخواہ فلان بات فلان دن ہوگی اور خود کو گویا عالم الغیب کہتے ہیں وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ رمل۔ جفر۔ علم نجوم۔ علم قیافہ یہ تمام علوم کوئی قطعی حکم نہیں دے سکتے۔ یہ وسائل اور ذرایع ہیں قیاسات قایم کرنے کے لیکن قیاسات تجربہ سے ہر حالت میں صحیح نہیں پائے جاتے۔ اسلام نے ان باتون پر پورا یقین کرنا منع کر دیا ہے کیونکہ انسان کو اس طرح دھوکا ہوتا ہے۔ اس نے اس طرح کے علوم سیکھنے کو کار بے سود ٹھہرایا ہے اور اس پر یقین کرنے کو معصیت قرار دیا ہے یعنی یون کہنا کہ خواہ مخواہ یونہین ہوگا کہ منجم نے ایساہی بتایا ہے داخل کفر ہے اور یہ خیال کرنا کہ منجم نے یون کہا ہے ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو بے عقلی ہے۔ عرب مین غیب کی خبر دینے والے کاہن کے نام سے مشہور تھے جیسا کہ یہان رزیل قومون میں سوکھے (غیب کی باتین کرنے والے) غیب دان سمجھے جاتے ہین۔ وہ اپنی قوت نفس سے کچھ باتین بتایا کرتے تھے اور انمین کچھ باتین صحیح ہوتی تھین اور کچھ باتین غلط ہوتی تھین۔ ان اوہام باطلہ سے انسان کو نجات دینے کے لیے سورہ لقمن رکوع ۴ مین محکوم ہوا۔

"بیشک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے۔ وہی مینھ برساتا ہے۔ وہی جانتا ہے کہ ماؤن کے پیٹ میں کیا ہے۔ کوئی دوسرا نہیں جانتا کہ وہ خود کس زمین میں مرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ خود کل کیا کرے گا۔ ان سب باتون کا علم اور خبر اللہ ہی کو ہے"

انسان جس طرح بتدریج بڑھتا ہے اُسی طرح وہ بتدریج گھٹتا ہے۔ اگر کوئی شخص عمر طبعی تک پہونچکر گھل گھل کر مرے تو اُسکی کیفیت مثل نوزائیدہ بچے کے ہوجائے گی۔ ہڈیان تو چھوٹی نہ ہونگی لیکن اور تمام باتین بچون کی سی ہوجائین گی۔ دانت گرجائین گے سوائے کراہنے کے اور کوئی بات مُنھ سے نہ نکلے گی بال کم ہوجائین گے۔ سوائے دودھ کے دوسری غذا ہضم نہ ہوگی اور نہ بغیر دوسرے کے سہارے کے وہ کروٹ بدل سکے گا۔ یہی حالت سورۂ یسین[۵۹] کے رکوع پنجم مین ہی

"جسکی عمر ہم زیادہ کرتے ہین اُسے بناوٹ مین اُلٹا گھٹاتے جاتے ہین"

پہلے تو کفار عرب سوا کھانے پینے اور سونے کے کچھ سمجھتے ہی نہ تھے۔ مار پیٹ لڑائی جھگڑے سے کام تھا وہ کسی سے ڈرتے نہ تھے اگر ڈرتے تھے تو صرف بتون سے لیکن یہ نہین جانتے تھے کہ کیون۔ اسلام نے اُنکو بتایا کہ بتون کے اختیارات کچھ بھی نہین ہین یہ ادنیٰ قسم کی مخلوق جمادات سے ہین۔ اعلیٰ مخلوق عالم یعنی نوع انسانی سے بھی بڑھکر ذات باری تعالیٰ ہے جس نے انسان کو اور تمام دنیا کی چیزون کو پیدا کیا ہے اس کے بعد جب عربون کی آنکھین کھلین تو دلون مین سوالات

---

۵۸ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔

۵۹ ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق۔

بھی پیدا ہوئے اور سوالات ایسے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی آج تک کسی عالم نے قابل تشفی جواب نہین دیا اور کوئی جواب دے نہین سکتا اور نہ مخاطب کو سمجھا سکتا۔ جب تک متکلم اور مخاطب دونون علم ناسوتی سے الگ نہ ہو جائین یا اُنکی ارواح مین اتنی صفائی نہ آجائے کہ اس عالم مین رہکر دوسرے عالم کی باتین سمجھ سکین تب تک اس قسم کے مسائل کے مبادیات پر گفتگو بھی عبث ہے۔ قرآن مین اسکا جواب دیا گیا ہے لیکن نہایت ہی مختصر اور اتنا اچھا کہ اُس سے اچھا جواب ہو نہین سکتا سورۂ مومن کے ساتوین رکوع[سلہ] مین ہے۔

"وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتا ہے"

"کہتا ہے" کے معنی "ارادہ کرتا ہے" سمجھو تو مطلب صاف ہے۔

خلقت زمین و آسمان کے متعلق سورۂ[سلہ] حم کے رکوع ۲ مین ہے۔

"پیغمبر! لوگون سے تم کہو۔ کیا تم اُس (اللہ) سے انکار کرتے ہو جس نے دو دن مین زمین پیدا کی اور اُسکا ہمسر تم دوسرے کو ٹھہراتے ہو۔ وہی سارے جہان کا پروردگار ہے اور اُسی نے زمین مین اوپر سے پہاڑ گاڑ دیے ہین اور اُسمین برکت دی ہے اور اُسی مین ایک اندازہ مناسب کے ساتھ اُسکے باشندون کے

سلہ ہو الذی یحیی و یمیت فاذا قضی امراً فانما یقول لہ کن فیکون۔

سلہ قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین و تجعلون لہ انداداً ذالک رب العلمین و جعل فیہا رواسی من فوقہا و برک فیہا و قدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام سواءً للسائلین ثم استویٰ الی السماء وہی دخان فقال لہا و للارض ائتیا طوعاً او کرہاً قالتا اتینا طائعین فقضٰہن سبع سمٰوات فی یومین و اوحیٰ فی کل سماءٍ امرہا و زینا السماء الدنیا بمصابیح و حفظاً ذالک تقدیر العزیز العلیم۔

کھانے پینے کا بند و بست کردیا ہے سب کچھ چار دن مین سب مانگنے والون کے لیے برابر۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اُس وقت تک کُھر کی طرح کا تھا تو اُس کُھر کو اور زمین کو حکم دیا کہ تم دونون خوشی سے آؤ تو آؤ اور زبردستی آؤ تو آؤ۔ دونون نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہین۔ اسکے بعد دو دن مین اُس نے اُس کُھر کے سات آسمان بنائے اور ہر ایک آسمان مین انتظام کردیا۔ نیچے کے آسمان کو ہم نے قندیلون سے سجایا۔ اور حفاظت کے لیے بھی ایسا کیا۔ یہ اندازے اُسکے باندھے ہوئے ہین جو زبردست اور دانا ہے"

یہ آیت ہیئت افلاک ظاہر کرنے کے لیے نہین اُتری ہی بلکہ خدا اپنی آفرینش یاد دلاکر کہتا ہے کہ جس طرح ہم نے یہ سب کچھ بنایا اُسی طرح نافرمانون کو ہم تباہ بھی کرتے ہین۔ اسکے بعد کی آیت یون[۱۱۵] ہے

" اگر اسپر بھی کفار سرتابی کرین تو اُنسے کہدو کہ جیسی کڑک عاد اور ثمود پر ہوئی تھی اُسی طرح کی کڑک سے مین تمکو بھی ڈراتا ہون "

جب مقصود سمجھانا تھا تو مناسب یہی تھا کہ مخاطب کی سمجھ کے مطابق گفتگو کی جاتی اور اسی لیے خلقت ارض و سما کے متعلق یہودیون مین جو باتین مشہور تھین وہی تحریر کی گئین۔ لیکن یہ بھی واضح رہے کہ یہ تحریر فلسفہ قدیم یا فلسفہ جدید کے مخالف نہین ہی مفصل بیان اسکا آفرینش ارض و سما فصل ۵۰ مین دیکھو۔

رزق کوشش پر رکھا گیا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ باوجود کوشش کے رزق حاصل نہین ہوتا لیکن ایسا کبھی نہین ہوتا کہ رزق کسی قوم سے ناپیدا ہوجائے۔ رزق اگر

---

۱۱۵ فان اعرضوا فقل انذرتکم صعقۃ مثل صعقۃ عاد و ثمود۔

مواشی کی طرح انسان کو ملا کرتا یعنے معمولی نباتات ارض سے انسانی خوراک بھی مہیا ہو جاتی تو انتظام عالم جہان تک نوع انسانی سے تعلق ہے قایم نرہتا اسی مضمون کو خدا سورۂ شوری رکوع ۳ مین سمجھاتا ہے۔[عله]

• اگر خدا اپنے بندون کی روزی فراخ کردے تو وہ ضرور ملک مین سرکشی کرنے لگین۔ مگر خدا اپنے بندون سے خبردار ہے اور انکا نگران ہے جتنی روزی چاہتا ہے بقدر مناسب دیتا ہے"

قرآن مین آنحضرتؐ کا معجزہ ایک بھی نہین لکھا گیا ہی بلکہ بار بار یہ لکھا گیا ہی کہ لوگ پیغمبرؐ سے یہ فرمایش کرتے تھے کہ کوئی بات خرق عادت کی دکھاؤ تو ہم تم کو سچا سمجھین۔ اور پیغمبرؐ کہتے تھے کہ اور پیغمبرون کی امت نے معجزہ کا کیا اعتبار کیا کہ مین تمکو دکھاؤن۔ لیکن کتب سیر اور احادیث مین چند باتین ضرور از قسم خرق عادات آنحضرتؐ کی طرف منسوب کی جاتی ہین جنمین واقعہ شق القمر بھی ہے۔ بیان کیا جاتا ہی کہ لوگون نے آنحضرتؐ سے اصرار کیا کہ چاند کو دو ٹکڑے کردو تو ہم تمکو سچا پیغمبرؐ سمجھین۔ آنحضرتؐ نے جناب باری مین دعا کی اور چاند دو ٹکڑون مین نظر آیا۔ بعض کہتے ہین کہ نہ پیغمبرؐ مین چاند کو دو ٹکڑے کرنے کی طاقت تھی اور نہ خدا کو چاند کے تقسیم کرنے کی ضرورت تھی۔ خدا کو اتنا ہی اہتمام کرنا تھا تو بجاے قمر دو نیم کرنے کے وہ کفار کا دل ہی نہ پھیر دیتا۔ خدا کو اسلام کا اسباب دنیا کے ساتھ جاری کرنا مقصود تھا اسباب دنیا سے قطع کرکے اسلام کا جاری کرنا اسکو مقصود ہوتا تو تاریخی حالات اسلام کے وہ نہ ہوتے جو ہوئے۔ لیکن معجزہ شق قمر صحیح ہو تو اسمین کوئی استحالہ نہین ہے جب پیغمبرؐ کو لوگون

[عله] ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء انه بعباده خبیر بصیر

نے بہت مجبور کیا تو اُنھون نے اپنی قوت نفس کا اثر جو بلحاظ شان پیغمبری سب سے اعلیٰ درجہ پر آنحضرتؐ مین بھی تھا اُن کفار پر بھی ڈالا اور اُن کفار کو چاند دو ٹکڑے نظر آیا جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا فرعونیون کو سانپ نظر آیا تھا۔ دیکھو سحر رجادو) فصل ۵۱ مین۔ لیکن جن مسلمانون کا یہ خیال ہے کہ صرف چاند دو ٹکڑے مین نظر نہین آیا بلکہ فی الواقع چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج نہین ہین کیونکہ ایسا خیال رکھنے والے یہ نہین کہتے کہ پیغمبر نے دو ٹکڑے کیے بلکہ یہ کہتے ہین کہ خدا نے دو ٹکڑے کیے اور خدا کے لیے دو ٹکڑے کیا بلکہ دو کروڑ ٹکڑے کرنے بھی آسان تھے۔ شق قمر کا واقعہ جن کے نزدیک صحیح ہے وہ مفصلۂ ذیل آیت قرآن کو اسی واقعہ کی طرف منسوب کرتے ہین۔

"قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا یہ لوگ کچھ ہی دیکھین لیکن روگردانی کرین گے اور کہین گے کہ یہ سحر ہے اور ایسا ہوتا چلا آیا ہے[۱۱۹]" سورہ قمر رکوع اول۔

معجزہ شق قمر کے نہ ماننے والے کہتے ہین کہ یہ آیت قیامت کے علامات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس مضمون کو زیادہ وضاحت کے سمجھنے کے لیے مضمون فصل ۵۱ دیکھیے۔

فصل چہل و نہم[۴۹]

اسلام اور فلسفہ

دنیا کے پچھلے حالات غور کیجیے تو عجائبات سے بھرے ہوئے نظر آتے ہین۔ اسلام یا عیسائیت کے ساتھ پچھلے زمانہ کے قصص کو بھی تعلق ہے چند قصے

۱۱۹ اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر

قرآن مین بھی مذکور ہین - اُس سے یہود اور نصاریٰ کے پُرانے قصص کی تائید ہوتی ہی
اس لیے ہم کو اس کہنے کی جرأت ہوسکتی ہے کہ اہل اسلام جو پُرانے قصے بیان
کرتے ہین وہ سب سے زیادہ صحیح سمجھے جاتے ہین - یہودی - عیسائی اور
اہل اسلام یہ تینون مل کر یقیناً دنیا کی آبادی کا بڑا حصہ پورا کرتے ہین - شروع سے
چلیے - حضرت آدم کی پیدائش - شیطان کا حسد اور پھر اُسکا راندۂ درگاہ ہونا - آدم کا
دنیا مین آنا - حوّا کا ملنا - نوح کے زمانہ کے حالات - دنیا کا گویا پھر سے بسنا - ابراہیمؑ
کا آگ مین گر کر نہ جلنا - موسیٰؑ کا عصا اور پھر اُسکے واقعات - عیسیٰؑ کا بے باپ کے
پیدا ہونا - پیغمبر آخرالزمان کے وقت کے بعض معجزات - ہم نے تو بہت مختصر کہا - غور کیجیے
تو کسی پیغمبر کا زمانہ ان معجزات سے خالی نہین ہے - حضرت سلیمان کو دیکھیے کہ ہوا انکے
زیر فرمان تھی - دیو اور پری خادم تھے - حیوانات کی بولی وہ سمجھتے تھے - اگر اِن باتون
کو جھوٹا سمجھیے تو قصّہ ہی ختم ہے - اور اگر سچ سمجھیے تو پھر ہندو جو ہندوستان کے پچھلے
حالات بیان کرتے ہین انکو بھی غیر ممکن یا محال ٹھہرانا آسان نہین ہے - اگر اِن
عجیب باتون کا تعلق پیغمبرون سے مختص سمجھا جائے جب بھی یہ کہنا کہ ہندوستان کی
سرزمین پیغمبرون سے خالی رہی بہت بڑی زیادتی ہے اور فیضان الٰہی کو ارض روم
کے ساتھ مختص سمجھ لینا بڑی بے امتیازی ہے - کرشن جی کے حالات یا رام چندر جی
کے کوائف جو ہنود بیان کرتے ہین مانا کہ انکی نسبت مبالغہ کا احتمال ہے مگر شروع
سے اِن کو غلط یا غیر ممکن سمجھ لینا زیادتی ہے اور گویا در پردہ یہ کہنا ہے کہ "ہندو
پُرانے اور ہم اپنی کتابون کے قصّون کو بھی تو ایسا ہی لچر سمجھتے ہین" یہ یاد رکھنا چاہیے
کہ دنیا کے کسی واقعہ کو نہ سمجھے ہوئے آسانی سے غلط یا غیر ممکن مان لینا صریح خدا

کے قادر مطلق ہونے سے انکار کرنا ہے۔

مذہبی خیال کو الگ کیجیے جب بھی تاریخی واقعات بتاتے ہین کہ ابتداے زمانہ مین بہت سی باتین ایسی تھین جا سو قت عجائبات مین شمار کی جاتی ہین اور چونکہ مختلف ملکون کی تاریخین انکی تائید کرتی ہین اسلیے اُنسے انکار کرنے کو ہرگز جی نہین چاہتا۔ مثلاً جس قوت۔ حالت یا کیفیت کو دیوپری سے یہود و نصاریٰ اہل اسلام تعبیر کرتے ہین۔ اس سے ایرانی تاریخ بھی تو متکیف ہے۔ تاریخ ایران مین بادشاہون کا دیوٗون سے جدال کرنا صاف درج ہے۔ ہندوٗن کی کتابون مین بھی ایسے عجیب الخلقت لوگون کے تذکرے پائے جاتے ہین کہ انکو دیو سمجھین تو بیجا نہین ہے۔ بہرحال یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ انتظام عالم کی جو کیفیت اب ہے پہلے اس کے خلاف تھی اور بارہا انقلاب نے ترقی اور تنزل کی حالتین دکھلادی ہین۔ چیزون کے نام بدل گئے شہر کے نام بدل گئے۔ جو قوتین اور صنعتین معدوم ہوگئین انکے بیانات اور تشریحات کے ذرایع بھی تو مفقود ہوگئے۔ پہلے کچھ تھا اور نقل ہوتے ہوتے کچھ رہگیا۔ کوئی راز جب کہدیا گیا راز نہین رہتا۔ کوئی صنعت جب ایام گذر گئے صنعت کی مد مین شمار نہین کی جاتی۔ ایک شے کو ہم بہت عظیم سمجھتے ہین لیکن اُس سے واقف ہوگئے تو دل سے اُسکی عظمت جاتی رہی۔ ہم یہان بیٹھے ہوئے نیویارک کے باشندے سے تار کے ذریعہ سے گفت گو کر رہے ہین۔ دن چھپنے کے بعد ہم بانکی پور مین سوئے اور دن نکلنے کے پہلے ہم کلکتہ مین داخل ہوگئے۔ زمانہ پلٹ جائے۔ تار اور ریل معدوم ہوجائین تو ان باتون کو کتاب مین پڑھ کر لوگ کس طرح سمجھ سکین گے۔ ہم یہ نہین کہتے کہ تمام پچھلی باتین انھین دو جملون پر قیاس کرلیجائین

لیکن یہ تو مزدرکہین گے کہ سوچنے کے لیے یہ بھی ایک پہلو ہے - ہان خوب یاد آیا - ابھی حال ہی مین افریقہ جنوبی کے وحشیون کو انگریزون سے مقابلہ کرنا پڑا جہالت کا اقتضا ہے نخوت - یہ وحشی (متابلی کہلاتے ہین) تلوار لیکر توپ اور بندوق کے مورچے پر ٹوٹ پڑے - چلے تو تھے یہ سمجھ کر کہ انگریزون کا خاتمہ کردین گے اور انگریزون کے پاس بھی نری تلوارین ہوتین تو شاید ہوتا بھی ایسا ہی - لیکن یہان تو بندوق اور توپ تھی - باڑھ جو دغی سب راستہ ہی مین سلفہ ہو گئے - انگریزی سپاہیون کی صورتین بھی ان بیچارون کو دیکھنا نصیب نہ ہوئین - انھین سے دو چار بچ کر اپنی قوم کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ انگریز بڑے جادوگر ہین - سحر سے یہ مار ڈالتے ہین لڑائی کی نوبت آنے نہین پاتی - یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ بہت سی مذہبی باتین اس طور پر بھی سمجھائی جاسکتی ہین -

فلسفہ کی تعلیم اسباب پر غور کرنے کی عادت پیدا کردیتی ہے اور پھر یہ بھی سکھاتی ہے کہ باپ دادا سے سُنی سُنائی باتون پر بے سمجھے عمل کرنا بے دانشی ہے - بس انھین دو باتون نے فلسفہ کو مذہب کے حق مین بُرا ثابت کر رکھا ہے - اب بعض تو فلسفہ پڑھنا ہی ناروا ٹھہراتے ہین اور بعض یہ کوشش کرتے ہین کہ فلسفہ پڑھائی جائے اور مذہبی امور مین تاویلین کرلی جائین تاکہ مذہبی باتین کھیل نہ معلوم ہون - یہ دونون اپنے اپنے طور پر مذہب کے خیرخواہ ہین - فلسفہ عقل بڑھانے کے لیے پڑھائی جاتی ہے اور مذہب اخلاق سکھانے کو - مذہب کو تو یہ دونون مقدم سمجھے - لیکن فرق اتنا رہا کہ ایک ایسی عقل کے بڑھنے سے باز آیا جس سے اخلاق بگڑ جائین - اور دوسرے نے کوشش کی کہ عقل بھی بڑھتی رہے اور مذہبی اخلاق بھی قایم رہین - لیکن ہمارے

نزدیک ایک تیسری صورت بھی پیدا ہوسکتی ہو۔ یہ سمجھنا کہ فلسفہ سے مذہب کو نقصان
پہونچے گا۔ بیجا ہے۔ فلسفہ ہرگز مذہب کا دشمن نہین ہے۔ لیکن فلسفہ کیا ہی یہی سمجھنے
کی بات ہے۔ آگ کیونکر پیدا ہوئی۔ پانی کس طرح ہوا بن گیا۔ بخارات سے
کس طرح بارش ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی انتظام عالم کے متعلق دو چار باتون کا سمجھ
لینا لوگ فلسفہ پڑھنا سمجھ لیتے ہین۔ اور ہم یہ سمجھتے ہین کہ فلسفہ کی اصل ماہیت سے بہت سے
طلبا ناواقف ہین اور یہی ناواقفیت تھوڑی استعداد والون کو حباب بحر کی طرح اُبھرنے
پر مجبور کرتی ہے۔ خلقت عالم کی ماہیت سے پورے طور پر تو آج تک کوئی واقف
نہین ہوا اور نہ واقف ہوسکتا۔ اتنا ہی سب سمجھ سکتے ہین کہ عالم کی خلقت جسکی طرف
منسوب ہوتی ہے یا سلسلہ اسباب جہان جاکر ختم ہوجاتا ہے اُسی قوت کا نام خالق عالم
ہے اور عالم کے حالات مختلف طور سے سوچنے کا نام فلسفہ ہے۔ جب یہ معلوم
ہوچکا کہ ماہیت عالم سے واقفیت حاصل کرنا عملی طور پر غیر ممکن اور محال ہے تو اب
بجز فکر کرنے کے جسکو معرفت کردگار کہہ سکتے ہین فلسفی کو یہ حق کہان سے پیدا ہوا کہ
وہ کسی شی کو ممکن الوقوع یا کسی شی کو غیر ممکن الوقوع قطعی طور پر مان لے۔ ظاہر ہے کہ
جب اصل شی یعنے خلقت عالم پر قطعی راے دینے سے معذوری ہے تو اُسکے
فروعات کے متعلق کیونکر کوئی راے مستحکم قایم ہوسکتی ہے۔ جس طرح خود بخود خالق
مطلق کی خواہش سے عالم کا موجود ہونا مان لیا جاتا ہے ویسے ہی یہ بھی سمجھا جاسکتا ہی
کہ دنیا کی تمام باتین ہر وقت اور ہر لحظہ از سرنو پیدا ہوسکتی ہین۔ آگ ٹھنڈی ہوسکتی
ہے۔ پانی پتھر ہوسکتا ہے۔ مردہ زندہ ہوسکتا ہے۔ حیوانات انسان کی بولی بول سکتے
ہین۔ اب اِس کو غیر ممکن تو وہ کہے جو پہلے یہ بتائے کہ آگ گرم کیونکر ہوئی پانی

سیال کیوں ہوا۔ انسان کی پیدائش میں کیا کیا اسرار ہیں۔ مر کے جینا عملی طور پر کیوں
محال ہے۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ اول انسان کس طرح پیدا ہوا۔ اُجالے
کے بعد اندھیرا ہوا یا اندھیرے کے بعد اُجالا ہوا۔ پہلے دنیا میں سردی
آئی یا گرمی۔ یا خود دنیا ہی کو کوئی بتائے کہ یہ کیا چیز ہے۔ یہ عجب خیال ہے کہ جس
نئی بات کو ہم آنکھ سے دیکھ لیں اُسکے لیے تو ایک نہ ایک تاویل پیدا کیے بغیر کبھی نہ رہیں گے
اور جسے آنکھ سے نہ دیکھیں کان سے سُنیں اُسپر بے تکلف اپنی راے نفی میں قایم کرلیں
اور راے بھی ایسی کہ اپنی عقل کو کم سمجھنے میں ہمیں ہزار دقتیں پیش آئیں اور قادر مطلق کے
اختیارات کے منتزع کر لینے میں ہمیں ذرا بھی تامل نہ ہے۔
اگر فلسفہ کا یہ مطلب ہو کہ خالق عالم نے تخلیق عالم کے بعد اپنے ہاتھ کٹا ڈالے۔
دنیا کا گورکھ دھندا بنا کر وہ وجود معطل بن بیٹھا تو فلسفہ جہل مرکب ہے۔ اور اگر فلسفہ کا
یہ مطلب ہے کہ خالق عالم نے دنیا کو دار الاسباب بنایا ہو اور عموماً ہر بات کے لیے اُسنے
سبب قرار دے رکھے ہیں۔ ان اسباب کا خواہ مخواہ سمجھ جانا گو ہماری قدرت سے باہر ہے
لیکن انپر غور کرنا ایک قسم کی عبادت ہو۔ تو ہم نہایت خوشی سے کہیں گے کہ فلسفہ بہت
ٹھیک ہے اور ہر سچے مذہب کا یہی دستور ہونا چاہیے۔
مفصلہ بالا تحریر میں جو مختلف خیالات کی توضیح کی گئی ہے اُسے ایک دوسرے طور پر یہ
یوں سمجھنا چاہیے۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ پریاں تخت پر بٹھا کر ہوا میں آدمیوں کو اُڑا سکتی ہیں
تو موجودہ تجربہ کے یہ خلاف ہوگا۔ مگر اس سے مذہب اسلام میں کچھ فرق نہ آئے گا اور اگر
کوئی کہے کہ نہیں پریوں میں ایسی قوت نہیں ہے اور نہ پریوں کا وجود ہے جب بھی
اُسکے اسلام میں فرق نہ آئے گا۔ لیکن جو یہ سمجھے گا کہ پریاں خدا کے حکم سے باہر مطلق العنان

قوتین ہین اور جو چاہتی ہین کرتی ہین تو بیشک وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔
یہ خوب واضح رہے کہ مذہب اسلام فلسفہ سکھانے نہین آیا تھا۔ وہ صرف یہ بتانے آیا تھا کہ بجز ایک ذات باری کے اور کسی کو قادر مطلق نہ مانو کیونکہ حسن معاشرت سکھانے کی لیے اتنا ہی کافی تھا ہنود کہتے ہین کہ انکا مذہب عین فلسفہ ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہو۔ لیکن مسلمانون کے نزدیک مذہب کا عین فلسفہ ہونا کوئی وصف نہین ہے۔ مذہب کا کام ہر حسن معاشرت کا سکھانا عقلی ٹھکتے لگانے سے مذہب کا کوئی تعلق نہین ہے۔ لیکن اسکا یہ مطلب بھی نہین ہے کہ مذہب اسلام فلسفہ کے خلاف ہے۔ یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ عین فلسفہ ہونا اور فلسفہ کے خلاف نہ ہونا ان دونون مین بڑا فرق ہے۔ اسلام ہرگز فلسفہ کے مخالف نہین ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی یقینی ہے کہ اسلام نے فلسفہ کی پرواہ نہین کی۔
اگر کوئی خاص فلسفہ مذہب اسلام اختیار کرتا تو مذہب کی اصلی غرض حسن معاشرت کے نظر انداز ہونے کے علاوہ یہ نقص بھی پیدا ہوتا کہ یہ مذہب تمام دنیا کا مذہب اور ہر زمانہ کا مذہب نرہتا فلسفہ گویا نتیجہ فکر کی ایک قسم ہو اور فکر انسانی ہمیشہ بدلتی رہتی ہو۔ اگر اسلام کوئی فلسفہ خاص اختیار کرتا تو ایک زمانہ مین وہ جھوٹا سمجھا جاتا اور دوسرے زمانہ مین سچا سمجھا جاتا یا ایک ہی زمانہ مین بعضون کے نزدیک صحیح اور بعضون کے نزدیک غلط ہوتا۔ اسلام کی خاص حکمت ہے کہ وہ ہر زمانہ کے فلسفہ کے موافق ہے۔ جاہل سے جاہل قوم کی بھی تشفی کرسکتا ہے اور بڑے بڑے عقلاے زمانہ کو بھی وہ سمجھا سکتا ہے اس مضمون کو وضاحت سے سمجھنے کے لیے "حکمت اور فلسفہ کے متعلق آیات قرآنی" فصل ۴۸ اور "قصص قرآنی" فصل ۵۳ "شیطان اور جن" فصل ۵۴ "سحر (جادو)" فصل ۵۱ "آفرینش ارض وسما" فصل ۵۰ پڑھنا چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فلسفہ مذہب اسلام کے خلاف نہین ہے اور نہ اُسکے پڑھنے سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے۔ قرآن کو جو کوئی محدود حالت مین مانتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلسفہ سے اسلام جاتا رہے گا وہ اسلام کی اعلیٰ عظمت سے واقف نہین ہے۔ اس باب پنجم مین زیادہ تر مضامین اسی قسم کے لکھے جائینگے جنسے فلسفہ جدید پڑھنے والون پر یہ ثابت کیا جائے کہ قرآن صرف جہلا کی ہدایت کے لیے نہین ہے بلکہ عقلا کی ہدایت کے لیے بھی ہے اور انکا بھی تشفی کرنے والا ہے۔

بعض مسلمانون نے مجھ سے کہا کہ فلسفہ پڑھنے سے اُنکے ایمان مین فرق آگیا اور اب خدا کو وہ ویسا نہین سمجھتے جیسا پہلے سمجھتے تھے۔ مین نے اسکے جواب مین کہا کہ بچے اور مسن خدا کی نسبت یکسان خیال نہین رکھ سکتے اور نہ علما اور جہلا ایک سا خیال رکھ سکتے ہین۔ جو چیز دیکھنے کی نہین ہے وہ تصور کرنے کی ہے اسکی حالت تصور کے ساتھ بدلتی رہے گی مگر یہ تبدیلی ایمان مین کچھ فرق نہ لائے گی۔ حضرت موسیٰ اور گڈریے کا قصہ مثنوی مولانا روم مین یون مذکور ہے کہ گڈریا خدا سے ملنے کی تمنا ظاہر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ خدا ملتا تو وہ اُسے بھیڑ کا دودھ پلاتا اور بڑی خاطر کرتا۔ حضرت موسیٰ نے اُسے ڈانٹا لیکن اسکے ساتھ ہی آپ کے دل مین یہ خیال گزرا کہ گڈریا اپنے پندار کے مطابق خدا کا خیال رکھے گا اور حضرت موسیٰ اپنی دانش کے مطابق خدا کا تصور کرین گے۔ نوعیت مین زمین و آسمان کا فرق ہوگا لیکن اصل مین دونون متحد ہین۔ اصل ایمان ہی صرف ایک ہی ذات کو خدا سمجھنا اور اُسکو سب پر بالا جاننا اور اسمین دونون متفق ہین۔

ایک سرگذشت مین اپنے متعلق بیان کرنا باعث دلچسپی سمجھتا ہون۔ مجھے صغر سنی مین عبادت کا بڑا شوق تھا اور خدا سے بیحد محبت تھی۔ خدا کا وجود مین جب بھی مانتا تھا۔

اور اب بھی مانتا ہون لیکن نوعیت مین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلے مین سمجھتا تھا
کہ خدا کے ہاتھ آدمی کے ہاتھ کی طرح ہین اور وہ اپنے ہاتھ سے چیزون کو اٹھا کر ایک جگہ
سے دوسری جگہ رکھتا ہے۔ گجرات کا سفر مجھے پیش آیا اور میرا اونٹ والا مال اور اسباب
لیکر بھاگ گیا۔ قصہ بہت طول طویل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مجھے اُس بیگانی جگہ جب
بھوک نے ستایا تو مین نے مسجد مین جا کر نماز پڑھی اور سر سجدہ مین رکھ دیا اور خدا سے
درخواست کی کہ او رزاق مطلق فلان طاق پر کوئی چیز کھانے کی رکھدے۔ تین مرتبہ
مین نے سجدہ سے سر اُٹھا کر طاق کو دیکھا لیکن کوئی چیز نظر نہ آئی۔ مجھے وثوق کامل تھا کہ
کوئی چیز ضرور ملجائیگی۔ گھنٹہ بھر مین اسی حالت مین مبتلا رہا۔ اب جب کبھی مین یاد کرتا ہون
تو اپنی حرکت پر مجھے بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ یہ نہایت ہی صغر سنی کا واقعہ ہے۔ اسکے
بعد مین جب ذرا اور سن شعور کو پہونچا تو میرا یہ خیال ہوا کہ اپنے ہاتھون سے چیزون کا رکھنا
اُٹھانا خدائی کام نہین ہے بلکہ اپنے کلام مین اُسنے تاثیر دے رکھی ہے دعا مانگنے کے
بعد اپنے موقع اور محل سے وہ کام خود ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد چند آیات قرآنی ایک دعا کی
کتاب سے مین نے یاد کرلین اور جب کبھی ضرورت ہوتی تھی تو مین پڑھتا تھا اور وہ کام
ہو جاتا تھا۔ سات آٹھ مرتبہ کامیاب رہکر مین نے یہ خیال کیا کہ یہ دعا تیر بہدف ہے اسکے
خلاف ہو ہی نہین سکتا۔ ایک مرتبہ نہایت ہی اہم کام کے لیے مین نے چلہ کیا لیکن وہ
کام میرا نہ بنا۔ مجکو نہایت بیدلی ہوئی اور اُسکے ساتھ ہی خدا کی طرف سے میرے
دل مین ناامیدی (نعوذ باللہ من ذلک) پیدا ہوئی اور یہ خیال گزرا کہ مین نے اس التجا سے
مانگا وہ کیسا خدا ہے کہ اُسنے دینے مین بخل کیا۔ اب میری عمر قریب بلوغ تھی وہ صغر سنی
کی حالت نہ تھی کہ اتنی بڑی مایوسی کے بعد مجکو ملال نہ ہوتا۔ اس ناکامی پر مجھے سخت رنج ہوا

بعد چندے جب میری معلومات بڑھی تو مین اپنے خیال پر بہت نادم ہوا اور سرنے
سرسے گویا مسلمان ہوا۔ اب میرے خیالات یہ ہین کہ خدا مسبب الاسباب ہے۔
اسباب ظاہری مین اُس نے اپنے بندون کو اپنے فعل کا مختار بنا دیا ہے
اور رہنمائی کے لیے عقل دے دی ہے۔ لیکن اسباب خفیہ کو نہ کوئی جانتا اور
نہ کسی کو سواے ذات باری کے اُسمین دخل ہے۔ خدا جو کچھ کرتا ہے اچھا کرتا
ہے اور وہی اپنے افعال کی مصلحت جانتا ہے۔ بندہ لاکھ چاہے لیکن خدا
وہی کرتا ہے جو اُسکے نزدیک مناسب ہے۔ اُسکے افعال جو اسباب خفیہ کے
ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہین وہ مدرکات انسانی سے باہر ہین۔ اُنپر غور کرنا عبادت
ہے لیکن اُسکے پیچھے پڑنا گمراہی ہے۔ اب مین سوچتا ہون تو اپنے اسلام کو بہ نسبت سابق
کے کہین اچھا پاتا ہون۔ اسی کو سعدی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔

کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

فصل پنجاہم

آفرینش ارض وسما

خلقت ارض وسما کے متعلق گو کوئی قطعی راے قایم نہین ہوئی ہے لیکن لوگون کا
خیال ہے اور توارت موجودہ سے بھی اسکا پتہ چلتا ہے کہ پہلے پانی ہی پانی تھا
خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے اسمین حرارت پیدا کی تو پانی پر جھاگ آگئی اور بخارات
اُٹھے جھاگ سخت ہو کر زمین کی صورت مین آگئی اور بخارات سے آسمان بنے
آسمان کیا ہین اور کیونکر بنے اسکی توضیح آیندہ کی جاے گی۔ اسوقت صرف یہ کہنا ہے کہ
اگر خلقت ارض وسما کی یہی صورت مانی جاے تو قرآن سے اسکی نفی نہین ہوتی بلکہ کچھ تائید ہوتی ہے قرآن مین ہے

"پھر آسمان بنایا اور وہ گھر تھا" سورہ[1] حم رکوع ۲

اور دوسری جگہ ہے۔

"اسی نے پیدا کیا آسمانون کو اور زمین کو چھہ دن مین اور تھا اُسکا تخت زمین پر" سورہ[2] ہود رکوع ۹

"چھہ دن" کا لفظ اسوقت موضوع بحث نہین ہے اور "تخت" کا لفظ مجازاً کہا گیا ہے۔ خدا کے لیے کسی مکان کا مختص نہ ہونا تمام مسلمانون مین مسلم ہے اور باقی آیہ کے معنی صاف ہین۔ خیر یہ تو اہم مسئلہ نہین ہے۔ اسکے متعلق کوئی راے یقینی کسی نے قایم نہین کی۔ اور نہ مذہب نے کوئی صاف بات بتائی اسلیے اسکو جس طرح چاہین فرض کرسکتے ہین بشرطیکہ احکام قرآن سے مخالفت نہ ہو۔ لیکن بحث طلب صرف یہ امر ہے کہ علم ہیئت کے متعلق جو کچھ قرآن مین بیان کیا گیا ہے اُسکا کیا مطلب ہے۔ جب تک یونانی زبان کے علوم عربی مین ترجمہ نہین ہوئے تھے اسکی طرف مسلمانون کو توجہ نہین ہوئی اور اگر کچھ توجہ ہوئی تھی تو جو ہیئت یہودیون کے نزدیک آسمان و زمین کی تھی اُسی کے مطابق لوگ آیات قرآنی سمجھتے رہے۔ بعد ازان جب یونانی کتابین عربی مین ترجمہ ہوئین تو علماے اسلام نے قرآن کی تفسیر مین یونانی علم ہیئت کی جو یہودیون کی معلومات سے زائد تر تھا تو اُن کی اتباع کی مثلاً قرآن مین سبع سماوات (سات آسمان) مذکور ہے اور یونانیون نے آسمان نو قرار دیے تھے۔ علماء اسلام نے "رب السموات والارض" اور "وہو رب العرش العظیم" پر لحاظ کرکے سات آسمان کے ساتھ کرسی اور عرش شامل کردیے اور اسطرح نو آسمان

[1] ثم استوی الی السماء وہی دخان۔

[2] وہو الذی خلق السموات والارض فی ستة الایام وکان عرشہ علی الماء

قرآن سے بھی ثابت کر دیے اور قرآن کے اس معجزہ کو کہ وہ ہر طبقہ کے انسان کا تشفی
کرنے والا ہے سچا ثابت کر دکھایا - مرورزمانہ نے ادھر بہت سی تفسیرین قرآن کی پیدا
کین اور ہر ایک مین ہئیت یونانی کی تقلید کی گئی اور اب قرآن کو اس ہئیت سے
الگ کرکے سمجھنا گویا جمہور مفسرین سے اختلاف کرنا سمجھا جاتا ہے - اب وقت یہ آپڑی کہ انیسوین
صدی مین نظام شمسی کے ماننے والے اتنے بڑھے کہ ہئیت یونانی ایک دم سے باطل
ہوگئی - اب اگر قرآن ہئیت یونانی کا تابع سمجھا جائے تو قرآن کا بھی بطلان لازم آتا ہے
ہم قرآن کے اس معجزہ کو سچا سمجھتے ہین کہ وہ ہر ایک شخص کی تسکین کر سکتا ہے اور
اسلام کے اس دعوی کو بھی ہم سچا سمجھتے ہین کہ وہ ہر حالت اور ہر صحبت کے مناسب
ہے - اسلیے ہمکو جرأت ہوئی اس امر کی طرف کہ اگر تحقیقات جدیدہ کو ہم باطل نہین کرسکتے
یہ ضرور ثابت کرسکین گے کہ قرآن موجودہ علم ہئیت کے منافی نہین ہے -

ایک صورت یہ بھی ہے کہ ہم تحقیقات قدیمہ کو صحیح اور تحقیقات جدیدہ کو غلط کہین
اور اسلیے موجودہ تفاسیر سے ہمکو اختلاف نہ کرنا پڑے لیکن افسوس ہے کہ ہم اس کوشش
مین کامیاب نہین ہوسکتے - تحقیقات جدیدہ مین بہت سی باتین ایسی پائی گئی ہین جو
بدیہیات مین داخل ہوجاتی ہین - دوربین نے بہت سی چیزین ہمین آنکھون سے دکھادی
ہین - اگر ہم آگ کے روشن ہونے سے انکار نہین کرسکتے تو تحقیقات جدیدہ کے صحیح
ہونے سے بھی انکار نہین کرسکتے - مسلمانون کا یہ کوشش کرنا کہ تحقیقات جدیدہ غلط
ہو اُنپر ایک دوسرا الزام جہالت کا عاید کرے گا - علوم کے تمام باریک مسایل کا لکھنا اس
کتاب کے موضوع سے الگ ہوجاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس طرح مضمون عام
فہم نہ ہے اسلیے چند موٹی موٹی باتین ہم درج کرتے ہین جنکو تھوڑے سے علم

ہیئت جاننے والے بھی سمجھ سکین - اور جو حضرات اسقدر بھی نہین سمجھ سکتے اُنکے لیے موجودہ تفسیر قرآن کی کافی ہے کیونکہ نہ اُنکے دل مین کبھی خدشات پیدا ہونگے اور نہ مخالفین کبھی اُنسے مباحثہ کرین گے مثلاً -

۱- یونانیون نے صرف سات سیارے دریافت کیے تھے اور اسلیے اُن کے لیے سات آسمانون کی ضرورت تھی - اب دوربین سے زمین چھوڑ کر دس ستارے ثابت ہوئے ہین - پہلے مسلمانون نے سبعہ سماوات کا ترجمہ سات آسمان کیا - اب اُسکا ترجمہ گیارہ سماوات ہونا چاہیے - لیکن ممکن ہی کہ کوئی اور تیز دوربین نکلے اور چند سیارے اور نظر آئین اسلیے سبعہ کے معنی متعدد ہون تو اچھا ہم آگے دکھائین گے کہ "سبعہ" کے معنی "متعدد" ہین اور یہ معنے اُسوقت کیے گئے تھے جب سات آسمانون سے زیادہ دریافت نہین ہوئے تھے -

۲- آسمان کو پیاز کے چھلکے کی طرح تو بہ تو یونانیون نے اجسام مانے ہین اور مفسرین نے بھی اسی کا تتبع کیا ہے - اب یہ وقت ہے کہ دوربین سے بعض ستارون کے گرد قمر نظر آتے ہین - مثلاً مشتری کے گرد چار قمر ہین - اگر سیارون کا مدار خیالی ہین یا کسی لطیف جسم مین نہ ہو اجسام ہین ہو تو ان قمرون کی گردش متعذر ہو جائے یا اجسام کو چھلکا چور کر ڈالین -

۳- اگلے زمانہ مین یونانی حکما دمدار ستارون کو سمجھتے تھے کہ آسمان اور زمین کے بیچ مین پیدا ہوتے ہین اور فنا ہو جاتے ہین - اب دوربین سے معلوم ہوا کہ یہ مستقل ستارے ہین جو پیدا اور تمام ستارون کے اوپر نکل جاتے ہین - یونانیون سے جس طرح کا جسم آسمانون کا مانا ہے ویسا ہی ہوتا تو وہ دمدار ستارون کو روکتا یا دمدار ستارے

کی وجہ سے تمام آسمان شیشہ کی طرح جکنا چور ہو جاتے۔

۴۔ حکمار یونانی شمس کو زمین کے گرد گھومنے والا مانتے ہیں لیکن اگر انکے پاس دوربین ہوتی اور وہ زہرہ وغیرہ سیارون کا بدر و ہلال ہونا دیکھتے تو سمجھتے کہ آفتاب کے گھومنے سے یہ بات پیدا نہین ہو سکتی بلکہ زمین مع تمام سیارون کے آفتاب کے گرد گھومے جب ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

۵۔ دوربین سے کبھی عطارد اور زہرہ آفتاب سے نیچے دکھائی دیتے ہین اور کبھی آفتاب کے اوپر دکھائی دیتے ہین۔ اگر یونانیون کی طرح فلک اول پر زہرہ دوم پر عطارد۔ سیوم پر شمس مانا جائے تو یہ صورت پیدا نہین ہو سکتی۔ یہ صورت جب ہی پیدا ہو سکتی ہے کہ شمس کے گرد عطارد۔ عطارد کے بعد زہرہ۔ زہرہ کے بعد زمین چکر لگائے۔

غرضکہ یونانیون کا یہ قول کہ آسمان شیشہ کا سا ایک جسم ہے اور پیاز کے چھلکون کی طرح تو بہ تو جما ہوا ہے اور اسمین سیارے جسمین شمس بھی داخل ہے جڑے ہوئے ہین۔ آسمان زمین کے گرد گھومتے ہین اور انکے ساتھ سیارے بھی گھومتے ہین۔ اتنا غلط ثابت ہوا کہ بدیہیات مین داخل ہو گیا ہے۔ نظام بطلیموسی (یونانی) کے صحیح ماننے مین ایک یہ بھی برائی ہے کہ خدا کی قدرت محدود ہو جاتی ہے اور نظام شمسی ماننے مین خدا کی قدرت کا مد جو مثل اُسکے بے انتہا ہے غیر محدود معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے اس مقولہ کو وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے جو نظام شمسی کو پورے طور پر جانتا ہے۔

ہم اپنے مضمون کے سمجھانے کے لیے اگر تمام آیتون سے بحث کرین

تو مضمون بے وجہ طول ہوجائے گا۔ لیکن اُن تمام اہم آیتون سے ہم ضرور بحث کرنا چاہتے ہین جنکے سمجھنے کے بعد پھر تمام قرآن کا نظام شمسی کے مخالف نہ ہونا بخوبی سمجھ مین آجائے۔

قرآن مین سما کا لفظ عموماً بولا گیا ہے۔ سما کے معنی لغوی پہلے سمجھنا چاہیے۔

قاموس مین لکھا ہے کہ "السماء معروف" یعنے آسمان وہی ہے جسے سب جانتے ہین اب سوال یہ ہے کہ سب کسے آسمان جانتے ہین۔ ہندوستان مین جسے سب لوگ آسمان سمجھتے ہین اُسی کو عرب بھی جنکی زبان مین قرآن اُترا تھا آسمان سمجھتے تھے اور اُسی کو تمام دنیا کے لوگ اپنے دل مین آسمان سمجھتے ہین۔ یعنے زمین کے گرد نیلی یا سبز چیز جو چارون طرف سے زمین کو گھیرے ہوئے نظر آتی ہے وہی سما ہے اور یہ علم ہیئت کے آسمان سے الگ ہے۔ نظام بطلیموسی کے روسے بھی یہ وہ شیشہ والا آسمان نہین ہے جسمین کواکب جڑے ہوئے ہین یا تیر رہے ہین اور نہ نظام شمسی والا یہ خلاے محض ہے جسپر سیارون کا مدار ہے بلکہ یہ ایک دوسری شے ہے۔ تمام حکماء قایل ہین کہ زمین کے اوپر طبقہ ہوائی ہے۔ اس طبقہ ہوائی مین آفتاب کی کرنین منعکس ہوکر یہ رنگ پیدا کرتی ہین جو سب کو نظر آتا ہے تو گویا یہ آسمان جو ہمکو دکھائی دیتا ہے اسی زمین کا ایک جزو ہے اور ممکن ہے کہ اور سیارون مین بھی ایسے ہی آسمان ہون۔ سورۂ حم مین اس آسمان کو "سماء دنیا" لکھا ہے۔ کتنا پر معنی لفظ ہے۔ غرضکہ اصلی معنے آسمان کے ہین یہی نیلی چھت جو اوپر نظر آتی ہے لیکن مجازاً اسکو ہر چیز پر بول سکتے ہین جو اوپر ہے۔

اسی لحاظ سے سماء کا لفظ قرآن مین چار معنون مین بولا گیا ہے۔

۱- کہین اُس نیلی چیز پر بولا گیا ہے جو دکھائی دیتی ہے۔

۲- کبھی محض فضاے محیط پر بولا گیا ہے۔

۳- ابر اور بادل کے معنی مین بھی بولا گیا ہے۔

۴- ستارون کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔

قسم اول یعنے نیلی چھت کے معنی مین جہان سما کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہان زائد مخاطب کا لحاظ کیا گیا ہے یعنے عرب کے لوگ اس نیلی چھت کو جس طرح کی سمجھتے تھے کہین اُنھین کے پندار کے موافق اُنسے گفتگو کی گئی ہے۔ قرآن مین جہان آیا ہے کہ آسمان کو دیکھو وہان اکثر آسمان سے نیلی چھت مراد ہے کیونکہ وہی دیکھنے کی چیز ہے۔ اُن تمام آیتون کے لکھنے کی ضرورت نہین ہے جسمین کسی قسم کی بحث پیدا نہین ہوتی لیکن وہ آیتین جنمین شبہات پیدا ہو سکتے ہین ضرور قابل تذکرہ ہین۔

"اگر ہم کھول دین اُنپر دروازے آسمان کے اور وہ ایسے ہو جائین کہ وہ تمام دن اُس مین چڑھتے رہین جب بھی کہین گے کہ ہماری ڈھیٹھ بندی ہوئی ہے یا ہم پر جادو ہوا ہے[۱]"

اسمین جو لفظ دروازے کا آیا ہی اُسکا مطلب یہ نہین ہی کہ آسمان مین دروازے ہین بلکہ ایک غیر ممکن بات فرض کر کے کہی جاتی ہے کہ آسمان مین دروازہ ہو جائین اور کفار چڑھنے لگین جب بھی وہ ایمان نہ لائین گے اور کہین گے کہ ہم پر جادو کیا گیا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ایسی ہی غیر ممکن بات کو مثالاً بیان کر کے اس

[۱] ولو فتحنا علیہم باباً من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون

معنی کی اور توضیح کی گئی ہے -

"ہماری نشانیان جنھون نے جھٹلائین اور اظہار تکبر کیا انکے لیے آسمان کے دروازے
نہ کھلین گے (یعنے انکے حق مین خیر و برکت نہ ہوگی) اور نہ وہ بہشت مین جائین گے
جب تک سوئی کے ناکے مین اونٹ نہ گھسے گا"

یعنے اونٹ کا سوئی کے ناکے مین گھسنا جس طرح محال ہے اُسی طرح اُنکا بہشت مین جانا محال ہے - اسی طرح سورۂ اوّل کے یہ معنے ہوسکتے ہین - کہ جس طرح آسمان مین دروازون کا ہونا محال ہے اُسی طرح یہ بھی محال ہے کہ جنکے لیے ایمان لانا بدا نہین ہے وہ ایمان لائین - اسی مقام پر تفسیر کبیر مین جو کچھ لکھا ہے اُسکے ایک جزو کا ہم ترجمہ کرتے ہین "ماحصل یہ ہے کہ جب اہل عرب نے رسول خدا پر ایمان لانا آسمان سے فرشتون کے اُترنے پر منحصر کیا تو اللہ تعالی نے اس آیت مین بتایا کہ اگر بر تقدیر ایسا ہو تب بھی منکرین کہین گے کہ یہ جادو ہے اور جو چیزین ہمکو دکھائی دیتی ہین فی الواقع ہم اُنکو نہین دیکھتے" اب اگر یہ کہا جائے کہ جب آسمان مین فرشتون کے اُترنے اور کافرون کے چڑھنے کے لیے دروازہ رکھا گیا تو آسمان کو ٹھوس ہونا چاہیے نہ کہ ہوائی تو ہم کہین گے کہ بیشک جن لوگون سے گفتگو کی گئی تھی وہ آسمان کو ٹھوس ہی سمجھتے تھے اور انھین کے خیال کے مطابق اُنسے گفتگو کی گئی - اس سے یہ نہین نکلتا کہ خدا نے اس نیلی چھت کو اینٹ - پتھر - شیشہ یا کسی اور ٹھوس چیز کی بنی ہوئی بتائی ہے محض بندون کے خیالی جسم پر بندون کے محاورہ کے موافق دروازہ کھولنے کا اطلاق ہوا ہے نہ بطور اصل حقیقت کے -

۵۲ ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنها لا تفتح لهم ابواب السماء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط -

ایک جگہ ہے۔ "آسمان کو ہم نے محفوظ چھت[۳] بنائی۔" اور دوسری جگہ ہے "قسم ہے اونچی چھت[۴] کی۔" ان دونوں مقاموں پر سقف محفوظ (محفوظ چھت) اور سقف مرفوع (اونچی چھت) مین سقف (چھت) سے یہی نیلی چیز مراد ہے۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ آسمان کو چھت اسلیے کہا کہ وہ زمین کے لیے ایسا ہی ہے جیسے کہ گھر کے لیے چھت۔ اسمین جو لفظ مرفوع آیا ہے وہ بھی کچھ بے موقع نہین ہی بیشک یہ نیلی چھت مرفوع نظر آتی ہے۔ لیکن مرفوع ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ ڈاٹ لگا کر گنبد بنایا گیا ہے۔

"کیا وہ اپنے آگے پیچھے آسمان و زمین نہین دیکھتے۔ اگر ہم چاہین تو انکو زمین مین دھنسا دین یا چاہین تو انپر آسمان سے کوئی ٹکڑا ڈالین[۵]۔" کفار کہا کرتے تھے کہ اگر ہم خدا کا کہنا نہین مانتے تو خدا ہم پر آسمان کیون نہین گرا دیتا کہ ہم دب کر مر جائین۔ کفار اپنی پندار مین سمجھتے تھے کہ نیلی چھت ایسی ٹھوس ہی کہ اسکے گرنے سے لوگ دب جائین گے ان کفار کی پندار کے موافق آیت اُتری کہ زمین و آسمان سب خدا ہی کا بنایا ہوا ہے جیسا کہ کفار دیکھتے ہین۔ پھر خدا کے لیے یہ کیا مشکل ہی کہ وہ زمین مین کفار کو دھنسا دے یا آسمان کا ٹکڑا کفار پر گرا دے۔ یہان ٹکڑا زیر بحث نہین تھا۔ بلکہ خدا کی قدرت زیر بحث تھی۔ مخاطب عرب تھے اسلیے اُنھین کی سمجھ کے موافق اور اُنھین کے محاورات کے مطابق ٹکڑے کا لفظ بولا گیا۔ یہ معنی زیادہ تر صاف ہو جاتے ہین دوسری آیت کے

---

[۳] وجعلنا السماء سقفاً محفوظاً۔ الانبیاء آیۃ ۳۲

[۴] والسقف المرفوع۔ الطور آیۃ ۵۔

[۵] افلم یروا الی ما بین ایدیہم وما خلفہم من السماء والارض ان نشأ نخسف بہم الارض او نسقط علیہم کسفاً من السماء۔ سبا آیۃ ۹۔

پڑھنے سے۔ کافرون نے پیغمبر سے کہا "تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا" پھر اسکے جواب مین اگر کہا جائے کہ خدا ٹکڑا گرانے پر قادر ہے تو بلحاظ مخاطب کے خیال کے کیا بیجا ہوا۔ اور ممکن ہے کہ سما سے بادل مراد ہو جیسا کہ آگے بیان کیا جائیگا تو پھر مطلب اور بھی صاف ہو جاتا ہے کہ زمین اور بادل انسان کے لیے مفید ہین۔ مگر انکو خدا اس طرح مضر کر سکتا ہے کہ زمین کو دھنسا دے اور بتدریج پانی برسنے کے عوض ایک دم سے ابر کو گرا دے کہ شدت بارش باعث ہلاکت ہو۔ اسی کے قریب امام فخر الدین رازی لکھتے ہین "خدا نے اس سے کافرون کو تہدید کی ہے کہ ہم چاہین تو زمین کو دھنسا دین یا آسمان کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دین۔ جو چیز تمھارے فائدہ کی ہے اُسے مضر کر دین دھنسا کر یا ٹکڑہ ٹکڑہ کر کے"۔

"جس دن ہم لپیٹ لین گے آسمان جیسے لپیٹتے ہین طومار زمین کاغذ"[۱] آثار قیامت اور قدرت خدا کا ذکر ہے کہ جس طرح خدا نے آسمان پیدا کیا اُسی طرح اسکو نیست بھی کر دے گا یعنے جس طرح پھیلایا اُسی طرح سمیٹ بھی لے گیا۔ اس سے ٹھوس ہونا آسمان کا معلوم نہین ہوتا بلکہ اسکی نفی ہوتی ہے۔ اگر وہ ٹھوس ہوتا تو کاغذ کی طرح لپٹا کیونکر لیکن واضح رہے کہ اس سے کاغذ کی طرح ہونا بھی پایا نہین جاتا۔ یہ بھی ایک طرز بیان کا۔ اس سے مقصود صرف معدوم کرنے کا بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ مابعد عبارت سے ظاہر ہے "جیسا کہ ہم نے پہلے پہل پیدا کیا تھا ویسا ہی پھر کرین گے" (کما بدانا اول خلق نعیدہ) اسکا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان کو نیست کر کے پھر ہم پیدا کرین گے۔

---

[۲۶] فاسقط علینا کسفا من السماء ان کنت من الصادقین۔ الشعرا آیۃ ۱۸۷۔

[۲۷] یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب۔ انبیاء آیۃ ۱۰۴۔

قرآن مین ایک دوسری جگہ پر ہے کہ "آسمان اللہ کے داہنے ہاتھ مین لپٹے ہوئے ہین"
(والسموات مطویات بیمینہ) صاحب کشاف نے اس موقع پر لکھا ہے کہ "مٹھی سے ملک
خدام مراد ہے۔ اور داہنے ہاتھ سے اسکی قدرت مراد ہے اور اُسکے داہنے ہاتھ
مین لپٹنے والے سے مراد ہے فنا ہونے والا"

عرب سمجھتے تھے کہ مثل زمین کے آسمان ایک ٹھوس چیز ہے اور وہ زمین کے اوپر اس طرح سے ہے جس طرح رکابی کے اوپر سرپوش رکھا جاتا ہے۔ خدا نے عربون کی سمجھ کے مطابق اگر یہ کہا کہ یہ گنبد چرخ اتنا پرانا ہے لیکن ہنوز قایم ہے زمین پر گرنے نہین پاتا تو آخر کسی قوت نے اسکو سنبھال رکھا ہے اور وہی خدا ہے۔ "وہی تھام رکھتا ہے آسمان کو زمین پر گرنے سے"۔ تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ قرآن مین یہ نیلا آسمان ٹھوس مانا گیا ہے اور اگر آسمان سے کواکب مراد لیے جائین جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا تو تاویل کی بھی ضرورت نہین رہتی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ عرب جسے آسمان سمجھتے تھے اور جسے وہ ٹھوس سمجھتے تھے اُسکی بیان ہے اور اُنھین کی سمجھ کے موافق الفاظ استعمال کیے گئے ہین۔

"جب آسمان پھٹے گا تو گلابی تیلیا ہو جائے گا" اسی طرح اور بھی چند آیتین ہین جنمین آسمان کا پھٹنا۔ چرنا۔ کھلنا ٹکڑہ ٹکڑہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور زیادہ تر آثار قیامت کے متعلق یہ بیانات ہین مقصود ان سب سے آسمان کا فنا ہونا ہی۔ عربون کے خیال کے مطابق فنا ہونے کی صورت بیان کی گئی ہے تاکہ اُنکو سمجھنے مین دقت

[illegible] ویمسک السماء ان تقع علی الارض الحج آیۃ ۶۴۔
[illegible] فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان۔ رحمن ۳۷۔

نہو۔ سکھانا تھا اخلاق اور سکھایا جاتا علم ہیئت تو مطابق فطرت ہوبائبل سیلئے انکی پندار کے موافق الفاظ اختیار کیے گئے۔ اسی مضمون کو شاہ ولی اللہ صاحب نے فوزالکبیر میں لکھا ہے " پس اگر برخلاف طور الیشان (عرب اول) گفتہ شود بحیرت درماند وچیزے ناآشنا بگوش الیشان رسد و فہم الیشان رامشوش سازد" اب اگر یہ کہا جائے کہ قرآن تو صرف عربون کے لیے نہ تھا تمام جہان کے لیے تھا دوسرے کیونکر سمجھین تو کہا جا سکتا ہے کہ اول مقصود عرب کو سمجھانا تھا اور اسیلیے صرف عربی زبان مین قرآن اُترا دُنیا کی سب زبانون مین نہین اُترا۔ اور عربون کے ذریعہ سے پھر تمام دنیا مین پھیلانا مقصود تھا۔ اب جہان قرآن جائے گا وہان کے لوگ سمجھ جائینگے کہ قرآن مین بہت سی باتین مخاطب یعنے عربون کے پندار کے موافق کہی گئی ہین۔ اگر کسی کی متعدد بیبیان ہون اور اُس سے کہا جائے کہ تم بیبیون کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہو یہ عیب ہے تو جتنے سُننے والے ہین سب سبق حاصل کرینگے اور سمجھینگے کہ بی بی کے بدسلوکی بُری شے ہے کوئی یہ نہین کہہ سکتا کہ نصیحت صرف اُسکے لیے تھی جسکے بیبیان متعدد ہون میرے تو صرف ایک بی بی ہے میرے لیے بدسلوکی بُری نہین ہے۔

قرآن کے سورۂ نازعات مین " انتم اشد خلقا ام السماء " تم خلقت مین زیادہ مضبوط ہو یا آسمان۔ مضبوط ہونے سے ٹھوس ہونا مراد نہین ہے بلکہ کمال قدرت کا اظہار مراد ہے۔ خدا کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تمام سرسبزی آسمان سے متعلق ہے۔ دھوپ نہو مینہ نبرسے تو دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔ اور یہ دونون چیزین آسمان سے آتی ہین جیسے نیلی چھت کی طرف سے توجس خدا نے آسمان بناڈالا پھر آسمے

انسان کا بنانا اسکا مارنا اور پھر بنانا عذاب و ثواب دینے کے لیے کیا مشکل ہے۔

سورۂ بقر کی ۲۰ آیہ ہے "الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء" اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو محل بنایا آسمان بمقابلہ زمین کے ضرور محل کی صورت مین ہے۔ گنبد نیلگون معلوم ہوتا ہے۔ آفتاب۔ ماہتاب۔ ستارے قندیلون کی طرح لٹکے ہوئے ہین۔ محل سے یہ مراد لینا کہ وہ کسی سخت چیز سے ڈانٹ لگا کر جوڑا گیا ہے اینٹ پتھر یا شیشہ کا بنا ہے قرآن کا مفہوم نہین ہے۔

دوسرے معنی سماء کے فضاے محیط کے ہین۔ اور جو آیتین اس قسم کی ہین انمین زائد بحثین نہین ہین۔

فصلت ۱۱ و ۱۲ مین ہے "پیدا کیا بلندی کو اور وہ دھوان دھار یعنی تاریک تھی اور کہا اسکو اور زمین کو حکم مانو خوشی سے یا ناخوشی سے دونون نے کہا ہم نے حکم مانا خوشی سے پھر کر دیے سات یا متعدد آسمان دو دن مین اور ڈال دیا ہر آسمان مین انکا کام[1]۔

دخان کا ترجمہ کسی نے کہر کیا ہے۔ کسی نے دھوان دھار کیا ہے اور کسی نے تاریک کیا ہے اور یہ سب معنی علماے حال کے خیالات کے بھی موافق ہین۔ فضاے محیط مین کواکب کی روشنی کے قبل تاریکی تھی۔ اس فضاے محیط مین

[1] ثم استوی الی السماء وہی دخان فقال لہا وللارض ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعین فقضٰہن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرہا۔

سیارے گھومتے ہین - انکے گھومنے کی حدین مقرر ہین - ہر ایک حد کو ایک جدا
آسمان علمی قاعدہ سے کہہ سکتے ہین - خدا نے کواکب بنا کر گردش دی - اور
ہر ایک کے مقام گردش کو ایک جدا آسمان قرار دیا - یہ علماے حال کی رائین ہین
اور قرآن اسکے خلاف معلوم نہین ہوتا - فضاے محیط کا خلاے محض ہونا یا اجزاے
لطیف سے پُر ہونا علما مین متنازعہ فیہ ہے لیکن مذہب اسلام کو اس سے بحث نہین
ہے کہ وہ خلاے محض ہے یا وہان کوئی شے ہے لیکن ایسی لطیف کہ گردش
کواکب مین مزاحم نہین ہوتی - ہمکو صرف یہ دکھانا ہے کہ ایک ٹھوس جسم مین کواکب
کا جڑا ہونا اور ربع کواکب کے اُسکا گھومنا جیسا کہ یونانی کہتے تھے اور جواب تحقیقات
جدیدہ سے باطل ثابت ہوا ہی قرآن مین مذکور نہین ہے - اس آیت مین استوی
کے معنے ہم نے لکھے ہین پیدا کیا اور اکثر مفسرین یہی معنی لیتے ہین - ایک
اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ خلا ایک شی معدوم ہے تو اُس سے خدا نے خطاب کیونکر کیا
لیکن یہ محض لفظی تکرار ہے - جو شے مقام گردش کواکب ہے اُسے معدوم کس طرح
کہہ سکتے ہین وہ ضرور موجود مانی جائیگی جا ہے وہ خالی ہو یا بھری ہوئی ہو -
اس قسم کی آیات مین بروج کا لفظ بھی آیا ہے - مثلاً -

" بڑی برکت ہے اُسکی جس نے آسمان مین بروج بنائے اور اُسمین چراغ
اور چاند روشن رکھے -

بروج کے معنی بعضون نے کواکب کیے ہین اور بروج والے آسمان کو
لکھا ہے کواکب والا آسمان اور بعضون نے بروج سے منازل قمر اور منازل سیارات

تبارک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیہا سراجا و قمرا منیرا - الفرقان آیۃ ۶۲ -

مراد لیے ہین اسی کے قریب قریب معنون مین بارہ برج اہل تنجیم مین مشہور ہین۔ بروج سے منارے اور طاق کسی طرح مراد نہین ہوسکتے ہین اس قسم کی آیات مین کہین کہین آسمان کے دروازے بھی مذکور ہوئے ہین۔ مثلاً۔

"نہ کھلین گے اُنپر دروازے آسمان[۱۳] کے"

یہان دروازے سے مراد ہے برکت آسمانی۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہوا ہے کہ "اُنپر دروازے نہ کھلنے کے یہ معنے ہین کہ اُنپر یعنے کافرون پر خیر و برکت نہ نازل ہوگی"

تیسرے قسم کی وہ آیتین ہین جنمین آسمان ابر کے معنے مین بولا گیا ہے۔ مثلاً۔

"بھیجا ہم نے بادل کو اُنپر دھڑلے سے برستا ہوا[۱۴]"

اس قسم کی آیتون مین کوئی آیت قابل بحث نہین ہے۔ صرف ایک جگہ "والسماء ذات الرجع" ہے جسکا ترجمہ آسمان صاحب رجعت کرکے شاید آسمان کے گھومنے کا خیال بعضون نے پیدا کیا ہے۔ اور یونانیون کا آسمان سمجھا ہے۔ لیکن اسکے ہین تفسیرون مین بہت صاف ہین۔ تفسیر کبیر مین رجع کے معنی مینہ کے ہین۔ اور اسلیے عبارت مذکورۂ بالا کا ترجمہ یہ ہوگا "مینہ والا بادل"۔ علاوہ اسکے اور بھی کئی معنی مفسرون نے لکھے ہین لیکن یونانیون کا آسمان کسی معنی سے ثابت نہین ہوتا۔

چوتھی قسم کی وہ آیتین ہین جنمین سماء کی جمع سماوات مستعمل ہوئی ہے اور اسکے معنی کواکب کے ہین۔ عرب کے محاورہ مین ظرف سے مظروف مراد لینا بہت عام ہے۔ فضاے محیط مین کواکب بھرتے ہین اس لیے فضاے محیط آسمان

[۱۳] لاتفتح لہم ابواب السماء - اعراف ۳۸-
[۱۴] وارسلنا السماء علیہم مدرارا - انعام ۲-

یا سمار بول کر اس سے کواکب مراد لے سکتے ہین - اِن آیتون سے ہکو یہ دکھانا ہی
کہ قرینہ بھی ایسے ہی امکان کا مقتضی ہی -

سورہ ملک آیہ ۳ مین ہی - " الذی خلق سبع سموات طباقاً " - ترجمہ - جس نے
پیدا کیا سات یا متعدد آسمانون یا کواکب کو تلے اوپر - اسمین ہر ایک لفظ بحث طلب
ہی - آسمانون سے کیا مراد ہی - سات سے کیا مراد ہے اور تلے اوپر سے کیا
مراد ہے - پہلے ہم یہ طے کرنا چاہتے ہین کہ آسمانون سے کواکب مراد ہین
کیونکہ اسکے بعد کی آیتین اسی معنی کی موید ہین - اسکے بعد مذکور ہے -

" خدا کے پیدا کرنے مین تو تفاوت نہین دیکھے گا[۱۴] " پھر خدا کہتا ہے -

" پھیر اپنی نگاہین کہین کچھ خرابی تجھے دکھائی دیتی ہی[۱۵] " پھر خدا کہتا ہے -

" پھر پھیر اپنی نگاہ دوبارہ تیری نگاہ عاجز ہو کر اور تھک کر اولٹ آوے گی[۱۶] "

ان آیتون سے صاف ظاہر ہے کہ جن آسمانون کا ذکر خدا نے پہلی آیت مین
کیا ہے وہ انسان کے دیکھنے کی چیز ہے اور انسان کو صرف کواکب نظر آتے
ہین کواکب کے گھومنے کی جگہین وہ شیشہ کی سی ہون یا ہوا اور پانی کی سی
ہون یا خلاء محض ہون کسی حالت مین انسان کے دیکھنے کی چیزین نہین
ہین - اس آیت مین تلے اوپر کا لفظ بھی زیر بحث ہے بعض اسکے معنی یونانی آسمان
کی رعایت سے پیاز کے چھلکے کی طرح تو بہ تو سمجھتے ہین - مگر یہ صحیح نہین ہے -

---

[۱۴] ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت -

[۱۵] فارجع البصر ہل تری من فطور -

[۱۶] ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وہو حسیر -

ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی کہ طباقا یعنے تلے اوپر سے یہ ضرور نہین ہے کہ وہ چمٹے ہوئے ہون بلکہ یہ مطلب ہے کہ باہم متوازی ہون (یعنے حالت حرکت مین ایک دوسرے سے ٹکرا نہ جائین) اب لفظ "سات" کا رہا۔ دیکھنے مین صرف سات ہی سیّارہ نظر آتے ہین اور یہی زیادہ اہم بھی ہین اسلیے انھین سات کا ذکر کیا گیا اسکا یہ مطلب نہین ہے کہ سات سے زائد نہین ہین۔ اور محاورہ کے مطابق لفظ سبعہ جسکا ترجمہ سات ہے بمعنی متعدد بھی آتا ہے۔ اگر اس آیت مین یہی ترجمہ اختیار کیا جائے تو پھر کوئی بحث پیدا نہین ہوتی۔

سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۱ مین ہے "کیا نہین دیکھا تم نے کہ جس اللہ نے آسمانون کو اور زمین کو پیدا کیا ہی وہ طاقت رکھتا ہی کہ ایسے ہی اور پیدا کرے"[۱۷]

اور دوسری جگہ سورۂ لقمان آیت ۹ مین ہے "پیدا کیا اللہ نے آسمانون کو بغیر ستون کے کہ تم دیکھو انکو"[۱۸]۔

انہین تو صریح دیکھنے کا لفظ آسمانون کے ساتھ ہے اور سوا ے کواکب کے جو دکھائی دیتے ہین دوسرے معنی ہو ہی نہین سکتے۔ اور اگر کہا جائے کہ نیلی چھت جو دکھائی دیتی ہے اُسکی طرف اشارہ ہے جب بھی ہمارا مطلب حاصل ہوتا ہے کیونکہ مقصود تو ہمارا صرف یہ ہی کہ یونانیون کا آسمان خواہ مخواہ قرآن سے ثابت نہین ہوتا

سورۂ نوح آیت ۱۵ و ۱۶ مین تو گویا صاف طور پر آسمان کے معنی کواکب کے بتا دیے گئے ہین۔ خدا کہتا ہے "تم نہین دیکھتے کہ اللہ نے سات یا متعدد

---

۱۷ اولم یروا ان اللہ الذی خلق السّمٰوات والارض قادر علی ان یخلق مثلہم۔
۱۸ خلق السّموات بغیر عمد ترونہا۔

آسمانون کو کس طرح تلے اوپر پیدا کیا ہے اور انھین سے چاند کو نور اور سورج کو چراغ روشن بنایا ہے[۵۱۹]"

"انھین سے" صریح ظاہر ہے کہ چاند اور سورج بھی سموات مین داخل ہین جس طرح دوسرے مقام پر خدا حضرت ابراہیم کی دعا کا ذکر کرتا ہے۔

"اے ہمارے پروردگار اُٹھا انھین ایک رسول انھین مین سے[۵۲۰]" یعنے انھین کی قوم مین سے ایک کو رسول بنا۔

واضح رہے کہ کہین کہین قرآن مین سموات صیغہ جمع کو مفرد کے معنی مین بھی بولتے ہین۔ اخفش کا قول ہے کہ سموات جنس ہے اور بمعنی مفرد بھی مستعمل ہوتا ہے آیہ کریمہ "اولم یر الذین کفروا ان السمٰوات والارض کانتا رتقا ففتقنہما" انبیاء آیۃ ۳۰۔ کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب نے یون کیا ہے "آیا ندیدند کافران کہ آسمانہا و زمین بستہ بودند پس واکردیم اینہارا" اور حاشیہ پر لکھا ہے "واکردن آسمانہا نازل کردن مطر است و واکردن زمین رویانیدن گیاہ از وے" اور شاہ عبد القادر نے اسکا ترجمہ یہ لکھا ہے "کیا نہین دیکھا ان منکرون نے کہ آسمان و زمین مُنہ بند تھے پھر ہم نے اُن کو کھولا" اور حاشیہ پر لکھا ہے "مُنہ بند تھے یعنے ایک چیز تھی۔ زمین سے کانین اور نہرین اور سبزے بھانت بھانت نکلے آسمان سے کئی ستارے ہر ایک کا گھر جُدا اور چال جُدی" اس سے ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے آسمانون کو بصیغہ واحد لیا اور اُسکے معنی مینہ کے قرار دیے اور مولوی عبد القادر نے

[۵۱۹] الم تر کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا وجعل القمر فیہن نورا وجعل الشمس سراجا۔

[۵۲۰] ربنا وابعث فیہم رسولا منہم۔

جمع کے معنے رکھے اور اسنے ستارے مراد لیے - جمع کے معنی لینے مین بھی بادل
کے معنے پیدا ہو سکتے ہین کیونکہ بادل مختلف اقسام کے ہوتے ہین اور
انکے ٹکڑے بھی الگ الگ ہوتے ہین بہرحال ابر کے معنے زیادہ چسپان ہین
کہ زمین کی روئیدگی اور آسمان کی بارش کا ساتھ ہے اور اسی پر دنیا کے تمام
کارخانے مبنی ہین - خدا انھین کو دکھا کر اپنی قدرت یاد دلاتا ہے - اس آیتہ مین بند
رہنے اور کھولنے یعنے رتق و فتق کا جو لفظ آیا ہے اُس سے آسمان کا ٹھوس ہونا
کسی طرح ضروری نہین معلوم ہوتا -

فصل پنجاہ و یکم

سحر (جادو)

ایک یورپین جج کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا جسمین ایک رذیل قوم کے
دو شخص باہم لڑتے تھے - ایک کو دوسرے سے یہ شکایت تھی کہ اُسنے اپنے گھر کا بھوت
اُسکے یہان بھیجدیا ہے - جج نے پوچھا کہ بھوت کس ذریعہ سے گیا ہے - کہا گیا کہ اُرد کے
دانہ پر جادو کے ذریعہ سے بھوت مسلط کیا گیا اور وہ دانہ بھیجا گیا - اُرد کا دانہ بھی پیش
کیا گیا تھا - جج وہ دانہ مُنھ مین رکھ کر نگل گیا اور کہنے لگا تم لوگ جاؤ بھوت کو ہم کھا گئے
اور پھر دونون متخاصمین مطمئن ہو کر چلے گئے - یہ حکایت ہم نے اپنے ایک بوڑھے
دوست سے سُنی اور سُننے کے بعد صرف اتنی ترمیم ذہن مین آئی کہ جج نے وہ
دانہ فی الواقع کھایا نہ ہوگا متخاصمین کو اپنا نگل جانا باور کرا دیا ہوگا اور نظر بچا کر دانہ کو
پھینک دیا ہوگا لیکن اسکے ساتھ ہی معاً یہ خیال گزرا کہ کیا ایسے اوہام باطل سے با ینکہ یہان
مانے جا سکتے ہین - ایک طرف تو یہ خیال تھا کہ جو قوم اعلی درجہ کی تہذیب کے

تمام عالم پر صدیون تک حکمران رہ چکی ہے اُسکے خیالات ایسے بودے ہرگز نہ ہونگے۔
اور دوسری طرف یہ خیال کہ مسلمانون مین جادو کا برحق ہونا مشہور ہے اور قرآن مین
بھی سحر کا لفظ جا بجا آیا ہے یہ کیا راز ہے۔ اور اُسکے ساتھ ہی یہ بھی خیال گزرا کہ اگر خدا نے
جادو گردن کو سب کچھ قدرت دیدی ہے تو پھر وہ قادر مطلق کہان رہا۔ اِن خیالات نے
مجھے تحقیق حق کی طرف مایل کیا اور بعد تحقیق کے جو کچھ میری سمجھ مین آیا وہ ذیل مین
درج کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے سحر کے معنی کی مین نے تحقیقات کی۔ عام طور پر جو کچھ اسکا مفہوم
عوام مین سمجھا جاتا ہے مین نے اسپر غور کیا اور اسکے علاوہ جتنی صورتین قیاسات سے
پیدا ہوسکتی ہین سب پر نظر کی تو آٹھ صورتون سے زیادہ پیدا نہین ہوتین انمین
سے بعض کا مانا جانا کچھ مضایقہ نہین رکھتا اور بعض کا ماننا دائرہ اسلام سے خارج
ہوجانے کا حکم رکھتا ہے۔

اول خود قوت نفس انسانی کبھی کبھی عجائبات دکھاتی ہے اور لوگ اُسے
جادو سمجھتے ہین۔

نفس انسانی کی قوت کو مشق اور مجاہدات سے بڑھا لینا ہر مذہب اور ہر قوم مین
پایا جاتا ہے۔ اس قوت کے ذریعہ سے ایک شخص دوسرے پر اپنا اثر ڈال سکتا ہے
اور دوسرے کے واہمہ کی مغلوبی اُس اثر کو اس طرح قبول کرتی ہے کہ غیر موجودہ
شے اُسے موجود معلوم ہوتی ہے اس قسم کے اثر سے صحیح آدمی بیمار ہوجاتا ہے اور بیمار
آدمی صحیح ہوجاتا ہے۔ خواب مقناطیسی جسکو مسمریزم کہتے ہین اور آجکل بہت دیکھا جاتا ہے
اُس کی شاخ ہے حکماے یونان کا علم اشراق بھی اسی قبیل سے تھا۔

دوم۔حس یا نظر کی غلطی عجائبات روزگار سامنے پیش کرتی ہے۔
اس قسم کی غلطیان بہت ہوجاتی ہین۔رات کو ایک چیز دیو کی صورت نظر آئی آنکھ۔کان اور ناک دکھائی دیے۔بڑے بڑے دانت کھولے ہوئے وہ شے ہم پر جھپٹی اور ہم سہم گئے۔لیکن جب قریب سے ٹٹولا تو ڈھاتھ کی لکڑی کونے مین کھڑی ہوئی نظر آئی۔کبھی کبھی دن کو بھی ایک چیز ہمارے واہمہ مین گزری۔لیکن فی الواقع وہ کوئی شے نہ تھی۔ہماری نظر کی غلطی تھی۔علم مناظر مین آنکھ کا غلطی کرنا بہت اچھی طرح سے عالمون نے بیان کیا ہے۔اسی نظر کی غلطی سے فائدہ اُٹھانے کے لیے بھانمتی کا تماشا کرنے والے گولیان اُڑاتے ہین۔کوئی شے ایک بٹہ مین رکھی اور دوسرے بٹہ سے نکال دی۔اور جب کبھی وہ قوت نفس بھی صرف کرسکے اور اس دوسری قسم کے ساتھ پہلی قسم بھی مل گئی تو نہایت کامیابی سے انکا تماشا ہوتا ہے۔
سیوم۔علم و فن کی کاریگریان بھی ناواقفون کے لیے جادو ہوتی ہین۔
علم و فن کے ذریعہ سے ہر قرن مین کچھ نہ کچھ باتین ایجاد ہوئی ہین۔اور ہر ایک ایجاد ناواقفون کے لیے شروع شروع ضرور جادو تھا۔جن لوگون نے یورپ کی صناعیان نہین دیکھی ہین اگر وہ جنوبی امریکا یا وسط افریقہ سے لاکر لندن کی بازار مین کھڑے کردیے جائین تو گھڑی کا بجنا۔خود بخود برقی روشنی کا ہوجانا۔دیا سلائی سے سگرٹ جلانا۔بائیسکل پر لوگون کا بھاگتے ہوئے چلا جانا۔بھاپ سے زمین کے اندر ہی اندر ریل کا دوڑنا۔یہ سب باتین اُنکے نزدیک اسی طرح جادو سمجھی جائین گی جس طرح راہبین کروسو کا بندوق سے شکار کرنا فرایڈے سے جادو سے مارنا سمجھا تھا۔آجکل یورپ مین لڑکون کے کھلونے اکثر ایسے ہوتے ہین کہ اگر وہ وحشی انسانون مین جا ملک رکھدیے

جائیں تو وہ اُنکو جادو کا پتلا سمجھیں گے۔

چہارم۔ خاصیت اشیار کی ناواقفیت سے بھی بہت سی چیزیں جادو معلوم ہوتی ہیں۔

خاصیت اشیا جاننے سے بھی بہت سے عجائبات معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک طور پر چوتھی قسم میں بھی داخل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خاصیت اشیا کا جاننا علم پر موقوف ہے۔ مثلاً اگر دو قسم کی ہوائیں الگ الگ دو بوتلوں میں بھر کر اُن بوتلوں کے منھ ملا دیے جائیں تو اس زمانہ کے بڑے بڑے ہوشیار شخص جو کمسٹری نہیں جانتے اُن بوتلوں سے پانی گرنے کو جادو سمجھیں گے۔

پنجم۔ زبان میں بھی جادو ہے۔

جھوٹ سچ ادھر کی اُدھر لگا دی دو شخصوں میں لڑائی ہونے لگی جنکو اسمین مشاقی ہے اُنکے نزدیک زن وشو میں لڑائی کرا دینا۔ بھائیوں میں نفاق ڈال دینا۔ باپ بیٹوں میں دشمنی کرا دینا کوئی بات نہیں ہے۔

ششم۔ ستارون کی تسخیر کا عمل جاننا۔

بعضون کا خیال ہے کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ ستارون کے اثر سے قایم ہیں۔ انمیں سے کوئی ستارون کو واجب الوجود جانتا ہے اور کوئی زمین اور واجب الوجود کے درمیان میں ستارون کو واسطہ سمجھتا ہے اور کسی کا یہ خیال ہے کہ مثل انسان کے افلاک بھی خود مختار جاندار ہیں اور دنیا پر اُنکو پورا قابو ہے ان تینون قسم کے عقیدہ والے کواکب کی تسخیر کے عمل پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور وہ نہیں تو اُنکے معتقدین ضرور سمجھتے ہیں کہ جب اُنھون نے کسی طرف اشارہ کر کے

مثلاً "اقتل یا مریخ" کہا تو مریخ اُسے ضرور قتل کرڈالے گا۔

ہفتم۔ ارواح کا قابو مین رکھنا۔

بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ دنیا مین اچھی اور بُری روحین پھرا کرتی ہین اور کبھی کبھی مرے ہوئے انسانون کی روحین بھی اُنھین شامل ہو جاتی ہین جن پری۔ بھوت۔ چڑیل۔ پریت سب انہین شامل ہین۔ اور لوگ سمجھتے ہین کہ ان روحون کو مختلف اشکال کے قبول کرنے کی قوت ہے۔ اور ان روحون کو ٹوٹکے کے ذریعہ سے قابو مین کر لینا ایک قسم کی جادوگری ہے۔ مشہور ہے کہ اِن روحون کو علوی یا سفلی عملون کے ذریعہ سے تابع کرنے والے اُنسے اپنی مرضی کے موافق اچھے بُرے کام لے سکتے ہین۔

ہشتم۔ تاثیر اسما۔

بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ اسما پر موکل مقرر ہین۔ اسما کا عمل جاننے والے موکلون پر قابو پا لیتے ہین اور پھر تمام مشکل باتین اُنکے لیے آسان ہو جاتی ہین۔ اسما کچھ اچھے ہین اور کچھ بُرے ہین۔ اور اُنکے جاننے والے بھی علوی یا سفلی عاملون کی طرح دو گروہ پر منقسم ہین۔

یہ آٹھ قسمین جادو کی ہوئین۔ انہین سے اول پانچ کے برحق ہونے کا عقیدہ ہر سمجھدار کو رکھنا چاہیے۔ باقی رہین تین قسمین یعنے کواکب ارواح یا اسما کی تسخیر سے عجائبات کا کرشمہ دکھانا یہ کسی ذی علم اور مہذب قوم کے نزدیک کبھی صحیح نہین سمجھا گیا اور نہ اب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسکے تذکرے تمام دنیا مین ہین۔ ہر قوم مین زمانہ قدیم سے اسکا چرچا چلا آتا ہے اور اب بھی اسکا وجود ہے۔ لیکن ہمیشہ جہلا ہی

باتین زیادہ تر مقبول ہوئی ہین اور قوم منکوب مین زیادہ تر اسکا چرچا سنا جاتا ہے۔ مسلمانون مین بھی مثل دیگر اقوام کے اب اسکا چرچا ہے۔ لیکن ابتداے اسلام مین برگزیدہ اعتقادات مسلمانون مین نہ تھے۔ اور نہ زمانہ مابعد کے مستند علما کی کتابون مین کہین اسکا پتہ چلتا ہے۔

اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ قرآن مین ان تین اقسام کے جادو کی نسبت کیا ہے۔ تمام قرآن کی آیتون پر بہ غور نظر ڈالنے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مین اگر کوئی جادو صحیح مانا گیا ہے تو وہ پہلی قسم کا جادو ہے اور اسلیے قرآن کی آیتون سے بحث کرنے کے قبل پہلے قسم کے جادو کی مزید توضیح ضروری ہے۔

نفس انسان مین ایک ایسی قوت برقی اور مقناطیسی موجود ہے جو خود اُسپر اور اُسکے خیال پر اور نیز دوسرون پر اور دوسرون کے خیال پر اثر کرتی ہے۔ یہ اثر بہت معمولی سے ہے۔ کسی کو رنج پہونچا وہ پژمردہ ہوگیا۔ بیمار ہوگیا۔ یا مرگیا۔ یا کوئی خوش ہوا اور واقعی کی وجہ سے ہو یا غیر واقعی کی وجہ سے ہو تو فوراً بشاش ہوگیا اور بدن مین توانائی آگئی۔ یہ قوت نفس ہی کا اثر ہے کہ خود اپنا اثر اپنے اوپر پڑتا ہے اور جاگتے ہی مین ایسا نہین ہوتا بلکہ سونے مین اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ جب نیند نے قواے جسمانی کو کمزور کیا تو قوت نفس کا اثر اور زیادہ ہوگیا۔ اچھے اور برے خواب نظر آنے لگے۔ اچھے خواب سے آدمی خوش ہوتا ہے اور برے خواب سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ خواب مین آدمی عجائبات کی سیر کرتا ہے۔ روتا ہے۔ ہنستا ہے۔ کبھی کبھی خواب مین سمجھتا ہے کہ اُسپر برسین گزر گئین اور حالانکہ دہ گھنٹہ بھر بھی نہین سویا۔ خواب مین سفر کرتا ہے لڑائی لڑتا ہے۔ پانی مین تیرتا ہے۔ جا بجا پڑا ہوا ہے

چادر لپیٹے ہوئے یہ سب کچھ کرآتا ہے۔ یہ سب نتیجہ ہے اسکا کہ قوت نفس خود اپنے آپ پر اثر ڈالتی ہے اور اسی وجہ سے کبھی کبھی انسان سچے خواب بھی دیکھتا ہے اور خود مین جتنی ہی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے اُتنے ہی زیادہ سچے خواب نظر آتے ہین۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک کی قوت نفس کا دوسرے پر اثر پڑتا ہے۔ ایسا بھی بہت ہوتا ہے۔ کسی کو تیور بدل کر دیکھو تو وہ رنجیدہ ہو جائے گا۔ ادب سے اُسکے سامنے کھڑے ہو کر اظہار تعظیم کرو تو وہ خوش ہو جائیگا۔ کسی کی طرف لکڑی اُٹھا کر دوڑو تو وہ ڈر کر بھاگ جائے گا یا غصہ سے اُسکا مُنھ سرخ ہو جائے گا۔ چمکارنے سے بچے خوش ہو کر دوڑے ہوئے چلے آتے ہین۔ ڈانٹنے سے بھاگ جاتے ہین یا حتیٰ کہ جانورون پر بھی اسکا اثر ہوتا ہے۔ کوئی اپنے کُتّے کے سامنے سیٹی بجائے تو کُتا دُم اُٹھا کر کودنے لگتا ہے۔ یہ سب مثالین ہین ایک قوت نفس کی دوسرے پر اثر کرنے کی۔

علاوہ ان معمولی باتون کے چند غیر معمولی صورتین بھی قوت نفس کی ہین جب کسی مین قوت نفس خلقتاً زیادہ مخلوق ہوتی ہے یا مجاہدات اور ریاضات سے بڑھ جاتی ہے تو غیر معمولی باتین اس سے ظہور مین آتی ہین اور لوگون کو تعجب مین ڈالتی ہین۔ مشہور ہین کہ یونان کے اشراقین ایک جگہ بیٹھے ہوئے دور دور کا حال معلوم کر لیتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو اور خود اُنکی قوت نفس اُنپر اثر ڈالتی ہو صوفیان کرام کا مراقبہ بھی اسی کے قریب قریب ہوتا ہے۔ ممکن کا لفظ ہم اسلیے کہتے ہین کہ نہ ہمین یہ کمال ہے اور نہ قرآن مین اسکے یاد کرنے کی ہدایت ہوئی

ہے۔ لیکن برابر ایسا سُنا جاتا ہے اور عقل کے خلاف معلوم نہین ہوتا۔ آج کل مسمریزم کا چرچا بہت ہے۔ معمول پر اپنی قوت نفس کا اثر عامل ڈال دیتا ہے اور معمول تمام باتین جو عامل چاہتا ہے وہی بولتا چلا جاتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو عامل کہتا ہے وہی معمول کو نظر آتا ہے۔ خود اپنے آپ پر اپنی قوت نفس کا اثر ہونا حالت شوق یا خوف مین بارہا دیکھا گیا ہے۔ جب کسی شے کے انتظار مین کھڑے ہوتے ہین تو بارہا اُس شے کی صورت سامنے آجاتی ہے اور پھر غائب ہو جاتی ہے۔ عید کا چاند دیکھنے والون کو اسکا تجربہ بہت دفعہ ہو چکا ہوگا۔ رات کو اور کبھی کبھی دن کو بھی اُس جگہ پر جو ارواح خبیثہ کا مسکن سمجھا جاتا ہے ڈراونی صورتین ضعیف الاعتقادون کے سامنے آکھڑی ہوتی ہین جسکو وہ بھوت پلید سمجھتے ہین۔ لیکن علما کے نزدیک وہ نظر کے دھوکے سے زیادہ کوئی شے نہین ہے اور نظر کا دھوکا ان حالتون مین ایک شاخ ہے خود اپنے آپ پر قوت نفس کے اثر ہونے کی۔

قرآن مین دو مقام پر سحر کا ذکر آیا ہے۔ ایک تو وہان جہان فرعون کے ساحرون سے حضرت موسیٰ کا مقابلہ ہوا۔ اور دوسری جگہ ہاروت و ماروت کے سحر کا ذکر ہے اور تیسرا موقع یہ ہے کہ کفار پیغمبرون سے جب کوئی بات عجیب دیکھتے تھے تو پیغمبرون کو کہا کرتے تھے کہ یہ ساحر ہین۔ یہ تیسری صورت بہت صاف ہے پیغمبرون کو کفار ساحر اور مسحور کہتے تھے۔ مسلمان ایسا نہین کہتے تھے اور نہ خدا کہتا ہے۔ ساحر سے کفار مراد لیتے تھے نظر بندی کرنے والے۔ جس طرح یہان مداری تماشہ کرتے ہین اور ایک شے کی گولی دوسرے مین دکھاتے ہین۔ عوام مین اُنکی کوئی وقعت نہین ہوتی محض وہ تماشہ گر سمجھے جاتے ہین۔ اسی طرح مصر اور شام مین بہت سے لوگ پہلے سے [illegible]

عمدہ باتوں کے سمجھنے کی تو کفار میں شروع شروع قابلیت نہیں ہوتی تھی یا ہوتی بھی تھی تو وہ دھیان نہیں کرتے تھے اور جب کبھی کوئی عجیب بات دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ مدار یا یعنی جادوگر ہے۔ مثلاً سورۂ اسریٰ میں ہے۔

"کافر آپس میں کہتے ہیں کہ تم محمد کی پیروی کرتے ہو جو جادو کیا ہوا آدمی ہے"

اور دوسری جگہ اسی سورہ میں ہے۔

"فرعون نے موسیٰ سے کہا کہ موسیٰ میں پوچھتا ہوں کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے"

زیادہ وضاحت کے لیے فقص قرآنی نفس ۳۵ پڑھنا چاہیے۔

اب حضرت موسیٰ اور فرعون کے سحر کون میں جو لفظ سحر (جادو) کا استعمال کیا گیا ہے اُسکا ذکر کیا جاتا ہے۔ فرعون کے ساحروں سے حضرت موسیٰ کا مقابلہ کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰ آگ کے پاس گئے تو وہ پکارے گئے اور ایک خدائے واحد کی عبادت کا اُنکو حکم ملا اور وحی سے القا ہوا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے موسیٰ نے کہا کہ میری لاٹھی ہے جسکو ٹیک لیتا ہوں اور بھیڑوں کو بھی اس سے ہنکاتا ہوں اور دوسرے کاموں میں بھی لاتا ہوں۔ پھر وحی سے القا ہوا کہ موسیٰ اسکو پھینکدے۔ پھر موسیٰ نے اُسے پھینک دیا تو وہ دفعتاً چلتا ہوا سانپ تھا۔ پھر وحی سے القا ہوا کہ اسے پکڑ لے نہ ڈر ہم پھر اسے پہلے ہی سا کر دیں گے۔

سورۂ نمل میں مذکور ہے کہ جب موسیٰ آگ کے پاس پہونچے تو اُنسے کہا گیا کہ جو کچھ آگ میں اور آگ کے گرد ہے اُسکو ہم نے برکت دی ہے۔ اللہ پاک تمام عالموں کا پروردگار ہے اے موسیٰ بیشک میں خدا ہوں سب پر غالب حکمت والا اسکے بعد وحی سے موسیٰ کو القا ہوا کہ اپنی لاٹھی پھینک دے پھر اُنھوں نے دیکھا کہ وہ سانپ

کی طرح ہلتی ہے تو پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹے اور پھر پلٹ کر رخ نہ کیا القا ہوا۔ موسیٰ

نہ ڈر میرے پاس پیغمبر نہین ڈرتے۔

ان آیتون پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ لاٹھی سانپ نہین ہو گئی تھی۔ بلکہ وہ سانپ دکھائی دی تھی۔ ان آیات مین "پھر پہلی سا کر دین گے" (سنعیدہا سیرتہا الاولی) اور "سانپ کی طرح سے" (کانہا جان) ظاہر کرتا ہے کہ لکڑی کی ماہیت نہین بدلی تھی بلکہ لکڑی اپنی حالت پر تھی اور اسلیے کہہ سکتے ہین کہ حضرت موسیٰ پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ اسی قوت نفس انسانی کا ظہور تھا جسکا اثر خود آپ پر ہوا۔

اسکے بعد کے حالات مین دکھایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ کی قوت نفس کا اثر دوسرون پر پڑا۔ حضرت موسیٰ اپنی لاٹھی لیے ہوئے فرعون کے پاس آئے اور فرعون کو حضرت موسیٰ کی لاٹھی سانپ معلوم ہوئی۔ لیکن فرعون کے دل مین کچھ عظمت حضرت موسیٰ کی قایم نہین ہوئی۔ وہ حضرت موسیٰ کو ساحر سمجھا اور دوسرے ساحرون کو جنکو ہم اپنے لفظون مین کہہ سکتے ہین کہ گرد و نواح کے ڈھمٹ بند تھے۔ اسنے طلب کیا۔ ان ساحرون نے جب اپنی قوت نفس کا اثر ڈالا تو انکی لاٹھیان اور رسیان سب کو سانپ نظر آئین۔ پھر حضرت موسیٰ نے جو اپنی لاٹھی ڈالی تو لوگونکو ایسا معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اژدہا بنکر ان سانپون کو کھا گئی اسپر بھی فرعون ایمان نہ لایا بلکہ اسنے حضرت موسیٰ کو تمام جادوگرون کا استاد دینے ایک بڑا جادوگر قرار دیا۔ قرآن مین جابجا ان واقعات کے بیان کرنے کا صرف یہ مطلب ہے کہ لوگ معجزات کی فرمایش آنحضرت سے نہ کرین بلکہ آنحضرت کے اقوال اور افعال کی

خوبیان سمجھ کر ایمان لائین۔ لوگ آنحضرت سے معجزات کی فرمایش کرتے تھے اُسکے جواب مین یہ ارشاد ہوتا تھا کہ گذشتہ پیغمبروں کے معجزے دیکھکر کب اُنکی امتین اُنکو رسول خدا سمجھی تھین کہ آنحضرت محمدؐ اُنکی تصدیق کرین۔

حضرت موسیٰ اور ساحران فرعون کے مقابلہ کا ذکر سورۂ یونس مین ہے۔

"جب فرعون کے ساحر آگئے تو حضرت موسیٰ نے اُنسے کہا کہ ڈالو تم کیا ڈالتے ہو تب اُنھون نے ڈال دیا تب موسیٰ نے کہا جو کچھ تم نے کیا جادو ہے اللہ ابھی اسکو جھوٹ کردے گا۔ اللہ مفسدون کا کام درست نہین کرتا۔"

پھر سورۂ شعرا مین مذکور ہے کہ۔

"موسیٰ نے فرعون کے ساحرون سے کہا کہ ڈالو تم کیا ڈالتے ہو پھر اُنھون نے اپنی رستیان اور لاٹھیان ڈال دین اور پکار اُٹھے کہ فرعون کی جے۔ ہم ہی موسیٰ پر غالب ہونگے۔ پھر حضرت موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ یکایک اُن سب کو نگلنے لگی جنکو فرعون کے ساحرون نے دھوکا بنایا تھا"

سورۂ اعراف مین یون مذکور ہے کہ۔

"فرعون کے ساحرون نے کہا کہ موسیٰ تم ڈالو یا ہم ڈالین۔ موسیٰ نے کہا کہ تم ڈالو پھر جب اُنھون نے ڈالا تو جادو کردیا اُنھون نے لوگون کی آنکھون پر

سلہ فلما جاء السحرۃ قال لہم موسیٰ القوا ما انتم ملقون فلما القوا قال موسیٰ ما جئتم بہ السحر ان اللہ سیبطلہ ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین۔

سلہ قال لہم موسیٰ القوا ما انتم ملقون فالقوا حبالہم وعصیہم وقالوا بعزۃ فرعون انا لنحن الغالبون فالقی موسیٰ عصاہ فاذا ہی تلقف ما یافکون۔

اور ڈرا دیا لوگون کو اور بڑا جادو کیا ۔ القا کیا ہم نے موسیٰ کو کہ تو بھی ڈالدے اپنی لاٹھی پھر یکایک رہ نگلنے لگی اس دھوکے کو جو انھون نے بنایا تھا ۔

سورہ طٰہٰ مین یون مذکور ہے کہ ۔

" فرعون کے ساحرون نے کہا کہ موسیٰ تم ڈالو نہین تو ہم ڈالتے ہین ۔ موسیٰ نے کہا کہ ہان تم ڈالو پھر یکایک انکی رسیون اور انکی لاٹھیون کی طرف موسیٰ سے خیال کیا انکے جادو کے سبب سے چلتی ہین پھر موسیٰ کے جی مین ڈر سا ہوا تو ہم نے القا کیا کہ مت ڈر تو ہی اُن پر غالب ہی ۔ اور ڈالدے جو تیرے داہنے ہاتھ مین ہے تا کہ نگل جاوے جو کچھ کہ اُنھون نے بنایا ہے کہ وہ جادوگرون کا مکر ہے اور جادوگر کو فلاح نہین ہے جہان جاوے ۔

سورہ اعراف مین جو عبارت ہے "جادوگر دیا لوگون کی آنکھون پر" وہ ترجمہ ہے "سحروا اعین الناس" کا ۔ اور اسکا ترجمہ بجاے آنکھون پر جادو کرنے کے ڈھٹ بند کرنا کیا جاوے تو محاورہ اور صورت واقعہ کی بالکل موافق ہوگا ۔ اور اسی ایک لفظ سے وہ تمام باتین سمجھ مین آجاوینگی جنکو ہم شروع سے کہتے چلے آتے ہین ۔ اسی سے یہ بھی قرینہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی بھی دوسرون کو سانپ معلوم ہوئی تھی وہ فی الواقع سانپ نہین ہو جاتی تھی کیونکہ جب وہ لاٹھی اٹھا لی جاتی

٥٣ قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون نحن الملقین قال القوا فلما القوا سحروا اعین الناس واسترھبوھم وجاؤ بسحر عظیم واوحینا الی موسیٰ ان الق عصاک فاذا ھی تلقف ما یافکون ۔

٥٤ قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون اول من القی قال بل القوا فاذا حبالھم وعصیھم یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ قلنا لا تخف انک انت الاعلی والق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی ۔

تھی تو پھر لاٹھی کی لاٹھی رہ جاتی تھی جب تک کسی کی تمام قوتین غیر معمولی طور پر درجہ کمال کو نہ پہونچین وہ پیغمبر نہین ہو سکتا - اسلیے حضرت موسیٰ کی قوت نفس ساحرون کی قوت نفس سے بہت زیادہ قوی تھی اور جب حضرت موسیٰ اسنے اس سے کام لیا تو ساحرون کی قوت نفس ہوا ہو گئی -

دوسرا قصہ جسمین ہاروت اور ماروت کے سحر کا بیان ہے وہ سورہ بقر مین ہے خدا تعالیٰ یہودیون کی بداعتقادیان اور حرابیان کر کے اُسے ذیل مین فرماتا ہے کہ -

"جب اُنکے پاس خدا کی طرف سے رسول آیا ہے اور اُس کتاب کی جو اُنکے پاس ہے تصدیق بھی کرتا ہے تو اہل کتاب مین سے ایک گروہ نے خدا کی کتاب توراۃ اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دی ہے گویا وہ اُسے جانتے ہی نہین اور اُن ڈھکوسلون کے پیچھے پڑ گئے ہین جنکو شیطان یعنی کفار حضرت سلیمان کے وقت مین پڑھا پڑھایا کرتے تھے حالانکہ سلیمان سے کفر کی حرکت سرزد نہین ہوئی - شیطان یعنی کافرون نے کفر کیا تھا کہ لوگون کو سحر سکھاتے تھے اور اُسی گروہ نے اُس چیز کی پیروی کی جسکو وہ اپنے زعم مین سمجھتے ہین کہ وہ دو فرشتون پر جنکا نام ہاروت اور ماروت ہے اُتاری گئی ہے بابل مین - اور وہ فرشتے کسی کو کچھ بتاتے نہ تھے جب تک کہ اُس سے یہ نہ کہہ لیتے تھے کہ ہم تو فتنہ ہین تم کہین کافر نہ ہو جانا - اسپر بھی اُنسے لوگ ایسی باتین سیکھتے تھے جنکی وجہ سے میان بی بی مین جدائی کرادین حالانکہ بے حکم خدا کے وہ اِن باتون سے کسی کو نقصان نہین پہونچا سکتے تھے غرضکہ یہ لوگ اُنسے ایسی باتین سیکھتے تھے جن سے خود اُنھین کو نقصان

پہونچتا تھا۔ اور کسی طرح کا فائدہ نہین پہونچتا تھا۔

اس آیۃ مین بیشک بقیہ تین اقسام کے جادو کا ذکر ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ مسلمانون کو اُسکے معتقد ہونے سے ممانعت کی گئی ہے۔ اس آیت کا مطلب بیان کرنے کے قبل ہم شان نزول اور حالت ملک بیان کرتے ہین ایک زمانہ بنی اسرائیل کا ایسا تھا کہ تمام دنیا مین وہ علم وفضل اور قوت کے اعتبار سے بڑے سمجھے جاتے تھے اور اسی زمانہ مین حضرت سلیمان پیغمبر مبعوث ہوئے تھے جو پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے اسکے بعد بنی اسرائیل گرتے گئے اور بالآخر پیغمبر خدا محمدؐ کی زمانہ مین اُنکی وہی حالت تھی جو ہندوستان کے مسلمانون کی تیرہ صدی مین تھی اور اب بھی ہے کہ ہنوز اچھی [illegible] ہین۔ ہندوستان کے مسلمانون کی طرح بعثت رسول کے زمانہ کے یہودی فالنامے۔ تعبیر نامے۔ تعویذ۔ گنڈے۔ فلیتے۔ نقش۔ عملیات اور حاضرات کے ناجائز ڈھکوسلے بہت سے کرتے تھے۔ جب کسی قوم مین عروج کے بعد زوال آتا ہے تو اُنکی حالت آخری ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح ہندوستان کے مسلمان قرآن کے احکام کی پیروی نہین کرتے اور لغویات مین بہت جی لگاتے ہین اسی طرح یہودیون نے توراۃ کو کپڑے مین باندھ کر کنارہ رکھدی تھی اور لغویات مین پھنسے تھے اور ان لغویات کو کہتے تھے کہ حضرت سلیمان نے لوگون کو تعلیم کیا ہے

سلہ ولما جاءہم رسول من عند اللہ مصدق لما معہم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتب کتب اللہ وراء ظہورہم کانہم لا یعلمون واتبعوا ما تتلوا الشیطین علی ملک سلیمن وما کفر سلیمن ولکن الشیطین کفروا یعلمون الناس السحر وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت وماروت وما یعلمن من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منہما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ وما ہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ ویتعلمون ما یضرہم ولا ینفعہم۔

جیسا کہ اس زمانہ مین لوگ بہت سے عملیات کو صحابہؓ اور کبھی پیغمبر خدا کی طرف منسوب کرتے ہین - بعد حضرت سلیمان کے جب قوم پر نکبت آئی اور تمام ملک مین نکبت پھیلی - اُس زمانہ مین دو شخص ہاروت اور ماروت غالباً عراق عجم کی طرف ایسے ہوئے جیسے ہندوستان مین آج کل پیرجی جا بجا پھرتے ہین - لوگ ان کو باعتبار اُنکی کم سخنی اور تواضع اور انکسار کے فرشتہ خصلت کہتے ہین - دعا تعویذ - فالنامہ پر اُنکا گزر ہوتا ہے اور نیکی کی وجہ سے وہ مرجع خلائق ہوتے ہین اُن بزرگون کی یہ کیفیت ہے کہ باوجود اس ظاہری زہد و تقوی کے چور کو چوری کے لیئے بھی ساعت اچھی بتا دیتے ہین - اسوقت بڑے سے بڑے بزرگ کے پاس جایئے اور دو روپیہ سامنے رکھ کر ہاتھ جوڑ کے اور کہیے شاہ جی حُب کا تعویذ لکھ دیجیے تو وہ فوراً قلم اور دوات اُٹھا کر لکھ دین گے اور ذرا تاخیر نہ کرین گے - اگر تاخیر کرین گے تو روپیہ کے ساتھ مرغ کا گوشت بھی کھانا چاہین گے اور کہین گے کہ مرغ کا خون ہوتا تو اُسکی تحریر زیادہ مؤثر ہوتی - اب شاہ صاحب مذہبی تقدس سے کچھ کہین گے تو دبی زبان سے صرف یہ کہین گے کہ بھائی عذاب و ثواب تمہاری گردن پر ہے مین لکھے دیتا ہون لیکن کھل کر کبھی انکار نہ کرین گے اور نہ ڈانٹ کر یہ کہین گے کہ " دوسرون کی بہو بیٹی نکلوانے کے لیے مین کٹنا نہین ہون کہ تعویذ لکھون جادو رہو" ممکن ہے کہ اسی قسم کے دو مشہور پیرزادے ہاروت اور ماروت اگلے زمانہ مین گزرے ہون اور یہودی اپنے افعال کی سند مین حضرت سلیمان ہاروت اور ماروت کا نام لیتے ہون جب یہودیون نے پیغمبر خدا کا کہنا نہین سنا اور پیغمبر خدا نے توریت کا حوالہ دیا تو اُسپر بھی دھیان نہین کیا اور اپنے ڈھکوسلون کے سامنے اسکو بھی بے وقعت قرار دیا اُسوقت یہ آیت اتری

اب آیت کے معنی بہت صاف سمجھ مین آجائین گے۔ یعنے جب ان یہودیون کی
طرف خدا کے رسول آنحضرت محمدؐ آئے جو توریت کی بھی تصدیق کرتے ہین تو بعض اہل
کتاب نے توریت سے آنکھین بند کرکے قرآن کی تکذیب کی۔ اگر وہ توریت کو دیکھتے تو جانتے
کہ قرآن مین وہی باتین نصیحت اور پند کی ہین جو توریت مین ہین۔ لیکن وہ تو بجاے
توریت دیکھنے کے وہ چیز دیکھتے ہین جو کفار دیکھتے تھے یعنے عملیات اور حاضرات وغیرہ
اور کہتے ہین کہ سلیمانؑ نے یہ چیزین بنائی ہین۔ حالانکہ سلیمان کو ان چیزون سے کوئی
سروکار نہ تھا۔ سلیمان کے وقت کے کفار البتہ ان لغویات کے عامل تھے۔ اور
لوگون کو یہ لغویات سکھاتے تھے اور یہود کہتے ہین کہ یہ عملیات تو ہاروت ماروت ایسے
فرشتہ خصلت انسان کے بھی زیر عمل تھا اسمین شبہ نہین کہ ہاروت اور ماروت ایسا
کرتے تھے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہدیا کرتے تھے کہ یہ بُرا کام ہے اور ہم بُرا
کرتے ہین۔ بیشک لوگ اُن دونون سے یہ بُرائیان سیکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ بُرائیان
کچھ بکارآمد ہین یعنے اگر چاہین گے تو میان بی بی مین اسکے ذریعہ سے لڑائی
کرادین گے یا اور خرابیان اپنی خواہش کے مطابق پیدا کرسکین گے۔ لیکن
وہ بھی خرابی نہین پیدا کرسکتے تھے۔ اگر کچھ ہوجاتا تھا تو خدا کے حکم سے ہوتا تھا۔
اگر کوئی عمل کیا جائے تو خواہ مخواہ عمل کرنے والے کے موافق ہوگا یا مخالف ہوگا
دو ہی صورتین ہین۔ اگر موافق ہوا تو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اُس عمل کی تاثیر سے ہوا
بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ عمل نہ پڑھا جاتا جب بھی ایسا ہی ہوتا۔ اب ناظرین خود سمجھ لین کہ قرآن
مین سحر کی تکذیب کی گئی ہے یا تائید کی گئی ہے۔

اسمین چند باتین غور طلب ہین ایک یہ کہ قرآن مین لفظ شیاطین کا ہے جسکے

معنی بعضون نے شیطان کو بمعنی شیطان لیا ہے اور یہ معنی سمجھتے ہین کہ جنات شیطان دیو۔ پری جادو کے سکھانے والے ہین۔ جس طرح پیغمبر توحید سکھاتے پھرتے ہین ویسے ہی شیطان آدمی کا بھیس بدل کر جادو سکھاتے پھرتے ہین۔ ان معنون مین ذراسا فرق ہے اگر یہ معنی لین کہ انسان شیطانی حرکات اختیار کرکے جادو سکھاتے ہین تو ٹھیک ہے۔ اور اسی رعایت سے ہم نے شیاطین کا ترجمہ کفار کیا ہے۔ اور دوسرا لفظ "ملکین" کا قرآن مین ہے جسکے معنی ہین دو فرشتے۔ اور ہم نے اس سے مراد لیے ہین دو فرشتہ خصلت انسان۔ اور فرشتہ خصلت بھی واقعی طور پر نہین بلکہ اُسوقت کے لوگون کے خیال کے مطابق یہ معنی اچھے معلوم ہوتے ہین۔ ورنہ ہمارا مطلب یون بھی حاصل ہوسکتا ہے کہ لام کو زیر کے ساتھ پڑھین (ملکین) اور اُسوقت اسکے معنی ہوجائین گے "دو بادشاہ" بہت سے قرّاء ایسا ہی پڑھتے ہین اور اس قرأت پر بہت سے مفسرین نے ہاروت اور ماروت کو دو بادشاہ مانا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قرآن مین سورۂ فلق مین ہے "گرہون مین پھونکنے والی عورتون کی بُرائی سے" (من شر النفاثات فی العقد) یہان گرہون مین پھونکنے والی عورتین اُن پچھلے اقسام مین داخل نہین ہین جنکی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ ایسے با اقتدار لوگون کا وجود قرآن سے ثابت نہین ہوتا۔ جس طرح انسان مین ایسی عورتین ہین جنکی نظرین بدہین یعنی کوچلی کثیف حالت مین رہتی ہین اور کبھی کبھی وہ اس امر کا بھی غلط دعویٰ کرتی ہین کہ اُنکے پھونکنے یا پڑھنے سے کشود کار ہوتا ہے یا بھلائی بُرائی وقوع مین آجاتی ہے۔ اُنکے پیچھے پیچھے جاہل عورتون کا غول ہوتا ہے سب سمجھتی ہین

کہ تمام زمین و آسمان کے اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں اور اسلیے اُسکے اقتدار ثبت ہونے سے طرح طرح کے فسادات پیدا ہوتے ہیں - خدا نے کہا کہ اُنکے شر سے خدا کی پناہ مانگو یعنے اُنکو قابل نفرت سمجھو - اسلام پھیلنے پر ایام جہالت کی یہ تمام لغویات قابل لحاظ نہین رہے -

فصل پنجاہ ودوم

مسئلہ جبر و اختیار (قضا و قدر)

جب انسان عالم کی خلقت پر غور کرتا ہے تو وہ ایک کو دوسرے کا سبب پاتا ہے اور اخیر مین یہ معلوم ہوتا ہو کہ عالم کی ترکیب چھوٹے چھوٹے ذرون سے ہے جسکو ہیولا یا مادہ کہتے ہین - لیکن یہ معلوم کرنا انسانی قدرت سے باہر ہو کہ وہ مادہ از خود موجود تھا یا کسی موجد نے اسکو پیدا کیا تھا اور مختلف اجناس اور انواع اقسام اشکال مین اُن مادون کے مرکب ہونے کا کیا سبب تھا - یہ خاصیتین اور قوتین خود اُنہین موجود تھین یا کسی موجد کی ودلیعت کی ہوئی تھین - موجودات مین موجود محسوس کے سوا انسان کو کچھ نظر نہین آتا یعنی انسانی قوی مین عالم مادیات سے آگے متجاوز ہونے کی قوت نہین ہو - اب یہین سے فلاسفہ طبیعی اور فلاسفہ الہیین جدا ہوتے ہین - فلاسفہ طبیعی تو یہین تک پہونچکر رہجاتے ہین اور نیچریا لقب پاتے ہین کیونکہ نیچر ہی کو وہ خالق کائنات مانتے ہین - مگر فلاسفہ الہیین یقین کرتے ہین کہ اُسکا پیدا کرنے والا وہی واحد ازلی اور ابدی ہے جسکو یہان کے لوگ خدا اور عرب کے لوگ اللہ اور یورپ کے لوگ گاڈ اور فلاسفہ الہیین علۃ العلل کہتے ہین - خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے کہ جو دنیا کے پیدا کرنے کا سبب ہے - جو طریقہ آفرینش کا اُسنے پیدا کر دیا اُسی پر لوگ

پیدا ہوتے ہین۔کمہار کے آلونے سے مختلف رنگ اور مختلف وضع کے برتن
نکلتے ہین۔کوئی ٹیڑھا ہوگیا اور کوئی سیاہ ہوگیا۔کمہار کی یہ خواہش نہین ہوتی کہ کسی کو
ٹیڑھا یا سیاہ بنائے۔لیکن سب کا بنانے والا کمہار ہی سمجھا جاتا ہے۔اور اسی طرح
خدا کی قایم کی ہوئی فطرت سے مختلف شکل مختلف صورت مختلف قد اور مختلف رنگ
کے انسان پیدا ہوتے ہین۔فطرت انسانی خدا کی بنائی ہے اسلیے کہا جاتا ہے
کہ اچھے اور بُرے اور نیک و بد ہر طرح کے انسان خدا نے پیدا کیے۔

علۃ العلل ہونے کی حیثیت سے خدا کو قادر مطلق مانتے ہین لیکن انسان اپنے
فعل کا پورا مختار ہے اسلیے اچھے اور بُرے افعال کا مرتکب خود اُسی کو قرار دیتے
ہین۔یہ خیال بالکل غلط ہے کہ خدا چور کو چوری کرنے کے لیے اُٹھاتا ہی اور پھر کوتوال
شہر کو خبردار کردیتا ہے کہ چور کو پکڑے اور سزا دے۔

ایران کے زردشتون کا یہ مسلک تھا کہ خالق خیر یزدان ہی اور خالق شر اہرمنا
ہے۔عیسائیون کے تین خدا تو فرضی ہین لیکن زردشتون نے واقعی طور پر دو
کو دو حصون مین تقسیم کرلیا تھا۔عرب کے ریگستان مین بھی یہی خیالات پھیلے ہوئے
تھے۔اسلام کا بڑا کام جہالت کا رفع کرنا ہے اسلیے قرآن مین جا بجا بتلایا گیا
کہ علۃ العلل ہونے کی حیثیت سے شر اور خیر دونون کی نسبت ایک ہی ذات کی طرف
کی جاسکتی ہے اور وہ ذات واحد ہے اسکا کوئی شریک نہین ہی۔وہ قادر مطلق ہے
یعنے اُسکی قدرت کامل ہے ادھوری نہین ہے۔قرآن عام فہم لفظون مین ہے
اُسمین نتیجہ سے اور تمثیلی زبان سے بحث کی گئی ہے تاکہ چھوٹی سمجھ والے اور
بڑی سمجھ والے دونون اسکو سمجھ سکین۔علۃ العلل کا سا موٹا لفظ اُسمین رکھا جاتا تو صرف

عرب عموماً سمجھنے سے قاصر رہتے۔ لیکن یہ ضرور نہین ہے کہ ترقی علوم کے بعد اب بھی اُسی طرح سمجھین جس طرح ریگستان کے بدو سمجھتے تھے۔

یہ عالم ناسوتی ہے بیان کے جتنے ذریعہ ہین وہ سب اس عالم ناسوتی کے ساتھ تعلق رکھتے ہین۔ کوئی بیان عالم غیر مادی یا معاد کا عام فہم استعارات اور تشبیہات سے خالی ہو تو عوام اسکو نہین سمجھ سکتے۔ تمثیلی زبان سے کتب سماوی مین بہت سی باتین بیان کی گئی ہین جن لوگون مین روحانی قوتین خلقتاً یا بذریعہ اکتساب کے زیادہ ہین وہ عالم مادی اور غیر مادی کے تعلقات کو زیادہ تر سمجھتے ہین اور اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کی حقیقت صوفیان کرام عمدہ طور پر سمجھتے ہین بشرطیکہ ٹھگنے کے لیے صوفی نہ بنے ہون۔ لیکن جو لوگ صوفی نہین ہین اور علوم جدیدہ یا قدیمہ کی تحصیل سے قانون فطرت پر غور کرنے کی قابلیت رکھتے ہین اُنکو بیشک یہ حق ہے کہ کتب سماوی کے سمجھنے مین اُنکا مذاق جُدا گانہ ہو اور اس سے انکار کرنا بڑی غلطی ہے۔

کلام الٰہی یعنے قرآن اور فعل الٰہی یعنے موجودات عالم مین فرق نہین ہو سکتا لیکن اُنکے سمجھنے کا جو طریقہ اختیار کیا جائے وہ البتہ غلط ہو سکتا ہے۔ خدا نے جس عالم مین ہمکو پیدا کیا اور جس عالم کی مناسبت سے ہمکو قویٰ دیئے اُس عالم کی پوری ماہیت دریافت کرنے کے بعد کلام الٰہی کو اُس سے منطبق کرنا یہ ہمارے اختیار کی بات ہے اور اسی طریقہ سے موجودات عالم کے ماہر کلامِ الٰہی پر پورا یقین بھی کر سکتے ہین۔ اور یہ غلطی ہے کہ کلام الٰہی کے سمجھنے کا جو ذریعہ ہے اُسکو ہم کلام الٰہی مین ڈھونڈھین۔

الحاصل جب خدا جمیع کائنات کا علۃ العلل ہے تو تمام حوادث و واقعات و افعال مخلوقات اُسکی طرف منسوب ہو سکتے ہین۔ اور وہ علۃ العلل (یعنے ذات باری) اپنے

معلولات کا علم واقعی رکھتی ہے۔ اور علم باری ہی کا نام اگر تقدیر رکھا جائے تو زیادہ ترمناسب معلوم ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان سے اچھے یا بُرے افعال زیادہ تر اُسکے اعضا کی ترکیب سے سرزد ہوتے ہین یعنے جس طرح ایک ہی اسٹیم (بھاپ کے مشین) مختلف پُرزون مین پہونچکر مختلف طور کے کام کرتی ہے اُسی طرح نفوس انسانی مختلف قسم کے دل ودماغ اور اعضا مین مختلف کام دیتے ہین۔ اسلیے جسم کی فطرتی بناوٹ اور خلقت کے لحاظ سے کہا جاتا ہی کہ اچھے یا بُرے انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہین۔ حال کی تحقیقات بھی بالکل اس خیال کی موید ہے اور انسانی تجربہ بھی یہی کہتا ہے۔ آثار مین یہی سائنس تیرہ سو برس پہلے یون بتائی گئی ہے۔

السعید من سعد فی بطن امہ والشقی من شقی فی بطن امہ

نیک ماں کے پیٹ ہی سے نیک پیدا ہوتا ہے اور بدماں کے پیٹ ہی سے بد پیدا ہوتا ہے۔

انسان کو اس اعتبار سے کہ اچھا یا بُرا دہ پیدا ہوتا ہی غیر مکلّف ہونا چاہیے لیکن اسکے ساتھ ہی عقل بھی لگی رہتی ہے جو اچھے اور بُرے مین اُسے تمیز سکھاتی ہے اسلیے اُسے مکلّف کہتے ہین۔ جب صریح دیکھتے ہین کہ وہ متحرک بالارادہ ہے کچھ کرنا چاہتا ہے توکسی کے روکنے سے بھی نہین مانتا۔ اور جب نہین کرنا چاہتا تو مارنے پر بھی نہین کرتا تو پھر کیونکر اُسے غیر ذی اختیار سمجھین۔ غرضکہ انسان کو پورا اختیار اچھے یا بُرے افعال کے ارتکاب کا دیا گیا ہے جسم کی بناوٹ سے جو فطرتی میلان طبیعت کا ہوتا ہے اُسکی اصلاح تعقل۔ رسم ورواج یا مذہب سے

ہو سکتی ہے۔ انسان کا کام ہے کہ عقل سے ہر وقت سوچا رہے سوسائٹی
کے اچھے بُرے رسم و رواج مین امتیاز کرے اور یہی قوت امتیاز یہ تحرک
بالارادہ کے ساتھ مل کر انسان کو مکلف بناتی ہے۔

خیر یہ سمجھنا تو مشکل نہین ہے کہ انسان اپنے فعل کا مختار ہے۔ اور علۃ العلل ہونے
کی حیثیت سے اللہ قادر مطلق کہا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا کلام اللہ سے
اور بزرگان دین کے اقوال سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے یا نہین۔

یہین یہ بھی جان لینا چاہیے کہ علم الٰہی کا نام بعضون کے نزدیک تقدیر ہے۔
مثلاً کوئی نجومی کسی کی نسبت یہ بیان کرے کہ وہ آگ مین جل کر مرے گا۔ تو یہ
کہہ سکتے ہین کہ مرنے والے کی موت کا علم اُس نجومی کو تھا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی
یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ نجومی نے اُسے آگ مین کود پڑنے پر مجبور کیا تھا۔ علۃ العلل ہونے
کی حیثیت سے خدا کو علم ہے کہ کون بندہ کیونکر دنیا مین گزران کرے گا اور اس
طرح ہر شخص کی آیندہ زندگی کی حالت جو خدا کے علم مین ہے وہ تقدیر کہی جائیگی۔
لیکن اسکے ساتھ ہی یہ نہین کہا جائے گا کہ خدا نے اپنے کسی بندہ کو کسی خاص
فعل یا ترک فعل کے لیے مجبور کیا۔ پہلے چند باتین بطور مقدمہ کے سمجھ لینا چاہیے
تاکہ کلام اللہ کی آیتون کا سمجھنا آسان ہو جاوے۔

(۱) تمام موجودات عالم کو اور تمام انسان کو مع اُسکے تمام قویٰ کے اُس نے
پیدا کیا جسکو ہم خدا یا علۃ العلل کہتے ہین۔

(۲) اُسنے تمام انسان اور حیوان کو اپنی مشیت سے ایک فطرت پر پیدا کیا
اور اس فطرت مین وہ تغیر و تبدل نہین کرتا۔ اسی فطرت کے مطابق انسان سے

افعال صادر ہوتے ہین - اختیاری ہون یا اضطراری اور دونون حالتون مین یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشیت الہی سے وہ افعال صادر ہوتے ہین -

(۳) انسان مین دو متضاد قوتین موجود ہین - ایک کسی کام کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور دوسری اُسے کام کرنے سے روکتی ہے -

(۴) انسان اُن تمام قوی کو جو اُسمین ودیعت رکھے گئے ہین اپنی فطرت کی حد تک کام مین لانے کا مختار ہے -

(۵) انسان اپنے فعل کا مختار ہے اسلیے مکلف ہے -

(۶) موجودات عالم کے حالات و افعال کا علم اُس علۃ العلل کو ہے جس نے اس عالم کو بنایا یا پیدا کیا ہے -

(۷) تمام افعال جو انسان سے صادر ہوتے ہین اُنکی نسبت تمام وسایط کو حذف کر کے کہہ سکتے ہین کہ علۃ العلل سے صادر ہوئے -

(۸) انسان اپنے تمام افعال کو علۃ العلل یعنے خدا کی طرف منسوب کر سکتے ہین کیونکہ وہی اُن قوتون کا خالق ہے جس سے وہ افعال ظاہر ہوئے -

(۹) امورات شرعیہ کے بجالانے مین قوت فعل کو کام مین لانا اور منہیات شرعیہ سے بچنے مین قوت ترک فعل کو کام مین لانا اس علۃ العلل کی مرضی کے موافق ہے اور باعث درجات ہے -

(۱۰) برخلاف اسکے منہیات شرعیہ مین قوت فعل کو کام مین لانا اور قوت ترک فعل کو کام مین نہ لانا اُس علۃ العلل کی مرضی کے موافق نہین ہے اور باعث درکات ہے -

اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ بغیر مشیت الہی نہ کچھ ہوا ہے اور نہ ہو گا لیکن مشیت الہی کیا چیز ہے - اسی کا سمجھنا اصل امر ہے - مشیت الہی کا ظہور اس فطرت مین ہوتا ہے جس پر انسان اور کل مخلوقات پیدا کیے گئے ہین - آگ کی فطرت مین جلانے کی قوت رکھی گئی ہے - جب کوئی چیز جلنے کے لایق اسمین ڈالی جائے گی تو ضرور جل جائے گی - اور یہ کہا جائے گا مشیت الہی یہی تھی - لیکن اگر یہ کہا جائے کہ آگ مین قوت جلانے کی خدا نے پیدا نہین کی ہے جب کوئی جلنے والی چیز اُسمین پڑتی ہے اُسوقت خدا اُسمین عادتاً قوت احتراق پیدا کر دیتا ہے تو یہ صحیح نہین ہے -

اب ان اصول عشرہ کے مطابق ہم ان آیتون کی تفسیر بیان کرین گے جنکو بعض مفسرون نے بیان کیا ہے اور بتا دین گے کہ اِن آیتون سے انسان اُن قوی کے کام مین لانے سے مجبور نہین ہے جو اُسکو عطا ہوئے ہین اور اسی لیے وہ مکلّف ہے -

مثلاً خدا نے فرمایا کہ " تم مین سے جو سیدھی راہ پر چلتا ہے اُس کے لیے قرآن نصیحت ہے " اسمین تو انسان کا مختار ہونا ظاہر ہے - دوسری جگہ ہے " تم کچھ نہین چاہتے مگر یہ کہ اللہ پروردگار عالم چاہے " مقدمہ دوم کا اصول بیان متعلق کیجیے - سلب اختیار انسان جبکہ وہ فطرت ذی اختیار پر پیدا کیا گیا ہے اس سے لازم نہین آتا -

" خدا گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے "

وہ علة العلل ہے اسلیے بندون کے تمام افعال کو وسائط درمیانی حذف کر کے

اپنی طرف منسوب کرسکتا ہے (دیکھو مقدمہ ہفتم) انسان جو فطرت ذی اختیار پر پیدا کیا گیا ہے اُسکی برأت لازم نہین آتی۔

"اگر تیرا پروردگار چاہتا تو ایمان لاتے وہ سب جو زمین پر ہین" یعنے وہ چاہتا تو انسان کو فطرت ذی اختیار پر پیدا نہ کرتا۔

"ممکن نہین کہ کوئی شخص بے اذن خدا کے ایمان لائے" اذن خدا کیا شے ہے؟ ذی اختیار ہونے کی فطرت یا خدا کا علم اذن ہے تو معنی یہ ہوئے کہ کوئی شخص اپنی فطرت کے خلاف ایمان نہین لاسکتا۔ یا یہ معنی ہوئے کہ جو ایمان لائیگا اُسکا علم خدا کو ہے (دیکھو مقدمہ ششم) قرآن مین اذن خدا اور مشیت خدا کا لفظ بطور استثنا کے بولا گیا ہے مثلاً "کوئی شفاعت نہین کرسکتا جب تک کہ خدا کا اذن ہوا اور دوسرے تم نہین چاہ سکتے مگر یہ کہ خدا چاہے" لیکن ان دونون مقامات پر کسی امر مستثنا کا واقع ہونا مراد نہین ہے بلکہ خدا کو اپنی عظمت جبروت اور قدرت کاملہ کا اظہار مقصود ہے یا جملہ ماقبل کی توثیق مراد ہے۔

"ہم اُنکو چھوڑ دینگے اُنکی گمراہی مین بھٹکتے ہوئے وہ ایمان نہین لانے کے مگر جب خدا چاہے" گمراہی مین چھوڑ دینے کے معنی یہ ہین کہ جس فطرت پر وہ پیدا ہوئے اُسی فطرت پر وہ رہین گے (دیکھو مقدمہ دوم) خدا کا یہ کہنا کہ وہ ایمان نہین لائین گے۔ اصول ششم پر متفرع ہے یعنے خدا کو اپنے علم سے معلوم تھا کہ وہ مسلمان نہین ہونگے۔

"قرآن کے سمجھنے سے اُنکے دلون پر پردے ڈال دیے ہین اور اُنکے کانون کو بہرا کردیا ہے" یعنی گو خدا نے اُنکو فطرتاً مختار پیدا کیا تھا لیکن خدا کے علم مین یہ تھا۔

کہ وہ راستے پر نہ آئینگے۔ اصول ہفتم پر بہ سبب علۃ العلل ہونے کے افعال عباد کو خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

"لیکن وہ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے" یہ جملہ اُسی علم الٰہی پر مبنی ہے جس کا ذکر مقدمہ ششم مین کیا گیا۔ اور پھر مقدمہ ہفتم کے اعتبار پر اپنی ذات کی طرف تمام وسائط کو حذف کر کے منسوب کیا ہے۔ "اگر خدا چاہتا تو خدا کی نشانیان نازل ہونے کے بعد وہ آپس مین نہ لڑتے۔ لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ خدا جس شخص کو فتنہ مین ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو تو خدا سے اُسکو ہرگز نہین بچا سکتا" بالکل سچ ہے خدا کا ارادہ قانون فطرت مین ظاہر ہوتا ہے جس فطرت ذی اختیار پر خدا نے جسکو پیدا کیا اسکو کوئی تبدیل نہین کر سکتا۔ مگر اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ اُنکو خدا نے فتنہ مین پڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ "خدا نے اُنکے ہاتھون کو تم سے اور تمھارے ہاتھون کو اُنسے باز رکھا ہے" اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جو فطرتی اسباب غالب اور مغلوب ہونے کے یا شکست پانے یا کامیاب ہونے کے بتائے۔ اسی پر تمام حالات یا واقعات موقوف ہین۔

اسی طرح اُن تمام آیتون کو سمجھنا چاہیے جن سے بادی النظر مین انسان کے مختار ہونے کا شبہ کیا جا سکتا ہے۔ انسان کے مختار ہونے کی جو آیتین قرآن مین ہین اُنسے بھی ہمارے معنون کی تائید ہوتی ہے مثلاً "فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر" جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے "وما ظلمھم اللہ ولکن انفسھم یظلمون" اللہ نے اُنپر ظلم نہین کیا تھا بلکہ اُنھون نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ماحصل اسکا یہ ہے کہ خدا نے انسان کو ایک حد تک ذی اختیار پیدا کیا ہے اور اُسکو اختیار

ہین جو فعل انسان کرتا ہے وہ اُسکا ذمہ دار اور جوابدہ ہے گو علۃ العلل ہونے کے سبب
سے وہ خدا کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے لیکن وہ فی الواقع بندہ کا اختیاری فعل ہے"
مفصلہ بالا تحریر اُن لوگون کو تشفی دینے والی ہے جنکے دل مین توہمات پیدا ہوکر
اسلام کی طرف اُنکو راغب ہونے نہین دیتے۔ ورنہ اس مضمون کے لکھنے والے
کا یہ مذہب نہین ہے۔ خدا کے ساتھ جو خلوص اور اعتقاد اُسکو ہے وہ اسکو اسِ امر
کی اجازت نہین دیتا کہ وہ خدا کے اختیارات کو کسی طرح پر محدود کرے۔ لیکن
اسکے ساتھ ہی اپنے تمام بُرے افعال کا وبال بھی اپنی ہی گردن پر دہ لینے کو طیار ہے
خدا سے اسکو عشق ہے اور اسلیے اپنے معشوق کی کسی ادا کا وہ شاکی نہین ہے۔ اور
نہ ایسے باریک مسئلہ پر سوچنا یا سمجھنا وہ ضروری سمجھتا اور نہ اس اہم مسئلہ کو طے کیے بغیر
کہین سے اُسکا ایمان ڈانواں ڈول ہوتا۔ اُسکا یہ ایمان ہے کہ خدا کے جتنے اسماء
صفات ہین وہ سب سچ ہین لیکن اس عالم کے تعلقات سے کیونکر اُنکو وابستگی ہے
اسکی چھان بنان کی انسان کو ضرورت نہین ہے اور چھان بنان کی بھی جائے تو
جب تک روح اس عالم ناسوتی سے تعلق رکھتی ہے وہ ان باتون کے ادراک
کامل سے یقیناً قاصر ہے۔ وسط سمندر مین کوئی پھینک دیا جائے اور وہ ہاتھ پاؤن
پیٹ کر ساحل تک پہونچنے کی کوشش کرے تو فعل عبث ہے۔

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار که پیدا نہ شد تختۂ بر کنار

انسان کا دائرہ معلومات تنگ اور محدود۔ فکر انسانی ہمیشہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے
والی۔ ایسی حالت مین روح۔ معاد یا خلقت عالم پر اپنی عقل سے کوئی رائے بھی
قائم کرلینا سب سے بڑی جہالت ہے۔ خدا کی نسبت یہ سمجھنا کہ وہ دنیا کا گورکھ دھندا

بناکر وہ خود وجود معطل ہو گیا بڑی گستاخی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو حجتی طبیعت رکھتے ہین
اور قرآن کو اسلیے غلط سمجھتے ہین کہ وہ فطرت انسانی کے خلاف ہے اور خدا کو اسلیے
عادل نہین سمجھتے کہ بندہ مجبور ہے اور خدا ہی خیر و شر کا خالق ہے اُنکو ضرور ہے کہ یہ مضمون
پڑھین اور سوچین کہ اگر فطرت موجودات کا علم اُنکا بہت ہی کامل ہے تو کلام اللہ
بھی اسکے خلاف نہین ہے۔ کلام اللہ انسان کی ہدایت کے لیے ہے انسان
کے خیالات مختلف ہین تو قرآن کا بھی یہ اعجاز ہے کہ مختلف خیالات کے لوگ
اس سے مختلف پیرایہ مین تشفی حاصل کرسکتے ہین یعنے قرآن اس طور پر لکھا گیا ہے
کہ ہر استعداد اور ہر مذاق کا آدمی اپنے مذاق کے موافق اُس سے تسکین حاصل
کرسکتا ہے۔ آسمان۔ زمین۔ دعا۔ سحر۔ جن۔ ملایکہ۔ قصہ آدم۔ خلقت عالم۔ عذاب و ثواب
و دوزخ و بہشت یہ تمام چیزین قرآن مین اس طرح مذکور ہین کہ عرب کے بدوون کو بھی
اُسکے پڑھنے سے تشفی ہوئی۔ اور یونانی فلسفہ جب مسلمانون مین پھیلا تو متکلمین
نے بڑے بڑے دہریون کی تسکین کردی اور زمانہ حال کے سائنس اور بہت سے
بھی وہ کلام پورے طور پر مطابق پایا جاتا ہے۔ کیون نہ ہو یہ کلام ربانی ہے۔ ہر فرقہ
ہر قوم اور ہر قرن کے مناسب حال بنایا گیا ہے۔

اکابر اسلام کے بھی چند اقوال نقل کیے جاتے ہین تاکہ اُنکے خیالات
اس مسئلہ کے متعلق معلوم ہون۔

حضرت علی نے جنگ صفین سے واپس آنے پر ایک شخص کے سوال کے
جواب مین جو فرمایا اُسکو امام احمد زیدی نے لکھا ہے۔ جابجا سے اُنکے فقرے یہان
نقل کیے جاتے ہین ‘‘ دانے کے پھوڑنے والے اور جان کے پیدا کرنے

والے کی قسم ہے کہ ہم کسی وادی مین نہ اترے اور نہ کسی ٹیلہ پر چڑھے مگر قضا وقدر کے موافق"۔ پھر شیخ نے پوچھا تو کیا ہمارے لیے خدا کے نزدیک کچھ ثواب نہین ہے کیونکہ قضا وقدر نے ہمکو چلایا اور اُسی سے ہمارا سفر ہوا۔ حضرت علی نے فرمایا۔ کہ شاید تو اُسکو قضاء یقینی اور قدر قطعی خیال کرتا ہے۔ ایسا ہوتا تو عذاب اور ثواب کے وعدے سب بیکار ہو جاتے۔ خدا نے ہمکو مختار بنا کر حکم دیا ہے۔ مجبور بنا کر مکلف نہین کیا ہے ایسا خیال کافرون کا ہے"۔

حضرت امام حسن نے اہل بصرہ کو خط لکھا جسکے چند فقرہ یہ ہین۔ "جو خدا پر اور اُسکے قضا وقدر پر ایمان نہین لایا وہ کافر ہوا۔ اور جس نے اپنے گناہون کو خدا کی طرف منسوب کیا وہ گنہگار رہا۔ اگر خدا کی عبادت کرین تو خدا اُنکے اور اُنکے عمل کے درمیان حائل نہین ہوتا۔ اور اگر گناہ کرین تو خدا نے کچھ گناہ پر مجبور نہین کیا ہے۔

حسن بصری نے حجاج کے خط کے جواب مین مسئلہ قدر کی حقیقت یون بیان کی ہے۔ جہلا کہتے ہین کہ خدا جسکو چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہے راہ دکھاتا ہے۔ اگر وہ آیت کے ماقبل اور مابعد پر نظر ڈالتے تو اُنکو معلوم ہوجاتا کہ خدا گمراہ نہین کرتا مگر کفر اور گناہ کے تقدم کی وجہ سے جیسا کہ اُسکا قول ہے کہ اللہ ظالمون کو گمراہ کرتا ہے۔

امام احمد بن یحییٰ المرتضیٰ زیدی نے لکھا ہے عبد اللہ عمر سے ایک شخص نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن بعض قومون کے لوگ زنا کرتے ہین اور شراب پیتے ہین۔ چوری کرتے ہین اور لوگون کو قتل کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ خدا کے علم مین تھا۔ ہمکو کوئی چارہ نہین ہے۔ عبد اللہ بن عمر غصہ ہوگئے اور کہا

سبحان اللہ - بیشک اللہ کے علم مین تھا کہ وہ لوگ ایسے کام کرین گے - مگر خدا کے علم نے انکو ان کامون کے کرنے پر مجبور نہین کیا - مجھ سے میرے باپ عمر بن خطاب نے ذکر کیا کہ اُنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا کہ علم الہی کی مثال تم مین مثل آسمان کے ہے جس نے تم پر سایہ کر رکھا ہے اور مانند زمین کے ہے جس نے تمکو اُٹھا رکھا ہے - جس طرح تم آسمان و زمین سے باہر نہین جا سکتے اسی طرح تم خدا کے علم سے باہر نہین ہو سکتے اور جس طرح آسمان و زمین تمکو گناہون پر مائل نہین کرتے اسی طرح خدا کا علم بھی تمکو اُن گناہون پر مجبور نہین کرتا ہے -

فصل پنجاہ و سوم

قصص قرآنی

قرآن مین جہان امر اور نہی کے احکام ہین یا اخلاق حسنہ کی تعلیم کی گئی ہے وہان پرانے زمانے کے قصے بھی مجملاً مذکور ہین جنسے محض اخلاق اور حکمت کا کھانا مقصود ہے - انمین زائد تر وہی باتین ہین جو عرب اور شام مین جزوی اختلاف کے ساتھ پہلے سے مشہور تھین - ابتداے اسلام مین مناسب معلوم ہوا کہ ان قصون کے واقعات یاد دلاکر خیر کی طرف طبیعتین متوجہ کی جائین اور اس پیرایہ مین عقاید اسلام تعلیم کیے جائین - عبارت قرآن کی خوبی تو عربی جانے بغیر سمجھ مین نہین آسکتی رہا طرز بیان وہ بھی زائد تر اُسی وقت کے حسب حال تھا کہ لوگون کو باتین پہلے سے معلوم تھین پورا قصہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی صرف ایک اشارہ کافی اور با اثر ہوتا تھا - الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ -

سب کو معلوم ہے کہ قرآن ایک دم سے نازل نہین ہوا۔ ضرورت کے وقت آیتین یا صورتین نازل ہوتی تھین اسلیے ایسا بھی سبب ہے کہ مختلف اوقات اور مختلف مواقع پر ایک ہی بات بار بار کہی گئی ہے گو طرزِ بیان ہر جگہ پر جداگانہ ہی اور باعتبار بلاغت کے نہایت ہی دلچسپ ہے۔ لیکن غیر زبان مین ترجمہ ہونے کے بعد اور شانِ نزول پر نظر نہ ہونے کی حالت مین قصہ کا لطف بہ حیثیت قصہ ہونے کے ضرور کم ہوجاتا ہے مگر وہ باتین جو اِن قصون سے پیدا ہوتی ہین بجاے خود نہایت مفید اور بکار آمد ہین اور ہر وقت اور ہر موقع کے مناسب ہین ہم اسوقت صرف انھین فواید سے بحث کرنا چاہتے ہین۔

قرآن مین جا بجا یہ بتایا گیا ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنے کو خراب نہین کرتی خدا بھی اُسکو خراب نہین کرتا۔ جب کوئی خود کو بھول جاتا ہے تو خدا بھی اُسکو بھول جاتا ہے۔ اسکو یون بھی سمجھ سکتے ہین کہ جب کسی قوم کو عروج ہوتا ہے تو وہ محنت۔ جانفشانی۔ شکرگزاری وغیرہ اسباب ترقی چھوڑکر خود فراموشی اختیار کرتی ہی جسکا دوسرا نام ہے خدا فراموشی۔ نتیجہ خدا فراموشی کا ہے کثرت معاصی اور اُسکا نتیجہ لازمی ہے تباہی اور بربادی۔ ایک قوم کے برباد ہونے پر دوسری قوم محنت اور شکرگزاری کے راستہ پر چلتی ہے اور جب اُسکو بھی عروج ہوجاتا ہے تو خدا فراموشی کے ساتھ زوال شروع ہوجاتا ہے اور زوال شروع ہونے کے وقت اپنے ناصحون یعنے پیغمبرون کا کہنا نہ ماننا لازمی ہے۔ جب تک نصیحت سننے کے لیے کان کھلے رہتے ہین خدا فراموشی نہین ہوتی اور نہ زوال آتا۔ خدا اسی قومی ترقی و زوال کو کہتا ہے کہ "تلک الایام نداولہا بین الناس"۔ دنون کو ہم آدمیون مین پھیرتے

رہبتے ہین۔ خدا نے بہت سی امتون کا عروج وزوال قرآن مین دکھایا ہے۔ زوال کے لیے عذاب کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔ عذاب کی غائت قومون کی بربادی ہی اور عذابون کے مختلف طریقے لکھے ہین اگر بیان تمثیلی سمجھی جائے تو مطلب صاف ہے۔ اور اگر فی الواقع طوفان کا آنا زلزلہ کا محسوس ہونا پتھر برسنا وغیرہ وغیرہ آفات ارضی وسماوی کا واقع ہونا اصلی معنون مین سمجھا جائے جب بھی سمجھدارون کے نزدیک کوئی بات انوکھی پیدا نہین ہوتی۔

مختلف مقامات پر مختلف پیرایہ سے قصے بیان کیے گئے ہین اور کہین کہین مجمل طور پر بہت سے واقعات کی طرف ایک ساتھ اشارہ کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ عنکبوت رکوع ۴ مین قوم نوح۔ قوم لوط۔ سکان مدین (یعنے قوم شعیب) قوم عاد (جسمین حضرت ہود پیغمبر مبعوث ہوئے تھے)۔ قوم ثمود (جسمین حضرت صالح پیغمبر مبعوث ہوئے تھے) قارون۔ فرعون۔ ہامان کی تباہیون کا بالاجمال ذکر کرکے خدا فرماتا ہے کہ "خدا انپر ظلم نہ کرتا لیکن یہ تو خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔ کہ اللہ کے سوا دوسرون کو کارساز سمجھتے تھے۔ ان لوگون کی مثال مکڑی کی سی تھی کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے اور اُسے اپنے پندار مین بڑا مضبوط جانتی ہے۔ حالانکہ وہ سب کے گھرون سے بودا ہے۔ کاش یہ اتنا ہی سمجھتے"۔ وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون۔

ہم چاہتے ہین کہ چند بڑے بڑے قصے جو قرآن مین کسی قدر صراحت کے ساتھ مذکور ہین یہان بیان کرین۔ لیکن قصہ شروع کرنے کے قبل یہ کہنا بھی ضروری

خیال کرتے ہین کہ یہ قصے ناول نہین ہین کہ شروع سے اخیر تک ایک بات واقعہ کے مطابق نہ ہو مگر قوم کے موجودہ مذاق سے اسدرجہ قریب ہو کہ کسی طرح کذب کا گمان بھی نہ ہوسکے بلکہ یہ قرآن پاک کے قصہ ہین جنمین ایک لفظ بھی جھوٹ نہین ہے مگر واقعات استنے پرانے ہین کہ ہماری تاریخی معلومات سے اُنکی تائید نہین ہو سکتی۔ بلکہ بعض بعض قصہ تو اُس زمانہ کے ہین جب معاشرت انسانی اپنی نوعیت مین موجودہ معاشرت سے بالکل علیحدہ تھی اور اسوقت کے قانون قدرت سمجھنے کے لیے ہمارے عقول اُسی طرح ناکافی ہین جس طرح اور بہت سے راز فطرت کے سمجھنے سے ہم قاصر ہین۔ ہم یہ نہین کہتے کہ "لاتبدیل فی فطرت اللہ" قانون قدرت مین تبدیلی نہ ہو سکتی ہو جب بھی ہم کسی امر کو موجودہ حالت پر نظر کرکے مافوق العادۃ نہین کہہ سکتے۔ وہی آفتاب جو صبح کو اپنی دھیمی حرارت سے لطف بخشتا ہے دوپہر کو اُسکی گرمی دماغ پریشان کردیتی ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ بدو خلقت آدم مین بہت سی باتین فطرتاً مطابق عادت ہون اور اب مافوق العادۃ ہوگئی ہون اور وجوہ کے سمجھنے سے ہماری قوت مدرکہ اور متخیلہ اسوقت قاصر ہو۔

حضرت آدم کی پیدائش پر غور کیجیے۔ آج کوئی عالم یا کوئی حکیم علوم جدید یا علوم قدیمہ کی برکت سے ایسا ذی وقوف نہین ہے جو یقینی طور پر کسی کو یہ سمجھا دے کہ انسانی سلسلہ توالد وتناسل پیدا ہونے کے قبل ایک مرد اور ایک عورت کا جوڑا کس طرح بن گیا۔ جب قطعی طور پر کوئی دوسری صورت بیان نہین کی جاسکتی تو کیون ہم قصۂ قرآنی کو گو وہ کیسا ہی مافوق العادۃ ہو صحیح باور نہ کرین بالخصوص ایسی حالت مین کہ تمام آسمانی کتابون مین ایسا ہی لکھا چلا آتا ہے۔ اب جب آدم کی

کی پیدائش ہم کو اپنے موجودہ علم کے ذریعہ سے معلوم نہ ہو سکی تو آدم کے زمانہ مین یا اُنکے قریب زمانہ کی باتین جو مافوق العادۃ بیان کی جاتی ہین ہم اُنکو کیون غلط مانین۔ مثلاً حضرت سلیمان کی نسبت مذکور ہے کہ وہ جانورون کی بولی سمجھتے تھے کیا بعید ہے کہ اُسوقت انسان مین جانورون کی بولی سمجھنے کی قوت موجود ہو۔ اور سلیمان مین وہ قوت نسبتہً زائد ہو۔ اب بھی تو یہ قوت انسان مین کچھ نہ کچھ موجود ہے ایک کتے کو دیکھکر دوسرا کتا بھونکتا ہے۔ یا گھوڑا دانے کے وقت بولتا ہے۔ بلی کھانے کے سامنے بیٹھکر میاؤن میاؤن کرتی ہے اور انسان سمجھ جاتا ہے کہ کس غرض سے یہ آواز جانور کے منھ سے نکلی۔ بطور مذاق کے کہا جاسکتا ہے کہ ڈاروان تھیوری کے مطابق جب رفتہ رفتہ بندر سے آدمی بنا ہی تو بندر کی خو بو بھی رفتہ رفتہ بدلی ہوگی۔ ممکن ہے کہ حضرت سلیمان کے وقت تک جانور کی بولی سمجھنے کی قابلیت جو بوجہ ہم جنسی کے شروع شروع انسان مین تھی اُسمین زائد تر تغیر نہ آیا ہو۔ بہرحال جتنے قصے قرآن کے ہین وہ سب سچ ہین۔ زیادہ آسانی تو اسمین ہے کہ اُسوقت کا طرز معاشرت جُداگانہ مان لیا جائے یا فطرت کی جانب سے زائد تر دست اندازی اُسوقت کی ماندو بود مین ضروری سمجھی جائے یا اگر کسی طرح موجودہ فلسفہ سے الگ ہونا گوارا نہ ہو تو لسان تمثیلی سے مدد لی جائے۔ خدا کو صرف فلاسفہ کے لیے تو قرآن کا نازل کرنا مقصود نہ تھا کُل عالم کے لیے اُسکو اُتارنا تھا۔ جسمین عرب کے بدو ایسے ناتربیت یافتہ لوگ زائد تر تھے۔ دو قرآن ایک عالم کے لیے اور ایک جاہل کے لیے ہوتا تو غرض فوت ہوتی اسلیے ایک ہی کتاب سے دونون کو سمجھانا مناسب تھا۔ فلاسفہ

کے لیے جو قرآن اُترتا اسکو جہلا کبھی نہ سمجھتے لیکن جہلا کے لیے جو اُترا وہ عقلا
بھی سمجھ سکتے ہین اور اسلیے یہ طرز اختیار کیا گیا جواب ہے۔ آنکھون مین بصارت
اور کانون مین سماعت ہو تو ہر زمانہ اور ہر قوم کے لیے قرآن چراغ ہدایت ہو سکتا ہے
تربیت یافتہ کی بھی تشفی کرتا ہے اور نا تربیت یافتہ بھی اس سے ہدایت پاتے ہین۔

ابوالبشر آدم

حضرت آدم کا ذکر قرآن مین کئی جگہ ہے۔ از قسم انسان سب کے پہلے یہی دنیا
مین آئے۔ اور اُنکے بعد حوا اُنکی بی بی آئین۔ خلقت انسان انہین دونون سے
شروع ہوئی۔ تعلیم جو اس قصہ سے کی گئی ہے اپنی نوعیت مین نرالا جواب ہے

(۱) عزازیل ایسا مقرب فرشتہ اپنی نخوت کی وجہ سے شیطان ہو کر مارا مارا
پھرتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ نخوت کو بری بلا سمجھے۔

(۲) شیطان موروثی دشمن انسان کا ہے اسکے ورغلانے سے بُرے افعال
کرنا سخت بے دانشی ہے۔ نفس امارہ کو دشمن موروثی قرار دینا اور یون اس سے
ڈرانا نہایت اچھا طرز بیان کا ہے۔

بعض ایسے گمراہ حضرات ہین جو سائنس کی چند جھوٹی سچی کتابین پڑھکر اپنے
معلومات کو قرآن سے زائد باوقعت سمجھتے ہین۔ گمراہ کا لفظ ہم نے بہت بڑے
معنون مین استعمال نہین کیا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ حضرات گمراہ کہے جانے
کے ضرور سزاوار ہین جو راز فطرت کے دریافت کرنے مین اپنا عزیز وقت ضایع
کرتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ اُنکے حواس اس کام کے لیے نہین بنائے گئے ہین
ہمارے نزدیک تو فطرت انسانی نے جن اسرار کو ہم سے پوشیدہ رکھا ہے اُنکی نسبت

عقلی گھوڑے دوڑانے مین قانون فطرت کے ساتھ بے ادبی لازم آتی ہے
خدا کہتا ہے کہ ہم تم سے چھپائین گے اور تم کہتے ہو کہ ہم خواہ مخواہ دریافت
کرین گے۔ آج تک ایک نے بھی قابل اطمینان کامیابی حاصل نہین کی لیکن
پھر بھی تم ضد پر قایم ہو تو یہ کیا حرکت ہے اچھا بے ادبی نہ سہی مالیخولیا تو ضرور
ہے۔ گمراہی نہین تو گمراہی کا مقدمہ تو ہے۔ حافظ شیرازی نے کیا خوب لکھا ہے

حدیث از مطرب و می گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

بہرحال ہم کہتے ہین کہ ان گمراہون کی تسکین خاطر بھی قرآن سے ہو سکتی ہے
اور ہم اسکو بھی قرآن کا ایک معجزہ سمجھتے ہین کہ وہ ہر درجہ کے لوگون کی سمجھ کے مطابق ہے

قصہ جو قرآن مین مختلف مقامات پر درج ہے یون سلسل بیان کیا جاتا ہے

خدا نے سڑی ہوئی کیچڑ سے جو گویا آگ مین پکی ہوئی کے مثل گرم ہو رہی تھی آدم کو
اور اُسکے ساتھی حوا کو پیدا کیا پھر انکو اس صورت موجودہ پر بنایا۔ فرشتون سے کہا
کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا۔ مگر شیطان نے سرکشی کی۔ خدا کے حکم کو نہ مانا
اور سجدہ نہ کیا۔ خدا نے اُس سے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیون نہین کیا۔ اُسنے
کہا مین آدم سے افضل ہون۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور آدم کو مٹی
سے بنایا ہے۔ خدا نے کہا جا دور ہو تو فرشتون مین ہونے کے لائق نہین ہے
اُسنے کہا مجھے قیامت تک ایسا ہی رہنے دو تمھین نے مجھے بہکایا ہے مین
بھی انسان کو بہکاتا رہون گا۔ خدا نے کہا دور ہو اے مردود جو لوگ تیری تبعیت
کرین گے مین اُنسے دوزخ بھر دونگا۔ خدا نے آدم سے سمجھایا کہ شیطان تمھارا

پکا دشمن ہے اُس سے خبردار رہنا۔ پھر اُنکو بہشت مین رکھا جہان کہ انکو بھوک تھی نہ پیاس تھی نہ دھوپ لگتی تھی اور نہ کپڑے کی حاجت تھی۔ خدا نے کہا جو کچھ چاہو کھاؤ مگر فلان درخت کے پاس نہ جانا اگر جاؤ گے تو آپ اپنے لیے برا کروگے شیطان نے اُنکو بہکایا اور کہا کہ مین تمکو ہمیشگی کا اور ہمیشہ رہنے والی بادشاہت کا درخت بتاتا ہون اور پھر وہی درخت بتایا جس سے خدا نے منع کیا تھا اور کہا کہ اس مین کوئی برائی نہین ہے تم اس سے اسلیے منع کیے گئے ہو کہ تم فرشتہ اور ہمیشہ رہنے والے نہ ہو جاؤ۔ شیطان کے بہکانے مین وہ آ گئے اور درخت ممنوعہ مین سے کچھ کھا لیا۔ اُسکے کھانے سے جو نادانی کا پردہ تھا اُنپر سے اُٹھ گیا عیب و ثواب معلوم ہونے لگا۔ اُنکی برہنگی اُنکو شرمانے لگی اور درخت کے پتون سے وہ اپنی شرمگاہین چھپانے لگے۔ خدا نے کہا کہ اس درخت کے کھانے سے مین نے تمکو منع کر دیا تھا اور یہ بھی کہدیا تھا کہ شیطان تمھارا پکا دشمن ہے چلو یہان سے جاؤ تم اب جہان رہوگے ایک دوسرے کے دشمن ہو کر رہوگے۔ چند مدت تک زمین پر رہوگے وہین مروگے اور وہین سے نکلوگے آدم نے خدا کی ہدایت کے موافق اپنے قصور کی معافی اس طرح چاہی کہ " اے ہمارے خدا ہم نے خود پر ظلم کیا اگر تو معاف نہ کرے گا اور رحم نہ کرے گا تو ہم آفت مین رہین گے" خدا نے معاف کر دیا اور یہ بتایا کہ تمھارے پاس میری ہدایت آئے گی جو کوئی اُسے مانے گا وہ بے خوف ہوگا اور جو کوئی نہ مانے گا دوزخ مین جائیگا اور ہمیشہ اُسی مین رہے گا۔ خدا نے آدم کو زمین پر اپنا نائب بنایا فرشتون نے کہا کہ ایسے شخص کو تو نیابت دیتا ہے جو فساد کرین گے اور خون بہائین گے اور ہم پاکیزگی سے

ساتھ تجھے یاد کرتے ہین اور تیری تعریف کرتے ہین - خدا نے کہا مین سب کچھ جانتا ہون - جو مین جانتا ہون تم نہین جانتے - پھر خدا نے آدم کو سب چیزون کے نام بتائے اور فرشتون کے سامنے کیا اور کہا کہ تم سچے ہو تو ان چیزون کے نام بتاؤ - فرشتون نے کہا کہ ہم تو اتنا ہی جانتے ہین جتنا تو نے ہمکو بتایا ہے اُس سے زیادہ نہین جانتے - پھر خدا نے آدم سے پوچھا - آدم نے سب بتا دیا -

ضرورت سے زیادہ عقل رکھنے والون کے سمجھانے کے لیے مفصلۂ ذیل سطرین لکھی جاتی ہین

خدا نے اس تمام قصے مین یہ نہین بتایا ہے کہ مٹی ہوئی گرم کیچڑ سے خدا نے آدم اور حوا کو کیونکر پیدا کیا - ایک دم سے پیدا کیا یا بتدریج پیدا کیا - اگر بتدریج جامۂ انسانی مین آنا ڈارون تھیوری کے مطابق مانا جائے تو قرآن سے نہ اسکی تصدیق ہوتی ہے نہ اسکی تردید ہوتی ہے - لیکن خدا نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ہم نے پیدا کیا پھر صورت بنائی (لقد خلقناکم ثم صورناکم) - اسکا یہ منشا ہو سکتا ہے کہ انسان نطفہ مین نہایت باریک بھنگے کے مانند پیدا ہوتا ہے - پھر اُسکی صورت بنتی ہے اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ انسان کا کالبد بھی مثل اور تمام چیزون کے اُنھین چھوٹے چھوٹے ذرّون سے بنتا ہے جو دنیا مین پہلے سے پیدا ہین صوفیان کرام یہ معنی لگاتے ہین کہ روح انسانی جو ایک خاص پرتو ہے ذات باری کا پہلے سے موجود تھی - صورت انسانی مین وہ بعد کو آئی -

دنیا کی تمام چیزین ایسی ہین کہ جب باہم ایک دوسرے سے ملتی ہین تو ان مین کیمیائی امتزاج ہو کر ایک نیا مزاج پیدا ہوتا ہے - انسان مین خدا نے اچھی اور بری عادتین

قوتین پیدا کی ہین اور یہ قدرت خدا کی ہے کہ انسان ایسے معجون مرکب مین دونون قوتون کا مزاج الگ الگ قایم ہے۔ ان دونون قوتون مین سے قوت خیر کو فرشتہ اور قوت شر کو شیطان کہین تو خلاف قرآن نہین ہو سکتا۔ معلوم رہے کہ قرآن لسان تمثیلی مین نازل ہوا ہے تاکہ اسکے مضامین بدون سے لیکر سقراط او بقراط کے درجہ والون تک کی سمجھ مین بخوبی آجائین۔ ہر علم کے اصطلاحات خاص ہوتے ہین۔ اصطلاح مذہب مین قوت خیر کو فرشتہ اور قوت شر کو شیطان مان لینے سے مضمون بہت عام فہم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض حدیث مین جو بیان ہوا ہے کہ رحم مین فرشتہ انسان کی صورت بناتا ہے تو یہان فرشتہ سے ایک خاص قسم کی قوت مصورہ مراد ہے۔

فرشتہ یعنی قوت ملکی کا آدم کو سجدہ کرنا اور شیطان یعنے قوت شری کی سرکشی اس کا یہ مطلب ہے کہ قوت ملکوتی جو انسان مین ہے وہ اسکی مطیع ہے اور قوت شیطانی بارہا اطاعت سے انکار کرتی ہے۔ انسان جب کوئی اچھا کام کرنا چاہتا ہے تو اسکو کوئی وقت نہین ہوتی اسوقت تمام قوتین انسان کی انسان کے تابع ہوتی ہین۔ اور جب وہ اس قوت کو حرکت دینا چاہتا ہے جو نیکی کی مخرج ہے تو بلا لزوم وہ حرکت مین آتی ہے اور انسان سے نیکی۔ رحم۔ محبت۔ ہمدردی اور حمیت ظہور مین آتی ہے اور اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمام قوتین جو ان چیزون کی منشا ہین سجدہ کر رہی ہین لیکن اسکے برخلاف حالت اُس قوت کی ہے جو بدی اور گناہ کی مخرج ہے۔ لوگ اکن افعال کو جو اس قوت سے پیدا ہوتے ہین برا جانتے ہین اور انکو نہ کرنے کا ارادہ کرتے ہین اور پھر کرتے جاتے

ہین لوگ جھوٹ کو برا سمجھتے ہین اور چاہتے ہین کہ منہ سے نہ بولین مگر منہ سے نکل ہی جاتا ہے غصہ کو برا جانتے ہین اور چاہتے ہین کہ نہ کرین لیکن وقت پر طبیعت بیقابو ہوجاتی ہے۔ زنا سب سے بری چیز ہے۔ زنا کے بعد لوگ خود پر لعنت کرتے ہین اور اسکا ارادہ کرتے ہین کہ نہ کرین گے اور پھر کرتے ہین۔ غرضکہ وہ قوت جو تمام بدیون کی جڑ ہے نہایت ہی سرکش اور نافرمان بردار ہے۔

شیطان نے جو خدا سے کہا کہ تو ہی نے مجھے بہکایا ہے مین بھی انسان کو بہکاتا رہون گا اسکا یہ مطلب ہے کہ خدا ہی نے قوت سرکش پیدا کی ہے اور سرکش قوت ہمیشہ سرکشی پر مائل رہے گی یہ جبر و اختیار کا مسئلہ ہے مفصل بیان اس کا "جبر و اختیار" فصل ۵۲ مین ہے۔ بیشک خدا نے دونون قوتین پیدا کی ہین لیکن اسکے ساتھ ہمکو عقل دی ہے کہ قوت سرکش کو ہم دبائین اور اپنے افعال پر ہمکو طاقت دی ہے کہ جب چاہین ہم ہاتھ ہلائین اور جب چاہین نہ ہلائین جب چاہین ہم چلین اور جب چاہین نہ چلین بولنے اور نہ بولنے پر ہمکو قدرت ہے دیکھنے یا نہ دیکھنے پر ہمکو پورا اختیار ہے۔

شیطان جب ایک قوت انسان کا نام ٹھہرا تو وہ فرشتون مین داخل کیا گیا اور جب اسکا سرکش ہونا بتایا گیا تو وہ انہین سے علیحدہ کر کے شیطان بتایا گیا ہے یہی اسکا مردود ہونا اور فرشتون سے علیحدہ کیا جانا ہے۔ رہا آگ سے اسکا مخلوق ہونا اسکا مطلب یہ ہے کہ قواے انسانی مین حرارت عزیزی (مادہ الکٹرسٹی) موجود پایا جاتا ہے اس تمام حرارت کا سرجوش قوت سرکش ہے جسے شیطان کہتے ہین وہ قوت سب سے اوپر ہے اور تمام قوتین اس سے نیچے ہین اسی لیے اسکی خلقت آگ

سے اور بقیہ قوتوں کی خلقت مٹی سے کہی گئی ہے۔

رہا "درخت ممنوعہ" اسکے معنی بھی تمام مضامین پر نظر کرنے سے سمجھ مین آجاتے ہین۔ انسان کے ہوش سنبھالنے کو جس طرح زبان حکما مین بالغ ہونا اور زبان شرع مین مکلف ہونا کہتے ہین اسی طرح انبیا کی زبان مین شجرۂ ممنوعہ کا کھانا یا چکھنا کہتے ہین۔ اب یہ مضمون کہ جب انسان پیدا ہوا تو وہ بلوغ تک بھی پہونچے گا۔ آدم کو اُس درخت کے کھانے سے منع کرنا اور پھر اُسکو آدم کا کھانا اور خدا کی نافرمانی کرکے گنہگار ہونا۔ اسکا مطلب ذرا بڑھا ہے۔ جبر و اختیار کا یہ دوسرا مسئلہ ہے اور اسکے متعلق راویون مین اختلاف ہے۔ بعض خیال کرتے ہین کہ انسان اپنے افعال مین بالکل مجبور ہے بعض خیال کرتے ہین کہ وہ بالکل خود مختار ہے۔ بعض سمجھتے ہین کہ وہ جزءاً مجبور اور جزءاً مختار ہے۔ ممکن ہے کہ یہان یہ بتایا گیا ہو کہ انسان بالکل مجبور ہے اچھا یا بُرا پیدا ہوتا ہے۔

السعید من سعد فی بطن امہ والشقی من شقی فی بطن امہ

نہایت سچا قول ہے۔ بُرا کام کرنا گو بُرا ہے لیکن انسان ضرور اُس حد تک وہان پہونچا ہے جہان تک بُرائی اُسکے ساتھ مخلوق ہے اور بُرائی کرنے سے وہ خدا کی نافرمانی کرکے گنہگار بھی ضرور ہوتا ہے لیکن یہ تمام بُرائیان اُسکی خدا معاف کردیتا ہے۔ اگر وہ اپنی تمام قوتون کو سمجھ بوجھ کے کام مین لائے یعنے قواے ملکیہ کو جو اُسمین مگر درحالت مین ہے اُسے بیکار نہ چھوڑے۔ قواے ملکیہ کو کام مین لانے کو زبان انبیا مین توبہ کہتے ہین اور اسی کو شارع نے کہا ہے (التائب من الذنب کمن لاذنب لہ) یہ مشکل اور باریک مسئلہ اس عام فہم طریقہ سے یون ادا کیا گیا کہ آدم کو

درخت ممنوعہ کے کھانے سے خدا نے روکا لیکن آدم نے کھالیا اور اس نافرمانی کی وجہ سے گنہگار ہوا۔ بعد ازان آدم اپنی قوت ملکوتی کو کام مین لائے اور دعا کی کہ اے رب ہمارے خدا ہم نے خود پر ظلم کیا۔ اگر تو معاف نہ کرے گا اور رحم نہ کرے گا تو ہم آفت مین ہین گے۔ آدم کے پچھتانے اور معافی مانگنے پر خدا نے اُنکی خطا معاف کردی۔ اور اگر شجرہ ممنوعہ کھانے سے عام بُرائیون کا ارتکاب مراد ہو جب بھی معنے صاف رہتے ہین۔ آدم کو اُنکے قوائے شیطانی نے قوائے شر کو کام مین لانے کی ترغیب دی اور وہ گنہگار ہوئے اور پھر پچھتانے لگے خدا نے معاف کیا اور یہی توبہ کرنا اور معاف ہونا کہلاتا ہے

آدم کا زمین پر نائب ہونا صریح ظاہر ہے کہ سب سے زبردست مخلوق بنی نوع انسانی ہین۔ اور فرشتون کا تکرار کرنا یہ از قسم خطابیات ہے۔ تمام قوی وہی کام کرتی ہین جسکے لئے وہ مخلوق ہین۔ مگر انسان ہی ایسا مخلوق ہے کہ وہ نیکی بھی کرتا ہے اور بدی بھی کرتا۔ خدا نے گویا انسان کی حقیقت بیان کردی ہے کہ وہ بڑے بڑے گناہ کرتا ہے لیکن وہ قابل تعلیم اور قابل اصلاح ہے اسلیے وہ نائب کیا جاتا ہے۔ خدا نے آدم کو تمام چیزون کے نام بتائے۔ نام بتانے سے اُس ملکہ کا علم انسان مین ودیعت کرنا ہے جس سے انسان بقدر اپنی طاقت کے کارخانہ قدرت پر غور کرسکتے ہین۔ لیکن واضح رہے کہ انسان کو خدا نے سب کے نام ہی بتائے ہین (وعلم آدم الاسماء کلہا) حقیقت ایک چیز کی بھی نہین بتائی جیسا کہ بڑے بڑے علماء کے قول سے ظاہر ہے کہ وہ جتنا غور کرتے ہین اُتنا ہی خود کو حقایق عالم سے بیخبر پاتے ہین۔

حضرت نوح

انکو آدم ثانی بھی کہتے ہین اسلیے کہ انکے وقت مین اکثر ذی روح طوفان مین ہلاک ہوگئے تھے اور پھر ان سے اور نیز انکے ساتھیون سے نسل بڑھی - قرآن مین یہ قصہ یون مذکور ہے کہ حضرت نوح کے زمانہ مین گمراہی بہت بڑھ گئی تھی حضرت نوح نے لوگون کو بہت سمجھایا - بجاے شکرگزار ہونے کے لوگ انکے دشمن ہوگئے۔ کسی نے انکا کہنا نہ مانا - حتی کہ انکا ایک لڑکا بھی انسے الگ ہوگیا - بالآخر ایک سوتے سے جسکو تنور سے تعبیر کیا ہے لیکن یہ صاف نہین لکھا ہے کہ تنور سے کیا مراد ہے پانی نکلنا شروع ہوا - حضرت نوح کو پہلے سے خیال تھا اور اُنھون نے ایک کشتی بنا رکھی تھی اپنے ساتھیون کو اسپر سوار کرلیا اور جانورون کے جوڑے بھی رکھ لیے - تمام خلقت ڈوب گئی - لیکن حضرت نوح مع اپنے ساتھیون کے صحیح و سلامت رہے

ذوالقرنین

قرآن مین ذوالقرنین کا قصہ ہے لیکن ٹھیک پتہ نہین لگتا کہ ذوالقرنین سے کیا مراد ہے غالباً یہ لقب اُس بادشاہ کا ہے جسکا قصہ ہے - حضرت عیسیٰ سے کچھ ہی پہلے سکندر یونانی نے مشرق سے مغرب تک یعنے یونان سے ہندوستان تک فتح کر ڈالا تھا - اُسکا پتہ سب کو معلوم تھا اور قرآن مین جس ذوالقرنین کا ذکر ہے اُسنے بھی مشرق سے مغرب تک فتح کیا تھا - سکندر کے حالات پڑھکر مسلمان سمجھے کہ ذوالقرنین سے وہی سکندر یونانی مراد ہے - اُسوقت کے مسلمان جغرافیہ ارض سے اسقدر واقف نہ تھے جتنا کہ اب نئی تحقیقات حال سے دریافت ہوا ہے اور اسلیے وہ ٹھیک مفہوم قرآن کا نہ سمجھ سکے - اب تحقیقات جدید کے بعد قرآن کے معنی ٹھیک لگائے

جائین تو ذوالقرنین کوئی دوسرا شخص ٹھہرے گا اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مین بالکل سُننے سُنائے قصے نہین ہین بلکہ ایسی باتین بھی ہین جو اُسوقت کے لوگون کو معلوم نہ تھین صرف پیغمبر کو اُس خاص فیضان الٰہی کے ذریعہ سے معلوم ہوئین جسکا دوسرا نام رسالت ہے۔

قرآن مین مذکور ہے کہ ذوالقرنین کو خدا نے بہت بڑھایا اور پچھم جانب وہ بڑھتے بڑھتے ایسے مقام پر پہونچا جہان سیاہ کیچڑ کے کنڈل مین آفتاب غروب ہوجاتا ہے اور پھر پورب طرف بڑھتے بڑھتے ایسی جگہ پہونچا جہان لوگ جانورون کی طرح بسر کرتے تھے۔ ستر عورت بھی کسی چیز سے چھپاتے نہ تھے۔ قرآن مین یہ بھی مذکور ہے کہ ذوالقرنین اوتر جاتے جاتے ایک قوم کے پاس پہونچا جو اپنے ہمسایہ شمالی سے نہایت تنگ تھی۔ قرآن مین یہ شمالی قوم یاجوج اور ماجوج کے نام سے ذکر کی گئی ہے اور یہ مذکور ہے کہ ان شمالی وحشیون کا حملہ بچانے کے لیے دیوار تاتار ذوالقرنین نے بنوائی تھی۔ دیوار تاتار دنیا مین صنعت انسانی کی نہایت مستقل یادگار ہے۔ اس قصہ کے ذکر کرنے کی غایت یہ ہے کہ اپنی صنعت اور ہمت پر ناز کرنے والے سلاطین سمجھین کہ خدا نے دنیا مین ایسا بادشاہ بھی پیدا کیا تھا جو دیوار تاتار ایسی مستحکم یادگار چھوڑ گیا جسکی ثانی اسوقت بنانا محال ہے۔ مشرقی وحشیون سے چین کے ساحل شرقی کے باشندے مراد ہون جہان تہذیب بہت دنون کے بعد پہونچی اور مغرب مین سیاہ کیچڑ کے کنڈل سے بحر اسود سمجھا جائے تو ذوالقرنین کسی ایسے ملک کا بادشاہ ٹھہرتا ہو جسکے شمال مین دیوار تاتار اور پچھم بحر اسود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترکستان چینی تاتار اور چین خاص مین

کوئی شہنشاہ اگلے زمانہ مین ایسا زبردست گزرا ہے جسکے حکم سے دیوار تا ربنائی گئی تھی اور تاریخ کی پرانی کتابون سے بھی کچھ کچھ پتا لگتا ہے کہ اگلے زمانہ مین ایک بادشاہ ایسا گذرا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ

انکا لقب خلیل اللہ ہے۔ انکا تذکرہ بھی قرآن مین ہے اور مختلف جگہون پر ہے کفار عرب اور یہودیان شام انھین کی نسل سے تھے اسلیے قرآن مین انکے ذکر کی زائد ضرورت تھی۔ لوگون کو یہ سمجھانا تھا کہ اگر باپ دادا ہی کے دین پر رہنے کے لیے وہ حریص ہین تو ابراہیم کے دین پر چلین کہ وہ بھی اجداد مین ہین۔ گمراہ آباو اجداد کے طریقہ اختیار نہ کرین۔

حضرت ابراہیم کے باپ آذر بُت فروش اور مقرب سلطان تھے۔ بادشاہ بھی بُت پرست تھا۔ حضرت ابراہیم کے عرفان کی کیفیت قرآن مین یون لکھی گئی ہے کہ یہ اپنے طریقہ آبائی یعنے بُت پرستی سے کارہ تھے اور اُسکو عقلاً بُرا سمجھتے تھے۔ ایک روز چاند نکلا تو اُسکی پیاری پیاری صورت دیکھ کر یہ سمجھے کہ بُت کی جگہ اسی کو خدا کیون نہ سمجھین پھر اتنے مین رات گزری دن آیا۔ آفتاب کی روشنی سب پر غالب ہوئی۔ تو کہنے لگے کہ یہ تو بڑا زبردست معلوم ہوتا ہے یہی خالق عالم ہوگا پھر وہ بھی شام کو چھپ گیا تو کہنے لگے کہ خالق عالم کوئی دوسری ہی قوت ہے جو پردہ مین بیٹھی ہوئی تماشہ دکھا رہی ہے اُسی کو خالق سمجھنا چاہیے۔ جب وہ اسپر خوب اچھی طرح قائم ہو لیے تو نور ایمان روز بروز اُنکے دل مین بڑھنے لگا۔

ایک روز حضرت ابراہیمؑ نے موقع پا کر تمام چھوٹے چھوٹے بُت توڑ ڈالے

اور جو سب سے بڑا تھا اُسکو رہنے دیا۔ گھر والون نے آکر پوچھا کہ کیا ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ بڑے بُت سے پوچھو۔ وہ سب مین بڑا ہے وہی جانتا ہوگا یا اُسی نے یہ سب کچھ کیا ہوگا۔ لوگون نے ابراہیم سے کہا کہ اس پتھر سے مین کیا پوچھون۔ بھلا یہ بولنا جانتا ہے یا کچھ کرنے کی قدرت رکھتا ہے؟۔ ابراہیم نے کہا کہ پھر اسکی پرستش کیون کرتے ہو۔ سب نے حضرت ابراہیم کو زندہ آگ مین ڈالنا چاہا۔ کہ اسوقت سب سے سنگین یہی سزا تھی۔ حضرت ابراہیم کو خدا نے اس آفت سے بچایا۔ بچنے کی صورت زائد تفصیل سے نہین بیان کی گئی ہے قرآن مین صرف اتنا بیان ہے کہ خدا نے آگ سے کہا کہ "ٹھنڈی ہوجا"۔ قرآن کے الفاظ یہ ہین "ہم نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی کی موجب ہوجا" الانبیاء[1] رکوع ۵۔ مفسرون نے لکھا ہے کہ آگ بالکل ٹھنڈی ہوگئی اور حضرت ابراہیم صحیح و سالم اُسمین سے نکل آئے ہم مسلمان ہین اور ہمکو اسکے سچ ہونے مین کوئی شک و شبہ نہین ہوسکتا۔ اگر خدا چاہے تو وہ سب کچھ کرسکتا ہے لیکن جو لوگ یہ سمجھتے ہین کہ قانون قدرت کو خدا کبھی نہین توڑتا تو وہ یون سمجھ سکتے ہین کہ خدا نے آگ سے اُنکو کسی طرح بچا لیا جلنے کی نوبت نہین آئی۔ دیکھیے کفار مکہ نے جب آنحضرت محمدؐ کے قتل کے لیے آنحضرتؐ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا تو اپنی جگہ پر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو سُلا دیا تھا اور خود مدینہ چلے گئے تھے۔ یہ بھی تو خدا کا بچانا ہی تھا کہ تمام مکہ کے لوگ ایک شخص کے مار ڈالنے پر تُلے ہوئے تھے اور وہ بچ کر چلا گیا اسی طرح حضرت ابراہیمؑ بھی کسی طور سے بچ گئے ہونگے خدا نے اگر اسکو یون کہا کہ ہم نے آگ کو حکم دیا کہ بجھ جائے تو محاورۃً ایسا

[1] قلنا یٰنار کونی بردًا و سلمًا علی ابراہیم۔

کہنا درست ہے۔ پرانے قصے قرآن میں محض اشارہ اور کنایہ کے طور پر بیان کیے جاتے ہیں کیونکہ مقصود اصلی ہوتا ہے نصیحت کرنا نہ کہ قصہ بیان کرنا۔ قرآن کی فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے قرآن کا طرز بیان بھی ایک خاص قسم کا ہے۔ خدا نے اگر آگ سے کہا کہ ٹھنڈی ہوجا تو ماحصل یہی ہوا کہ خدا نے ابراہیم کو آگ میں جلنے نہیں دیا۔ ظاہری الفاظ کی پوری پوری پیروی کرنے کو تو کوئی بھی نہیں کہتا یعنے یہ کسی کا خیال نہیں ہے کہ جس طرح ایک طرف لوگ حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کے لیے کھڑے تھے اسی طرح خدا دوسری طرف کھڑا ہوکر اپنی زبان سے آگ کو حکم دے رہا تھا کہ ٹھنڈی ہوجا۔ جس طرح کہنے کے مجازی معنے سلیے جائیں گے کہ زبان سے کہنا مقصود نہیں ہے اسی طرح آگ کا ٹھنڈا ہوجانا بھی یہ مفہوم رکھ سکتا ہے کہ آگ میں حضرت ابراہیم جلنے نہیں پائے بلکہ آگ تک پہونچنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ تدبیر سے بچ گئے۔ اس بچانے کو خدا سورہ عنکبوت کے رکوع ۳ میں اور طور سے بیان کرتا ہے۔ "قوم کے پاس حضرت ابراہیم[۱] کی باتوں کا کوئی جواب نہ تھا بجز اسکے کہ انھوں نے کہا کہ اسکو مار ڈالنا چاہیے یا جلا دینا چاہیے لیکن اللہ نے اسکو آگ سے بچا لیا۔" قرآن کے قصہ زیادہ تر وہ ہیں جنکو لوگ پہلے سے جانتے تھے اُن قصوں کو یاد دلاکر لوگوں کو اسلام کی ترغیب دینے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ طرز بیان جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کچھ تو لسان تمثیلی کی رعایت سے ہے اور کچھ فصاحت کلام کے لحاظ سے ہے اُس وقت کے مفسروں کو ملکی اور اخلاقی امور کی طرف زائد توجہ تھی دوسرے علوم وفنون

[۱] فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اقتلوہ او حرقوہ فانجٰہ اللہ من النار۔

کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت تھی اور نہ موقع تھا۔ اسلیے وہ سیدھے سیدھے طور پر قصہ کی تعبیر مشہور اور معروف طریقہ سے کرتے گئے۔ دوسرے طور پر سمجھنے کی تو ضرورت اسوقت ہوئی جب اور علوم کی طرف بھی مسلمانون کو توجہ ہوئی یا اور علوم جاننے والون کے ساکت کرنے کی ضرورت معلوم ہوئی۔ قرآن کا معجزہ ہے کہ جس طرح اسکو سمجھو ٹھیک ہوتا ہے۔ جنگلی آدمیون کو بھی وہ سمجھا سکتا ہے اور فیلسوف وقت کو بھی تسکین دے سکتا ہے۔

ابراہیم کو اپنے وطن یعنے زمین بابل سے آکر شام مین آباد ہونا پڑا۔ شام سے وہ مصر بھی گئے تھے۔ مکہ مین خانہ کعبہ انھین کی تعمیر ہے۔ لیکن بیان یون کیا جاتا ہے کہ پہلے بھی یہان ایک عبادت خانہ تھا اور ابتدا سے خلقت آدم سے تھا جو منہدم ہو گیا تھا۔

حضرت ابراہیم بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک دن فرشتون نے کہا کہ آپ کے اولاد پیدا ہو گی۔ حضرت ابراہیم اور اُنکی بی بی کو حیرت ہوئی کہ پیرانہ سالی مین اولاد کیسے ہو گی۔ لیکن خدا نے اولاد دی۔ ایک بی بی سے حضرت اسحاق اور دوسری سے حضرت اسمعیل ہوئے۔ کبرسنی مین اولاد کا پیدا ہونا ایک غیر معمولی بات تھی اسلیے خدا اسکا ذکر کر کے اپنی قدرت دکھاتا ہے۔ فرشتون کا مژدہ دینا بھی ہمارے نزدیک مستبعد نہین ہے ابتدا سے عالم مین جب کچھ نہین سے سب کچھ ہوا قانون قدرت کا طرز بھی موجودہ حالت سے ضرور ہی جدا ہو گا۔ لیکن اسکو نہ ماننے والے اگر صرف اتنی ہی بات پر دین اسلام سے الگ ہوئے جاتے ہین تو ہم اُنکو یون بھی سمجھا سکتے ہین کہ ہر ایک انسان مین جو قوت

ملکوتی یا قوت شیطانی دی گئی ہے اُسی کی طرف یہان بھی اشارہ ہے یعنے ابراہیم
مین جو قوت ملکوتی تھی اُسکے ذریعہ سے اُنکو اور اُنکی بی بی کو آثار معلوم ہوئے کہ لڑکا
پیدا ہونے والا ہے اور اُنکو سخت تعجب ہوا کہ اس کبرسنی مین یہ محض شان خدا ہے
کہ جوانی مین یہ تمنا کبھی پوری نہ ہوئی اور اب ناامیدی کی حالت مین امید قایم ہوئی۔
لڑکا اور وہ بھی بڑھاپے کا لڑکا۔ حضرت ابراہیم کو حضرت اسحاق سے بیحد اُنس تھا
خدا کو اپنے خلیل کی آزمایش منظور ہوئی اور حکم دیا کہ اسحاق کو خدا کی راہ مین قربان کرو
حکم دینا وحی کے ذریعہ سے تھا اور وحی آنا دو طور سے تھا۔ خواب مین یا بیداری
مین۔ قرآن مین مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے لڑکے کو اپنے
ہاتھ سے ذبح کر رہے ہین سمجھے کہ خدا کا یہی حکم ہے اور لڑکے کو راہ خدا مین قربان
کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس واقعہ کے ذکر سے صرف آل ابراہیم کو یہ یاد دلانا مقصود تھا
کہ خدا کی محبت مین اُسکا دادا ابراہیم کس درجہ ثابت قدم تھا۔ قرآن مین مذکور ہے کہ
حضرت اسحاق بھی قربان ہونے کو بخوشی راضی ہو گئے۔ اس بیان سے حضرت اسحاق کا
بچپن ہی سے خداشناس ہونا دکھایا گیا ہے اور نیز یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے
کامون مین کس طرح باپ کی اطاعت لایق بیٹے کیا کرتے ہین۔ یہین یہ بھی جاننا
چاہیے کہ اخلاق اور تہذیب کے طریقہ وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہین۔ اُس زمانہ
مین اللہ کی راہ مین اپنے کو قربان کرنا ناروا نہ تھا اور اسی لیے حضرت ابراہیم
بیٹے کے ذبح کرنے پر اُسکی رضامندی کے ساتھ آمادہ ہو گئے۔ شرع محمدی
مین اب یہ جائز نہین ہے اور اسلیے اگر کوئی بسم اللہ اللہ اکبر کہکر اپنے
گلے پر چھری پھیر دے اور خدا کی راہ مین قربان ہونا چاہے تو شریعت

ظاہری اُسے عاصی قرار دے گی۔

قرآن مین اس قربانی کا قصہ یون ختم کیا گیا ہے کہ "ہم نے ایک بڑی قربانی اسمٰعیل کا فدیہ دیا اور آنے والی اُمتون مین اُسکا ذکر باقی رکھا"[1] مفسرون نے یون لکھا کہ بہشت سے ایک موٹا دُنبہ آیا اور وہ ذبح ہوا اور اُسی روز سے ہر سال قربانی ابراہیم پر اور ملت ابراہیم کی اُمت پر واجب ہوئی۔ اور آنحضرت محمدؐ کے مذہب مین بھی وہی وجوب قایم رہا۔ لیکن اگر بہشت سے دُنبہ کا آنا نہ کہین اور سیدھے سیدھے یون ہین سمجھین کہ خدا نے پھر وحی کے ذریعہ سے حضرت ابراہیمؑ کو آگاہ کر دیا کہ بیشک تم میرے سچے دوست ہو لیکن بیٹے کو قربان نہ کرو۔ یہ طریقہ بُرا ہے تمھارا امتحان ہو چکا اسکے عوض مین بقرعید مین قربانی کیا کرو تو گویا یون ہوا کہ بقرعید کی عالمگیر قربانی بجاے اسحقؑ کی قربانی کے بطور فدیہ کے قایم ہوئی اور دوسری آیت کے معنی صاف ہین کہ اس طرح سے آنے والی اُمتون مین بھی حضرت ابراہیمؑ کا ذکر خیر قایم ہو گیا ہر ایک مسلمان جانتا ہے کہ بقرعید کی قربانی حضرت ابراہیم کے وقت سے قایم ہے اور اس طرح قایم ہوئی ہے۔

حضرت یوسفؑ

حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے حضرت اسحقؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ۔ حضرت اسحقؑ کے ایک بیٹے کا نام حضرت یعقوبؑ تھا حضرت یعقوبؑ کے بہت سے بیٹے پیدا ہوئے جنھین حضرت یوسفؑ حسن صورت اور حسن اخلاق کی وجہ سے بہت زیادہ ممتاز تھے اور اسی سبب سے حضرت یعقوبؑ انکو بہت پیار کرتے تھے۔ بڑے بھائیون کو حضرت

[1] وفدینٰہ بذبح عظیم ۔ وترکنا علیہ فی الآخرین ۔

یوسفؑ کی حالت پر رشک آیا اور انکو شکار کے حیلہ سے گھر سے باہر لیجا کر ایک کنوئین
مین زندہ ڈال آئے۔ بھائیون نے تو حضرت یوسفؑ کا خاتمہ ہی کر دیا تھا لیکن قدرت
خدا کہ وہان ایک قافلہ کا گزر ہوا اور سقی پانی بھرنے آیا تو رسی پکڑ کر حضرت یوسفؑ باہر
نکل آئے اور سردار قافلہ کے غلام ہوئے۔ بکتے بکاتے شاہ مصر کے پاس
پہونچے۔ وہان بادشاہ بیگم انکی طرف مائل ہوئی یہ بھاگے تو شرمندہ ہوئی اور دباؤ
ڈالنے کے لیے فریادی ہوئی۔ بادشاہ نے تحقیقات کی تو حضرت یوسف بے قصور
پائے گئے۔ اُنکے بھاگنے کے وقت پیچھے کا دامن پھٹ کر شاہ بیگم کے ہاتھ مین
رہ گیا تھا اور وہی شاہ بیگم کے خلاف ایک معقول شہادت تھی۔ حضرت یوسفؑ
بچے تو سہی لیکن پھر مصلحتاً زندان مین بھیجدیے گئے۔ زندان مین جانے کے
قبل شہر مین اس واقعہ کا چرچا ہوا تو ہم چشم عورتون نے شاہ بیگم کو چھیڑنا شروع کیا
شاہ بیگم نے ایک روز اُن عورتون کو جمع کیا۔ اور سب کے ہاتھ مین ترنج اور چاقو
دیدیئے اور کہا کہ تراشو اور اُسی حالت مین حضرت یوسف کو بُلا بھیجا۔ حضرت
یوسفؑ آئے تو اُنکا جمال دیکھ کر وہ عورتین گھبرا گئین اور حالت بدحواسی مین بجاے
ترنج کاٹنے کے اُنگلیان زخمی کرلین۔ اُن عورتون نے تو شاہ بیگم کو ضرور ناقابل الزام
تصور کیا لیکن زبان خلق کو کون روکتا۔ اس واقعہ سے اور بھی شاہ بیگم کی رسوائی بڑھی
اور حضرت یوسف کا زندان مین بھیجنا ناگزیر سمجھا گیا۔ زندان مین بادشاہ کا ایک ندیم چند
روز کے لیے معتوب ہو کر بھیجا گیا تھا۔ جب اُسکی صفائی ہوئی اور پھر اُسکو تقرب شاہی
نصیب ہوا تو اُسکے ذریعہ سے حضرت یوسف کی عقل و فراست کی خبر دربار مین
پہونچی۔ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جسکی تعبیر حضرت یوسف نے یہ کی کہ آئندہ قحط آنے والا ہے

اور پھر اُس قحط کی مصیبتون سے بچنے کے لیے ترکیب بھی بتائی - وہ زندان سے پھر بادشاہ کے پاس پہونچے لیکن انکی زمرہ غلامان مین نہ تھے بلکہ ندیمون مین تھے رفتہ رفتہ اراکین دولت مین داخل ہوگئے اور بادشاہ کے مرنے پر مصر کے بادشاہ ہوئے انکے عہد سلطنت مین وہی دشمن بھائی غلہ لینے کے لیے مصر گئے تو حضرت یوسف نے اُنکو پہچانا اور تھوڑے سے اسباب لطف فراہم کرنے کے بعد اپنے والدین کو مصر مین بُلوا بھیجا اور بے حد تعظیم و تکریم اُنکی کی اور اسی سلسلہ مین اپنے دشمن بھائیون پر بہت کچھ احسان کیا اور وہ حضرت یوسف کا کرم دیکھکر بہت محجوب ہوئے -

اس قصہ سے مفصلۂ ذیل باتین پیدا ہوتی ہین -

۱- عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد - جو فعل حضرت یوسفؑ کا باعث ہلاکت خیال کیا گیا تھا وہی اُنکی شاہی کا سبب ہوا -

۲- خدا کو کسی کے گھٹانے بڑھانے مین یا عزت اور ذلت دینے مین دیر نہین لگتی - اُسنے آغوش پدر سے نکال کر حضرت یوسفؑ کو کنوئین مین ڈالا - کنوئین سے وہ نکلے تو غلام ہوئے - حالت غلامی مین اس رتبہ کو پہونچے کہ شاہ بیگم کی نظر پڑنے لگی پھر اُس عیش سے جُدا ہوکر زندان مین بھیجے گئے جہان چور - اُچکے اُٹھائی گیرے بند رہتے تھے - زندان سے نکل کر جو ایکبارگی ترقی کے زینہ پر چڑھنے لگے تو مصر ایسے ملک کے بادشاہ ہوئے جو اُس زمانہ مین تمام دنیا مین منتخب سمجھا جاتا تھا -

۳- اس قصہ مین یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ تمھارے ساتھ کوئی بُرائی کرے تو تم اُسکے ساتھ بھلائی کرو کہ یہ بھلائی دیکھکر وہ دشمن محجوب اور شرمندہ ہوگا اور اس طرح جو روحی تکلیف اُسکو ہوگی وہ اور طور پر شاید نہ ہوسکے گی

حضرت داؤد

یہ پیغمبر تھے اور بادشاہ بھی تھے - ان کے پاس ننانوے بیبیاں تھین - کسی سپاہی کی بی بی ان کو پسند آئی - مگر شوہر اسکا زندہ تھا اس لیے اس کو زوجیت مین لے سکتے نہ تھے - اتفاق سے کوئی لڑائی پیش آئی اس کے شوہر کو وہان بھیجا اور وہ مارا گیا - باقتضائے بشریت ان کو مسرت ہوئی ہوگی - خدا کو اس لغزش پر متنبہ کرنا منظور ہوا - آپ کے سامنے ایک روز دو شخص لڑتے ہوئے آئے - آپ نے وجہ مخاصمت پوچھی تو ایک نے بیان کیا مین دوسرے کا بھائی ہون - اس کے ننانوے دُنبیان ہین اور میرے پاس صرف ایک ہے - یہ اسکو بھی نہین دیکھ سکتا اور مجھ سے بہ جبر میری دُنبی لینا چاہتا ہے - حضرت داؤد نے کہا یہ بڑا ظالم ہے اسکے بعد انکو خیال آیا اور سمجھے کہ انکا حال تو بجنسہ اُس ظالم کا سا ہے کہ ننانوے بیبیان گھر مین موجود ہین اور پھر دوسرے کی بی بی پسند آتی ہے - حضرت داؤد نے اس واقعہ کے بعد خدا سے توبہ کی - روئے اور پریشان ہوئے - خدا نے توبہ قبول کی - اس قصہ سے یہ دکھانا ہے کہ انسان سے قصور ہو ہی جاتا ہے اور توبہ کرنے سے خدا معاف بھی کر دیتا ہے اسکے بعد خدا کی طرف سے جو نصیحت کیگئی ہے وہ یہ ہے [1] داؤد ہم نے تمکو زمین کا بادشاہ بنایا ہے تم آدمیون مین منصفانہ حکم دیا کرو - خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ یہ تمکو راہ خدا سے بھٹکا دے گی اور جو لوگ راہ خدا سے پھر جائین گے اُنپر روز حساب کو دل سے بھلا دینے کی

[1] یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون

وجہ سے عذاب شدید ہوگا"

حضرت سلیمان

حضرت داؤد کے بیٹے حضرت سلیمان بھی پیغمبر ہوئے۔ اور روے زمین کے بڑے بادشاہون مین ہوئے کہ جن وانس ہوا وطیور بھی انکے قابو کے تھے۔ الفاظ قرآن ایسے ہی ہین اور رسالن تمثیلی سمجھ کر اگر یون معنی پیدا کیے جائین کہ علم و ہنر اور زور رانین اسقدر تھا کہ ہر شے انکے تابع تھی جب بھی ممکن ہو۔ غبارہ کے اُڑنے والے کو کہہ سکتے ہین کہ ہوا پر بھی اسکا قابو ہے۔ سرکس کے تماشہ کرتے والے وحشی جانورون پر کیسا کچھ قابو رکھتے ہین۔ تاریخون سے ثابت ہی کہ بنی اسرائیل کی اعلیٰ ترقی کا زمانہ ایسا تھا کہ اب اُسکی مثال نہین ملسکتی۔ خدا قرآن مین یہ دکھاتا ہے کہ ہم نے سلیمان ایسے پیغمبر بھی پیدا کیے ہین جو ہر چیز پر قادر تھے۔ کوئی بادشاہ اپنے زور اور حکومت پر اترانا چاہے تو اُسکو حضرت سلیمان کے حالات پڑھکر سمجھنا چاہیے کہ ابھی وہ حضرت سلیمان کا پاسنگ بھی نہین ہے۔

قرآن مین حضرت سلیمان کے لشکر کا یون ذکر ہے کہ لشکر کی آمد ہوئی تو چیونٹیان سوراخ مین چلی گئین وہ ڈرین کہ ہم سب پامال نہ ہو جائین۔ قرآن مین لکھا ہی کہ ایک مرتبہ تمام حاضر تھے ہُدہُد حاضر نہ تھا۔ سلیمان نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ سبا کی ملکہ بلقیس کی خبر لانے گیا تھا۔ حضرت سلیمان نے سُنا کہ بلقیس کی بادشاہت مین لوگ آفتاب پرست ہین۔ جوابدہی کے لیے بلقیس طلب کی گئی اُسکے آنے مین ذرا دیر ہوئی دیو (شیطان) تعنات ہوئے معلوم نہین کہ ہُدہُد اور دیو سے کیا استعارہ یا کنایہ ہے۔ بہرحال اس سے سمجھا تا ہے

کہ حکومت سلیمان کی کس درجہ کو بڑھی ہوئی تھی - پھر قرآن مین حضرت سلیمان کے
محل کی تعریف یون کی گئی ہے کہ بلقیس مکان مین چلی تو فرش زمین شیشہ کا تھا
وہ پانی سمجھ کر پائچہ چڑھانے لگی - آج کل اسقدر صنعت کو ترقی ہے پھر بھی شیشہ کی
اتنی بڑی چادر کہ فرش زمین ہو سکے کہین دیکھی نہین گئی - خدا ظاہر کرتا ہے کہ جسقدر
سلیمان کو عیش و آرام حکومت و طاقت دی گئی تھی دوسرے کو نہین دی گئی -
حضرت سلیمان کا قصہ لوگون کا غرور کم کرے گا - خدا سے ذرا سی نعمت پاکر
جو لوگ خود کو اور اپنے ساتھ خدا کو بھی بھول جاتے ہین انکو اس قصہ مین بڑا سبق
دیا گیا ہے کہ ظرف ہو تو حضرت سلیمان کا سا کہ اتنا خدا نے انکو دیا پھر بھی وہ خدا کو
نہین بھولے اور نہ خود کو بھولے کہ انسان ایک قطرہ آب سے پیدا ہوا ہے اور
پھر اُسکو خاک مین ملجانا ہے -

حضرت موسیٰ

حضرت موسیٰ کا قصہ قرآن مین یون مذکور ہے کہ فرعون جو قبطیون کی انتہا کے
ترقی کے زمانہ مین تھا صرف بادشاہت کا مدعی نہ تھا بلکہ الوہیت کا بھی مدعی بن بیٹھا
تھا - بنی اسرائیل جو اپنے زمانہ مین دنیا کی اعلیٰ ترین قوم سے تھے اپنے اعمال
کی بُرائیون سے گرتے گرتے ذلت کی انتہا تک پہونچ گئے تھے - آج کل
ہندوستان مین جس طرح برہمن اور چھتری چمارون سے خدمتین لیتے ہین
اُس سے بھی بُرے طور سے قبطی بنی اسرائیل سے پیش آتے تھے - خدا کو
منظور ہوا کہ بنی اسرائیل کو پھر عروج دے اور اُنکے ہاتھ سے فرعون ہلاک ہو
اور قبطیون کا زوال ہو - فرعون کو نجومون نے خبر دی کہ عجب نہین تیری ہلاکت کے

لیے بنی اسرائیل میں کوئی شخص پیدا ہو۔ فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جتنے لڑکے (اولاد ذکور) پیدا ہوں وہ تہ تیغ کیے جائیں۔ صرف لڑکیاں زندہ رہیں۔ ایسی حالت میں حضرت موسیٰ پیدا ہوئے اور حضرت موسیٰ کی ماں نے بادشاہ کے خوف سے حضرت موسیٰ کو صندوق میں بند کر کے دریا میں پھینک دیا۔ دریا سے ایک نہر باغ شاہی میں جاتی تھی۔ صندوق فرعون کی بی بی کے ہاتھ لگا انھوں نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی اور اتفاق سے حضرت موسیٰ کی ماں دودھ پلانے کے لیے نوکر بھی رکھ لی گئیں۔ خدا اپنی قدرت دکھاتا ہے کہ دشمن کے گھر حضرت موسیٰ پلنے لگے اور خود فرعون کی گود میں کھیلنے لگے۔ جب وہ ذرا سن شعور کو پہونچے تو ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس سے انکو مصر چھوڑنا پڑا۔ دارالحکومت فرعون میں بنی اسرائیل کا ایک مزدور جا رہا تھا اُسپر کسی قبطی نے سختی کی۔ حضرت موسیٰ کو حب قومی نے جوش دلایا اور انھوں نے اُس قبطی کو ٹھونکا وہ اجل رسیدہ مر گیا اور حضرت موسیٰ کو وہاں سے مفرور ہونا پڑا۔ حضرت موسیٰ جاتے جاتے حضرت شعیب کے پاس پہونچے اور اُنکی لڑکی سے بیاہ کیا۔ حالت سفر میں تجربہ ہوا عقل پختہ ہوئی۔ نبوت عطا ہوئی۔ قبطیوں کو راہ راست پر لانے کے لیے یہ پھر مصر آئے۔ بنی اسرائیل نے انکا ساتھ دیا۔ قبطیوں نے نافرمانی کی لڑائی ہوئی فرعون کی ہلاکت ہوئی۔ قصہ ختم ہوا۔ اس قصہ میں جسقدر اخلاق کی تعلیم ہے اور حکمت اور معرفت کی باتیں ہیں اُنکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ خود عیاں ہے۔ فرعون کے جادوگروں سے بھی حضرت موسیٰ کا مقابلہ ہوا اسکے سمجھنے کے لیے سحر (جادو) فصل ۱۵ پڑھیے۔

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر کا ذکر قرآن مین نہین ہے لیکن ایک حکایت حضرت موسیٰ کے سفر کی مذکور ہے۔ سفر کے ساتھی کا نام قرآن مین مذکور نہین ہے لیکن مفسرون نے اُس نامعلوم شخص کو خضر لکھا ہے۔ صورت قصہ یون ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر ایک سفر مین ساتھ ساتھ چلے خضر نے سعیت اس شرط سے قبول کی تھی کہ حضرت موسیٰ اُنکے حرکات پر معترض نہ ہون قصہ سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ خضر اُس حالت مین حضرت موسیٰ سے زائد تر واقف رموز الٰہی تھے۔

حضرت خضر نے ایک لڑکے کو راستہ مین مار ڈالا تھا۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ یہ کیا حرکت نامناسب تم نے کی۔ خواجہ خضر نے کہا۔ مجھ سے تم سے یہ شرط تھی کہ تم میرے کامون مین دخل نہ دو گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اچھا اب نہ بولون گا۔ آگے چل کر حضرت خضر نے ایک کشتی ڈوبا دی۔ حضرت موسیٰ نے اُسپر بھی اعتراض کیا۔ حضر نے پھر اُنکا وعدہ اُنکو یاد دلایا اور وہ پھر منفعل ہوئے۔ پھر یہ دونون ایک گاؤن مین گئے جہان کے باشندے نہایت بے اعتنائی کے ساتھ پیش آئے کھانے کو بھی نہ پوچھا۔ حضرت خضر بجائے ناخوش ہونے کے اسقدر خوش نظر آئے کہ ایک دیوار جو قریب الانہدام تھی مرمت کر دی۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ مجھکو بولنے کا تو کوئی حق نہین ہی لیکن مین صرف اتنا کہتا ہون کہ دیوار بنوانے کی مزدوری تو لے لیتے کہ کچھ کھانے کا سہارا ہو۔ حضرت خضر نے کہا کہ آپ کی سعیت کو سلام ہی میرا آپ کا ساتھ نبھنے والا نہین ہے۔ فی امان اللہ مین رخصت ہوتا ہون اور چلتے چلاتے اپنے افعال کی وجہ بھی تمھین بتائے جاتا ہون۔ جس لڑکے کو مین نے قتل

اُسکے والدین صالحین سے ہین اور یہ لڑکا ولی کے گھر شیطان پیدا ہوا تھا اور اُسکے
بعد دوسرا لڑکا ایسا پیدا ہونے والا ہے جو اپنے والدین کے قدم بہ قدم ہے
اس لڑکے کو مار کر مین نے اُسکے والدین پر بڑا احسان کیا ہے۔ کشتی مین نے
اسلیے ڈوبا دی تھی کہ اُس بیچارے غریب ملاح کو صرف ایک اُسی کشتی کا سہارا
تھا اور ایک بادشاہ ظالم کے آدمی کشتی گرفتار کرنے کے لیے مامور ہوئے تھے۔
جب تک ملاح کشتی نکالین گے اور اُسے درست کرین گے تب تک ظالمون کا
گروہ وہان سے چلا جاوے گا اور اُسکی کشتی بچ جاوے گی۔ دیوار مین نے اسلیے
بنادی تھی کہ اُسکے نیچے خزانہ تھا اور خزانہ کا مالک ایک یتیم بچا تھا جسکا کوئی پرسان
حال نہ تھا۔ مزدوری مین لیتا تو کس سے لیتا اور دیوار گر جاتی تو گاؤن والے خزانہ لوٹ
لیجاتے۔ اب وہ یتیم جب سن شعور کو پہونچے گا تو اُس خزانہ کو کھود کر تصرف کرے گا۔

"الخیر فی ما وقع" جو ہوا اچھا ہوا۔ جو شخص اسکا مفہوم سمجھتا ہے اُسکو بہت کم
دنیا مین تاسف کی تکلیف اُٹھانا پڑتی ہے۔ موجودہ حالت پر صبر کرنا اور خیال کرنا
کہ خدا اسمین کوئی بھلائی سمجھتا ہوگا انسان کو نہایت آرام سے رکھتا ہے۔ خدا کے
فعل کو خالی از حکمت نہ سمجھنا اور ہر امر کی نسبت یہ خیال کرنا کہ ممکن ہے راز الٰہی کچھ
اور معنے رکھتا ہو مفصلۂ بالا قصے مین بیان کیا گیا ہے۔ جو انسان اسکے نتیجہ پر
دھیان رکھے گا وہ اورون سے نسبتاً زاید خوش رہ سکتا ہے۔

اس قصہ مین دربردہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ رموز الٰہی سے پورے طور پر
کوئی انسان واقف نہین ہو سکتا حتےٰ کہ حضرت موسیٰ بھی جنکو کلیم اللہ کا خطاب تھا
ہمہ دانی کے مدعی نہ ہو سکے۔

قارون

قارون ایک بڑا مالدار تھا۔ اُسکے خزانہ کی کنجیان کئی آدمیون کا بوجھ تھین۔ دولت کے نشہ مین وہ خدا کو بھول گیا اور سمجھا کہ اُسکے قوت بازو سے سب کچھ ہے بالآخر خدا کی نافرمانی کرنے لگا۔ زیردستون پر ظلم کرنے لگا اور اُسکے غرور کی کچھ انتہا نہین رہی۔ لوگ اسے دیکھ کر دل مین کہتے تھے کہ اللہ قارون پر اسقدر جہ مہربان ہے اور ہماری خبر نہین لیتا۔ اے کاش ہم بھی قارون کے سے زردار اور زوردار ہوتے۔ خدا نے ایک دن قارون کا مکان اور خزانہ زمین مین دھنسا دیا۔ دوسرے دن لوگون نے یہ عبرت ناک واقعہ دیکھ کر کہا خدا کا شکر ہے کہ ہم قارون کے سے نہ ہوئے۔

اس قصہ مین یہ بتایا گیا ہے کہ جسکو خدا دے وہ خدا کی راہ مین بھی کچھ خرچ کرے۔ خدا بر تو پاشد تو بر خلق پاش۔ قارون کی طرح ایک دن سب کو دولت چھوڑ جانا ہے۔ پھر بر اسے نہادن چہ سنگ وچہ زر۔ نہ دولت پر اترانا چاہیے اور نہ اسکو جائز مقام پر خرچ کرنے سے دریغ کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو لوگ بڑے روپیہ والے ہین اُنپر دوسرون کو رشک نہ کرنا چاہیے زائد روپیہ والے بھی روپیہ سے اتنا ہی فائدہ اُٹھاتے ہین جتنا کم روپیہ والے قارون کی دولت اُسکے کس کام آئی۔ جو لوگ اپنی بے سمجھی سے ایک دن پہلے قارون کی حالت قابل رشک سمجھتے تھے وہی دوسرے دن اُسے قابل تاسف سمجھنے لگے۔

قارون پر کیا خصوصیت ہے دنیا مین جتنے قارون کے بھائی ہین سب

کی یہی کیفیت ہے۔ لوگون کو چاہیے کہ مالدارون کی حالت دیکھکر رشک نہ کرین اور نہ اپنے دل مین دولت کو کوئی بڑی چیز سمجھین۔ دل غنی رہنا چاہیے اور چشم سیر رہنا چاہیے۔ ہر شخص دُنیا مین اُتنا فائدہ حاصل کرتا ہی جتنا اُسکی قسمت مین ہے زائد دولت بھی وبال جان ہوتی ہے۔ دنیا مین جتنے لوگ روپیہ جمع کرتے ہین تمام عمر فکر زر مین پریشان رہتے ہین ثمرہ ذرہ خاک بھی نہین پاتے۔ برائے نہادن چہ سنگ چہ زر۔ اور دوسرون کے لئے اپنا اندوختہ چھوڑ جاتے ہین۔ وقتاً فوقتاً ایسے واقعات بہت پیش آتے ہین کہ اگر چشم بینا ہو تو سبق حاصل ہوتا رہے۔ ابھی تھوڑے دنون کا تذکرہ ہے کہ یورپ مین ایک بڑا مالدار یہودی اپنے خزانہ کی کوٹھری یا تہ خانہ مین گھسا۔ قارون ثانی اسکو سمجھنا چاہیے۔ کوٹھری مین الماریان اور درجے اتنے تھے کہ بھول بھلیان بن گئے تھے۔ روشنی لیکر وہ گھسا اور گھستے وقت دروازہ بند کرتا گیا۔ روشنی گُل ہو گئی اور کئی دن تک وہ اُسمین پریشان پھرا۔ چیخ کی آواز باہر آتی نہ تھی۔ بخیل ایسے موقع پر بہت چھپ کر کام کرتے ہین۔ دوسرون کو خبر بھی نہین ہوئی کہ آج در خزانہ وا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مرگیا اور مرتے وقت ایک کاغذ پر پنسل سے اندھیرے ہی مین ٹٹول کر یہ لکھ گیا کہ "آج میری دولت کا شمار نہین ہے لیکن ایک پیالہ چاے اور ایک بسکٹ کے نہ ہونے سے جان جاتی ہے"۔

قارون کے قصہ لکھنے سے یہ سبق دینا منظور ہے کہ مالدار دوسرون پر احسان کرنا سیکھین اور مفلس مالدارون کو ضرورت سے زیادہ محترم سمجھکر اپنے دل مین بیجا کمزوری پیدا نہ کرین اور نہ خود کو حقیر اور خدا کو غیر منصف سمجھین۔

حضرت یونس

حضرت یونس کا قصہ مختصر طور پر یون مذکور ہے کہ حضرت یونس کشتی پر جا رہے تھے۔ کشتی رکی - ایک شخص کو کشتی سے گرا دینے کی ضرورت معلوم ہوئی۔ قرعہ انکے نام پڑا ڈالا گیا۔ مچھلی انکو نگل گئی۔ یہ مچھلی کے پیٹ سے زندہ بچ کر نکلے لیکن گھایل تھے اور کدو کی بیل کے نیچے پڑے رہے۔ مفسرین لکھتے ہین کہ کدو کے پتون کے سایہ مین مکھیان نہین آئین - اور یونس کے لیے بہت ضرورت اسکی تھی کہ مکھیان نہ آنے پائین۔ مکھیون کی وجہ سے زخمون مین کیڑے پڑ جانے کا احتمال رہتا ہے - ناک گھڑیال وغیرہ جانور ایسے ہین جو آدمی کو کھا جاتے ہین اور سمندر کی مچھلیان بھی ایسی ہین جو آدمی کو نگل جاتی ہین اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان جانورون سے آدمی نیم جان ہو کر بچ نکلتا ہے - اس قصہ مین دکھایا گیا ہے کہ طرح طرح کی مصیبتین انسان کے لیے ہین جنسے پیغمبر بھی مستثنیٰ نہین ہین۔ مفسرین نے یون لکھا ہے کہ حضرت یونس کی امت گمراہ تھی۔ انپر عذاب آنے والا تھا - یونس بھاگ نکلے اور لوگون کو بھی متنبہ کر دیا۔ لوگون نے شہر خالی کر دیا - اب عذاب آتا تو کسپر حضرت یونس کو خیال گزرا کہ اب قوم مین جانا اپنی ہنسی کرانا ہے اسلیے وہ ایک طرف بھاگ نکلے - راستہ مین ایک مچھلی انکو نگل گئی اور وہ کچھ دنون تک مبتلاے آلام رہے -

حضرت عیسیٰ

حضرت عیسیٰ کا قصہ بھی قرآن مین مختلف مقامات پر ہے - جس طرح سے حضرت موسیٰ کی پرورش مین قدرت خدا ہے کہ وہ دشمن کے گھر پلے اسیطرح حضرت

عیسیٰ کی پیدایش مین یہ شان ایزدی ہے کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ بغیر باپ کے لڑکے کا پیدا کرنا خدا کے لیے کوئی بات نہین ہے۔ حضرت عیسیٰ کی ماں تو حضرت مریم موجود تھین۔ زیادہ اچھا تو یہ ہے کہ حضرت آدم کی نہ ماں تھی اور نہ باپ تھا پھر انکو خدا نے پیدا کیا۔ جو لوگ یہ خیال رکھتے ہین کہ جب خدا نے ایک طور پر سلسلہ توالد تناسل قایم کر دیا تو پھر اس قاعدہ کو خدا نہین توڑتا۔ اُنکے سمجھانے کے لیے ہم وہی کہہ سکتے ہین جو اس خصوص مین بہت سے ڈاکٹرون نے کہا ہے۔ یعنے عورت کے شکم مین وہ دونون قوتین پیدا ہو سکتی ہین جن کے اتصال سے توالد و تناسل کا سلسلہ معمولی طور پر قایم رہتا ہے۔

حضرت عیسیٰ کی زندگی بہت سادہ تھی۔ نہ انھون نے شادی کی اور نہ گھر بنایا لوگون کو راہ خدا دکھاتے پھرتے تھے۔ اخیر اخیر یہود انکے دشمن ہو گئے۔ اور انکو سولی پر چڑھانا چاہا۔ یہ رمتے جوگی تھے۔ آج یہان کل وہان۔ یہ دشمنون کے ہاتھ نہ آئے۔ انکے شہر مین دوسرا شخص سولی چڑھایا گیا۔ جب انکا وقت آیا تب یہ بھی مرے اور گمنام حالت مین مرے۔ مرنے کے وقت انکے معتقدون کا گروہ کسی شمار مین نہ تھا لیکن اُنکے بعد انکی وعظ او نصیحت کی قدر بڑھی اور انکے پیرو بڑھتے گئے

اصحاب کہف

چند احباب ایسے تھے جو بت پرستی سے متنفر تھے لیکن بادشاہ وقت بت پرست تھا جسکی وجہ سے اُنکو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور بھاگ کر کسی غار مین چھپ کر رہین جب کر خدا کو یاد کرین اور خیال کیا کہ اسکے بعد جو بندا ہو ہے گا

اسوقت مخالفین سے بچنے کی یہی صورت تھی۔ خدا کی قدرت کہ اُنکو وہان
نیند آئی اور وہ سو گئے۔ سو کر اُٹھے تو آپس مین پوچھنے لگے کہ کتنی دیر تک ہم
سوئے مگر کچھ ٹھیک راے قایم نہ کر سکے۔ اُنمین سے ایک آدمی بازار مین
سودا خریدنے چلا کہ اپنے بھائیون سے چھپ چھپا کر کوئی سودا خرید لائے
کیونکہ بھوک کی بیتابی غار سے باہر نکلنے پر مجبور کرتی تھی۔ بازار مین جانے پر بازار
کی صورت ہی دوسری نظر آئی اور وہان بازار والون نے اُس عجیب الخلقت
آدمی کو دیکھ کر تعجب کیا۔ سکہ جو اُسنے پیش کیا تھا وہ بھی تین سو برس کا تھا۔ حالت
یہ تھی کہ تین سو نو برس تک وہ سوتے رہ گئے تھے۔ اِس درمیان مین حضرت عیسیٰ
پیغمبر مبعوث ہوئے۔ عیسائی مذہب پھیلا اور شہر کا بادشاہ بجاے بُت پرست کے
اب عیسائی مذہب کا تھا۔ اصحاب کہف بادشاہ کے سامنے پہونچائے گئے
بادشاہ نے انکی بڑی تعظیم کی اور اس واقعہ سے وہان کے عیسائیون کے نور
ایمان مین بھی روشنی بڑھی اور وہ کہنے لگے کہ جو خدا تین سو برس تک سُلا کر
پھر جگا سکتا ہے وہ بالکل جان سے مار کر حشر کے دن زندہ بھی کر سکتا ہے
اُسمین سب قدرت ہے۔

ہم مسلمانون کو اس قصہ کی صحت مین کوئی شبہ نہین ہے بس اتنا جاننا ہمارے
لیے کافی ہے کہ یہ قصہ قرآن مین ہے اور جو کچھ قرآن مین ہے سب سچ ہے
لیکن جو لوگ غیر معمولی بات کے سچا سمجھنے مین خواہ مخواہ توضیح اور دلائل تلاش
کرتے ہین اُنکے سمجھانے کے لیے ہم یہ کہتے ہین کہ اب بھی سند دفقرا ثبت سے
ایسے ہین جو سو نسہ بر ہماند مین چڑھا کر ایک جگہ بیٹھ جاتے ہین اور برسون اسی حال مین

رہتے ہین۔ تمام بدن مین آثار موت نظر آتے ہین۔ صرف دماغ مین گرمی رہتی ہے
سندربن مین اب بھی ایسے فقرا ہین۔ تھوڑے روز کا ایک واقعہ بنگال مین عام طور پر
مشہور ہے کہ ایک انگریز ایک ایساہی آدمی سندربن سے اُٹھا لایا تھا کلکتہ مین وہ
بہت روز تک تماشہ بنا رہا۔ صرف دل و دماغ مین اُسکے گرمی تھی اور بدن سڑتا
نہ تھا۔ یہی دو علامتین اُسکی زیست کی تھین ورنہ اور طور سے وہ مردہ تھا۔ انگریزون
نے بہت ترکیب کی کہ اُسکو بیدار کرین مگر وہ بیدار نہ ہو سکا۔ علم جوگ سے انگریز واقف
نہین ہین اسلیے اُنکی تدبیرین بیکار ثابت ہوئین۔ بالآخر اُسکو کوئی گرم چیز پلائی گئی۔
شراب یا ریڈی کا تیل جس سے اسکو ایک دست آیا اور دست کے ساتھ وہ دماغی
حرارت جس سے زیست باقی تھی جاتی رہی اور وہ مرگیا۔ اُسوقت سے یہ حکم صادر
ہوا کہ ایسون سے تعرض نہ کرنا چاہیے۔

ہمارا یہ مطلب نہین ہے کہ اصحاب کہف کی نیند کو ہم ایسی ہی نیند سمجھتے ہین
ہم خدا کو قادر مطلق جانتے ہین تو پھر کوئی چیز ہمارے لیے باعث حیرت نہین ہے
اور اگر یہان لین کہ خدا کبھی قانون فطرت نہین بدلتا تو یہ کیا ضرور ہے کہ تمام قوانین
فطرت ہماری سمجھ مین بھی آجائین بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ ہم اسکے سمجھنے سے قاصر ہین
لیکن اگر منکرین کے ساکت کرنے کے لیے یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ اصحاب کہف
جوگ کے طریقہ سے یاد الٰہی کرتے تھے اور وہ بد اطوار ملکی بھائیون سے کنارہ ہو کر
غار مین جا بیٹھے تھے اور تین سو نو برس تک وہ حبس دم کر کے ایک حالت سے پڑے
رہگئے تب بھی ماحصل ایک ہی ہے یعنے خدا مین یہ قدرت ہے کہ حبس دم کے
طریقہ جاننے والون کو وہ مدتون تک ایک حالت پر بیدم رکھ سکتا ہے اور پھر جگا تا ہے

تو وہ اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہین۔

لقمان

لقمان کا ذکر بھی قرآن مین ہے معلوم نہین یہ وہی یونانی حکیم ہین جنکا ذکر یونان کے حکیمون کے سلسلہ مین بھی پایا جاتا ہے یا کوئی دوسرے بزرگ ہین۔ خدا نے قرآن مین فرمایا ہے کہ ہم نے لقمان کو حکمت یعنے دانائی عطا کی تھی اور وہ اللہ کا شکرگزار بندہ تھا۔ لقمان نے جو نصیحت اپنے بیٹے کو کی تھی اسکا ذکر بھی قرآن مین ہی۔ سورہ لقمان رکوع اول سے ہم اُسکا ترجمہ کرتے ہین۔

بیٹا! کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرانا یہ بڑا گناہ ہی۔ بیٹا! رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی عمل ہوگا پتھر مین ہوگا یا آسمان و زمین مین کہین ہوگا تو خدا اُسے روز حشر مین سامنے کردے گا۔ خدا باریک بین اور باخبر ہے۔ بیٹا! نماز پڑھا کرو اور اچھے کامون کی ترغیب دو اور بُرے کامون سے منع کرو اور جیسی پڑے جھیلو کہ ہمت کی سہی باتین ہین۔ لوگون سے بے رحمی نہ کرو۔ زمین پر اترا کر نہ چلو اللہ اترانے والے اور شیخی کرنے والے کو پسند نہین کرتا۔ رفتار مین میانہ روی اختیار کرو اور آہستہ آہستہ بولو کہ سب سے بُری آواز گدھون کی ہے۔

اصحاب فیل

اصحاب فیل کے واقعہ کی طرف سورۂ فیل مین یون اشارہ کیا گیا ہے۔

تو نے دیکھا نہین کہ تیرے رب نے ہاتھی والون کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اُنکی چال اُسنے غلط نہین کردی۔ اُنپر اُسنے	تو نے دیکھا نہین کہ تیرے رب نے ہاتھی والون کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اُنکی چال اُسنے غلط نہین کردی۔ اُنپر اُسنے

غول کے غول چڑیان بھیجین جنھون نے اُنپر پتھر کی کنکریان پھینک کر اُنکو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کردیا۔	مصائب کے غول بھیجے جس نے اُنکو اس آفت مین مبتلا کیا جو اُنکے لیے لکھی ہوئی تھی اور کھائے ہوئے بھوسے کی طرح اُنکو کردیا۔[1]

سورۂ فیل مین یہ قصہ لکھا ہوا ہے لیکن صورت قصہ مین اختلاف اور اسی کی رعایت سے اس سورہ کے ترجمون مین بھی اختلاف کیا جاتا ہے۔ دونون ترجمہ اوپر لکھ دیے گئے ہین۔ پہلا ترجمہ لفظی ترجمہ ہے اور دوسرا ترجمہ محاورہ کے اعتبار سے ہے۔ ترجمہ دونون صحیح ہین۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے ترجمہ مین مافوق العادت باتین ہین اور دوسرے مین کوئی بات مافوق العادت نہین ہے۔ اور تاریخی واقعات کے انطباق کے لحاظ سے بھی پچھلا ہی واقعہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ کوئی بہت پورانا واقعہ نہ تھا آنحضرتؐ کے سال پیدائش کا واقعہ تھا اور سب جانتے تھے کہ ابرہہ کے لشکر ابابیل کی کنکریون سے تباہ ہوئے یا وبائے چیچک سے برباد ہوئے۔

ترجمہ مین اختلاف کا سبب یہ ہے کہ "طیر" کے اصلی معنی ہین "پرند" لیکن بدشگونی اور مصیبت پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اسی طرح "ترمیھم بحجارۃ" کا لفظی ترجمہ ہے "پتھر کی کنکریان پھینکین" اور محاورہ کا ترجمہ ہے۔ "آفت مین مبتلا کیا" اور "سجیل" سے مراد ہے آفت مقدر۔

[1] الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل و ارسل علیھم طیرا ابابیل۔ ترمیھم بحجارۃ من سجیل۔ فجعلھم کعصف ماکول۔

فصل پنجاہ و چہارم

شیطان اور جن

بھوت - پریت - چڑیل - دیو اور پری کے افسانے جس طرح ہندوستان میں سُنے جاتے ہین اُسی طرح اور ملکون مین بھی سُنے جاتے ہین - یہ باتین کچھ جدید نہین ہین بہت پہلے سے ہین - اُنکی دلچسپیان البتہ قومی ترقی کے ساتھ گھٹتی اور قومی تنزل کے ساتھ بڑھتی رہتی ہین - قومی ترقی کے وقت یہ خیالات خاص خاص جہلا مین محدود رہجاتے ہین اور قومی تنزل کے وقت تمام قوم کی قوم انھین باتون مین مبتلا پائی جاتی ہے -

یونان مین بھی ایک وقت ایسا تھا کہ تمام قوم کی قوم انھین لغویات مین پھنسی ہوئی تھی - اور جب قومی ترقی شروع ہوئی تو اِن توہمات سے بھی آزادی نصیب ہوئی اُسی زمانہ مین ایک حکیم نے ارواح کے وجود سے انکار کیا اور بہت سختی سے لوگون کو اپنے انکار کے وجوہ بتائے - ایک برابر کے علم والے نے اسپر اعتراض کیا تو اُسنے کہا کہ "ارواح کے وجود سے مجکو انکار نہین ہے لیکن اسبارہ مین لوگون کے خیالات ایسے بُرے ہو رہے ہین کہ کچھ دنون تک ارواح کے وجود ہی سے انکار کرنا قرین مصلحت ہے - عوام سے یہ کہنا کہ تمھارے خیال کے مطابق ارواح کا وجود نہین ہے بلکہ میرے خیال کے مطابق اُسکا وجود ہے قوم کی ڈانواڈولی کا سبب ہوگا اور قومی اصلاح کا باعث نہ ہوگا" - اب بھی مہذب سے مہذب ممالک مین یہ بلا پائی جاتی ہے - لیکن ادنی طبقہ کے لوگون مین جو جتنا ہی ذلیل حالت مین ہے اُتنا ہی اُسکا زائد معتقد ہے

عرب مین بھی مشرکان عرب بھوت۔پریت کے خیالات رکھتے تھے۔اور عرب کی لغت مین انکو جن کہتے تھے۔جن کے معنی ہین پوشیدہ۔خیال یہ تھا کہ ارواح ہین چھپی پھرتی ہین۔مخلوقات عالم مین سے جو صورتین چاہتی ہین اختیار کرلیتی ہین بجنسہ یہ وہی خیال تھا جو ہندوستان مین بھی ہے۔صرف لفظون کا فرق ہے ہندوستان مین بھوت نام ہے اور عرب مین جن۔شیطان کو بھی اسی قبیل سے سمجھتے تھے۔فرق اتنا ہے کہ جنات تعلیم پذیر سمجھے جاتے تھے۔انمین اچھے بھی ہوتے تھے اور برے بھی ہوتے تھے۔شیطان راندہ بارگاہ ایزدی خیال کیا جاتا تھا اور سمجھا جاتا تھا کہ تعلیم قبول کرنے کی قابلیت اسمین نہین ہوتی۔

جہان کہین انسان نے ترقی کی ان خیالات باطل کی بھی پیروی چھوڑدی کیا اسلام نے اپنے زمانہ ترقی مین اس قسم کے خیالات کی تقلید قایم رکھی تھی؟ ہمارے نزدیک جس طرح دو اور دو چار ہوتے ہین اُسی طرح یہ امر بھی درجہ یقین رکھتا ہے کہ اگر اسلام نے ان باتون کی پیروی کی ہوتی تو ہرگز اُسکو ترقی نصیب نہوتی۔ہم آیندہ یہ دکھائین گے کہ قرآن نے اِن لغویات کے یقین دلانے کے بجاے اِن لغویات کا ترک کرنا تلقین کیا ہے۔اب رہا یہ امر کہ مسلمانون نے اپنی ترقی کے زمانہ مین اسکی نسبت کیا خیال کیا۔اسکی بابت ہمارے پاس دو قرینے ہین جو بتاتے ہین کہ مسلمانون نے بھی مثل دیگر ترقی یافتہ قومون کے ان چیزون کی کبھی پروا نہین کی۔ایک تو یہ ہے کہ انکی مُلکی ترقیون کی تاریخ مین اس قسم کے توہمات کا کہین ذکر نہین آیا ہے بلکہ فریق مخالف نے جہان جہان اِن لغویات سے اثر قبول کیا ہے وہان فریق ثانی کے قومی شعار کی تضحیک کی گئی ہے۔دوسرا قرینہ یہ ہے

کہ اسوقت ہندوستان کے تمام مسلمان چھوٹے بڑے عالم اور جاہل ایک ہی رنگ مین رنگے ہوئے ہین - اس قوم کی جیسی حالت ہے ویسے ہی اُسکے سامان بھی ہین لیکن اسکے ساتھ ہی ہر مسلمان کو اس امر کا عقیدہ ہے کہ جب مسلمان پاک رہتا ہی اور کلمہ یا آیت قرآنی پڑھتا ہے تو بھوت اور چڑیل جو نجاست اور ناپاکی مین رہتے ہین خوف سے مسلمانون کے پاس نہین آتے - جنّات جو خود مسلمان ہوتے ہین کسیقدر بے خوف ہوتے ہین لیکن وہ بھی مسلمانون کو ایذا نہین پہونچاتے اور ایذا پہونچاتے بھی ہین تو آیات قرآنی سے اُسکی روک تھام ہوجاتی ہی - یہ خیالات ہمارے نزدیک موروثی ہین اور اصلیت اس خیال کی وہی معلوم ہوتی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا - یعنے مسلمان اپنی ترقی کے زمانہ مین ان چیزون سے ڈرتے نہ تھے اور نہ اُنکے قایل تھے - مسلمانون کا نہ ڈرنا اور غیر مسلمانون کا ڈرنا اب اس انحطاط کے زمانہ مین یون سمجھا گیا ہے کہ ارواح خبیثہ مسلمانون کو نہین ستاتی اور غیر مسلمانون کو ستاتی ہین - ایسا ہی انگریزون کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ اُنپر سحر یا جادو کام نہین کرتا - نہ بھوت - پریت اُنکو ستا سکتے اور نہ کبھی بر ہمتہ یا انکو دق کرتے ہین - ان چیزون سے انکا محفوظ رہنا اُنکی قوت کی دلیل سمجھی جاتی ہی حالانکہ ایسا نہین ہی وہ محض اسلیے محفوظ ہین کہ وہ اسکا اعتبار نہین کرتے -

اب اسوقت ہندوون مین عموماً اور مسلمانون کے طبقہ جہلا مین یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بھوت انسان سے لڑتے ہین اور انسان کو مار ڈالتے ہین بعض یہ کہتے ہین کہ صرف حیران کرتے ہین جان نہین مارتے بیمار ڈالتے ہین اور بیماری سے انسان مرتا ہے - بلا واسطہ نہین مرتا بہ واسطہ مرتا ہے - یہ بھی مشہور ہے

کہ انسان پر جن یا چڑیل سوار ہو جاتی ہین اور اسوقت اس سے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے۔

غرضکہ یہ جتنی باتین ظہور مین آتی ہین وہ یا تو خود اپنی قوت نفس کا اپنے اوپر اثر ہوتا ہے یا ایک کی قوت نفس کا دوسرے پر ہوتا ہے اور کبھی کبھی نظر کے دھوکا کھانے سے بھی یہ باتین پیدا ہوتی ہین - یہ مضمون "جادو (سحر)" فصل ۵۱ کے عنوان مین بخوبی بیان کیا گیا ہے - یہان اُسکے اعادہ کی ضرورت نہین ہے لیکن اتنا کہنا اور بھی ضرور ہے کہ اس طرح کے عجائبات اور کیفیات سے زیادہ تر انھین کا مقابلہ ہوتا ہے جو دل کے کمزور ہوتے ہین - منکرین کو اس قسم کے عجائبات نظر نہین آتے یا بعض منکرین کو نظر بھی آتے ہین تو صرف اُسی حالت مین کہ اُنکا انکار کاذب ہوتا ہی اور ساتھیون کی گفتگو سے اُنکے دل پورے طور پر متاثر ہوتے ہین -

سر دن پر جنات اور چڑیلون کا آنا زیادہ تر مصنوعی ہوتا ہی اور جہان کہین اصلی ہوتا ہے وہان بھی اس سے زیادہ نہین ہوتا جتنا کہ مسمریزم کے معمول عموماً دکھایا کرتے ہین - حالانکہ کسی ارواح کا تسلط ہوتا نہ اُسمین ہوتا ہی اور نہ اسمین ہوتا ہی -

نظر کا دھوکا کھانا اور پھر اپنے نفس کا اپنے آپ پر اثر پڑنا اور دواہمہ کا خلاق ہونا اس حکایت سے بخوبی سمجھ مین آجائے گا -

ایک شاہ صاحب کسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے - وہان سے ذرا فاصلہ پر اُنکا معتقد رہتا تھا اور روز رات کو شاہ صاحب کا کھانا پہونچاتا تھا - ایک رات کو وہ کھانا لیچلا تو لوگون نے اُسکو ڈرایا کہ راستہ مین فلان درخت پر ایک بڑا بھوت رہتا ہے - بیسیون آدمی وہ مار چکا ہے - تعجب ہے کہ اُس سے تم بے مذبھیر

نہین ہوئی۔ اس تقریر سے اُسپر کچھ ایسا خوف غالب ہوا کہ وہ اُس شب کو کھانا نہ لے گیا اور دوسرے دن کچھ دن رہے کھانا لیکر پہونچا اور جلد واپسی کی اجازت چاہی شاہ صاحب نے اُسکو باتون مین لگایا۔ جب آدھی رات گزری تو اُسے جانے کی اجازت دی۔ اُس معتقد نے جانے مین تامل کیا تو شاہ صاحب نے کہا مجھے معلوم ہے کہ اُس درخت پر بہت بڑا شیطان رہتا ہے اور لوگون سے جھپٹ بھی جاتا ہے لیکن جب تم میرے پاس آئے ہو تو اُسکی مجال نہین ہی کہ تم سے مقابلہ کرے لیکن اگر اُسکی موت ہی آگئی ہوگی اور وہ تم سے مقابلہ کرے گا تو پھر فنا بھی ہوجائیگا ایک پوڑیہ مین میری دھونی کی راکھ لیتے جاؤ جب وہ تم سے جھپٹے تو اُسکی پیشانی پر لگادینا۔ فوراً وہ جل کر خاک ہوجائے گا۔ اور جب گھر پہونچنا تو اپنا مُنھ آئینہ مین ضرور دیکھ لینا۔ اُس مرید کو شاہ صاحب کے کہنے سے جہان شیطان سے مڈھ بھیڑ ہوجانے کا خیال قوی ہوا وہان اسبات کا بھی یقین ہوا کہ شیطان جھپٹا اور خاک ہوا۔ اب جب وہ درخت کے نیچے پہونچا تو اُسے معلوم ہوا کہ ایک بلا درخت سے اُترا اور اُسے جھپٹ گیا۔ اُسکا جھپٹنا تھا کہ اُسنے فوراً راکھ اُسکی پیشانی مین مل دی اور وہ فوراً فنا ہوگیا۔ خوشی خوشی وہ گھر آیا اور آتے ہی شیشہ مین مُنھ دیکھا تو راکھ کا ٹیکا پیشانی پر تھا۔ دوسرے دن شاہ صاحب کے پاس پہونچا تو بہت خوش تھا لیکن اپنے ماتھے پر راکھ لگنے سے حیران بھی تھا۔ شاہ صاحب نے اُسکو بتایا کہ یہ سب تماشہ تیرے واہمہ نے پیدا کیا۔ تو نے خود اپنے سر پر ٹیکا لگایا اور سمجھا کہ شیطان پر ٹیکا لگاتا ہے۔ شاہ صاحب بھلے مانس تھے کہ صاف صاف کہدیا ورنہ کوئی دوسرا ہوتا تو بیسیون ابلہ فریب باتین بناتا۔ تمام گرد و نواح کے باشندون کا

دین اور ایمان خراب کرتا اور اپنا گھر دولت سے بھر لیتا۔

ہم جنّات شیطان اور بھوت کے منکر نہین ہین۔ ہم صرف نام جانتے ہین انکی حقیقت نہین جانتے۔ ہمکو اس سے بھی بحث نہین ہے کہ اسکا وجود ذہن مین ہے یا خارج مین ہے یہ محض لفظی بحث ہے اور ایک حد تک بے معنی ہے۔ اتنا ہم جانتے ہین کہ وہ مادی نہین ہے غیر مادی ہے اور اتنا ہی جاننا کافی ہے۔ غیر مادی ہونے کی حالت مین اسکا موجود فی الذہن ہو یا فی الخارج دونون یکسان ہین۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہین کہ جنات اور شیاطین کبھی سانپ بن گئے اور کبھی بلی بن گئے گھوڑے کی صورت مین نمودار ہوئے اور جب کوئی تھوڑی دور تک سوار ہو کر آنپر گیا تو وہ غائب ہو گئے۔ جب کسی کمزور سے سابقہ پڑا تو اُسکو ستانا شروع کیا اور جب کسی زبردست عامل سے مڈبھیر ہوئی تو بوتل کے اندر جا کے چُپ چاپ بیٹھے اور عامل نے بوتل مین کاگ لگا کر ہمیشہ کے لیے اُنکو زندہ درگور کر دیا۔ یہ سب خیالات نہ مسلمانون کے تھے اور نہ کسی طرح قرآن شریف سے اُنکا وجود ثابت ہوتا۔ جنکا یہ خیال ہے کہ ایسے جنات اور شیطان کا وجود قرآن سے ثابت ہے وہ قرآن شریف پر بہتان کرتے ہین۔

شیطان کے غیر مادی ہونے کی حالت مین کسی قسم کا اعتراض قرآن شریف پر کوئی ذی علم نہین کر سکتا۔ خدا نے نہ معلوم کیا کیا چیزین پیدا کین جنکے جاننے سے ہمارے حواس قاصر ہین۔ ہمارے لیے اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ شیطان مین یہ قوت نہین ہے کہ گدھا بن جائے اور جب اُسپر لڑکے سوار ہو جائین تو وہ ہوا ہو جائے۔ اسکے بعد اُسکا غیر مادی ہو کر موجود فی الخارج ہونا یا موجود فی الذہن ہونا

دونوں برابر ہے - اندھے کے لیے جیسا سیاہ رنگ ویسا ہی اُجلا رنگ - نہ یہی نظر آتا اور نہ وہی نظر آتا - لیکن جو لوگ اس غیر ضروری مسئلہ میں خواہ مخواہ کو بحث کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ شیطان کا وجود خارجی نہیں ہے محض ذہنی ہے اُن سے ہم اتنا ہی کہیں گے کہ یہ قرآن شریف کی منافی نہیں ہے - قرآن نے جس چیز کی حقیقت نہیں بتائی اُسکو جس طرح چاہو سمجھ لو - شیطان کا اگر وجود ذہنی ہونا مانا جائے گا تو وہ نفس انسانی کی ایک قوت ٹھیرے گی اور پھر اُسکی ہئیت وہ ہوگی جو ایسے خیال والوں کی تسکین خاطر کے لیے قصص قرآنی فصل ۳ ۵ میں ابوالبشر آدم کی ذیل میں بیان کی گئی ہے - اور اسی طرح جو لوگ جنات کے غیر مادی ہونے پر اکتفا نہیں کرتے اُسکے وجود خارجی سے بھی انکار کرتے ہیں تو اُنکے لیے قرآن کے سورہ جن کے معنی وہ کیے جائیں گے جو ہم آگے بیان کرتے ہیں - کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرآن میں جو معنی چاہے لگا لیے تو یہ قرآن کا ہے کو ہوا دل لگی ہوئی اسکے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ قرآن میں جہاں تک اوامر و نواہی ہیں وہاں ذرا بھی رد و بدل کی گنجایش نہیں ہے - جاہل سے جاہل اور عالم سے عالم ایک ہی معنی سمجھے گا اور جہان اخلاق حسنہ کی تعلیم مقصود ہے - گزشتہ زمانہ کے حالات یاد دلانا اور موجودہ زمانہ کی برائیوں سے نفرت دلانا مقصود ہے - اور اسی ضمن میں رجا و بیم کا بھی ذکر ہی قومی خیالات کی طرف بھی اشارہ ہے - علمی باتیں بھی بقدر ضرورت بیان کی گئی ہیں وہاں چیزوں کا نام بیان کرنا ناگزیر ہوا ہے - لیکن اُنکی حقیقت بیان کرنے سے گریز کیا گیا ہے کچھ تو اسلیے کہ ایسا بیان معرض بحث سے الگ ہو جاتا تھا اور کچھ اسلیے کہ ہر طبقہ اور ہر قرن کے مناسب حال نہ ہوتا - ہر شخص کو اختیار ہے

کر اپنے پندار کے مطابق جس طرح چاہے سمجھے۔ لیکن عربی زبان مین سمجھے ایسا نہ سمجھے۔ جیسا کہ ایک نے "خیر موسیٰ" مین موسیٰ کاٹ کر عیسیٰ بنا دیا کہ عیسیٰ کے پاس خر تھا موسیٰ کے پاس نہ تھا اور "عصی آدم" کو عیسیٰ موسیٰ بنا دیا کہ انھین کا عصا مشہور ہے آدم کے پاس عصا کہان تھا۔

اب ہم سورہ جن کے آیات کے معنے لکھتے ہین اور دکھاتے ہین کہ اسمین جنات کے وجود سے بحث نہین کی گئی ہے بلکہ جو لوگ جنات کے وسعت اختیارات کے قائل ہو کر اوہام باطلہ مین مبتلا تھے (یعنے مشرکین عرب) اُنکی توہین کی گئی قبل اسکے کہ ہم آیات کا ترجمہ لکھین شان نزول اور مفہوم بتا دیتے ہین اسکے بعد آیات کا ترجمہ لکھینگے کہ پڑھنے والے خود بخود سمجھتے چلے جائین سمجھانے کی ضرورت نہ ہو۔

عرب مین کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے مسلمانون کی نصیحتون کا سننا اور اسلیے وہ چھپ کر قرآن سنا کرتے تھے۔ اُنمین عیسائی بھی تھے کفار بھی تھے۔ یہود بھی تھے۔ مجوسی بھی تھے۔ یہ لوگ چھپ کر قرآن سنتے تھے جب بھی مسلمان ہو جاتے تھے۔ اپنے عقاید سے پھر جاتے تھے اور علانیہ اپنے عقاید کی تکذیب کرتے تھے۔ قرآن مین یہ بتایا گیا ہے کہ چھپ کر سننے والے جب قرآن سنتے تھے تو وہ عیسائی ہونے کی حالت مین یہ کہتے ہین کہ خدا بڑا ہے اسکی شان سے بعید ہے کہ کوئی اُسکے جورو ہو یا لڑکا ہو اور ہم مین جو احمق ایسا کہتے تھے وہ خدا پر اتہام کرتے تھے ورنہ انسان یا جنات کوئی بھی جب عقل رکھے گا تو خدا پر جھوٹ نہ بولے گا۔ یہ عیسائی بیشک جنات کے قائل تھے اور اُنھین کا قول تھا کہ انس و جن یعنے آدمی یا اور کوئی ارواح مخفیہ اب خدا پر جھوٹ بولنے کی جرأت

نکرین گی - کفار عرب جب قرآن چھپ کر سنتے تھے تو وہ اپنے عقائد سے پھر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم مین جو لوگ جناتون سے پناہ مانگتے تھے اور اسطرح وقار بڑھاتے تھے وہ جھوٹے تھے ۔ فی الواقع اُنکا کوئی وقار نہ تھا اصلی وقار محمد رسول اللہ صلعم کا ہے۔ جناتون کے وقار بڑھانے والے بعض مشرکین عرب ویسے ہی تھے جیسے کہ اس زمانہ کے عامل خود کو جناتون پر قابو پانے والا سمجھتے ہین اور جناتون کی بڑی بڑی داستانین سناتے ہین۔ اور یہودی کہتے تھے بیشک لوگ سمجھتے تھے کہ اب خدا کسی کو اپنا پیغمبر نہین کرے گا۔ لیکن یہ بات آنحضرت محمد کی رسالت سے صریح غلط ثابت ہوئی۔ مجوسیون مین وہ باوقار نجومی تھے جو ستارون کی گردش سے سعادت اور نحوست کا اندازہ کرتے تھے اور غیب کی باتین بتاتے تھے۔ مجوسی دین اسلام قبول کرنے کے بعد کہنے لگے کہ جتنے ڈھکوسلے ہمارے پیشواؤن کے تھے وہ سب اس دین برحق کے سامنے غلط ہو گئے ۔ وہ دن گئے کہ نجومی آسمان کی باتین بیان کرتے تھے۔ اب وہ آسمان کی بات نہین لاتے اور اپنے سابق پیشواؤن کی شان مین بطور طنز کہتے تھے۔ کہ اب گویا نجومیون کے لیے آسمان پر چوکیدار بیٹھے ہوئے ہین اور آگ کے شعلہ سے آسمان بھرا ہوا ہے کہ اُنکے پر وہان جاتے ہوئے جلتے ہین۔ پہلے ہم مین ایسے بھی تھے جو لمبی چوڑی باتین بناتے تھے گویا آسمان مین بیٹھ کر خدا کی باتین سُنتے تھے۔ اب وہی لوگ ہین کہ اُنکے لبون پر مہر سکوت لگ گئی ہے اور گویا وہ آسمان پر جانے نہین پاتے۔ وہ جائین تو آگ کے شعلے اُنھین جُھلسا دین۔

مفصلہ بالا بیان سے صریح ظاہر ہے کہ آسمان پر چوکیدارون کا بیٹھنا اور

شہاب ثاقب کا (فرشتون کا اگن بان۔ شعلۂ آتشین) ہونا اسلام کا عقیدہ نہین ہے بلکہ یہ عقیدہ اسلام کے قبل تھا اور نومسلمون کا یہ بیان تھا کہ یہ سب خیالات ہم لوگون کے اسلام نے غلط کر دیے۔ لیکن ایک امر پھر بھی بحث طلب رہجاتا ہی وہ لفظ ''جن'' ہے جسکا ترجمہ ہم نے کیا ہے چھپے ہوئے آدمی۔ یہ لغوی معنی صحیح ہین۔ لیکن مجازاً چھپی ہوئی ارواح پر بھی اسکو عرب بولتے تھے۔ اب گفتگو یہ ہے کہ جن لوگون کا شروع آیت مین چھپ کر سننا بیان کیا گیا ہی وہ انسان تھے یا از قسم ارواح تھے اگر وہ انسان سمجھے جائین تو معنی بہت ہی قرین فہم ہوتے ہین جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ اور اگر وہ از قسم ارواح سمجھے جائین تو ذرا بعید از فہم ہوتا ہے لیکن محال نہین ہوتا۔ ان ارواح مین بھی عیسائی کفار یہود اور مجوسی کا ہونا ممکن ہی اور پھر مفہوم صاف ہو جاتا ہی۔ واضح رہے کہ اگر جن کو اس پچھلے معنون مین لین جب بھی صرف ارواح مخفیہ کا وجود قرآن سے ثابت ہوتا ہے جنکو تمام عقلاے زمانہ مختلف حالتون سے صحیح مانتے چلے آئے ہین لیکن اُس سے ان ارواح یا جنون کا وجود ثابت نہین ہوتا جنکو جہلا مانتے ہین۔ قرآن مین صرف لفظ جن آیا ہے اُسکی ماہیت نہین بتائی گئی ہے۔ اور اسلیے وہ خیالات مسلمانون کی طرف کسی طرح منسوب نہین ہو سکتے جنکو ہم نے شروع مین تمام جہلاے عالم کی طرف منسوب کیا ہے۔

اب ہم قرآن کی آیتون کا ترجمہ لکھتے ہین۔

''پیغمبر کہو مجکو وحی سے معلوم ہوا ہی کہ چند چھپے ہوئے شخصون (جنون) نے قرآن سُنا تو کہا کہ ہم نے عجیب طرح کا قرآن سُنا جو راہ نیک دکھاتا ہے ہم تو اُسپر ایمان لائے اور آیندہ ہم کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہ ٹھہرائین گے اُسکی

بڑی اونچی شان ہے نہ کوئی اُسکی جورو ہے اور نہ کوئی اُسکا بیٹا ہے ۔ ہم مین
جو احمق تھے وہ خدا کی نسبت بڑھ بڑھ کر باتین بناتے تھے ۔ ہم تو ایسا سمجھتے تھے
کہ آدمی اور جن کوئی بھی خدا پر جھوٹ نہین بول سکتا ۔ اور بیشک ایسے لوگ بھی
تھے جو جناتون سے پناہ مانگتے تھے اور اس طرح اُنکا تکبر زیادہ بڑھ گیا تھا اور بیشک
لوگ سمجھتے تھے جیسا تم سمجھے ہو کہ خدا کوئی پیغمبر نہین بھیجے گا اور بلاشبہ ہم نے ڈھونڈھ
ڈالا آسمانون کو تو اُسکو بڑی مضبوط چوکیون اور شہابون (آگ کے بھڑکتے ہوئے
شعلون) سے بھرا ہوا پایا ۔ پہلے تو آسمان مین بہت سے ٹھکانے تھے جہان ہم
سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے لیکن اب کوئی سننے کا قصد کرے تو ایک شہاب
اپنے لیے طیار پائے ہم نہین جانتے کہ اس سے زمین کے رہنے والون کو
کچھ نقصان پہونچانا منظور ہے یا اُنکے پروردگار کا ارادہ اُنکے حق مین بہتری کرنے کا
ہے ۔ ہم مین سے کچھ نیک ہین اور کچھ بُرے ہین ۔ ہمارے فرقے مختلف ہین ۔
ہم نے سمجھ لیا کہ ہم نہ تو زمین مین رہکر خدا کو ہرا سکتے ہین اور نہ کسی طرح بھاگ کر
اُسکو ہرا سکتے ہین ۔ ہم نے جب راہ کی بات سُنی تو ہم اُسکو مان گئے ۔ اب جو شخص
اپنے پروردگار پر ایمان لائے گا اُسے کسی نقصان یا ظلم کا ڈر نہ ہوگا ۔ ہم مین فرمانبردار
بھی ہین اور نافرمان بھی ہین ۔ جنھون نے فرمانبرداری کی اُنھون نے سیدھا رستہ
اختیار کیا اور جنھون نے سرتابی کی وہ دوزخ کے کندے ہوئے ۔"

سلہ قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فآمنا بہ ولن نشرک بربنا
احدا ۔ وانہ تعالی جد ربنا ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا وانہ کان یقول سفیھنا علی اللہ شططا ۔ وانا ظننا ان لن تقول
الانس والجن علی اللہ کذبا ۔ وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقا ۔ وانھم
ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا وانا لمسنا السماء فوجدناھا ملئت حرسا شدیدا وشھبا وانا کنا

اور دوسرے مقام پر سورۂ ناس مین ہے۔

" تو کہہ۔ مین آدمیون کے رب آدمیون کے بادشاہ اور آدمیون کے معبود کی پناہ مین آیا وسوسہ ڈالنے والے خناس کی بُرائی سے۔ جن ہو یا آدمی۔"[۵۲]

اس سورہ مین بھی جن کی ماہیت نہین بیان کی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی روح ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرب مین جس طرح جنات کو بااختیار سمجھ کر شر و خیر پر قادر جانتے تھے اُنھین کے خیال کے مطابق ارشاد ہوا ہے کہ شیطان جو دلون مین وسوسہ ڈالتا ہے اُسے جنات سمجھو یا انسان انھین سے کوئی بھی پیغمبر کو نقصان نہین پہونچا سکتا جب وہ اللہ کی امان مین ہے۔ اور اُسکا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جو انسان خدا سے امان طلب کرے کا پھر اُسے کسی سے گزند نہ پہونچے گا۔ اس سورہ مین جن کے اختیارات کی تو صریح نفی ہوتی ہے اور اسی سے اسلام کو بحث ہے۔ انکی نوعیت یا ماہیت کا بیان نہین کیا گیا تو انکا وجود اور عدم دونون برابر ہے۔ اور اگر یہ مان لین کہ جن کو عرب جن معنون مین سمجھتے تھے اُنھین معنون مین قرآن مین بھی استعمال کیا گیا جب بھی کوئی ہرج نہین مخاطب کے خیال کے مطابق یہ کہنا کہ جنکو تم اسقدر بااختیار سمجھتے ہو وہ خدا کے سامنے کچھ بھی نہین ہے اسکا یہ مطلب ہرگز نہین ہو سکتا کہ اُنکے وجود اور اختیارات کا

نقعد منہا مقاعد للسمع فمن یستمع الان یجد لہ شہابا رصداً و انا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بہم ربہم رشداً و انا منا الصلحون ومنا دون ذلک کنا طرائق قدداً و انا ظننا ان لن نعجز اللہ فی الارض ولن نعجزہ ہرباً و انا لما سمعنا الہدی امنا بہ فمن یومن بربہ فلا یخاف بخساً ولا رہقاً و انا منا المسلمون ومنا القاسطون فمن اسلم فاولئک تحروا رشداً و اما القاسطون فکانوا لجہنم حطباً۔

۵۲ قل اعوذ برب الناس۔ ملک الناس الہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ و الناس۔

ایک حد تک قرآن مین اقرار کیا گیا ہے - بہر حال ہمکو صرف یہ دکھانا ہے کہ جن اور شیطان وغیرہ کے جو اختیارات جہلا مین مانے جاتے ہین قرآن سے (نعوذ باللہ من ذالک) اسکی تائید نہین ہوتی -

فصل پنجاہ و پنجم

قومی ترقی

شخصی ترقی کے وسائل کوئی ہم سے پوچھے تو ہم سیکڑون ہی گنا چلین لیکن قومی ترقی یا تنزل کے اسباب کا بتانا کیا سمجھنا بھی بہت مشکل ہے - یہ سوچنا تو آسان ہے کہ جو قوم ترقی پر ہے اُسکے ساتھ چلنے کی کوشش کس طرح کی جائے - اس سے کس طرح خود کو محفوظ رکھا جائے اپنی کمی کیونکر پوری کی جائے - لیکن دوسری ترقی یافتہ قوم کے ہم پلّہ یا اُس سے بڑھ کر اپنی حالت کیونکر بنائی جائے (یہی معنی ہین ترقی کے) یہ نہایت مشکل اور انسان کے اختیار کے بالکل باہر ہے -

دیوار چین کے عرض و طول اور استحکام سے چینیون کی پچھلی ترقیون کا جو اندازہ کیا جاسکتا ہے وہ بہت ہی حیرت افزا ہے - کسی طرح اس زمانہ مین اسکے سمجھنے کا پورا مقیاس میسر نہین آسکتا - قرآن مین جو لفظ ذوالقرنین کا آیا ہے بعض مسلمان مورخ نے اُسے خاقان چین سمجھا ہے اور ہمارے نزدیک بجا سمجھا ہے - چینیون کے پچھلے کارنامے بالکل ناپید ہوگئے چینیون کا جو زمانہ پلٹا تو ایسا کہ گویا کچھ تھا ہی نہین - دور نہ جائیے اسکے قریب ہی جاپان ہے - پچھلے زمانہ مین جاپانیون کو چینیون کی غلامی کی بھی قابلیت نہ تھی - لیکن اب جو حالت جاپانیون کی ہے اُسکے اندازہ کرنے کی بھی قابلیت چینیون کے پاس نہین ہے -

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

بیشک چینیون کو دوسری قومون کے غلام ہوکر زندگی بسر کرنے کی نوبت کبھی نہین پہونچی - لیکن اسکا بڑا سبب یہ ہے کہ ترقی یافتہ قومون سے بُعد رہا - اگر کوئی قوم بڑھی بھی تو مضافات چین تک پہونچتے پہونچتے اُسکا زور گھٹ گیا - چین کسی طرح اپنا گزران کیے جاتا ہے - لیکن پوری آزادی سے وہ مدت ہوئی بے نصیب ہے پہلے آتش پرستون - تاتارون اور سلمانون سے وہ بہ تنگ تھا - اور اب یورپین سلطنتون کی شعاعین بالکل اسکی آنکھین خیرہ کر رہی ہین -

مصر کا وہ عروج جب اسکے سلاطین فرعون کہلاتے تھے کیسا کچھ تھا - تاریخون کے صفحے اُلٹیے تو معلوم ہو کہ کیسے کیسے کارنمایان اس قوم سے ہوئے ہین - مصر کی گزری ہوئی حالت کی ایک یادگار یہ ہے کہ یونان کو اُسنے اس قابل بنا دیا کہ آج اُسکو دنیا کی تمام مہذب قومون کے اُستاد ہونے کا دعویٰ ہے - اور پھر مصر کو زوال آیا تو یون آیا کہ بیمارون اور چند زراعتی چیزون کے سوا اور کوئی شے اس امر کی بتانے والی نہین کہ اس مُلک کو کسی زمانہ مین تمام روے زمین سے وہ نسبت تھی جو انسان کو دوسرے حیوانون سے ہے - یا انسان مین دماغ کو دوسرے اعضا سے ہے -

ایک زمانہ بنی اسرائیل کا وہ تھا کہ مصر کے قبطی انکے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتے تھے جیسا ہندوستان کے برہمن چمارون کے ساتھ کرتے ہین اور اگر پچھلے زمانے کے طرز و تمدن پر لحاظ کیجیے تو اس سے بھی بدتر - اور پھر حضرت موسیٰ کے زمانہ مین بنی اسرائیل کی ترقی کی جو بنیاد قایم ہوئی تو ایسی کہ دنیا مین اپنی نظیر نہین رکھتی اور اسکے ساتھ ہی یہ قوم اگر بھی تو ایسا گری کہ خود اس قوم کے اسلاف اپنے بزرگون کی ترقی کا اندازہ کر سکے

اور جن باتون کو انکے بزرگون نے دنیاوی ترقی کے انتہاے زور مین کر ڈالا تھا اسکو
ارواح کی تاثیر پر لوگ محول کرنے لگے۔ حضرت سلیمان (جنکو اہل کتاب مسلمان پیغمبر
کہتے ہین) جو بنی اسرائیل کے ایک بڑے بادشاہ گزرے ہین انکی نسبت لوگ
کہنے لگے کہ دیو انکے زیر فرمان تھے اور پریان انکا خانہ باغ اور عیش محل آراستہ
کرتی تھین۔ یہی ایک مثال انتہاے ترقی اور انتہاے زوال کے سمجھنے کے لیے
کافی ہے۔ یون سمجھ لیجیے کہ اسوقت ریل تار برقی۔ برقی روشنی۔ دُخانی جہاز مختلف
کلین جو یورپ اور یورپ کی بدولت افریقہ اور ایشیا مین دیکھی جاتی ہین قومی ادبار
کی وجہ سے مٹ جائین۔ قومی زور گھٹ جائے یورپ کے کارخانے بند ہو جائین
کاریگری اُٹھ جائے۔ جاہلیت کا زمانہ آجائے تو چند صدیون کے بعد ان چیزون کی
نسبت لوگ ویسی ہی راے قایم کرنے لگین گے جیسی حضرت سلیمان کے کارنامون
کے سمجھنے کے لیے دیو اور پری کے وجود ماننے کی ضرورت پڑی حتی کہ مسلمانون کے
بعض فرقون کے عقیدہ کے مطابق خدا کو بھی قرآن مین عوام کے سمجھانے کے
لیے انھین الفاظ کے استعمال کی ضرورت نظر آئی جس طرح ہندوستان کے
بڑے بڑے ہیرو کی نسبت خارج از عقل باتون کے سمجھنے کے لیے منتر جادو معلوم
نہین کیا کیا باتین فرض کرنا پڑین کیونکہ انسان کو جہالت کی تاریکی مین عجائبات دنیا
کے ساتھ تائید غیبی یا امداد ارواح کے مان لینے مین اور اس طرح تمام کاوشون سے
چھٹکارا پانے مین جو آسانی ہے کسی مین نہین۔ ہندوستان کے متعدد شہرون
کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بارہا بسے اور اُجڑے۔ عام لوگون مین ایک
نقل مشہور ہے کہ حضرت خواجہ خضر نے کسی بزرگ سے ملاقات کی اور بعد الاستفسار

خواجہ صاحب نے بیان کیا کہ دہلی سات مرتبہ اُجڑی اور بسی اور کوتوالی کو بتایا کہ یہ مقام ہمیشہ خطرناک رہا۔ آبادی کی صورت مین سیاست گاہ رہا۔ شہر دریابُرد ہوا تو یہان بھنور مین لوگ ڈوبتے تھے اور جنگل کی حالت مین درندجانور رہتے تھے۔ اس نقل سے ہمارا یہ مطلب نہین ہے کہ ہم اسکو باور کرتے ہین۔ کہنے کا منشا یہ ہے کہ دنیا جب سے قایم ہے تب سے معلوم نہین کیسی کیسی ایجاد کیسی کیسی قومی ترقیان ہوئین اور پھر اس طرح مٹین کہ قیاس کو بھی دخل نہ رہا کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ کیا کیا عمارتین بنین اور بگڑ اس طرح منہدم ہوئین کہ نشان تک باقی نہ رہا۔ ایک ویران جگہ کو دیکھ کر کبھی قیاس نہین ہو سکتا کہ یہان کسی زمانہ مین سوتی محل تھا اُسکے ساتھ ایک پائین باغ بھی تھا۔ دُنیا کے مشہور کاریگرون نے آکر بنایا تھا۔ شام کو شہنشاہ وقت اپنی شاہ بیگم کے ساتھ یہان سیر کرتا تھا۔ فوارے چھوٹتے تھے۔ جابجا حوضون مین مچھلیان تیرتی تھین۔ رنگ برنگ کے پھول تھے اور طرح طرح کے سبزہ زار کی کیاریان تھین اب کیا ہے کہ سرِ شام سے گیدڑ بولتے ہین اور عوام مین یہ بھوت کے رہنے کی جگہ سمجھی جاتی ہے۔ دن دوپہر یہان کوئی آنے تو ڈر جائے۔ بس یہی حالت قوم کی ہے۔ ایسی ایسی قومین مٹ گئین کہ انکا کچھ اثر تک باقی نہین رہا۔ ہمارے نزدیک تو عمدہ مقیاس یہ ہے کہ جس قوم کو جتنا ہی ذلیل حالت مین دیکھو سمجھو کہ کسی زمانہ مین وہ اُتنی ہی باوقعت تھی۔ اگر قوم کے مرنے جینے کا نام تناسخ ہوتا تو بہت ٹھیک تھا اور کیا عجب کہ اسی معنی مین تناسخ کا خیال ابتداءً ظاہر کیا گیا ہو۔ ہندوستان کی پچھلی ترقیون کا تذکرہ کرنا عبث ہے تمام سکول کے بچے اسکو جانتے ہین اور انگلستان کی پچھلی حالت کا بیان کرنا بھی غیر ضروری

کوئی تعلیم یافتہ اس سے لاعلم نہیں ہے - بھلا اپنی پچھلی ترقی مین تو ہندوستان کوئی ملک اپنا ہمسر نہیں رکھتا تھا لیکن اس گئی گذری حالت پر بھی مسلمانون کی فتح کے بعد بھی وہ ایسا تھا کہ دو تین سو برس پہلے انگلستان کو اس سے کوئی نسبت کسی قسم کی نہ تھی - اللہ نے یورپ کو ترقی دی تو اسکے ساتھ انگلستان کو بھی بڑھا دیا - اور ایسا بڑھایا کہ وہان کے تاجرون کے گروہ اگر ہندوستان کی بگڑی ہوئی حالت سنبھالنے مین مدد نہ کرتے تو معلوم نہین اُسکی حالت کہان تک ابتر ہو جاتی - اسکا کوئی سبب نہین قانون قدرت یون ہی ہے کہ ایک گھٹتا اور دوسرا بڑھتا رہتا ہے "تلک الایام نداولہا بین الناس"

یونان کا جب زمانہ تھا تو علم دولت - بہادری - صناعی - خداپرستی - تمام صفتون مین اسکو کمال تھا اور صرف یورپ کی سلطنتون مین نہین بلکہ تمام دنیا کی سلطنتون مین اسکا درجہ بڑھا ہوا تھا اور اب بھی وہی یونان ہے کہ یورپ کی تمام سلطنتون سے ہر اعتبار مین گھٹا ہوا ہے اس قومی ادبار کو ہندوستان کے عام باشندے یون تعبیر کرتے ہین کہ تختہ یونان اُلٹ گیا - سارا ملک قعر بحر مین چلا گیا گرد و نواح کے لوگ کسی اہم کام پر غور کرنا چاہتے ہین تو جہاز لیجا کر وہان ٹھہرا دیتے ہین - ہوا مین اب بھی وہی ذہانت ہے وہان ٹھہرنے سے رائے ایسی صائب قایم ہوتی ہے کہ دوسری جگہ ممکن نہین - اس عام پسند حکایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ترقی یونان کی کسی زمانہ مین تھی وہ لوگون کے نزدیک ایسی نہ تھی کہ مرور زمانہ سے بالکل ناپید ہو جاتی - اور اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ خطہ ہی آبادی کے قابل نہ رہا جہان ملایک صفت لوگ پیدا ہوتے تھے - یہ بالکل غلط ہے کہ خطہ اولٹ گیا - ملک وہی - زمین وہی - آب وہوا وہی -

نسلین وہی سب کچھ وہی - بس ایک خدا کی مشیت جسکو اقبال کہتے ہین البتہ نہین ہے -

ایران کی سلطنت بہت قدیم ہے اور مشہور ہے کہ کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے - پہننے - اوڑھنے کے سارے طریقے ایران سے نکلے ایران کی ابتدائی ترقی کا زمانہ کسی طرح دریافت نہین ہو سکتا - یہ ابتدا سے ترقی پر تھا اور ہمیشہ ترقی پر رہا - چینیون سے ترکون سے مصریون سے اور یونانیون سے برابر اسکا مقابلہ رہا " جنگ دو سردار و جیتنے ہارنے کی کوئی بات نہین - یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے لیکن قومی تنزل اسے اسلام کے قبل کبھی نہین ہوا - ہر اعتبار سے ایران دنیاوی امور مین اُستاد سمجھا جاتا تھا - اسکے برابر ہی عرب کی ایک خانہ بدوش قوم تھی (شہری بھی تھے لیکن وہ بھی خانہ بدوشون کی صفت سے متصف تھے) جو ہمیشہ ایران کی ماتحت رہی اور اگر یون سمجھو کہ ایران کو اسکا ماتحت رکھنا ملک کے افلاس و ناداری کی وجہ سے وبال جان تھا تو یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ ایک خود مختار آزاد قوم تھی - لیکن آزادی ایسی ہی جیسے کسی احمق غلام سے یہ سمجھ کر کام نہ لیا جائے کہ وہ کوئی بات سمجھ نہین سکتا کام کیا کرے گا - خدا کو منظور ہوا کہ اس نکمے ملک کو بھی عزت دی جائے - یہ ملک جیسا ہی گرا ہوا تھا ویسا ہی اعلی درجہ پر اسکا عروج پہونچا - ایک بے لکھے پڑھے غیر متمول (یعنے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ سے عرب ہی کی نہین بلکہ کل دنیا کی اصلاح خالق کو منظور ہوئی - ایک دن وہ کہہ اُٹھا کہ ہم کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہم لوگون سے کہین کہ وہ اللہ کو پہچانین - دیکھیے قوم کی ترقی کی بھی حد سند صحیح ہے - جن لوگون نے اسپر اعتقاد کیا وہ بہتر سے بہتر ہو گئے اور جو ...

وہ کافر سمجھے گئے ۔ ان مومنون پر انکے کافر اعزہ کی طرف سے زیادتیان ہونے لگین
اسلیے بچاؤ کے لیے فوجی قوت کی ضرورت ہوئی ۔ دوسرے ملکون سے خط وکتابت کی
ضرورت ہوئی تو لکھے پڑھے لوگون کی بھی قدر بڑھی ۔ جلاوطن نومسلمون کی پرورش کے
کے لیے روپیہ پیسہ کی ضرورت ہوئی اور اُسکے بہم پہونچانے کے لیے بیت المال قایم
ہوا وہ آگے چل کر خزانہ شاہی بن گیا ۔ غرضکہ دس بارہ برس مین ایک عظیم الشان سلطنت
کی بنیاد پڑگئی اور پھر تو تمام دنیا کے علوم اور تمام دنیا کی صنعتین مسلمانون نے سیکھین ۔ تمام
علوم و فنون کے ماہر مسلمانون کے پاس آکر جمع ہوگئے اور اس طرح عرب
بھی یہ کہنے کے قابل ہوا کہ ہمارے کارنامے بھی تاریخی دنیا مین بے نظیر
ہین ۔ جہالت ۔ نا اتفاقی ۔ کم ہمتی ۔ بے زری ۔ بد خلقی ۔ بے ہنری ۔
یہی سب باتین قوم کے ادبار کا سبب سمجھی جاتی ہین ۔ لیکن غور کرنے سے یہ معلوم
ہوا کہ قومی ترقی اور تنزل مین ان باتون کو کوئی دخل نہین ۔ شخصی موت کے ساتھ
قوم کی موت کو پورے طور پر تشبیہ دے سکتے ہین ۔ مرنے کے لیے کسی بیماری کی
خصوصیت نہین ویسے ہی قوم کے تنزل کے لیے کوئی سبب معین نہین کیا جاسکتا ۔
قوم کے تنزل کے وقت ہمیشہ ایک نیا سبب پیدا ہوجاتا ہے ۔ ایران اور یونان
پر مسلمانون کے فتحیاب ہونے کے حالات دیکھیے ۔ قدرت خدا نظر آتی ہے ۔
ہم یہان صرف ایران کا تذکرہ کرتے ہین ۔ ایران مین کوئی کسی قسم کے آثار نکبت
یا قومی تنزل کے نظر نہین آتے تھے ۔ اسکے چراغ کی روشنی بدستور قایم تھی لیکن
اسکو کیا کیجیے کہ عرب کی مشعل کے سامنے خواہ مخواہ اسکی روشنی جاتی رہے ۔ اسلام
کے پھیلنے کے تھوڑے ہی دنون کے بعد دفعۃً عربون نے ایران کا قصد کردیا

فوج لب دریا پہونچی جسکے عبور کرنے پر ایران کی سرحد اور ایران کا پایۂ تخت تھا عربون کے پاس تلوار اور گھوڑون کے سوا اور کیا سامان تھا۔ کشتیان ایرانیون نے اپنی طرف منگوالی تھین یا ڈبوا دی تھین۔ عربون نے گھوڑے دریا مین ڈال دیے گھوڑے تیرنے لگے اسی اثنا مین ایک سپاہی کی کمر مین لکڑی کا پیالہ بندھا تھا اور وہی اُسکا سارا اثاثہ تھا۔ پیالہ کسی طرح کھل کر دریا مین بہ چلا۔ ذرا اُسکے استقلال اور قوم کے اقبال پر غور کیجیے۔ دوسرے ملک پر چڑھائی۔ جان جوکھم کا سودا۔ گھوڑا بحر ذخار مین تیر رہا ہے۔ جان کے لالے پڑے ہین۔ اِن سب باتون کا خیال نہین میان سپاہی کو یہ سوچ پیدا ہوا کہ ملک فتح ہونا تو اتفاقات کے تعلق ہے۔ یہ میرا اثاثہ جو بہا جاتا ہے "نقد را بہ نسیہ گذاشتن کار خردمندان نیست" اسکو تو کسی طرح جانے نہ دینا چاہیے۔ اب میان سپاہی نے اسی پیالہ کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ اور پیالے کے ساتھ گھوڑا بھی دھار مین چلا۔ تھوڑی دور جاکر اُسنے پیالہ پایا اور پھر فوج کی طرف پھرا۔ یون تو تمام سُن سُن کر ایرانیون کا اقبال روگردانی کر رہا تھا۔ اس حملہ کی کیفیت دیکھ کر بھلا کسے تاب مقابلہ تھی کچھ ایسی لڑائی بھی نہ ہوئی اور عربون کا قبضہ ایران پر ہوگیا یا یون کہو کہ ایرانیون کی ترقی کا زمانہ ختم ہوگیا اور عربون کی ترقی کا وقت خود بخود آگیا۔ اس مہم نے عربون کی زبان۔ طرز تمدن۔ اخلاق۔ مذہب سب کو ایکدم سے ایران کا حکران کردیا جس زبان سے ایرانیون کو نفرت تھی اب اُسی کی تحصیل کا نام سعادت دارین کا حاصل کرنا سمجھا گیا۔ فردوسی نے اسے یون نظم کیا ہے۔

ز شیر شتر خوردن و سوسمار عرب را بجائے رسید ست کار

کہ ملک عجم را کنند آرزو تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

فصل پنجاہ و ششم

ضعف اسلام

ہر کمال کو زوال لازم ہے لیکن کیا اسکا مطلب یہ ہے کہ زوال بلا سبب پیدا ہو جاتا ہے ؟ نہین ۔ سبب ضرور ہوتا ہے ۔ اسلیے ضعف اسلام کے اسباب پر ہم غور کرین تو یہ کار بے سود نہ ہوگا ۔ اسباب تو بہتیرے بیان کیے گئے اور بیان کیے جائین گے ۔ لیکن ہمارے نزدیک سبب وہی ہے جسکی پیشینگوئی روم کے پادریون نے کی تھی ۔ خلفاے عباسیہ کے عہد مین مسلمانون نے یونان کے علوم قدیمہ کی کتابین روم کے بادشاہ سے طلب کین ۔ یہ حکم ایسا تھا جیسا گورنمنٹ انگلشیہ کا والی کشمیر کے نام ۔ عدول کیونکر ہوتا ۔ لیکن ملکی رسم کے طور پر پادریون سے کہ یہی ارکان سلطنت تھے استصواب کیا گیا ۔ پادریون نے سوچ کر کہا " اچھا یہ کتابین مسلمانون ہی کے پاس جانے دیجیے کسی طرح انکا زور تو گھٹے " ان کتابون کا آنا تھا کہ مسلمانون کا زور گھٹنے لگا ۔

فلسفہ کی دو قسمین سمجھیے عملی اور خیالی ۔ مسلمانون کا مذہب خود ایک فلسفہ تھا لیکن فلسفہ خیالی نہین فلسفہ عملی ۔ اگر ہم شرح بیان کرنا شروع کر دین تو ایک جدا رسالہ لکھنا پڑے ۔ اس اختصار مین گنجایش نہین ہے ۔ اسوقت صرف اتنا سمجھ لیجیے کہ خدا کی معرفت ۔ محنت اور استقلال یہ تین باتین موضوع اس علم کی تھین جو مسلمانون کو مذہب اسلام کے ساتھ اعلیٰ درجہ پر تعلیم دیا گیا تھا ۔ خیالی فلسفہ کے ترجمہ نے جو اشاعت پائی اس سے اسلام کی خوبیان زائل ہونے لگین یقین گھٹتا گیا اور ظن بڑھتا گیا ظنی اور خیالی قوت کے سامنے دماغی اور جسمی قوت کا زور کم ہو گیا ہمت اور استقلال نے

جواب دیا اور اُنکے بدلے مین کیا ملا ؟ خیالی کمزوریان ۔ خدا کی معرفت اور مذہبی روشنی
نے کنارہ کیا ۔ نام کے مسلمان ۔ باتون کے شیر رہ گئے ۔ جسمی اور روحی ان دونون قوتون
کے عوض صرف خیالی اور لاحاصل مقدمات کی ترتیب دماغ مین رہ گئی ۔ ہمارے کہنے کا
مطلب یہ نہین ہے کہ اسوقت مسلمانون کو فلسفہ نہ پڑھایا جاوے ۔ اب کچھ نہین تو یہی
سہی کچھ تو جاننا چاہیے ۔ لیکن جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہین اُس زمانہ مین جو مسلمانون
کے پیغمبر کا پڑھایا ہوا فلسفہ سینہ بہ سینہ چلا آتا تھا وہ یونانی فلسفہ سے کہین اچھا
تھا اور اُسکی بدولت مسلمانون نے ابتدا مین ترقیان کی تھین ۔ اب اُسکو کوئی
سیکھنا چاہے تو مشکل ہے ۔ " مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب " مسلمانون کے
پیغمبر کے وقت سے کئی صدی بعد تک جو سچا طریقہ زندگی بسر کرنے کا جاری تھا اسمین
اس نئے فلسفہ نے خلل ڈال دیا ۔ اور خلل ڈالنے کا نتیجہ وہی ہوا جو روم کے پادریون
نے پہلے سوچا تھا ۔ فلسفہ پھیلنے کے بعد عرصہ تک مسلمانون کو عروج رہا لیکن یہ عروج
ماسبق کارروائیون کا نتیجہ تھا ۔ ٹرالی کو ریل کی سڑک پر چلا کر قلی بیٹھ جاتے ہین اور ٹرالی
سیلون خود چلی جاتی ہے ۔ بس یہی مثال اسلام کے آخری زمانہ کی سمجھیے ۔ پہلے زمانہ
مین مسلمانون نے جو ملک فتح کیے اُنکا مقابلہ پچھلی فتوحات سے کرو تو معلوم ہوگا
کہ فاتحین کی کارگزاریون مین کتنا بڑا فرق ہے ۔ ابتدائی فتوحات مین مسلمانون
کی محض صحبت سے مسلمان اور پکے مسلمان ہو جاتے تھے ۔ اور آخری زمانہ کو دیکھیے
اکبر نے کیا کچھ دلجوئی نہ کی ۔ عالمگیر نے کیا کچھ سختی نہ کی ۔ مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی
وجہ صرف یہی تھی کہ انہین یا اُنکے ہمعصر مسلمانون مین وہ صفت نہ تھی جو اگلے مسلمانون مین
تھی ۔ اندلس (اسپین) وہ مقام ہے جہان کے علم و فضل پر آج تک مسلمان

فخر کرتے ہین۔لیکن ہم یہی کہین گے کہ فخر بالکل بیوجہ۔جب عیسائیون نے اندلس کے مسلمانون سے کہاکہ "تم سب ایک دم سے نکل جاؤ" تو علم وفضل سے کچھ نہ بن پڑا اگر بجاے علم وفضل کے سچا اسلام ہوتا اور مصر وایران کی طرح سب مسلمان ہی مسلمان ہوتے تو یہ کون کہہ سکتا تھا کہ ملک خالی کرو۔پھر ملک کا مسلمانون سے خالی کرانا ملک کے لیے ایسا ہی دشوار تھا جیسا جسم سے کھال یا ہڈیون سے گوشت کا علیحدہ کرنا۔علم وفضل کا ماحصل کیا ہے؟ روحی اور دنیاوی ترقی۔جب تک مسلمان اپنے مذہبی فلسفہ پر قایم تھے تو یہ دونون باتین اُنہین اسقدر تھین جو دوسری قومون کو آج تک نصیب نہین ہوئین۔تاریخون کے صفحے اُلٹنے پر ہمارے اس دعوی کو ایسا ہی سچ ماننا پڑے گا جیسا آفتاب کو روشن اور رات کو تاریک جاننا۔

فصل پنجاہ وہفتم

مذہبی نفاق

ارکان مذہب کے اداکرنے کا نام ہے مسلمان ہونا۔اور بعض کے نزدیک محض ارکان مذہب کا حق جاننا مسلمان ہونے کو کافی ہے۔یا دوسرے لفظون مین اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لانا بس یہی "اسلام" ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ ارکان مذہب یا اُنکے فرایض کے متعلق مسلمانون مین اختلاف نہین ہے۔ دنیا کے کُل مسلمان اُنکو یکسان مانتے ہین اور بالکل اختلاف نہین کرتے لیکن جزوی مسائل جو مستحبات کے درجہ مین ہین اُنہین روایت یا اجتہاد کے اختلاف کی وجہ سے اختلاف واقع ہوا۔دنیا مین جب تک اسلام قوی تھا ان اختلافات پر کچھ توجہ نہ ہوئی ضعف اسلام کے ساتھ یہ اختلاف بھی ترقی پکڑتا گیا اور ان ہی

اختلافات سے جدا جدا فرقے قایم ہوئے۔ قرآن کی آیت "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" بھی پڑھا کیے لیکن عمل ایک نے بھی نہ کیا۔ سنی۔ شیعہ۔ بدعتی۔ وہابی۔ خارجی۔ اہل حدیث۔ مقلدین۔ بہتیرے فرقے قایم ہوئے اور مذہبی کتابوں میں دیکھو تو ساٹھ ستر فرقے نہ معلوم کیا کیا قایم ہو گئے۔ اِن فرقوں کے قایم ہونے کو گویا اسلام کی چادر کہنہ میں سوراخ ہونا یا دیوار اسلام کی اینٹیں کھسکنی سمجھیے۔ اختلاف سے نفاق پیدا ہوا اور نفاق سے زور گھٹتا گیا۔

اس نفاق نے کعبہ کو بھی نہ چھوڑا وہان خانہ کعبہ کے گرد چار مصلے بچھتے ہین اور چار فرقون کی جدا جدا نمازین ہوتی ہین۔ گو انہین باہم مخاصمت نہین۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو بُرا نہین سمجھتا ملکہ ایک مُصلے کا مسلمان دوسرے مُصلے پر بے تکلُّف نماز بھی پڑھ لیتا ہے۔ لیکن ہم تو سیدھے مسلمان ہین۔ بس اتنا جانتے ہین کہ پیغمبر یا اُنکے اصحاب راشدین کے وقت یہ چار مُصلے قایم نہین ہوئے تھے۔

عرب سے جب یہ اختلاف ہندوستان مین آیا تو یہان اُسنے صورت ہی دوسری پکڑی۔ یہان ایک فرقہ دوسرے فرقے کے پیچھے نماز کیا پڑھے گا۔ ایک دوسرے کو دشمن اور جہنمی ٹھہرانے لگا۔ جو ذی علم ہین وہ گو مُنھ سے کہتے ہین کہ فرقے براے نام ہین۔ اور مسلمان سب ہی ہین۔ لیکن دل اُنکے بھی متاثر ہین۔

اِن ملّاؤن کے پاس کوئی جائداد نہین۔ جاگیر نہین۔ اثاثہ نہین۔ سامان نہین۔ لڑین تو کس برتے پر۔ جھگڑین تو کس چیز کے لیے۔ اور لڑنا ٹھہرا ضروری کہ وہ انسانیت کا مقتضا ہے۔ یہی مسجدین جو اگلے زمانہ کے امرا اور سلاطین بنا گئے ہین اُنکی ساری

کائنات ہے اسی کے متعلق جھوٹے سچے نقشہ نکال باہم لڑا کرتے ہین اور اس طرح دل کے انجرے نکالتے ہین

مسلمانون مین ابو حنیفہ اور اُنکے صحابہ بڑے ذی عقل اور ذی علم گزرے ہین انھون نے قرآن اور پیغمبر خدا کے مقولون سے اخذ کرکے ایک مجموعہ قانون ترتیب دیا تاکہ لوگون کو کاروبار مین سہولت ہو۔ اس مجموعۂ قانون کے ماننے والے مقلد کہلاتے ہین اور جو لوگ پیغمبر خدا کے اقوال کو پڑھکر خود اُسکے معنی لگاتے ہین وہ اہل حدیث ہین - ہندوستان مین جو بہت بڑا ادیب و ذی علم ہوگا وہ البتہ اجتہاد کرسکے گا۔ ورنہ عام طور پر تو تقلید ہی سے کام چلتا ہے۔ حنفیون کی ہو یا اہلحدیث کی - دونون مین ماحصل ایک ہی ہے - شاید کوئی جزوی باتون مین اختلاف ہو ورنہ اہم مسئلون مین اختلاف بہت کم ہے -

دیکھیے بات کچھ نہ تھی لیکن دو نام قایم ہو جانے سے دو فرقے ہوگئے۔ اور آپس مین اس طرح لڑتے ہین جس طرح ابتدائے اسلام مین مومنین اور کفار قریش کے مقابلے ہوتے تھے۔ معاذ اللہ۔ بھائیو! کوئی دوسرے مشغلے نکالو - یہ کیا ہے۔ کچھ دنون دہلی مین لڑائی ہوا کی اور اب سیر ٹھ مین معرکہ جنگ وجدل ہو رہا ہے ہم تو ہزار مین کہین کہ یہ لڑنے والے محض نفسانیت سے لڑتے ہین۔ لڑنے کا نتیجہ وہ ہے۔ اسلام کو ناحق بدنام کرتے پھرتے ہین -

بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیابان ہوتا

مولوی محمد شبلی نعمانی نے ابو حنیفہ کے حالات و اعتقادات کے متعلق ایک کتاب لکھی - جہان سب کچھ لکھا رفع یدین کے متعلق بھی اُنکی رائے لکھدی -

ایک صاحب سے نہ رہا گیا اُنھون نے فوراً ہی ایک نوٹ اسکے خلاف اخبارون مین بھیجدیا اور حنفیون کی راے سے اختلاف ظاہر کیا - واہ کیا نئی بات لکھی ہے - بھلا دنیا مین سواے آپ کے اور بھی کوئی ان باتون کو جان سکتا ہی - برادر عزیز ان باتون کے متعلق کتابین بھری پڑی ہین - ان باتون پر غور کرنا مجتہدین کا کام ہے یا اُن کا جنھون نے مذہبی کامون کے لیے اپنے کو وقف کر رکھا ہے اور وہ بھی آپس مین بحثنے کے لیے نہین بلکہ علم شے بہ از جہل شے محض اسلیے کہ مذہب کے متعلق کوئی مسئلہ بے سمجھا نہ رہجائے - ہمکو آپ کو اس سے کیا بحث - یہ مسلم ہے کہ ہاتھ باندھ کر یا ہاتھ چھوڑ کر دونون طرح نماز درست ہوتی ہے تو پھر اس مسئلہ کو زیر بحث لانا آپ تو سمجھتے ہین کہ اقتضاے عالمیت ہے اور ہم سمجھتے ہین کہ اس سے بڑھ کر جہالت ہو ہی نہین سکتی کہ ناحق اپنے وقت عزیز کے ساتھ دوسرے کے وقت کا بھی خون کیا جائے اور بلا وجہ شجر فساد کی جڑ سینچی جائے -

بعض وقت ایک ہی مذہب کے دو فرقے آپس مین اس طرح لڑنے لگتے ہین کہ گویا اُنہین اخوت مذہب کی ہوا تک نہین لگی - عیسائیون کی پچھلی تاریخین پڑھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھین اختلاف فرقہ یا مذہب کی ضمنی تقسیم کی وجہ سے جو نزاعین ہوئین غالباً دو مختلف مذاہب یا دو اجنبی قومون مین بھی ایسی لڑائیان کم ہوئی ہون گی اب علمی روشنی نے ان عیسائیون کی حالتون کو اس خصوص مین ایسا درست کیا کہ کہین سے بھی اس قسم کی تکرار کی صدا نہین آتی لیکن جہان نئے علوم نے اپنی روشنی نہین پھیلائی یا پچھلے علوم تقویم پارینہ کی طرح قوم کے خاص خاص پیشواؤن یا سرداروں کی الماریون مین بند ہین وہان کی کیفیتین ناگفتہ بہ ہین -

اب اس زمانہ کے مسلمانون مین اگر کچھ اسلام ہے تو یہ ہے کہ ایک کو سنی ہونے پر فخر ہے اور دوسرے کو شیعہ ہونے پر ناز ہے مقلدین اپنے آپ کو سب سے بڑا جانتے ہین اور اہل حدیث اپنے کو سب سے افضل۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ تمام لوگ اپنے اپنے مذہب کے مطابق اس معصیت سے بچ نہین سکتے کہ انھون نے اسلام کو مختلف حصون مین تقسیم کرکے ضعیف کیا اور جزوی اختلاف کو رکن دین قرار دیکر مذہب کو خراب کیا۔

بالفعل ہندوستان مین جو کبھی کبھی شرمناک لڑائیان سنیون اور شیعون مین ہوتی ہین وہ بہت زیادہ قابل افسوس اور لایق شرم ہین۔ ہمارے نزدیک دونون فریق مسلمانون کی نظرون مین اہل اسلام ہونے کی حیثیت سے بے وقعت سمجھے جانے کے لایق ہین۔

افسوس ہے کہ اسلام جو اخوت بڑھانے کے لیے آیا وہ فساد بڑھنے کا سبب سمجھا جاتا ہے ہندوستان کے مسلمانون سے جہانتک ہمکو واقفیت ہے انمین سے شیعے ایسے لوگون کو برا کہنا اچھا جانتے ہین جنکے برا کہنے سے سنیون کے دل دکھنے کا احتمال ہے اور سنیون کا یہ فعل بھی ضرور قابل اعتراض ہے کہ شیعون کے ان حرکات پر خواہ مخواہ معترض ہوتا وہ اپنے مذہب کا شعار سمجھتے ہین۔ خدا یا رسول کو کوئی برا کہے تو کچھ نہ بولین لیکن مسلمانان سلف کو کوئی برا کہے تو یہ سر ہو جائین۔ اگر قانون کی نظر سے دیکھئے جب بھی یہ الٹی بات ہے۔ اہل تشیع مرے ہوئے بزرگون کو برا کہتے ہین جنکا برا کہنا ہرچہ ازالہ حیثیت عرفی کی بنیاد قایم نہین کرسکتا اور اسکے جواب مین سنی جو زندہ شیعون کو برا کہتے ہین اسی سے لابُل کے لیئے بنیاد

مخاصمت پیدا ہوسکتی ہے۔

مقلدین اور اہل حدیث کے جھگڑے جو دہلی کے گردونواح میں آئے دن سنے جاتے ہین وہ اور بھی حیرت افزا ہین شرعی طور پر ایک دوسرے کو اگر کچھ کہہ سکتا ہے تو صرف یہ کہ وہ درجہ احتیاط سے گھٹا ہوا ہے۔ لیکن عملی طور پر جو نتیجے پیدا ہوتے ہین وہ ایسے ہوتے ہین کہ کافرون کے مقابلہ مین بھی اسلام کا قانون اسکی اجازت نہین دیتا۔

میرٹھ کے مقلدین اور اہل حدیث کے جھگڑے سنتے سنتے ہم پریشان ہو چلے تھے کہ امروہا (مراد آباد) سے سنیون شیعون کے اختلاف کی صدائین آنے لگین۔ ممکن ہے کہ معاملہ خطرناک حد تک نہ پہونچا ہو لیکن اخبارون کو تو ایک مشغلہ ہاتھ آگیا۔ کوئی اخبار اس تذکرہ سے خالی نہین۔ اڈیٹر سنی ہے تو ردوداد اسکے ہاتھ مین ہے اور شیعہ ہے تو وہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ حالانکہ معاملہ کچھ نہین۔ امروہا کے ایک با اختیار اہل دول (رئیس و آنریری مجسٹریٹ) نے کوئی مذہبی کتاب لکھی ہے اور سنیون اور انکے پیشواؤن کے مذہب کو برا کہا ہے۔ بس بات اتنی ہی ہے لیکن ممکن ہے کہ بڑھتے بڑھتے بڑھ جائے۔ کوئی مولف سے پوچھے کہ آپ نے کونسی ایسی باریک بات پیدا کی ہے یا اس کتاب کے بغیر قوم کا کونسا کام بند تھا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہم سنی حضرات سے پوچھتے ہین کہ اگر ایک شیعہ بھائی نے اپنے خیال کو ایک رسالہ مین ظاہر کیا تو تمھارا کیا نقصان ہوا کہ خواہ مخواہ کو تم شور و غل مچانے لگے۔ اگر مسلمانون کے کتب خانون کی تلاشی لی جائے تو کوئی ہزارون ہی کتابین ایسی نکلین گی۔ اگر ایک تعداد اور بڑھ گئی تو کیا ہوا۔ بہ کچھ نہین۔ نہ کتاب لکھنے کی ضرورت تھی اور نہ کتاب پر

اعتراض کرنے کی حاجت تھی۔ دلون مین لڑائی کا مواد موجود تھا۔ مذہب کو ناحق بدنام کیا
سُنیون اور شیعون کا ایک مقدمہ بڑا دلچسپ لڑا ہے۔ کسی شیعہ نے ایک مسجد
بنوائی اور در مسجد پر لکھا " علی خلیفۃ بلا فصل " یعنے بعد پیغمبر خدا کے حضرت علی خلیفہ
ہوئے۔ پیغمبر خدا اور حضرت علی کے درمیان مین جو تین خلیفہ ہوئے انکو حق خلافت
حاصل نہ تھا۔ پوچھیے اسکے لکھنے سے اسوقت مسجد کی کیا شان گھٹی جاتی تھی۔
جب خلافت کا جھگڑہ تھا اسوقت ان باتون کا لکھنا کہنا بولنا کچھ مفید بھی ہوتا۔ اب
اس لکھنے اور پرانے جھگڑون کے یاد دلانے سے کیا فائدہ۔ لیکن اس سے کہین
زیادہ حیرت یہ سُنکر ہوئی کہ سُنیون نے دیوانی مین دعویٰ کیا کہ در مسجد سے یہ عبارت
" علی خلیفۃ بلا فصل " نکلوا دیجائے۔ کوئی مدعیون سے پوچھے کہ اس عبارت نے
اُنکا کیا بگاڑا۔ اور اس عبارت کے قایم رہنے سے اُنکا کیا ہرج۔ اگر در مسجد پر یہ لکھا
ہوتا کہ اس مسجد کے گرد جتنی زمین یا مکانات ہین سب مسجد کے ساتھ مال موقوفہ سمجھے
جائین تو بڑ دسیون کے عذر کے واسطے ایک بات بھی تھی۔ تیرہ سو برس کے بعد
کسی کی خلافت یا سلطنت سے انکار کیا جائے تو ایک فعل عبث اور انکار پر اعتراض
کیا جائے تو اس سے زیادہ عبث ہے۔

فصل پنجاہ و ہشتم

دنیا خوش رہنے کی جگہ نہین ہے

دنیا مین کوئی شے ایسی بھی ہے جسکا ذکر ہر شخص کی زبان پر اور جسکی خواہش
ہر ایک کے دل مین ہو۔ حین ولادت سے زمانہ موت تک ہر انسان اسکا متمنی ہو۔
لیکن فی الواقع دنیا مین اسکا وجود نہو اور نہ کسی کو کبھی حاصل ہوئی ہو؟ اس چیستان کا

سمجھنا آسان نہین ہے - جب ایک شے کسی کی مطلوب یا مقصود ہوئی تو پھر اسکے نزدیک اسکا وجود کسی طرح محال متصور نہین ہوسکتا لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ ہمارا سوال بے معنے نہین ہے - بھلا سوچو تو سہی خوشی پر یہ تمام باتین صادق آتی ہین ؟ غور کرنے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ خوشی ہی ایک ایسی شے ہے جسکو ہر فرد بشر چاہتا ہے لیکن کسی کو بھی وہ حاصل نہین ہوتی - خوشی کے ساتھ غم اور غم کے ساتھ خوشی اس طرح وابستہ ہے کہ کسی طرح انمین انفصال نہین ہوسکتا - رونے کے ساتھ ہنسنا اور ہنسنے کے ساتھ رونا گویا لازم ملزوم ہے - خزان اور بہار دو لفظ جُدا جُدا ہین لیکن ایک دوسرے کے بعد اس طرح آتی ہے کہ بمشکل کسی زمانہ کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ ابھی خزان ہے بہار نہین آئی - سارے پتے گرے نہین تھے کہ نئی کوپلین نکلنے لگین - اگر مسرت کا کچھ وجود ہے تو اسی حیثیت سے ابھی پوری طرح سے جشن شادی ہونے بھی نہین پایا تھا کہ ماتم کے سامان بندھ چلے یہ تو وہ حالت ہے کہ خوشی برائے نام ہمارے قریب آئی اور فوراً چلدی لیکن ہم کہتے ہین کہ یہ بھی شاذ و نادر ہوتا ہے خوشی تو عموماً قریب آنے ہی نہین پاتی ایک طرف سے اگر کچھ سامان عیش کے نظر آئے تو دوسری طرف سے کدورت کی صورت دکھائی دے رہی ہے مصیبت کا پلہ ہمیشہ بھاری رہتا ہے - الم کے نہ ہونے کا نام ہے خوشی - اگر سّو مین ننانوے حصہ خوشی کا ہے اور کہین ایک حصہ رنج کا شامل ہوگیا تو خوشی کہان باقی رہی ؟ غرضکہ دنیا مین خوش رہنا کبھی انسان کو میسر نہین ہوسکتا نپولین بوناپارٹ ایک مرتبہ جوش ہمت مین کہہ پڑا کہ کوئی امر دنیا مین محال نہین ہے اس بے معنی لفظ کو لغت سے نکال دینا چاہیے - اسوقت کوئی حاضر جواب نہوا

ورنہ بونا پارٹ سے فوراً ہی قبول کر لیتا کہ دنیا مین خوش رہنا ضرور محال ہے کیونکہ
بونا پارٹ جیسے باہمت اور مستقل مزاج شہنشاہ سے زیادہ تر شاید کوئی شخص
تجربہ کار اس امر کا پیدا نہ ہوگا کہ خوشی ایسی شے نہین ہے جو اس عالم مین میسر آسکے
خوشی ایک محال چیز ہے تو خلقت اسکی متمنی کیون ہے ؟ یہی راز الٰہی یا قدرت
خدا ہے - خوشی کسی کو میسر نہین آتی - لیکن ہر شخص اپنے سوا دوسرے کو خوش سمجھتا ہے
اور کوشش کرتا ہے کہ دوسرے کی طرح وہ بھی خوش رہے یہ تمنا مرتے دم تک
ساتھ لیجاتا ہے اور کبھی اُسے ایسا وقت نہین ملتا کہ وہ خوش ہو اور سمجھے کہ اُسکے
سوا دوسرے ناخوش ہین - دنیا کی حالت تو یہ ہے کہ ایک نان شبینہ کو محتاج ہے
اور دوسرا متمول تو ہے لیکن اولاد نہ ہونے کے غم مین مرا جاتا ہے مفلس ہے
کہ متمول کو سب سے زیادہ خوش نصیب جانتا ہے اور متمول اُس مفلس صاحب
اولاد کو خوش قسمت سمجھتا ہے - اسی طرح ایک تو اسلیے ناخوش ہے کہ حکومت کی
تمنا اسکا سارا کھیل بگاڑ رہی ہے اور دوسرا ہے کہ بار حکومت سر پر پڑنے سے
رات دن بےچین رہتا ہے - کسی کو بے زری تباہ کرتی ہے اور کسی کو زر کی حفاظت
رات بھر پلک سے پلک نہین لگانے دیتی - ایک نے پیٹ کے خالی رہنے سے
رات بھر اختر شماری کی ہے - اور دوسرا سوء ہضمی کے درد سے رات بھر گھنٹے گنتا
رہا - کسی کے گھر شادی کی دھوم ہے رات بھر اہل خاندان کو سونا نصیب نہین ہوا
اور کہین مالک خانہ کے تابوت پر گھر والون نے ماتم کر کے صبح کی ہے - لیکن شادی
کے بعد تمام گھر والے تردد ات کی بےچینی سے پژمردہ اور بےلطف ہو رہے ہین اور مقابلہ
انکے ماتم کرنے والون کا اگلا دن فرحت و انبساط کا رنگ جماتا ہے - رو پیٹنے سے

طبیعت ہلکی ہے۔ متعلقین نے سمجھ لیا ہے کہ مرنے والے کے ساتھ ہمارے تمام
عیش و آرام بھی مر گئے۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب کیا رہا جس پر روئیں۔

مشکلیں اتنی پڑیں ہم پر کہ آسان ہوگئیں

کسی کا قول ہے اور کیا اچھا قول ہے کہ "فرط غم کا نام ہے انبساط۔ اور
فرط انبساط کا نام ہے غم"

کسی کے منہ میں زبان ہے کہ خدا کی بے عیب ذات کو عیب لگا سکے؟
ہرگز نہیں۔ لیکن پھر بھی سیکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں کروروں ایسے بے سمجھ بندے
بھی ہیں جو اللہ میں عدیل ہونے کی صفت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اندھے کہتے
ہیں۔ "خدایا ہم نے ایسا کیا قصور کیا تھا کہ آنکھیں (جو فطرتاً تمام بنی نوع انسان کو
دی گئی ہیں) ہمکو نہیں دی گئیں"۔ یتیم بچے کہتے ہیں "ہمارا کیا قصور تھا کہ باپ کا
سایہ ہمارے سر سے اٹھا لیا گیا"۔ کتنے شیر خوار بچے اپنی ماؤں کے مرنے پر زبان
حال سے کہتے ہیں "رب کریم ماؤں کا دودھ جو تونے حیوانوں تک کے لیے
حلال کر رکھا ہے ہمارے لیے وہ کس جرم میں حرام کیا گیا"۔ کوڑھی کہتے ہیں۔
"جب ہم دنیا کے کسی کام کے نہیں سڑے گلے پھل کی طرح درخت دنیا کی
شاخ میں لٹک رہے ہیں تو پھر باغ عالم میں ہمارے لانے یا قایم رکھنے سے تیری
قدرت میں کیا بٹہ لگا جاتا تھا"۔ اسی طرح لنگڑے لولے گونگے بہرے اپنے
اپنے طور پر سب ہی شاکی ہیں۔ راجہ اپنی لاولدی کے غم میں الگ اللہ کی بے
انصافیوں سے رو رو کر کہہ رہا ہے "خدایا تونے دولت۔ مال۔ جاہ و حشم سب
لوگوں کے دکھانے کو دیے ہیں۔ اختیارات جو ہمکو دیے وہ اپنی رعایا کی حفاظت

کے لیے۔ دولت اسلیے دی کہ غربا ے شکستہ حال کی خبرگیری کی جائے فوج اسلیے کہ غنیم کی لوٹ مار سے ملک بربادی سے بچایا جائے۔ لیکن وہ شے جس سے میرے دل کو راحت پہونچے آنکھین ٹھنڈی ہون تو نے عطا نہ کی۔ بیوہ رانی محل کے اندر بیٹھی گھسیارنون کو دیکھتی ہے کہ وہ اپنے شوہرون کے ساتھ گھاس کا گٹھا سر پر رکھے ہوئے چُہل کرتی ہوئی چلی جاتی ہین دل مین کہتی ہے "خدایا ان گھسیارنون کی سی قسمت بھی تو نے میرے لیے مقدر نہ کی تو مین کیا سمجھون گی کہ مین بھی کسی قادر مطلق کی بندی تھی۔

عمر ساری تو مصیبت ہی مین گزری ناسخ ہم بھی کیا یاد کرین گے کہ خدا رکھتے تھے

خدا نے راج دیا حکومت دی۔ لڑکے بالے عزیز یگانے سب موجود اور خوش خرم رعایا بھی فارغ البال۔ غنیم کا بھی کچھ ڈر نہین ملک مین پورا امن۔ دیکھنے والے سمجھتے ہین کہ راجہ سے زیادہ خدا نے کسی کو خوش قسمت نہین پیدا کیا اور راجہ ہے کہ دو دن سے اسکے دانتون مین درد ہے یا آنکھ مین ٹیس ہے ۴۸ گھنٹے ہو گئے کہ پلک سے پلک نہین لگی درد اس شدت کا ہے کہ وہ برداشت نہین کر سکتا۔ خودکشی کے لیے کئی مرتبہ اسنے تیغہ نیام سے باہر نکالا اور پھر کچھ سمجھ کر رہ گیا۔

جس وقت عبد الملک ابن مروان کو جو اپنے وقت مین دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ تھا مرض موت کی تکلیف نے زیادہ بیقرار کیا اسکی نظر ایک دھوبی پر پڑی جو محل شاہی کے نیچے دھوپ مین کھڑا کپڑے دھو رہا تھا بادشاہ کے مُنہ سے بے اختیار یہ کلمہ نکلا "اللہ نے اس وقت مجھ سے کہین زیادہ آرام اس دھوبی کو دے رکھا ہے اسلیے مجکو اس دھوبی کے عیش پر رشک آتا ہے"

دنیا مین کوئی غذا نہ ملنے سے مر رہا ہے - اور کوئی اسلیے مر رہا ہے کہ ضرورت سے زیادہ کھانا کھا جانے سے تخمہ ہو گیا ہے - پہلا تو رزاق مطلق کا اسلیے شاکی ہے کہ اسے غذا نہین ملی اور دوسرا اسلیے کہ کیون ملی - کوئی برسون دیہات مین جو کی روٹی اور ارہر کی دال کھاتے کھاتے اُکتا گیا ہے شہر مین حلوائی کی دُکان پر کھڑا اپنی سلبے زری سے نالان مٹھائیون کی خوشبو سے دماغ تازہ کر رہا ہے اور دوسرا صفرادی تپ مین مبتلا بستر پر پڑا کراہتا ہے اطبا کی صلاح سے گھر والون نے کیوڑے سے بسی ہوئی کھیر کی پیالی اسکے سامنے پیش کی ہے - مریض ہے کہ اسکو زہر کی پیالی سے بھی زیادہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے - وہ مفلس دیہاتی اس صفرادی کی حالت پر رشک کرتا ہے اور یہ صفرادی ہے کہ اُس دیہاتی کی صحت کو یاد کر کرکے راتون کو خدا کی بیرحمیون کے تشبیہے زبان پر لاتا ہے - تکلیف مرض سے نیند تو نہین آتی - رات بھر کراہنا یا خدا کا شکوہ کرنا یہ دو مشغلے ہمدم اور ہمدرد ہین - ستر برس کے بڑے میان کرورون روپیے کی دولت گھر مین رکھکر اس حسرت کے ساتھ اپنی جوانی یاد کرتے ہین کہ اگر کوئی اُنکی ساری دولت لیکر اپنی جوانی اُنکے بڑھاپے سے بدلنا چاہے تو وہ اپنی عین مراد سمجھین گے - اور ایک وہ مفلس نوجوان ہے جسکو فاقہ کشی نے اس طرح جوانی سے بیزار کر دیا ہے کہ وہ چار روپیہ پر اُسے بیچنے کو تیار ہے اور فوج مین بھرتی ہوکر مر کھپ جانے کے لیے کیا کچھ سعی اور کوشش نہین کرتا

دو نوجوان عورتون مین سے ایک نوجوان مفلس اور دوسری پیر دولتمند کے ساتھ بیاہی گئی - اب اللہ کے انتظام پر دونون کو اعتراض ہے - پہلی کو مفلسی ستا رہی ہے اور دوسری کو غیر موانست - تیسری نے اگر دونون باتین پائین تو آب اسکو شکر ہے کہ

لڑکے بھی بیاہ بعد ہی پیدا ہو جائیں اور ہون بھی تو زندگی کا بیمہ خدا کے یہاں سے کرا آئیں۔ شوہر بھی تابعدار رہے اور بی بی کی زندگی تک جیتا بھی رہے اور اگر ان باتوں میں کہیں ایک بات بھی کھنڈت ہوئی تو بس سارا الزام خدا پر دھر دیا گیا۔ یہ تو کیفیت انکے دلوں کی ہے جو انتظام عالم اور خدا کی قدرت پر بالا نفراد نظر ڈالتے ہیں اور جو اہل دانش ہیں وہ ان سب باتوں پر اکٹھا نظر ڈال کر یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ دنیا میں نہ کوئی خوش ہے اور نہ کوئی ناخوش ہے۔ کوئی کسی اعتبار سے خوش ہے اور کوئی کسی اعتبار سے خوش ہے۔ خوشی اور رنج کی حالتیں پایدار نہیں ہوتیں اگر سامان عیش یا باعث حزن علی الاتصال قایم رہے تو اسکا وجود دیکھنے والوں کی نظر میں رہ جاتا ہے اسپر کچھ اثر باقی نہیں رہتا جسکو لوگ دایم السرور یا دایم الحزن سمجھتے ہیں۔

اللہ نے دنیا کی ساری نعمتیں ایک شخص کو عطا نہیں کیں کسی کو کچھ دیا اور کسی کو کچھ دیا۔ یہ قصور بندوں کا ہے کہ جو نعمت انکو ملی اُسے حقیر سمجھیں اور جو دوسرے کو ملی اُسے اچھی سمجھیں۔ خدا کی حکمتوں کو جو اس طرح سمجھے اور خدا کے وجود کو جو اس طرح مانے اُسی کو مذہبی اصطلاح میں موحد اور خدا پرست کہتے ہیں۔ اور محققوں کا قول ہے کہ جو جتنا ہی بڑا حکیم ہوگا اُتنا ہی بڑا موحد بھی ہوگا اور جو موحد ہوگا اُسے دل سے یقین ہوگا کہ خدا کے عدل اور انصاف میں ذرا تامل کرنا عقلاً نادرست ہے اور اگر ہم سے پوچھیے تو یہ خیالات جنکے دل میں پورے طور پر مستحکم نہیں ہیں اُنکو کسی طرح سچی خوشی حاصل نہیں ہو سکتی

فصل پنجاہ و نہم

لیت انشباب یعود

ہلیئر سے نیچے دیوار سے لگی ہوئی ایک بڑھیا بیٹھی ہے کوئی ستر اسی برس کا سن ہوگا۔ بدن پر جھریاں پڑی ہیں۔ گردن ہلتی ہے۔ مزار کے لیے زمین کی جستجو میں پشت بھی خم ہے۔ کثیف کپڑے بدن پر ہیں۔ ہاتھ پاؤں میلے ہیں۔ مُنھ پر مکھیاں بھنک رہی ہیں۔ شاید آنکھوں کی بصارت میں بھی فرق آگیا ہے۔ ورنہ کچھ تو اُسے اپنے جسم کی صفائی کا خیال رہتا۔

پیری و صد عیب ہمین گفتہ اند

شاید کوئی والی دوارث نہیں ہے اسلیے بھیک کے ٹکڑوں پر مدار زیست ہے مدار زیست کیا ہے زندگی کے دن پورے کر رہی ہے۔

یہاں کیوں بیٹھی ہے؟ وجہ کھلی ہوئی ہے۔ خود کما سکتی نہیں دوسروں کی کمائی میں حصہ پانے کا آسرا کسی گوشہ یا ویرانے میں جا بیٹھے تو کون پوچھتا ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو ایسے ذوی الحقوق کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر دیتے پھریں۔ گزرگاہ پر بیٹھی ہے تاکہ لوگوں کی نظریں پڑیں۔ ہزار میں کہیں ایک نے بھی خیال کیا تو اسکا کام نکل گیا۔

کچھ کہتی بھی ہے؟ کہتی یہی ہے کہ جن لوگوں کو خدا نے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ دانش۔ فراست۔ قوت بازو عطا کیے ہیں اُنپر فرض ہے کہ ہم ایسے اپاہجوں کی خبرگیری کریں۔ نہیں نہیں کچھ اور بھی کہتی ہے۔ کہنے کو تو ایک نہایت عمدہ قصہ کہہ رہی ہے۔ لیکن نوجوانو! تم میں اُسکے سُننے اور سمجھنے کی طاقت نہیں۔ ہاں۔

موتوا قبل ان تموتوا - پر عمل کرو تو سمجھ سکو یا اس عمر کو سوچ کر تم خود قصہ سنانے کے
قابل ہو تو شاید تمھاری سمجھ مین آئے - قصہ نہایت دلچسپ ہے - زبان مقال سے
وہ کہنے پر آئے اور تم سُننے بیٹھو تو مہینون ختم نہ ہو - لیکن زبان حال سے جو تقریر
مختصر وہ سُنا رہی ہے اُسکا ماحصل یہ ہے کہ جب کوئی لڑکا یا لڑکی کہین پیدا ہو
کیسے ہی غریب یا مفلس کا گھر کیون نہ ہو اسکی پیدائش سے اپنے بیگانے سارے
محلہ والون کو خوشی ہوتی ہے ہر ایک دوڑا ہوا چلا آتا ہے آنکھین پھاڑ پھاڑ کر
دیکھتا ہے - حسن پر وضع پر رنگ پر تناسب اعضا پر رائین دیتا ہے - جنکو لڑکون سے
شوق یا اپنے لڑکون کا داغ ہے وہ تو چمٹے جاتے ہین - کوئی گود مین اُٹھا لیتا ہے کوئی چمکارتا
ہے - ایک ہے کہ پیار کر رہا ہے - دوسرا ہے کہ چمٹا جاتا ہے - کبھی کبھی کم سن سہیلیون
مین اس لڑکی کے کھلانے کو دانے پر تکرار ہو پڑی - اللہ اللہ اس درجہ کا اخلاص اور
اس حد کا پیار - وجہ کیا - فطرت کا تقاضا نیچر کا زور - اگر بچون کی طرف اللہ اس طرح
ماؤن اور نیز دوسرے بنی نوع انسان کو مائل اور گرویدہ نہ بنائے تو پرورش کیسے ہو
بچون کی بھولی بھالی صورتین ہین کہ دلون کو بیقرار رکھتی ہین - جنکو اللہ نے عقل
رسا یا چشم بینا عطا کی ہے وہ دوسرے ہی خیال سے دیکھتے ہین وہ سمجھتے ہین کہ
ہمارے اصلی گھر اور اصلی وطن سے یہ نووارد مسافر آیا ہے - ہماری ولایت سے
تازہ وارد ہے - دنیا کی ہوا اسکو نہین لگی - دیکھیے وہان کے خیالات اسکے
ساتھ کیا کیا ہین - یہ سنتا ہے تو کیون؟ اور روتا ہے تو کیا سوچ کر؟ غرض
اس چڑھیا پر سال اول یونہین گزرا ہوگا - اچھے اچھے حسینون اور بڑے بڑے
متکبر مالدارون کی گود مین اسنے پرورش پائی ہوگی اور زار رونے یا اسکے منہ بنا لینے

سے کتنون کی جان پر آبنی ہوگی۔ اب دوسرے سال کا واقعہ سُنیے۔ کچھ کچھ پاؤن
مین چلنے کی قوت آئی۔ بات بھی اُلٹی سیدھی مُنھ سے نکلنے لگی۔ اب ہر ایک چاہتا ہے
کہ میری ہی دی ہوئی کوئی شی کھالے۔ مینا کی طرح اپنی بولی سُنا کر مجھے شاد کرے
ایک ایک بولی کے لیے سو سو خوشامدین۔ اور ذرا سے تبسم کے لیے لاکھ لاکھ آرزوئین
اب روز بروز سن بڑھنے لگا نئے نئے تعلقات لوگون سے پیدا ہوئے کوئی تو
اسلیے خاطر کرتا ہے کہ میرا کچھ کام کر دے گی۔ اور کوئی اسلیے کہ بڑی ہو کر میرے کام
آئے گی۔ ہوش سنبھالنے پر دنیا پیچھے پڑی اسلیے دنیادی تعلق کے پیرایہ مین لوگون
کی چاہتین بھی شروع ہوئین۔ ابھی یہ باتین ختم نہ ہوئی تھین کہ پندرھوان برس شروع ہوا
اسکا شروع ہونا تھا کہ ایکدم سے چاند ابر سے نکل آیا تمام جہان مین روشنی پھیل گئی۔ یا
یون سمجھو کہ شباب نے تمام دنیا کے نوجوانون کے دلون پر اپنا سکہ جما لیا یہ وہ زمانہ
ہے کہ کیسی ہی بدصورت عورت ہو لیکن وہ بھی حسین سے حسین نوجوان پر اور متکبر سے
متکبر مرد پر فطرتی طور پر ایسا بڑا اثر ڈال رکھتی ہے کہ اسکی نظیر نہین مل سکتی۔ سچ ہے یہ بڑا اثر
زورِ نیچر سے نہ عطا کیا جاتا تو یہ عورتین بیچاری نیچر کی خدمت توالد و تناسل کا اتنا بڑا اہم
کام روزِ ازل سے کیونکر انجام دیتی چلی آتین۔ غرضکہ اب وہ زمانہ ہے کہ ایک غریب
کم حیثیت کی بھی لڑکی اچھے اچھے سلاطین پر ایسی حکومت کر سکتی ہے جو کسی بادشاہ کو
کسی رعایا پر یا کسی زبردست کو کسی کم زور پر حتیٰ کہ شیر کو بکری پر بھی نصیب نہین۔ یہ بڑھیا
کہہ رہی ہے کہ یہ سارے زمانے مین دیکھ چکی ہون شباب کی عنان حکومت بھی ایک
روز میرے ہاتھ مین تھی اور ایسی تھی کہ شاید و باید۔ تینون زمانے مین نے طے کیے
ہین۔ لڑکپن مین تمام دلون پر ہماری حکومت تھی اسکے بعد کتنے خود غرض انسانون نے

ہمارا دربار تھا۔ حالت شباب مین نوجوانون کے دلون پر ہماری عام حکومت تھی۔ اسکے بعد چوتھے پن مین ہمارے بچون کو دودھ پینے کے لیے ہماری خواہش تھی شوہر کو اولاد کی پرورش کے لیے ہماری ضرورت تھی۔ محلہ کے چھوٹے چھوٹے بچے دنیا مین زندگی بسر کرنے کے طریقے ہم سے پوچھنے آتے تھے اور اس طرح گویا عام طور پر ہم چوتھے پن مین بھی ہر دل عزیز سمجھے جاتے تھے اب یہ پانچوان پن ایسا ہے کہ ہم دنیا جہان حتیٰ کہ زمین کو بھی بھاری ہین اور ہمکو سارے جہان حتیٰ کہ زمین سے بھی نفرت ہے اسی نوے برس کا سن ہے۔ دنیا کے تمام تعلقات ٹوٹ گئے۔ اتفاقات سے وہ لوگ بھی زندہ نہ رہے جو محبت سے نہین تو قرض ہی ادا کرنے کے طور پر کہ ہم سے خدمت لی تھی ہماری خدمت کرتے۔ یا خدا کے خوف سے ہماری خبر گیری کو فرض کفایہ نہین بلکہ فرض عین سمجھتے۔ اب تو یون سمجھیے کہ درخت مین پھول آیا پھل لگا۔ پھل بڑھا بڑھکر پکا۔ پک کر شاخ ہی مین سڑ گیا اور لٹک رہا ہے انسان یا جانور اسے کوئی بھی نہین پوچھتا ہے حتیٰ کہ مالک باغ رنجیدہ ہو کر یہی کہتا ہے کہ کہین ٹوٹ کر گر پڑے کہ درخت صاف ہو۔

قصہ تو ختم ہو گیا لیکن قصہ کا نتیجہ سننا باقی ہے جو حکمت کا ایک بہت بڑا سبق ہے۔ دنیا مین موت سے زیادہ کوئی شے یقینی نہین ہے۔ لیکن عملی طور پر سب سے زیادہ شک اسی کی صحت مین مانا جاتا ہے۔ موت کے آنے مین شبہ نہین لیکن مرنے کا نام سنکر کوئی ایسا نہین جو ناخوش نہ ہوتا ہو۔ اور جو اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے اسے سمجھو کہ اس خصوص مین سب سے اچھا ہے۔ دنیا کی تمام چیزون مین اچھے اور برے دونون اعتبارات ہوتے ہین۔ اس بڑھاپے مین سب برائی ہی

لیکن مرنے مین وہ تم سب سے زیادہ جوانمرد ہے۔ اور اسلیے اس خصوص مین وہ تم سب سے اچھی ہے۔ اس بڑھیا کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے وقت اسکی اس خوبی پر غور کر لیا کرو تو بہت سے خطرون سے بچتے رہو گے۔

فصل ششم

موت

انسان کو موت لازم ہے۔ اسکا مطلب صرف یہ نہین ہے کہ جو پیدا ہوا۔ اُسکو ایک دن مرنا ہے۔ بلکہ اسکا منشا یہ بھی ہے کہ پیدا ہونے والے کے لیے مرجانا ایک عمدہ اور آخری چارہ کار ہے۔ کہ سنی کے لیے موت لازم نہ ہوتی تو درختون پر چڑھ چڑھ کر لوگ گرتے اور کنوؤن مین کود کود کر جان دیتے۔ ورثا جو آج مورثون کے مرنے پر آہ و فغان کرتے ہین۔ موت نہ ہونے پر مورثون کی طول حیات پر گریہ وزاری کرتے۔ ہم خود اپنی ناگوار زیست سے بیزار ہو کر مرنے کے یون متمنی رہتے جیسے اب جینے کے۔ خدا کی جہان سب حکمتین ہین وہان ایک یہ بھی ہے کہ اُسنے پیدا ہونے کے ساتھ مرنے کو لازم قرار دیدیا۔ مرنا تو انتظام عالم کے بقا کے لیے ضروری ہے زندگی کو بھی اُس نے بالطف کر رکھا ہے۔

سنو مرنا تو جینے کا مزا کیا

ہمارے نزدیک تمام مذہبون کے پیدا ہونے کا سبب یہی موت ہے۔ موت نہ ہوتی تو اسکی فکر بھی نہ ہوتی۔ فکر موت معدوم ہونے کے ساتھ ہی دغدغہ حشر بھی جاتا رہتا۔ اور جب یہ نہین تو مذہب کی پروا کسکو ہے۔ پروا ہونے ہی کیون لگی ہے جب وہ ایک غیر ضروری چیز ٹھہری۔ اب حالت تو یہ ہے کہ موت ٹھہری لازمی اور موت کے

بعد کیا ہوگا اسکو کوئی بھی نہین جانتا۔ یہ لاعلمی بس غضب کرتی ہے لشقو کے ساتھ ہی بس مہیب صورتین سامنے آکھڑی ہوتی ہین۔ الہام غیبی کے ذریعہ سے موت کے بعد کی زندگی جس علم کی موضوع ہو اسی کو علم دین یا علم مذہب کہتے ہین۔ الہام غیبی تو ایک ہی ہوسکتا ہے۔ لیکن زمانہ کی ضرورتون کے لحاظ سے کبھی کبھی پورانے مذہب کی اصلاح کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ خبث باطن طمع دنیادی یا اقتضاے جہالت کبھی ایجاد مذاہب کا باعث ہوجاتا ہے۔ سچے مذہب بگڑکر مختلف طور سے مذہب باطلہ پیدا کردیتے ہین غرض کہ انھین سب اسباب کے اکٹھا ہوجانے سے ہم دیکھتے ہین کہ جتنے فرقے اُتنے ہی مذاہب۔

اسوقت ہم کو مذاہب کی تاریخ لکھنی نہین ہے۔ ہکو صرف یہ دکھانا ہے کہ دنیا مین کوئی فرد بشر ایسا نہین ہے جو کوئی مذہب نہ رکھتا ہو۔ حق اور باطل سے بحث نہین۔ جھوٹ یا سچ ایک نہ ایک خیال موت وحیات کی نسبت ہر شخص رکھتا ہے اور یہی اُسکا مذہب کہلاتا ہے۔ ممکن ہے کہ دنیا کی ثروت بے فکری یا لشکر حکومت مذہب کا خیال پاس نہ آنے دے۔ مذہبی باتین ہنسی سمجھی جائین۔ لیکن تردد مصیبت۔ یا بیماری کے وقت کیسا ہی آزاد خیال آدمی ہو اُسے مذہبی امور ضرور بدیہی معلوم ہوتے ہین۔ بعض ایسے بھی ہین جو مرتے دم تک مذہب کو پاس آنے نہین دیتے انکا مقولہ ہے کہ چراغ گل ہوا تو اُسکی لو کیا ہوئی بس یہی کیفیت روح انسانی کی ہے۔ حیات ایک کیفیت تھی جو مرنے کے ساتھ ہی زایل ہوگئی۔ حشر ونشر عذاب وثواب یہ ڈھکوسلے ہین۔ لیکن ایسے

خیال کے آدمی بھی نزع روح کے وقت اپنے خیالات پر قایم نہین رہتے - اور
کہین کروڑ دو کروڑ مین ایک آدھ ایسے نکل آئے کہ مر گئے مگر بات نہ بدلی تو انکا
وجود الشاذ کالمعدوم کے حکم مین ہے -

موت انتظام عالم مین بہت کچھ دخل رکھتی ہے - مذہب گویا اسی سے نکلا ہے
بعض مذاہب مین موت کا خیال بہت بڑی عبادت ہے - اسمین تو شک نہین کہ
دنیا مین جتنی برائیان ہین وہ موت کے خیال کو دل سے نکال ڈالنے پر پیدا ہوتی
ہین - دل مین موت کا تصور رہے تو انسان معصیت کا کبھی مرتکب نہ ہو -

دیکھو تو سہی ایک تھوڑی سی زندگی کے لیے انسان کیا کچھ نہین کرتا - گھر بناتا
ہے - زمین خریدتا ہے - کاروبار بڑھاتا ہے - تجارت پھیلاتا ہے بڑے بڑے
معاملات کرتا ہے - کسی کو ملک گیری کا شوق ہے - اور کسی کو قطاع الطریقی کی چاٹ
ہے - ایک چوری کرنے گھر سے چلا ہے - اور ایک اسلیے بھیس بدل کر نکلا ہے
کہ چور کو پکڑ کر حسن کارگزاری دکھائے - غرضکہ مرتے دم تک انسان اپنی تدابیر سے
نہین چوکتا اچھی تدبیرون کا کیا کہنا یہان ذکر بری باتون کا ہے - آدمی جانتا ہی
نہین کہ مرنا بھی ہے - کیسا غفلت کا پردہ ہے کہ موت کا وقت آگیا اور انسان ہے
کہ زمین و آسمان کے قلابے بیٹھا ملا رہا ہے - موت کھڑی ہنس رہی ہے کہ دو چار
منٹ اسکو دنیا مین اور رہنا ہے اور مرنے والا سمجھتا ہے کہ تمام دنیا کے لوگ
مر لین گے جب کہین میری باری آئے گی -

موت سب سے زیادہ یقینی اور سب سے بڑھکر بدیہی ہے - ممکن ہی
نہین کہ کوئی شخص موت سے انکار کرے - اپنے مرنے پر کوئی شخص ذرا بھی شک

نہین کر سکتا۔ لیکن پھر بھی انسان جتنا موت سے غافل ہے دنیا کی کسی دوسری چیز سے نہین۔ یہی نیچر کا اقتضا۔ قدرت کا زور کہلاتا ہے۔ قدرت خدا انسان کے دل مین نزع روح تک موت کا پورا خیال آنے نہین دیتی۔ کیون؟ اسلیے کہ انتظام عالم موقوف ہے اسی امر پر کہ انسان اپنی موت یاد نہ کرے۔ موت کا جیسا خیال ہونا چاہیے اگر ویسا خیال آدمی کے ذہن مین رہے تو دنیادی ترقی کے اعتبار سے اشرف المخلوقات ہونے کی صفت انسان سے زایل ہو جائے۔ برے کام کے ساتھ دنیا کی بہت سی عمدہ باتین بھی انسان سے چھوٹ جائین۔ ہمت اور استقلال کی صفت تو بالکل جاتی رہے۔ ترقی موقوف ہی ہو جائے۔ اور حیوانون کی طرح انسان کے مرنے پر بھی کوئی یادگار اسکی قایم نہ رہے کوئی علم ایجاد نہ ہو نہ کوئی کل بنائی جائے۔ دریا کا سفر بند ہو جائے۔ جہاز ریل تار گلیہ یہ تمام چیزین معدوم ہو جائین۔ سلطنت۔ حکومت یہ سب باتین مٹ جائین۔ زیادہ تر مدار غذا کا درختون کے پھل اور پتون پر آرہے۔ کپڑون کا رواج بند ہو جائے سردی مین آگ تاپنے کے سوا گرم کپڑے دیکھنے کو بھی نصیب نہ ہون بس ایک فوری تسکین کی تمنا دلون مین رہ جائے اور باقی تمام حوصلے اور ارادے پست ہو جائین۔ کوئی کام کبھی اس خیال سے نہ کیا جائے کہ آیندہ زمانہ مین یا آیندہ نسل کے لیے اس سے فائدہ حاصل ہوگا۔

موت کا بالکل خیال نہ آنا ایک اعتبار سے تو قیام عالم کے لیے ضروری ہے لیکن اس خیال سے کہ فسق و فجور اسپر متفرع ہوتے ہین یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انسان کو ہر دم موت کا دھیان رکھنا چاہیے۔ مذاہب مین موت کا یاد کرنا ایک

ضروری کام سمجھا گیا ہے بہوت کا ہر دم خیال رکھنا تو محال ہے۔ کیونکہ خود قدرت ایسا نہین چاہتی۔ لیکن مذاہب کھینچ کھانچ کر کچھ نہ کچھ موت کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہین تا انسان دنیا کی بے ثبات خوبصورتی پر محو ہوکر برائیون کا ارتکاب نہ کرے۔ اور اسقدر خیال رکھنے کو قانون قدرت بھی برا نہین سمجھتا بلکہ اچھا جانتا ہے

موت سے لوگ کیون غافل ہین جب وہ سب سے زیادہ یقینی ہے؟

اگر مقعلۂ بالا التحریر نے اس سوال کا جواب نہین دیا۔ یا دیا۔ لیکن اسقدر طوالت کے ساتھ کہ ترتیب مقدمات کے بعد خلاصہ کلام تک ذہن آسانی سے نہین پہونچ سکتا تو مختصر یون کہہ سکتے ہین کہ جس نے جاندارون کے لیے موت بنائی اُسی قادر برحق نے موت کے خیال کو بھی دلون سے محو کردیا۔ اور اگر اس جواب مین کوئی سقم ہو تو جانے دیجیے۔ یون سمجھیے کہ خود سوال مین جواب موجود ہے۔ موت سب سے زیادہ یقینی ہے اور یہی وجہ ہے کہ لوگ اس سے غافل ہین۔ غافل نہ ہوتے تو فکر کرتے۔ اور فکر تو اُس چیز کی کیجاتی ہے۔ جس کا تدارک اپنے اختیار مین ہو۔ مرنا ٹھہرا لازمی اور یقینی تو پھر تردد ہی کیا ہے۔ موت کو تو ایک نہ ایک دن آنا ہی ہے۔ پھر ابھی سے ہم قبل از وقت کیون مرجائین خیر یہ تو عقلی ڈھکوسلے ہین جنکی کوئی حد و انتہا نہین۔ لیکن اسبارہ مین قول فیصل یہ ہے کہ " مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا " مرنے کے پہلے مرجاؤ یعنے موت کے خیال سے کسی دم غافل نہ ہو۔ شارع سمجھتا ہے کہ موت کے خیال مین اس طرح مستغرق رہنا کہ دنیا کے کام بند ہو جائین یہ تو محال عقلی ہے جب تک روح بدن مین ہے ایسا ہو نہین سکتا۔ لیکن اس تاکیدی حکم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو دن مین کئی مرتبہ

سوت کو یاد کرنا چاہے گا اُسے دو چار مرتبہ وہ ضرور ہی یاد پڑے گی اور دنیا کے مکروہات سے بچنے کے لیے اتنا بہت ہے۔

فصل شصت و یکم

لذات دنیا

بے بھوک تمام دنیا کی نعمتین کھائی جائین تو کچھ مزہ نہین۔ سوکھی روٹی شدت گرسنگی مین جو لذت پیدا کرتی ہے اسکا مزہ اُنسے پوچھیے جو دن کو چار دانے منھ مین ڈال کر رہجاتے ہین اور شام کو موٹی موٹی روٹیان انگارون پر سینک کر نمک یا کوئی ایسا ہی اچھا دن ہوا تو چٹنی یا آلو کے بھرتے سے کھانے بیٹھتے ہین۔ ان بے سروسامانون کو جو مزہ اس سادہ کھانے مین ملتا ہے وہ شاہ ایران کو اپنے خوان نعمت مین بھی نہ ملتا ہوگا۔ جب وہ بے بھوک اورون کا ساتھ دینے کو طوعاً و کرہاً پیٹ پکڑے ہوئے کھانے کی میز پر آبیٹھتے ہونگے۔ جو کے ستو مین نمک اور پانی ملا ہوا جس مسرت سے کسان اپنے انگوچھے کے کونے پر یا پتون کے دونے مین دیکھتے ہین وہ مسرت اُن آنکھون کو کبھی نصیب نہین ہوتی جو مزعفر اور بریانی دیکھتے دیکھتے اُکتا گئی ہین۔

پانی کا مزہ اُنسے نہ پوچھو جو خسخانہ مین بیٹھے ہین لیمونیڈ۔ سوڈا۔ گلاب۔ کیوڑا شربت۔ درد۔ وغیرہ وغیرہ کی بوتلین سامنے رکھی ہین۔ ایک طرف برف کا بکس رکھا ہے۔ ابھی ایک گلاس کی برف پگھلی نہین اور خانساماں دوسرا گلاس طیار کر رہا ہے بھلا ان بیفکرون کو کیا پتہ لگے کہ پانی کا مزہ کیا بلا ہے۔ اسکا مزہ اُن مزدورون سے پوچھو جو پہرون کدار چلا کر دس منٹ کے لیے کنوئین کے قریب آگر لیتا ہے

ہین یا اُن مسافرون سے پوچھو جو ٹھیک بیساکھ کی دھوپ مین کوسون چل کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے کنوئین کے قریب آکر دم لیتے ہین اور گڑ کی ایک ڈلی تھیلی سے نکال کر منھ مین رکھی ہے اور پوسالہ کے قریب چلو لگا کر بیٹھ گئے ہین اور زبان حال سے کہہ رہے ہین۔

مجھے اک جام سے کیا پیاس او پیر مغان میری
صراحی کے دہن مین کاٹ کر رکھدے زبان میری

پانی خدا کی نعمتون مین سے ایک نعمت ہے اور زندگی بسر کرنے کے لیے بعد ہوا کے اسی کا درجہ ہے لیکن اس نعمت کو وہ لوگ کبھی نعمت نہین سمجھے جنکو اپنی زندگی مین کبھی ایسا اتفاق نہین پڑا کہ پینے کے لیے اُنکو پانی تلاش کرنے پر ملا ہو۔

پوشش کی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ عریانی کی تکلیف قریب نہ آنے پائے اسمین امرا کی حیثیت مفلسون سے ضرور اچھی ہے۔ لیکن دوسرا پہلو یہ ہے کہ پوشش سے راحت پہونچے جسم کو آرام ملے۔ اور برہنگی کی تکلیف رفع ہونے کے ساتھ جو ایک خاص مزا آتا ہے اُسکا لطف حاصل ہو۔ یہ باتین امرا کو خواب مین بھی نصیب نہین۔ اس لطف کو اُنسے پوچھو جو ماگھ پوس کے جاڑے مین نو بجے رات کو گھر سے ٹکڑے مانگنے نکلے ہین۔ سردی سے ہاتھ پاؤن قابو مین نہین ہین۔ دانت سے دانت بج رہے ہین متوالون کی طرح قدم مین لغزش ہے ہاتھ پاؤن اور گردن کو اس طرح سمٹائے ہوئے ہین جیسے لجالو (چھوئی موئی) کی پتیون پر کسی کا ہاتھ پڑ گیا ہو یا کچھوے نے آدمی کی صورت دیکھ لی ہو۔ پیٹ کمبخت کا تقاضا نہ ہوتا تو یہ لاکھ برس گھر سے باہر نہ نکلتے۔ اسی حالت مین کسی سخی داتا نے منی تال کا ٹٹا ہوا بارہ ہاتھ

کا دبیز کمل جسم پر ڈال دیا اہا ہا ہا- ایسا مزا آیا کہ سکندر کو خزانہ ہفت اقلیم کی کنجیون کے شمار مین بھی یہ مزا نہ آیا ہوگا- اب بتائیے جن مالدارون کی کوٹھیون کے پالے دن چھپتے ہی بند ہو گئے- آتش خانون مین آگ جلادی گئی- فرش- گدا- میز کی چادر- بچھونا- تکیہ- جدھر دیکھو اُدھر پشمینہ ہی پشمینہ نظر آتا ہے- اُنکو کبھی خواب مین یہ نقشہ نہ آتا ہوگا کہ جاڑون مین گرم کپڑون کے پہننے کی لذت کی نوعیت کیا ہے اور نہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ جن غریبون کو وہ کمل بانٹتے ہین اُنکو کیا مزا آتا ہے-

ایک مسافر ریگستان مین پیادہ پا سفر کر رہا ہے پنڈلیان سوج گئی ہین- تلوؤن مین آبلے پڑ گئے ہین- آبلون کے ٹوٹنے سے جو زخم پیدا ہوا اُسمین گرم ریت نمک بر جراحت کا کام کر رہی ہے- پگڑی کا ٹکڑہ پھاڑ کر مسافر نے پاؤن مین لپیٹ لیا ہے- یہ غیر معمولی بندش اور بھی اُسکی رفتار مین وقت بہم پہونچاتی ہے اور اُدھر سر بند جو ہلکا ہوا تو تمازت آفتاب سے گود پگھلنے لگا- اسی حالت مین سامنے سے ایک قافلہ نمودار ہوا اور کسی خدا ترس نے اپنے محمل مین اس غریب الوطن کو بٹھا لیا- اللہ نے مویشیون (گھوڑا اونٹ وغیرہ) کو انسان کا مطیع بنا کر کتنا بڑا احسان بندون پر رکھا ہے- یا دوسرے لفظون مین سواریان بھی انسان کے لیے کیسی مزے دار چیزین بنائی گئی ہین- اب اس مسئلہ کو یہ آوارہ وطن اچھی طرح سمجھے گا یا وہ لوگ سمجھینگے جنکو تمام عمر دو قدم بھی پیدل چلنا نہین پڑا اور اسلیے وہ اپنی سواریون کو ایسی ہی معمولی چیزین سمجھتے ہین جس طرح سے ہر جاندار اپنے ہاتھ پاؤن کو اپنا جزو بدن اور ہر وقت کا ساتھی جانتا ہے-

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی لذتین امیر اور غریب دونون پر یکسان تقسیم کی گئی ہین-

ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں دولتمندون کو زیادہ مزا ملتا ہے اور مفلسون کو کم۔ آرام
اور تکلیف یہ دونون اعتباری اور خیالی چیزین ہین۔ اکثر غربا کا یہ غلط خیال ہے کہ امیرون
کے ساتھ فیضان الٰہی کچھ رعایت کرتا ہے۔ امیر اور غریب ہونا یہ ایک انتظام دنیا ہے
اور یہ بھی ایک ضروریات انتظام سے ہے کہ ہر غریب کو امیر بننے کی خواہش رہے ورنہ
فی الواقع سچی مسرت جو اصل نعمت ہے امیرون کو زیادہ ملگئی ہے اور غریبون کو کم ایسا
ہرگز نہین ہے۔ اور اسی وجہ سے مذہبی لوگ اللہ کو عادل کہتے ہین بلکہ ایک اعتبار سے
امیرون کو تفکرات دنیا کی تکلیف غریبون سے زیادہ دی گئی ہے یعنے جس طرح سے
غریبون کو یہ فکر ہوتی ہے کہ ہم کسی طرح سے اپنی مالی حالت مین ترقی کرتے اتنی
ہی یا اُس سے بھی زیادہ متمولون کو اپنی حالت قایم رکھنے کی فکر ہوتی ہے سعدی
کا قول کتنا اچھا ہے۔

گدا را امیرے شود نان شام
چنان خوش بخسپد کہ سلطان شام

فصل شصت و دوم

اچھا برا

دنیا کی تمام صفتین اعتباری ہین۔ ایک شے ایک اعتبار سے اچھی اور
دوسرے اعتبار سے بری ہے۔ یعنے بجز ذات باری کے اور کوئی شے یہ حق
نہین رکھتی کہ ہر اعتبار سے اچھی کہی جائے اسلیے کسی کی نسبت یہ کہنا کہ یہ اچھا ہے
یا برا ہے نہایت مشکل ہے اور اس سے زیادہ مناسب لفظ استعمال کیجیے سخت
غلطی ہے۔ صوفیون اور جوگیون کا قول ہے کہ انسان کے لیے بجز خود اپنی ذات

مین ہم کیا کم نقائص پاتے ہین کہ دوسرون کے نقائص کی ہمکو تفتیش ہو۔

لیکن دنیاوی اغراض کے لحاظ سے آخر کوئی تعریف "اچھے یا بُرے" کی ٹھہرانا ہی پڑتی ہے۔ کسی نے لکھا ہے کہ اچھا وہ ہے جو اپنی ڈیوٹی کو اچھی طرح انجام دیتا ہو۔ اب ڈیوٹی۔ اچھی طرح۔ انجام دیتا ہو۔ اِن تینون الفاظ کا پورے طور پر سمجھنا اور بھی مشکل ہو گیا۔ اور گویا دقتین سہ چند ہو گئین۔ جہان ایک لفظ کا سمجھنا دشوار تھا وہان اکٹھے تین تین لفظ سمجھنے پڑے۔

انسان کے ساتھ بہت سی ڈیوٹیان ہین۔ کچھ تو باقتضاے انسانیت کچھ بلحاظ پیشہ کچھ بہ حیثیت حالت۔ یہ اکثر سُنا گیا ہے کہ ایک شخص باعتبار جج ہونے کے بُرا ہے اور باعتبار انسان ہونے کے اچھا ہے۔ لیکن یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ ان حیثیتون سے الگ ہو کر سوال کیا جائے تو جواب مین اچھا کہا جائیگا یا بُرا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن لوگون مین زیادہ تر اچھے اعتبارات ہون اُنکے بُرے اعتبارات سے چشم پوشی کی جائے۔ اور اسی اعتبار سے نشہ خوار کی مروت۔ حلم۔ سخاوت یہ صفتین اُسکے عیب کی چھپانے والی سمجھی جاتی ہین۔

سخاوت مس عیب را کیمیاست

اور اسی طرح جو اپنے اہم کام کو عمدہ طور پر انجام دیتا ہو اُسکا ایک کام باعتبار اہم ہونے کے بہت سی صفتون کے برابر سمجھا جا سکتا ہے اور لوگ اسکے دیگر عیوب سے چشم پوشی کرنے لگتے ہین۔ جہانگیر اور عالمگیر کو دیکھیے۔ قتل انسان اور باپ کی نافرمانی پر گویا اخلاقی بُرائیون کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تاریخ بتا رہی ہے کہ یہ دونون بادشاہ ان جرایم کے ضرور مرتکب تھے لیکن تاریخی صفحے اُلٹیے تو معلوم ہو کہ یہ دونون

بادشاہ اچھے سمجھے جاتے ہین - جہانگیر کو تو عام باشندگان ہند اور عالمگیر کو عام مسلمانان ہند اچھا جانتے تھے اور سمجھتے ہین -

باپ سے بغاوت اور ابوالفضل کے قتل ناحق کا دھبہ جہانگیر کے دامن نیکنامی سے کسی طرح مٹ نہین سکتا - عالمگیر کے شرعی لباس سے بھائیون کے خون ناحق کا داغ نہ دور کیا جاسکتا ہے اور نہ جب تک اسکے باپ کے مقید رہنے کا خیال دل مین ہے غصب سلطنت کا الزام اسپر سے ہٹایا جاسکتا ہے لیکن ان تمام برائیون کے ساتھ کیا وجہ ہے کہ لوگ اسکو اچھا سمجھتے ہین ؟ بس اسی لیے کہ دونون بادشاہون نے تخت پر بیٹھکر عادل ہونے کی ایسی کچھ صفت دکھائی کہ بعض بادشاہ باوجود تمام نیک نامی اور اخلاقی صفات کے اُنکا مقابلہ نہ کرسکے اور اس غالب صفت مین غالب رہنے کی وجہ سے وہ (عالمگیر اور جہانگیر) تمام صفات مین اچھے رہے اور عام طور پر اچھے سمجھے اور اچھے کہے گئے -

اسی طرح ججون کو خیال کیجیے جو شخص حقوق کے تصفیہ کرنے کا کام اپنے سر لیتا ہے اُسکے تمام صفات سے الگ ہو کر لوگ صرف یہ دیکھنے لگتے ہین کہ اس ججی (تصفیہ حقوق) کی ڈیوٹی کو یہ کس طرح انجام دیتا ہے اور اسکے اچھے برے مشہور ہونے کے لیے بس یہی ایک معیار ٹھہر جاتا ہے - اسکی وجہ کیا ہے - بس یہ کہ تصفیہ حقوق کی ڈیوٹی اسکے تمام کامون مین اہم ہے - اور اسلیے لوگ اس کے دوسرے افعال کی طرف نظر نہین ڈالتے -

لیکن یہ کلیہ بھی بعض مقامات پر غلط ثابت ہوتا ہے - کتنے بادشاہ ایسے گذرے ہین بہتیرے قاضی ایسے ہو گئے ہین جو باوجود اعلی درجے کے عدل پرور

منصف مزاجی کے نیکنام ہوسکے اپنے غرور۔ نخوت۔ سخت زبانی۔ سخت دلی۔
تیز مزاجی سے وہ ہمیشہ بُرے سمجھے گئے اور انکے عادل و منصف مزاج ہونے
کی صفت ان سخت بُرائیون کے مقابلہ مین غالب نہ آسکی۔

مسلمانون کے پیغمبر کا ایک مقولہ ہے جسکا ترجمہ ہم یون کرسکتے ہین کہ "تم مین
اچھا وہی ہے جو اپنے گھر والون کے ساتھ اچھا ہے اور بُرا وہ ہے جو اپنے گھر
والون کے ساتھ بُرا ہو"۔ یہ مقولہ بہت صحیح ہے۔ انسان کی اچھائی بُرائی جانچنے
کا اچھا موقع یہی ہے کہ اسکی ابتدا ار زندگی اور طرز تمدن کو معیار ٹھہرائین یا یون
سمجھین کہ جو اپنے یگانون کے ساتھ اچھا نہ رہ سکا وہ دوسرون کے ساتھ کیا اچھا
ہوسکے گا۔ کہین یہ مطلب نہ سمجھیے گا کہ جو غیرون کے گھر نقب دیکر اپنے یگانون
کی پرورش کرے وہ بھی اچھا ہے۔

مفصلہ بالا تحریر کو اُس پوری تقریر سے کوئی نسبت نہین جو اس خصوص مین
لکھی جا سکتی ہے لیکن ناظرین کو اس مختصر تحریر دیکھنے کے بعد بھی کسی کو اچھا بُرا ٹھہرانے
مین بہت تامل ہوگا اور صوفیون کے قول پر لامحالہ اُنکو عمل کرنا پڑے گا کہ "ہم مین
کیا کم عیوب ہین کہ دوسرے کے عیوب کو ہم دیکھتے پھرین"۔

حکما کے اکثر مقولے یا شاعرون کے بعض کلام بڑے بڑے مباحث کے
طے کردینے مین کچھ ایسا اثر رکھتے ہین کہ سُنکر حیرت ہوتی ہے اور یہ راے قایم
ہوتی ہے کہ خاص فیضان الٰہی کا یہ نتیجہ ہے کہ ایسا قول فیصل انسان کی
زبان سے نکلا۔ اس خصوص مین جو راے مسلمانون کے پیغمبر نے ایک دوسرے
مقام پر ظاہر کی ہے اُسے ابراہیم ذوق نے اپنے طور پر شاعرانہ مذاق مین

یون نظم کیا ہے۔

جسے بُرا کہے عالم اُسے بُرا کہیے
زبان خلق کو نقارۂ خدا کہیے

فصل شصت و سوم

حرص

انسان بھی کیا حریص ہے۔ خدا نے اپنے فیض مین کسی بندے کے ساتھ کمی نہین کی۔ لیکن عجیب معاملہ ہے کہ بہت کم ایسے ہین جو اسکے شکر گزار ہین "ان قلیلاً من عبادی الشکور" غضب تو یہ ہے کہ بہتیرے شکر کرنے والے ایسے ہین جو دل سے شکر نہین کرتے صرف زبان سے الحمد للہ علی نعمائہ کہتے ہین اور سمجھتے ہین کہ رکن مذہب ادا کرنے کے لیے دل سے نہین تو منھ سے کہنا لازم ہے۔

سمجھ دارون کے نزدیک خدا منصف ہے اور منصف کا یہ کام نہین ہے کہ اپنے مخلوق مین سے کسی کے ساتھ کم احسان کرے اور کسی کے ساتھ زیادہ خدا اپنے تمام بندون کو یکسان سمجھتا ہے یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم سمجھتے نہین قصور کرتے ہین۔ زندگی کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز ہوا ہے۔ پھیپھڑے کے فعل ہی صحیح رکھنے کے لیے نہین بلکہ ترکیب جسم کو اپنی اصلی حالت پر قایم رکھنے کے لیے بھی۔ دیکھو خدا نے ہوا اس کثرت سے پیدا کر رکھی ہے کہ شاید ہی اُسکی مخلوق مین کوئی شے اتنی زیادہ ہو۔ کبھی کسی کو ہوا کی شکایت نہین ہوتی بعض حکما کے نزدیک تو خلا محال ہے۔ جہان کچھ نہین تو ان

ہوا ضرور ہے۔

ہوا کے بعد پانی کا درجہ ہے ایسا نہین ہے کہ ہوا کی طرح دس یا پنج منٹ تک پانی نہ ملے تو آدمی ہلاک ہو جائے۔ لیکن پھر بھی یہ ضرور ہے کہ بعد ہوا کے اور تمام چیزون سے زیادہ انسان کو پانی کی ضرورت ہے۔ اللہ نے پانی کے لیے مختلف ذریعے پیدا کر رکھے ہین کمی بیشی اچھے بُرے کی بحث نہین۔ نفس پانی کو دیکھیے تو دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین ہے جسکو پانی بہم پہونچانے مین دقت ہوتی ہو۔ ہر جگہ یہ موجود ہے اور فطرتی فیض باری مین اسکا شمار ہوتا ہے

ہوا اور پانی کے بعد غذا کا درجہ ہے۔ جس طرح ضروریات انسانی مین اسکا تیسرا درجہ ہے اسی طرح اسکے بہم پہونچانے کے وسائل مین بھی کسی قدر دشواری رکھی گئی ہے۔ لیکن پھر بھی خدا کا انتظام قابل ستائش ہے کہ ایک طرف رزق کے وسائل تمام دنیاوی امور سے مشکل رکھے گئے ہین اور دوسری طرف یہ خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ " رزقکم فی السماء " شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو بھوکون مرے ہر شخص کو کسی نہ کسی حیلہ سے رزق پہونچ جاتا ہے۔ اور اس امر مین بھی گویا تمام بنی نوع انسانی کا ایک ہی درجہ ہے۔ جاہلون کو یہ شکایت ہے کہ خدا بعض بندون کو اچھا کھلاتا ہے اور بعضون کو بُرا۔ لیکن واہ ری حکمت خداوندی۔ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ غذا کا اچھا بُرا ہونا ہمارا واہمہ ہے تمام غذائین لذت مین مساوی ہین۔ غذاؤن مین فرق ہے ہی نہین۔ مزہ دار اور بدمزہ ہونے کا معیار بھوک پر رکھا گیا ہے۔ کھانے کی اصلی لذت ہے بھوک۔ اور وہ ہر شخص مین اگر کوئی جسمانی عارضہ لاحق نہ ہو مساوی پیدا کی گئی ہے۔ بھوک کی حالت

مین فقیر کی نان جوین کا مزہ اُس خوان نعمت سے جو بادشاہ کے آگے رکھا جاتا ہے کہین بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

دھات مین لوہا سب سے زیادہ کار آمد چیز ہے اور اسلیے خدا نے اسے سب سے زیادہ ارزان کر رکھا ہے سونے چاندی کا وجود دنیا مین کم ہے بازار مین انکا نرخ بھی تیز ہے۔لیکن یہ ہماری غلطی ہے کہ بے سود چیز کو بے وجہ قابل قدر ٹھہرائین اور توانگری کے زر و سیم پر رال ٹپکائین۔کچھ دنون سے سونے چاندی کے ورق مقویات مین استعمال کیے جاتے ہین اور تھوڑے عرصہ سے محمود خان کی بدولت سونے کا کشتہ بھی کھایا جاتا ہے ورنہ اسکے پہلے یہ چیزین دھوکا ہی دھوکا تھین نہ کسی مصرف کی تھین اور نہ کسی طرح انسان کی فطرتی ضروریات کو رفع کر سکتی تھین۔

اور سمجھیے زلیست انسانی کے مضر سمجھ کر خدا نے ہیرے کو پہاڑون کے نیچے چھپا دیا تھا تاکہ لوگون کا دست رس نہو۔گندم بہشت کی طرح بندون نے سمجھا کہ اللہ تعالی نے اسے اتنا چھپایا ہے تو اسمین کوئی لذت ضرور ہوگی۔کمبخت یہ نہ سمجھے کہ اسمین کچھ لذت ہوتی تو خالق مطلق چھپاتا ہی کیون۔بہزار دقت جب یہ کھود کر نکالا گیا تو مضر زلیست ثابت ہوا۔کہین اسکے ذرے پیٹ مین پہونچ جائین تو زندگی کے لالے پڑ جائین۔مناسب تو یہ تھا کہ اپنی غلطی پر متنبہ ہونے پر انسان کو انفعال ہوتا لیکن اسکے برعکس حضرت انسان ہین کہ اپنی ہٹ پر قایم ہین یا اپنی محنت کی داد چاہتے ہین۔ہیرا جتنی ہی بیکار چیز ہے ویسی ہی اب اسکی زیادہ قدر ہوتی ہے اور تمام نعمتون سے زیادہ گران ہوکر بازار مین

بکتا ہے - اب ان سب باتون سے نتیجہ یہ اخذ ہو سکتا ہے کہ خدا نے ضروریات زندگی تمام بندون پر یکسان تقسیم کردی - اب یہ انسان کی غلطی ہے کہ جس چیز کو خدا نے غیر ضروری سمجھ کر کم پیدا کیا - انسان خواہ مخواہ اصرار کرتا ہے کہ یہی ہمکو زیادہ ملے - کتنا عمدہ مقولہ ہے -

"الانسان حریص فیما منع"

فصل شصت وچہارم

خُلِقَ الاِنسَانُ ضَعِیفا

غور کیجیے تو انسان کا سا محتاج کمزور اور بے سروسامان کوئی دوسرا جان دار نہین - گاے - بھینس - بکری کے بچون کو دیکھیے پیدا ہوتے ہی کودنے لگتے ہین دو تین ہفتون مین مان کے دودھ سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہین - اور انسان کے بچے پانچ چھ مہینے کے بعد تو ہنسنا سیکھتے ہین - چلنے پھرنے بولنے کے لایق تو وہ جب ہونگے کہ اُنکے ہمعصر حیوانون کے بچے عمر طبعی طے کر لین گے -

انسان ننگا پیدا ہوتا ہے - پیدا ہونے پر اُسے پہلی ضرورت یہ ہوتی ہے کہ گرمی اور سردی سے بچانے کو اسکے لیے لباس بہم پہونچایا جائے - مکان یا کسی دوسرے سایہ کی تلاش ہو - پوشش کے لیے دوسرے حیوانون کی کھال ڈھونڈھنا پڑتی ہے - نباتات کے پھلون یا ریشون سے کپڑون کے لیے سوت بنائے جاتے ہین - کبھی کبھی کیڑون کی بیٹ یا اُنکے لعاب دہن کے لیے بھی (کہ یون ہی ریشم پیدا ہوتا ہے) جانفشانی کی جاتی ہے - جانورون کو قدرت نے ان تمام جھگڑون سے مستغنی پیدا کیا ہے - اپنے جسم کی حفاظت کے لیے وہ

و بیز کھال یا گرم روئین ساتھ لیکر پیدا ہوتے ہین وہ خود کیا محتاج ہونگے اپنی بدولت ہمکو غنی بنا دیتے ہین - اپنی کھال اور روئین ہمین دام دیتے ہین جب کہین ہماری زندگی قایم رہتی ہے -

خوراک کی نسبت غور کیجیے - اکثر حیوان بے منت غیرے زمین کی گھاس اور درخت کے پتون سے پیٹ بھرتے پھرتے ہین اور بے غل وغش زندگی بسر کرتے ہین - نباتات جنکی غذا نہین ہے وہ چھوٹے چھوٹے جانورون یا کیڑون یا پانی کی سیلی کو چیلی چیزون کے کھانے کے عادی ہین اور اس طرح گو یا ان کو کبھی فکر معاش نہین ہوتی - چلتے پھرتے اپنی غذائین پاتے جاتے ہین اور پیٹ بھرتے رہتے ہین - بخلاف اسکے انسان کو اپنے رزق بہم پہونچانے مین جو کاوشین کرنا پڑتی ہین وہ لاتعد و لاتحصی ہین مثلاً روٹی - گیہون کے دانے کھیت مین پڑے اور جم آئے کھیت لہلہانے لگا تمام حیوانات اسپر ٹوٹے اور کھانا شروع کر دیا - انسان ہے کہ اسکو کھا نہین سکتا - اسکو انتظار ہے کہ خوشے نکلین - دانے پڑین - دانے پکین - پک کر خشک ہون - خشک ہوکر بھوسی الگ ہو - ان سب مرحلون کے طے ہونے کے بعد بھی بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ یہ دانے آگ مین بھون کر کھائے جائین - سب کے معدے انکے ہضم کرنے کی طاقت نہین رکھتے ضرورتاً پیسنا پڑتا ہے - پیس کر چھاننا اور چھان کر آٹے کا گوندھنا خمیر کرنا روٹی پکانا اور پکانے مین آگ کا تاؤ دیکھنا کہین روٹی جل گئی تو ساری محنت اکارت گئی - اسی طرح تمام غذاؤن پر خیال کیجیے تو انسان کی کوئی غذا ایسی نہ ملے گی جو بے تردد اور بلا کاوش بہم پہونچتی ہے -

دیکھیے صحت بدنی قایم رکھنے کے لیے انسان نے کتنا بڑا علم طب کا بنایا ہے۔ روز بروز امراض اور دواؤن کے مدات بڑھتے جاتے ہین۔ حیات انسانی کا ایک حصہ اسکے متعلق غور و فکر کرنے مین بھی صرف ہوتا ہے اور حیوانون کو نہ کچھ اسکی پروا ہے اور نہ کچھ احتیاج ہے۔ کتنی بیماریان وہ زبان سے چاٹ کر اچھی کر لیتے ہین اُنکی ساخت ہی کچھ ایسی رکھی گئی ہے کہ اُنکو مرض بھی بہت کم ہوتا ہے۔ دیکھیے جا بجا مویشیون کے لیے اسپتال کھولے گئے ہین انسان نے فرطِ رحم کے اظہار مین یا اپنی خودغرضی کی وجہ سے حیوانون کے علاج کا بندوبست کیا ہے۔ یا یون کہو اپنی طرح حیوانون کو بھی کمزور سمجھ کر اُنکی مٹی خراب کرنا چاہی ہے لیکن تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ مویشیون کے علاج کی بہت کم ضرورت پڑتی ہے وہ بیمار پڑنے ہی کیون لگین اُنکے قواے ذائقہ اور شامہ کو قدرت نے ایسا قوی پیدا کر رکھا ہے کہ اُنسے بہت کم چوک ہوتی ہے۔ اور چوک نہ ہونے سے بیماری قریب نہین آتی۔

جانورون کی اعانت بغیر انسان راہ بھی طے نہین کر سکتا۔ وہ خود چل بھی سکا تو اپنی ضرورت کی چیزون کو کسی طرح اُٹھا نہین سکتا۔

یہ مضمون بہت وسیع ہے جتنا کہا جائے تھوڑا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی بسر کرنے مین خلقتاً جتنا محتاج پیدا کیا گیا ہے اُتنا محتاج کوئی دوسرا مخلوق نہین ہے۔ اور اس عالم مین بیکس و بیچارہ کی مصداق اگر ہے تو ذات انسانی ہے۔ باینہمہ انسان اپنے کو اشرف المخلوقات سمجھا ہے مضمون بالا مضمون کو ذہن مین رکھنے کے بعد اس اشرف المخلوقات ہونے

کی اذ عا پر ہنسی آتی ہے - واہ کیا اچھا شرف ہے - اگر اسی بیکسی و بیچارگی کو شرف کہتے ہین تو اشرف ہونا بدترین صفت ہے - نہین نہین!! زبان کو روکو خدا کی ناشکری نہ کرو - ایک نعمت ہمکو ایسی عطا ہوئی ہے - جو ہمارے تمام نقصانات کی تلافی کرتی ہے اور ہماری تمام کمزوریون کا نعم البدل بن سکتی ہے - اُس نعمت کا نام عقل ہے - جس طرح ایک بہت بڑے تیرہ و تاریک مکان کی بھیانک شکل کو ایک شمع کی روشنی بالکل نورانی کر دیتی ہے ویسے ہی عقل نے ہماری تمام کمزوریون کو ایک دم سے رفع کر دیا جب عقل ایسی دولت ہمارے ہاتھ مین ہے تو ہم کسی طرح محتاج نہین کہے جا سکتے اور جب عقل ایسا ہتھیار ہمارے قبضہ مین ہے تو ہم کسی طرح کمزور نہین ہو سکتے لیکن پھر بھی ایک بات رہ جاتی ہے - یعنے اگر ہم عقل کو کام مین نہ لائین تو ہمارا ضعف بدستور قایم رہے گا -

یہ امر مسلم ہے کہ انسان مین بہت سی قوتین ایسی ہین جو عقل سے ہمیشہ لڑتی ہین - اور اسپر غالب آنے کی کوششین کرتی ہین - مذہب یا اخلاق کے اکثر مسایل اسی نزاع کے طے کرنے کے لیے یا عقل کو قوت دینے کے لیے بنائے گئے ہین - مثلاً تکبر نہ کرو اسکا منشا یہ ہے کہ اپنی کمزوریون و تم کبھی نہ بھولو کیونکہ انکے بھولنے سے تم اپنے کو عقل سے مستغنی سمجھنے لگوگے - اور اسلیے ضرور ہے کہ ایک نہ ایک دن مصیبتون کا سامنا ہو - تمھاری دنیاوی احتیاج رفع کرنے کے لیے جو راستہ عقل بتائے گی اسپر چلنے کی حالت مین تم مین اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ لوگ تمکو صادق القول سمجھین اگر تم جھوٹ

ہوگے تو اُس راہ پر چل نہ سکو گے اور اس طرح احتیاج کی بہتیری کمزوریون سے اپنے کو نہ بچا سکو گے۔ اپنے ضعف مٹانے کے لیے ضرور ہے کہ دُنیا کے معاملات مین قاعدون کو اپنا رہنما سمجھ کر سختی کے ساتھ اُنکے پابند رہو اور اسیلیے تم پر فرض ہے کہ بلا نکاح عورتون سے قربت نہ کرو۔ حاکم وقت کی اطاعت کرو۔ بڑون کا ادب ملحوظ رکھو۔ متوفی کے ترکہ مین اپنے حق سے زائد نہ لو۔ گھروالون اور پڑوسیون سے بکشادہ پیشانی ملو۔ اگر ان قاعدون کا لحاظ نہ کرو گے تو اپنی کمزوریون کی وجہ سے ضرور ایک نہ ایک روز برے دنون کا سامنا ہو گا۔

حرص۔ غضب۔ شہوت۔ طمع۔ غصہ۔ تکبر۔ حسد۔ رشک۔ فکر۔ تردد بیماری۔ سردی۔ گرمی۔ مفلسی۔ بھوک۔ پیاس۔ عشق۔ بیکسی۔ ایک انسان کے پیچھے نہ معلوم کتنی بلائین ہین۔ اور عارضی یا چندروزہ نہین انسان کے ساتھ پیدا ہونے والی اور اُسکے ساتھ ہی مرنے والی۔ یہ سب بلائین ایک طرف اور انسان ضعیف البنیان عقل کے سہارے پر دوسری طرف۔ بھلا کہان تک وہ ان مصیبتون کا مقابلہ کر سکے۔

غرضکہ تمام دنیا کی بیماریان انسان ہی کے لیے مخلوق ہین۔ اسمین کوئی شک نہین کہ اگر بیماریان دو چند بھی ہوتین تو ایک عقل سب کے علاج کو کافی ہوتی۔ لیکن اس عقل کے دشمن اتنے زیادہ ہین کہ اُنکے مقابلہ سے اسکو فرصت نہین ملتی۔ ہماری مدد وہ کہان تک کرے گی۔ ایسے لوگ بھی گذرے ہین اور اب بھی ہین جو اس عقل کو بہت زیادہ احتیاط سے کام مین لاسکتے ہین اُسکے مخالفین کو وہ کبھی غالب نہین ہونے دیتے۔ لیکن اُنکی

تعداد اتنی کم ہے کہ گو یا یہ نہین ہین اور اسلیے عملی طور پر جو نتیجے نکلتے ہین اُنپر لحاظ کرنے کے بعد بے تکلف کہا جاسکتا ہے کہ انسان اپنی خلقت مین کمزور ہے

فصل شصت و پنجم ۶۵

نطق اور دل و دماغ سے اسکا تعلق

شخصی حالت سے قطع نظر کرکے قومی حالت پر لحاظ کیا جائے تو یہ امر ماننا پڑے گا کہ فصاحت بلاغت - قوت - اداے مطلب - زبان دانی - یہ تمام باتین دل و دماغ کی قوت پر منحصر ہین - کسی کا قول ہے کہ ضعیف الجثہ آدمی کا ذہین اور فطین ہونا بالکل بے سود ہے - جب دل و دماغ مین طاقت نہین تو تیزی ذہانت سے خاک کام نہ نکلے گا - دل و دماغ کی قوت کے علاوہ طبیعت کا قوی ہونا بھی ایک ایسی شے ہے جسکو نطق مین بہت کچھ دخل ہے - بہت بڑے علامۂ دہر کو جو مفلسی مین فاقہ کرتا ہو اس جاہل بے علم کے پاس بٹھا دیجیے جو نشۂ دولت مین سرشار ہو اور پھر دیکھیے - اگر ملا صاحب کو کچھ غناے نفس ہے تو خیر ورنہ اُس جاہل کے سامنے یہ ستی بھول جائین گے اور پھر یہی نہین کہ وہ جاہل تمام باتین بے سروپا کرتا رہے گا معقول باتین بھی اُس سے سُنی جائین گی - اکثر دیکھا گیا ہے کہ دولت بڑھنے سے یا کسی قسم کی خوشی اور استغنا حاصل ہونے سے بھی نطق مین زور اور طبیعت مین روانی آجاتی ہے اسکی یہی وجہ ہے کہ نطق کو بہت کچھ زور طبیعت سے تعلق ہے - فاتح اور مفتوح قومون کا مکالمہ بھی اس خصوص مین قابل ملاحظہ ہے - مفتوح قوم کی عمدہ سے عمدہ راے اسکی زبان سے لچر معلوم ہوتی ہے اور وہی فاتح قوم کا ممبر ہے کہ ایک سطری

سی بات کس زور اور لہجہ میں بیان کرتا ہے کہ سننکر تعجب ہوتا ہے۔ بادشاہون کا رعب۔ سپہ سالارون کا تہور۔ پارٹیسون کا دباؤ یہ سب چیزین کیا ہین وہی طبیعت کا زور ہے کہ اُسنے نطق مین قوت دے رکھی ہے اور یہ قوت دونون معنا پر طلسمی اثر یا سحر کا کام کرتی ہے۔ نطق بھی قوم کی حالت کا ایک مقیاس ہے جس قوم مین طاقت لسانی نہ ہو اُسے ہیز اور نکمی سمجھنا چاہیے۔ طاقت لسانی سے لاف زنی یا فضول گوئی مراد نہین ہے بلکہ گفتگو کا وہ لہجہ مراد ہے جو دوسرون کی طبیعتون پر اپنا اثر ڈال سکے اور ما فی الضمیر پورے طور پر ادا ہو۔ اگر ہمارے دعوی کا بین ثبوت دیکھنا ہو تو عدالتون مین تشریف لائیے۔ دیہاتی گواہ۔ بے علم۔ بے مقدرت۔ چارون طرف سے ادبار گھیرے ہوئے۔ نہ کسی طرح کا زور۔ نہ کسی قسم کی ہمت۔ پژمردہ دل اور زبون حال۔ جب کبھی عدالت مین گواہی دینے آئے تو آپ کی زبان پورے طور پر آپ کی حالت کا فوٹو کھینچ دیتی ہے۔ چپراسی نے حلف دینے کا ارادہ کیا۔

چپراسی نے کہا کہو "خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہون گا"

گواہ "سچ نہین کیا جھوٹ کہنے آیا ہون"

چپراسی "ارے میان! جو کہتا ہون وہی لفظ بہ لفظ کہو"

گواہ "ہان! ہان!! خدا کو جانتا ہون"

چپراسی "خدا کو کون نہین جانتا۔ یہ کہو" خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہونگا"

گواہ۔ ہان جی ہان۔ سچ کہونگا۔

غرضکہ ذرا سا معاملہ اور دس منٹ تک چپراسی سے حجت ہوئی جب

تک حاکم نے ڈانٹ نہین بتلائی تب تک پورے طور پر حلف نہین لیا - آب آگے چلیے تو سوال کا جواب یا تو سوال سے بالکل الگ یا ضرورت سے بہت زیادہ اور فضول اور کبھی اختصار کیا تو ایسا کہ کچھ سمجھ مین نہ آیا - بجاے ہان کے کیون نہین بولنا تو گویا تکیہ کلام ہے - پانچ پانچ منٹ پر حاکم کا ترش رو ہوکر ڈانٹنا یا چین بہ جبین ہوکر دیکھنا ویسا ہی ضروری ہوتا ہے جیسا مٹھر گھوڑے کو بار بار اڑ لگانا - اکثرون کی راے ایسے اظہار پر یہ ہوتی ہے کہ گواہ ٹال بال کرتا ہی حالانکہ ایسا نہین ہے - یہ نطق کی کمی ہے کہ جو قومی ادبار اور قومی ضعف کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اسی کے مقابل مین کسی ان پڑھ گورے یا کابلی میوہ فروش کو کھڑا کرکے اظہار لیجیے تو دیکھیے یس نو - ہان نہین مین کھٹا کھٹ سوالون کا جواب دیتے چلے جاتے ہین - ابتداے فتوحات اسلام مین جو طلاقت جاہل عربون کو تھی اُس پر مصر - شام - ایران کے بڑے بڑے عالم دنگ ہو جاتے تھے - سلاطین عصر جاہل سفیرون سے اپنے مذہب اور عقیدہ کے خلاف باتون کا سُننا اور عرصہ تک سلسلہ سخن کا جاری رکھنا محض طلاقت لسانی کا لطف حاصل کرنے کے لیے گوارا کرتے تھے - سب سے بڑا تعجب تو یہ ہے کہ جہلاے عرب لڑائی - خوشی یا جوش کی حالت مین فی البدیہہ شعر کہتے تھے اور وہ بھی دو ایک نہین دس دس پندرہ پندرہ - فصاحت ایسی کہ اس زمانہ کے لکھے پڑھے مقابلہ نہ کرسکین - واقعات نو پیدا سے بالکل موافق جس سے یہ خیال نہ ہو کہ شعر پہلے سے موزون کیے گئے تھے - فتوحات اسلام مین جاہل عربون کے فی البدیہہ اشعار کے دیکھنے سے ہم نے پورا ثبوت اس امر کا پایا

کہ نطق بالکل دل ودماغ کی قوت یا زور طبیعت کے ماتحت ہے۔

فصل شصت وششم ۶۶

ترک حیوانات

قانون قدرت کا اقتضا ہے اور انتظام عالم یون ہی رکھا گیا ہے کہ ایک مخلوق فنا ہوکر دوسرا مخلوق پیدا ہوتا ہے۔ ایک شئے کی فنا پر دوسری شئے کا نمو ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو کھا کر پلتا ہے۔ ایک کا تنزل دوسرے کی ترقی کا سبب ٹھہرتا ہے۔ انسان بھی ایک مخلوق ہے۔ وہ یہ نہین کہہ سکتا کہ مین کسی دوسری شئے کا فنا یا دوسرے جاندار کا نقصان گوارا نہین کرسکتا کیونکہ اسکی انسانیت مقتضی ہے کہ دوسرون کی برائی مین اپنی بھلائی سمجھے۔ ہان حسن معاشرت کے لیے جو قاعدے مقرر ہین انکی پابندی بس یہی ایک ابتدائی سمجھو یا انتہائی کمال یا صفت انسان کی ہے۔

مفصلۂ بالا باتین تمثیلون سے بخوبی سمجھ مین آجائینگی۔ زمین ایسی کمزور چیز بھی اپنے سے کم طاقت والون پر شیر ہے جہان کوئی شئے سڑگل کر اور اس طرح اپنی قوت زایل کرکے زمین کے پنجہ مین پھنسی بس فوراً اجزاے ارضی اس طرح اپنی قوت بڑھانے اور اسکے ذرون کو کھینچنے لگتے ہین جیسے جونک آدمی کا خون چوستی ہے۔ تھوڑے دنون مین وہ شئے غائب ہوگئی اور اسکی بدولت اجزاے ارضی کی قوت پیداوار بڑھ گئی۔ سوکھی زمین مین سوکھا دانا ڈال دو تو زمین خود اپنی بالیدگی کی فکر مین ہوگی۔ دانے کی کچھ دال نہ گلے گی لیکن وہی دانہ پانی کی مدد پاکر جب زمین پر غالب آتا ہے تو زمین کے تمام عمدہ ذرے

جذب کرنے لگتا ہے - بیسیون فٹ نیچے کا خزانہ نکال کر گزون اوپر لیجاتا ہے
بیچاری زمین کو کمزور اور مفلس کر ڈالتا ہے - بڑے بڑے درختون کے پاس
چھوٹے چھوٹے درخت نشوونما نہین پاتے اسکی وجہ کھلی ہوئی ہے - شیر کے
سامنے گیدڑ کو جرأت نہین ہوتی کہ شکار کرے - زمین کے ذرّے بڑے درخت
کی کشش سے بچنے نہین پاتے - چھوٹے درخت کو نمو ہو تو کس چیز سے بعض بعض
درختون کی ٹہنیان آسمان سے باتین کرتی ہین - لیکن تحرک بالارادہ کی قوت ہی
دوسری ہے - ادنی بھنگا اور چھوٹے چھوٹے کیڑے اس خصوص مین درختون سے
زبردست ہین جن پتیون کو درخت ہزار شکل سے برسون کی محنت مین تحت الثری
سے نکال کر اپنی زیبایش کی غرض سے باہر لاکر اپنا سازو برگ درست کرتا ہے
کیڑے مکوڑے ہین کہ بیدریغ پتیون کی صفائی مین مشغول ہین اچھے خاصے
درخت کو دو چار گھنٹے مین برہنہ اور بے سروسامان کر دیا - اور کہین ٹڈیون سے
پالا پڑا تو گھنٹہ بھی پورا نہین ہونے پاتا - آفتاب سے جو نسبت شبنم کو ہے وہی
نسبت ٹڈیون کو سبزہ زار سے ہے - کہین ایسی حالت مین کوئی مینا قریب آبیٹھے
جب سیر دیکھیے - جن حضرات کے دانت بیچارے درخت کے پتون پر آرہ سے
بھی زیادہ تیز تھے وہ بے تکلف بی مینا کے پیٹ بہ یک بینی و دو گوش گھستے اور ہضم
ہوتے چلے جاتے ہین - بلی نے اس موقع کو دیکھ پایا اور دبے پاؤن قریب
پہونچکر جھپٹی تو مینا کی گردن اُسکے منھ مین ہے - پھر کیا تھا اُسکی عید ہے - مینا
ہتیرا پھڑپھڑاتی ہے لیکن بلی کو کچھ پروا نہین - وہ مطمئن ہے کہ باز و جھاڑنے
سے گردن چھوٹ نہین سکتی - بلی کا پیٹ جو بھرا تو آپ میدان کی طرف کھانا ہضم

کرنے کی غرض سے خرامان خرامان چہل قدمی کو نکلین - سامنے سے ایک کتا کئی دن کا بھوکا ناؤ زدہ چلا آتا تھا - آنکھین چار ہوئی نہین کہ بلی بھاگی اور کلب بیگ پیچھے لگے دوڑے - سو پچاس قدمون کے بعد بلی اسی طرح کتے کے منھ مین ہے جس طرح ابھی آدھ گھنٹہ پہلے مینا کی گردن بلی کے منھ مین تھی - اب ناظرین منتظر ہونگے کہ کتا کسی شیر کے منھ مین نظر آئے گا - لیکن تجربہ ایسا نہین بتاتا - زبردست کمزور کو کھاتا ہے نہ کہ برابر والے کو - اسلیے ایک شکاری جانور دوسرے کسی شکاری جانور کا گوشت نہ کھائے گا - بلی کو گو کتے نے پکڑ لیا اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اسے کھا بھی لے گا اسکا صرف یہ کام ہے کہ وہ بلی کو مار کر اجزاے اراضی کی بالیدگی کے لیے چھوڑ دے - یہ ہم نہین کہہ سکتے کہ زبردست شکاری جانور کے لیے اپنے سے کمزور شکاری جانور کا کھانا محال ہے - ممکن ہے کہ بھوک کی بیتابی کچھ اپنا زور بھی دکھلائے - لیکن یہ تو مسلم ہے کہ کمزور شکاری جانور اپنے سے زبردست شکاری جانور کے گوشت سے نفرت یا خوف کھاتا ہے ہم نے ایک معزز شخص سے سنا کہ ایک مرتبہ شیر کا گوشت اسنے طاق پر رکھدیا تھا - بلی نے اسے کھانے کے لیے گرایا لیکن پھر اسکی بو سے مخوف یا متنفر ہو کر بھاگ گئی

مفصلہ بالا باتون سے ایک سرسری طور پر انتظام عالم کا نقشہ دکھانا تھا اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھانا تھا کہ زبردست کا کمزور کے مقابلہ مین جائز طور پر اپنی خود غرضی کا پیش کرنا کوئی مضایقہ نہین رکھتا - اب جو کچھ گفتگو ہے وہ جائز اور ناجائز کی تصریح مین ہے - میری سمجھ مین اس جائز اور ناجائز کو یون سمجھ سکتے ہین - کہ کھیت مین دانا پڑا - درخت اُگا - پھل لگے اور پکے - اگر انسان پھلون کو توڑ کر

کہا جائے تو کچھ بیجا نہین۔ پھل اگر سڑ کر گر جائین تو افسوس ہوگا۔ جو شے پیدا ہوئی اُسکو ایک دن فنا ہونا ہے۔ اگر آدمی پھلون کو نہ کھائے اور نہ کسی جاندار کو کھانے دے تو ایک نہ ایک دن وہ ضرور سڑ کر گرین گے۔ فرض کرو کہ پھلون مین روح ہی اور ایک نہ ایک قسم کی جان تو تمام چیزون مین ماننی ہی پڑتی ہے۔ ہندی مین اسے انس کہتے ہین۔ ہر شے کی ہیت مجموعی جس حیثیت سے قایم ہو وہی اُسکی جان ہے۔ اب پھلون کو کھاتے وقت یہ سمجھنا کہ پھلون کو دُکھ ہوتا ہوگا کتنی نادانی ہے۔ اگر پھلون مین انسان کی سی روح ہوتی تو سڑ گل کر گر جانا آدمیون کے کھا جانے سے انھین کہین سخت گزرتا۔ انسان اگر اپنے درختون کے پھل ہر سال توڑ کر کھا یا کرے تو وہ ظالم نہین ہے۔ ہان اُسوقت وہ ضرور ظالم کہا جائیگا جب درختون کی شاخ کو وہ بلاضرورت مروڑ ڈالے اور اس طرح درختون کو بے کام کر دے۔ غرضکہ ہر شے کے پیدا ہونے کا عمدہ نتیجہ یہ ہے کہ وہ کبھی عمدہ کام مین صرف ہو جائے یا اُس کام مین لگ جائے جسکے لیے اُسکا پیدا کیا جانا بظاہر سمجھا جاتا ہے۔ بکری کا بچہ آج ایک گاؤن مین پیدا ہوا۔ نر ہے اسلیے دودھ کی امید نہین اور نہ بکرون کی کچھ گاؤن مین قلت ہے کہ نسل بڑھانے کے لیے اُسکا زندہ رہنا مناسب متصور ہو۔ اب اسوقت دو صورتین سامنے ہین ایک تو یہ کہ وہ ذبح کیا جائے اور گاؤن والون کا ذائقہ درست ہو۔ اور دوسری یہ کہ وہ یون ہی چھوڑ دیا جائے کہ عمر طبعی کو پہونچکر اور بڑھاپے کی مصیبتین جھیل کر اپنی جان دے۔ سوال یہ ہے کہ پہلی صورت پر عمل کرنا مقتضاے دانش ہے یا دوسری پر۔ آس جانون کا نہ کھانا ویسا ہی فطرت (نیچر) کے ساتھ ظلم کرنا یا کفران نعمت کا مرتکب ہونا ہے

جیسے باغ کے میوؤن کا نہ کھانا اور یہ گوارا کرنا کہ وہ سڑ کر زمین مین ملجائین۔

اب یہان تھوڑی سمجھ والے یہ اعتراض کرین گے کہ میوؤن مین روح نہین ہوتی۔ جانورون مین روح ہے اور اسلیے اُنکو تکلیف دینا سفاوت ہے۔ اول تو ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ نباتات مین روح نہین ہے۔ ہم نے جو تعریف روح کی اس مضمون کے اغراض کے لیے اختیار کی ہے وہ نباتات مین ضرور پائی جاتی ہے اور پھر فرض کر لیجیے کہ پھل کو توڑنے مین وہ تکلیف نہین ہوتی جو جانورن کو ذبح ہونے مین۔ ہم یہ کہین گے کہ اپنی موت سے مرنا ہر حالت مین مرگ مفاجات (فوری ہلاکت) سے زیادہ تکلیف دہ ہے اور اسلیے جانورون کو ذبح کر کے کھا جانا اس معنی کر کے بھی اُنپر احسان کرنا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ پھر اس اعتبار سے تو قاتل مقتول کا محسن ہے؟ ہم اسکے جواب مین کہین گے بیشک محسن ہے۔ ایک دن سب کو مرنا ہے۔ ایڑیان رگڑ کر مرنے سے یہ کہین اچھا ہے کہ تلوار یا گولی سے دو منٹ مین خاتمہ ہو گیا۔ لیکن یہ احسان صرف مقتول پر ہوتا ہے۔ مقتول کے اعزہ۔ نیچر۔ سوسائٹی اور گورنمنٹ پر ظلم ہوتا ہے اور اسلیے ناجائز سمجھا گیا ہے نیچر پر ظلم ہونا کسی قدر محتاج تشریح ہے۔ انسان کو عقل انسانی یہ ایک ایسا جوہر دیا گیا ہے کہ جس نے دوسری مخلوقات سے انسان کو ممیز اور با شرف کر رکھا ہے انسان کی عقل کے متعلق بہت سی خدمتین کی گئی ہین۔ دوسرے مخلوق عالم کی ترتیب و آراستگی بھی ایک کام عقل انسانی کا ہے۔ عقل انسانی کی پختگی کے لیے تجربہ درکار ہے اور تجربہ چاہتا ہے عمر کی درازی کا اسلیے کسی کو اُسکی عمر طبعی کے پہلے ہلاک کرنا عام مخلوقات کے ساتھ ضمناً ظلم کرنا ہے۔ لیکن باینہمہ جو شخص چھے کام کی

کوشش مین یا اصلاح مخلوقات کی سعی مین اپنی جان دیتا ہے تو تمام مذاہب مین سمجھا جاتا ہے کہ اسکا خاتمہ سب سے اچھا ہوا - کیون؟ بس اسی لیے کہ مرنا برحق ہے - ایک دن تو وہ مرتا ہی اب جو اچھا کام کرنے یا آراستگی انتظام عالم مین اُسکی جان نکلی تو اُسنے مرتے دم تک گویا نیچر کے فرائض کو پورے طور پر ادا کیا - اسی طرح سمجھو کہ بکرے کو ایک دن مرنا تھا ہی لیکن اس طرح اسکا مرنا کہ اشرف المخلوقات کی جسمانی اور یون عقلی قوت بڑھانے مین اُس سے مدد پہونچے ذی عقل کے نزدیک ضرور مستحسن خیال کیا جائے گا اور یہ سمجھا جائیگا کہ اس جانور کے لیے عمدہ سے عمدہ غائت جو خیال مین آسکتی تھی اُس تک یہ پہونچ گیا -

ہماری پچھلی تحریر سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ بکری (مادہ) یا کمیاب بکرے (نر) کا گوشت ممنوع ہے کیونکہ انکی زندگی انکے گوشت سے زیادہ نفع بخش ہے - بعض قومین ایسا ہی سمجھتی بھی ہین لیکن فی الواقع ایسا نہین ہے جو لوگ انکے گوشت کھانے کا فتوی دیتے ہین وہ کہتے ہین کہ ان جزئیات پر نظر قانون عام کے خلاف ہے موقع اور مقام کے اعتبار سے اپنی مصلحتون کا سوچنا ہر ایک کے اختیار تمیزی پر محدود ہونا چاہیے - ملکی یا ربانی قانون کے ساتھ جزوی اختصاص نامناسب ہے -

مفصلہ بالا تقریر اس امر کے ثابت کرنے کو کافی ہے کہ گوشت کا کھانا کسی طرح عیب یا بیرحمی مین داخل نہین ہے - تاریخ سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ مچھلی گوشت - دودھ اور شہد جنگلی میوے یہی سب انسان کی ابتدائی غذا مین تھین موجودہ حالت پر اگر نظر ڈالی جائے تو دنیا مین اسوقت بہت کم لوگ ایسے نکلینگے

جو گوشت کا کھانا عادتًا یا مذہبًا بُرا جانتے ہون -

فیثا غورس اور اُسکے تلامذہ ترک حیوانات کو بڑا ثواب جانتے تھے شاید قدیم مصری بھی اسی خیال کے تھے لیکن اس فرقہ نے زیادہ ترقی نہ کی - ہندستان مین گو بودھ بھی حیوانات کا کھانا پسند نہ کرتا تھا لیکن اُسکے ہم معتقد چین والے چوہا اور بلی تک کھا جاتے ہین - بودھ مذہب کے پیرو جو ہندوستان ہین جین کہلاتے ہین وہ البتہ اس خصوص مین اپنے مرشد کے قدم بہ قدم چلتے ہین مگر تعداد مین وہ اتنے کم ہین کہ کسی شمار مین نہین - دو چار تیتھ فقیرون کے بھی ایسے ہین جنکے بتتبع ترک حیوانات کے پابند ہین - مسلمانون مین بھی بعض درویش گوشت کا کھانا چھوڑ دیتے ہین اسپر جب اُنکے مولوی کہتے ہین کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کا حرام ٹھہرانا اور اپنے کو خدا سے زیادہ رحیم یا حکمت والا سمجھنا نص قطعی کے بالکل خلاف ہے تو اِن بیچارون کو یہی کہتے بنتا ہے کہ ہم گوشت کو حرام نہین سمجھتے ملکہ

به تمنّاے گوشت مردن به از تقاضاے زشت قصابان

پر عمل کرتے ہین - خود رائی کا الزام ہم پر نہین ہوسکتا - یہ ناداری کا نباہ ہے -

غرض کہ دنیا کے ہر حصّہ مین گوشت کھانے کا رواج انسان مین جاری ہے انہین بعض قومین تو ایسی ہین کہ نباتات کی طرح تمام حیوانات کا گوشت کھا سکتی ہین اور بعض شرطین لگاتی ہین - کثیف اور بے حیا درندجانورون کا گوشت اسلیے حرام سمجھتی ہین کہ کہین یہ عادتین گوشت کے ذریعہ سے کھانے والون مین بھی سرایت نہ کر جائین - گوشت کے نہ کھانے والے ایک حجت یہ بھی پیش کرتے ہین کہ گوشت جزو بدن ہوتا ہے اور اسلیے گوشت کھانے والون مین حیوانونکی

خاصیت زیادہ اثر کر جاتی ہے - یہ کہنا ایک حد تک درست ہے اور اسی خیال سے
حلال اور حرام جانوروں کی فہرست قایم کی گئی ہے - اس فہرست پر زیادہ سختی کے
ساتھ مسلمان عمل کرتے ہین - سؤر - کتا - بلی - گیدڑ - شیر - ہاتھی - چوہا - سانپ - کیڑا
مکوڑا - باز بحری - گدھ - طوطا وغیرہ وغیرہ بہت سے چرند و پرند ایسے ہین جنکو اہل
اسلام نہین کھاتے - بعض قومین ایسی ہین کہ وہ سؤر بھی کھاتی ہین - جاپانی چینی
اور چند وحشی قومین ایسی ہین کہ کتا - بلی - چوہا بھی نہین چھوڑتے - انصاف شرط ہے
گوشت کھانے مین جو اعتدال مسلمان برتتے ہین دنیا کی کسی قوم مین یہ بات نہین ہے
ہندو بھی اس خصوص مین مسلمانون کے ہم پلہ ہین بلکہ انکی احتیاط کسی قدر حد سے
متجاوز ہے - اسوقت ہم یہ کہنے کو طیار نہین ہین کہ مسلمانون کی صحبت نے ہندؤن
پر یہ اثر ڈالا یا خود اپن تہذیب کا یہ اقتضا ہے بہرحال یہ مسلم ہے کہ اس خصوص مین
اہل اسلام اور ہنود زیادہ تر معتدل طریقہ پر چلتے ہین - خیر الامور اوسطہا نہ تو یہ گوشت
کا کھانا حرام سمجھتے اور نہ آنکھ بند کرکے کیڑا مکوڑا سب ہی کچھ کھانے کو طیار ہو جاتے گوشت
کھانے والون پر بڑا بھاری الزام سقاوت کا لگایا جاتا ہے جسکو تصریح کے
ساتھ ہم نے اوپر سمجھا دیا اور اُس کے ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ گوشت جو
اپنی نوعیت مین بنی نوع انسانی کے لیے کسی طور پر مضر یا خلاف مصلحت ہے اسکو
خود شارع نے مستثنیٰ کر دیا ہے - اب رہا یہ امر کہ گوشت انسان کی خوراک نہین ہے
اس سے خون صالح پیدا نہین ہوتا اسکی حدت نقصان کرتی ہے - یہ علم طب کی
بحث ہے ترکاری اور مصالحہ کا گوشت مین ملانا انھین امور پر نظر ڈال کر رائج ہے
دنیا کی کوئی چیز ایسی نہین ہے کہ کوئی پہلو اُسمین مضرت کا نہ ہو -

بیان کیا جاتا ہے کہ حال کی تحقیقات مین ڈاکٹرون سنے یہ ثابت کیا ہے
کہ انسان کا دانت گوشت کھانے کے لیے نہین بنا ہے - اسکے جواب مین یہ
کہا جاسکتا ہے کہ کچا گوشت کھانے کے لیے یا محض گوشت کھانے کے لیے
انسان کا دانت نہین بنا ہے یہ کون کہتا ہے کہ شیرون کی طرح انسان کو بھی صرف
گوشت اور کچا گوشت کھانا چاہیے -

خلاصہ یون سمجھنا چاہیے کہ جن لوگون کو دُنیا ترک کرکے گوشہ نشینی کرنی نہین
ہے بلکہ قوت بازو سے کام کرنا ہے - ہاتھ پیر دماغ - قلب اور جسم مین وہ زور چاہتے
ہین یہ ہمت اور مستعدی سے اُنکو کام کرنا ہے وہ گوشت بغیر زندگی بسر نہین کرسکتے -

اب اس بارے مین اسلام کا اعتدال قابل لحاظ ہے - چینیون کے نزدیک
سوا انسان کے ہر جاندار کا گوشت قابل کھانے کے ہے - ہندوؤن مین جو
مذہبی گروہ کے لوگ ہین وہ گوشت بالکل نہین کھاتے اور جو کھاتے ہین وہ بے
وجہ معقول بہت سے جانورون کا گوشت حرام سمجھتے ہین - اس زمانہ کی مہذب
قومین ان دونون درجون کے وسط مین ہین اور ان مہذب قومون مین بھی
وہ اعتدال ملحوظ نہین ہوتا جو اسلام تعلیم کرتا ہے -

فصل شصت و ہفتم

زمزم

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم پیغمبر نے اپنی بی بی ہاجرا اور اپنے بیٹے
اسمٰعیل کو مکہ کی زمین غیر ذی زرع مین چھوڑا تو وہان کسی قسم کی آبادی نہ تھی اور
نہ پینے کا پانی اور نہ رہنے کو کوئی گھر تھا - خانہ کعبہ کی نسبت مسلمان مورخون نے

لکھا ہے کہ حضرت آدم کے وقت مین اسکی تعمیر ہوئی تھی اور مسلمانون کے نزدیک یہ دنیا مین پہلا گھر تھا۔ لیکن جسوقت کا حال ہم لکھ رہے ہین اُسوقت یہ مکان بالکل منہدم تھا کسی قسم کی سکانیت نہ تھی۔ وہان کی زمین کسی قدر اونچی تھی جس سے یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ یہان پر کسی زمانہ مین عمارت تھی۔ دانے اور پانی کا ذخیرہ جب چکا تو ہاجر کو فکر لاحق ہوئی۔ رزاق مطلق کی قدرت کا نمونہ یہ دیکھنے مین آیا کہ ایک چشمہ وہین جاری ہوا۔ یہ چشمہ تھوڑے دنون کے بعد زمانہ کے تصرف یا انسانی صنعت کی بدولت کنوئین کی صورت مین آگیا اور اب چاہ زمزم کے نام سے مشہور ہے۔

عرب مین پانی کی بڑی قلت تھی اور اب بھی ہے۔ کنوئین یا چشمہ کا ہوتا آبادی کے لیے پہلے زمانہ مین ایک بہت بڑی تحریک تھی اور اب بھی کم وبیش ایسا ہی ہے۔ قدیم عرب کے ایک خانہ بدوش گروہ بنوجرہم نام نے اس چشمہ کے پاس آباد ہونا چاہا۔ حضرت ہاجر نے نہایت خوشی سے ان مہمانون کی آؤبھگت کی۔ اور مہمانون نے نہایت احسان مندی سے وہان سکونت اختیار کی اِس اثنا مین حضرت ابراہیم کی آمد و رفت بھی جاری رہی۔ اور عبادت الہی کے لیے ایک گھر کی تعمیر اُنھون نے حضرت اسمعیل کی مدد سے کی جو آج تک کسی قدر ترمیم اور تبدیل کے ساتھ قایم ہے۔ خانہ کعبہ نام ہے اور تمام دنیا کے مسلمانون کا مرجع ہے۔

قبیلہ بنوجرہم مین ایک شخص مداد تھا جسکی لڑکی سے حضرت اسمعیل کا عقد ہوا اور اس طرح جو نسل حضرت اسمعیل کی پھیلی جسمین غالباً اسمعیل کی اور بیبیون کی اولاد بھی شامل ہے وہ متعرب کہلائے اور آج کل عرب کی غالب آبادی انھین لوگون

سے ہے۔ قریش اور پیغمبر آخر الزمان بھی اسی نسل سے ہین۔

ایک زمانہ بنو اسمعیل پر ایسا آیا کہ بنو جرہم نے انکو خانہ کعبہ سے بیدخل کر دیا اور وہ لوگ عرصہ تک باہر باہر گھومتے رہے۔ صدیون کے بعد بنو جرہم کی حالت کثرت فسق و فجور سے بہت کمزور ہو گئی اور اس طرح بنو اسمعیل کو پھر خانہ کعبہ پر قابض ہونے کا موقع ہاتھ آیا۔ بنو جرہم جب مکہ سے بھاگنے لگے تو خانہ کعبہ کے قیمتی اسباب چاہ زمزم مین ڈال کر اوپر سے پتھر بھر دیے اور اس طرح چاہ زمزم صدیون تک معدوم رہا۔ پیغمبر آخر الزمان کے دادا عبد المطلب نے اس کنوئین کو بڑی محنت سے کھدوایا اور قدیم زمانہ کی طرح پھر لوگ اسکے پانی سے مستفید ہونے لگے۔

اسلام کے قبل چاہ زمزم کو لوگ مذہبی خیال سے نہین دیکھتے تھے اور نہ اسلام پھیلنے کے بعد ہجرت مدینہ تک کوئی خیال مسلمانون مین چاہ زمزم کی عظمت کا قایم ہوا۔ ہر جگہہ اچھے کنوون کی طرف گاؤن کے باشندون کا خیال عموماً رجوع ہوتا ہے بس وہی حالت چاہ زمزم کی تھی۔ لیکن ہندوستان کی حالت پر قیاس نہ کرنا چاہیے جہان پانی آسانی سے دستیاب ہونے کی وجہ سے کوئی بڑی نعمت نہین سمجھا جاتا۔

کفار مکہ نے جب مسلمانون کو بہت تنگ کیا تو وہ گھبرا کر بھاگ کر مدینہ کی طرف چلے گئے وہان کی آب وہوا بہ نسبت مکہ کے بہت زیادہ مرطوب تھی۔ سفر کی تکلیف وطن چھوٹنے کا غم۔ بے سروسامانی کی حالت افلاس کی مصیبت تو تھی ہی آب وہوا کی ناموافقت سب پر بالا تھی۔ چند مہینون کے بعد مہاجر مسلمانون

مین جاڑے سے بخار کی بیماری پھیلی۔ شدت بخار مین جب یہ مہاجر ہذیان بکتے تھے تو خانہ کعبہ۔ چاہ زمزم اور مکہ کے مشہور مقامات کا نام لیتے تھے۔ چونکہ بیماری زیادہ تر پانی کی ناموافقت سے تھی اسلیے وہ لوگ مکہ کے پانی یعنے چاہ زمزم کو اس طرح یاد کرتے تھے جس طرح عشاق شب ہجران مین معشوق کو یاد کرتے ہین۔ مکہ والون کو جنکی سبب سے چاہ زمزم چھوٹا تھا اس طرح کوستے تھے جس طرح شب فراق مین رقیبون کو گالیان دینا عشاق کی زبان سے ایشیائی شعرا باندھتے ہین۔ بیماری کی حالت تو تھوڑے دنون تک رہی لیکن مہاجرون کے دل مین یہ خیال برابر جارہا کہ زمزم سے اچھا پانی دنیا مین ہو نہین سکتا۔ ہاضم ہے تو وہ ہی مقوی ہے تو وہ ہے مردون کے لیے چاہ زمزم سے اچھا پانی ہفت اقلیم مین پیدا نہین ہے جس طرح قریش (باشندگان مکہ) اپنے کو تمام دنیا سے افضل سمجھتے تھے اسی طرح مکہ کی ہوا اور چاہ زمزم کے پانی کو بھی وہ تمام دنیا سے اچھا جانتے تھے حب الوطنی بھی ایک سبب تھی۔ لیکن اسمین کلام نہین ہو سکتا کہ جن اوصاف کو قریش پسند کرتے تھے وہ اعلی درجہ پر مکہ ہی کی آب و ہوا سے مخلوق ہو سکتا تھا۔ آٹھ دس برس تک مکہ مین مہاجرون کو آنا نصیب نہین ہوا اور اس زمانہ مین چاہ زمزم اور سواد مکہ کے دیدار کے وہ لوگ بہت مشتاق تھے۔ فراق مین گیت بنائے گئے تھے۔ قصیدے کہے گئے تھے۔ مرثیے لکھے گئے تھے۔ غرضکہ اپنے ذوق و شوق کو اُن لوگون نے مختلف طریقے سے ظاہر کیا تھا۔

ناظرین خود اُس خوشی کا اندازہ کر سکتے ہین جو فتح کرکے جب مہاجرون کو

کہ مین آنے سے حاصل ہوئی۔ کنوئین کے گرد مسلمان کودتے تھے اُچھلتے تھے۔ خوشی کے نعرے بلند کرتے تھے۔ بے پیاس بھی پانی پیتے تھے۔ ہاتھ مُنھ دھوتے تھے۔ آنکھون مین پانی ملتے تھے۔ بجاے تیل کے سر مین لگاتے تھے۔ یہ زمانہ چند ہفتون مین گذر گیا۔ مسلمانون کو پھر چاہ زمزم چھوڑنا پڑا۔ جہان تک ہوسکا انھون نے چھاگلین بھر لین اور پھر حسرت سے چاہ زمزم کو چھوڑکر مدینہ کا رستہ لیا۔ مدینہ مین پہونچکر زمزم کا اشتیاق پھر دلون مین موج زن ہوا اور حسرت و یاس نے چارون طرف سے گھیرا۔ تھوڑے ہی دنون کے بعد پندرہ بیس برس کے اندر اندر یعنے ہجرت کے تیئس چوبیس برس پورے ہونے کے قبل مہاجر مشرق مین افغانستان تک مغرب مین افریقیہ کے شرقی و غربی سواحل تک شمال مین بحر خضر (کیسپین سی) آرمینیا۔ سرحد قسطنطنیہ۔ ترکستان تک پہونچ گئے۔ مدینہ سے تو خیر چند دنون کا رستہ تھا اب وہ اتنی دور پہونچ گئے کہ مہینون کا سفر کرین تو مکہ مین پہونچنا نصیب ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ مکہ کی سی گرم خشک اور کثیف آب و ہوا ان مقامات مفتوحہ مین سے کسی کی نہ تھی۔ سواد مکہ اور چاہ زمزم کا شوق ان پہلوانون کے ساتھ ساتھ ہفت اقلیم تک پھرا۔ یہ خود تو مشتاق تھے ہی کہنے سُننے سے انکے بچے انکی بیبیان اُنکے پڑوسی اُنکے احباب بھی چاہ زمزم کے مشتاق تھے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کین دولت از گفتار خیزد

حج کعبہ کے فرض ہونے نے اور بھی سواد مکہ۔ خانہ کعبہ۔ جبل عرفات۔ مقام منا۔ صفا و مروہ اور چاہ زمزم کا لوگون کو شایق بنایا۔ خود تو مہاجر باقی نہ رہے اور

نہ اُنکے ملنے والے زندہ رہے لیکن جو شوق کہ دلون مین یاد وطن نے مذہبی خیال کے ساتھ ملکر پیدا کیا تھا اُسکو روز بروز ترقی ہی ہوتی رہی۔ غرض کہ انھین سب خیالات نے مل جل کر وہ نتیجہ پیدا کیا جو فی زماننا دیکھنے مین آتا ہے یعنی حج کرنے والے مسافر خاک غلاف کعبہ کا ٹکڑہ۔ سُرمے کے پتھر۔ چاہ زمزم کا پانی تبرکاً لاتے ہین اور لوگ نہایت خلوص نیت اور مذہبی ولولے مین ان چیزون کو چومتے ہین چاٹتے ہین اور آنکھون سے لگاتے ہین۔ مرتے وقت اگر چاہ زمزم کا پانی موجود ہوا تو مرنے والے کی حلق مین ٹپکاتے ہین۔ مرنے پر کہین کہین کفن پر ابھی چھڑک دیتے ہین یا غسل کے بعد جسم پر ڈال لیتے ہین۔ جتنے تبرکات مکہ سے حاجیون کے ساتھ آتے ہین اُنہین آب زمزم سب سے زیادہ متبرک سمجھا جاتا ہی۔

یہ ایک تاریخی حالت بیان کی گئی تاکہ معلوم ہو کہ آب زمزم کی عظمت مسلمانون مین کیونکر قایم ہوئی۔ بعض لوگ پیغمبر کے اُن اقوال سے سند لیتے ہین جو چاہ زمزم کی خوبیون مین بیان کیے گئے تھے لیکن ہمارے نزدیک اُن اقوال کے تذکرے کی چندان ضرورت نہین ہے۔ مختصر طور پر سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح مجنون کو سگ لیلی عزیز تھا اُسی طرح مکہ اور مدینہ کی تمام چیزین مسلمانون کے نزدیک پیاری ہین خوبیون کے لیے حدیث کے نقل کرنے کی ضرورت اسلیے بھی نہین ہے کہ شہد کی خوبی خود قرآن مین مذکور ہے لیکن ہم دیکھتے ہین کہ بمقابلہ چاہ زمزم کے شہد کی کچھ بھی عظمت لوگ نہین کرتے۔ اسمین مٹھاس نہ ہوتی تو شاید اُسے کوئی جانتا بھی نہین۔ اس مٹھاس پر بھی ہندوستان مین قند اور مصری کے سامنے اُسے کوئی نہین پوچھتا۔ اور کوئی پوچھتا بھی ہے تو نص قرآنی کی سفارش

پر نہین بلکہ اطبا کی تشخیص پر ایسے عالم جو نبض کے ذریعہ سے شہد کو شفاء امراض سمجھکر اسکا استعمال کرین اور یہ عقیدہ رکھین کہ اسمین کوئی ضرر نہین ہے بہت کم ہین۔ اور نص قرآنی کا منشا بھی یہ نہین ہے کہ شہد کو لوگ جملہ امراض مین دوائً استعمال کیا کرین بلکہ شہد کے فوائد اور لذت کو یاد دلاکر خدا کی قدرت کا بندون پر ظاہر کرنا مقصود اصلی ہے۔ اسی قبیل مین وہ حدیثین بھی ہونگی جو چاہ زمزم کے متعلق لوگ ذکر کرتے ہین۔

ان جملہ امور کے ظاہر کرنے سے ہمارا یہ مقصد نہین ہے کہ چاہ زمزم کی وقعت مسلمانون کے دل مین کہانتک مناسب یا غیر مناسب طور پر جمی ہوئی ہے۔ بلکہ ہمکو صرف یہ بتانا ہے کہ اب عام مسلمانون کے خیال مین چاہ زمزم کی وقعت اور عظمت ایک مذہبی اثر رکھتی ہے اور اسکی توہین کرنا گویا مسلمانون کا دل دکھانا ہے۔ غلطی پر وہ ہین انگریزی اخبار جو چاہ زمزم کی برائیون کے بیان کرنے مین یہ نہین سوچتے کہ مسلمانون کو اسکے سُننے سے صدمہ ہوتا ہے ممکن ہے کہ بعض مسلمانون پر اسکا اثر نہ پڑے۔ لیکن چونکہ عوام تعداد مین زیادہ ہین اور "للاکثر حکم الکل" کے اعتبار سے عام مسلمانون کے مصداق بھی وہی ہین۔ ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ آب زمزم کی بُرائی کی جائے اور مسلمان اُسے سُنکر خوش ہون یہ غیر ممکن ہے۔

زمزم کی بُرائی کی طرف خیالات اُسوقت سے پھرے ہین جب سے وبائی امراض کی کثرت مکہ مین ہونے لگی ہے۔ چونکہ ان حاجیون کی بدولت اور ممالک مین بھی ہیضہ پھیلتا ہے اسلیے یورپ کے ڈاکٹرون نے تمام تر توجہ اسکے

اسباب دریافت کرنے کی طرف منعطف کی ہے۔ گرم ملک ہے اور گرم ملک مین وبائی مرض زیادہ پھیلتا ہے۔ جہان زیادہ لوگ جمع ہون اور صفائی کا بندوبست عمدہ نہ کیا جائے تو مرض زیادہ پھیل سکتا ہے۔ یہ سب وجوہ معقول ہین۔ جہان تک صفائی کو تعلق ہے مسلمانون کو منتظمون۔ انتظام کی تحریک پیش کرنے والون یا ایسی خواہش ظاہر کرنے والون کا مشکور رہنا چاہیے۔ لیکن اسکے ساتھ بعض ڈاکٹرون کا یہ قول ہے کہ مکہ کی ہوا لطیف نہین ہے بلکہ وبا پیدا کرنے مین اُسکو خاص دخل ہے یا یہ کہ چاہ زمزم کے پانی مین کوئی خاص نقص ہے۔ گندہ پانی کنوئین کے اندر سوتون سے پہونچتا ہے اور اس طرح عام طور پر پانی کو خراب کر دیتا ہے۔ یہ راے اُن لوگون کے نزدیک قابل مضحکہ ہے جو مکہ کی زمین چاہ زمزم کے موقع اور وہان کی ہوا کی لطافت سے واقف ہین۔

یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ وبا کے اسباب کیا ہین۔ جہان تک غور کیا گیا ہے کوئی سبب ظاہر نہین ہوا کیونکہ سبب ظاہر ہونے کے بعد ازالہ سبب مشکل نہ تھا اور پھر قطعی طور پر یہ کہا جا سکتا تھا کہ وبا کا روکنا انسانی کوشش کے اندر داخل ہے لیکن جب تمام ڈاکٹر اس خصوص مین اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہین تو ہم سوا اسکے اور کیا کہہ سکتے ہین کہ اسباب دریافت کرنے مین اُنکی رائین قاصر ہین۔ صفائی کی طرف ازالہ مرض مین زیادہ تر ڈاکٹرون کو توجہ ہوتی ہے اور صفائی خود بذاتہٖ ایک عمدہ چیز ہے۔ اسلیے طبیعتین بے دلیل اسے مان لیتی ہین کہ ان ایام مین صفائی بہت ضرور ہے۔ اور صفائی کے ہونے سے ایک گونہ تسکین خاطر بھی ہوتی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ گندگی اصلی سبب مرض پھیلنے کا نہین ہے اگر

ایسا ہوتا تو بیماری پھیلنے پر مہتر ایون کی موت کا پتہ زیادہ ہوتا اور مہتر انیان گندگی صاف کرنے کے لیے یا دھوبی گندہ کپڑا دھونے کے لیے میسر نہ آتے -

مکہ مین قربانی کی وجہ سے اگر گندگی پھیلنے کا خیال قایم کیا جائے تو بادی النظر مین پیدا ہو سکتا ہے - لیکن جب اسکے ساتھ اس امر پر غور کیا جائے کہ مکہ کی لطیف اور خشک ہواؤن کو سڑنے نہین دیتی کثافت بھی دور پھیکی جاتی ہے - گندگی سڑنے کے بعد پیدا ہوگی اور سڑنے کے لیے کچھ وقت چاہیے - حاجی اُسوقت کے آنے سے پہلے سواد مکہ چھوڑ دیتے ہین - تو پھر بمشکل یہ کہا جا سکتا ہے کہ قربانی کو کچھ بھی تعلق ہیضہ پھیلنے سے ہے -

زمزم کے پانی کی نسبت جو کچھ بیان ہے وہ اتنا پوچ اور لچر ہے کہ کہنے والے پر سخت حیرت ہوتی ہے - زمزم کا پانی اگر ہیضہ کا سبب ہوتا تو ایام حج کے پہلے بھی ہیضہ پھیلا رہتا - اور ایام حج مین اسلیے کہ پانی زیادہ خرچ ہونے سے صاف ہو جاتا ہے پانی کی برائی گو مٹ جانا یا صاف ہو جانا چاہیے - دوسرے یہ کہ جس پانی مین ہیضہ پیدا کرنے کی خاصیت ہے اُسسے تمام مکہ کے لوگ بخوشی پیتے رہین - ہفت اقلیم کے مسلمانون کے پاس ہزارون میل کے فاصلہ پر تبرک کے طور پر جائے - تمام دنیا اندھی کیڑے کسی کو نظر نہ آئین - صرف یورپ کے چند ڈاکٹرون کو نظر آئین - یورپ کے ڈاکٹر سمجھے اور پانی بھی اچھا - درمیان مین زیادہ ایام گذرنے سے خود بخود کیڑون کا پیدا ہو جانا یا ظرف کی خاصیت سے پانی کا بگڑ جانا فرض کر لیا جائے تو کیا استحالہ ہے -

کنوئین کا موقع پہاڑی زمین - اور کنوئین کا عمق دیکھنے کے بعد کوئی

نہین کہہ سکتا کہ کنوئین کے گرد گندہ پانی جمع ہو سکتا ہے اور اگر ایسا پانی جمع بھی ہو تو وہ کس طرح اندر جا سکتا ہے۔؟

زمزم کوئی چھوٹا سا کنوان نہین ہے بہت ہی عریض اور طویل ہے۔ پانی بھرنے والے مقرر ہین۔ اسکے قریب کوئی نہانے نہین پاتا۔ صفائی کا عمدہ انتظام رہتا ہے۔ دور تک ڈھالوان پتھریلی زمین ہے۔ کہین سے یہ خیال پیدا نہین ہوتا کہ گندہ پانی سوتون کی راہ سے اندر جا سکتا ہے۔ پانی بھرنے کے لیے بڑے بڑے ڈول ہین مٹی کے گھڑون سے پانی بھرا نہین جاتا اور نہ ہر شخص پانی بھرنے کا مجاز ہے اسلیئے پانی بھرنے مین بیرونی گندگی کا اندر جانا قرین قیاس نہین ہے۔ ہندوستان کے کنوون کے صاف کرنے کے لیے جتنا پانی نکالا جاتا ہے اتنا پانی وہان روز نکلتا رہتا ہے اور ایام حج مین تو اس سے کہین زاید نکلتا ہے۔ کنوئین کی گہرائی غالباً سطح سمندر کے برابر ہے وہ کنوان ایسا نہین ہے کہ کوئی چیز اسمین گرے تو پتہ لگے یا کوئی جا کر اُسے نکال لائے۔ وہ ایک قدرتی چشمہ ہے اور جس طرح چشمہ کے پانی کو گندہ نہین کہہ سکتے اسی طرح آب زمزم کو بھی آلایشون سے پاک صاف سمجھنا چاہیے قیاس تو یہ چاہتا ہی کہ چشمہ ایک طرف سے دوسری طرف کو چلا گیا ہی اور بیچ مین تھوڑا سا کھل گیا ہی جسکو چاہ زمزم کہتے ہین لیکن اگر چاہ زمزم ہی چشمہ کی انتہا مانی جائے جب بھی پانی اس کثرت سے خرچ ہو جاتا ہے کہ آب زمزم کو چشمہ جاری کا آب روان بے تکلف کہہ سکتے ہین۔

فصل شصت و ہشتم

ہند کے مسلمان

سمجھ مین نہین آتا کہ ہند کے مسلمانون کا کیا حشر ہونا ہے۔ نوسو برس سے یہان مسلمان ہین لیکن اُنکی مسافرانہ حیثیت نہین بدلی۔ نوکری پیشہ ہوکر وہ یہان رہے زمینداری کی طرف اُنھون نے توجہ نہین کی۔ تجارت اس ملک مین رائج نہ تھی اسلیے اپنی آبائی تجارت کو بھی وہ بھول گئے۔ ملازمت کے قابل اب وہ اسلیے نہین ہین کہ نئی تعلیم مین پیچھے رہ گئے۔ اگر یہ کوشش کرین اور کرتے بھی ہین تو غیر قومون کی برابری نہین کر سکتے۔ جب تک یہ چلنا سکھین گے ہند کی دوسری قومین دوڑنے لگین گی۔ مقابلہ مین یہ کبھی برابری نہین کر سکتے۔ شخصی ترقی کے علاوہ قومی ترقی انکے نصیب مین نظر نہین آتی۔ گورنمنٹ کا تقرب تو بے علمی کے سبب سے یون گیا۔ رہی زمینداری وہ پہلے ہی سے اُنکے حصہ مین نہ تھی اب زمین کا حاصل کرنا تو قریب قریب محال ہے۔ چند افراد قوم کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی خرچ کی زیادتی اور آمدنی کی کمی کے نذر ہو جائے گی۔ جن گھرون مین خرچ کی مدین بڑھ رہی ہین وہان اُنکا کم کرنا مشکل ہے۔ اور اس بلا مین بھی مسلمانون ہی کے خاندان زیادہ تر مبتلا ہین۔ گزشتہ فارغ البالی کا اگر کچھ اثر رہگیا ہے تو وہ اسی شکل مین نمایان ہوتا ہے۔

نوکری نہین رہی۔ زمین نہین رہی۔ تجارت ایسی شے ہے کہ وہ ہندوستان کی آب وہوا سے موافقت نہین رکھتی ہے نہ ہندؤن مین اسکا ذوق ہے اور نہ مسلمانون کو اسکا شوق ہے۔ تجارت کی ایک شاخ سود خواری ہے وہ البتہ ہندوستان کی آب وہوا کے موافق ہے۔ جتنا ہی کم ہمتی کم حوصلگی اور تنگ خیالی صرف ہوگی اُتنا ہی اس پیشہ مین زیادہ سود ہے۔ مسلمان اپنے احکام شرعی

ممنوع ہین اور اگر حرمت کا خیال نرکھین جب بھی شاید وہ عمدہ طور پر اپنی افتاد طبیعت کے لحاظ سے اس کام کو انجام دے نہین سکتے۔

ہندؤن مین سود خواری کا ایک دستور ایسا ہے کہ تھوڑے سے انتظام مین تھوڑے ہی دنون کے بعد متمول کی ایک خاصی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہندون کے قدیم متمول خاندانون کو بھی اس ذریعہ سے مضرت پہونچتی ہے لیکن کم اور وہ بھی جب ایک ہندو سے دوسرے ہندو کی طرف دولت منتقل ہوتی ہے تو وہ محض شخصی حالت مین انقلاب ہوتا ہے۔ قومی تمول مین کچھ فرق نہین آتا۔ لیکن جب اس تعلق کو مسلمانون کے ساتھ ملا کر دیکھیے تو ایک قوم کی تباہی اور دوسری قوم کی ترقی نظر آئے گی۔

مسلمانون مین نہ تقرب سلطانی کے ذریعہ سے کسب معاش کا ذریعہ باقی رہا اور تجارت کا انکو شوق ہے اگر کہین باپ دادا نے فرشتون کی چوری سے کچھ زمین پیدا کر لی تھی اور آپس کے جھگڑون اور بے ایمانیون سے بچ رہی تھی تو وہ سود خوارون کے نذر ہوتی ہے اور فضول خرچیون کا شکار ہوتی ہے۔

مسلمان جب گھرون سے نکلتے ہین تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے زیادہ خوش و خرم کوئی دوسری قوم ہندوستان کی نہین ہے۔ ادنی سے ادنی مسلمان کے سر پر ٹوپی۔ پاؤن مین جوتا۔ بجاے دھوتی کے عموماً پاجامہ۔ کاندھے پر رومال۔ ہاتھ مین چھڑی جب گھر سے برآمد ہوئے اور گرد انکے ننگے سر ننگے بدن ننگے پاؤن۔ دھوتی باندھے ہوئے مزدوری پیشہ ہنود نظر آئے تو دیکھنے والے خواہ مخواہ سمجھین گے کہ یہ مرد مسلمان ان ہندؤن سے بدرجہا خوش ہے لیکن واقعی حالت مین زمین

اور آسمان کا فرق ہے۔ شریف مسلمانون کی عورتین باہر کم نکلتی ہین اور نہ باہر کے لوگ گھر مین جانے پاتے ہین زنانہ مکان کی حالت کا پتہ کیونکر لگے۔

ہم ایک بانکے مرزا صاحب کے گھر کی تصویر کھینچتے ہین اور ایک ادنی سے ادنی کہار کے گھر کا (جو حمال اور قلی کی مد مین ہے) فوٹو لیتے ہین۔ ناظرین تفاوت ملاحظہ کرلین۔ پہلے مرزا صاحب کے گھر مین چلیے۔ دو ہی چار پشت اوپر جاکر کسی بڑے متوسل شاہی تک انکا سلسلہ پہونچتا ہے اور نہ بھی پہونچے تو مرزا صاحب پہونچا دینے کو طیار ہین۔ خاندان تو اتنا بڑا اور مرزا صاحب کی حالت ظاہری بھی ابھی بیان ہو چکی ہے اب ذرا اندر جاکر قدرت خدا ملاحظہ کیجیے۔ گھر مین ایک یا دو چارپائیان ہین اور دو ایک دریان بچھانے کے لیے بھی ہین۔ ساری کائنات بس اسی قدر ہے۔ مال منقولہ کی قرقی کی نوبت آئے تو بجز ان دو چیزون کے کوئی شی قابل قرقی نہ ٹھہرے گی۔ کھانے پینے اور پکانے کے تمام برتن مٹی کے ہین۔ دھات کی ایک چیز اندر نہین۔ اگر لکڑی کی سوئیان بن سکتین تو شاید لوہے کی سوئی بھی گھر مین نہ ہوتی۔ بی بی کے بدن پر کپڑا بوسیدہ۔ بدن پر ایک زیور نام کو نہین۔ بیاہ کے وقت والدین نے رسم کے طور پر ضرور دیے ہونگے۔ لیکن بی بی اگر اُس سے محبت رکھتی تو مرزا صاحب کی سفید پوشی قایم نہین رہتی اور نہ گھر کا خرچ چلتا۔ آہستہ آہستہ وہ سب بنیے اور بزاز کی نذر ہوگیا۔ گھر مین جابجا کوڑے کا انبار لگا ہے دیوارین بوسیدہ ہو رہی ہین مکان سے بدبو آتی ہے۔ ہفتون سے جھاڑو نہین دی گئی ہے۔ صفائی مین کچھ خرچ نہین ہوتا لیکن نکبت اور افلاس کے لیے یہ سب لازم ہے۔ مرزا صاحب کے گھر سے نکل کر کسی ہندو کے گھر مین جائیے تو اور ہی عالم نظر آتا ہے۔ در و دیوار

ایک شخص میلی دھوتی پہنے دو پیسے کا ناریل منھ سے لگائے تمباکو پی رہا ہے۔ لیکن اندر عالم ہی دوسرا ہے۔ تمام گھر سفید مٹی سے پتا ہے۔ چھوٹا گھر ہے لیکن محنت اور سلیقہ کی بدولت نہایت ہی خوشنما ہے۔ پیتل کے ڈوگرے رکھے ہین۔ اہلیہ لکڑی کے چوکے پر بیٹھی لوٹا تھالی وغیرہ وغیرہ بہت سے پیتل اور پھول کے برتن صاف کر رہی ہے۔ چندری یا صاف رنگ کی سادہ ساری زیب بدن ہے۔ سر سے پاؤن تک سونے چاندی پیتل کے زیور حسب حیثیت پہنے ہوئے پری بن رہی ہے۔ مرزا صاحب کی بی بی اُس رومال کا انتظار کر رہی تھی جسمین نمک دال آٹا اور لکڑی باندھ کر یا شاید خالی ہاتھ ہلاتے ہوئے مرزا صاحب واپس آتے ہونگے۔ اور یہان ہر قسم کے غلے کم و بیش رکھے ہوئے ہین اور عجب نہین کہ دھرتی مائی کے پیٹ مین کچھ دفینہ بھی ہو۔ ہم نے صورت حال بیان کرنے مین کسی قدر مبالغہ کو راہ دی لیکن اسمین کچھ شک نہین کہ للاکثر حکم الکل کے اعتبار سے مسلمانون کے گھر مین جانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکبت یہان حکمران ہے اور ہندوؤن کے گھر مین جانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لچھمی مائی کی تمام کر با ہے۔ کیسا ہی پُر رونق گھر کسی کا ہو لیکن وہان کوئی مرجائے تو بے رونقی در و دیوار سے ٹپکتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے گھرون مین ولادت یا شادی بیاہ کے وقت ایک خاص کیفیت رہتی ہے۔ مسلمانون اور ہندوؤن کے گھرون کو مقابلہ کرتے وقت ہم بے تکلف اس تشبیہ سے کام لے سکتے ہین تھوڑے دنکا ذکر ہے کہ روئی کی تجارت کی بدولت مرزاپور کو عجب رونق تھی گویا تمام دنیا کی دولت وہان پھٹی پڑتی تھی۔ شہر کی رونق بھی ایسی تھی کہ گلی کوچے گلستان کی کیاریون کا لطف دیتے تھے۔ ہم سنتے ہین کہ جب دفعتاً روئی کی تجارت مین نقصان پہنچنے

ے منڈیان ٹوٹنے لگین اور شہر کی دولت گھٹنے لگی تو در و دیوار سے بے رونقی برسنے لگی۔ دولت اور ثروت بھی عجیب چیز ہے۔ مسلمانون کے گھرون سے دولت چلی تو پھر اُنکے گھرون کی رونق کس سہارے سے قایم رہے۔

تیس چالیس برس پہلے کی حالت کو اسوقت کی حالت سے مقابلہ کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اور اگر یہی ترقی معکوس قایم رہی تو تیس چالیس برس کے بعد اس سے بھی بُری حالت کا سامنا ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔

مالک زمین ہونا یا علمی ترقی مین ہندؤون سے مقابلہ کرنا تو مشکل ہے اسلیے علاقہ دار یا ملازم سرکاری کی حیثیت سے مسلمانون کا عروج قریب قریب محال ہے صرف ایک تجارت کی صورت باقی ہے۔ استقلال دیانت داری اور محنت سے مسلمان کرنا چاہین تو پھر اپنی حالت سنبھال سکتے ہین اور اپنے آبائی پیشہ کو وہ اس طرح زندہ کر سکتے ہین کہ پھر اُنکی قوم زندہ ہو جائے اور ہندوستان کی دیگر قومون پر وہ سبقت لے جائین۔ ہندؤون کو تجارت سے کوئی طبعی مناسبت نہین ہے۔ سود خواری مین وہ مرد میدان ہین لیکن تجارت کی لذت سے وہ آشنا نہین ہین۔ مسلمانون کی ترقی کی کوئی صورت ہے تو وہ اسی پیرایے مین ممکن ہے۔

ہند کے مسلمانون مین ایک بلا فضول خرچی کی بھی ہے۔ اچھا کھانے کو چاہیے اور عمدہ پوشاک پہننے کو چاہیے۔ عادتین بگڑی ہوئی ہین وہ بیچارے مجبور ہین اور اسلیے جو بلا دس بیس برس کے بعد آنے والی ہے وہ آج ہی گھر کرنے کو طیار ہے۔ روزانہ آمدنی تو کسی طرح خرچ کرنے کو کافی نہین ہو سکتی۔ جہان بزرگون کا سرمایہ جمع ہے وہان بھی رونا پڑا ہے۔ بزرگون کی یادگارون کے مٹانے اور آمدنی کی مستقل صورتون کے

برباد کرنے پر چھوٹے سے بڑے تک تُلے ہوئے ہین۔ غرضکہ سمجھ مین نہین آتا کہ انکا کیا حشر ہوگا۔

فصل شصت و نہم ٦٩

جھاڑ پھونک۔ دعا۔ تعویذ

دعا۔ تعویذ۔ جھاڑ پھونک۔ یہ سب ڈھکوسلے اسلام مین نہین تھے۔ ہندوستان کے مسلمانون نے ان معاملات مین ہندوؤن کی پیروی کی اور اسلام مین یہ باتین بڑھا لین۔ یا یون کہیے کہ اسلام کی چادر پر یہ بدنما دھبے ڈال دیے۔ اسلام جو اوہام باطلہ کے مٹانے کے لیے آیا تھا وہ ان باتون کا مٹانے والا تھا نہ کہ رائج کرنے والا۔ ایام جاہلیت مین لڑکون کو تعویذ پہناتے تھے۔ تعویذ پہنے والے لڑکون کو ذو تمائم لکھتے تھے۔ سبعہ معلقہ کا ایک مصرع ہے:

فالھیتہا من ذی تمائم محولی

اسمین ذی تمائم لڑکون یعنے تعویذ پہنے والے بچون کا تذکرہ ہے۔ لیکن یہ صحیح نہین ہے کہ اسلام نے بھی کہین اس خیال کی تائید کی ہے۔ مسلمانون کو تعویذ گنڈے کا عاشق۔ فالنامے اور حاضرات کا معتقد۔ جھاڑ پھونک کا دلدادہ دیکھکر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ انکے اسلاف صالحین کا بھی شیوہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریضون کو دیکھنے جاتے تھے تو اُنکے سر پر دست شفقت پھیرتے تھے اور تسلی کے لیے فرماتے تھے کہ "طہور انشاء اللہ تعالیٰ" یعنے اللہ چاہے گا تو تم صحیح ہو جاؤ گے گھبراؤ نہین۔ اور اکثر یہ بھی فرماتے تھے "اللہم اشفہ لاشفاء الاشفاءک" اے اللہ اسکو شفا دے

تیرے سوا کوئی دوسرا اشفاد دینے والا نہین ہے - یہ کہنا گویا مریض کو تلقین کرنا تھا کہ تم خدا پر بھروسہ کرو - اوہام باطلہ سے پرہیز کرو - آنحضرتؐ کا یہ فرمانا ایسا ہی تھا جیساکہ کوئی بزرگ شخص کسی کو مصیبت مین دیکھ کر براے ترحم تسکین دینے والے کلمات کہتا ہے اور عموماً اس مصیبت زدہ کے قلب اور طبیعت کو ایک قسم کی شگفتگی ہوتی ہے اور قوت پہونچتی ہے -

اب اگر کوئی مریض کے سرہانے کھڑا ہو کر "طہور انشاء اللہ" کہے یا اللھم اشفہ لاشفاء الا شفاءک پڑھے اور یہ خیال کرے کہ یہ کلمات ازالہ مرض کے لیے اسلام مین موضوع ہوئے تھے تو یہ شارع اسلام کی پیروی نہین ہے -

حصن حصین ایک حدیث کی کتاب ہے جسمین ہر قسم کی دعائین حدیث شریف سے منتخب کر کے ایک جگہ جمع کر دی گئی ہین اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ہر حالت اور ہر موقع پر ایک خاص قسم کی دعا پڑھتے تھے جسکو عام لوگ سمجھتے ہین کہ جس وقت اور موقع کی وہ دعا ہے گویا اُس وقت اور موقع کی بلا ٹالنے کے لیے ہے یعنے جو دعا جاے ضرور کو جاتے ہوئے آنحضرتؐ پڑھتے تھے اس دعا کا یہ اثر ہے کہ اسکے پڑھنے سے وہان کی بلا دور رہتی ہے یہ خیال شارع کے خیال سے بالکل دور ہے ہرگز آنحضرتؐ کوئی دعا اسلیے نہین پڑھتے تھے کہ اس دعا کے پڑھنے سے بھوت پریت سے بچنا مقصود ہوتا تھا - ہرگز ہرگز نہین - ایسی باتین اسلام سے بہت کوسون الگ ہیں - ان دعاؤن کی اصلیت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے لوگون کو یہ تعلیم کی تھی کہ خالق عالم کو کبھی جاگتے جاگتے چلتے پھرتے بیکاری یا کاری کی حالت مین نہ بھولو ہر وقت اسکو یاد رکھو

اور اُسکی صنعتون پر دھیان کرو۔ نماز تو پانچ وقت کے لیے مقرر ہے جو ایک طور پر فوجی قواعد ہے لیکن خدا کا ذکر ہر وقت کرو قرآن مین بھی تاکید ہے کہ خدا کا ذکر کرو لیکن اس ذکر کے لیے کوئی خاص قاعدہ مقرر نہین ہوا ہے۔ دل سے زبان سے خیال سے کھڑے بیٹھے لیٹے ہوئے جس طرح ممکن ہو اُسے یاد کرو۔ آنحضرتؐ نے نماز کے متعلق تو منضبط قاعدے بتائے کہ وہ ایک طور پر فوجی قواعد تھی لیکن ذکر کے لیے کوئی خاص قاعدہ نہین بتایا ہر شخص کی راے اور آسانی پر چھوڑا۔ لیکن خود اپنے لیے مناسب الفاظ مناسب مواقع کے لیے آپ نے چُن لیے تھے۔ چنانچہ رات کو سوتے ہوئے جب کبھی آپ کی آنکھین کھُل جاتی تھین اور آسمان نظر آتا تھا تو یہ آیۃ پڑھتے تھے "ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار" ترجمہ "آسمان وزمین کی خلقت مین اور رات اور دن کے اُلٹ پھیر مین اُن عقلمندون کے لیے نشانیان ہین جو اللہ کو اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہوئے یاد کرتے ہین اور خلقت آسمان وزمین پر غور کرتے ہین کہ اے رب تو نے اسکو بیفائدہ نہین بنایا (یعنے یہ عالم اسباب بڑی صنعت پر مبنی ہے) تو پاک ہے۔ عذاب جہنم سے ہمکو بچا"۔

آدھی رات کو یہ کلمات آسمان کی طرف مُنھ کر کے کہے جائین تو بے انتہا خلوص اور بے حد معرفت الٰہی پائی جائے گی۔ لیکن انھین کلمات کو کوئی شخص رات کے سناٹے مین بلیات سے بچنے کے لیے پڑھے تو ظاہر ہے کہ کسطرح شارع اسلام کے مقصود سے دوری ہو جائے گی۔

مرغ سحر جسکو موذن صبح سمجھنا چاہیے جب اپنی آواز سے لوگون کو بیدار کرتا ہے تو اُسکی اس خدمت کی قدردانی یہی ہے کہ فوراً آنکھ ملتا ہوا اُٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔ چنانچہ آنحضرتؐ مرغ سحر کی آواز کو بہت مغتنم سمجھتے تھے اور آواز سُنتے ہی بجائے آنکھ ملنے کے زبان کو جنبش دیتے تھے اور فرماتے تھے "اللھم انی اسئالک من فضلک" اے اللہ ایسا ہی تیرا فضل مین برابر چاہتا ہون کہ روز صبح کو اُٹھ کر تیری یاد کرون۔ اب اگر کوئی یہ سمجھے کہ مرغ سحر کسی بلا کو دیکھ کر شور مچاتا تھا اور آنحضرتؐ رد بلا کے لیے دعا پڑھتے تھے تو ظاہر ہے کہ وہ اصل مقصد سے کتنا دور ہے۔

اس تحریر کا منشاء یہ ہے کہ جو دعائین ہین وہ حکیم کے نسخون کی طرح الگ الگ امراض کے لیے بنائی نہین گئی ہین۔ ایسا بنانا خدا کی قدرت مین ہے خدا کی قدرت سے بحث نہین ہے بحث یہ ہے کہ شارع نے دعاؤن کے یہ قاعدے بھی بتائے ہین یا نہین۔ رہا یہ امر کہ دعا کا رفع تکلیف کی غرض سے یا حاجت برآری کے لیے پڑھنا بے فائدہ ہے یا بافائدہ اس وقت موضوع اس بحث کا نہین ہے۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ تمام دعاؤن سے مقصود اللہ کا ذکر ہے اور خضوع وخشوع سے اُسکو پکارنا ہے۔ ورد مین حسب حال الفاظ کہنے سے خضوع اور خشوع مین زائد ہو ملتی ہے اور شان عبودیت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے جو تمام طاعات کی جڑ ہے۔ اتنا تو ظاہر ہے اور اس سے بڑھکر اگر یہ نیت ہو کہ خدا تعالیٰ تو قدرت کو توڑ کر حاجت روائی کردے گا تو ایمان کے خلاف نہ ہوگا۔ یہ صحیح ہے

کہ خدا قانون قدرت کے خلاف نہین کرتا لیکن یہ سمجھنا کہ وہ کرنا چاہے جب بھی نہین کرسکتا سخت بے ادبی ہے بلکہ کفر ہے۔ جس خدا نے قانون قدرت بنایا ہے وہ اُسکو توڑ بھی سکتا ہے۔ پنکھے کی ڈور کو جو اندھا بیٹھا ہوا کھینچتا ہے اسکے اختیار مین تو اتنا ہے کہ اُسے چھوڑ دے تو ہوا رُک جائے اور خالق عالم باوجود خالق ہونے کے یہ قدرت نہ رکھے کہ خلقت عالم کے کسی معین قاعدہ کو مٹا دے تو وہ خالق عالم کاہے کو ہے خالق عالم کا مزدور بھی نہین ہے۔ بہرحال اللہ سے دعا مانگنا کہان تک درست ہے اور اُسکے قبول ہونے کی امید کے کیا معنے ہین یہ جُدا بحث ہے یہان پر صرف چند اشعار مولانائے رومی کے ہدیہ ناظرین ہین۔

از دعا نیست بس مقصود شان	جز سخن گفتن بآن شیرین دہان
گر کند مقبول بس نہو المراد	با دل و دیدار نقد آئند شاد
گر کند رد لذت آن بیشتر	بہر تقریب سخن بار دگر

فصل ہفتادم

اسلام اور غلامی

اپنے غلامون کے ساتھ جو سلوک مسلمانون نے کیئے اُنکا بیان فصل ۹ "غلامون کی حالت" مین دیکھیے۔ فصل ۱۷۔ "مسلمانون کے احسانات دنیا پر" مین بھی غلامان مصر کی حالت بیان کی گئی ہے۔ یہان صرف یہ دیکھنا ہے کہ قرآن نے غلامی کا انسداد بھی کیا یا یہ کہ محض اسکے طریقے مہذب کیے اور اسکے قایم رکھنے کا حکم دیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ انسداد کیا۔

پہلے غلامی کی تشریح کرنا چاہیے تاکہ سمجھ مین آئے کہ غلامی کیا شے ہے اور بعدازان پھر یہ بتایا جائیگا کہ قرآن نے کیونکر اسکا انسداد کیا ہے۔

دنیا کی تاریخ پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدءِ خلقت سے تمام دنیا مین یہ دستور جاری تھا کہ لوگ لڑائی کے قیدیون کو مواشی کی طرح اپنے قبضہ مین رکھتے تھے اور جس طرح چاہتے تھے اُنکے ساتھ برتاؤ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اُنکی نسل کو بھی اپنی ملک سمجھتے تھے۔ یہ وہ صورت غلامی کی تھی کہ کسی مہذب سے مہذب قوم نے بھی اسے ناجائز نہین خیال کیا تھا۔ اور دوسری صورت غلامی کی یہ تھی کہ فریب یا چوری سے کمزور زبردست کی قید مین آتا تھا۔ اور کبھی کبھی زر کے معاوضہ مین بھی ایسا ہوتا تھا۔ یہ صورت ضرور اخلاقاً مذموم سمجھی جاتی تھی لیکن اسکا رواج مثل اور بُری باتون کے تمام عالم مین تھا۔ اور کوئی قوم اپنی خودغرضی کے سامنے اسکے روکنے کی طرف کامل توجہ نہین کرتی تھی۔

یہودیون۔ ایرانیون۔ ہندؤن۔ یونانیون اور رومیون نے اپنے اپنے زمانہ مین بڑے بڑے عروج پائے لیکن غلامون کی حالت کہین بھی مہذب نہین کی گئی۔ رومیون نے ضرور کچھ اپنے غلامون کے حقوق کی حفاظت کی تھی لیکن بہت کم برائے نام۔ اور کثرت فتوحات کی وجہ سے رومیون کے قبضہ مین جتنے غلام تھے پہلے کبھی دوسری قومون کے پاس اتنے نہ تھے۔

ان تمام قومون مین دونون قسمین غلامی کی بے تکلف جاری تھین۔

اسلام کی برکت دیکھیے کہ دوسری قسم کی غلامی اسلام کے جاری ہوتے ہی اُن تمام ممالک سے اُٹھ گئی جہان اسلام کا جھنڈا پہونچا۔ اور اگر پھر قایم

ہوئی تو اسلام کے ضعف کے ساتھ قایم ہوئی۔ یعنے جہان کہین زمانہ ما بعد مین اصول اسلام سے چشم پوشی کی گئی وہان اور برائیون کے ساتھ دوسری قسم کی غلامی بھی جاری ہوگئی لیکن اسلام پر اسکا الزام عائد نہین ہوسکتا۔ تمام علماے زمانہ اسے تسلیم کرتے ہین۔ رہی پہلی صورت۔ اُسکی نسبت ہم یہ ضرور کہین گے کہ اسلام نے اسکو مٹانا چاہا تھا مگر اُسکی بیخ کنی عملی طور پر نہ ہوسکی۔ بعد زمانہ رسول کے وہ مسلمانون مین قایم رہی لیکن یہ دلیل اس امر کی نہین ہوسکتی کہ اسلام نے بھی اسکی اجازت دی ہے۔

پہلے ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ اسلام نے اسکا انسداد کرنا چاہا اور بعد ازان پھر ہم یہ دکھلائین گے کہ اسپر عمل کیون نہ ہوا۔

عرب مین وقت اسلام پھیلنے کے چھ قسم کی غلامی جاری تھی۔ اوّل خود کو بیچ ڈالنا۔ دوم اپنی اولاد صغیر کا بیچ ڈالنا۔ سوم چھوٹے لڑکے یا لڑکیون کا پھسلا کر یا چرا کر بیچ ڈالنا۔ چہارم زبردستی اور ڈاکہ زنی یا رہزنی سے کسی کو پکڑ لانا۔ پنجم زمانہ جنگ مین دشمن کے ملک کی رعایا کو پکڑ لانا۔ ششم حالت جنگ مین مردون عورتون اور بچون کو قید کرلینا۔ ان جملہ اقسام کے غلام عربون کے پاس تھے اور جو جتنا ہی زبردست تھا اُتنے ہی زیادہ غلام اُسکے پاس تھے۔ آنحضرت صلعم نے قطعی حکم غلامون کے آزاد کرنے کا نہین دیا کیونکہ یہ بالکل ہی خلاف مصلحت تھا لیکن موجودہ غلامون کے آزاد کرنے کو بے حد باعث ثواب بتایا۔ بلکہ بہت سے جرائم کا کفارہ اسے قرار دیا۔ اور آیندہ غلامی کے انسداد کے لیے صریح احکام سُنائے۔

سورۂ محمد مین خدا فرماتا ہے "جب تم مقابل ہو کافرون کے تو اُنکی گردنین کاٹو اور جب اُنپر گھمسان کر چکو تو اُنکو قید کر لو۔ پھر قید کرنے کے بعد یا تو اُنپر احسان رکھ کر یا اُنسے فدیہ لیکر اُنکو چھوڑ دو"۔[1]

اب اس سے زائد تر وضاحت کیا چاہیے۔ صاف معلوم ہوا کہ احسان رکھکر چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔ کوئی تیسری یا چوتھی صورت نہین بتائی گئی۔ یعنی قیدیان جنگ کے قتل کرنے یا غلام بنانے کا حکم قرآن مین کہین نہین دیا گیا۔ دوہی صورتون مین انحصار کر دیا گیا۔ یعنے صرف احسان رکھ کر یا فدیہ لیکر چھوڑ دینا بتایا گیا۔ مشرکین عرب کی بہت سی بُری رسمین اُسوقت تک مسلمانون مین جاری تھین جب تک اُنکی ممانعت کی نص قطعی نہین آئی تھی۔ مثلاً جب تک شراب پینے کی ممانعت قرآن مین نہین ہوئی مسلمان شراب پیتے تھے اور اسی طرح وہ دو بہنون کو ایک ساتھ زوجیت مین بھی رکھتے تھے۔ باپ کی بیوائین بھی جب تک اسکی ممانعت نہین آئی مسلمانون کی زوجیت مین آتی تھین۔ اور جب ممانعت ہوئی تو موجودہ عورتین بدستور زوجیت مین رہین اور آیندہ کے لیے ممانعت نافذ سمجھی گئی۔ اسی طرح آیت حُرّیت کے بعد وہ غلام جو پہلے سے موجود تھے بدستور حالت غلامی مین رہے لیکن انسداد غلامی کی آیت نازل ہونے کے بعد پھر کوئی نیا غلام نہین بنایا گیا۔

جو غلام موجود تھے اُنکی آزادی اور آسایش کے لیے احکام صادر ہوئے۔ غلامون کا آزاد کرنا پیغمبر نے باعث ثواب بتایا گناہون کا کفارہ بھی اسے مقرر کیا یہ بتایا کہ غلام اپنی قیمت خود ادا کرنا چاہین تو اُنسے اقرارنامہ لیکر اُنکو کمانے کی اجازت

[1] فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموہم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداءً۔ سورۂ محمد۔

ہدیہ و اور ایسے غلامون کے لیے چندہ کرنے کی ترغیب دی۔ بیت المال سے روپیہ دینا بھی جائز رکھا۔ بعض حالتین ایسی مقرر کین کہ لونڈیان خود بخود آزاد ہوجائین غلامون کے ساتھ حسن سلوک کی ازبس تاکید کی۔ اِن سب احکام سے عالمون کو یہ دھوکا ہوا کہ غلامی قایم ہے حالانکہ آیندہ غلامی کو روک کر موجودہ غلامون کے لیے یہ احکام بتائے گئے تھے۔

قیدیان جنگ مسلمانون کے قبضہ مین آکر اُنکے حسن سلوک سے ایسا خوش ہوتے تھے کہ وہ گھر کا نام بھی نہین لیتے تھے اور اسلیے احسان رکھکر چھوڑ دینا یا فدیہ لیکر چھوڑ دینا یہ ایک حق تھا جسکا مطالبہ غلامون کی طرف سے نہین کیا گیا پیغمبر خدا کی شان دوسری تھی وہ از خود غلامون کے اس حق کو نافذ کرتے تھے۔ اسکے بعد جب مسلمانون مین دولت بڑھی اور حسن اخلاق مین ترقی ہوئی تو غلامون کو آزاد ہونے سے قید مین رہنا کہین اچھا معلوم ہوتا تھا اور پھر وہ غلامی غلامی نہین ہی وہ ایک قسم کی اخوت تھی جس طرح ہندوستان مین متبنیٰ بیٹا بنانے کا دستور ہے۔ چیلے خوشی سے گھر چھوڑکر گرو کے گھر آتے ہین۔ اسی طرح یہ غلام بنائے ہوئے بھائیون کی طرح علیش و عشرت مین عربون کے ساتھ بسر کرتے تھے اور گھر کا نام بھی نہین لیتے تھے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ قیدیان جنگ کا غلام بننا جسکا انسداد پیغمبر نے کیا تھا عربون مین اور اُنکے ذریعہ سے تمام بلاد اسلام مین قایم رہگیا۔

قرآن مین جہان کہین احکام غلامون کے مذکور ہوئے ہین وہان صیغہ ماضی مستعمل ہوا ہے جس سے صریح ظاہر ہوتا ہے کہ گزشتہ غلامون کے متعلق یہ احکام تھے قرآن مین کوئی ایسا لفظ نہین آیا ہے جس سے معلوم ہو کہ آیندہ رجب کے

متعلق کوئی حکم ہے۔ احادیث اور سیر کی کتابون کو بغور پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ پیغمبر خدا کے زمانہ مین بعد اس آیت حُرّیت کے کوئی قیدی جنگ غلام نہین
بنایا گیا۔ قرآن کی نص قطعی اور آنحضرت صلعم کا فعل صریح ثبوت اسکا ہو کہ غلامی کا
انسداد اسلام نے کیا۔

آج کل یورپ مین قیدیان جنگ کے ساتھ برابر کا برتاؤ ہوتا ہے نہایت
آرام سے وہ رکھے جاتے ہین اور بعد جنگ ختم ہونے کے وہ چھوڑ دیے جاتے
ہین کبھی تو بطور احسان کے اور کبھی خرچہ جنگ کا معاوضہ لیکر۔ قیدیان جنگ کا قتل
کرنا یا اُنکو بطور مال مغرورہ کے باہم تقسیم کر لینا کسی طرح جائز نہین ہے۔ اور اسکے
خلاف ہونا صریح بدتہذیبی اور خلاف انسانیت سمجھا جاتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا
ہوتا ہے کہ قرآن جسکو دعویٰ ہے کہ وہ ہر قرن اور ہر قوم کے مناسب حال ہے
اور تمام امور کی نسبت اسمین ہدایتین ہین اس بارہ مین کیا حکم دیتا ہے۔ یہ سوال
اوّل اوّل سرسید کے دل مین پیدا ہوا اور اُنھون نے ایک رسالہ اسپر تحریر کیا
اور ثابت کیا کہ قیدیان جنگ کا قتل کرنا یا غلام بنانا قرآن مین محکوم نہین ہے اور
نہ پیغمبر خدا نے آیت حُرّیت نازل ہونے کے بعد کبھی قتل کرنے یا غلام بنانے
کا حکم دیا۔ اسپر سرسید نے قرآن سے اور قول پیغمبر سے عمدہ طور پر اپنے دعویٰ کو
ثابت کر دیا ہے۔ لیکن آخر مین اونھون نے یہ لکھا ہے کہ "خلفاے اربعہ کے
زمانہ مین غلام بنانے کا قاعدہ جو جاری تھا تو وہ بیجا تھا۔ خلفاے اربعہ معصوم نہ تھے
اور نہ اُنکا فعل بمقابلہ فعل رسول کے قابل سند ہے" بیشک خلفاے اربعہ معصوم
نہ تھے اور نہ اُنکا فعل بمقابلہ فعل رسول کے قابل سند ہے لیکن وہ قرآن اور فعل

رسولؐ کو ہم سے اچھا سمجھتے تھے اگر ہم قرآن اور حدیث سے افعال خلفاے اربعہ
و اعمال مسلمانان متقدمین کی مخالفت قایم نہ ہونے دین تو یہ ہماری بڑی کامیابی ہی
اسلیے سر سید کے خیالات پر مفصلۂ ذیل مضمون اضافہ کیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔
قرآن مین یہ حکم ہے کہ " احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو" یون حکم
نہین ہے کہ " فدیہ لیکر چھوڑ دو یا احسان رکھ کر چھوڑ دو " اگر پچھلی صورت ہوتی تو
چھوڑنا لازم ہوتا۔ پہلی صورت مین چھوڑنا اسیوقت لازم آتا ہے کہ کوئی فدیہ لیکر آئے
اور فدیہ بھی معقول ہو اور کہے کہ فلان غلام میرا عزیز ہے اور یہ اسکا فدیہ ہے چھوڑ دو۔
کہین سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ خلفاے اربعہ کے پاس کوئی فدیہ لیکر آیا اور
اسکا عزیز یا ہمقوم اُسکی درخواست پر چھوڑا نہین گیا۔ جب ایسا نہین ہوا تو خلفاے
اربعہ پر خلاف نص صریح کے عمل کا الزام عاید نہین ہوتا جب تک احسان رکھ کر چھوڑنا
یا فدیہ لیکر چھوڑنا عمل مین نہ آتا قید مین رہنا لازم تھا۔ مسلمان اگر بجاے قید تنہائی
کے قیدیون کو اپنے گھرون مین بطور شاگردون کے رکھتے تھے اور انکو ہر طرح کا
آرام دیتے تھے ایسا آرام کہ وہ قیدی اپنا گھر بھول جاتے تھے یہ صورت اچھی تھی
بُری نہ تھی۔ غلام آزاد کرنے کا بڑا دستور مسلمانون مین تھا اور یہ صریح طور پر احسان رکھکر
چھوڑنا کہا جائے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح پیغمبر خدا بعد آیت
حُرّیت کے جنگ ختم ہوتے ہی قیدیون کو چھوڑ دیتے تھے ویسا خلفاے اربعہ نے
کیون نہ کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ پیغمبر نے ایسا جو کیا وہ شان پیغمبری تھی اور دوسرے
یہ کہ پیغمبر کے عہد مین لڑائیان ملک عرب مین ہوئین لڑائی فتح ہوئی اور فوراً قیدیون
کو آزاد کر دیا۔ تمام قیدی مسلمان ہوکر فوج مین داخل ہوگئے۔ خلفا کے عہد مین غیر قوم

کے قیدی منزلوں طے کرکے لائے جاتے تھے نہ وہ بولی سمجھتے تھے اور نہ ملکی رواج سے واقف تھے۔ اپنے ملک میں رہتے تو فساد کرتے۔ عرب میں احسان رکھ کر چھوڑ دیے جاتے تو بھیک مانگتے۔ بھیک مانگنے سے انکا کسی کے گھر میں بجائی بنکر رہنا اچھا تھا احسان رکھ کر چھوڑنا مناسب نہ تھا اور فدیہ دینے والا کوئی موجود نہ تھا کہ فدیہ دیکر انکو اپنے ملک کو لیجائے۔ ایسی حالت میں سوائے قید کے دوسری صورت نہ تھی اور قید کی بہترین صورت تھی کسی کے گھر میں انکو رکھنا۔ اور یہ کہدینا کہ جب موقع آئے تو احسان رکھ کر آزاد کردینا۔ بس یہی حالت خلفاے اربعہ کے زمانہ کے قیدیوں کی تھی۔

قرآن میں یہ حکم نہیں ہے کہ خواہ مخواہ قیدیوں کو چھوڑدو اور نہ ایسا حکم مناسب ہوسکتا تھا۔ اب بھی کسی مہذب گورنمنٹ کا یہ قانون نہیں ہے کہ خواہ مخواہ قیدی چھوڑ دیے جائیں۔ قیدیوں کے قتل کرنے کی ضرور ممانعت ہے اور خلفاے اربعہ کے زمانہ میں بھی کوئی قیدی قتل نہیں کیا گیا تھا۔ فتوحات اسلام کے زمانہ میں ریل نہ تھی تار نہ تھا۔ مترجم زبانوں کے بکثرت نہ تھے۔ راستہ کی سہولت نہ تھی۔ فتوحات کی کثرت تھی۔ مسلمانوں کے اخلاق دلوں کو مسخر کررہے تھے۔ جو قیدی مدینہ میں آیا اُسکے بھائی بند گھرہی پر مسلمان ہوگئے۔ اب بجاے اسکے کہ وہ قیدی کے چھوڑانے کے لیے فدیہ بھیجتے انکو قیدی کی حالت پر رشک آنے لگا کہ اے کاش ہم بھی قید ہوگئے ہوتے تو مدینہ اور مکہ کی زیارت کرتے۔ خلیفہ وقت کی صورت دیکھتے۔ ہمارا بھائی بڑا خوش نصیب تھا کہ اُسکی ہجرت کے لیے غیب سے ایک صورت پیدا ہوگئی۔

قرآن کا یہ معجزہ ہے کہ وہ ہر حالت کے مناسب ہے۔ آیت تحریت پیغمبر خدا نے جس طرح عمل کیا وہی مناسب تھا۔ بعد ازان خلفاے اربعہ کے وقت مین جس طرح اسپر عمل ہوا وہی ٹھیک تھا۔ اُسوقت اُس سے اچھا عمل اُسپر ہو نہین سکتا تھا۔ اب سلطان روم یا شاہ ایران وغیرہ شاہان اسلام کو لڑائی کی نوبت آئے اور قیدیان جنگ کے ساتھ یورپین تہذیب کے سوافق وہ عمل کرین تو کہا جائے گا کہ قرآن کے موافق انھون نے عمل کیا قرآن مین قیدیان جنگ کے قتل کرنے کا حکم آیت تحریت مین نہین ہے۔ یورپین بھی اپنے قیدی قتل نہین کرتے۔ رہا اُنکا چھوڑنا یہ لازم نہین ہے۔ یورپین کبھی کبھی احسان رکھکر چھوڑتے ہین اور کبھی خرچہ جنگ لیکر چھوڑتے ہین اور خرچہ جنگ نہین ملا یا حسب خواہ نہین ملا تو نہین بھی چھوڑتے۔ یہی قرآن بھی کہتا ہے اور یہی اسوقت کی مہذب قومون کا برتاؤ ہے۔

فصل ہفتاد و یکم

سود خواری

سود خواری کے متعلق نصوص قرآنی حسب ذیل ہین۔

"سود کھانے والے (قیامت مین) ایسے کھڑے ہونگے گویا اُنھین شیطان نے چھوکر مخبوط کر دیا ہے یہ اُنکے اس کہنے کی سزا ہے کہ جیسا معاملہ بیع کا ہے ویسا ہی سود کا ہے۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے .... اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے (یعنی اُسمین برکت نہین دیتا اور اسمین برکت دیتا ہے) ..... مسلمانو تم ایمان رکھتے ہو تو

اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہگیا ہے اُسے چھوڑ دو۔[1]"

" مسلمانو سود نہ کھاؤ کہ دُگنا چوگنا ہوتا چلا جائے اور اللہ سے ڈرو عجب نہیں کہ تم فلاح پاؤ۔[2]"

" تم لوگونکو مال مین زیادتی کے لیے سود دیتے ہو تو اللہ کے نزدیک اس سے زیادتی نہین ہوتی۔ خدا کے لیے جو زکوۃ دیتے ہین وہی بڑھا رہے ہین[3]"

سود کے ممنوع ہونے کے کئی وجوہ غور کرنے سے سمجھ مین آتے ہین۔

اول یہ کہ سود پر روپیہ دینا مخالف ہے تجارت کے۔ شرع نے سود خواری سے باز رکھ کر زکوۃ کا ٹکس لگایا ہے تاکہ خواہ مخواہ لوگ تجارت کرین۔ تجارت مین علاوہ قومی نفع کے کہ تجارت کے ذریعہ سے قوم مالدار ہوتی ہے شخصی نفع بھی ہے یعنی سود سے اتنی دولت جمع نہین ہوتی جتنی کہ تجارت سے جمع ہو سکتی ہے۔ دیکھو صفحات ۱۷۶ و ۱۷۷ کتاب ہذا جہان تجارت کا نفع دکھایا گیا ہے۔

دوم یہ کہ سود پر روپیہ دینا اگر مدیون کی خانگی ضرورت کے لیے ہے تو صریح شقاوت ہے اور اگر مدیون کو تجارت کے لیے دینا ہے تو قماربازی کی ترغیب دینا ہے اور دونون صورتین مذموم ہین۔ سودی روپیہ سے تجارت

[1] الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس ذلک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا ×××××× یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات ×××××× یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مومنین۔ سورہ بقر رکوع ۳۸۔

[2] یاایھا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۴۔

[3] وما آتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما آتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون۔ سورۂ روم رکوع ۴۔

کرنا ایک قسم کی قمار بازی ہے اسکے متعلق مین خود ایک اپنا واقعہ درج کرتا ہون
مین نے اپنے ایک عزیز کو کچھ روپیہ تجارت کے لیے دیا۔ اُس عزیز نے دوتین
برس مین اصل کو دوگنا کر دیا اور یہ کامیابی کی صورت تھی۔ مجکو خبر ہوئی تو مین نے
صرف اتنا کہا کہ " تجارت مین زکوٰۃ ضرور دیجائے اور سود پر کوئی معاملہ نہ کیا جائے
ورنہ بغیر اِن دونون باتون کے تجارت مین برکت اور پایداری نہین ہوتی۔
عربون کی تجارت پشتہا پشت چلتی تھی پانچ پانچ سو برس تک انکی تجارت
قایم رہتی تھی۔ مصر کے خاندانی تاجرون کی دولت کی نسبت مورخون نے
لکھا ہے کہ بادشاہون کو اُنسے کوئی نسبت نہ تھی۔ اور آج کل کی یورپین تجارت
گویا کچے سوت کا جال ہے۔ روز ہی دیوالہ نکلا کرتا ہے۔ پونجی کچھ نہین اور
انتظام تمام خدائی کا۔ ذرا بل پڑا اور دیوالہ نکلا۔ صنعت وحرفت کو اِن لوگون نے
تجارت کے ساتھ ملا دیا ہے اسلیے ذرا پایداری ہے اور جہان کہین نری
تجارت ہے وہان کچھ بھی قیام نہین ہے" غرض کہ اس عزیز نے میری
نصیحت پر کچھ بھی عمل نہین کیا اور نتیجہ بدر دیکھنے مین آیا۔ نقصان ہوا تو ایسا کہ اصل
اور نفع سب کا سب جاتا رہا۔ خیریت ہوئی کہ کچھ گھر سے دینا نہین پڑا۔ تفصیل اس
اس اجمال کی یہ ہے کہ پانچ ہزار سے تجارت شروع ہوئی تھی تیسرے برس دس
ہزار ہو گئے۔ اور اس دس ہزار کا گھی علاقہ نیپال سے لیکر کلکتہ روانہ کیا گیا۔ آڑھت
مین مال پہونچتے ہی ساڑھے نو ہزار سودی مل گئے۔ فوراً ساڑھے نو ہزار کا مال
بھیجا گیا اور نو ہزار پھر مل گئے۔ غرضکہ اسی ایراپھیر مین ایک لاکھ کا گھی دو مہینہ کے
اندر کلکتہ پہونچ گیا اور ۹۰ ہزار سودی قرض اس مال کی ضمانت پر گویا تجارت کے

سر آیا۔ اتفاق دیکھیے کہ گھی کا بازار روز بروز اُترتا گیا اور اتنے مین برسات آگئی اور گھی خراب ہونے لگا۔ اب تک مجھے خبر نہین ہوئی تھی کیونکہ کارکن دوسرے صاحب تھے۔ یہ حالت دیکھ کر میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ " بیدار ہو جائیے نہین تو گھر کی جائداد بھی نیلام ہوا چاہتی ہے" تمام حالات مجکو ان سے معلوم ہوئے تو مجکو بھی پریشانی ہوئی کہ جب گھی خراب جائے گا تو ضرور ہے کہ ۹۰ ہزار میری ذات اور جائداد سے وصول کیا جائے۔ یا میری جائداد سے نہ سہی اُس شخص کی جائداد سے جسکے نام سے تجارت جاری تھی۔ بہرحال اب مجکو فکر ہوئی اور کسی طرح مین نے اس گھی کے بکنے کا بند وبست کیا۔ خیریت ہوئی کہ دُرگا پوجا کا زمانہ آگیا اور گھی کسی طرح فروخت ہوگیا اور صرف دس ہزار کا نقصان ہوا۔ اصل رقم اور تین سال کا نفع یہ سب اس نقصان کی نذر ہوئی نفع ہوتا تو لاکھ پر ہوتا نقصان ہوا تو وہ بھی لاکھ کے پرتے سے ہوا۔ نفع مین ایک دم سے کام بن جانے کی امید تھی اور نقصان مین ایک دم سے سب کاروبار بگڑ گیا۔ اسوقت مجھے معلوم ہوا کہ لوگ جو کہتے ہین کہ آجکل کی تجارت بغیر سود کے نہین چلتی اسکا مطلب یہ ہے کہ آج کل کی تجارت قمار بازی ہے تجارت نہین ہے۔ حالانکہ تجارت وہی ہے جو شرع مین محکوم ہے کہ سود کا معاملہ نکیا جائے اور نہ قمار بازی کی صورت پیدا ہو جتنی دولت ہو اسی کی مقدار سے تجارت کی جائے۔ اور تجارت مین بکری نقد ہو ادھار نہ ہو۔ لوگ کہتے ہین کہ ادھار بیچے بغیر تجارت نہین چل سکتی۔ یہ غلط ہے۔ ادھار بیچنا بھی ایک قسم کی قمار بازی ہے بجائے ۲ فی روپیہ نفع لینے کے ۳ فی روپیہ کے لالچ سے لوگ قرض دیتے ہین۔ قرض وصول ہوگیا تو بن گئے اور نہ وصول ہوا تو بگڑ گئے۔ بجائے ۲ آنہ کے پونے دو آنہ قبول کئے

جائین اور ۳۰ نہ منظور کیے جائین تو تجارت مین پائداری ہوتی ہے۔ اسوقت ۲ ملتے
ہین اور چار مہینے بعد ۳۲ ملین گے یہ سود نہین ہے تو اور کیا ہے۔ غرضکہ سود کے
معاملے سے شرع محمدی نے روک کر انسانی ہمدردی اور اصول تجارت کا پورا
اور پکا سبق مسلمانون کو سکھایا ہے۔

سیوم یہ کہ سود لینے سے دلون مین کمزوری اور نیتون مین فساد پیدا ہوتا ہے
بے محنت کھانے کو ملتا ہے اور انسان کے لیے سب سے بڑی بلا یہ ہے کہ اُسکو
محنت نہ کرنا پڑے اور کھانے کو ملتا جائے۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سود خوار بنیے ہندوستان کے نہایت مالدار
اور ایماندار ہوتے ہین اور نہایت لطف سے زندگی بسر کرتے ہین۔ حالانکہ وہ
بالکل خلاف شرع عمل کرتے ہین۔ اسکا جواب یہ ہے کہ بمقابلہ تجار کے سود خوار کم
متمول ہوتے ہین۔ سواحل بحر کے تاجرون سے مقابلہ کیا جائے تو سود خوار بنیے
نہایت قلیل البضاعت ثابت ہونگے۔ رہی انکی ایمانداری۔ مین بھی تسلیم کرتا ہون
کہ ہندوستان کے دیگر پیشیون سے سود خواری اچھی ہے۔ اور اسلیے نسبتہً سود خوار
ایماندار بھی ہین۔ اور خوش حال بھی ہین۔ لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ سود
خواری تجارت سے اچھی ہے۔ ایک پیشہ ملازمت کا ہے۔ یہان کی ملازمت مین
رشوت کو اخلاقاً معیوب نہین سمجھتے۔ کتنے ملازم جو سیکڑون روپیہ ماہانہ رشوت لیتے
ہین سود خوار کے گھر کا پانی نہین پیتے اور کہتے ہین کہ سود خوار کے گھر کا پانی حرام ہے
حالانکہ رشوت لینے اور خیانت کرنے سے سود کھانا اچھا ہے۔ اسی طرح جو زمیندار
اسامیون پر جبر ناجائز کرکے اور پٹی دارون سے بے ایمانی کرکے روپیہ پیدا کرتے

ہین اُنکی زمینداری سے سودخواری اچھی ہے - رقص و سرود کے پیشہ سے جسمین زناکاری لازم ٹھہرائی گئی ہے سودخواری بدرجہا اچھی ہے - حتی کہ تجارت مین جھوٹ بولنے والے اور دغا دینے والے بھی سودخوار سے بدتر ہین - مال یتیم کھانے والے دوسرون کی جائداد پر قبضہ ناجائز رکھکر تمادی کا عذر پیش کرنے والے بھی سودخوار سے بُرے ہین - مین ڈرتا ہون کہ میری تحریر سودخواری کی ترغیب نہ دے سود کھانا بُرا ہے اور ضرور بُرا ہے لیکن اسوقت سود کھانے سے بھی زیادہ تر بُرے دستور کسب معاش مین جاری ہین اُنسے بھی اجتناب چاہیے اور سودخواری سے بھی بچنا چاہیے - پھر اکل حلال مین وہ لطف آئیگا اور دولت اتنی جمع ہوگی کہ رکھنے کی جگہ نہ ہوگی - یہ غلط خیال ہے کہ فاقہ کشی کے لیے اسلام آیا ہے اسلام پھیلایا گیا ہے انسان کو متمول کرنے کے لیے - اسلام کے قاعدون پر عمل کرنے سے جتنی دولت جمع ہوتی ہے دوسرے ذریعہ سے جمع نہین ہوسکتی بشرطیکہ اُنپر پورا پورا عمل کیا جائے۔

فصل ہفتاد و دوم

رسم پردہ

عورتون کے پردہ کے متعلق جو احکام قرآن مین ہین وہ یہ ہین -

" پیغمبر مسلمانون سے کہو کہ وہ اپنی نظرین نیچی رکھین اور اپنی شرمگاہون کی حفاظت کرین - اسمین اُنکی زیادہ صفائی ہے - وہ جو کچھ کرتے ہین اللہ کو معلوم ہوتا ہے - اور مسلمان عورتون سے کہو کہ وہ بھی اپنی نظرین نیچی رکھین اور اپنی شرمگاہون کی حفاظت رکھین اور اپنے مقامات زینت ظاہر نہ ہونے دین سوائے

اُس مقام کے جسکا ظاہر کرنا لابدی ہے اور اپنے سینون پر دوپٹون کی بکل مارے رہین۔ اور شوہر۔ باپ۔ سسر۔ بیٹے۔ شوہر کے بیٹے۔ بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے۔ میل جول کی عورت۔ لونڈی غلام۔ مرد خدام جو عورتون سے غرض نہین رکھتے۔ یا ایسے لڑکے جو عورتون کے پردہ سے آگاہ نہین ہین انکے سوا دوسرون پر اپنی زینت کے مقامات ظاہر نہ ہونے دین۔ اور چلنے مین اپنے پاؤن ایسے زور سے نرکھین کہ لوگون کو انکے اندرونی زیورات کی خبر ہو۔ مسلمانو۔ تم سب اللہ کی جناب مین توبہ کرو کہ تم فلاح پاؤ[1]"

"بڑی بوڑھی عورتین جنکو نکاح کی امید باقی نہین رہی اگر وہ اپنے اوپر کے کپڑے اُتار رکھین تو اسمین اُنپر کچھ گناہ نہین ہے بشرطیکہ اپنا بناؤ دکھانا منظور نہ ہو۔ اور اگر اسکی بھی احتیاط رکھین تو اور اچھا ہے۔ اللہ سنتا ہے اور جانتا ہے[2]"

"پیغمبر تم اپنی بیبیون۔ بیٹیون اور مسلمانون کی عورتون سے کہدو کہ اپنی چادرون کے گھونگھٹ نکال لیا کرین اس سے غالباً وہ پہچان پڑین گی کہ بیبیان ہین۔ پھر انکو کوئی نہ چھیڑے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے[3]"

سلہ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم و یحفظوا فروجہم۔ ذلک ازکی لہم۔ ان اللہ خبیر بما یصنعون ۔ و قل للمؤمنات یغضضن من ابصارہن و یحفظن فروجہن و لا یبدین زینتہن الا ما ظہر منہا و لیضربن بخمرہن علی جیوبہن و لا یبدین زینتہن الا لبعولتہن او اٰبائہن او اٰباء بعولتہن او ابنائہن او ابناء بعولتہن او اخوانہن او بنی اخوانہن او بنی اخواتہن او نسائہن او ما ملکت ایمانہن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظہروا علی عورات النساء و لا یضربن بارجلہن لیعلم ما یخفین من زینتہن۔ و توبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون۔ سورۂ نور۔ رکوع ۴۔

سلہ والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحاً فلیس علیہن جناح ان یضعن ثیابہن غیر متبرجات بزینۃ و ان یستعففن خیر لہن واللہ سمیع علیم۔ سورۂ نور۔ رکوع ۸۔

سلہ یا ایہا النبی قل لازواجک و بناتک و نساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیبہن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفوراً رحیماً۔ سورۂ احزاب۔ رکوع ۸۔

ان آیتون پر غور کیجیے۔ پہلی آیت مین عورتون کو صرف یہ تاکید ہے کہ وہ اپنے مقامات زینت ظاہر نہ ہونے دین اور سینون پر ایسا کپڑہ رکھین کہ سینون کا اُبھار دکھی نہ پڑے۔ مقامات زینت مین سے وہ مقامات جنکا ظاہر کرنا لابدی ہے مستثنیٰ کیے گئے ہین۔ فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ منہ اور ہتھیلیون کے سوا عورتون کو اپنا تمام جسم چھپانا چاہیے شرع مین قاضی کے سامنے عورتون کو منہ کھول کر اظہار دینا محکوم ہے۔ تمام عورتین مسلمانان سابق کی برابر سفر کرتی تھین۔ باہر نکلتی تھین۔ آخر وقت تک پیغمبر خدا اپنی ازواج کو ہمراہ اپنے ساتھ سفر مین لیجاتے تھے۔ ہندوستان مین جس طرح عورتین چار دیواری کے اندر قید رہتی ہین عدالت مین کبھی جانے کا اتفاق ہوا تو ڈولی کے اندر ٹوکو منگر گئین۔ ریلوے اسٹیشن پر ٹرین سے اترتے چڑھتے وقت تمام مسافرون کا تماشہ بنی رہین یہ دستور اسلام نے نہین سکھایا ہے۔ اب بھی عرب۔ مصر۔ شام وغیرہ تمام بلاد اسلام مین عورتین بے تکلف گھوڑون پر چڑھتی ہین اور سب کام بازار کا کر لاتی ہین۔ منہ پر برقعہ رکھتی ہین۔ لیکن یہ برقعہ اچھا ہو یا برا قرآن مین محکوم نہین ہے اور نہ پیغمبر خدا کے زمانہ مین شروع ہوا۔ جس طرح کعبہ کے گرد چار مصلے بنگئے اسی طرح بعد کو برقعہ بھی جاری ہوا۔ اسکی بدعت ہونے مین کلام نہین ہے۔ حسنہ اور سیئہ کا تصفیہ کرنا مین نہین چاہتا۔

غرضکہ منہ چھپانے کا حکم قرآن مین کہین نہین ہے البتہ سورۂ احزاب مین گھونگھٹ نکالنے کا حکم ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح دہلی اور لکھنؤ مین مہاجنون کی عورتین دریا۔ بازار یا مقامات پرستش وغیرہ کو پیادہ یا گھونگھٹ نکالے ہوئے جھنڈ کی جھنڈ جاتی ہین اسی طرح قرآن مین بھی مسلمان عورتون کی نسبت حکم ہے کہ وہ گھونگھٹ

نکال کر چلا کریں۔ اگر یہ معنی صحیح ہون جب بھی جو طریقہ پردہ کا مسلمانون مین رائج ہے
اُسکی تائید اس سے نہین ہوتی۔ لیکن واضح رہے کہ "گھونگھٹ نکال کر چلنا" یہ متفق
علیہ ترجمہ نہین ہے یہ ترجمہ با عتبار رواج کے مولوی نذیر احمد صاحب نے اختیار کیا ہے
اور ممکن ہے کہ اُنکو دھوکا ہوا ہو مولوی عبد القادر کے حاشیہ سے جسمین لفظ گھونگھٹ
کا استعمال کیا گیا ہے۔ یا تفسیر حسینی مین جو عبارت " این پوشیدن سر و روے و
بدن" ہے اسنے انکو مغالطہ دیا ہو۔ یا کوئی اور ترجمہ متاخرین کا انھون نے دیکھا
ہے بہر حال دیگر مستند تراجم مین گھونگھٹ نکالنا نہین لکھا ہوا ہے بلکہ چادر اوڑھنا
لکھا ہوا ہے۔

مختلف ترجمے

مولوی نذیر احمد دہلوی	اپنی چادرون کے گھونگھٹ نکال لیا کرین۔
مولوی شاہ ولی اللہ	فرو گزارند بر خود چادر ہاے خود۔
سعدی علیہ الرحمۃ	فرو گزارند بر خود از چادر ہاے خود
مولوی رفیع الدین	نزدیک کرلیں اوپر اپنے بڑی چادرین اپنی۔
شاہ عبد القادر	نیچی لٹکا لین اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادرین۔

مولوی نذیر احمد نے وہ مضمون صاف کردیا جسکو دب دب کر مولوی عبد القادر نے
لکھا تھا۔ لیکن مولوی رفیع الدین کے ترجمہ سے ذرا بھی گھونگھٹ نکالنے کی طرف
اشارہ نہین نکلتا۔ اور نہ سیاق عبارت سے ایسا معلوم ہوتا۔ شان نزول آیت
یہ ہے کہ مدینہ کی عورتین جب باہر نکلتی تھین تو لوگ دل لگی کرتے تھے۔ شریف کی
عورتون کی شکایت پر لوگون کو یہ عذر ہوتا تھا کہ لونڈیون مین اور شریف کی عورتون

مین جب کبھی فرق نہین ہوتا تو غلطی ہو جاتی ہے۔ حکم ہوا کہ عربون مین جو دستور پہلے سے تھا کہ عورتین کئی تہ کپڑے پہنتی تھین وہ کیون نہ جاری رہے۔ یعنے عورتین سب کپڑون کے اوپر ایک بڑی سی چادر اوڑھ لیا کرین اس طرح وہ پہچان پڑین گی کہ بیبیان ہین اور پھر کوئی انکو نہ چھیڑے گا۔ اسوقت عرب مین گھونگھٹ نکالنے کا دستور نہ تھا۔ کہین سے اسکا پتہ نہین چلتا۔ اگر عرب کی عورتین گھونگھٹ نکال کر چلتین تو چھیڑنا موقوف نہ ہوتا وہ تو اور ایک تماشہ ہو جاتا۔

بہرحال عورتین اسلام مین اسی طرح چل پھر سکتی ہین اور بے تکلف باہر نکل سکتی ہین جس طرح یورپین لیڈیان صرف اسقدر فرق ہے کہ یورپین لیڈیان جو سر اور گردن کو کھلا رکھتی ہین اور سینہ پر کوئی اوڑھنی نہین رکھتین یہ خلاف شرع ہے اگر وہ اسقدر ترمیم کرلین تو انکی پوشش اور روش شرع محمدی کے مطابق ہو جائے۔

بعض ہندؤون کا قول ہے کہ رسم پردہ مسلمانون سے ہندؤون نے لی ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے عرب سے کابل تک پردہ کی نوعیت مین وہ سختی نہین ہے جو شریف ہندؤون یا شریف مسلمانون مین ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پردہ کی موجودہ حالت ہندؤون مین تھی مسلمانون نے اسکی تقلید کی اور اتنا مبالغہ کیا کہ ہندؤون سے بھی بڑھ گئے۔ مین اپنے قیاس کی دلیل یہ رکھتا ہون کہ قوم مغلوب کا شعار ہے عورتون پر سختی کرنا۔* عرب کو دیکھیے زمانہ انحطاط مین وہ کچھ اور نہ کرسکے تو عورتون کے لیے برقعہ بنایا۔ یہ برقعہ سر سے پاؤن تک ایک غول کی صورت مین نہایت تکلیف دینے والا ہوتا ہے۔ جنکو عادت نہین ہے انکا تو دم گھٹنے لگتا ہے۔ لیکن پھر بھی شکر ہے ہندوستان کی قید دوام سے تو اچھا ہے۔ مسلمانون کی آمد کے قبل ہندؤون مین

رسم ستی جاری تھی عقد بیوگان کا انسداد تھا۔ عورتون کو مثل لونڈیون کے یہ رکھتے تھے۔ کیا کسی عورت سے جب تک وہ موجودہ قید کی حالت مین نہ رہے یہ امید ہوسکتی ہے کہ وہ شوہر کے ساتھ چتا پر جلنے کو طیار ہوگی یا جوانی کی حالت مین بیوہ ہوکر غیر مرد کی طرف دیکھنا پسند نکرے گی۔ اگر ذراسی بھی عقل لیکن سیدھی عقل ٹیڑھی نہین ہمارے دماغ مین ہے تو ہم سوا اسکے اور کچھ نہین سمجھ سکتے کہ پہلے عورتون کا پردہ قایم ہوا اُسکے بعد اُنسے فرمایش ہوئی کہ بیوہ ہونے پر پھر کسی مرد کا منھ نہ دیکھو اور بہتر ہے کہ مرد کے ساتھ تم بھی جل جایا کرو۔ یہی وجہ ہے کہ جن رذیل قومون مین خانگی کاروبار کے جھگڑون کی وجہ سے رسم پردہ قایم نہ ہوسکی وہان عورتون کی ہمت اس قسم کی فرمایش کی طرف مائل نہ ہوسکی جس خاندان مین پردہ نہین ہے وہان عقد بیوگان جاری ہے۔ جہان مسلمانون نے اور بہت سی برائیان ہندوستان مین سیکھین وہان یہ بھی سیکھا کہ جن عورتون کو گھوڑون پر دوڑاتے ہوئے اور میدان جنگ کی ہوا کھلاتے ہوئے وہ یہان تک لائے اُنکو یہان مکان کی چار دیواری مین ہمیشہ کے لیے قید کر دیا۔

اسوقت جس طرح ہندوون مین چھوت کا بچار معیار شرافت ہو۔ جو جتنا ہی شریف ہے وہ اُتنا ہی اسکا پابند ہے۔ اسی طرح یہان کے شریف مسلمانون کی پہچان اُنکی عورتون کا پردہ ہے۔ جنکے گھرون مین جتنی ہی سختی کے ساتھ رسم پردہ جاری ہے اُتنا ہی گھرانا اور خاندانی شریف اُنکو سمجھا جاتا ہے۔ اور ایک حد تک یہ صحیح بھی ہے۔ ہندوستان کی موجودہ شرافت کی قایم رکھنے والی گھر کی بیبیان ہین اگر رسم پردہ اٹھا دی جائے تو بہت بڑا انقلاب ہو جس طرح مرغ قفس قفس سے

نکل کر دوسرے جانوروں سے خود کو بچا نہین سکتا اسی طرح پردہ کی بیبیان اگر ایکدم سے باہر کردی جائین تو بہ نسبت رذیلیون کے انکو اپنی عصمت کا محفوظ رکھنا زائد دشوار ہوگا۔ اور ایک بہت برا اثر قوم پر ہوگا۔ اور دوسری طرف یہ دِقّت ہے کہ عورتون کی تعلیم انکے حقوق کی حفاظت اور انکی جائز آزادی کا قیام منحصر ہے رسم پردہ کی سختیون کے اُٹھنے پر۔ اور اُنکی تعلیم اور جائز آزادی پر منحصر ہے قوم کی آیندہ ترقی۔ موجودہ حالت مین عورتین غلام جن سکتی ہین مرد میدان نہین پیدا کرسکتین۔ جب وہ خود غلامی کی حالت مین ہین تو لڑکون کو آزادی کا سبق نہین سکھا سکتین۔ دونون پہلو بتا دیے گئے۔ بہی خواہان قوم غور کرین کہ اُنکو کیا کرنا چاہیے۔

فصل ہفتاد و سیوم

روح۔ اور مسئلہ تناسخ

اسلام مین روح کی نسبت اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ وہ خدا کا حکم ہے۔ لوگون نے پیغمبر خدا سے روح کی حقیقت پوچھی۔ وحی آئی۔ ” قل الروح من امر ربی“ ترجمہ (پیغمبر بتا دے کہ روح خدا کا حکم ہے) یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ روح کی حقیقت بیان کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔ ہرگز نہین۔ اس عالم ناسوتی مین اس سے زیادہ اگر سمجھایا جاتا تو سمجھ مین نہ آتا۔ کوئی سمجھ سکتا ہے تو صرف اتنا ہی کہ یہ خدا کا ایک حکم ہے۔ اور اسلیے مخاطب کی سمجھ کے موافق جواب دیا گیا۔ اور در پردہ یہ بتایا گیا کہ اس سے زائد کوئی سمجھنا چاہے تو سمجھ نہین سکتا۔ کوشش کرنا بیکار ہے۔

حکیمون و فلسفیون نے روح کے سمجھنے کی کوششین کی ہین اور مختلف زمانہ مین اور مختلف فرقون مین اسکی مختلف صورتین بیان کی گئی ہین۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ

ایک ہوا ہے جو آتی ہے اور نکل جاتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ باری تعالیٰ کی ذات کا ایک پرتو ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ ایک الگ شے ہے جسکے تعلق سے حیات قایم رہتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ہیئت مجموعی سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اسی کا نام روح ہے۔ اسی طرح بہت سی باتین بیان کی جاتی ہین جو مذہب اسلام سے نہ موافق ہین نہ مخالف ہین۔ ہر ایک راے زن اپنی راے کی نسبت یقین نہین رکھتا صرف اتنا کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ یون ہو۔ اور یہ کسی طرح اسلام کے خلاف نہین ہے جو کچھہ خلاف ہے وہ اُسکے متعلق راے زنی کرنا ہے۔ یہ ایک راز خلقت ہے اور پیغمبر خدا نے کہا کہ اسپر غور نہ کرو۔ غور کرنے والے جب تھک کر کسی راے پر قایم نہین ہوتے تو سوچتے ہین کہ اسلام نے اسپر غور کرنے سے گریز کیا تو بیجا نہین کیا۔

مسلمانون کے یہان روح کی حقیقت بیان نہین کی گئی ہے لیکن یہ بتایا گیا ہے کہ تمام جسم مین روح ہی اصل ہے اور اسی پر صحیح طور سے اطلاق انسان کا ہوتا ہے یہ بعد نابود ہوجانے جسم خاکی کے بھی قایم رہے گی۔ اور جسم خاکی سے تعلق رکھنے کے زمانہ مین جسقدر برائیان اور بھلائیان اس سے سرزد ہوئی ہین اُن سب پر اسکو انفعال اور مسرت ہوگی۔ بعضون کے نزدیک اسی انفعال اور مسرت کو زبان تمثیلی سے دوزخ اور بہشت سے تعبیر کرتے ہین۔ واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن اتنا ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ عمدہ کام کی ترغیب اور بُرے کامون سے اجتناب کے لیے دوزخ اور بہشت کا ہونا زائد تر قرین قیاس صورت اور بجا ز حکمت بیان ہے نسبت اس قول کے ہے کہ تناسخ کے ذریعہ سے روح کو اپنے اچھے بُرے اعمال کا نتیجہ اسی عالم مین معلوم ہوگا۔ ظاہر ہے کہ دوزخ اور بہشت مین روح کو اپنی سابق حالت کا خیال ہوگا تو وہ اُسکی

خوشی یا رنج کا باعث ہوگا۔ لیکن تناسخ کا مسئلہ اصلاح حال مین کچھ مدد نہین دیتا اس عالم مین کوئی شخص کتنی ہی بری حالت مین ہے لیکن اسکو کبھی یہ خیال نہین ہوتا کہ گزشتہ جنم مین ہم نے فلان برائی کی تھی اسلیے اس حال کو پہونچے۔

اسلام کہتا ہے کہ برے کام کروگے تو دوزخ مین جلوگے اور وہان ہی برائیان یاد کروگے اور پچھتاؤگے۔ اچھے کام کروگے تو جنت ملے گی اور جنت مین اپنی بھلائیان یاد کروگے اور سمجھوگے کہ تمھارے نیک اعمال کا یہ بدلا ملا ہے۔ ناظرین خود فیصلہ کرلین کہ اچھے کامون کی ترغیب دوزخ اور بہشت کے وجود پر ایمان لانے والون کو ہوگی یا مسئلہ تناسخ پر یقین کرنے والون کو؟

فصل ہفتاد و چہارم

تجہیز و تکفین

طریقہ تجہیز و تکفین کی نسبت قرآن مین کچھ حکم نہین ہے۔ جو طریقہ پہلے سے جاری تھا وہی جاری رہا۔ پیغمبر خدا نے اسے مسدود نہین کیا تو معلوم ہوا کہ شرع محمدی نے اسے پسند کیا۔ نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ آنحضرتؐ نے البتہ مستزاد کیا اور یہ بطور شعار طریقہ محمدی کے قایم کیا گیا جس طرح آج کل عیسائی قومون مین ہر کام کے ساتھ کھانے کا انتظام ضرور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مسلمانون مین ہر مجمع کے ساتھ نماز یعنے ذکر خدا کا دستور قایم ہوا ہے۔ مسلمان نماز خدا پڑھ کر خدا کی امانت خدا کو سونپتے ہین اور چپ چاپ مردہ کو زمین کے اندر دفن کرکے چلے آتے ہین۔ دنیا مین اس تہذیب و شایستگی کی نظیر نہین ملتی۔

نماز جنازہ سے الگ ہو کر طریقہ دفن پر اگر گفتگو کی جائے تو ہندوؤن کے

پھونکنے یا دریا مین بہانے اور پارسیون کے زاغ و زغن کے کھلانے سے مسلمانون
کا قبر کے کیڑون کے (جو کہ بری سے بری صورت ورنہ قبر مین کیڑون کا کھانا لازم نہین ہے
اور بہت سی نعشین بجز اسکے بھی جزو زمین ہوجاتی ہین) نذر کرنا دیکھنے مین بھلا اور نہایت ہی
شائستہ طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

پارسیون کے طریقہ پر عمل کرکے ہوا کا خراب کرنا یا ہندوون کے طریقہ سے
آب دریا کا خراب کرنا بدیہی طور پر بدنما ہے جسکا معرض بحث مین لانا ہم نہین چاہتے
صرف جلانے کا طریقہ جسکو بعض مہذب یورپین نے بھی پسند کیا ہے قابل لحاظ ہے
واضح رہے کہ مردون کا جلانا یا تو کمال ناشائستگی کے زمانہ مین قایم ہوا جبکہ آدمی کو آدمی
سیخ پر بھون کر کھاجاتا تھا اور اتنی بھی تہذیب نہ تھی کہ تین چار ہاتھ کا گڑھا وہ آسانی سے
کھود سکتا۔ یا اعلیٰ درجہ کی تہذیب پھیلنے کا یہ نتیجہ ہے جیسا کہ اب بعض یورپین لوگون
نے اختیار کیا ہے لیکن واضح رہے کہ جو طریقہ اسوقت مردون کے پھونکنے کا جاری
ہے کہ تھوڑی لکڑی پر رکھکر انکی اعزہ سیخ کے کباب کی طرح مُردون کو اُلٹ پلٹ کرکسی
طرح نیم برشت کر لیتے ہین یہ طریقہ نہ تو یورپ مین پسندیدہ ہوسکتا تھا اور نہ ہندوون
کی مقدس کتاب کے رو سے جائز ہے۔ جلانا ہی پسندیدہ ہے کہ آنکھ سے مردہ نہ
نظر آئے اور تھوڑی دیر مین اسکی خاک دیکھی جاسکے۔ یہ طریقہ سب سے اچھا لیکن
زیر زمین دفن کرنے سے کسی طرح بہتر نہین ہے۔ علاوہ بدنما ہونے کے خلاف
مصلحت بھی ہے۔ بعض حالتین سکتہ کی ایسی ہوئی ہین کہ پانی سے یا قبر سے مُردہ
پھر زندہ واپس آیا ہے لیکن آگ کے شعلون سے آج تک کسی کو زندہ واپس آتے
ہوئے نہین سُنا۔ بدنمائی کی نسبت بعض کہتے ہین کہ قبر کا گلنا سڑنا آگ کے جلنے سے

کم ہے۔ یہ صحیح ہے۔ مگر اس سے کوئی نتیجہ نہین نکلتا۔ انسان کے شکم مین تمام آلائش بھری ہوئی ہے اور کچھ بھی بدنمائی نہین ہے وہ ظاہر ہوا اور پھر وہ دیکھی جائے تو البتہ بدنما اور سخت بدنما ہے۔

اس موقع پر ایک حکایت قابل تذکرہ ہے۔ میرے پاس ایک پنجاب کا مسافر آیا اور اُسنے بیان کیا کہ مین سکھ تھا اور مسلمان ہو گیا۔ اِس زمانہ مین کوئی مسلمان ہو جاتا ہے تو مجکو بہت کم خوشی ہوتی ہے مین سمجھتا ہون کہ وہ کڑاہی سے نکل کر آگ مین گرا بُت پرستی چھوڑ کر قبر پرستی اختیار کی تو اُسنے کیا ترقی کی۔ میرا خیال اس مسافر کی نسبت یہ ہوا کہ کسی مسلمان عورت سے تعلق پیدا ہونے سے مسلمان ہو گیا ہوگا۔ یا جھوٹ بولتا ہوگا۔ ایک روز بسبیل تذکرہ اسنے بیان کیا کہ مجکو اسلام کے طریقون کی طرف عرصہ سے رغبت تھی اور جب کوئی مردہ پھونکا جاتا تھا تو مجھے بہت برا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن برادری کے تعلقات سے مسلمان ہونے کی طرف میری ہمت نہین ہوتی تھی۔ اتفاق سے میرے باپ کا انتقال ہوا اور مجھے خود اُنکا پھونکنا لازم آیا۔ طوعاً و کرہاً مین نے اُنکو جلایا لیکن طبیعت بہت زیادہ بدحظ ہوئی۔ گھر پر آتے آتے مین نے علانیہ کلمہ پڑھ لیا تا کہ لوگ واقف ہو جائین اور پھر ایسی سخت خدمت کی توقع مجھ سے نہ رکھین یہ اُسکا بیان سُنکر مجکو اُس سے ہمدردی ہوئی اور مین نے خیال کیا کہ ممکن ہو اُسکا بیان سچ ہو اور اُسنے مارل کرج (اخلاقی بہادری) کے مقتضا سے اسلام قبول کیا ہو۔

فصل ہفتاد و پنجم

مختلف مباحث پر نصوص قرآنی

شہادت

آپس کے معاملات مین گواہون کی ضرورت ہوتی ہے۔ نظر بہ ضعف حافظہ[1] انسانی دو گواہ شرع مین ضروری ہوتے ہین۔ اور عورتین بہ لحاظ اپنی کمزوریون کے دو دو مردون کے برابر سمجھی جاتی ہین۔ قرآن مین گواہی سے گریز کرنا گناہ قرار دیا ہے آیات قرآنی یہ ہین۔

"اپنے لوگون مین سے جن پر تمھارا اطمینان ہو دو مردون کو گواہ کر لیا کرو۔ دو مرد نہ ہون تو ایک مرد اور دو عورتین کہ ایک بھول جائے گی تو دوسری اُسے یاد دلا دے گی۔ ...... اور گواہی کو نہ چھپاؤ جو کوئی اُسے چھپاتا ہے وہ دل کا کھوٹا ہے[1]"

"مسلمانو خدا کے لیے گواہی دینے کو انصاف کے ساتھ آمادہ رہو۔ لوگون کی عداوت تمکو انصاف کرنے سے باز نہ رکھے[2]"

حب دنیا

"انسان کو مرغوب چیزون جیسے بیبیون لڑکون۔ سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیرون۔ عمدہ عمدہ گھوڑون۔ مویشیون اور کھیتی کے ساتھ دلبستگی ہوتی ہے حالانکہ یہ دنیا کی زندگی کے چند روزہ فائدہ ہین اور اچھا ٹھکانا اُسی اللہ کے ہان ہے[3]"

صبر

دنیا کی زحمتون کا مقابلہ کرنے والی کوئی شے ہے تو وہ صبر ہے۔ اسکے متعلق

---

[1] واستشہدوا شہیدین من رجالکم۔ فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشہداء ان تضل احدیہما فتذکر احدیہما الاخری ×××××× ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ۔ سورہ بقرہ رکوع ۳۹۔

[2] یاایہا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا۔ سورہ مائدہ رکوع ۲۔

[3] زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب۔ سورہ آل عمران رکوع ۲۔

قرآن مین ہے۔

"مسلمانو تکلیف برداشت کرو اور تکلیف برداشت کرنے کی تعلیم دو اور آپس مین مل کر رہو۔ اللہ سے ڈرو تاکہ تم اپنی مراد کو پہونچو"[۱]

"تکلیف برداشت کرو کہ اللہ نکوکارون کے اجر کو ضایع نہین ہونے دیتا"[۲]

صادق البیانی والیفاے وعدہ

زمانہ جاہلیت کے عربون مین تمام عیوب تھے لیکن وعدہ کے وہ سچے ہوتے تھے۔ اور کذب کو نہایت مذموم جانتے تھے۔ باوجودیکہ اسکے متعلق عربون کو چندان تعلیم کی ضرورت نہ تھی پھر بھی قرآن مین اسکے متعلق بہت سی آیتین ہین۔ اگر عربون کی حالت اسوقت ہندوستان کے مسلمانون کی سی ہوتی تو شاید قرآن کے دو حصون مین عقد ہوگان اور الیفاے وعدہ کے احکام ہوتے اور ایک حصہ مین دیگر احکام درج کیے جاتے۔ قرآن کی آیتین جو اسکے متعلق ہین وہ حسب ذیل ہین

"مسلمانو اپنے قرارون کو پورا کرو"[۳]

"تمھاری لاعینی (یعنے غیرارادی) قسمون کا خدا مواخذہ نہین کرے گا۔ ہان پکی قسمون کا تم سے مواخذہ کرے گا اور اسکا کفارہ ہے دس مساکین کو بیچ راس کا کھانا کھلانا جیسا کہ بال بچون کو کھلاتے ہو یا دس مساکین کو کپڑا پہنانا۔ یا ایک بردہ آزاد کرنا۔ پھر جسے یہ مقدرت نہو وہ تین دن روزہ رکھے"[۴]

---

[۱] یاایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ سورۂ آل عمران رکوع ۲۰۔

[۲] واصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ سورۂ ہود۔ رکوع ۱۰۔

[۳] یاایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود۔ سورۂ مائدہ۔ رکوع ۱۔

[۴] لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مسکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام۔ سورۂ مائدہ۔ رکوع ۱۲۔

"جب کہو تو قرابت مندہی کیوں نہ ہو انصاف کی کہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ تمکو یہ حکم دیتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو[1]"

"مسلمانو خدا سے ڈرو اور سچ بولنے والوں مین رہو[2]"

"اور جب تم آپسمین قول وقرار کرلو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو اور قسمون کو جب پکی کرلو نہ توڑو۔ حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو۔ اللہ تمھارے افعال سے ضرور واقف ہے[3]"

شفاعت ورسالت

نبی۔ پیغمبر اور مصلح قوم ہر قوم مین ہوئے لیکن بعد اُنکی فوت کے تابعین نے اُنکے درجات خدا سے بھی بڑھا دیے۔ عیسائی حضرت علیسیٰ کو پسر خدا کہنے لگے ہندوستان مین تو بجاے خدا کی پرستش کے انسان کی پرستش صریح طور پر قایم ہوئی جہال عرب تمام نبیون کے بُت خانہ کعبہ مین رکھتے تھے وہ بھی ایک قسم کی پرستش تھی۔ غرضکہ ابتدا سے اسلام کے وقت اور اب بھی دنیا مین سواے اسلام کے اور کوئی ایسا مذہب نہ تھا اور نہ ہے جسمین بندہ اور خدا کے درمیان مین کوئی واسطہ نہو۔ یہ شرف اسلام کو حاصل ہے کہ بندہ کو خدا سے بغیر کسی توسل کے تعلق رہتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی صفت مذہب اسلام کی ہے کہ تمام علماے عیسائی زمانہ حال کے اسکے معترف ہین۔ اسلام مین پیغمبر محض خدا کا پیغام لانے والا بندون کی طرف

[1] واذا قلتم فاعدلوا ولو كان ذا قربى وبعهد الله اوفوا ذلكم وصيكم به لعلكم تذكرون۔ سورہ الانعام رکوع ۱۹۔
[2] يايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصدقين۔ سورۂ توبہ رکوع ۱۵۔
[3] واوفوا بعهد الله اذا عاهدتم ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها وقد جعلتم الله عليكم كفيلا ان الله يعلم ما تفعلون۔ سورۂ نحل۔ رکوع ۱۳۔

سمجھا گیا ہے۔ لیکن اسکا مطلب یہ نہین ہے کہ مسلمان اپنے پیغمبرؐ کی عزت کم کرتے ہین۔ بڑی عزت کرتے ہین لیکن اسکو خدا کا بیٹا یا خدا کے کامون مین دست اندازی کرنے والا نہین سمجھتے یعنے اپنے پیغمبرؐ کی ایسی عزت نہین کرتے جس سے خدا کی عزت کم ہو جائے۔ اپنے پیغمبرؐ کی نسبت اُنکا مقولہ ہے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لوگ اور امتون کی طرح خدا ے ثانی نہ سمجھنے لگین اسکے متعلق بطور حفظ ما تقدم جو آیتین قرآن مین ہین وہ یہ ہین۔

"محمد ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول گزرے ہین[1]"

"اللہ نے مسلمانون پر فضل کیا کہ اُنکے پاس اُنکی قوم کا ایک رسول بھیجا جو اُنکو خدا کی آیتین پڑھکر سناتا ہے اور اُنکو پاک کرتا ہے اور قرآن اور حکمت انکو تعلیم دیتا ہے اس پیغمبر کے پہلے وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی مین تھے[2]"

"اُس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس سے معاوضہ قبول کیا جائے گا نہ کسی کی سفارش (شفاعت) فائدہ دے گی اور نہ لوگون کو (کسی سے) مدد پہونچے گی[3]"

"اُس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کام ذرا بھی نہ آئے گا نہ کسی کی شفاعت قبول ہوگی نہ معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کسی کی مدد پہونچے گی[4]"

---

[1] و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ آل عمران رکوع ۱۵۔

[2] لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلو علیہم آیتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ آل عمران رکوع ۱۷۔

[3] واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا و لا یقبل منہا عدل و لا تنفعہا شفاعۃ و لا ہم ینصرون۔ سورۂ بقر رکوع ۱۵

[4] واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا و لا یقبل منہا شفاعۃ و لا یوخذ منہا عدل و لا ہم ینصرون۔ سورۂ بقر رکوع ۶۔

"کون ہے جو بے حکم اسکے (خدا کے) اُسکی جناب مین کسی کی شفاعت (سفارش) کرے[1]"

"کوئی کسی کا شفیع (سفارش کرنے والا) نہین ہوسکتا مگر اُس (خدا) کی اجازت سے[2]"

"اس دن کی شفاعت (سفارش) کام نہ آئے گی مگر اُسکی جسکو خدا اجازت دے اور اُسکا بولنا پسند کرے[3]"

مداخلت

"یہ کچھ نیکی نہین ہے کہ پچھواڑے سے گھرون مین آئے۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ پرہیزگاری اختیار کرے اور گھرون مین آئے تو اُسکے دروازے سے ہوکر آئے[4]" (ایام حج مین عرب پچھواڑے سے مکانون مین آتے تھے حکم ہوا کہ یہ لغو حرکت ہے)۔

"مسلمانو اپنے گھرون کے سوا اور گھرون مین گھر والون سے پوچھے اور اُن کو سلام کیے بغیر نہ جایا کرو۔ تمھارے حق مین یہ بہتر ہے۔ تمھین چاہیے کہ اسکا خیال رکھو۔ اگر گھر مین کوئی نہ ہو تو جب تک اجازت نہ ملے تم اُسمین نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس جاؤ تو واپس جایا کرو کہ یہ تمھارے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ اللہ کو تمھارے اعمال کی خبر ہے[5]"

آج کل تمام مہذب قومون کا اسپر عمل ہے اور اگر کوئی ہندوستانی اسپر عمل کرتا ہے

---

[1] من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ سورہ بقر رکوع ۳۴۔

[2] ما من شفیع الا من بعد اذنہ۔ سورہ یونس رکوع ۱۔

[3] یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولا۔ سورہ طٰہٰ رکوع ۶۔

[4] ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقی واتوا البیوت من ابوابھا۔ سورہ البقر رکوع ۲۴۔

[5] یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکی لکم واللہ بما تعملون علیم۔

تو لوگ کہتے ہین کہ یہ انگریزون کی تقلید بیجا ہے۔ اور یہ نہین سمجھتے کہ قرآن کے حکم کی تعمیل ہے
"جب تمھارے لڑکے بلوغ کو پہونچین تو جس طرح انسے بڑے (گھرون مین آنے
کے لیے) اجازت مانگتے ہین اسی طرح انکو بھی اجازت مانگنا چاہیے[1]"

صدقہ

"خیرات کا مال بس حق ہے فقیرون کا محتاجون کا اُن کارکنون کا جو صدقات پر
تعنات ہین اور اُن لوگون کا جنکے دلون کا پرچانا منظور ہے اور گردنون کے چھڑانے
مین بھی خرچ کرنا چاہیے اور قرضدارون اور مجاہدون اور مسافرون کو بھی دینا چاہیے
یہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حقوق ہین کہ وہ علیم وحکیم ہے[2]"

"مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور (سائل کو) ایذا دیکر اُس شخص کی طرح
اکارت نہ کرو جو اپنا مال لوگون کے دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور
روز آخرت کا یقین نہین رکھتا[3]"

"اگر خیرات ظاہر مین دو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر چھپا کر حاجتمندون کو دو تو یہ
تمھارے حق مین زیادہ بہتر ہے۔ ایسا دینا تمھارے گناہون کا کفارہ ہوگا۔ تم
جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے[4]"

---

[1] واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلکم۔ سورہ نور۔ رکوع ۸
[2] انما الصدقت للفقراء والمسکین والعملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم۔ سورہ توبہ رکوع ۸۔
[3] یا ایہا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الآخر۔ سورہ بقر رکوع ۳۶۔
[4] ان تبدوا الصدقت فنعما ہی۔ وان تخفوہا وتؤتوہا الفقراء فہو خیر لکم ویکفر عنکم من سیاٰتکم واللہ بما تعملون خبیر۔ سورہ بقر رکوع ۳۷۔

مال یتیم

"یتیمون کے مال اُنکے حوالے کرو اور مال طیب کے بدلے مال حرام نہ لو (یعنی اپنے خراب مال سے یتیمون کا اچھا مال نہ بدلو) اور نہ اُنکے مال اپنے مالون مین ملاکر خورد برد کرو۔ یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔ ...... یتیمون کو کاروبار مین لگائے رہو یہان تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہونچین۔ اسوقت اگر اُنمین صلاحیت دیکھو تو اُن کا مال اُنکے حوالے کرو اور ایسا نہ کرنا کہ اُنکے بڑے ہونے کے اندیشہ سے جلدی جلدی اُنکا مال فضول خرچی کرکے کھا پی ڈالو۔ (ولی) بامقدور کو مال یتیم سے بچنا چاہیے اور حاجتمند بقدر ضرورت کھالے (تو مضایقہ نہین) اور جب یتیمون کو اُنکے مال حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لو۔ ورنہ حساب لینے کو تو اللہ بس ہے۔ .... جو لوگ ناحق یتیمون کا مال خورد برد کرتے ہین وہ اپنے پیٹ مین انگارے بھرتے ہین اور عنقریب دوزخ مین پڑین گے"[1]

کون ہے جسکے پاس چھوٹے چھوٹے بھائی بھتیجے یا بھانجے یتیم ہوکر رہتے ہین اور وہ قرآن کے مطابق اُنکے مال اُنکے بلوغ پر گواہون کے سامنے اُنکے سپرد کرتا ہے اور اُنکی نابالغی مین سمجھتا رہتا ہے کہ اُنکے بلوغ پر حساب دینا ہوگا۔ اس زمانہ انحطاط مین کوئی ایسا نہین کرتا لیکن اپنے عروج کے زمانہ مین جب نیتین بخیر تھین تمام مسلمان ایسا ہی کرتے تھے۔

---

[1] وآتوا الیتمی اموالهم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالهم الی اموالکم انه کان حوبا کبیرا xxxxxxxx و ابتلوا الیتمی حتی اذا بلغوا النکاح فان انستم منهم رشدا فادفعوا الیهم اموالهم ولا تاکلوها اسرافا وبدارا ان یکبروا ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف فاذا دفعتم الیهم اموالهم فاشهدوا علیهم وکفی باللہ حسیبا xxxxxxx ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیرا نساء ع

شاعری

شاعری تو نام ہے کلام موزون کا لیکن عرب مین ہجوگوئی اور تغزل کا نام شاعری تھا۔ قرآن مین اس لغوگوئی کے متعلق ارشاد ہوا۔

"شعرا کے پیرو گمراہ ہوتے ہین۔ تو اس بات پر نظر نہین کرتا کہ شعرا (خیالی) میدان مین سرگردان رہتے ہین اور ایسی باتین کہتے ہین جو خود نہین کرتے"[1]

لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ شاعرون نے جب اسلام کے متعلق قصیدے لکھے اور پیغمبرؐ کی تعریف کی تو پیغمبرؐ نے پسند فرمایا۔

حرام و حلال

"اُس نے تو تم پر بس مرا ہوا (جانور) اور خون اور سور کا گوشت حرام کیا ہے اور نیز وہ جو خدا کے سوا کسی اور کے لیے نامزد کیا جائے۔ جو مجبور ہو عدول حکمی کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو اُسپر (کسی چیز کے کھا لینے کا) گناہ نہین ہے اللہ بیشک بخشنے والا مہربان ہے"[2]۔

"چارپائے جانور تمھارے لیے حلال کر دیے گئے ہین باستثناے اُنکے جو آگے تمکو سنائے جائینگے۔ لیکن حالت احرام مین تم شکار کو حلال نہ سمجھو"[3]۔

"مرا ہوا جانور۔ خون۔ سور کا گوشت اور وہ (جانور) جو خدا کے سوا کسی اور کے لیے نامزد کیا گیا ہو۔ گلا گھٹنے سے مرگیا ہو چوٹ سے مرا ہو گر کر مرا ہو اور سینگ لگ کر مرا ہو

---

[1] والشعراء یتبعھم الغاوٗن۔ الم تر انھم فی کل واد یھیمون و انھم یقولون ما لا یفعلون۔ شعراء ع ۱۱۔

[2] یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم واشکروا اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون۔ انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم۔ البقرہ ع ۲۱۔

[3] احلت لکم بھیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم غیر محلی الصید وانتم حرم۔ المائدہ۔ ع ۱۔

یہ سب تم پر حرام ہین اور نیز وہ جانور جنکو درندون نے کھایا ہو مگر جسکو تم حلال کر لو وہ حرام نہین ہے۔ اور وہ بھی حرام ہے جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا ہو۔ اور تیرون سے جو آپسمین تقسیم کرتے ہو یہ گناہ ہے[1]" (یہ ایک قسم کی قمار بازی تھی کہ اونٹ کے گوشت تیرون سے جہان عرب باہم تقسیم کرتے تھے)۔

فصل ہفتاد و ششم (۷۶)

مسلمانان ہند کی حالت زار

یا ابا الفضل!۔ رسولِ عربی کی اُمّت
نفس سرکش کی مقلد ہے خدا کی قدرت

بندۂ خاص تھے ہم موردِ الطاف تھے ہم
یون جُدا رہتی نہ تھی ہم سے خدا کی رحمت

دِن برے آگئے تو مت بدلی زمانہ بدلا
اپنی نیت نہ بدلتی تو نہ ہوتی یہ گت

راہ ٹیڑھی جو چلے۔ اُسکا نتیجہ دیکھا
دیکھیے اور دکھاتی ہے ابھی کیا قسمت

چھوڑ دی پیروی دینِ محمد ہم نے
جاہ و دولت نے ہمین چھوڑ دیا یا قسمت

اپنے مذہب کا پتہ ہی نہین چلتا ہمکو
کون معبود ہے اور کیا ہے ہماری ملّت

ہم نہ مومن ہین نہ کافر نہ مجوسی نہ یہود
دہریہ ہونے سے ہمکو ہے بظاہر نفرت

پارسی ہین نہ مسیحی نہ کوئی اور طریق
ہمکو آتشکدہ اور چرچ سے بھی ہے نفرت

بُت پرستون کے مقلد ہین جو لون ہین لیکن
مُنہ سے انکار ہے۔ انکار ہین از حد شدت

اپنی آنکھون سے لگاتے تو ہین قرآن کو ضرور
اسکے احکام سے لیکن ہے سراسر وحشت

یا کہ سمجھے احکام سمجھتے ہی نہین
یا نہین جانتے قرآن کی اعلیٰ عظمت

یون تو پڑھ لیتے ہین اکثر آیتین قرآن تمام
ضد ہے مفہوم سے لفظون سے نظاہر رغبت

[1] حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق۔ المائدۃ۔ رکوع ۱

پیر جیلان سے ہی اسطرح حکایت منسوب — پوچھی اک روز مریدون نے صحابہ کی صفت
حضرتِ قدوۂ جیلان نے یہ ارشاد کیا — تم اگر دیکھتے اصحاب نبی کی صورت
یہی کہتے کہ جماعت ہے یہ دیوانون کی — یہی کہتے کہ نہین ہین یہ نبی کی اُمّت
اور وہ دیکھتے تم کو تو تحیّر ہوتا — کہتے کفار سے بھی انکی ہے بدتر حالت
آخری دورِ مغل مین تھا بتر جیسا ہند — اُس زمانہ مین تھی ویسی ہی عجم کی حالت
دن دکھائے یہ جہالت نے اُنھین آخر کار — ہوئے کفار مغل وارثِ تخت و دولت
سندھ سے قاہرہ تک کفر کا آوازہ تھا — کعبۃ اللہ مین تھے نام کو اہلِ سُنّت
شان معبود۔ کہ کفار مسلمان ہوئے — اور پھر اُن سے ہوئی دین کی نئی عزت
شرک کا نام مِٹا۔ دورِ معاصی گزرا — نورِ اسلام نے دُنیا سے مِٹائی ظلمت
کچھ دنون تک رہی پابندی احکام رسولؐ — کچھ دنون تک رہی اسلام کی اچھی حالت
رفتہ رفتہ ہوئی پھر اُس مین خرابی پیدا — رفتہ رفتہ ہوئی پھر اُسمین نمایان نکبت
چھا گئین آکے جہالت کی گھٹائین ہر سو — چھا گئی دیکھتے ہی دیکھتے کیسی ظلمت
جس طرف دیکھیے ادبار و فلاکت طاری — نہ ترقی نہ وہ اقبال نہ علم و دولت
جہل ہی جہل ہو پھر کیون نہو کمزور خیال — علم کے ساتھ گئی ساری دماغی قوت
جہل و ادبار و فلاکت کا ہے واحد مفہوم — علم و اقبال و تمول کی ہی یکسان صورت
جہل اک نام ہے اخلاق کی کمزوری کا — اور تعلیم کا حاصل ہے صفاتی قوت
عبرت۔ اے دیدۂ بینا کہ ہوا ہی کیا حال — مگر افسوس کہ تجھ مین تو بھری ہی غفلت
کتنے ہم بڑھ گئے تھے جبکہ نہ تھے ہم کچھ بھی — کسقدر گھٹ گئی ہے دیکھئے ہماری ہمت
سارے ملکون مین بڑا تھا ہمارا افسوس — سارے عالم مین بڑائی کی ہماری عظمت

ساری قومون سے بُری قوم ہماری ای وائے
واہ ری ہند کی اقلیم - ترا کیا کہنا
اُنھین قومون مین تھی اک قوم مسلمان جو آج
کوئی درجہ نہین بے شرمی و گمراہی کا
بُت پرستی کے جو دشمن تھے اُنھین کی اولاد
بھولی توحید کو ہے قوم مسلمان افسوس
دیوتا ہند مین دس تھے - تو مسلمانون نے
ہاے انصاف کرے کوئی موحد ہم مین
منھ سے کہتے ہین خدا ایک ہین لیکن دل مین
اور ہم لوگون مین وہ جہل - کہ خالق ہی ایک
پنجتن کے ساتھ عمر - زید - بکر کی ترکیب
کوئی غازی کہین پُجتا ہی کہین کوئی شہید
پیر و شاہ صفی قوم کے اعلےٰ افراد
گنبد و قبر پرستی سے تھی نفرت پہلے
شرم ہمکو ہے نبی کی نہ خدا کا ڈر ہے
گھر مین بیوائین چھپے چوری جو چاہین کرلین
پردہ داری سے ہی مقصود نہو پردہ دری
ہون جو بوسے کے گھڑے ٹیڑھے تو سیدھا کر دین
دانے بارود کے قلعون کو اُڑا دیتے ہین

سب کی قسمت سے بُری آج ہماری قسمت
تیری قومون کا عروج اور وہ اُنکی رفعت
ظلِ ذلت کو سمجھتی ہے فروغِ عزت
جسکی تکمیل مین قاصر ہو ہماری ہمت
بُت پرستی کو سمجھتی ہے شعارِ ملت
ہین اگر ہم ہین موحد تو نشانِ ندرت
کر دیے بیس تو یہ ہے شرک کی اُنکے حالت
یا یہ عیسائی کہ تثلیث ہی جن کی ملت
یہ سمجھتے ہین کہ سب مین نہین خالق کی صفت
روح کو مُردون کے حاصل ہی یہ سب قدرت
نام ہی سے ہی عیان قوم کی پوری حالت
کم کہین پیر و پیمبر سے خدا کی طاقت
ہند مین آئے تو انکی بھی بنی کیسی گت
اب اسی کو وہ سمجھتے ہین شعارِ ملت
کفر سے شرک سے مملو ہی ہماری بدعت
عقد کا نام کہین آئے تو آئے شامت
ایسے پردون سے دبا ہی کہین نورِ فطرت
دیکھ لو آنکھ سے تم بھیگے چنون کی طاقت
دمدمے کیسے ہی مضبوط ہون اُنکی شامت

کو پلین کھیت کے ڈھیلون کو ہٹا دیتی ہین
دانے دانے مین ہی پوشیدہ نمو کی قوت

پھاڑ کر پیٹ زمین کا نکل آئین شاخین
رد کرنے سے کبھی رُکتا نہین زورِ فطرت

فرض کر لو کہ ہزارون مین کہین ہین دو چار
ایسے گھر جنمین کم آتی ہے گنہ کی نوبت

ایک کا موردِ الزام بھی ہوتا ہے بہت
منہ دکھائے نہ کبھی قوم جو ہو کچھ غیرت

قوم کی رسم نے مجبور کیا خاطی کو
قوم کے فعل سے پہونچی گنہ کی نوبت

کامیابی بھی اگر تمکو ہوئی فرض کیا
رہ گئی عفت و عصمت کی سراسر عزت

تو بھی سمجھو کہ ہوا کام یہ تم سے کیسا
ہاے وہ کام سراسر جو خلافِ سُنّت

مرد و زن کی کبھی رُکنے کی نہین یکجائی
جان لو خوب کہ اس پر ہے مدارِ خلقت

آفرینش کے قوانین بدل دے کوئی
غیر ممکن ہے۔ نہین اتنی کسی مین قدرت

آفرینندۂ عالم کو بڑھانا مقصود
ہاے افسوس گھٹانے کی تمھاری نیت

چاند پہ خاک نہ ڈالو۔ کہ غلط ہی کوشش
خاک بر سر تمھین رکھے گی تمھاری آلت

یہ لڑائی تو ہے اللہ سے توبہ توبہ
اُسکے احکام سے آئین سے تمکو نفرت

کج روی تم مین جہالت کی ہی کیا کام چلے
کام آہی نہین سکتی ہے کبھی اُلٹی مت

اس شرافت سے رذالت ہی کہین بہتر ہے
اچھے اچھون سے رذیلونکی ہی اچھی حالت

اُنکی بیوائین کرین عقد رہین عصمت سے
اُنکی بیوائین رہین قید اُٹھائین ذلت

اپنے دستور سے پابندیٔ عصمت کی رہین
جن گھرون مین کہ ہو قرآن وہان یہ حالت

یہی اطوار رہے اور جو کچھ دین قایم
کیا عجب ہے جو رذیلون سے ہو بدتر حالت

ناز جس بات پہ اسلاف کو تھا آج وہی
فہم و دانش مین ہمارے ہے ہماری ذلت

عورتون پر جو مظالم ہین وہ اٹھتی ہین
بڑھتی ہی جاتی ہے جور و ستم کی شدت

عورتون کے جو ہین مرقوم حصص قرآن مین ناخوش اسپر ہے رسول عربی کی اُمت
وہ تو اُترا نہین قرآن زبان مین اُنکی کیا غضب تھا جو سمجھ جاتے یہ اُسکی آیت
ہر جگہ اپنی جہالت کا اثر دکھلاتے اور رکھا جاتے یہ توریث کی ہر اک آیت
کفر ہے کفر کہ قرآن کو اچھا نہ کہین یا یہ سمجھین کہ ہے قرآن خلاف حکمت
کہے اللہ کہ دختر کو پسر سے دو نصف یہ کرین عشر کے دینے مین بھی تنونتو حجت
عشر بھی دیتے ہین دس بیس مین دو چار کہین ورنہ کہہ دیتے ہین لڑکی کو نہین ہے رغبت
انکو ترکہ کی ریاست کی نہین کچھ پروا گو کرین بنت نبی باغ فدک پر حجت
لڑکیاں ہون کہ وہ بہنین شرفا کا ہے یہ قول انکو ہے مال زر و سیم سے از حد نفرت
بعض ایسے ہین کہ انکا ہے شعار مذہب غصب اور ظلم پہ تسبیح مین پڑھنا لعنت
قول یہ اور عمل یہ کہ عیاذًا باللہ شیر مادر کی طرح بہنون کے حق سے رغبت
کم ہین وہ لوگ کرین کام جو تاویلون سے بہت ایسے نہین تاویل کی جنکو حاجت
کیسے کیسے شرفا ان مین معزز ممتاز خود بھی وہ جانتے ہین آپکو فخر ملت
نازاں اس فعل پہ جو فعل کہ قرآن کے خلاف حق منصوص کے دینے مین ہے کیا کیا حجت
کوشش اسکی کہ نہ دے قوم سے کوئی حصہ کہ نہین دختر و نسا کو ہے کچھ اسکی حاجت
باپ مان کی جو یہ حالت ہو تو بھائی ناحق کیون ہو بدنام کہ انسان ہے حریص الخلقت
سیر چشمی کے سبق بھول گئے ہین ہم سب بخل و اسراف سے ہی دل کو ہمارے رغبت
کوئی مہمان جو آجائے تو گھبرا جائین ہم کو مہمان کی صورت ہے قضا کی صورت
دم نکل جائے جو آئے کوئی مہمان کبھی وقف ہے کھیل تماشہ کے لیے سب دولت
کہے اللہ کہ و عدے کرو ایفا اپنے اور عدون کی نہ ہو دل مین ہمارے عزت

ہوئے محتاج کہ تھے مست مئے جام غرور
آیا ادبار کہ تھی علم و ہنر کی قلت

جہل و نخوت سے سروکار رہی ہمکو بالکل
اور تعلیم و تعلم سے نہین کچھ نسبت

نہ تو غیرت ہے نہ ہمت نہ حمیت ہم مین
کمپٹیشن مین ٹھہرنے کی یہی ہے صورت؟

کرلیا آکے توکل نے گھر اپنا ہم مین
ہوگئی کسب معیشت سے ہمین جب نفرت

نہ سفر کرنے کا ہے شوق نہ غم روزی کا
نہ تجارت سے تعلق ہے نہ شوق محنت

ہمکو کچھ فکر نہین کل کی کہ ہم کیا ہونگے
جانتے ہی نہین دنیا کی ہے اب کیا حالت

جھوٹ سچ ہے جو بزرگون کی کمائی باقی
ہوتی جاتی ہے وہ سب نذر بساط عشرت

ہائے کیا ہوگیا وہ خلق وہ ہمدردی قوم
ہائے کیا ہوگئی آخر وہ محبت الفت

یا وہی ہم تھے کہ تھے رونق بزم تمکین
یا وہی ہم ہین کہ ہین نقش بساط نفرت

یا وہ سطوت کہ چمکتے تھے بسان خورشید
یا یہ حالت کہ ہین اب شمع سحر کی صورت

یا وہ سرگرمی تحصیل کہ اللہ اللہ
یا یہ درماندگی شوق کہ عبرت عبرت

یا اسی ہند مین تھے تاج سر اہل غرور
یا یہین ٹھوکرین کھاتے ہین خدا کی قدرت

نہ وہ اسلام نہ اب وہ برکات اسلام
بستر عیش پہ ہے قوم کو خواب غفلت

تمام شد

کاتب الحروف خاکپائے خوشنویسان [illegible]